ضیاء النبی ﷺ
پیر محمد کرم شاہ الازہری
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ، لاہور

حکومتِ پاکستان
وزارتِ مذہبی امور
اسلام آباد

سندِ امتیاز

نہایت مسرت سے تصدیق کی جاتی ہے کہ محترم پیر محمد کرم شاہ الازہری
کی تالیف کردہ کتاب ضیاء النبیؐ بزبان اردو مقابلہ کتب سیرت
برائے سال ۱۹۹۴ء / ۱۴۱۵ھ میں اوّل انعام کی مستحق قرار پائی اور مؤلف موصوف کو
حکومتِ پاکستان کی طرف سے مبلغ پچیس ہزار روپے بطور انعام دیئے گئے۔

نمبر ۳(۱) اوقس - تم / ۹۴
تاریخ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۱۵ھ
۲۱ اگست ۱۹۹۴ء

سیکرٹری
وزارتِ مذہبی امور حکومتِ پاکستان
اسلام آباد

جلد سوم

یثرب کی طرف حضور کی ہجرت، مدینہ طیبہ میں ورودِ مسعود
غزواتِ رسالتمآب ﷺ، غزوۂ بدر، غزوۂ اُحد
غزوۂ بنو نضیر، واقعہ افک

پیر محمد کرم شاہ الازہری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ، لاہور

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	ضیاء النبی ﷺ (جلد سوم)
مصنفہ	پیر محمد کرم شاہ الازہری
	سجادہ نشین آستانہ عالیہ امیریہ، بھیرہ شریف
	پرنسپل دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف
	جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان
کمپوزنگ	الفاروق کمپیوٹرز، لاہور
تعداد	پانچ ہزار
تاریخ اشاعت	ربیع الاول ۱۴۲۰ھ
ایڈیشن	بار چہارم
طابع	تخلیق مرکز پرنٹرز، لاہور۔
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
	ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ گنج بخش روڈ، لاہور

فہرست مضامین

786

ANSARI

اگر تم مدد نہ کرو گے رسول کریم کی تو (کیا ہوا) اُن کی مدد فرمائی ہے خود اللہ نے جب نکالا تھا اُن کو کفار نے آپ دوسرے تھے دو سے جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے جب وہ فرما رہے تھے اپنے رفیق کو کہ مت غمگین ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر نازل کی اللہ نے اپنی تسکین اُن پر اور مدد فرمائی ان کی ایسے لشکروں سے جنہیں تم نے نہ دیکھا اور کر دیا کافروں کی بات کو سرنگوں، اور اللہ کی بات ہی ہمیشہ سربلند ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے، حکمت والا ہے۔

(سورۃ توبہ آیت ۴۰ ترجمہ جمال القرآن)

یثرب کی طرف ہجرت کا آغاز

یثرب کی طرف ہجرت کا آغاز

اولین مہاجر۔ ابو سلمہ مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یثرب کی طرف سب سے پہلے ہجرت کرنے کی جس کو سعادت نصیب ہوئی۔ وہ حضرت ابو سلمہ مخزومی تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انھوں نے یہ ہجرت بیعت عقبہ کے انعقاد سے بھی ایک سال پہلے کی۔ ان کا پورا نام۔ ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے۔ (۱)

انہوں نے اس سے پیشتر اپنے کنبہ سمیت حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ کئی سال کی جلا وطنی کے بعد جب مکہ واپس آئے تو قریش نے ان پر دوبارہ مشق جور و ستم شروع کر دی ابو سلمہ کو پتہ چل گیا کہ یہاں سے کئی سو میل دور یثرب شہر میں مسلمانوں کی کافی تعداد آباد ہے۔ اس لئے اہل مکہ کے مظالم سے بچنے کے لئے انہوں نے یثرب جانے کا پروگرام بنالیا۔

حضرت سلمہ نے اپنی دادی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اپنے دادا ابو سلمہ کی ہجرت کا واقعہ یوں روایت کیا ہے۔

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میرے شوہر ابو سلمہ نے جب ہجرت کا پختہ عزم کر لیا تو وہ اپنی اونٹنی لے آئے۔ مجھے اس پر سوار کیا اور اپنے بیٹے سلمہ کو میری گود میں بٹھا دیا۔ اونٹنی کی نکیل پکڑی اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ جب بنو مغیرہ بن عبداللہ نے انہیں ہجرت کرتے دیکھا تو ان کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ اور کہا اے ابو سلمہ! اگر تم ہماری مرضی کے خلاف اپنا وطن چھوڑ کر چلے جانے پر مصر ہو تو تمہاری مرضی ہم تمہیں مجبور نہیں کریں گے۔ لیکن ہماری بچی ام سلمہ کو لے جانے کی ہم تمہیں اجازت نہیں دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ابو سلمہ کے ہاتھ سے اونٹنی کی نکیل چھین لی اور مجھے اپنے ساتھ واپس لے چلے۔ ابو سلمہ کے خاندان کو جب اس بات کا علم

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ 215 و سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۷۷

ہوا تو وہ غصہ سے برافروختہ ہو گئے۔ انہوں نے بنو مغیرہ کو آکر کہا کہ اگر تم ہمارے بھائی ابو سلمہ کے ساتھ اپنی بیٹی کو بھیجنے پر رضامند نہیں ہو تو پھر ہم بھی تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ تم ہمارا بیٹا (شیر خوار سلمہ) اپنے ساتھ لے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے میری گود سے میرا لخت جگر چھین لیا۔ اس کھینچا تانی میں میرے ننھے بیٹے کا بازو اتر گیا۔

میرے شوہر ابو سلمہ کا فراق ہی میرے لئے جانکاہ تھا۔ اب بیٹا بھی مجھ سے چھین لیا گیا اور اس کی جدائی کا زخم بھی مجھے سہنا پڑا۔ میرے خاندان والے مجھے لے گئے۔ اور مجھے محبوس کر دیا اس طرح میرا سارا کنبہ بکھر گیا اور میرا سارا سکون غارت ہو گیا۔ میں الگ، میرا بیٹا الگ اور میرا خاوند سب ایک دوسرے سے جدا کر دیئے گئے۔

میں ہر صبح ابطح کے مقام پر پہنچتی۔ جہاں میرا سارا کنبہ بکھرا تھا وہاں بیٹھ کر دن بھر اپنے خاوند، اپنے لخت جگر کے فراق میں آنسو بہاتی رہتی اور شام کو واپس آ جاتی اس طرح تقریباً ایک سال گزر گیا۔

ایک روز میں وہاں بیٹھی رو رہی تھی۔ کہ بنی مغیرہ میں سے میرا ایک چچازاد میرے قریب سے گزرا۔ اس نے جب میری یہ حالت زار دیکھی تو اس کا دل پسیج گیا۔ واپس آکر اس نے اپنے قبیلہ والوں کو ملامت کی کہ تمہیں اس مسکینہ پر رحم نہیں آتا۔ تم نے اس کو اس کے خاوند کو اور اس کے بچے کو جدا کر دیا۔ میرے خاندان والوں نے مجھے کہا۔ اگر تم اپنے خاوند کے پاس جانا چاہتی ہو تو چلی جاؤ۔ ہماری طرف سے اجازت ہے۔ میرے خاوند کے رشتہ داروں کو اس اجازت کا پتہ چلا تو انہوں نے میرا بیٹا مجھے واپس کر دیا۔ میں نے اپنے اونٹ پر کجاوا ڈالا۔ اس پر سوار ہو گئی۔ پھر اپنے بیٹے کو اپنی گود میں بٹھا لیا اور یکہ و تنہا مدینہ طیبہ روانہ ہو گئی۔

مکہ سے باہر جب میں تنعیم کے مقام پر پہنچی تو وہاں مجھے عثمان بن طلحہ مل گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا اے ابو امیہ کی بیٹی! کدھر کا قصد ہے۔ میں نے کہا میں اپنے شوہر کے پاس مدینہ جا رہی ہوں۔ اس نے پوچھا تمہارے ساتھ کوئی اور آدمی بھی ہے۔ میں نے بتایا خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کے سوا اور اس ننھے بچے کے سوا میرے ساتھ اور کوئی نہیں۔ اس نے کہا۔ میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑلی اور مجھے لے کر چل پڑا۔ بخدا! میں نے آج تک ایسا کریم النفس رفیق سفر کوئی نہیں دیکھا۔ جب وہ پڑاؤ پر پہنچتا تو اونٹ کو بٹھاتا پھر دور ہٹ کر کھڑا ہو جاتا۔ جب میں اونٹ سے اتر جاتی تو وہ اونٹ کو پکڑ کر لے جاتا۔ اس سے پالان اتارتا اور اسے باندھ دیتا پھر دور کسی درخت کے سایہ میں آرام کرنے کے لئے لیٹ

جاتا۔ جب دوبارہ سفر شروع کرنے کا وقت آتا تو وہ اونٹ پر کجاوہ کس کر لے آتا۔ اسے میرے قریب لا کر بٹھا دیتا۔ مجھے کہتا اب سوار ہو جاؤ۔ میں سوار ہونے لگتی تو وہ پرے ہٹ جاتا جب سوار ہو کر بیٹھ جاتی تو وہ آ کر نکیل پکڑ لیتا اور چلنے لگتا۔ سارے سفر میں اس کا یہی معمول رہا۔ یہاں تک کہ اس نے مجھے مدینہ پہنچا دیا۔ جب قبا کی بستی دکھائی دینے لگی۔ جہاں بنو عمرو بن عوف آباد تھے اور وہاں ہی میرے شوہر قیام پذیر تھے تو اس نے کہا کہ تمہارا خاوند اس گاؤں میں ہے وہاں چلی جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں برکتیں عطا فرمائے۔

مجھے وہاں پہنچا کر وہ مکہ واپس چلا آیا۔ آپ فرماتی ہیں۔

وَاللهِ مَا اَعْلَمُ اَهْلَ بَيْتٍ فِي الْاِسْلَامِ اَصَابَهُمْ مَا اَصَابَ
آلَ اَبِي سَلَمَةَ وَمَارَاَيْتُ صَاحِبًا قَطُّ اَكْرَمَ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ طَلْحَةَ

”بخدا! میں اسلام میں کسی خاندان کو نہیں جانتی جسے ابو سلمہ کے خاندان سے زیادہ مصیبتیں جھیلنی پڑی ہوں اور نہ میں نے کوئی ایسا ساتھی دیکھا ہے جو عثمان بن طلحہ سے زیادہ شریف النفس ہو۔“ (۱)

آپ غور فرمایئے! اہل ایمان کی اس استقامت اور عزیمت پر، ابو سلمہ سے اس کی بیوی چھین لی جاتی ہے۔ ان کے لخت جگر کو اس سے جدا کر دیا جاتا ہے لیکن ابو سلمہ، اپنی منزل محبت سے رخ نہیں پھیرتے۔ سب کو اللہ کے حوالے کر کے مدینہ کی طرف والہانہ انداز میں قدم بڑھاتے جاتے ہیں۔ معصوم بچے کو ماں اور باپ دونوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ حضرت ام سلمہ کو بیک وقت دو صدمے برداشت کرنے پڑ رہے ہیں اپنے شوہر کا فراق اور اپنے نور نظر کی جدائی۔ لیکن کیا مجال کہ پائے استقامت میں ذرا سی جنبش بھی آئی ہو۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے بعد عامر بن ربیعہ مع اپنی رفیقہ حیات لیلیٰ بنت ابی حیثمہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے یہ عدی بن کعب کے حلیف تھے۔ انہیں کے پاس اقامت اختیار کی۔ پھر عبداللہ بن جحش، اپنے وطن اور اہل وطن کو، اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت میں چھوڑ کر اپنی دولت ایمانی کو اپنے سینہ میں سمیٹے مدینہ طیبہ پہنچتے ہیں۔ انہوں نے تنہا ہجرت نہیں کی بلکہ اپنے ساتھ اپنا سارا خاندان لے کر روانہ ہوئے ان کی زوجہ محترمہ، ان کے بھائی عبید اللہ بن جحش بھی ان کے ساتھ تھے۔ یہ نابینا تھے۔ بایں ہمہ مکہ کی اونچی نیچی گلیوں اور گھاٹیوں میں بغیر کسی قائد کے

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۱۷

آزادانہ گھومتے پھرتے تھے۔ یہ بڑے فصیح و بلیغ شاعر تھے ان کی بیوی ابوسفیان بن حرب کی بیٹی تھی۔ اس کا نام "الفارعہ" تھا۔ ان کی والدہ کا نام "امیمہ" تھا جو سردار بنی ہاشم حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھی۔ اتنے بڑے نانا کا دوہتا، ابوسفیان جیسے رئیس مکہ کا داماد، اور قادر الکلام شاعر، جب میخانہ توحید کے ساقی کے دست مبارک سے مئے توحید کا جام پیتا ہے تو اپنے خالق کے سوا سب کو بھول جاتا ہے اپنے سارے تعلقات کو توڑ دیتا ہے اور اپنی معذوریوں کے باوجود ذوق و شوق کی پرخار وادیوں کو روندتا ہوا منزل جاناں کی طرف مستانہ وار بڑھتا چلا جاتا ہے علامہ ابن کثیر نے اس مہاجر کارواں کے بیس مردوں اور آٹھ خواتین کے نام گنائے ہیں۔ (۱)

ان سب کے وہاں سے چلے آنے سے ان کا گھر جہاں ہر وقت گہما گہمی رہتی تھی اجڑ کر رہ گیا۔ ایک روز عتبہ بن ربیعہ، حضرت عباس بن عبدالمطلب اور ابوجہل کا اس طرف سے گزر ہوا۔ عتبہ کی نظر اس گھر پر پڑی جو سونا پڑا تھا۔ اور اس میں بسنے والے اسے یوں ویران چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اس نے لمبی آہ بھری۔ اور یہ شعر پڑھا۔

وَكُلُّ دَارٍ وَاِنْ طَالَتْ سَلَامَتُهَا ۔ يَوْمًا سَتُدْرِكُهَا النَّكْبَاءُ وَالْحُوبُ

"ہر گھر خواہ وہ طویل عرصہ تک آباد اور سلامت رہا ہو لیکن ایک دن اس پر بربادی آئے گی اور وہ اجاڑ ہو جائے گا۔"

وہ لوگ، جو اپنے آباد گھروں کو سونا چھوڑ کر چلے گئے تھے انہیں ان کے اجڑنے کا ذرا دکھ نہ تھا کیونکہ انہوں نے معرفت الٰہی کے چراغ روشن کر کے اپنے حریم دل کو آباد کر لیا تھا۔ انہوں نے فانی دنیا کے عوض آخرت کی ابدی نعمتیں اور سچی مسرتیں حاصل کر لی تھیں۔ وہ اس سودے پر سرخوش تھے اور از حد مسرور۔

ابو احمد، وہ نابینا شاعر اس ہجرت کی روح پرور کیفیت کو یوں بیان کرتا ہے۔

فَلَمَّا رَأَتْنِي أُمُّ أَحْمَدَ غَادِيًا ۔ بِذِمَّةِ مَنْ أَخْشَى بِغَيْبٍ وَأَرْهَبُ

"جب میری بیوی ام احمد نے مجھے سویرے سفر پر آمادہ دیکھا، اس ذات کی رضا کے لئے جس سے میں حالت غیب میں بھی ڈرتا ہوں اور خائف رہتا ہوں۔"

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۱۸

تَقُولُ: فَرِمَا كُنتَ لَابُدَّ فَاعِلًا　　فَيَمِّمْ بِنَا الْبُلْدَانَ وَلْتَنْأَ يَثْرِبُ

" وہ کہنے لگی: اے میرے سرتاج! اگر تم نے یہاں سے کوچ کرنے کا پختہ ارادہ کر ہی لیا ہے تو کسی اچھے شہر کا رخ کرنا اور یثرب جانے سے بچنا۔ "

وَقُلْتُ لَهَا بَلْ يَثْرِبُ الْيَوْمَ وَجْهُنَا　　وَمَا يَشَأِ الرَّحْمٰنُ فَالْعَبْدُ يَرْكَبُ

" میں نے اسے کہا۔ آج تو ہماری منزل مقصود یثرب ہی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے بندہ اس پر سوار ہو جاتا ہے۔ "

إِلَى اللّٰهِ وَجْهِي وَالرَّسُولِ وَمَنْ يُقِمْ　　إِلَى اللّٰهِ يَوْمًا وَجْهَهُ لَا يُخَيَّبُ

" میرا رخ، اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اور جو اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ کر لیتا ہے وہ نامراد نہیں رہتا۔ "

فَكَمْ قَدْ تَرَكْنَا مِنْ حَمِيمٍ مُنَاصِحٍ　　وَنَاصِحَةٍ تَبْكِي بِدَمْعٍ وَتَنْدُبُ

" ہم نے منزل جاناں کی طرف ہجرت کرتے ہوئے اپنے کتنے مخلص دوستوں کی جدائی اختیار کی ہے اور کتنی ایسی نصیحت کرنے والیوں کو آنسو بہاتے ہوئے اور آہ و فغان کرتے ہوئے پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ "

ہجرت فاروق اعظم

حضرت نافع، حضرت عبداللہ بن عمر کے واسطہ سے حضرت عمر بن خطاب کی زبانی آپ کی ہجرت کا واقعہ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عمر نے بتایا کہ میں نے اور عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن العاص نے اکٹھا ہجرت کرنے کا پروگرام بنایا اور طے یہ کیا کہ بنی غفار کے تالاب کے پاس "تناضُب" کے مقام پر صبح سویرے اکٹھے ہوں گے۔ اور وہاں سے ایک ساتھ یثرب روانہ ہوں گے۔ اور یہ بھی طے کیا کہ اگر ہم تین میں سے کسی شخص کو کوئی مجبوری پیش آئے اور وہ وقت مقررہ پر وہاں نہ پہنچے تو باقی دو ساتھی مزید انتظار کیے بغیر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں۔ عیاش تو چھپ چھپا کر اس مخصوص مقام تک پہنچ گئے۔ ہشام سرے سے وہاں پہنچ نہ سکے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مکہ سے روانگی کا واقعہ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے یوں بیان فرمایا۔

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں "جہاں تک مجھے علم ہے حضرت عمر کے علاوہ جملہ مہاجرین نے خفیہ طور پر ہجرت کی۔ لیکن حضرت عمر نے جس روز ہجرت کا عزم کیا انہوں

نے اپنی تلوار گلے میں حمائل کی۔ اپنی کمان کندھے پر رکھی تیر، اپنی مٹھی میں لے لئے چھوٹا نیزہ اپنی کمر کے ساتھ آویزاں کیا پس کر فر طواف کعبہ کے لئے حرم شریف میں پہنچے سارے قریش یہ منظر دیکھ رہے تھے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوئی۔ آپ نے کعبہ شریف کے سات چکر لگائے اور طواف مکمل کیا مقام ابراہیم کے پاس دو نفل پڑھے قریش کے رئیسوں نے حسب دستور جگہ جگہ اپنی اپنی مجلسیں جمائی ہوئی تھیں ان کی ہر مجلس میں گئے اور بلند آواز سے اعلان کیا۔

شَاهَتِ الْوُجُوْهُ لَا يَرْغَمُ اللّٰهُ اِلَّا هٰذِهِ الْمَعَاطِسَ اَيِ الْاُنُوْفَ
مَنْ اَرَادَ اَنْ تَثْكَلَهُ اُمُّهٗ وَيُوْتَمَ وَلَدُهٗ اَوْ تَرْمُلَ زَوْجَتُهٗ
فَلْيَلْقِنِيْ وَرَآءَ هٰذَا الْوَادِيْ۔ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمَا
تَبِعَهٗ اَحَدٌ ثُمَّ مَضٰى لِوَجْهِهٖ۔

"تمہارے چہروں پر پھٹکار ہو۔ اللہ تعالیٰ ان ناکوں کو خاک آلود کرے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی ماں اس کو روئے اس کی اولاد یتیم ہو۔ اس کی بیوی بیوہ بنے، تو وہ اس وادی کے دوسری طرف آئے اور مجھ سے مقابلہ کرے۔ حضرت علی فرماتے ہیں حضرت عمر نے یہ اعلان کیا کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ آپ کے چیلنج کو قبول کرتا۔ چنانچہ آپ یثرب کی طرف روانہ ہو گئے۔"

حضرت عمر فرماتے ہیں۔ مقام مقررہ پر میں اور عیاش بن ابی ربیعہ پہنچ گئے لیکن ہشام نہیں پہنچے۔ ہم نے اندازہ لگایا کہ کفار کو ان کی ہجرت کا علم ہو گیا ہے اور انہوں نے ہشام کو روک لیا ہے۔

ہم روانہ ہو گئے۔ اور قبا میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں جا کر قیام کیا۔ ابو جہل اور حارث کو جب پتہ چلا کہ عیاش بن ربیعہ، ہجرت کر کے یثرب چلا گیا ہے۔ تو وہ دونوں اس کے تعاقب میں یثرب پہنچے۔ عیاش، ان دونوں کے چچا کا لڑکا بھی تھا۔ اور ماں کی طرف سے ان کا بھائی بھی تھا۔ جب ابو جہل اور حارث وہاں پہنچے تو انہوں نے عیاش سے ملاقات کی اور اسے کہا جب تیری ماں کو تیری ہجرت کا علم ہوا تو اس نے نذر مانی ہے کہ جب تک تجھے دیکھ نہ لے گی نہیں اپنے بالوں میں کنگھی نہیں کرے گی اور نہ سائے میں بیٹھے گی۔ اپنی ماں کا حال سن کر عیاش کا دل پسیج گیا اور وہ واپس جانے پر تیار ہو گیا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں میں نے اسے کہا اے عیاش! بخدا! یہ تیرے رشتہ دار تیرے ساتھ

دھوکا کر رہے ہیں اور تجھے اپنے دین سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان سے ہوشیار رہو۔ بخدا جس وقت تیری ماں کو جوئیں کاٹیں گی تو وہ خود بخود کنگھی کرے گی اور جب مکہ کی کڑکتی دھوپ اس پر آگ برسائے گی تو خود ہی سایہ میں جا کر بیٹھ جائے گی۔ عیاش نے کہا کہ میں ایک دفعہ جاؤں گا۔ تاکہ ماں کی قسم کو پورا کروں نیز میں وہاں اپنا کافی مال چھوڑ کر آیا ہوں وہ بھی لے آؤں گا۔ حضرت عمر نے اسے کہا اے عیاش! تو جانتا ہے کہ میں مکہ کے بڑے رئیسوں میں سے ایک ہوں میں اپنا نصف مال تجھے پیش کرتا ہوں تو وہ لے لو اور اپنے اوپر رحم کر اور ان لوگوں کے دام فریب میں نہ پھنس لیکن اس نے میری بات نہ مانی اور واپس جانے پر آمادہ ہو گیا۔ آخر میں نے اسے کہا کہ اگر تم میری کوئی بات نہیں مانتے تو اتنا کرو میری یہ اونٹنی لے جاؤ۔ یہ بڑی تیز رفتار اور فرمانبردار ہے اس کی پیٹھ پر سوار ہو جاؤ اثنائے سفر اگر ان مشرکین کی طرف سے تمہیں کوئی شک و شبہ گزرے تو اس کو ایڑی لگانا۔ وہ تمہیں ان کے چنگل سے نکال لے جائے گی۔ اس نے آپ کی اونٹنی لے لی اور اس پر سوار ہو کر ابو جہل اور حارث کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔

جب کچھ سفر طے کر چکے تو ابو جہل نے کہا۔ میرے بھائی۔ میں نے اپنے اونٹ کو بڑی مشقت میں ڈالا ہے اب یہ تھک گیا ہے کیا تم اپنی ناقہ پر مجھے اپنے پیچھے نہیں بٹھا لیتے تاکہ میرا اونٹ کچھ ستا لے اور تازہ دم ہو جائے۔ عیاش نے کہا ں! پس تینوں نے اپنے اپنے اونٹوں کو بٹھایا تاکہ ابو جہل، عیاش کے پیچھے اس کی اونٹنی پر سوار ہو جائے۔ جب وہ زمین پر اتر گئے تو ان دونوں نے طے شدہ منصوبے کے مطابق اس کو پکڑ لیا اور اس کے پاؤں اور ہاتھوں کو مضبوط رسی سے جکڑ دیا اور اسی حالت میں اسے لے کر دن کے اجالے میں مکہ میں داخل ہوئے۔ جہاں سے گزرتے لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے وہ ان کو کہتے۔

يَا أَهْلَ مَكَّةَ! هٰكَذَا فَافْعَلُوا بِسُفَهَاءِكُمْ كَمَا فَعَلْنَا بِسَفِيهِنَا هٰذَا۔

"اے مکہ والو! تم بھی اپنے احمقوں کے ساتھ یہی سلوک کرو جو ہم نے اپنے اس احمق کے ساتھ کیا ہے۔"

دونوں نے باری باری حضرت عیاش کو سو سو درے لگائے اور جب وہ مکہ پہنچے تو انہیں باندھ کر چلچلاتی دھوپ میں ڈال دیا گیا۔ ان کی ماں نے قسم کھائی کہ جب تک یہ دین اسلام کو ترک نہیں کرے گا اس کی رسیاں نہیں کھولی جائیں گی اور یوں ہی تڑپ تڑپ کر جان دے دے گا۔

کیا عیاش اور ہشام نے دین اسلام کو ترک کر کے پھر کفر اختیار کر لیا۔ اگرچہ بعض روایات میں اس رائے کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن اس سے قوی دلائل ایسے ہیں جو اسلام پر ان کی ثابت قدمی کی شہادت دیتے ہیں کفار مکہ انہیں مسلسل طرح طرح کی سزائیں دیتے رہے۔ اگر انہوں نے دوبارہ کفر قبول کر لیا ہوتا تو پھر ان کو سزا دینے کا کوئی جواز نہ تھا۔ نیز سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم جب مدینہ طیبہ پہنچے تو چالیس دنوں تک ہر صبح کی نماز میں ان کی نجات کے لئے دعائیں مانگتے۔ عرض کرتے

اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَعَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ وَهِشَامَ بْنَ الْعَاصِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَكَّةَ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا

"اے اللہ! کفار کے پنجہ استبداد سے نجات دے ولید بن ولید، عیاش بن ربیعہ، ہشام بن العاص کو۔ نیز ان کمزور اہل ایمان کو بھی نجات دے جو مکہ میں ہیں اور جو کسی حیلہ سے ہجرت کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ انہیں کوئی راہ فرار دکھائی دیتی ہے۔" (۱)

ان دونوں کا نام لے کر حضور ان کی نجات کے لئے دعا فرماتے رہے۔ خدانخواستہ اگر انہوں نے اسلام سے رخ موڑ لیا ہوتا تو وہ قطعاً اس دعا کے مستحق نہ تھے۔ کفار کا انہیں مسلسل عذاب دیتے رہنا، سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لئے یہ دعائیں مانگنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ انہوں نے اسلام سے اپنا رشتہ منقطع نہیں کیا تھا۔

قریش نے ان دونوں کو محبوس کر دیا اور کئی سال وہ ان کی قید میں رہے۔ ۲ ہجری میں جنگ بدر ہوئی۔ مسلمانوں نے کفار مکہ کے ستر آدمیوں کو جنگی قیدی بنالیا۔ ولید بن ولید حضرت خالد کے بھائی بھی ان جنگی قیدیوں میں تھے۔ خالد اور ہشام نے اپنے بھائی ولید کا فدیہ ادا کیا اور انہیں رہا کرا کے واپس مکہ لے آئے۔ مکہ پہنچ کر ولید نے اسلام کا اعلان کر دیا۔ ان کے دونوں بھائی بہت برہم ہوئے اور ولید کو کہا کہ اگر تم مسلمان ہو گئے تھے تو پہلے اعلان کر دیا ہوتا۔ ہم زر فدیہ دینے سے تو بچ جاتے۔ ولید نے کہا کہ اگر میں اس وقت اپنے ایمان لانے کا اعلان کرتا تو ممکن ہے کچھ لوگ یہ گمان کرتے کہ میں فدیہ سے بچنے کے لئے ایسا کر رہا ہوں میں اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا کہ لوگ میرے بارے میں اس غلط فہمی میں مبتلا ہوں۔ کچھ روز بعد وہ مکہ سے

۱۔ سیرت حلبیہ، جلد ۱، صفحہ ۴۱۶

ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آگئے۔ (۱)

علامہ ابن ہشام اپنی سیرت میں لکھتے ہیں کہ

ایک دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ لِّیْ بِعَیَّاشِ بْنِ اَبِیْ رَبِیْعَۃَ وَھِشَامِ بْنِ الْعَاصِ

"کون ہے جو عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن العاص کو میرے پاس لے آئے؟"

ولید نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ خدمت میں انجام دوں گا۔ اسی وقت تعمیل ارشاد کے لئے مکہ روانہ ہو گئے اور چھپتے چھپاتے مکہ میں داخل ہو گئے۔ راستہ میں ایک عورت ملی جو کھانا لے جارہی تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا اللہ کی بندی! تم کدھر جارہی ہو اس نے جواب دیا ان دو قیدیوں کو کھانا پہنچانے جارہی ہوں۔ آپ اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہے اور اس مکان کا پتہ چلا لیا جہاں ان کے دو دینی بھائی محبوس تھے۔ یہ ایک چار دیواری تھی جس پر چھت نہ تھی۔ جب رات کی تاریکی پھیل گئی تو وہ آہستہ سے وہاں پہنچے اور دیوار کو پھاند کر نیچے اتر گئے۔ جہاں انہیں ہتھکڑیاں لگا کر قید کر دیا گیا تھا۔ ولید نے ان کی ہتھکڑیوں کو ایک پتھر کے اوپر رکھا اور تلوار کا وار کر کے ان ہتھکڑیوں کو کاٹ ڈالا۔ پھر انہیں باہر نکالا۔ اپنے اونٹ پر سوار کیا خود نکیل پکڑی اور انہیں لے کر اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پہنچا دیا۔ راستہ میں ان کا پاؤں پھسلا۔ ایک انگلی زخمی ہوئی اس سے خون بہنے لگا۔ فوراً انگلی کو کہا

ھَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ ۝ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَا لَقِیْتِ

"کیا ہے ایک انگلی ہی ہے جس سے خون بہنے لگا ہے۔ مجھے یہ تکلیف اللہ کے راستہ میں ہوئی ہے۔" (۲)

ان تینوں میں سے ہشام کو سفر سے پہلے ہی اہل مکہ نے اپنے قابو میں کر لیا تھا عیاش کو مکرو فریب سے پھر پکڑ کر مکہ میں واپس لے آئے۔ (۳)

مواہب اللدنیہ اور اس کی شرح زرقانی میں ہے کہ حضرت عمر کے ساتھ آپ کے بھائی زید بن خطاب نے بھی ہجرت کی حضرت زید، حضرت عمر سے عمر میں بڑے تھے اور ان سے پہلے

۱۔ سیرت حلبیہ، جلد ۱، صفحہ ۳۱۶

۲۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۸۷، ۸۸

۳۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۲۲

مشرف باسلام ہوئے تھے نیز عہد صدیقی میں جب منکرین ختم نبوت کے خلاف خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق نے علم جہاد بلند کیا تو حضرت زید نے یمامہ کے مقام پر مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت عمر فرمایا کرتے۔

اَخِیْ سَبَقَنِیْ اِلَی الْحُسْنَیَیْنِ اَسْلَمَ قَبْلِیْ وَاسْتُشْهِدَ قَبْلِیْ وَ حَزِنَ عَلَیْهِ حُزْنًا شَدِیْدًا

"میرا بھائی دو نیکیوں میں مجھ سے سبقت لے گیا مجھ سے پہلے اس نے اسلام قبول کیا اور مجھ سے پہلے شرف شہادت حاصل کیا آپ کو ان کی وفات پر سخت دکھ ہوا۔"

علامہ ابن ہشام فرماتے ہے کہ حضرت عمر جب قبا پہنچے تو ان کے خاندان کے دوسرے افراد بھی ہجرت کر کے ان کے پاس پہنچ گئے۔ ان میں ان کے بھائی زید بن خطاب، عمرو و عبداللہ فرزندان سراقہ بن معمر، آپ کے داماد خنیس بن حذافہ سہمی آپ کے بہنوئی سعید بن زید نیز واقد بن عبداللہ تیمی (آپ کے حلیف) خولی ابن خولی و مالک بن ابی خولی رضی اللہ عنہم (۱)

دیگر مہاجرین اولین

ان حضرات کی ہجرت کے بعد مہاجرین کی آمد کا تانتا بندھ گیا جس وقت کسی کو موقع ملتا۔ وہ مکہ چھوڑ کر یثرب روانہ ہو جاتا۔ امام بخاری، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَیْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ وَابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ وَ کَانَا یُقْرِئَانِ النَّاسَ فَقَدِمَ بِلَالٌ وَسَعْدٌ وَعَمَّارُ بْنُ یَاسِرٍ، ثُمَّ قَدِمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِیْ عِشْرِیْنَ نَفَرًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

"سب سے پہلے ہمارے پاس مصعب بن عمیر اور عبداللہ بن ام مکتوم تشریف لائے وہ لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیتے تھے پھر حضرت بلال، سعد، عمار بن یاسر ہجرت کر کے ہمارے ہاں پہنچے پھر حضرت عمر بن الخطاب

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۸۸ و سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۲۲

بیس محابہ کرام کی معیت میں وہاں تشریف لے آئے۔ "(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ بھی مہاجرین سابقین میں سے تھے جو رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یثرب تشریف آوری سے پہلے یہاں پہنچ گئے تھے۔

ہجرت صہیب

صہیب کا اصلی وطن دریائے دجلہ یا فرات کے ساحل پر واقع ایک گاؤں تھا جب رومی لشکر نے اس علاقہ پر چڑھائی کی تو انہیں جنگی قیدی بنالیا اس وقت یہ کمسن تھے رومیوں نے انہیں بنو کلب کے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا وہ انہیں لے کر مکہ آیا عبد اللہ بن جدعان نے انہیں اس شخص سے خرید اور آزاد کر دیا۔ آپ نے مکہ میں ہی رہائش اختیار کر لی اور جب نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم مبعوث ہوئے تو حضور کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی اور مسلمان ہو گئے عمار بن یاسر اور صہیب دونوں نے ایک روز اسلام قبول کیا۔ ایک دن حضرت فاروق اعظم نے اس سے پوچھا کہ صہیب تمہارا لڑکا تو ہے نہیں پھر تم نے اپنی کنیت کیوں رکھی ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میرے آقا کا کرم ہے۔ میرے آقا نے خود میری کنیت ابو یحیٰ رکھی ہے۔ ان کی زبان میں بہت زیادہ عجمیت تھی عربی لہجہ میں عربی الفاظ کا صحیح تلفظ نہیں کر سکتے تھے طبیعت میں بلا کی ظرافت تھی۔ ان کی ظریفانہ باتوں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بہت محظوظ ہوتے ایک روز ان کی ایک آنکھ دکھتی تھی کہتے ہیں اس حالت میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا حضور نے کھجوریں اور روٹی میرے سامنے رکھی میں کھجوریں کھانے لگا۔ سرکار نے فرمایا کہ صہیب تمہاری آنکھ بھی دکھتی ہے اور پھر تم کھجوریں کھا رہے ہو۔ عرض کی میں دوسری صحیح آنکھ کی طرف سے انہیں کھا رہا ہوں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام یہ سن کر بہت محظوظ ہوئے اور تبسم فرمایا۔ (۲)

صہیب نے مکہ میں ہی کاروبار شروع کیا جو بہت چمکا۔ اور ان کا شمار مکہ کے مالدار تاجروں میں ہونے لگا رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے چلے گئے تو دل بے چین ہو گیا طبیعت بے قرار رہنے لگی کسی پہلو آرام نہیں آتا تھا۔ آخر ارادہ کیا کہ وہیں جا کر

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۲۲

۲۔ سیرت حلبیہ، جلد ۱، صفحہ ۳۱۷، ۳۱۸

بسیں جہاں سرور عالم کا مہر جمال، جہاں افروز رہتا ہے مکہ سے رخصت ہونے لگے تو اہل مکہ کو پتہ چل گیا۔ چند نوجوانوں نے آکر ان کا گھیراؤ کر لیا اور انہیں کہا۔

اَتَيْتَنَا صُعْلُوكًا حَقِيْرًا فَكَثُرَ مَالُكَ عِنْدَنَا وَبَلَغْتَ الَّذِي بَلَغْتَ ثُمَّ تُرِيْدُ لِتَخْرُجَ بِمَالِكَ وَنَفْسِكَ وَاللّٰهِ لَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ

"اے صہیب! جب تم یہاں آئے تھے تو مفلس و قلاش تھے اور ایک حقیر انسان تھے یہاں رہ کر تم نے یہ بیشمار دولت کمائی ہے اور معاشرہ میں بلند مقام حاصل کیا ہے اب تم یہاں سے نکلنا چاہتے ہو اور اپنا مال و متاع بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو، بخدا! ایسا ہر گز نہیں ہو گا۔"

حضرت صہیب نے جواب دیا۔

اَرَاَيْتُمْ اِنْ جَعَلْتُ لَكُمْ مَالِيْ وَتُخَلُّوْنَ سَبِيْلِيْ؟

"اگر میں اپنا سارا مال تمہارے حوالے کر دوں تو کیا پھر تم مجھے جانے دو گے۔"

انہوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا یہ لو میرا سارا مال و متاع۔ تمہیں یہ مبارک ہو۔ مجھے منزل جاناں کی طرف جانے سے نہ روکو۔

حضور سرور عالم کو جب اپنے جاں نثار صہیب کے اس بے مثال ایثار کی اطلاع ملی۔ تو اس ذرہ پرور اور دل نواز آقا نے یہ فرما کر اپنے غلام کو داد دی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

رَبِحَ صُهَيْبٌ، رَبِحَ صُهَيْبٌ

"بڑا نفع کمایا صہیب نے بڑا نفع کمایا صہیب نے۔" (۱)

حضرات حمزہ، زید بن حارثہ، ابو مرثد اور ان کا بیٹا مرثد، قبا میں کلثوم بن ہدم کے مہمان بنے جو عمرو بن عوف کا بھائی تھا۔ (۲)

حضرت زبیر بن عوام، اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قبا میں عُصبہ کے مقام پر منذر بن محمد بن عقبہ کے ہاں آکر ٹھہرے حضرت طلحہ اور صہیب ہجرت کر کے مدینہ کی ایک اضافی بستی السُّنح میں خبیب بن اساف کے ہاں آکر اترے۔ خبیب، بلحارث بن خزرج کے بھائی تھے۔ (۳)

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۸۹

۲۔ سیرت ابن ہشام جلد ۲، صفحہ ۹۰

۳۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۹۰

حضرت عثمان بن عفان نے حضرت حسان بن ثابت شاعر بار گاہ نبوت کے بھائی اوس بن ثابت کے ہاں رہائش اختیار کی۔

وہ مہاجرین جو تنہا تھے یعنی اہل و عیال کے بغیر ہجرت کر کے آئے تھے وہ سب سعد بن خیثمہ کے پاس آکر فروکش ہوتے کیونکہ وہ خود بھی اہل و عیال کے جنجال سے آزاد تھے۔ (۱)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ہجرت کے عوامل و محرکات

کئی سال تک رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تبلیغی سرگرمیاں حرم مکہ تک محدود رہیں۔ یہاں کے اصلی باشندے یا باہر سے یہاں آنے والے لوگ ہی حضور کے مخاطب تھے لیکن وہ دین، جو صرف اہل مکہ یا جزیرہ عرب کے مکینوں کی تقدیر بدلنے کے لئے نہیں آیا تھا۔ بلکہ جس نے سارے عالم انسانیت کو عقیدے اور عمل کی گمراہیوں سے نکال کر ہدایت کی شاہراہ پر گامزن کرنا تھا۔ زندگی کے فکری، نظری اور عملی گوشوں کو نور حق سے منور کرنا تھا۔ وہ کیونکر ایک تنگ گوشہ میں محدود رکھا جا سکتا تھا۔ اس کی فطرت اپنے ظہور کے لئے وسیع آفاق کی متلاشی تھی۔ اسے اپنی گوناگوں برکات کے اظہار کے لئے بہت کشادہ میدانوں کی ضرورت تھی۔

مکہ کے رئیسوں نے اس نعمت عظمیٰ کی قدر نہ پہچانی۔ بجائے اس کے کہ وہ اس ہادی برحق کے قدموں میں اپنے دیدۂ و دل فرش راہ کرتے اور اس دعوت کو قبول کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ عقل کے ان اندھوں نے بڑی بے دردی سے اس دعوت کو ٹھکرا دیا اور اس داعی صادق کی راہ میں چٹان بن کر کھڑے ہو گئے۔ وہ سلیم الفطرت افراد جنہوں نے اس کلمہ توحید کو قبول کیا۔ اہل مکہ نے ان پر ظلم و تشدد کی انتہا کر دی۔ ان کی ستم کیشیوں نے جادۂ حق کے ان خوش بخت مسافروں پر جینا حرام کر دیا۔ ان کے ترکش جفا میں ظلم و ستم کے جتنے تیر تھے۔ انہوں نے ان بندگان خدا پر خوب دل کھول کر آزمائے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات والا صفات باوجود اپنے ذاتی کمالات اور باوجود اپنی خاندانی وجاہت و سیادت کے ان کی دست درازیوں سے مستثنیٰ نہ تھی۔ ان کا اندھا تعصب تبلیغ اسلام کی راہ میں ایک سنگین چٹان بن کر حائل ہو گیا۔ حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۹۳

و آلہ وسلم نے اللہ کے ان پاکباز بندوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ جس کا ایک نتیجہ تو یہ نکلا کہ ان مظلوموں کو ایک ایسا گوشہ عافیت مل گیا جہاں وہ آزادی سے اپنے خالق و مالک کی عبادت کا شوق پورا کر سکتے تھے اور عزت کی زندگی بسر کر سکتے تھے۔ نیز انہیں یہ موقع مل گیا کہ جزیرہ عرب سے باہر حبشہ کے ملک میں اپنے دین کی تبلیغ کر سکیں اور بھٹکی ہوئی مخلوق کو راہ راست دکھا سکیں نیز اپنے اخلاق حسنہ، طرز عمل، بلند نظریات اور پاکیزہ کردار سے اسلام کی حقانیت پر گواہی دے سکیں۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جب نجاشی کے دربار میں اس بابرکت انقلاب کے خدوخال وضاحت سے بیان کئے جس سے نبی اکرم کی غلامی نے انہیں مالامال کر دیا تھا۔ تو ان کی تقریر کی اثرانگیزی کا یہ عالم تھا کہ دربار میں حاضر رئیسوں اور پادریوں کے علاوہ خود بادشاہ کی آنکھیں بھی اشکبار ہو گئیں۔ نہ صرف نجاشی اور اس کے متعدد درباری حلقہ بگوش اسلام ہو گئے بلکہ اہل مکہ کا جو وفد مسلمان مہاجرین کو حبشہ سے نکال باہر کرنے کا مشن لے کر وہاں گیا تھا۔ اس کا سربراہ عمرو بن عاص بھی حضرت جعفر کے دلاویز حسن بیان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ گیا تھا مسلمان درویشوں کو شکار کرنے کے لئے۔ لیکن مرد حق کی زبان کی کمان سے کلمہ حق کا ایک تیر اس کو بھی گھائل کر گیا۔

علامہ ابن عبد البر "الاستیعاب" میں لکھتے ہیں۔

إِنَّهُ لَمَّا أَتَى مِنْ أَرْضِ الْحَبْشَةِ إِلَّا مُعْتَقِدًا لِلْإِسْلَامِ

"یعنی عمرو بن عاص، جب حبشہ کی سرزمین سے واپس آئے۔ تو ان کا دل اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر چکا تھا۔"

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک روز نجاشی نے عمرو بن العاص کو اپنے پاس بلایا اور انہیں کہا۔

يَا عَمْرُو، كَيْفَ يَعْزُبُ عَنْكَ أَمْرُ ابْنِ عَمِّكَ؟ فَوَاللَّهِ إِنَّهُ لَرَسُولُ اللَّهِ حَقًّا۔

"اے عمرو! تجھ سے اپنے چچازاد کی حقیقت کیسے مخفی رہی بخدا وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔"

عمرو نے ازراہ حیرت نجاشی سے پوچھا۔

أَنْتَ تَقُولُ ذٰلِكَ

"اے نجاشی! تم بھی ان کی نبوت کو تسلیم کرتے ہو۔"

قَالَ النَّجَاشِيُّ: إِيْ وَاللهِ! فَأَطِعْنِيْ

"نجاشی نے کہاہاں بخدا! میں ان کو اللہ کا رسول مانتا ہوں تم بھی اس بات میں میری پیروی کرو۔"

علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں۔

فَخَرَجَ مِنْ عِنْدِهٖ مُهَاجِرًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ قَبْلَ خَيْبَرَ وَالصَّحِيْحُ أَنَّهٗ قَدِمَ مُسْلِمًا عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَفَرٍ سَنَةَ ثَمَانٍ قَبْلَ الْفَتْحِ بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ وَهُوَ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ وَكَانَ هَمَّ بِالْإِقْبَالِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حِيْنِ انْصِرَافِهٖ مِنَ الْحَبَشَةِ ثُمَّ لَمْ يَعْزِمْ لَهٗ إِلَى الْوَقْتِ الَّذِيْ ذَكَرْنَا۔ وَاللهُ أَعْلَمُ

"پس عمرو بن عاص، نجاشی کے پاس سے نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہونے کی نیت سے روانہ ہوئے فتح خیبر سے چھ مہینہ پہلے آکر مسلمان ہوئے لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ وہ ۸ ہجری ماہ صفر میں فتح مکہ سے پہلے چھ ماہ، حضرت خالد، حضرت عثمان بن طلحہ کے ہمراہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ جب وہ حبشہ سے روانہ ہوئے تھے تو ان کا ارادہ فوراً بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کا تھا۔ لیکن وہ ایسا نہ کرسکے۔ اور اس وقت حاضر ہوئے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم (۱)

حافظ ابن حجر الاصابہ، میں زبیر بن بکار مشہور ماہر علم انساب سے نقل کرتے ہیں۔

إِنَّ إِسْلَامَهٗ۔ عَمْرُو بْنُ عَاصٍ كَانَ عَلَى يَدِ النَّجَاشِيِّ وَهُوَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ۔

"کہ عمرو بن عاص نے نجاشی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا جب کہ وہ حبشہ میں تھے۔"

مہاجرین حبشہ کی ہجرت کی جو گوناگوں برکات ظاہر ہوئیں ان کا خلاصہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اور اگر ان کی ہجرت کی صرف یہی ایک برکت ہوتی کہ عمرو بن العاص جیسی نابغہ روزگار

۱۔ الاستیعاب، جلد ۲، صفحہ ۵۰۲

شخصیت نے اسلام قبول کرلیا تو یہ بھی کچھ کم نہ تھی۔
جب اللہ تعالیٰ نے مکہ سے اڑھائی تین سو میل دور یثرب نامی ایک بستی کے مکینوں کے دلوں میں اسلام کی محبت ڈال دی۔ اور ستر سے زائد اہل وفا نے ایام تشریق میں منیٰ کی ایک گھاٹی کے دامن میں نصف شب کے بعد اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی اور ہر دشمن سے اپنے آقا کا دفاع کرنے کے لئے جان و مال کی بازی لگا دینے کا عہد کیا تو مکہ کے ستم رسیدہ مسلمانوں کو ایک نئی پناہ گاہ مل گئی۔ جہاں وہ عزت و آرام سے اسلام کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق زندگی بسر کر سکتے تھے۔ اہل مکہ کو جب یثرب والوں کے مسلمان ہونے کا علم ہوا تو یہ خبر ان پر بجلی بن کر گری اور مسلمانوں پر انہوں نے جبر و تشدد کی مہم از سر نو بڑی تیزی سے شروع کر دی۔ تو حضور سے صحابہ نے ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتے تھے چند روز سکوت اختیار فرمایا۔ ایک روز حضور مسکراتے ہوئے صحابہ کے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارا مقام ہجرت یثرب ہے جو شخص ہجرت کا ارادہ رکھتا ہو۔ وہ یثرب چلا جائے۔"

یوں مدینہ کی طرف صحابہ کی ہجرت کا آغاز ہوا۔ جس کی تفصیلات آپ پہلے ملاحظہ کر چکے ہیں۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ہجرت کی وجوہات اور حکمتیں

حضرت علامہ اقبال، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہجرت کے اسباب و علل بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

عقدہ قومیت مسلم کشود
از وطن آقائے ما ہجرت نمود

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے وطن سے ہجرت فرما کر مسلمان قومیت کے عقدہ کی گرہ کھول دی۔

حکمتش یک ملت گیتی نورد
بر اساس کلمۂ تعمیر کرد

حضور کی حکمت نے کلمہ توحید کی بنیاد پر ایک ایسی ملت تعمیر فرمائی جو عالمگیر تھی۔

تاز بخشش ہائے آں سلطان دیں
مسجد ما شد ہمہ روئے زمیں

یہاں تک کہ دین کے اس بادشاہ کی جود و سخا کے طفیل ساری روئے زمین ہماری مسجد بنا دی گئی۔

آنکہ در قرآں خدا او را ستود
آنکہ حفظ جان او موعود بود

وہ ذات اقدس جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمائی ہے اور اس کی جان کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔

دشمناں بے دست و پا از ہیبتش
لرزہ بر تن از شکوہ فطرتش

اس کی ہیبت سے دشمن ہر وقت بے دست و پا رہتے تھے۔ اور جس کی فطرت کے دبدبہ سے ان پر لرزہ طاری رہتا تھا۔

پس چرا از مسکن آبا گریخت؟
تو گماں داری کہ از اعداء گر یخت

بایں ہمہ حضور نے اپنے آبائی وطن سے کیوں رخت سفر باندھا۔ تیرا یہ گمان ہے کہ حضور دشمنوں کے خوف سے ڈر کر بھاگ گئے۔

قصہ گویاں حق ز ما پوشیدہ اند
معنی ہجرت غلط فہمیدہ اند

ہجرت کا واقعہ بیان کرنے والوں نے حق کو ہم سے چھپایا ہے اور ہجرت کا غلط معنی سمجھا ہے۔ (۱)

اس لئے یہ گمان کرنا سراسر غلط ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے دشمنوں کے خوف اور ڈر سے مکے کو چھوڑا اور وہاں سے بہت دور یثرب کی ایک بستی میں اقامت گزیں ہوگئے۔ جس کا اللہ محافظ ہو۔ جس کا اللہ مددگار ہو۔ اس کو کسی دشمن کا کیا خوف ہو سکتا ہے اور بڑے سے بڑا دشمن اسے کیا گزند پہنچا سکتا ہے۔

۱۔ رموزِ بے خودی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیرہ سالہ مکی زندگی کا ہر دن حضور کی بہادری اور شجاعت پر شاہد عادل ہے۔ اس عرصہ میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں حضور نے ہزاروں زہرہ گداز مشکلات کا سامنا کیا۔ لیکن ہر موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی شجاعت واستقامت کا مظاہرہ کیا کہ دشمن بھی انگشت بدنداں رہ جاتے۔ ان کے بغض وعناد کے اسلحہ خانہ میں کون سا ایسا مہلک ہتھیار تھا جو انہوں نے ہادی برحق کے خلاف نہ آزمایا ہو۔ مکہ کی سنگلاخ وادیاں ہوں یا طائف کے کوچہ وبازار، شعب ابی طالب میں محصوری کے تین سال ہوں یا حرم کعبہ کا کوئی گوشہ۔ راہ حق کے اس مسافر کا قدم کبھی نہیں پھسلا منزل توحید کا یہ راہی مشکل ترین حالات میں بھی اپنی منزل سے کبھی بدظن نہیں ہوا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کی وجہ یہ تھی کہ مکہ کے ماحول میں جہاں کفر وشرک کے تنگ دل اور سنگدل پرستاروں کو بالادستی حاصل تھی وہاں دعوت توحید کا شجر بار آور نہیں ہو سکتا تھا۔ خاندانی برتری کا بھوت جہاں سروں پر سوار تھا وہاں اسلامی مساوات کا نظریہ کیونکر نشوونما پا سکتا تھا۔ جہاں دولت اور طاقت کی نخوت کے باعث عظمت انسانی کی ساری قدریں پامال ہوتی رہتی تھیں وہاں اسلامی عدل واحسان کے اصولوں کو کیونکر پذیرائی حاصل ہو سکتی تھی۔ جہاں سرمایہ دارانہ نظام کی چیرہ دستیوں نے سارے معاشرہ کو غریب وامیر دو طبقوں میں تقسیم کر دیا ہو۔ وہاں اسلام کے کریمانہ اور فیاضانہ نظام معیشت پر عمل کیونکر ممکن تھا۔ جہاں ہر شخص اپنے قبیلہ کی قوت و طاقت کے بل بوتے پر ہر ظلم روا رکھتا ہو۔ وہاں اسلامی انصاف کے نازک نظام کو کیونکر عملی جامہ پہنایا جا سکتا تھا۔ جہاں غریبوں اور زیردستوں کو ستانا اور لوٹنا، سیادت کی نشانی ہو، جہاں مے خواری اور قمار بازی، دولت وثروت کی علامت ہو، جہاں فسق وفجور کا ارتکاب متمول خاندانوں کے نوجوانوں کا محبوب ترین مشغلہ ہو، جہاں قحبہ گر عورتوں کے گھروں پر جھنڈے جھولتے ہوں وہاں اسلام کے اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور انسانیت پرور نظام حیات کا نفاذ کیونکر ممکن تھا۔

اس لئے ضروری تھا کہ رہبر نوع انسانی ایک ایسے مقام کو اپنی رہائش کے لئے اختیار کرے جہاں کی آزاد فضا میں اسلام اپنے تمام عقائد، قوانین، اخلاقی ضوابط اور سیاسی عادلانہ اصولوں کو باسانی نافذ کر سکے۔

نبی رحمت کی ہجرت کے فوری محرکات

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صحابہ کرام کو اجازت عطا فرمائی کہ وہ ہجرت کر کے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہ مخلص بندے وطن، اہل وطن، اپنے مکانات، اپنی حویلیاں، اپنی عمر بھر کمائی ہوئی دولت کے انباروں کو نظرانداز کر کے سوئے یثرب ہجرت کر کے جانے لگے یہاں تک کہ ان نفوس قدسیہ سے مکہ خالی ہو گیا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علاوہ صرف حضرت ابو بکر اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما باقی رہ گئے یہ دونوں حضور کی خاص ہدایت کے مطابق رک گئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر ہجرت کرنے کی اجازت طلب کرتے تو حضور فرمادیتے۔

لَا تَعْجَلْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَجْعَلُ لَكَ صَاحِبًا

"اے ابو بکر! جلدی نہ کرو شاید اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی رفیق سفر بنادے۔"

یہ ارشاد سن کر آپ کے دل میں یہ امید پیدا ہوتی کہ شاید وہ رفیق سفر سرکار دوعالم خود ہوں۔ یا وہ غریب و بے نوا مسلمان جو کفار کے چنگل میں پھنسے ہوئے تھے۔ اس لئے ہجرت سے معذور تھے۔

مسلمانوں کی اس اجتماعی ہجرت سے کفار مکہ کو طرح طرح کے شدید خطرات کا احساس ہونے لگا۔ انہیں یہ خیال بھی ستانے لگا کہ کہیں نبی کریم بھی یہاں سے ترک وطن کر کے اپنے ساتھیوں کے پاس نہ پہنچ جائیں اگر ایسا ہوا تو عین ممکن ہے کہ کچھ عرصہ بعد وہ مکہ پر دھاوا بول دیں اور ان کا کچومر نکال دیں اس سے پیشتر کہ حالات ان کے قابو سے باہر ہو جائیں انہیں کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانا چاہئے۔ باہمی مشاورت کے لئے انہوں نے تمام قبیلوں کے سربر آوردہ اور زیرک لوگوں کو دارالندوہ میں جمع ہونے کی دعوت دی اس مجلس مشاورت میں شریک ہونے والوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ کسی قریشی قبیلہ کے فرد ہوں اور ان کی عمر سن چالیس سال سے متجاوز ہو۔ ان قیود سے صرف ابو جہل کو مستثنیٰ رکھا گیا تھا۔ کیونکہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے اس کی عداوت سب سے بڑھی ہوئی تھی اور وہ اپنے قبیلہ میں عقلمند شمار ہوتا تھا۔ اس لئے وہ ابوالحکم کی کنیت سے معروف تھا۔ وہ اگرچہ اس وقت کمسن تھا۔ ابھی اس کی ڈاڑھی بھی پوری طرح نہیں اتری تھی۔ لیکن اسے اس مجلس میں شرکت کی اجازت دے دی گئی۔

علامہ ابن ہشام نے اس مجلس شوریٰ میں شریک ہونے والوں کے اسماء اور ان کے قبائل کے نام تفصیل سے تحریر کیے ہیں۔

نام قبیلہ		شرکت کرنے والوں کے نام
بنی عبد شمس	=	عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ، ابو سفیان بن حرب
بنو نوفل بن عبد مناف	=	طعیمہ بن عدی۔ جبیر بن مطعم۔ حرث بن عامر بن نوفل
بنی عبد الدار بن قصی	=	نضر بن حارث بن کلدہ
بنی اسد بن عبد العزیٰ	=	ابو البختری بن ہشام۔ زمعہ بن اسود بن مطلب اور حکیم بن حزام
بنی مخزوم	=	ابو جہل بن ہشام
بنی سہم	=	نبیہ و منبہ پسران حجاج
بنی جمع	=	امیہ بن خلف

ان کے علاوہ بھی چند آدمی تھے۔ (۱)

مکہ کے گرگان باراں دیدہ اور زیرک لوگوں کی ایک کثیر تعداد اس مجلس میں شریک ہوئی تھی۔ اس لئے یہ دن "یوم الزحمہ" کے نام سے مشہور ہو گیا۔

جب یہ لوگ دار الندوہ میں داخل ہونے لگے تو انہوں نے دروازہ پر ایک اجنبی کو دیکھا جس نے ریشمی جبہ زیب تن کیا ہوا تھا۔ شکل و صورت وضع قطع اور لباس سے کسی قبیلہ کا رئیس معلوم ہوتا تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا "من الشیخ" "اے بزرگ آپ کس قبیلہ کے سردار ہیں۔ حقیقت میں وہ ابلیس تھا جو انسانی شکل میں وہاں آ موجود ہوا تھا۔ اس نے جواب دیا۔

شَيْخٌ مِّنْ اَهْلِ نَجْدٍ۔ سَمِعَ بِالَّذِيْ اتَّعَدْتُمْ لَهُ فَحَضَرَ مَعَكُمْ لِيَسْمَعَ مَا تَقُوْلُوْنَ وَعَسٰى اَنْ لَّا يُعْدِمَكُمْ مِنْهُ رَأْيًا وَّنُصْحًا

"میں اہل نجد کا سردار ہوں۔ میں نے اس امر کے بارے میں سنا جس کو طے کرنے کے لئے تم یہاں اکٹھے ہوئے ہو۔ میں بھی حاضر ہو گیا تاکہ تمہاری گفتگو سنوں اور مجھے امید ہے کہ میں تمہیں کوئی بہتر مشورہ اور رائے دے سکوں گا۔" (۲)

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۹۳ و سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۲۷

۲۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۹۴ و سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۲۷

انہوں نے کہا۔ آیئے۔ تشریف لے آیئے۔ چنانچہ وہ ان کے ہمراہ ان کے پارلیمنٹ ہاؤس میں داخل ہو گیا جب سب معززین مکہ جمع ہو گئے تو اصل موضوع پر گفتگو شروع ہوئی وہ کہنے لگے۔

اس شخص (حضور) کے حالات تمہارے سامنے ہیں۔ ان کے سارے ساتھی یثرب میں اکٹھے ہو گئے ہیں عین ممکن ہے کہ یہ خود بھی کسی روز یہاں سے چلے جائیں اور اپنے ساتھیوں سے جا ملیں۔ اگر یہ ہمارے قبضہ سے نکل گئے تو کوئی بعید نہیں کہ وہ اپنی قوت مجتمع کر کے ہم پر حملہ کر دیں اس وقت ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔ ہمیں آج ہی اس خطرہ کے سدباب کے لئے کوئی تدبیر کرنی چاہیے۔ سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور مشورے ہونے لگے۔ ابوالبختری بن ہشام گویا ہوا۔ میری رائے یہ ہے کہ انہیں زنجیروں میں جکڑ کر ایک مکان میں بند کر دیا جائے۔ اس کا دروازہ مقفل کر دیا جائے پھر صبر سے اس دن کا انتظار کیا جائے جس روز زمانہ ماضی کے شعراء زہیر، نابغہ وغیرہ کی طرح ان کی زندگی کی شمع بھی گل ہو جائے۔

یہ سن کر وہ نجدی رئیس بولا لَا وَاللّٰہِ مَاھٰذَا لَکُمْ بِرَأْیٍ یہ رائے بالکل لغو اور بے معنی ہے اگر تم اسے کسی مکان میں قید کر کے دروازہ مقفل کر دو گے تو اس کے عقیدت مندوں کو اس کے قید ہونے کی اطلاع پہنچ جائے گی وہ اپنی جان کی بازی لگا دیں گے۔ تم پر حملہ کر کے وہ انہیں نکال کر لے جائیں گے اور تم ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔ اس لئے یہ رائے قطعاً قابل غور نہیں۔

مزید غور و خوض ہونے لگا۔ ابوالاسود ربیعہ بن عمرو العامری، کہنے لگا۔

میری رائے یہ ہے کہ ہم انہیں شہر بدر کر دیں اور اپنے علاقہ سے انہیں باہر نکال دیں پھر وہ جہاں چاہے جائیں۔ ہماری جان چھوٹ جائے گی۔ اور ہم امن و سکون سے زندگی بسر کر سکیں گے۔

اس سے پیشتر کہ کوئی اور آدمی اس رائے کے بارے میں اپنا ردعمل ظاہر کرتا۔ شیخ نجدی سے چپ نہ رہا جا سکا۔ وہ فوراً بول اٹھا۔ کہ پہلی رائے کی طرح یہ رائے بھی لایعنی ہے۔ تم لوگ ان کی شیریں کلامی اور دلنشین انداز تکلم سے باخبر ہو۔ اگر تم انہیں یہاں سے نکال دو گے تو وہ کسی دوسرے قبیلہ کے پاس جا کر رہائش پذیر ہو جائیں گے۔ اور اپنی دل موہ لینے والی گفتگو سے ان لوگوں کو اپنا شیدائی اور گرویدہ بنا لیں گے۔ پھر ان کا لشکر جرار لے کر تم پر حملہ آور ہوں گے کیا اس وقت تم ان کا راستہ روک سکو گے۔ ہر گز نہیں کوئی اور تجویز سوچو جو اس فتنہ کا

قلع قمع کر دے۔ تمہارا مذہب، تمہارے شہر کا تقدس اور تمہارے علاقہ کا امن ان کی یلغار سے محفوظ ہو جائے۔ سب لوگوں نے ابلیس کی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے ربیعہ کی اس رائے کو مسترد کر دیا۔ کچھ دیر پھر بحث جاری رہی آخر میں ابو جہل اٹھا، اور کہنے لگا میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے اس پر غور کرو۔ ساری محفل پر سناٹا چھا گیا۔ سب حاضرین اس کی تجویز سننے کے لئے سراپا گوش بن گئے۔ ابو جہل نے کہا میری رائے یہ ہے کہ۔

اَنْ نَاْخُذَ مِنْ كُلِّ قَبِيْلَةٍ شَابًّا فَتًى جَلِيْدًا نَسِيْبًا وَسِيْطًا فِيْنَا. ثُمَّ نُعْطِي كُلَّ فَتًى مِّنْهُمْ سَيْفًا صَارِمًا ثُمَّ يَعْمِدُوْا اِلَيْهِ فَيَضْرِبُوْهُ بِهَا ضَرْبَةَ رَجُلٍ وَّاحِدٍ۔ فَيَقْتُلُوْهُ فَنَسْتَرِيْحَ مِنْهُ

"ہم ہر قبیلہ سے ایک جوان چنیں جو بہادر ہو، عالی نسب ہو، اپنے قبیلہ کا سردار ہو، پھر ان میں سے ہر ایک کو ایک تیز تلوار دیں، پھر وہ سب مل کر یکبارگی شخص واحد کی طرح ان پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیں اور اس طرح اس مصیبت سے ہمیں راحت مل جائے گی۔"

اس کی حکمت اس نے یہ بیان کی کہ جب ہر قبیلہ قریش کا ایک نامی گرامی جوان ان کے قتل میں شریک ہو گا تو ان کا خون تمام قبائل میں منتشر ہو جائے گا۔ بنو ہاشم سارے قبیلوں سے تو بیک وقت قصاص نہیں لے سکیں گے۔ آخر کار وہ دیت لینے پر رضامند ہو جائیں گے۔ اور ہم سب مل کر بڑی آسانی سے ان کی دیت ادا کر دیں گے۔

یہ سن کر شیخ نجدی کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور کہنے لگا۔

اَلْقَوْلُ مَا قَالَ الرَّجُلُ هٰذَا الرَّأْيُ لَا رَأْيَ غَيْرُهُ۔

"یعنی تجویز وہ ہے جو اس شخص نے کہی اس کے علاوہ اور کسی رائے کی ضرورت نہیں۔" (۱)

سب حاضرین نے اس کی تائید کی اور سب اس تجویز پر متفق ہو گئے یوں یہ طے کر کے یہ مجلس برخواست ہو گئی۔ ادھر لات وہبل کے پرستار محبوب خدا کو قتل کرنے کی سازشیں کر رہے تھے۔ ادھر رب محمد (فداہ روحی وقلبی) اپنے محبوب کا بال بھی بیکانہ ہونے کا ارادہ فرما رہا تھا۔ کائنات کے خالق اور شئون کائنات کے مدبر نے اپنا فیصلہ صادر فرما دیا اور بذریعہ

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۹۳۔ ۹۵ و دیگر کتب سیرت

جبرئیل امین اس کی اطلاع اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچا دی۔
علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اسی روز یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ
وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ۔

"اور یاد کرو جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے بارے میں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا کہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو شہید کر دیں یا آپ کو جلا وطن کر دیں وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔"

(سورۃ الانفال: ۳۰)

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آج رات یہاں سے ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت جبرئیل نے یہ عرض بھی کی کہ آج رات حضور اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں۔

اہل مکہ اگرچہ حضور انور کے خون کے پیاسے تھے اپنے باطنی بغض و عناد سے مجبور ہو کر انہوں نے یہ حتمی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس شمع کو بجھا کے دم لیں گے۔ جس کی روپہلی کرنیں ان تیرگیوں سے برسر پیکار تھیں جن کے وہ صدیوں سے خوگر تھے۔ اس کے باوجود اپنے قیمتی زیورات اور جواہرات وغیرہ کی حفاظت کے لئے اگر کوئی امین ان کی نگاہوں میں جچتا تھا تو وہ بھی یہی ذات کریم تھی جو ان کی ہدایت کے لئے اور عذاب الٰہی سے ان کو بچانے کے لئے رات رات بھر جاگ کر اور آنسوؤں کے دریا بہا بہا کر ان کی ہدایت اور مغفرت کے لئے دعائیں مانگتی رہتی تھی۔ ادھر مکہ کو آج رات چھوڑ کر چلے جانے کی اجازت مل گئی ہے۔ ادھر ان خون کے پیاسوں کی امانتوں کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں۔ ان امانتوں سے بھی عہدہ برآ ہونا ضروری ہے۔ ہجرت کر کے جانا بھی ہے۔ اس سربستہ راز کو افشا ہونے سے بچانا بھی ہے۔ اور امانتوں کو ان کے مالکوں تک پہنچانا بھی ہے۔ اس گراں بار ذمہ داری کو کس طرح نبھایا جائے۔ ہر ایک کی امانت صحیح وسلامت اس کو واپس مل جائے تاکہ یہ دامن پہلے کی طرح دشمنوں کی نگاہوں میں بھی پاکیزہ اور اجلا رہے۔ اس انتہائی مجبوری اور معذوری کے باوجود بھی اس دامن پر معمولی سا دھبہ بھی نہ لگنے پائے۔ ورنہ مطلع ہدایت کے اس نیر اعظم کی روشنی کے بارے میں نارو اشکوک پیدا ہو جائیں گے۔ اگر یہ منبع رشد وہدایت گدلا ہو جائے تو اللہ کی بھٹکی ہوئی مخلوق ہدایت کی

روشنی تلاش کرنے پھر کہاں جائے گی۔ اس لئے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے بھروسا پر ایک شدید خطرہ کا سامنا کرنے کا عزم کر لیا۔ اپنے محترم چچا کے لخت جگر، نور نظر اپنے پیارے بھائی اپنے راز دان اور مستقبل میں اسلام کے بازوئے خیبر شکن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور فرمایا۔

اے علی! آج مجھے مکہ چھوڑ کر چلے جانے کا حکم ملا ہے آج میرے بستر پر میری سبز چادر اوڑھ کر تمہیں سونا ہوگا ذرا اندیشہ نہ کرنا تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکے گا۔

اِتَّشِحْ بِبُرْدِیْ هٰذَا الْحَضْرَمِیِّ الْاَخْضَرِ فَنَمْ فِیْهِ فَاِنَّهٗ لَنْ یَّخْلُصَ اِلَیْكَ شَیْءٌ تَكْرَهُهٗ مِنْهُمْ

"میری یہ سبز حضرمی چادر اوڑھ لو اور آرام سے سو جاؤ تمہارے قریب کوئی ایسی چیز نہیں آسکے گی جو تمہیں ناپسند ہو۔" (۱)

سیدنا علی مرتضیٰ نے کسی ادنیٰ تردد کے بغیر تعمیل ارشاد کے لئے سر تسلیم خم کر دیا اس واقعہ کے بارے میں سیدنا علی ارشاد فرماتے ہیں۔

وَقَیْتُ بِنَفْسِیْ خَیْرَ مَنْ وَطِئَ الثَّرٰی ... وَمَنْ طَافَ بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ وَبِالْحِجْرِ

"میں نے اپنے نفس کی قربانی دے کر اس ہستی کی حفاظت کی جو ان تمام لوگوں سے افضل ہے جنہوں نے زمین کو پاؤں سے روندا اور جنہوں نے اللہ کے پرانے گھر اور حطیم کا طواف کیا۔"

رَسُوْلُ اللّٰهِ خَافَ اَنْ یَّمْكُرُوْا بِهٖ ... فَنَجَّاهُ ذُو الطَّوْلِ الْاِلٰهُ مِنَ الْمَكْرِ

"وہ اللہ کا رسول ہے جس کے خلاف انہوں نے مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے جو بڑی قدرت والا ہے اپنے رسول کو ان کے مکر سے نجات دی۔"

اس سارے پروگرام کا مقصد یہ تھا کہ جب رات کو اللہ تعالیٰ کا محبوب اپنے کریم وقدیر رب کی حفاظت میں اپنے یار وفاشعار صدیق اکبر کی معیت میں مکہ سے ہجرت کر جائے تو سیدنا علی مرتضیٰ وہ امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچا دیں تاکہ قیامت تک آنے والے اپنوں اور بیگانوں پر واضح ہو جائے کہ سیدنا محمد، الصادق الامین کے لقب سے اسی لئے ملقب ہوا کہ وہ نازک ترین لمحات میں بھی اپنی شان امانت کا حق یوں ادا کرتا ہے۔

ا۔ سیرت زینی دحلان، جلد ا، صفحہ ۳۰۴

سفرِ ہجرت اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اولین سیرت نگار امام ابن اسحاق لکھتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق اکبر مکہ کے متمول تاجر تھے انہوں نے بارگاہِ رسالت میں ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَا تَعْجَلْ لَعَلَّ اللّٰہَ یَجْعَلُ لَکَ صَاحِبًا۔

"اے ابو بکر! اس معاملہ میں جلدی نہ کرو شاید اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی رفیق سفر بنادے۔"

حضور کے اس ارشاد سے آپ کے دل میں یہ امید پیدا ہو گئی کہ شاید اس سفر میں سرکار کی معیت نصیب ہو جائے۔ آپ نے دو اونٹنیاں فوراً خریدیں ان کو چرنے کے لئے دوسری اونٹنیوں کے ساتھ جنگل میں نہ بھیجتے بلکہ انہیں گھر باندھ لیا وہیں ان کے چارے وغیرہ کا بندوبست فرماتے۔ کیا معلوم کس وقت ہجرت کرنے کا حکم ملے۔ اس وقت یہ اونٹنیاں پاس ہوں تاکہ فوراً تعمیلِ ارشاد ہو اونٹنیوں کو باہر سے منگوانے میں بھی تاخیر نہ ہو۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور پُر نور کا یہ معمول تھا کہ دن میں ایک بار ہمارے گھر ضرور تشریف لاتے کبھی صبح سویرے اور کبھی شام کے وقت۔ جس روز حضور کو ہجرت کا اذن ملا۔ اس روز خلاف معمول دوپہر کے وقت تشریف لے آئے حضرت ابو بکر نے دوپہر کے وقت حضور کو آتے دیکھا تو کہنے لگے آج کوئی خاص بات ہے۔ حضور اس وقت تشریف لا رہے ہیں۔ حضور نے ہمارے گھر میں قدم رنجہ فرمایا صدیق اکبر اپنی چارپائی سے پیچھے ہٹ گئے۔ رحمت عالم اس پر استراحت فرما ہوئے۔ حضور نے فرمایا سب کو باہر نکال دو۔ ایک راز کی بات کرنا ہے۔ آپ نے عرض کی یارسول اللہ یہاں صرف آپ کی دونوں غلام زادیاں عائشہ اور اسماء ہیں اور کوئی نہیں۔ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں کیا معاملہ ہے۔ حضور نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آج مجھے یہاں سے نکلنے اور ہجرت کرنے کا اذن دے دیا ہے۔ حضرت صدیق نے بصد ادب گزارش کی۔ "اَلصُّحْبَۃُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ" اے اللہ کے پیارے رسول! اس نیاز مند کو بھی معیت کا شرف عطا ہو۔ "قَالَ الصُّحْبَۃُ" ابو بکر تم یقیناً اس سفر میں میرے ساتھی ہو گے۔

یہ مژدہ سن کر حضرت صدیق کی آنکھوں سے فرط مسرت سے آنسو ٹپک پڑے حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

فَوَاللّٰہِ مَاشَعَرْتُ قَطُّ قَبْلَ ذٰلِكَ الْیَوْمِ اَنَّ اَحَدًا یَبْکِیْ مِنَ الْفَرَحِ حَتّٰی رَاَیْتُ اَبَابَکْرٍ یَبْکِیْ یَوْمَئِذٍ

"بخدا! مجھے آج کے دن سے پہلے یہ معلوم نہ تھا کہ خوشی کے موقع پر بھی کوئی روتا ہے یہاں تک کہ میں نے اس دن حضرت ابو بکر کو روتے ہوئے دیکھا جب سرکار نے انہیں اپنے ہمراہ لے جانے کی خوش خبری سے نوازا۔" (۱)

پھر عرض کی یا نبی اللہ۔ اس سفر کے لئے یہ دو اونٹنیاں میں نے تیار کر رکھی ہیں۔"

سفر میں راہ دکھانے کے لئے عبداللہ بن اُریقط کو اجرت پر مقرر کیا گیا یہ بنی الدیل بن بکر کے خاندان کا فرد تھا۔ اس کی ماں بنی سہم بن عمرو کے قبیلہ سے تھی۔ یہ دونوں سواریاں اس کے حوالے کر دی گئیں اور اسے بتا دیا گیا کہ فلاں دن، فلاں وقت، فلاں جگہ ان کو لے کر حاضر ہو جائے۔

خلوت خاص میں جو گفتگو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور اپنے یار وفاشعار حضرت صدیق کے ساتھ کی اور ان نیاز مندان ازلی نے جو جواب عرض کیا یہ جواب سن کر ہادی کونین نے انہیں جن کلمات طیبات سے نوازا اس سر نہاں سے اس ہستی نے پردہ اٹھایا جو خانوادہ رسالت کے اسرار کا راز داں اور امین تھا۔ یعنی حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ۔

آپ نے اپنی تفسیر میں یہ واقعہ بڑی تفصیل سے قلم بند فرمایا ہے۔ حضرت امام کی عبارت جوں کی توں ہدیہ قارئین کرتا ہوں اس کے بعد اس کا سلیس ترجمہ پیش کروں گا۔ اگر کوئی طالب حق ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہو کر خلوص نیت سے اس کا مطالعہ کرے گا تو یقیناً آئینہ دل پر جمی ہوئی غلط فہمیوں کی گرد و غبار چھٹ جائے گی اور حقیقت کا رخ زیبا بے نقاب ہو جائے گا۔ انشاء اللہ

امام مذکور کی تفسیر کے جس نسخہ سے یہ اقتباس نقل کر رہا ہوں وہ نسخہ سلطان ناصر الدین

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۹۷

قاچار والی ایران کے عہد حکومت میں تہران میں چھپا اور شائع ہوا اس کے آخری صفحہ پر سال طباعت ۱۲۴۸ھ رقم ہے۔

اگرچہ اس اقتباس میں قدرے طوالت ہے لیکن اس کی اہمیت کے پیش نظر امید ہے قارئین کرام بطیب خاطر اس کا مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا کریں گے۔ میں اس کا ہر جملہ الگ الگ لکھوں گا۔ پھر اس کے نیچے اس کا سلیس ترجمہ تحریر کروں گا۔ تاکہ ہر پڑھنے والا آسانی سے اس کا مطلب سمجھ سکے۔

فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَوْحٰى اِلَيْهِ

"اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کی طرف یہ وحی فرمائی۔"

يَا مُحَمَّدُ اِنَّ الْعَلِيَّ الْاَعْلٰى يَقْرَءُ عَلَيْكَ السَّلَامَ

"جبرئیل نے عرض کی۔ یا محمد۔ اللہ تعالیٰ جو سب سے اعلیٰ و برتر ہے وہ آپ کو سلام فرماتا ہے۔"

وَيَقُوْلُ لَكَ اِنَّ اَبَا جَهْلٍ وَّمَلَاءً مِّنْ قُرَيْشٍ
قَدْ دَبَّرُوْا يُرِيْدُوْنَ قَتْلَكَ

"اللہ تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے کہ ابوجہل اور قریش کے رئیسوں نے آپ کو قتل کرنے کی سازش کی ہے۔"

وَاٰمُرُكَ اَنْ تُبِيْتَ عَلِيًّا فِيْ مَوْضِعِكَ
وَقَالَ لَكَ اِنَّ مَنْزِلَتَهٗ مَنْزِلَةُ اِسْحَاقَ
الذَّبِيْحِ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلِ يَجْعَلُ نَفْسَهٗ
لِنَفْسِكَ فِدَاءً وَرُوْحَهٗ لِرُوْحِكَ وِقَاءً

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آج رات اپنے بستر پر حضرت علی کو سلائیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ ان کا تعلق آپ کے ساتھ ایسے ہی ہے جیسے حضرت اسحاق ذبیح کا تعلق حضرت ابراہیم خلیل سے تھا علی نے اپنے نفس کو آپ کی ذات پر فدا کر دیا ہے اور اپنی روح سے آپ کی حفاظت کی ہے

وَاٰمُرُكَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهٗ اِنْ اٰنَسَكَ
وَسَاعَدَكَ وَاٰزَرَكَ وَثَبَتَ عَلٰى تَعَاهُدِكَ

ا۔ ذبیح کون تھا اسمٰعیل یا اسحٰق؟ یہ بحث اپنے مقام پر ملاحظہ کریں۔

وَتَعَاقُدِكَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَاءِكَ
وَفِي غُرُفَاتِهَا مِنْ خُلَصَاءِكَ

نیز آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس سفر میں ابو بکر کو آپ اپنے ساتھ لے جائیں اگر اس نے آپ کی دلجوئی کی۔ آپ کی مدد کی۔ آپ کی تقویت کا باعث بنا۔ اپنے وعدے اور اپنے عقد پر جو اس نے آپ کے ساتھ کیا ہے ثابت قدم رہا تو وہ جنت میں آپ کے رفقاء میں سے ہو گا اور جنت کے کمروں میں آپ کے پُر خلوص احباب سے ہو گا۔ "

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِعَلِيٍّ اَرَضِيْتَ اَنْ اُطْلَبَ
فَلَا اُوْجَدُ وَتُوْجَدُ فَلَعَلَّهٗ اَنْ يُّبَادِرَ اِلَيْكَ
الْجُهَّالُ فَيَقْتُلُوْكَ

" پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا۔ اے علی! تم اس بات پر رضامند ہو کہ دشمن مجھے تلاش کرے اور نہ پا سکے اور تجھے پالے اور شاید جاہل جلدی میں تمہاری طرف دوڑ کر آئیں اور تمہیں قتل کر دیں۔ "

قَالَ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَضِيْتُ اَنْ تَكُوْنَ
رُوْحِيْ لِرُوْحِكَ وِقَاءً وَّنَفْسِيْ لِنَفْسِكَ فِدَاءً

" ہاں یا رسول اللہ! میں اس بات پر راضی ہوں کہ میری روح حضور کی روح مبارک کی حفاظت میں کام آئے میرا نفس حضور کی ذات پر قربان ہو

وَهَلْ اُحِبُّ الْحَيٰوةَ اِلَّا لِخِدْمَتِكَ وَالتَّصَرُّفِ
بَيْنَ اَمْرِكَ وَنَهْيِكَ وَلِمَحَبَّةِ اَوْلِيَاءِكَ
وَنُصْرَةِ اَصْفِيَاءِكَ وَمُجَاهَدَةِ اَعْدَاءِكَ
وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَمَا اَحْبَبْتُ اَنْ اَعِيْشَ فِيْ هٰذِهِ
الدُّنْيَا سَاعَةً وَّاحِدَةً

کیا میں زندگی سے۔ بجز اس کے محبت کر سکتا ہوں کہ وہ حضور کی خدمت میں گزرے حضور کے اوامر و نواہی کی بجا آوری میں صرف ہو حضور کے دوستوں کی محبت، احباب کی نصرت، اور آپ کے دشمنوں سے جہاد کرنے

میں بیت جائے۔ اگر یہ امور نہ ہوتے تو میں ایک لحہ کے لئے بھی اس دنیا میں زندہ رہنا پسند نہ کرتا۔ "

فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلٰی عَلِیٍّ وَقَالَ لَهٗ یَا اَبَاحَسَنٍ
قَدْ قَرِّ عَلٰی کَلَامِكَ هٰذَا الْمُوَکَّلُوْنَ بِاللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ
وَقَرَءُوْا عَلٰی مَا اَعَدَّ اللّٰهُ لَكَ مِنْ ثَوَابِهٖ فِیْ دَارِ الْقَرَارِ
مَالَمْ یَسْمَعْ بِمِثْلِهِ السَّامِعُوْنَ وَلَا رَاٰی مِثْلَهٗ
النَّاظِرُوْنَ وَلَا خَطَرَ مِثْلُهٗ بِبَالِ الْمُتَفَکِّرِیْنَ۔

" پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا علی کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا۔ اے ابوالحسن! تیرے اس کلام کی تصدیق لوح محفوظ کے مؤکلین نے کی ہے اور انہوں نے اس بات کی بھی تصدیق کی ہے جو ثواب دار القرار میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تیار کر رکھا ہے اس کی مثل نہ کسی نے سنی اور نہ دیکھی نہ کسی کے ذہن میں اس کا تصور آیا۔ "

یہاں تک وہ گفتگو بیان کی گئی ہے جو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے درمیان ہوئی۔ اس کے بعد حضرت امام حسن عسکری، حضرت امام باقر کے واسطے سے وہ کلام بلاغت نظام نقل فرماتے ہیں۔ جو محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے مخلص اور پیارے دوست حضرت ابوبکر کے درمیان ہوئی۔ رضی اللہ عنہ

ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ بَکْرٍ
اَرَضِیْتَ اَنْ تَکُوْنَ مَعِیْ یَا اَبَا بَکْرٍ تُطْلَبُ کَمَا اُطْلَبُ
وَتُعْرَفُ بِاَنَّكَ اَنْتَ الَّذِیْ تَحْمِلُنِیْ عَلٰی مَا
اَدَّعِیْهِ وَتَحْمِلُ عَنِّیْ اَنْوَاعَ الْعَذَابِ

" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو کہا۔ اے ابوبکر! کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم میرے ساتھ ہو۔ جس طرح میری تلاش کی جاتی ہے اسی طرح تمہاری تلاش بھی کی جائے۔ اور تم اس بات سے پہچانے جاؤ کہ جس دین کی میں تبلیغ کر رہا ہوں۔ اس پر تم نے مجھے برانگیختہ کیا ہے۔ پھر میری وجہ سے تمہیں طرح طرح کے عذاب دیئے جائیں۔ "

قَالَ اَبُوْبَکْرٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَّا اَنَا لَوْ عِشْتُ

عُمرَ الدُّنیا وَاُعذَّبُ فِی جَمِیعِھَا اَشَدَّ عَذابٍ
لَا یَنزِلَ عَلَیَّ مَوتٌ مُرِیحٌ وَّلَا فَرَجٌ مُّنِیحٌ
وَکُلُّ ذٰلِکَ فِی مَحَبَّتِکَ وَکَانَ ذٰلِکَ اَحَبَّ
اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَتَنَعَّمَ فِیھَا وَاَنَا مَالِکٌ لِجَمِیعِ
مَمَالِکِ مُلُوکِھَا فِی مُخَالِفَتِکَ مَا اَھْلِی وَوَلَدِی
اِلَّا فِدَاءَکَ۔

”حضرت ابو بکر نے عرض کی! یارسول اللہ اگر میں اتنی مدت زندہ رہوں جتنی دنیا کی عمر ہے۔ اس طویل زندگی میں مجھے سخت ترین عذاب دیے جائیں نہ مجھ پر وہ موت نازل ہو جو مبتلائے عذاب کو راحت پہنچاتی ہے اور نہ مجھے ان مصائب سے نجات دی جائے۔ اور یہ سب اذیتیں حضور کی محبت کے باعث مجھے دی جائیں۔ تو یہ ساری اذیتیں اور عذاب مجھے اس بات سے محبوب ترہیں، کہ میں آپ کی مخالفت میں نعمت ومسرت کی زندگی بسر کروں۔ اور دنیا کے سارے بادشاہوں کے ملکوں کا مالک ہوں میرے بیوی بچے سب حضور پر قربان ہوں۔“

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عقیدت کیش اور عاشق دلفگار غلام کے اس جواب کو سن کر کیا ارشاد فرمایا۔ سنئے اور اپنے کشت ایمان کو تروتازہ کیجئے۔

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ لَا جَرَمَ اَنْ اِطَّلَعَ اللّٰہُ عَلٰی
قَلْبِکَ وَوَجَدَ مَا فِیہِ مُوَافِقًا لِّمَا جَرٰی
عَلٰی لِسَانِکَ جَعَلَکَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ
وَالرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَبِمَنْزِلَةِ الرُّوحِ مِنَ الْبَدَنِ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر! یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے دل پر آگاہ ہو گیا ہے۔ اور تیری زبان پر جو کلام جاری ہوا ہے۔ اس کو تیرے دل سے بالکل مطابق، اور ہم آہنگ پایا ہے اور تجھے میرے لئے بمنزلہ کان اور آنکھوں کے کر دیا ہے۔ نیز جسم سے سر کا اور بدن سے روح کا جو تعلق ہے وہ تیرا میرا تعلق ہے۔“ (۱)

۱۔ تفسیر امام حسن عسکری مطبوعہ تہران، جلد ۱، صفحہ ۲۱۲

شبِ ہجرت

سفر کے جملہ انتظامات کی تفصیلات طے پا گئیں۔ سورج آہستہ آہستہ مغربی افق کی اوٹ میں رات بسر کرنے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ آنے والی تاریخ ساز رات نے اسے اپنے آغوش میں چھپا لیا اور اپنے تاریک پر ساری کائنات پر پھیلا دیئے۔ جب اندھیرا گہرا ہو گیا تو قریشی قبائل کے منتخب نوجوان ابلیسی منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے عزم سے سرشار ہو کر اس سادہ سے مکان کی طرف بڑھنے لگے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کا محبوب اور کاروان انسانیت کا خوش بخت قائد، ابتلاء و آزمائش سے لبریز زندگی بسر کر رہا تھا۔ انہوں نے کسی مزاحمت کے بغیر بہت جلد اس مرکز رشد و ہدایت کو اپنے حصار میں لے لیا خون آشام بے نیام تلواریں ان کے ہاتھوں میں تھیں۔ وہ اب اس لمحہ کا انتظار کرنے لگے جب اللہ کا حبیب اپنے کاشانہ اقدس سے قدم باہر رکھے وہ بجلی کی سرعت کے ساتھ اس پر یکبارگی حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیں۔ کفر و شرک کے ان جیالوں کے ناموں کو تاریخ نے فراموش نہیں کیا۔ بلکہ ان کو اپنے صفحات پر ثبت کر دیا ہے۔ تاکہ روز قیامت تک جب بھی مہر و وفا اور اس کے مقابلہ میں جور و جفا کی یہ داستان بیان کی جائے۔ تو ابو بکر و علی جیسے جاں نثاران حق کے اسماء گرامی کے ساتھ ساتھ ان ناموں کا بھی ذکر ہوتا رہے جو طرح طرح کی غلط فہمیوں کا صید زبوں بن کر عالم انسانیت کے مقدر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ظلمتوں اور تیرگیوں کے حوالے کرنے کے لئے میدان میں نکل آئے تھے۔ میں ان کے نام علامہ زینی دحلان رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت سے نقل کر رہا ہوں۔

الحکم بن ابی العاص	عقبہ بن ابی معیط
نضر بن حارث	امیہ بن خلف
زمعہ بن اسود	ابو الہیثم
ابو جہل	

یہ تھے مکہ کے وہ بہادر جنگ آزما، دولت مند اور بارسوخ خاندانوں کے چشم و چراغ۔ جو برہنہ تلواریں اپنے فولادی ہاتھوں میں تھامے اس غلط فہمی کا شکار ہو کر میدان میں نکلے تھے کہ وہ اس آفتاب عالمتاب کو بے نور کر دیں گے۔ جس کو اس کے خالق نے تا ابد مطلع حیات پر ضیاء بار رہنے کے لئے طلوع ہونے کا حکم دیا ہے قدرت کا یہ اعلان سننے سے ان کے کان بہرے تھے۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ

كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (۸:۶۱)

"یہ (نادان) چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے لیکن اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا خواہ سخت ناپسند کریں اس کو کافر۔"

یہ لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ ابو جہل کہنے لگا کہ محمد (فداہ روحی وقلبی) یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر ہم ان کی اطاعت اختیار کر لیں تو ہم عرب وعجم کے بادشاہ بن جائیں گے اور مرنے کے بعد جب ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو ہمیں ایسے باغات ملیں گے جو اردن کے باغات کی طرح سرسبز وشاداب ہوں گے۔ اور اگر ہم نے ان کی اطاعت قبول نہ کی تو ہمیں بے دریغ قتل کر دیا جائے گا اور مرنے کے بعد جب ہم زندہ کئے جائیں گے تو ہمیں جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں پھینک دیا جائے گا۔ اس طرح کی باتیں کر کے وہ اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑا رہے تھے۔ عین اسی وقت نبی معظم، رسول مکرم دروازہ کھول کر باہر تشریف لائے اور فرمایا۔

اَنَا اَقُوْلُ ذٰلِكَ اَنْتَ اَحَدُهُمْ

"ہاں میں نے ایسا ہی کہا ہے اے ابو جہل ان میں سے ایک تم ہو۔"

حضور اس وقت سورہ یاسین کی تلاوت فرما رہے تھے جب اس آیت کی تلاوت کی۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ

"ہم نے بنا دی ہے ان کے سامنے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے پس وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔"

(سورۂ یاسین: ۹)

تو ان پر پھونک دیا فوراً بینائی سلب ہو گئی نیند غالب آ گئی اور اونگھنے لگے۔ انہیں لمحوں میں ان کے نرغے کو توڑتے ہوئے اپنے رب قدیر کی امان میں حضور بخیر وعافیت تشریف لے گئے گزرتے ہوئے سب کے سروں پر ایک ایک چٹکی مٹی کی لے کر ڈالتے گئے وہاں سے سیدھے حضرت ابوبکر کے گھر کا رخ کیا وہ چشم براہ بیٹھے تھے۔ اٹھ کر اپنے آقا کو مرحبا اور خوش آمدید کہا اور دونوں حضرت صدیق کے مکان کے عقب میں چھوٹے دروازے سے نکل کر غار ثور کی طرف روانہ ہو گئے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

وَخَرَجَ عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ مِنْ خَوْخَةٍ لِّاَبِیْ بَکْرٍ لَيْلًا وَ اَتَيَا الْغَارَ

"حضور سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو بکر کے گھر کے عقبی دروازہ سے رات کے وقت نکلے اور دونوں غار ثور کی طرف تشریف لے گئے۔" (۱)

حضرت صدیق اکبر نے روانہ ہونے سے پہلے اپنے بیٹے عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ دن بھر کفار کی دوڑ دھوپ اور نئے منصوبوں کے بارے میں معلومات حاصل کرے شام کے وقت غار میں آ کر سب حالات سے آگاہ کرے۔

آپ نے اپنے چرواہے عامر بن فہیرہ کو ہدایت کی کہ دن بھر غار کے گرد و نواح میں بکریاں چرائے اور شام کو انہیں غار کے دہانے پر لے آئے تازہ دودھ دوہ کر اور اسے گرم کر کے بارگاہ رسالت میں پیش کرے اور اپنی صاحبزادی حضرت اسماء کو ارشاد فرمایا کہ ہر روز کھانا پکا کر شام کے وقت غار میں پہنچا آیا کرے۔ (۲)

مکہ مکرمہ سے نکلتے ہوئے محبوب رب العالمین نے بڑے درد بھرے دل سے بصد ادب و نیاز اپنے خالق و مالک کی بارگاہ اقدس میں ان کلمات سے دامن دعا پھیلایا۔

دعائے نبوت بوقتِ ہجرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ وَلَمْ اَكُ شَيْئًا	"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے پیدا کیا جب کہ میں کوئی شے نہ تھا۔"
اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰى هَوْلِ الدُّنْيَا وَبَوَائِقِ الدَّهْرِ وَمَصَائِبِ اللَّيَالِیْ وَالْاَيَّامِ	"اے اللہ! دنیا کی ہولناکیوں، زمانہ کی تباہ کاریوں شب و روز کے مصائب برداشت کرنے پر میری مدد فرما۔"
اَللّٰهُمَّ اصْحَبْنِیْ فِیْ سَفَرِیْ	"اے اللہ میرے سفر میں تو میرا ساتھی ہو۔"
وَاخْلُفْنِیْ فِیْ اَهْلِیْ	"میرے اہل و عیال میں تو میرا قائم مقام ہو۔"
وَبَارِكْ لِیْ فِيْمَا رَزَقْتَنِیْ	"اور جو رزق تو نے مجھے دیا ہے اس میں میرے

۱۔ تاریخ ابن خلدون، جلد ۲، صفحہ ۳۸۷

۲۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۹۸ و دیگر کتب حدیث

لئے برکت ڈال۔ "

وَلَكَ فَذَلِّلْنِي "اور اپنی جناب میں مجھے عجز و نیاز کی توفیق دے۔"

وَعَلٰى صَالِحِ خُلُقِي فَقَوِّمْنِي "اور بہترین اخلاق پر میری تربیت فرما۔ "

وَإِلَيْكَ رَبِّ فَحَبِّبْنِي "اے میرے رب! مجھے اپنا محبوب بنالے۔ "

وَإِلَى النَّاسِ فَلَا تَكِلْنِي "اور مجھے لوگوں کے حوالے نہ کر۔ "

رَبَّ الْمُسْتَضْعَفِينَ وَأَنْتَ رَبِّي "اے کمزوروں کے پروردگار اور تو میرا بھی پروردگار ہے۔ "

أَعُوذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ الَّذِي أَشْرَقَتْ لَهُ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ "میں تیری ذات کریم کے طفیل جس کی روشنی سے آسمان اور زمین چمک رہے ہیں۔"

وَكُشِفَتْ بِهِ الظُّلُمَاتُ "اور جس کی برکت سے اندھیرے دور ہو رہے ہیں۔"

وَصَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ "اور اولین و آخرین کے کام درست ہو گئے ہیں۔"

أَنْ تُحِلَّ عَلَيَّ غَضَبَكَ "میں تیری ذات کریم کے طفیل اس امر سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے۔ "

أَوْ تُنْزِلَ بِي سَخَطَكَ " یا نازل کرے تو مجھ پر اپنی ناراضگی۔ "

أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ "میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تیری نعمت زائل ہو جائے۔ "

وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ "اور تیرا غضب اچانک اتر پڑے۔ "

وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ "اور تیری سلامتی کا رخ مجھ سے پھر جائے۔ "

لَكَ الْعُتْبٰى عِنْدِي خَيْرَ مَا اسْتَطَعْتُ "تیری رضا میرے نزدیک ہر چیز سے بہتر ہے۔"

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ "میرے پاس کوئی طاقت نہیں کوئی قوت نہیں بجز تیرے۔ " (۱)

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۳۴۔ ۲۳۵

اس اثناء میں کاشانہ نبوت کا محاصرہ کرنے والے قریشی نوجوان کھڑے پہرہ دیتے رہے یہاں تک کہ ایک آدمی ان کے پاس سے گزرا اس نے ان سے پوچھا یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو انہوں نے بتایا کہ ہم اپنی قوم کے طے شدہ منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہاں کھڑے ہیں جونہی وہ قدم باہر رکھیں گے ہماری تلواریں یکبارگی بجلی کی سرعت سے ان پر کوندیں گی اور ان کے پرخچے اڑ جائیں گے اس شخص نے کہا تمہارا خانہ خراب ہو وہ تو کافی عرصہ پہلے تمہارے حصار سے نکل کر چلے بھی گئے ہیں اور جاتے ہوئے تمہارے سروں پر مٹی ڈالتے گئے ہیں انہوں نے جھٹ اپنے ہاتھ اپنے سر کے بالوں کو ٹٹولنے کے لئے بلند کئے تو ان کی انگلیاں خاک آلود ہو کر واپس ہوئیں۔ وہ بھونچکا ہو کر رہ گئے لیکن انہوں نے اس شخص کی اس بات کو سچ تسلیم نہ کیا انہیں سامنے حضور کا بستر نظر آ رہا تھا اس پر حضور کی سبز چادر میں لپٹا ہوا کوئی شخص سو رہا تھا انہوں نے یقین کر لیا ہے کہ وہ آپ ہی ہیں انہوں نے سوچا کہ جس طرح چوکنا ہو کر وہ پہرہ دیتے رہے ہیں چڑیا بھی یہاں پھٹک نہیں سکتی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم جیسے ہوشیار اور چالاک نوجوانوں کے نرغے سے وہ نکل گئے ہوں اور انہیں کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی ہو یقیناً یہ شخص جھوٹ کہتا ہے شاید ہمیں دھوکا دینے کی یہ کوئی چال ہو کہ ہم یہاں سے تتر بتر ہو جائیں اور وہ موقع پا کر یہاں سے نکل جائیں انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ اس محاذ پر ڈٹے رہیں گے چنانچہ وہ صبح تک وہاں ہی چاق و چوبند کھڑے پہرہ دیتے رہے صبح صادق طلوع ہوئی تو سونے والا سبز چادر سمیٹتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا یہ تو علی ہے محمد کہاں گئے (صلی اللہ علیہ وسلم) ان پر منوں پانی پڑ گیا۔ اس آدمی نے واقعی سچ کہا تھا۔ (۱)

اس اثناء میں راہ حق کے دونوں مسافر مکہ کی پر پیچ گلیوں سے گزرتے ہوئے غار ثور کی طرف روانہ ہوئے شہر سے باہر نکل کر محبوب رب العالمین نے ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر مکہ شہر پر نگاہ واپسیں ڈالی۔ درد و سوز میں ڈوبے ہوئے ان کلمات سے مکہ کو الوداع کہا۔

وَاللهِ اِنَّكِ لَاَحَبُّ اَرْضِ اللهِ اِلَيَّ وَاِنَّكِ لَاَحَبُّ اَرْضِ اللهِ اِلَى اللهِ وَلَوْلَا اَنَّ اَهْلَكِ اَخْرَجُوْنِيْ مَا خَرَجْتُ مِنْكِ۔

(رواہ الامام احمد والترمذی)

"بخدا! اے مکہ کی سرزمین تو مجھے اللہ کی ساری زمینوں سے زیادہ محبوب ہے اور بے شک اللہ کی تمام زمینوں سے اللہ کو زیادہ پیاری ہے اگر

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۹۶ و دیگر کتب سیرت

تیرے رہنے والوں نے مجھے یہاں سے نہ نکالا ہوتا تو میں کبھی تجھ سے نہ نکلتا۔ " (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ جملے یوں روایت کئے ہیں۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ۔ مَا اَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَاَحَبَّ اِلَيَّ وَلَوْلَا اَنَّ قَوْمِي اَخْرَجُوْنِي مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ۔

" آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے مکہ کے شہر! تو کتنا پاکیزہ ہے اور تو مجھے کتنا پیارا ہے۔ اگر میری قوم نے مجھے یہاں سے نہ نکالا ہوتا تو میں ہرگز کسی اور شہر میں سکونت اختیار نہ کرتا۔ "

حرم مکہ کی فضیلت دیگر احادیث میں بھی بیان کی گئی ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

اِنَّ صَلَاةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ خَيْرٌ مِّنْ مِائَةِ اَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ۔

" مسجد حرام میں ادا کی ہوئی ایک نماز اس کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں ادا کی ہوئی ایک لاکھ نماز سے بہتر ہے۔ " (۲)

جب نماز کی یہ شان ہے تو دیگر اعمال حسنہ جو مسجد حرام میں ادا کئے جائیں گے وہ دیگر مقامات پر ادا کئے جانے والے اعمال سے ایک لاکھ گنا زیادہ بہتر ہوں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَجَّ مَاشِيًا كُتِبَ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ سَبْعُمِائَةِ حَسَنَةٍ مِّنْ حَسَنَاتِ الْحَرَمِ قِيْلَ: مَا حَسَنَاتُ الْحَرَمِ؟ قَالَ الْحَسَنَةُ فِيْهِ بِمِائَةِ اَلْفِ حَسَنَةٍ اَسْنَدَهُ الْبَزَّارُ۔

" ابن عباس سے مروی ہے کہ جو شخص پیدل حج ادا کرتا ہے ہر قدم کے عوض اسے حرم میں ادا کی ہوئی نیکیوں میں سے سات سو نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ عرض کی گئی یا نبی اللہ! حرم کی نیکیاں کیا ہوتی ہیں فرمایا

۱۔ سیرت زینی دحلان، جلد ۱، صفحہ ۳۰۷

۲۔ الروض الانف، جلد ۲، صفحہ ۲۳۱

حرم میں ادا کی ہوئی ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔" (۱)

اندھیری رات ہے ہو کا عالم ہے۔ اللہ کا حبیب اور اس کا عاشق دلفگار دونوں ایک ایسی غار کی طرف جا رہے ہیں۔ جو از حد دشوار گزار پہاڑیوں کے درمیان میں ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے۔ یہ غار، غار ثور کے نام سے مشہور ہے۔ اس وقت کے مکہ شہر سے تقریباً تین میل کی مسافت پر جنوبی سمت میں واقع تھی۔ اب یہ شہر بہت پھیل گیا ہے اور مکانات کا سلسلہ ان پہاڑوں تک پہنچ گیا ہے۔ جہاں غار ثور واقع ہے۔

ابو بکر صدیق چلتے چلتے کبھی حضور سے آگے نکل جاتے ہیں پھر پیچھے چلے جاتے ہیں کبھی حضور کی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب۔ حضور نے پوچھا اے ابو بکر! یہ کیا ماجرا ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ کبھی خیال آتا ہے کہ مبادا دشمن پیچھے سے تعاقب میں آ رہے ہوں۔ تو پیچھے چلا جاتا ہوں۔ پھر خیال آتا ہے کہ وہ لوگ آگے کسی کمین گاہ میں نہ بیٹھے ہوں تو بھاگ کر آگے چلا جاتا ہوں۔ کبھی دائیں اور کبھی بائیں چلا جاتا ہوں۔ تاکہ آگے یا پیچھے سے دائیں یا بائیں سے اگر بداندیش حملہ کرنے کی ناپاک کوشش کریں تو سب سے پہلے آپ کا یہ غلام ان کے ناگہانی حملہ میں سد سکندری بن کر کھڑا ہو جائے۔ تاکہ حضور کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ جہاں راستہ بہت کٹھن ہو تا حضرت صدیق، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے۔ (۲)

چلتے چلتے جب غار کے دہانہ تک پہنچ گئے تو حضرت صدیق اکبر نے گزارش کی۔

وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تَدْخُلُهُ حَتّٰی اَدْخُلَ قَبْلَكَ وَاِنْ كَانَ فِیْهِ شَیْءٌ نَزَلَ بِیْ قَبْلَكَ

"میں اس خدا کا واسطہ دے کر جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا عرض کرتا ہوں کہ آپ غار میں تشریف نہ لے جائیے پہلے میں داخل ہوں گا اگر وہاں کوئی موذی چیز ہو تو پہلے وہ مجھے اذیت پہنچائے۔"

آپ اندر تشریف لے گئے۔ تاریک رات۔ پھر غار کا اندھیرا۔ کچھ بھائی نہیں دے رہا تھا پہلے جھاڑو دیا پھر غار کے چپہ چپہ کو ہاتھوں سے ٹٹولا۔ جہاں کوئی سوراخ معلوم ہوا اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کر اسے بند کیا۔ چادر ختم ہو گئی لیکن ایک سوراخ پھر بھی باقی رہ گیا۔ دل میں سوچا اس پر اپنی ایڑی رکھ کر بند کر لوں گا۔ ہر طرح مطمئن ہونے کے بعد عرض کی۔ آقا تشریف لے

۱۔ الروض الانف، جلد ۲، صفحہ ۲۳۱

۲۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد ۲، صفحہ ۴۷۷

آیئے خود اس سوراخ پر ایڑی رکھ کر بیٹھ گئے۔ محبوب کائنات نے اپنا سر مبارک آپ کی گود میں رکھا اور استراحت فرما ہو گئے۔

کہ حضور اندر قدم رنجہ فرمائیں۔ حضور تشریف لائے۔ صدیق کے زانو پر سر مبارک رکھا اور استراحت فرما ہو گئے۔ صدیق کے بخت کی یاوری کا کیا کہنا بیتاب نگاہیں اور بے قرار دل اپنے محبوب کے روئے زیبا کے مشاہدہ میں مستغرق ہے نہ دل سیر ہوتا ہے اور نہ آنکھیں۔ وہ حسن سرمدی وہ جمال حقیقی جس کی دل آویزیوں نے چشم فطرت کو تصویر حیرت بنا دیا تھا۔ آج صدیق کے آغوش میں جلوہ فرما ہے۔ اے بخت صدیق کی رفعتو! تم پر یہ خاک پریشان قربان اور یہ قلب حزیں نثار! اسی اثناء میں حضرت صدیق کی ایڑی میں سانپ نے ڈس لیا۔ زہر سارے جسم میں سرایت کر گیا لیکن کیا مجال کہ پاؤں میں جنبش تک ہوئی ہو۔ حضور بیدار ہوئے، اپنے یار غار کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وجہ دریافت فرمائی۔ پھر جہاں سانپ نے ڈسا تھا وہاں اپنا لعاب دہن لگایا جس سے درد اور تکلیف کافور ہو گئی۔ اہل مکہ تلاش میں ادھر ادھر مارے مارے پھر رہے تھے۔ ایک ماہر کھوجی کے ہمراہ پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے اس غار کے دہانے تک پہنچ گئے۔ جب قدموں کی آہٹ سنائی دی تو حضرت ابو بکر نے جھک کر دیکھا تو معلوم ہوا کفار کی ایک جماعت غار کے منہ پر کھڑی ہے۔ اپنے محبوب کو یوں خطرہ میں گھرا دیکھ کر بے چین ہو گئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! اگر انہوں نے جھک کر دیکھا تو ہمیں پالیں گے۔ حضور رحمت عالمیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

يَا أَبَا بَكْرٍ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا

"اے ابو بکر! ان دو کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔"

اس سوراخ میں سانپ تھا۔ اس نے ایک بار نہیں کئی بار ڈسا۔

لیکن کیا مجال کہ حضرت صدیق نے ذرا سی جنبش کی ہو یا اضطراب کا مظاہرہ کیا ہو۔ حضور کے آرام میں خلل انداز ہونا آپ کو کسی قیمت پر گوارا نہ تھا۔

علامہ زینی دحلان نے تحریر کیا ہے۔ کہ حضرت صدیق نے عرض کی۔

أُدْخُلْ فَإِنِّي سَوَّيْتُ لَكَ مَكَانًا فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ رَأْسَهُ فِي حِجْرِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ نَامَ وَسَدَّ أَبُوْبَكْرٍ مَا بَقِيَ مِنْ ثُقُوْبِ الْغَارِ بِرِجْلَيْهِ فَلَدَغَ فِي رِجْلِهِ مِنَ الْجُحْرِ وَلَمْ يَتَحَرَّكْ لِئَلَّا يُوْقِظَ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔
" یا رسول اللہ! تشریف لے آیئے میں نے جگہ کو درست کر دیا ہے۔
حضور تشریف لے گئے اپنا سر مبارک صدیق اکبر کی گود میں رکھا اور سوگئے۔ جو سوراخ بند نہیں ہوسکے تھے ان پر اپنے پاؤں کی ایڑیاں رکھ لیں۔ سانپ نے ڈسا آپ نے ذرا حرکت نہ کی مبادا حضور کی نیند میں خلل واقع ہو۔"
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو طلوع صبح سے پہلے غار ثور میں پہنچ گئے۔
ادھر مکہ میں جب صبح کا اجالا ہوا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بجائے بستر سے علی مرتضیٰ اٹھے یہ دیکھ کر رات بھر محاصرہ کرنے والوں کے اوسان خطا ہوگئے۔ جنگل کی آگ کی طرح یہ خبر مکہ کے گھر گھر پہنچ گئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رات کی تاریکی میں خاموشی سے ان کا گھیرا توڑ کر نکل گئے ہیں اس سازش کی ناکامی پر کہرام مچ گیا۔ مشرکین کی ٹولیاں حضور کی تلاش میں ہر طرف پھیل گئیں ان کا غالب گمان یہ تھا کہ حضور یثرب کی طرف چلے گئے ہوں گے۔ جہاں مہاجرین کا ایک طاقتور گروہ حضور کے لئے چشم براہ ہے۔ اس خیال سے وہ اس راہ پر دور تک گئے لیکن کہیں سراغ نہ ملا۔ پھر دوسری سمتوں میں تلاش شروع کی ان راستوں پر بھی خاک چھاننے کے بعد خائب و خاسر ہو کر خاک بسر لوٹے۔ غار ثور مکہ کے جنوبی سمت میں اس شاہراہ کے قریب ہے، جو یمن کو جاتی ہے۔ انہیں یہ گمان تک بھی نہ تھا کہ حضور ادھر بھی جاسکتے ہیں جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو ناچار ادھر کا رخ کیا۔ جب غار کے قریب پہنچے تو ان کے ماہر کھوجی نے ایک نقش پا کو دیکھ کر کہا یہ تو ابو بکر کے پاؤں کا نشان ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دوسرا نقش پا ہے۔ میں اسے نہیں پہچان سکا۔ یہ اس پاؤں کے نشان سے بڑی مشابہت رکھتا ہے جو مقام ابراہیم پر ہے۔
اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم تھا کہ کفار ادھر ادھر سے مایوس ہو کر نبی اکرم کی تلاش میں اس طرف بھی ضرور آئیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہ تلاش کرتے کرتے غار کے دہانہ تک تو پہنچ جاتے لیکن نہ اس کے اندر داخل ہوتے اور نہ اس کے اندر جھانکتے۔ یوں ہی الٹے پاؤں واپس چلے آتے۔ ہوا یہ کہ غار کے دہانہ کے قریب ایک خار دار درخت اگ آیا اس درخت کو اہل عرب "ام غیلان" کہتے ہیں۔ اس کی بلندی

ا۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۳۴۰

انسانی قد کے برابر ہوتی ہے اس کی شاخیں بڑی گنجان اور خار دار ہوتی ہیں۔ اس درخت کی موجودگی میں کسی شخص کا غار کے اندر جانا بہت مشکل ہے۔ نیز اس غار کے دہانے کے قریب جنگلی کبوتروں کے ایک جوڑے نے گھونسلہ بنالیا وہاں انڈے بھی دے دیئے اور ان انڈوں کو سینے کے لئے ایک کبوتری ان پر ڈیرا جما کر بیٹھ گئی۔

مواہب اللدنیہ کے شارح علامہ زرقانی رقمطراز ہیں۔

إِنَّ حَمَامَ الْحَرَمِ مِنْ نَسْلِ تَيْنِكَ الْحَمَامَتَيْنِ جَزَآءً وِفَاقًا لِمَا حَصَلَ بِهَا الْحِمَايَةُ جُوْزِيَا بِالنَّسْلِ وَحِمَايَتِهِ بِالْحَرَمِ فَلَا يَتَعَرَّضُ لَهُ وَفِي الْمَثَلِ اٰمَنُ مِنْ حَمَامِ الْحَرَمِ

"حرم مکہ میں جو کبوتر ہیں یہ کبوتروں کے اس جوڑے کی نسل سے ہیں۔ اس خدمت جلیلہ کا انہیں یہ صلہ دیا گیا ہے کہ ان کی نسل بھی منقطع نہیں ہوئی چودہ صدیوں سے باقی ہے اور حرم شریف میں انہیں پناہ ملی ہوئی ہے۔ کوئی انہیں چھیڑ نہیں سکتا۔ اسی لئے لغت عرب میں یہ مثل زبان زد خاص و عام ہے کہ فلاں شخص کو حرم کے کبوتروں سے بھی زیادہ امن و امان میسر ہے۔" (۱)

ساتھ ہی غار کے منہ پر عنکبوت (مکڑی) نے ایک گھنا جالا تن دیا۔ دیکھنے سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ جالا آج کل میں نہیں تنا گیا بلکہ سالہا سال پہلے کا ہے یہ سب انتظامات اس عظیم طاقت والے مالک الملک کی بے پایاں قدرت کا کرشمہ تھے۔ جس کے ایک کلمہ کن کہنے سے یہ سارا عالم بلند و پست معرض وجود میں آگیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب کوئی ماہر کھوجی پاؤں کے نشانوں کو دیکھ کر سراغ لگاتے ہوئے یہاں پہنچا۔ تو کبوتروں کو اپنے گھونسلہ میں انڈوں کو سیتے ہوئے دیکھ کر یقین کر لیتا کہ اس غار میں عرصہ دراز سے انسان داخل نہیں ہوا۔ امیہ بن خلف جیسا دشمن جب غار کے دہانے پر پہنچا تو اس کے ایک ساتھی نے اسے کہا کہ اندر داخل ہو کر تسلی کر لو۔ امیہ بن خلف کہنے لگا۔

مَا اَرَبُكُمْ اِلَى الْغَارِ اِنَّ فِيْهِ لَعَنْكَبُوْتًا اَقْدَمَ مِنْ مِيْلَادِ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

"غار کے اندر جانے کی ضرورت نہیں اس کے دروازے پر ایک مکڑی کا جالا ہے، جو محمد کی پیدائش سے بھی پہلے کا تنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔"

بعض لوگوں نے ان روایات کو ضعیف ،اور پایۂ اعتبار سے ساقط کہا ہے اور ان امور کا انکار کیا ہے۔

جس روایت کے راویوں پر انہوں نے اعتراض کیا ہے وہ وہ حدیث ہے جس میں ابو مصعب عبدالسلام بن حفص راوی ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک اس سند میں بعض راوی ان کی تحقیق کے مطابق ضعیف ہیں اس لئے یہ روایت قابل اعتماد نہیں۔ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ کبوتروں نے غار کے منہ پر آشیانہ بنا کر انڈے دے دیئے یا مکڑی نے جالا تن دیا تھا وغیرہ یہ سب واقعات قابل تسلیم نہیں۔

گزارش ہے کہ اگر یہ ایک روایت ہوتی جس میں یہ واقعہ مذکور ہے اور یہ سند ضعیف ہوتی تو ان امور کے انکار کرنے کی کوئی وجہ سمجھ آ سکتی تھی۔ لیکن یہ امور صرف ایک روایت میں نہیں بلکہ متعدد دوسری روایتوں میں بھی مذکور ہیں اور ان روایتوں کو حافظ ابن کثیر جیسے نقاد حدیث نے "حسن" کہا ہے۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے ان انتظامات میں شمار کیا ہے، جو اس نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کے مکر و فریب سے بچانے کے لئے فرمائے تھے۔ اس روایت کو امام احمد نے حضرت ابن عباس سے وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ اس میں عون بن عمرو یا ابو مصعب جن پر ان صاحبان نے جرح کی ہے ان میں سے کوئی بھی نہیں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

وَهٰذَا اِسْنَادٌ حَسَنٌ وَهُوَ مِنْ اَجْوَدِ مَا رُوِيَ فِيْ قِصَّةِ نَسْجِ الْعَنْكَبُوْتِ عَلٰى فَمِ الْغَارِ وَ ذٰلِكَ مِنْ حِمَايَةِ اللّٰهِ رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

"یہ سند حسن ہے اور مکڑی کے جالا تننے کے بارے میں جو روایات ہیں ان تمام میں یہ سب سے زیادہ اجود ہے۔ اور در حقیقت یہ اللہ تعالیٰ کے انتظامات ہیں جو اس نے اپنے رسول کی حفاظت کے لئے فرمائے۔ (۱)

عصر حاضر کے محقق علامہ امام محمد ابو زہرہ یہ واقعہ لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

حَتّٰى وَصَلَ بِهِمُ الْاَمْرُ اِلٰى جَبَلِ الثَّوْرِ الَّذِيْ بِغَارِهِ الْقَلِيْلِ وَلٰكِنْ اٰيَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ جَعَلَتِ الْعَنْكَبُوْتُ يَنْسِجُ نَسِيْجَ وَ

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۳۹

۲۔ خاتم النبیین، جلد ۱، صفحہ ۵۱۸

كَانَتْ مِنْ سِنِيْنَ وَاَنَّ حَمَامَتَيْنِ عَشَّشَتَا عَلٰى بَابِهٖ وَكَانَتْ اٰيَةً حِسِّيَّةً مِّنْ خَوَارِقِ الْعَادَاتِ۔

"کفار حضور کو تلاش کرتے ہوئے اس غار تک پہنچ گئے جو جبل ثور میں تھی اور اس میں دونوں صاحبان اس وقت موجود تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانی یوں ظاہر کی کہ عنکبوت نے غار کے منہ پر استادہ بیر جالا تن دیا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتا تھا کہ اسے تنے ہوئے کئی سال بیت چکے ہیں۔ نیز دو کبوتروں نے اس کے دروازے پر گھونسلہ بنا دیا تھا۔ یہ چیزیں ان معجزات میں سے ہیں جو حواس سے محسوس کیے جا سکتے ہیں۔" (۲)

گویا امام مذکور نے بھی ان روایات کو صحیح سمجھا ہے اور ان سے استناد کیا ہے۔

علامہ محمد صادق ابراہیم العرجون اپنی تحقیقی تصنیف "محمد رسول اللہ" میں اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں ان کی عبارت معہ ترجمہ ہدیہ قارئین ہے۔

هٰذَا التَّعْلِيْقُ مِنْ هٰذَا الْاِمَامِ النَّاقِدِ الْعَلِيْمِ الَّذِيْ يَجْمَعُ بَيْنَ الْعِلْمِ الْمُصَفّٰى وَالْاِيْمَانِ الزَّكِيِّ هُوَمَا يَجِبُ اَنْ يَّقِفَ عِنْدَهُ النَّاظِرُوْنَ فِيْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَاَعَاجِيْبِهِ الَّتِيْ يُجْرِيْهَا عَلٰى يَدِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُلُّ مَا ثَبَتَتْ مِنْهَا بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ اَوْ حَسَنٍ يَجِبُ الْاِيْمَانُ بِهٖ وَاعْتِقَادُهٗ وَمَا لَمْ يَثْبُتْ كَذٰلِكَ يُوْقَفُ فِيْهِ وَلَا يُرَدُّ وَلَا يُقْبَلُ مَالَمْ يَكُنْ مَرْوِيًّا عَنْ كَذَّابٍ يَضَعُ الْاَحَادِيْثَ وَيَخْتَرِعُ الرِّوَايَاتِ وَ هٰذَا يَجِبُ رَدُّهٗ وَبَهْرَجَتُهٗ وَاِظْهَارُ زَيْفِهٖ۔

"علامہ ابن کثیر جیسے امام، نقاد، اور عالم جو صاف و پاک علم اور پاکیزہ ایمان کی صفت سے متصف ہیں۔ ان کی یہ تعلیق ایسی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کی قدرت کی نشانیاں جو اس کے نبی کے دست مبارک پر ظاہر ہوتی ہیں ان کے سلسلہ میں قارئین یہاں رک جایا کریں۔ پس ہر وہ روایت جو سند صحیح یا سند حسن سے مروی ہو۔ اس پر ایمان لانا اور اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور جو اس طرح ثابت نہ ہو۔ وہاں سکوت اختیار کرنا پڑتا ہے نہ اس کو رد کرے نہ قبول۔ اور اگر اس روایت میں کوئی راوی کذاب یا وضاع

(جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا ہو) تو پھر ایسی روایات کو مسترد کر دیا جاتا ہے اور اس کے عیب کو آشکار کیا جاتا ہے۔ "

جب کفار کی ٹولیاں یکے بعد دیگرے غار کے دروازہ پر پہنچتیں تو اپنے محبوب مکرم کو یوں خطرہ میں دیکھ کر حضرت صدیق بے قرار ہو جاتے۔ عرض کرتے یا رسول اللہ! اگر ان لوگوں نے جھک کر اندر جھانکا تو یہ ہمیں دیکھ لیں گے۔ حبیب کبریا فرماتے ہیں۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا اے ابو بکر! حزن و ملال مت کر واللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ ایک بار پھر ایسی ہی صورت پیدا ہو گئی۔ تو حضرت ابو بکر صدیق سخت بے چین ہو گئے اور عرض کی۔

لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ نَظَرَ اِلٰى قَدَمَيْهِ لَرَاٰنَا فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَاظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا

" یا رسول اللہ! اگر انہوں نے جھک کر اپنے قدموں کی طرف دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر! ان دو کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔ "

نبی کی قوت یقین ملاحظہ ہو۔ یہ ہے توکل علی اللہ کا وہ مقام جو شان رسالت کے شایاں ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اطمینان و تسکین کی ایک مخصوص کیفیت اپنے حبیب مکرم پر نازل فرمائی اور حضور کے صدقے ابو بکر پر بھی اس کا ورود ہوا۔ جس سے ان کی ہر طرح کی پریشانی دور ہو گئی۔ حضور تین دن تک وہاں قیام فرما رہے۔ حضرت اسماء حضرت صدیق کی بڑی صاحبزادی آکر کھانا پہنچا جاتیں۔ آپ کے صاحبزادے ہر روز کی نئی خبریں دے جاتے اور آپ کا چرواہا عامر بن فہیرہ رات کو ریوڑ لے کر آ نکلتا اور تازہ دودھ پیش کرتا۔ حضرت صدیق کے کنبہ کا ہر فرد بلکہ غلام تک اتنے مخلص اور قابل اعتماد تھے کہ کسی نے راز کو افشاء نہ کیا اور گراں قدر انعام کا لالچ ان کے غلام کے دل کو بھی نہ للچا سکا۔ کفار مکہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو شہید کرنے کی جو سازش کی تھی اس طرح ناکام ہوئی اور اللہ کی بات جو ہمیشہ بلند رہتی ہے اس موقع پر بھی بلند رہی ہو گئی۔

سطور بالا کے مطالعہ کے بعد اس آیت کی تشریح کے لئے مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ ایک طالب حق کے لئے اس آیت کا ہر کلمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کا آئینہ دار ہے اور حضور کے یار غار کے لازوال صدق اور بے مثال وفا کا شاہد عادل ہے۔ لیکن ستیاناس ہو تعصب اور ہٹ دھرمی کا کہ یہ دل سے خلوص، عقل سے فہم، زبان سے

اعتراف حق اور قلم سے اظہار صداقت کی جرات سلب کرلیتی ہے اور انسان علم ودانش کے بلند بانگ دعووں کے باوجود ایسی بہکی بہکی باتیں کرنے لگتا ہے کہ سننے والے مارے شرم کے پانی پانی ہوجاتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر بلکہ تحریف کرتے ہوئے بعض شیعہ علماء نے جو کچھ لکھا ہے وہ اس کی ایک دردناک مثال ہے مناسب تو یہ تھا کہ ضیاء النبی کے صفحات ایسے بے معنی مباحث سے پاک رہتے لیکن محبت اہل بیت کی آڑ میں قصر اسلام کو منہدم کرنے کی جو ناپاک کوششیں ہورہی ہیں ان کا تقاضا ہے کہ ان باتوں کو بھی زیر بحث لایا جائے تاکہ سادہ لوح عوام کسی غلط فہمی کا شکار ہوکر متاع ایمان کو گم نہ کر بیٹھیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

بعض شیعہ مصنفین نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو داغدار کرنے کے جنون میں آیت طیبہ پر اس طرح طبع آزمائی کی ہے کہ دل لرز اٹھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت صدیق کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لئے تم اس آیت طیبہ کو پیش کرتے ہو اور کہتے ہو کہ آپ کو سفر ہجرت میں رفاقت کی سعادت حاصل ہوئی لیکن تمہارا یہ قول بے بنیاد ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ابو بکر نے رفاقت کی ہوتی تو اسے وجہ شرف کہا جاسکتا۔ لیکن یہ تو از خود ساتھ ہولئے تھے اور حضور نے اس لئے ان کو ساتھ چلنے سے نہیں روکا کہ مبادا وہ کفار کو مطلع کریں اور اس طرح گرفتار کرادیں۔

جب اللہ تعالیٰ کی توفیق ساتھ چھوڑ دیتی ہے تو انسان ایسی ہی بے سروپا باتیں کرنے لگتا ہے۔ مکہ مکرمہ سے ہجرت کا پروگرام بڑی راز داری سے طے پایا۔ جب کفار قبائل کے نوجوان حضور کے کاشانہ اقدس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے تو حضور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ان کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے تشریف لے گئے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس راز سے حضرت ابو بکر کو کس نے آگاہ کیا۔ یا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگاہ کیا ہوگا اور یا علی مرتضیٰ نے۔ اگر حضور نے آگاہ فرمایا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضور کو حضرت صدیق پر کامل اعتماد تھا۔ ورنہ اپنے دشمن کو ایسے رازوں سے آگاہ کرنا قطعاً قرین دانشمندی نہیں۔ اور اگر حضرت علی نے آگاہ کیا تو ماننا پڑے گا کہ آپ کو بھی صدیق اکبر کے صدق ووفا پر پورا بھروسا تھا اس لئے آگاہ کیا اور اگر ان کو منافق سمجھتے ہوئے (العیاذ باللہ) آگاہ کیا تو پھر حضرت علی کی وفاداری بھی مشکوک ہوجاتی ہے۔ یعنی آپ نے اس راز کو افشاء کرکے حضور کو مشکلات میں مبتلا کرنے کا آغاز کردیا اور اس لایعنی بات کو کوئی ایماندار قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ صدیق کا ایمان وہ ایمان ہے جس پر خدا کو،

رسول خدا کو اور شیر خدا کو مکمل اعتماد ہے۔ اسی لئے ان کو اس راز سے آگاہ بھی کیا گیا اور شریک سفر ہونے کی سعادت بھی ارزانی فرمائی گئی۔ جب حضرت صدیق کے ایمان کی گواہی علیم بذات الصدور خدا نے دی اور نبی کریم نے دی اور علی مرتضیٰ نے تصدیق کی۔ اگر آج کا بے عمل مسلمان صدیق اکبر پر زبان طعن دراز کرنے کی جرأت کرتا ہے تو وہ اپنا ہی کچھ بگاڑتا ہے، صدیق اکبر کی شان میں کمی نہیں ہو سکتی۔ خود اس فرقہ کے علماء نے ان کے اس زعم باطل کی تردید کی ہے۔ چند حوالے ملاحظہ فرمایئے۔

علامہ فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر منہج الصادقین میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

پس پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم شب پنجشنبہ در شہر کہ امیر المؤمنین را بر جائے خود مخوابانید، و خود از خانہ ابو بکر در رفاقت او بیرون آمدہ بداں غار توجہ نمود۔

”رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پنجشنبہ کی رات مکہ مکرمہ میں امیر المؤمنین کو اپنی جگہ پر سونے کا حکم دیا اور خود ابو بکر کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں ہمراہ لے کر باہر آئے اور اس غار کا قصد فرمایا۔“

اس سے واضح ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم خود صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکبر کو سفر ہجرت میں اپنے ہمراہ لے گئے۔

مصنف حملہ حیدری، علامہ باذل نے واقعہ ہجرت کے بارے میں جو لکھا ہے وہ درج ذیل ہے۔ شاید ان دوستوں کے لئے سرمہ چشم بصیرت کا کام دے۔

چنیں گفت راوی کہ سالار دیں
چوں سالم بحفظ جہاں آفریں
زنزدیک آں قوم پر مکر رفت
بسوئے سرائے ابو بکر رفت

راوی کہتا ہے کہ دین کے سالار اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں اس مکار قوم کے محاصرے سے باہر نکلے اور حضرت ابو بکر کے گھر کی طرف تشریف لے گئے۔

پئے ہجرت او نیز آمادہ بود
کہ سابق رسولش خبر دادہ بود

حضور نے انہیں پہلے ہی سفر ہجرت کی خبر دے دی تھی اس لئے وہ سازو سامان کے ساتھ تیار بیٹھے تھے۔

نبی بر در خانہ اش چوں رسید
بگوشش ندائے سفر درکشید
نبی کریم جب ان کے گھر کے دروازے پر پہنچے تو انہوں نے سفر کرنے کی ندا سنی۔

چوں بوبکر زاں حال آگاہ شد
زخانہ بروں رفت ہمراہ شد

حضرت ابو بکر جب اس حال سے خبردار ہوئے تو اپنے گھر سے روانہ ہو کر حضور کے ہمراہ ہوگئے۔

ان دونوں حوالوں سے یہ واضح ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حضرت صدیق کو اپنے ہجرت کے ارادہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ اور انہیں بھی حکم ہوا تھا کہ وہ بھی اس سفر میں ہم رکاب ہونے کے لئے تیار رہیں۔ حضور کفار کے محاصرہ سے بخیریت نکل کر سیدھے حضرت صدیق کے گھر آئے اور انہیں ہمراہ لے کر مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔

آخر میں حضرت امام حسن عسکری کی روایت پیش خدمت ہے امید ہے آپ کے اس ارشاد سے اس تاویل باطل کا طلسم ٹوٹ کر رہ جائے گا۔

تفسیر حسن عسکری میں مروی ہے کہ جب کفار نے حضور کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو جبرئیل حاضر خدمت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچایا۔ کفار کی ریشہ دوانیوں کی اطلاع دی اور یہ پیغام الٰہی بھی گوش گزار کیا وَاَمَرَكَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَا بَكْرٍ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ اس پرخطر سفر میں ابو بکر کو اپنے ہمراہ لے جائیں۔

کیا اب آپ قاضی نور اللہ شوستری کی بات مانیں گے یا گیارہویں امام معصوم حضرت حسن عسکری کے ارشاد کو تسلیم کریں گے۔

معترضین کی کج ادائی کے کرشمے اسی پر ختم نہیں ہوتے بلکہ ایک قدم آگے بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مان لیا ابو بکر کو حضور ساتھ لے گئے تھے اور انہوں نے راستے کی صعوبتیں بھی برداشت کیں لیکن ہمارے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ ان کی نیت بھی خالص تھی اور جب تک خلوص نیت نہ ہو کوئی بڑے سے بڑا عمل بھی مقبول نہیں ہوتا اس لئے حضرت ابو بکر کا سفر ہجرت میں ہم رکاب ہونا ان کے لئے ہرگز باعث فضیلت نہیں۔ یا سبحان اللہ اس ندرت فکر کی بلائیں لینے کو جی چاہتا ہے۔

دوپہر کے وقت اگر کوئی شخص طلوع آفتاب کی دلیل طلب کرے تو اس میں اتنا اچنبھا نہیں جتنا ہمارے ان دوستوں کے اس ارشاد میں ہے۔ وہ شخص جو ایک کامیاب تاجر ہے۔ جس کے پاس مال و ثروت کی فراوانی ہے جسے ہر قسم کی عزت و آسائش میسر ہے۔ بچے ہیں بچیاں ہیں وہ ان سب چیزوں کو ٹھکرا کر ایک ایسی ہستی کا ساتھ دیتا ہے۔ جس کو شہید کرنے کے منصوبے بن چکے ہیں۔ عرب کا بچہ بچہ اس کے خون کا پیاسا ہے۔ خطرات کے مہیب بادل ہر طرف سے بڑھتے چلے آ رہے ہیں جو شخص ان سنگین حالات میں جان ہتھیلی پر رکھ کر اللہ تعالیٰ کے محبوب کی سنگت اختیار کرتا ہے اس کے خلوص نیت پر شک کرنے سے انسان کو شرم آنی چاہئے۔

مزید براں غار میں تین چار روز قیام رہتا ہے۔ اس عرصہ میں حضرت ابو بکر کا بیٹا عبداللہ ہر روز سر شام حاضر ہوتا ہے اور اہل مکہ کے ارادوں سے آگاہ کرتا ہے۔ ان کی صاحبزادی اسماء ہر روز کھانا لے کر آتی ہیں ان کا غلام عامر بن فہیرہ دن بھر ریوڑ چراتا ہے۔ شام کے وقت اسے ہانکتا ہوا غار کے قریب آ کر ڈیرا جماتا ہے دودھ دوہتا ہے اسے گرم کرتا ہے اور خدمت اقدس میں پیش کرتا ہے۔ ابو بکر کا سارا خانوادہ اس جاں نثاری اور خدمت گزاری کا مظاہرہ اس وقت کر رہا ہے جب مکہ والوں نے حضور کو زندہ پکڑ کر لانے یا شہید کر دینے کے لئے ایک سو سرخ اونٹوں کے انعام کا اعلان کر دیا ہے۔ عرب کے کئی طالع آزما شہسوار اس انعام کے لالچ میں اپنے سبک رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر حضور کی تلاش میں اس علاقہ کے چپہ چپہ کو چھان رہے ہیں۔ ادھر یہ خاندان ہے۔ جس کا صرف ایک فرد نہیں بلکہ تمام افراد بچے، بچیاں، حتیٰ کہ زر خرید غلام سب کے دل میں ایک ہی سودا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حبیب اور ان کا محبوب بخیر و عافیت منزل مقصود پر پہنچ جائے۔ انسانیت اور اس کے اخلاقی قدروں پر اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایسے شخص کی حسن نیت پر شک کیا جائے اور شک کرنے والے ایسے لوگ ہوں جنہیں راہ حق میں کبھی کانٹا تک چبھنے کی سعادت بھی نصیب نہ ہوئی ہو۔

پھر کہتے ہیں کہ لغت عرب میں صاحب کا معنیٰ ہے ساتھی، رفیق، ہم نشین۔ اس لفظ میں شرف و فضیلت کی کوئی وجہ نہیں۔ ایک کافر ایک مومن کا، ایک فاسق ایک پارسا کا ساتھی اور ہم نشین ہو سکتا ہے جیسے اس آیت میں ہے۔

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ (۱۸.۳۷)

"یعنی جب اس نے اپنے صاحب (ساتھی) کو کہا جب وہ اس سے گفتگو

کر رہا تھا کیا تم اس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا۔"

اس آیت میں صاحب کا لفظ ہے اور اس سے مراد کافر ہے۔

سورہ یوسف میں یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اے قید خانہ کے دو ساتھیو۔ " (۱۲:۴۲)

اور وہ دونوں بھی کافر تھے بلکہ اہل عرب تو حیوان کو بھی انسان کا صاحب (ساتھی) کہہ دیا کرتے۔

اِنَّ الْحِمَارَ مَعَ الْحِمَارِ مَطِیَّۃٌ ۔ وَاِذَا اَخْلَوْتَ بِہٖ فَبِئْسَ الصَّاحِبُ

اگر ان دوستوں کی یہ بات تسلیم کر لی جائے تو پھر صرف "صاحب" کا لفظ ہی نہیں بلکہ بہت سے الفاظ اپنی عظمت و شرف سے محروم ہو جائیں گے۔ ایمان کے لفظ کو ہی لیجئے اس کا معنی تصدیق کرنا ہے یہ تصدیق اللہ تعالیٰ کی توحید کی بھی ہو سکتی ہے اور طاغوت و جبت کی بھی آیت ملاحظہ ہو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ

"کیا نہیں دیکھا تم نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا حصہ کتاب سے (وہ اب) ایمان لائے ہیں جبت اور طاغوت پر۔" (۴:۵۱)

اسی طرح ہجرت کا لغوی معنی ہے کسی شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر میں چلے جانا یہ ترک وطن اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کی رضا کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور کسی دنیوی منفعت کے لئے، کسی عورت سے شادی رچانے کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح عبادت اللہ تعالیٰ کی بھی ہو سکتی ہے اور معبودان باطل کی بھی۔

وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ

"وہ اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کی پوجا کرتے ہیں جو نہ ضرر پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔" (۱۰:۱۸)

اگر لفظ صاحب، اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے باعث شرف نہیں تو پھر ایمان، ہجرت، عبادت اور دیگر اسلامی مصطلحات بھی شرف و فضیلت سے بے بہرہ ہوں گے اور کسی کو مومن، مہاجر، عابد کہنے سے اس کی قطعاً عزت افزائی نہیں ہوگی۔ درحقیقت ان الفاظ میں عزت و شرف ان کے لغوی معنوں کے اعتبار سے نہیں بلکہ ان کے متعلقات سے ہے۔ ایمان

جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ہوگا، ہجرت جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی۔ عبادت جب اللہ تعالیٰ کی ہوگی تو یہ کلمات معزز و ذیشان ہوں گے۔ اسی طرح صاحب کے لفظ میں فضیلت نہیں بلکہ جس کا وہ صاحب ہے یعنی سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات اسی نسبت نے اس لفظ کو بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اور جو صاحب کے لفظ کا مصداق ہے یعنی صدیق اکبر، اس کو بھی وہ رفعتیں اور سرفرازیاں بخشی ہیں جن کے سامنے فلک الافلاک کی بلندیاں بھی ادب سے سر جھکائے ہوئے ہیں۔

از راہ انصاف آپ ہی بتایئے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے محبوب کی صحبت و معیت اور ایک کافر و فاسق کی صحبت و معیت یکساں ہے؟ کوئی صاحب ایمان ایسا کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ نیز حضرت صدیق کی اس سنگت اور رفاقت کو جس انداز سے بیان کیا گیا ہے وہ بھی اپنے اندر ایک خصوصی شان رکھتی ہے۔

ثانی اثنین کے دو لفظوں میں غور فرمایئے۔ اس قسم کے عدد کا ذکر لغت عرب میں دو طرح سے کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں ثانی اثنین، ثالث ثلاثۃ، رابع اربعۃ وغیرہا، یعنی دو میں سے دوسرا، تین میں سے تیسرا، چار میں سے چوتھا، اس صورت میں پہلا عدد دوسرے عدد کا جزو اور حصہ ہوتا ہے اور اس میں داخل ہوتا ہے۔ دوسری صورت میں یہ ہے کہ ثالث اثنین، رابع ثلاثۃ، خامس اربعۃ۔ یعنی دو کو تین بنانے والا، تین کو چار اور چار کو پانچ بنانے والا۔ اس صورت میں یہ عدد پہلے عدد میں داخل نہیں ہوتا۔ اب اسے اس میں داخل کیا جا رہا ہے پہلے صرف دو تھے۔ اس عدد کے اضافہ سے اب وہ تین ہو گئے۔ پہلے صرف تین تھے۔ بعد میں اضافہ ہوا، اب وہ تین چار بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں ثانی اثنین فرمایا یعنی پہلے جو دو موجود تھے ان دونوں میں سے دوسرا۔ یہ یگانگت، یہ رفاقت، یہ محبت خدا شاہد ہے حضرت صدیق اکبر کا ہی حصہ ہے۔ ان کلمات کے مفہوم کو خود زبان رسالت نے یوں بیان فرمایا ہے۔ اور اس کے بعد شائد کسی قسم کی ہرزہ سرائی کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اسی فرقہ کے ایک فاضل علامہ فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر منہج الصادقین میں اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:۔

"چوں ابو بکر در غار کفار را بدید، مضطرب شد و بسیار خائف گشت و گفت یا رسول اللہ! اگر کسے از مشرکان در زیر قدم خود نگہ کند ہر آئینہ ما را ببیند۔ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فرمود۔

مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا "

" جب ابو بکر نے غار میں سے کفار کو دیکھا تو انہیں بڑا اضطراب لاحق ہوا اور اندیشہ پیدا ہوا۔ عرض کی یا رسول اللہ! اگر مشرکین میں سے کسی نے اپنے پاؤں کی جگہ کو دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے ابو بکر! ان دو کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔ "

اس سے بڑی عزت افزائی کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

ہمارے یہ کرم فرما ' لَا تَحْزَنْ ' کے لفظ سے حضرت صدیق پر الزامات و مطاعن کی بوچھاڑ شروع کر دیتے ہیں۔ آپ بھی سنئے اور ان کی روش بیداد کی داد دیجئے۔

کہتے ہیں کہ " یہ حزن جس سے حضرت ابو بکر کو منع کیا جا رہا ہے یہ طاعت تھا یا معصیت، طاعت تو ہو نہیں سکتا۔ ورنہ اس سے منع نہ کیا جاتا۔ اللہ اور اس کا رسول نیک کاموں سے نہیں روکا کرتے۔ لازماً یہ حزن معصیت ہو گا۔ اس آیت سے ابو بکر کا عاصی اور گنہگار ہونا ثابت ہے نہ کہ آپ کی فضیلت۔

جواباً عرض ہے کہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسل کو حزن اور خوف سے روکا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔

لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ

" اے موسیٰ خوف نہ کرو تم ہی سربلند ہو گے۔ " (۲۰:۶۹)

حضرت لوط کو فرشتوں نے کہا۔

لَا تَحْزَنْ إِنَّا مُنَجُّوكَ وَأَهْلَكَ (۲۹:۳۳)

" اے لوط! حزن نہ کرو ہم تمہیں اور تیرے اہل و عیال کو نجات دینے والے ہیں۔ "

لَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ (۱۰:۶۵)

" اے حبیب! کفار کی باتیں آپ کو حزین و غمگین نہ کریں۔ "

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ - الآیۃ (۶:۳۳)

"اے حبیب! ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو کفار کی باتیں غمزدہ کر دیتی ہیں۔"

کیا ہم ان محققین سے یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ ان آیات کی روشنی میں انبیاء بلکہ سید الانبیاء والرسل علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ان کا فتویٰ کیا ہے۔ یہ خوف اور حزن جس سے انبیاء کو روکا جارہا ہے طاعت تھا یا معصیت، طاعت تو ہو نہیں سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکی سے نہیں روکتا اور یہاں خوف و حزن سے روکا جارہا ہے لازماً معصیت ہوگا۔ اب فرمایئے انبیاء کرام کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حزن اور خوف امور طبعیہ میں سے ہیں۔ بڑے سے بڑا آدمی بھی ان سے دوچار ہوتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی دلجوئی لَا تَخَفْ اور لَا تَحْزَنْ کہہ کر فرماتا ہے۔ نیز حضرت صدیق کو حزن و ملال اپنی ذات کے لئے ہرگز نہ تھا۔ اگر انہیں اپنی جان پیاری ہوتی اور اپنا آرام عزیز ہوتا تو وہ اس پرخطر سفر میں سنگت ہی نہ کرتے انہیں اگر کوئی غم تھا یا کوئی حزن تھا، اگر کوئی اندیشہ تھا تو فقط یہ کہ ان کے ہادی و مرشد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو مبادا کوئی گزند پہنچے ورنہ یہ بزم عالم درہم برہم ہوجائے گی۔ گلشن ہستی میں خاک اڑنے لگے گی، عروس گیتی کا سہاگ لٹ جائے گا۔ ارض و سما کی یہ رونقیں، یہ روشنیاں، یہ بہاریں ہمیشہ کے لئے ناپید ہوجائیں گی۔ اپنے محبوب کو خطرے میں گھرا دیکھ کر صدیق کے حزن و ملال کی حد نہ رہی۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا اے میرے یار باوفا! غم نہ کر بے شک اللہ تعالیٰ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ جب ہمارے ساتھ ہمارا خدا ہے تو یہ کفار ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

'مَعَنَا' کا لفظ بھی غور طلب ہے۔ معیت الٰہی کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک معیت علم ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے اور اپنے علم کے ذریعہ ہر چیز کے ساتھ ہے، جیسے اس آیت میں ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۖ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، کوئی تین آدمی مشورہ کرنے والے نہیں ہوتے جب کہ وہ ان کا چوتھا نہ ہو اور نہ پانچ مشورہ کرنے والے ہوتے ہیں جب کہ وہ

ان کا چھٹا نہ ہو اور نہ اس تعداد سے کم ہوتے ہیں نہ زیادہ، وہ ہر صورت میں ان کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ کہیں بھی مشورہ کر رہے ہوں۔ "

(سورہ مجادلہ: ۷)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے ساتھ ہوتا ہے ایسی معیت میں کوئی فضیلت نہیں بلکہ اس میں تہدید اور سرزنش ہے۔ خبردار اگر تم نے نافرمانی کی تو ہماری گرفت سے تم بچ نہیں سکتے۔ معیت الٰہی کی دوسری قسم وہ ہے جو متقین اور محسنین کو حاصل ہوتی ہے ارشاد باری ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (۱۲۸:۱۶)

"بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور ان کے ساتھ ہے جو نیکوکار ہیں۔ "

اس معیت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے ان کی دستگیری کرتا رہتا ہے اور اپنے لطف سے ان کو نوازتا رہتا ہے۔

معیت الٰہی کی تیسری قسم وہ ہے جو انبیاء و رسل کو میسر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر دشمن کے مقابلہ میں ان کی تائید و نصرت فرماتا ہے۔ ہر میدان میں وہ کامیاب و سرفراز ہوتے ہیں اور کفر و باطل کے سرغنے ذلیل و رسوا ہوتے ہیں اور ان تمام اقسام سے اعلیٰ و ارفع معیت الٰہی کی وہ قسم ہے جو سید الانبیاء والرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے یار وفادار کو إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فرما کر اس خصوصی معیت میں شرکت کی سعادت ارزانی فرمائی۔

فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا أَكْرَمَكَ وَمَا أَجْوَدَكَ
جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا وَعَنْ سَائِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا أَوْفَاكَ
وَمَا أَسْعَدَ حَظَّكَ۔

ایک روز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شاعر دربار نبوت حضرت حسان سے پوچھا کہ اے حسان! کیا تم نے شان صدیق میں بھی کچھ اشعار کہے ہیں؟ انہوں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ! میں نے آپ کے یار غار کی مدحت سرائی بھی کی ہے۔ فرمایا سناؤ میں سننا چاہتا ہوں۔ حسان نے عرض کیا۔

وَثَانِيَ اثْنَيْنِ فِي الْغَارِ الْمُنِيْفِ وَقَدْ طَافَ الْعَدُوُّ بِهِ إِذْ صَعِدَ الْجَبَلَا

"آپ دو میں سے دوسرے تھے اس بابرکت غار میں اور دشمن نے اس کے اردگرد چکر لگایا جب وہ پہاڑ پر چڑھا۔"

وَكَانَ حِبَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَدْ عَلِمُوْا مِنَ الْبَرِيَّةِ لَمْ يَعْدِلْ بِهِ الرَّجُلَا

"ابوبکر اللہ تعالیٰ کے رسول کے محبوب تھے اور لوگوں کو اس بات کا علم تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری مخلوق میں سے کسی کو آپ کا ہم پلہ نہیں سمجھتے۔"

حسان کے یہ شعر سن کر حضور ہنس پڑے۔ فرمایا اے حسان تم نے سچ کہا ہے۔ ابوبکر ایسے ہی ہیں۔ (ابن عساکر، ابن زہری عن انس)

اللہ تعالیٰ راہ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور شمع جمال مصطفوی کے پروانوں کی عزت و احترام اور پیروی کی سعادت سے بہرہ اندوز کرے۔ آمین بجاہ طٰہٰ ویٰس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم۔ (اقتباس از ضیاء القرآن سورۃ توبہ صفحات ۲۰۶ تا ۲۱۳ جلد دوم)

مکہ سے فخر الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے روانہ ہونے کے بعد اہل مکہ کی سرگرمیاں

رات بھر کاشانہ نبوت کا محاصرہ کرنے والوں کو طلوع صبح کے بعد جب معلوم ہوا کہ حضور تشریف لے گئے ہیں تو ان پر کوہ الم ٹوٹ پڑا۔ مایوسی اور محرومی کے باعث ان کے اوسان خطا ہوگئے دوسرے رؤساء قریش کو جب اس کا علم ہوا تو ان کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔ انھوں نے اعلان عام کر دیا کہ جو شخص انہیں زندہ یا مردہ پکڑ کر لے آئے گا اسے سو اونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے۔ مشرکین مکہ تو پہلے ہی حضور کے خون کے پیاسے تھے اب جب اس گراں قدر انعام کا اعلان سنا تو دیوانہ وار اپنے برق رفتار گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر ہر طرف پھیل گئے۔

اس اثناء میں رؤساء قریش کا ایک گروہ دندناتا ہوا حضرت صدیق کے گھر پہنچا ابوجہل اس گروہ کی قیادت کر رہا تھا۔ وہاں پہنچے تو دروازہ بند پایا بڑے زور سے اسے کھٹکھٹایا۔ حضرت اسماء باہر تشریف لائیں انھوں نے دریافت کیا۔ اے ابوبکر کی بیٹی! تیرا باپ کہاں ہے۔ حضرت اسماء نے جواب دیا مجھے کیا خبر کہ وہ کہاں ہیں۔ ابوجہل غصہ سے بے قابو ہو گیا اور بڑے زور سے طمانچہ آپ کے چہرے پر رسید کیا جس سے آپ کے رخسار سرخ ہوگئے۔ اور ان کے کان کا آویزہ ٹوٹ کر نیچے گر پڑا۔ کچھ دیر کے بعد ایک اور واقعہ پیش آیا اس واقعہ کے

راوی حضرت یحییٰ بن عبادؓ ہیں جو اپنے والد عباد سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں ان کی دادی حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے بتایا۔

کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے تشریف لے گئے۔ تو حضرت ابو بکر بھی حضور کے ساتھ تھے گھر سے جاتے ہوئے گھر میں جو نقدی تھی وہ بھی ساتھ لے لی۔ یہ پانچ یا چھ ہزار درہم تھے۔ علامہ بلاذری انساب الاشراف میں لکھتے ہیں۔

کہ جس روز حضرت صدیق اکبر مشرف باسلام ہوئے اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار نقد درہم تھے جس دن مدینہ طیبہ کی طرف اپنے محبوب کی معیت میں سفر ہجرت پر روانہ ہوئے اس وقت ان کے پاس صرف چار پانچ ہزار درہم تھے اپنے بیٹے عبداللہ کو بھیجا کہ وہ رقم بھی گھر سے لے آئے چنانچہ حضرت عبداللہ نے یہ نقدی بھی غار ثور میں آپ کو پہنچادی۔ (۱)

حضرت اسماء کہتی ہیں کہ میرے دادا ابو قحافہ جن کی بینائی جاتی رہی تھی ہمارے پاس آئے اور کہا مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے باپ نے تمہیں بے آسرا چھوڑ کر ازحد تکلیف پہنچائی ہے اور ساتھ ہی اپنا سرمایہ بھی ساتھ لے گیا ہے اور تمہیں غربت وافلاس کے حوالے کر گیا ہے میں نے انہیں تسلی دینے کیلئے کہا۔

كَلَّا يَا اَبَتِ اِنَّهٗ قَدْ تَرَكَ لَنَا خَيْرًا كَثِيْرًا

"اباجان! ایسا ہرگز نہیں وہ تو ہمارے لئے خیر کثیر چھوڑ گئے ہیں۔"

آپ فرماتی ہیں کہ دیوار میں جو مخزن تھا جہاں آپ نقدی رکھا کرتے تھے وہاں میں نے پتھر رکھ دیئے اور ان کے اوپر کپڑا ڈال دیا۔ پھر میں اپنے دادا کے ہاتھ کو پکڑ کر لے گئی اور کہا اباجان! یہ مال رکھا ہوا ہے اس پر ہاتھ رکھ کر آپ ٹٹول لیجئے۔ انہوں نے اس کپڑے پر ہاتھ رکھ کر ٹٹولا اور مطمئن ہو کر کہنے لگے کوئی حرج نہیں۔ اگر اس نے اتنا مال تمہارے لئے پیچھے چھوڑا ہے اس نے بہت اچھا کیا ہے۔ میں نے تو صرف اپنے دادا کو مطمئن کرنا چاہتی تھی ورنہ میرے والد ماجد ایک درہم تک بھی گھر چھوڑ کر نہیں گئے تھے۔ (۲)

۱۔ انساب الاشراف، جلد ۱، ص ۲۶۱

۲۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۱۰۲

غار میں قیام

تین روز غار میں قیام رہا حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما دن بھر مکہ میں رہتے قریش کے باہمی مشوروں اور پروگراموں کے بارے میں معلومات حاصل کرتے۔ شام کے بعد غار میں حاضر خدمت ہو کر مکہ اور اہل مکہ کے حالات گوش گزار کرتے۔ عامر بن فہیرہ دن بھر ریوڑ چراتے اور شام کے وقت بکریاں ہانک کر غار کے قریب لاتے پھر عامر اور حضرت صدیق بکریوں کو دوہتے دودھ گرم کرتے اور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے۔ حضرت عبداللہ رات وہاں بسر کرنے کے بعد منہ اندھیرے ہی مکہ واپس پہنچ جاتے عامر بھی اپنی بکریاں چرانے کے لئے انہیں لے کر جنگل میں چلے جاتے۔ جہاں جہاں حضرت عبداللہ کے پاؤں کے نشان ہوتے وہاں سے بکریاں گزارتے تاکہ ان کے نشان باقی نہ رہیں اور کفار کا کوئی کھوجی ان نشانوں کے ذریعہ حضور کا سراغ نہ لگالے تین دن گزرنے کے بعد کفار کی دوڑ دھوپ برائے نام رہ گئی ان تین دنوں میں انہوں نے اس سارے علاقہ کی خاک چھان ماری کوئی راستہ، کوئی جنگل اور کوئی غار ایسی نہ چھوڑی جس کو اچھی طرح انہوں نے کھنگال نہ لیا ہو۔ اپنی پیہم ناکامیوں کے باعث ان کی ترک تازیوں میں وہ دم خم نہ رہا۔ مسلسل مایوسیوں نے ان کے ولولوں کو سرد کر دیا۔

تیسرے روز حسب وعدہ عبداللہ بن اُرَیقط جسے راہبری کیلئے مقرر کیا گیا تھا۔ اونٹنیاں لے کر پہنچ گیا۔ حضرت اسماء بھی کھانا پکا کر لے آئیں۔ لیکن توشہ دان باندھنے کیلئے کوئی ڈوری ساتھ لانا بھول گئیں۔ جب توشہ دان کو اونٹ کے کجاوہ کے ساتھ باندھنے لگیں تو رسی ندارد اس وقت آپ نے اپنا کمر بند کھولا پھاڑ کر اسے دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ کو اپنا کمر بند بنالیا اور دوسرے حصہ سے توشہ دان کو باندھا۔ اسی وجہ وہ ذات النطاقین (دو کمر بندوں والی) کے لقب سے مشہور ہو گئیں۔ (۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یثرب کی طرف روانہ ہونے کیلئے غار سے باہر تشریف لے آئے ان دو اونٹنیوں میں سے جو بہترین اونٹنی تھی۔ حضرت ابو بکر نے حضور کی خدمت میں پیش کی اور عرض کی۔ اِرْكَبْ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللهِ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۹۹

سواری فرمایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنِّیْ لَا اَرْکَبُ بَعِیْرًا لَیْسَ لِیْ

یعنی میں اس اونٹ پر سوار نہیں ہوں گا جو میرا نہ ہو۔

آپ نے عرض کی۔

ھِیَ لَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ

یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ حضور کا ہی ہے۔

حضور نے فرمایا نہیں۔ پہلے بتاؤ تم نے اس کی کتنی قیمت ادا کی ہے۔

آپ نے عرض کیا۔ میں نے اسکے اتنے درہم ادا کئے ہیں۔

فرمایا اس قیمت کے عوض میں یہ اونٹنی خرید تا ہوں۔ چنانچہ حضور اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور حضرت صدیق دوسری اونٹنی پر سوار ہوئے۔

انہوں نے حضرت عامر بن فہیرہ کو اپنے پیچھے بٹھایا ان کو اس لئے ہمراہ لیا تاکہ اثنائے سفروہ حضور کی خدمت بجالا سکیں۔ (۱)

حضور جس اونٹنی پر سوار ہوئے اس کا نام الجدعاء تھا۔ اس کے علاوہ حضور کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام العضباء تھا۔ اس دوسری اونٹنی کا ذکر اس حدیث میں ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ قیامت کے روز اسے بھی زندہ کیا جائے گا۔ حضرت صالح اس پر سوار ہوں گے۔ ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا حضور بھی اس روز اپنی ناقہ العضباء پر سوار ہوں گے فرمایا نہیں عضباء پر میری لخت جگر فاطمہ سوار ہوگی میری سواری کیلئے اس روز براق پیش کیا جائے گا۔ وہاں قریب ہی حضرت بلال کھڑے ہوئے تھے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

وَیُحْشَرُ ھٰذَا عَلٰی نَاقَۃٍ مِّنْ نُّوْقِ الْجَنَّۃِ

اور یہ شخص اس روز جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہو گا۔ (۲)

یہ بابرکت قافلہ چار افراد پر مشتمل تھا۔ سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت صدیق اکبر، عامر بن فہیرہ (چرواہا) رضی اللہ عنہما۔ عبداللہ بن اُرَیقط جسے بطور راہبر مقرر کیا گیا تھا۔

راستہ میں اگر کوئی آدمی ملتا اور حضرت صدیق اکبر سے حضور کے بارے میں پوچھتا کہ یہ کون

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۱۰۰

۲۔ الروض الانف، جلد ۲، صفحہ ۲۳۰ - ۲۳۱
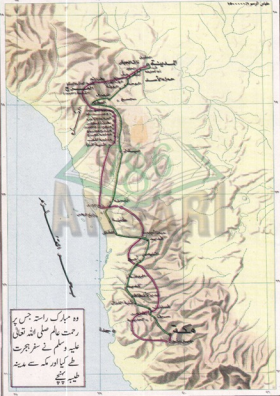
المدينة
مكة
وہ مبارک راستہ جس پر
رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے سفر ہجرت
طے کیا اور مکہ سے مدینہ
طیبہ پہنچے

صاحب ہیں آپ جواب میں فرماتے۔ رَجُلٌ يَهْدِينِي الطَّرِيْقَ یہ مجھے راستہ بتانے والے ہیں۔

شاہراہ ہجرت

مکہ اور یثرب کے مکینوں کی ایک دوسرے کے ہاں آمدورفت عام تھی باہمی رشتہ داریاں بھی تھیں تجارتی تعلقات بھی تھے اہل مکہ یثرب کی بہترین کھجوریں خریدنے کیلئے عام طور پر وہاں جایا کرتے اور اہل یثرب مراسم حج ادا کرنے کے لئے مکہ آیا کرتے۔ اس لئے ایسے راستے معروف تھے جو دونوں شہروں کو ملاتے تھے لیکن اس مبارک کارواں کیلئے ان راستوں میں سے کسی کو اختیار کرنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ کیونکہ قوی اندیشہ تھا کہ مشرکین ان کے تعاقب میں ضرور نکلیں گے اس لئے ماہر راہبر عبداللہ بن اُرَیْقِط نے اس پُر خطر سفر کیلئے ایک غیر معروف راستہ اختیار کیا جس راستہ سے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ لے گیا اس کی تفصیل علامہ ابن ہشام نے علامہ ابن اسحاق سے اپنی کتاب سیرت میں نقل کی ہے انہیں کی عبارت کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ علامہ ابن اسحاق نے بتایا۔ کہ

حضور اور حضور کے یار غار کا راہبر عبداللہ انہیں لے کر جب غار سے چلا تو پہلے مکہ کے نشیبی علاقہ سے گزر کر ساحل سمندر کا رخ کیا۔ اور عسفان کے نیچے سے گزرتے ہوئے عمومی راستہ پر آگیا۔ وہاں سے اَمَجْ گاؤں کے نیچے سے گزر پھر قُدَید سے گزرتا ہوا عام راستہ پر آگیا۔ وہاں سے چلتے چلتے خرار وہاں سے المرۃ کے موڑ پر پہنچا وہاں سے لِقْف آیا۔ وہاں سے چل کر مَدْلَجَہ لِقف پہنچا۔ بیچ بیچ سے گزرتا ہوا مدلجہ مجاج، پھر وہاں سے مرج مجاج پھر وہاں سے مرجح ذی الغضوین پہنچا۔ وہاں سے ذی کشر وہاں سے جداجد سے گزرتا ہوا اجرد آیا پھر ذا اسلم سے ہوتے ہوئے مدلجہ تعہن اور وہاں سے عبابید پہنچا۔

اسے عبابیب بھی کہا گیا ہے وہاں سے فاجہ پہنچا وہاں سے نیچے اتر کر عرج آیا۔ یہاں پہنچ کر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی اسلم کے ایک آدمی جس کا نام اوس بن حجر تھا کو ایک اونٹ پر سوار کیا اور مدینہ کی طرف بھیجا اور اس کے ساتھ ایک غلام جس کا نام مسعود بن ہُنیدہ تھا روانہ کیا تاکہ یہ لوگ اہل یثرب کو سرور عالم کی آمد کی اطلاع دیں۔

عرج سے وہ عائر کے موڑ تک پہنچا اور رکوبہ کے موڑ کی دائیں طرف سے گزرتا ہوا رئم کی وادی میں اترا۔ اور یہاں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صدیق اکبر کو لے کر قبا پہنچا جہاں حضور کے غلام حضور کے لئے چشم براہ تھے۔

یہ سفر بارہ دن میں طے ہوا۔ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی اور سوموار کا دن تھا۔ حضور اس وقت پہنچے جب سورج ڈھلنے کے بالکل قریب تھا اور دھوپ بڑی شدت سے چمک رہی تھی۔

تشریحات

اس مبارک سفر میں جن جن مقامات سے گزر ہوا ان کے نام سیرت ابن ہشام سے نقل کر کے پیش کر دیئے گئے ہیں یہ گاؤں، یہ پڑاؤ، یہ موڑ بہت غیر معروف ہیں۔ اگر اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرب جغرافیہ دانوں نے ان کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کو ذکر کر دیا جائے تو قارئین کیلئے خالی از فائدہ نہ ہو گا۔

عُسفَان: ۔ یہ مکہ سے دو منزل کے فاصلے پر ہے اور جحفہ اور مکہ کے درمیان بارشی پانی کی گزرگاہ کے کنارے پر یہ بستی آباد ہے۔ یاقوت حموی نے کہا ہے کہ جُحفہ مکہ سے تین منزل کے فاصلے پر ہے۔

اَمَج: ۔ ابو منذر کہتے ہیں کہ اَمَج اور ہران دو وادیاں ہیں جو بنی سلیم کے حرہ سے نکلتی ہیں اور سمندر میں آکر گرتی ہیں۔ قالہ الیاقوت۔

قُدَیْد: ۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان یہ ایک موضع ہے جہاں پانی کا ایک چشمہ ہے یاقوت کہتے ہیں کہ یہ موضع مکہ سے قریب ہے۔ ابن الکلبی کا قول ہے کہ جب تبع بادشاہ اہل مدینہ کے ساتھ لڑائی کرنے کے بعد یہاں پہنچا تو یہاں آکر خیمہ زن ہوا یہاں سخت آندھی چلی جس نے اس کے ہمراہیوں کے خیموں کو الٹ دیا۔ اسی وجہ سے یہ موضع قُدَید کے نام سے مشہور ہے۔

اَلْفَرار: ۔ یہ جگہ حجاز میں جُحفہ کے قریب ہے اور مدینہ کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔

ثَنِیۃُ المرءِ۔ سہیل کہتے ہیں کہ اس کی راہ پر شد نہیں۔

لَقْفَا۔ ابن اسحاق نے اسے لقفا کہا ہے اور ابن ہشام نے اسے لَفْتا کہا ہے۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان یہ بھی ایک موڑ کا نام ہے۔ اور الحجبی کہتے ہیں کہ قدید کے پہاڑ میں ایک موڑ کا نام ہے۔

مدلِجہ مجاج۔ ایک گاؤں کا نام ہے۔

ذِی کشر۔ ایک گاؤں کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔

جَدَاجِدُ۔ یہ جمع ہے اس کا واحد جُدجُد ہے پرانے کنوئیں کو کہتے ہیں یاقوت کہتے ہیں کہ یہاں پرانے زمانے کے بہت سے کنوئیں تھے اور انہیں جداجِد کہا جاتا تھا۔

اَجْرَدُ۔ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں بنوجُہینہ قبیلہ آباد تھا۔ یہ مدینہ اور شام کے درمیان واقع ہے۔

تِعْہِن۔ یہ ایک چشمہ کا نام ہے۔ یہاں جو شہر آباد ہوا وہ بھی اس نام سے معروف ہوا یہ السُّقیہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔

اَلْعَبَابِید۔ اسے العبابیب بھی پڑھا گیا ہے۔

القاحہ۔ اسے الفاجہ بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ مدینہ طیبہ سے سقیہ کی سمت میں تین منزل پر واقع ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جس میں دو کنوئیں ہیں جن کا پانی بہت میٹھا اور بکثرت ہے۔

اَلْعَرج۔ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گھاٹی ہے اور حاجیوں کے راستہ پر واقع ہے۔

ثَنِیۃُ العائر۔ یہ بھی ایک پہاڑی موڑ کا نام ہے۔

رَکُوبَہ:۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان العرج کے قریب ایک پہاڑی گھاٹی کا نام ہے۔

رِئم:۔ مدینہ طیبہ سے چار منزل کی مسافت پر ایک موضع کا نام ہے۔

قبا:۔ ایک مشہور بستی ہے جس کے بارے میں کسی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔
طریق الہجرۃ کا نقشہ اطلس تاریخ اسلام کے صفحہ ۶۳ کے نقشہ سے لیا جائے)
نوٹ:۔ یہ تمام تفصیلات سیرت ابن ہشام جلد دوم کے حاشیہ سے منقول ہیں جو صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۸ پر درج ہیں۔

اثنائے سفر واقعات

یہ بابرکت قافلہ لق و دق ریگستانوں، کٹھن پہاڑی راستوں، دشوار گزار وادیوں کو عبور کرتا ہوا اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ بغیر آرام کئے وہ پورا دن آنے والی پوری رات اور دوسرے دن دوپہر تک یہ ناقہ سوار کہیں نہ رکے۔ مسلسل سفر کی تھکاوٹ، رات کی بے خوابی، سنگلاخ وادیاں اور ریگستان طے کرنے کے باوجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تھکاوٹ اور درماندگی کا اظہار کیا نہ رات بھر جاگتے رہنے کا شکوہ کیا بڑی ہمت و عزیمت کے ساتھ حضور نے یہ پر خطر سفر جاری رکھا۔ دوسرے دن جب دوپہر ہو گئی تیز دھوپ، گرم لو اور تپتی ہوئی زمین۔ کے باعث حضرت ابو بکر صدیق نے یہ طے کیا کہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آرام فرمانے کی کوئی جگہ تلاش کریں۔ آپ نے چاروں طرف نظر دوڑائی تا کہ کہیں کوئی سایہ دار درخت نظر آ جائے۔ تاکہ اس کے نیچے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر استراحت فرمالیں۔ دور دور تک درخت تو کوئی نظر نہ آیا البتہ ایک چٹان دکھائی دی جس کا کچھ سایہ عین دوپہر کے وقت بھی موجود تھا۔ آپ وہاں گئے جھاڑو دیا پتھریلی چٹانوں کے نوک دار کونوں کو ہموار کیا۔ ان پر چادر بچھا دی۔ پھر عرض کی میرے آقا! تشریف لائیے اور تھوڑی دیر آرام فرمائیے۔ حضور تشریف لائے اور آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔

حضرت ابو بکر اپنے آقا کو سُلا کر پہرے کا فریضہ ادا کرنے کے لئے چٹان پر چڑھ گئے اور دور دور تک نگاہ دوڑانے لگے یہ دیکھنے کے لئے کہ کوئی تعاقب کرنے والا ہمارے پیچھے تو نہیں آ رہا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک چرواہا اپنے ریوڑ کو لے کر اس چٹان کی طرف آ رہا ہے۔ اور شائد

اس کے سائے میں خود بھی آرام کرنا چاہتا ہے۔ اور اپنی بکریوں کو بھی اس چلچلاتی دھوپ سے کچھ دیر کے لئے محفوظ کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہ ریوڑ کس کا ہے جس کو تم چرا رہے ہو۔ اس نے اپنا نام بھی بتایا اور اپنے مالک کا نام بھی۔ آپ اس کے مالک کو پہلے سے جانتے تھے آپ نے بڑی نرمی سے اس چرواہے کو کہا کہ کوئی بکری دوہ دو۔ جب وہ دودھ دوہنے لگا تو آپ نے فرمایا پہلے بکری کے تھن صاف کر لو۔ پھر اپنے ہاتھ جھاڑ لو کہ گرد و غبار اتر جائے۔ اس نے ایسا ہی کیا آپ نے اسے ایک برتن دیا اور اس برتن کے منہ پر ایک کپڑا رکھ دیا تاکہ دودھ چھن کر اس برتن میں جائے۔ دودھ لے کر اسے پانی میں رکھا تاکہ وہ ٹھنڈا ہو جائے پھر اس ٹھنڈے دودھ کو لے کر اللہ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور اس وقت تک بیدار ہو چکے تھے۔ عرض کی یا رسول اللہ حضور کے لئے میں تازہ دودھ ٹھنڈا کر کے لایا ہوں۔ نوش فرمائیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا یہاں تک کہ حضرت صدیق خوش ہو گئے۔ پھر دونوں رفیق اللہ کی حفاظت میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ (۱)

اُمِ معبد

چٹان کے سائے میں دوپہر گزارنے کے بعد پھر دونوں روانہ ہو گئے۔ اثنائے سفر راستہ میں ایک خیمہ کے پاس سے گزر ہوا۔ خیمہ کے باہر ایک باوقار خاتون بیٹھی ہوئی تھی اس کا تعلق بنی خزاعہ کے قبیلہ سے تھا اس کا نام عاتکہ بنت خلف بن معبد بن ربیعہ تھا اور ام معبد کی کنیت سے مشہور تھی۔ صدیق اکبر نے اس سے دریافت کیا کیا اس کے پاس فروخت کرنے کے لئے گوشت اور کھجوریں ہیں۔ اس نے کہا لَوْ كَانَ عِنْدَنَا شَيْءٌ مَا أَعْوَزَكُمُ الْقِرَى اگر ہمارے پاس کوئی چیز ہوتی تو ہم تمہاری میزبانی میں کبھی کوتاہی نہ کرتے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ طویل خشک سالی نے اس علاقہ کو قحط زدہ کر دیا تھا۔ کوئی چیز دستیاب نہیں ہوتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ اس کے خیمے کے ایک کونے میں ایک بکری کھڑی ہے۔ حضور نے پوچھا۔ اے ام معبد! یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے عرض کیا یہ وہ بکری ہے جو کمزوری کی وجہ سے دوسرے ریوڑ کے ساتھ چرنے کے لئے نہیں جا سکی اور یہیں کھڑی رہ گئی۔ حضور نے پوچھا کیا اس کی کھیری میں کچھ دودھ ہے اس نے عرض کی یہ بڑی لاغر ہے اس میں

۱۔ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۵۷

دودھ کہاں۔ حضور نے فرمایا کیا تم مجھے اس بات کی اجازت دیتی ہو کہ میں اس کو دوہ لوں اس نے کہا اگر اس میں کوئی دودھ ہے تو بڑی خوشی سے دوہ لیجئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لے کر اس پر ہاتھ پھیرا اور اس کی کھیری کو اپنے ہاتھوں سے مَس کیا۔ فوراً اس میں دودھ اتر آیا۔ حضور نے فرمایا بڑا برتن لے آؤ۔ چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دوہنا شروع کیا اس میں جھاگ اٹھنے لگی یہاں تک کہ وہ برتن بھر گیا۔ حضور نے باصرار پہلے ام معبد کو دودھ پلایا پھر اپنے ساتھیوں کو دودھ پلایا جب سب نے خوب سیر ہو کر پی لیا تو آخر میں اس ساقی کوثر نے خود دودھ نوش فرمایا اور فرمایا " سَاقِی الْقَوْمِ اٰخِرُهُمْ " کہ قوم کو پلانے والا سب سے آخر میں پیتا ہے۔ حضور پُر نور نے ایک بار پھر اس بکری کو دوہنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ برتن پھر بھر گیا اور اسے ام معبد کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد حضور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد اس بوڑھی کا خاوند ابو معبد اپنی لاغر دبلی پتلی بکریوں کو ہانکتے ہوئے گھر لے آیا۔ جو لاغری کی وجہ سے جھول رہی تھیں اور ان کی ہڈیوں میں گودہ تک بھی خشک ہو گیا تھا۔ اس نے جب دودھ کا بھرا ہوا برتن دیکھا تو حیران ہو کر پوچھنے لگا اے ام معبد! یہ دودھ کی نہر کہاں سے جاری ہو گئی گھر میں تو کوئی شیر دار جانور نہیں تھا اور جو بکری تھی اس کے تو تھنوں میں دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔

ام معبد نے کہا۔ ایسا نہیں، بخدا ہمارے پاس سے ایک مبارک آدمی گزرا ہے اور پھر اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا اس کے شوہر نے کہا اس کا حلیہ تو بیان کرو۔ خدا کی قسم مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس کی تلاش میں قریشی مارے مارے پھر رہے ہیں۔

اس وقت ام معبد نے اس پیکرِ نور کی جو دل آویز تصویر کشی کی آپ بھی اس کا مطالعہ فرمائیے اور لطف اٹھائیے اور دیکھئے کہ عرب کی اس بادہ نشین خاتون کو اللہ تعالیٰ نے کیسی حقیقت شناس آنکھ اور کیسی حقیقت ترجمان زبان عطا فرمائی تھی۔

فَقَالَتْ	"ام معبد کہنے لگی۔"
رَأَيْتُ رَجُلًا ظَاهِرَ الْوَضَاءَةِ حَسَنَ الْخُلُقِ	"میں نے ایک ایسا مرد دیکھا جس کا حسن نمایاں تھا۔"
مَلِيحَ الْوَجْهِ	"جس کی ساخت بڑی خوبصورت اور چہرہ ملیح تھا۔"

لَمْ تَعِبْهُ ثُجْلَةٌ وَلَمْ تُزْرِ بِهٖ صَعْلَةٌ
"نہ بڑھی ہوئی توند اسے معیوب بنا رہی تھی، نہ پتلی گردن اور چھوٹا سر اس میں نقص پیدا کر رہا تھا۔"

قَسِيْمٌ وَسِيْمٌ
"بڑا حسین، بہت خوبرو۔"

فِيْ عَيْنَيْهِ دَعَجٌ وَفِيْ اَشْفَارِهٖ وَطَفٌ
"آنکھیں سیاہ اور بڑی، اور پلکیں لانبی۔"

وَفِيْ صَوْتِهٖ صَحَلٌ
"اس کی آواز گونج دار تھی۔"

اَحْوَلُ۔ اَكْحَلُ
"سیاہ چشم، سرگیں۔"

اَزَجُّ۔ اَقْرَنُ
"دونوں ابرو باریک اور ملے ہوئے۔"

وَفِيْ عُنُقِهٖ سَطَعٌ
"گردن چمکدار تھی۔"

وَفِيْ لِحْيَتِهٖ كَثَاثَةٌ
"ریش مبارک گھنی تھی۔"

اِذَا صَمَتَ فَعَلَيْهِ الْوَقَارُ
"جب وہ خاموش ہوتے تو پر وقار ہوتے۔"

وَاِذَا تَكَلَّمَ سَمَا وَعَلَاهُ الْبَهَاءُ
"جب گفتگو فرماتے تو چہرہ پُرنور اور بارونق ہوتا۔"

حُلْوُ الْمَنْطِقِ
"شیریں گفتار۔"

فَصْلٌ لَا نَزْرٌ وَلَا هَذْرٌ
"گفتگو واضح ہوتی نہ بے فائدہ ہوتی اور نہ بیہودہ۔"

كَاَنَّ مَنْطِقَهٗ خَرَزَاتُ نَظْمٍ يَتَحَدَّرْنَ
"گفتگو موتیوں کی لڑی ہوتی جس سے موتی جھڑ رہے ہوتے۔"

اَبْهَى النَّاسِ وَاَجْمَلُهٗ مِنْ بَعِيْدٍ
"دور سے دیکھنے پر سب سے زیادہ بارعب اور جمیل نظر آتے۔"

وَاَحْسَنُهٗ مِنْ قَرِيْبٍ
"اور قریب سے دیکھا جائے تو سب سے زیادہ خوبرو اور حسین دکھائی دیتے۔"

رَبْعَةٌ
"قد درمیانہ تھا

لَا تَشْنَأُهٗ عَيْنٌ مِنْ طُوْلٍ
نہ اتنا طویل کہ آنکھوں کو برا لگے۔"

لَا تَقْتَحِمُهٗ عَيْنٌ مِنْ قِصَرٍ
"نہ اتنا پست کہ آنکھیں حقیر سمجھنے لگیں۔"

غُصْنٌ بَيْنَ غُصْنَيْنِ فَهُوَ اَنْضَرُ الثَّلَاثَةِ مَنْظَرًا وَاَحْسَنُهُمْ قَدْرًا	"آپ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ کی مانند تھے جو سب سے زیادہ سرسبز و شاداب اور قد آور ہو۔"
لَهٗ رُفَقَاءُ يَحُفُّوْنَ بِهٖ	"ان کے ایسے ساتھی تھے جو ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے۔"
اِذَا قَالَ اسْتَمَعُوْا لِقَوْلِهٖ	"اگر آپ انہیں کچھ کہتے تو فوراً اس کی تعمیل کرتے۔"
وَاِنْ اَمَرَ تَبَادَرُوْا اِلٰى اَمْرِهٖ	"اگر آپ انہیں حکم دیتے تو وہ فوراً اس کو بجالاتے۔"
مَحْفُوْدٌ مَحْشُوْدٌ	"سب کے مخدوم، سب کے محترم۔"
لَا عَابِسٌ وَلَا مُفَنَّدٌ	"نہ وہ ترش رو تھے نہ ان کے فرمان کی مخالفت کی جاتی تھی۔" (۱)

ابو معبد نے اپنی زوجہ ام معبد سے جب سرور خوباں شاہ حسیناں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ دلکش اور دل آویز حلیہ سنا تو وہ کہنے لگا۔ بخدا یہ وہی شخص ہے جس کی جستجو میں قریش مارے مارے پھر رہے ہیں اگر مجھے زیارت کی سعادت نصیب ہوتی تو میں یقیناً حضور کی ہمراہی کا شرف حاصل کرتا۔ کچھ عرصہ بعد دونوں میاں بیوی نعمت ایمان سے مشرف ہوئے۔ دونوں اپنی صحرائی خیمہ گاہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے۔ اور پھر وہیں رہائش پذیر ہو گئے۔

فَبَلَغَنِيْ اَنَّ اَبَا مَعْبَدٍ اَسْلَمَ وَهَاجَرَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

"مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ابو معبد نے اسلام قبول کیا اور ہجرت کر کے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔" (۱)

قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بَلَغَنِيْ اَنَّ اُمَّ مَعْبَدٍ هَاجَرَتْ وَاَسْلَمَتْ وَلَحِقَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۶۱

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۶۲

" عبدالملک کہتے ہیں کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ ام معبد نے بھی ہجرت کی اسلام قبول کیا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوگئی۔ " (۱)

ابن سعد طبقات میں اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں ام معبد کورہ سے روایت کی ہے آپ فرماتی ہیں۔

وہ بکری جسے رحمت عالمیان نے اپنے دست مبارک سے چھوا تھا اور اس کی خشک کھیری سے دودھ کی ندیاں بہنے لگی تھیں وہ بکری عام رمادہ ۱۸ھ تک ہمارے پاس رہی۔ خشک سالی کے اس زمانہ میں بھی ہم اسے صبح و شام دوبار دوہا کرتے تھے حالانکہ اس علاقہ کی دوسری بکریوں میں دودھ کا قطرہ تک نہ تھا۔

ہشام بن حبیش کہتے ہیں کہ میں نے اس بکری کو دیکھا اس چشمہ کے قرب میں ام معبد کے ساتھ جتنے لوگ سکونت پذیر تھے سارے اس کے دودھ سے کھانا کھاتے تھے۔ (۲)

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کو جب پہلی دفعہ ام معبد نے دیکھا تو وہ حضور کو مبارک کے نام سے یاد کرتی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کے ریوڑ میں بڑی برکت دی۔ اس کی چند ضعیف ونزار بکریاں بہت بڑے ریوڑ میں تبدیل ہوگئیں۔ ایک مرتبہ ام معبد اپنے بچے سمیت اپنے ریوڑ کو ہانک کر مدینہ طیبہ آئی اس کے پاس سے حضرت ابوبکر کا گزر ہوا۔ اس کے لڑکے نے آپ کو پہچان لیا اور اپنی ماں کو بتایا۔

يَا أُمَّهْ إِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِيْ كَانَ مَعَ الْمُبَارَكِ

" ماں یہ وہ شخص ہے جو اس دن مبارک کے ساتھ تھا۔ "

وہ اٹھ کر آپ کی طرف لپکی اور پوچھا اے اللہ کے بندے! وہ ہستی کون تھی جو اس روز تمہارے ساتھ تھی آپ نے پوچھا کیا تم انہیں نہیں جانتی۔ بولی نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ نبی اللہ ہیں۔ اس نے عرض کی مجھے آپ کی خدمت میں لے جائیں۔ حضرت صدیق اسے لے کر نبی رحمت کی بارگاہ میں پہنچے حضور سرور عالم اس کے ساتھ کمال شفقت اور مہربانی سے پیش آئے۔ اسے کھانا کھلایا۔ انعام واکرام سے نوازا اور نیا لباس پہنایا۔ (۳)

۱۔ ایضاً، جلد ۲، صفحہ ۲۶۳

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۳۴۷

۳۔ ایضاً، جلد ۳، صفحہ ۳۵۰

حدیث سراقہ

کفار مکہ نے ان دونفوس ذکیہ کی جستجو میں ناکامی کے بعد اعلان عام کر دیا کہ جو شخص ان دو میں سے کسی ایک کو زندہ یا مردہ حالت میں ہمارے سامنے پیش کرے گا اسے فی کس ایک سو اونٹنیاں بطور انعام دی جائیں گی۔ عرب کے افلاس زدہ لوگوں کے لئے یہ بہت بڑا انعام تھا۔
کئی طالع آزما اس انعام کے لالچ میں برق رفتار گھوڑوں پر زین کس کر اور اونٹنیوں پر پالان جما کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے یار غار کی تلاش میں ہر طرف بکھر گئے۔ انہیں معلوم تھا کہ ان دو صاحبان کے ساتھ محافظوں کا کوئی دستہ نہیں اور نہ ان کے پاس کوئی خطرناک اسلحہ ہے۔ انہیں اطمینان تھا کہ وہ بڑی آسانی سے ان کو اپنے قابو میں لاسکتے ہیں اس لئے بلاخوف و خطر اپنی قسمت آزمائی کے لئے حضور کی تلاش میں چار سو دور دور تک نکل گئے۔
بنو مدلج قبیلہ کے نوجوان بھی اس مہم کو سر کرنے کے لئے کسی سے پیچھے نہ تھے۔ اسی قبیلہ کا ایک نوجوان جو ایک ماہر شمشیر زن اور تیر افگن تھا۔ اس کا نام سراقہ بن مالک جعشمی تھا۔ وہ بھی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے بہت بے تاب تھا۔ انہیں اپنی مہم جوئی کی داستان اس نے خود بیان کی ہے۔ اسی کی زبانی آپ یہ دلچسپ حکایت سنئے۔

سراقہ بن مالک جعشمی کہتا ہے:۔
ہمارے پاس بھی قریش مکہ کے قاصد یہ پیغام لے کر آئے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر کو قتل کرے گا۔ یا انہیں زندہ گرفتار کر کے لے آئے گا۔ اسے فی کس ایک سو اونٹنیاں بطور انعام دی جائیں گی۔ میں اپنی قوم کی ایک مجلس میں موجود تھا جہاں یہ اعلان سنایا گیا۔ اسی اثنا میں ایک آدمی آیا اور مجھے کہنے لگا اے سراقہ! میں نے ابھی ابھی تین شتر سواروں کی پرچھائیں دیکھی ہیں جو ساحل سمندر کی طرف جا رہے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ پرچھائیں انہیں لوگوں کی ہیں۔ سراقہ کہتے ہیں میں جان گیا کہ یہ وہی لوگ ہیں میں نے اسے کن انکھیوں سے اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ۔ وہ چپ ہو گیا پھر میں نے کہا تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ وہ لوگ نہیں بلکہ فلاں فلاں شخص ہیں اور ابھی تھوڑی دیر ہوئی یہ میرے سامنے سے روانہ ہوئے۔ شاید ان کا کوئی اونٹ گم ہو گیا ہے۔ وہ اس کو ڈھونڈنے کے لئے گھروں سے نکلے ہیں۔ میں کچھ دیر وہاں بے تعلق ہو کر بیٹھا رہا۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ مجھے ان کو پکڑنے سے کوئی دلچسپی نہیں۔ پھر آہستہ سے وہاں سے اٹھا۔ اپنے گھر آیا اور اپنی کنیز کو کہا میرا گھوڑا لے کر

اس ٹیلے کے پیچھے جا کر کھڑی ہو جائے۔ اور میرا انتظار کرے میں ابھی آتا ہوں۔ میں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور گھر کے عقبی دروازہ سے باہر نکل گیا۔ وہاں گھوڑا موجود تھا۔ میں اس پر سوار ہو کر بڑی تیز رفتاری سے اس سمت میں روانہ ہو گیا۔ بہت جلد مجھے حضور کی پرچھائیں نظر آنے لگیں۔ میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میں اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

جب میں ان کے بالکل قریب پہنچا تو اچانک میرے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور میں چکرا کر زمین پر آگرا۔ میں فوراً اٹھا اور اپنے ترکش سے فال کے تیر نکالنے لگا۔ اتفاق سے فال میں وہ تیر نکلا جو مجھے ناپسند تھا۔ اس پر لکھا تھا کہ تم جن کا تعاقب کرو گے ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ لیکن مجھے سو اونٹنیوں کے لالچ نے ایسا بدحواس کر رکھا تھا۔ کہ میں نے اس تیر کی ذرا پروا نہ کی۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑ لگائی۔ وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ میں اس قدر قریب پہنچ گیا کہ حضور کی تلاوت کی آواز مجھے سنائی دینے لگی۔ حضور کلام الٰہی کی تلاوت کر رہے تھے بڑے سکون اور طمانیت کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ میرے گھوڑے کے سموں کی آہٹ سن کر بھی حضور میری طرف متوجہ نہ ہوئے۔ لیکن ابو بکر بار بار میری طرف دیکھتے تھے جب میں اور نزدیک ہوا تو اس سنگلاخ زمین میں میرے گھوڑے کی ٹانگیں گھٹنوں تک دھنس گئیں۔ میں قلابازی کھاتا ہوا نیچے آگرا۔ میں نے گھوڑے کو جھڑکا وہ جھٹ کود کر باہر نکل آیا۔ میں نے پھر فال کا تیر نکالا۔ لیکن اس مرتبہ بھی ناپسندیدہ تیر فال میں نکلا۔ یعنی تم انہیں ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ یہ تیر دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ میں اس مہم میں کامیاب نہیں ہو سکوں گا۔ میں انہیں گرفتار نہیں کر سکوں گا میں نے فریاد کرتے ہوئے عرض کی۔

اُنْظُرُوْا اِلَیَّ فَوَاللّٰہِ لَآ اُؤْذِیْکُمْ وَلَا یَاْتِیْکُمْ مِنِّیْ شَیْءٌ تَکْرَھُوْنَہٗ

"مہربانی کر کے مجھ پر نظر کرم کرو بخدا! میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا اور نہ میری طرف سے تم کوئی ایسی بات سنو گے جسے آپ لوگ پسند نہیں کرتے۔"

زمانہ جاہلیت میں ان کا دستور تھا کہ جب وہ کوئی اہم کام کرنے لگتے سفر، شادی، تجارت وغیرہ تو وہ اپنے تھیلے میں رکھے ہوئے تیروں سے فال نکالتے اور اس کے مطابق عمل کرتے اور ایک تیر پر لکھا ہوتا "اَمَرَنِیْ رَبِّیْ" (میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے) دوسرے پر لکھا ہوتا "نَھَانِیْ رَبِّیْ" (میرے رب نے مجھے منع کیا ہے) ان کے علاوہ خالی تیر ہوتے اگر پہلا تیر نکلتا تو

وہ کام کرتے دوسرا نکلتا تو رک جاتے تیسری قسم کا نکلتا تو پھر از سرِ نو فال نکالتے یہاں تک کہ پہلا یا دوسرا تیر نکلتا۔ (۱)

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کو فرمایا اس سے پوچھو وہ کیا چاہتا ہے۔ سراقہ کہتے ہیں میں نے عرض کی آپ کی قوم نے آپ کو گرفتار کرنے کے لئے بڑا انعام مقرر کیا ہے۔ اور آپ کے بارے میں ان کے ارادے بڑے خطرناک ہیں آپ کو طویل سفر درپیش ہے۔ اس کے لئے میں زاد راہ اور سواری کے جانور پیش کرتا ہوں۔ از راہ نوازش قبول فرما لیں۔ لیکن ان دونوں حضرات نے میری اس پیشکش کو ٹھکرا دیا صرف اتنا فرمایا 'اخف عنا' ہمارا راز فاش نہ کرنا۔ پھر میں نے عرض کی مجھے ایک نوازش نامہ لکھ دیجئے جس میں تحریر ہو کہ حضور نے اس مجرم کا قصور معاف کر دیا ہے۔ اور اس کو امان دے دی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کو امان نامہ لکھ کر دینے کا حکم دیا۔ آپ نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر دے دیا پھر رحمت عالم اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

علامہ ابن اثیر الکامل میں رقمطراز ہیں۔

فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ یَّعُوْدَ عَنْہُ قَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ بِکَ یَا سُرَاقَۃُ اِذَا سُوِّرْتَ بِسِوَارَیْ کِسْرٰی؟ قَالَ کِسْرٰی ابْنُ ہُرْمُزَ۔ قَالَ نَعَمْ

"جب سراقہ نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسے فرمایا اے سراقہ! اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب کسریٰ کے کنگن تجھے پہنائے جائیں گے۔ اس نے سراپا حیرت ہو کر عرض کی کسریٰ ابن ہرمز کے کنگن حضور نے فرمایا ہاں! "۔

سراقہ کہتے ہیں میں واپس آ گیا لیکن اس واقعہ کا کسی سے تذکرہ نہ کیا۔ یہاں تک کہ آٹھ ہجری میں، مکہ مکرمہ میں حضور فاتحانہ جاہ و جلال کے ساتھ داخل ہوئے بیت اللہ شریف کو اصنام و اوثان کی نجاستوں سے پاک کیا تقریباً سب اہل مکہ مشرف باسلام ہو گئے۔ اس کے بعد حنین اور طائف کے معرکے سر ہوئے اس وقت مجھے خیال آیا۔ میں نے بہت دیر کر دی اب مجھے فوراً خدمت اقدس میں حاضر ہونا چاہئے میں وہ گرامی نامہ لے کر حضور کی خدمت میں اس

۱۔ سبل الہدیٰ حاشیہ، جلد ۳، صفحہ ۳۵۲

وقت حاضر ہوا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جعرانہ کے مقام پر تشریف فرما تھے۔ میں انصار کے شاہ سواروں کے دستے کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ مجھے اجنبی سمجھتے ہوئے انصاری سواروں نے نیزوں کی انیوں سے مجھے کچوکے دینے شروع کئے۔ مجھے کہتے دور ہٹو۔ دور ہٹو۔ یہاں تک کہ میں نور مجسم پیکرِ رحمت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ حضور اپنی ناقہ پر سوار تھے پنڈلی مبارک سے چادر ہٹی ہوئی تھی میں نے ہاتھ میں نوازش نامہ پکڑ کر ہاتھ بلند کیا عرض کی یا رسول اللہ! حضور کا یہ گرامی نامہ میرے پاس ہے۔ میں سراقہ بن مالک ہوں۔ اللہ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

يَوْمُ وَفَاءٍ وَبِرٍّ اُدْنُهُ

" آج وعدہ پورا کرنے اور احسان کرنے کا دن ہے اس کو میرے نزدیک آنے دو۔ "

میں قریب ہوا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ پھر میں نے سوچا کہ اس بابرکت گھڑی میں مجھے کچھ فیض حاصل کرنا چاہیے۔ بہت سوچا۔ کیا عرض کروں۔ کچھ نہ سوجھا۔ صرف اتنا پوچھ سکا۔ یا رسول اللہ! میں اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے حوض بھر تا ہوں کئی گمشدہ اونٹ پانی پینے کے لئے وہاں آ جاتے ہیں اگر میں ایسے اونٹوں کو اپنے حوض سے پانی پینے دوں تو اس کا کچھ اجر مجھے بھی ملے گا۔ سرکار دوعالم نے ارشاد فرمایا۔

نَعَمْ فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ حَرِيٍّ اَجْرٌ

" ہر زندہ جانور کو جس کا جگر تر ہو پانی پلانا باعث اجر ہے۔ " (۱)

یہ واقعہ میں نے حضرت سراقہ کی زبانی سنایا ہے۔ اب یہی واقعہ رفیق نبوت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان حق تر جمان سے بھی سماعت فرمایئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

سراقہ نے ہمارا تعاقب شروع کیا اس وقت ہم پتھریلی زمین میں سفر کر رہے تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارا تعاقب کرنے والا اب بالکل ہمارے نزدیک پہنچ گیا ہے سرکار نے فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

ا۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۲۵۳

"غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔"

پھر وہ مزید ہمارے نزدیک ہو گیا۔ اب ہمارے درمیان اور اس کے درمیان صرف ایک دو نیزوں کا فاصلہ رہ گیا تھا میں نے پھر وہی عرض کی اور مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔ حضور نے پوچھا ابو بکر! کیوں روتے ہو۔ میں نے عرض کی۔ خداوند ذوالجلال کی قسم! میں اپنے لئے نہیں رو رہا۔ بلکہ حضور کے لئے یہ گریہ طاری ہے اللہ کے پیارے رسول نے اپنے رب کے حضور عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ اكْفِنَاهُ بِمَا شِئْتَ

"اے اللہ! جس طرح تیری مشیت ہو اس طرح اس دشمن کے شر سے ہمیں بچا۔"

حضور کے دست مبارک دعا کے اٹھنے کی دیر تھی کہ اس پتھریلی زمین میں گھوڑے کے پاؤں دھنس گئے۔ چھلانگ لگا کر نیچے آ گیا۔ عرض کرنے لگا یا محمد آپ کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔ اللہ سے عرض کریں کہ وہ مجھے معاف کر دے میں حلفیہ وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے تعاقب میں آنے والا جو شخص مجھے ملا میں اس کو لوٹا دوں گا۔ یہ میرا ترکش ہے اس میں سے آپ کچھ تیر لے لیں راستہ میں میری جاگیر سے آپ کا گزر ہو گا وہاں میرے اونٹ اور ریوڑ چر رہے ہوں گے۔ میرے یہ تیر میرے کارندوں کو دکھا کر آپ جو کچھ لینا چاہیں گے وہ پیش کر دیں گے۔ اس سخی اور غنی رسول نے ارشاد فرمایا۔

لَا حَاجَةَ لَنَا فِي إِبِلِكَ وَغَنَمِكَ

"کہ مجھے نہ تمہارے اونٹوں کی ضرورت ہے اور نہ بھیڑ بکریوں کی اور اس کو دعائیں دے کر واپس جانے کی اجازت دے دی۔" (۱)

سراقہ، کچھ عرصہ خاموش رہا۔ جب قریش کی کوششیں نامرادی کے آغوش میں دم توڑ گئیں تو سراقہ نے سفر میں پیش آنے والے محیر العقول واقعات لوگوں کو بتانے شروع کئے یہ باتیں پھیل گئیں رؤساء قریش کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ ان باتوں سے متاثر ہو کر لوگ اسلام کو ہی نہ قبول کر لیں۔ چنانچہ ابو جہل نے سراقہ کے قبیلہ کو ایک خط لکھا جس میں یہ شعر تحریر کئے۔

بَنِي مُدْلِجٍ إِنِّي أَخَافُ سَفِيهَكُمْ ‌ ‌ سُرَاقَةَ مُسْتَغْوٍ لِنَصْرِ مُحَمَّدٍ

"اے بنی مدلج! مجھے تمہارے احمق سراقہ کی باتوں سے بہت اندیشہ ہے

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۳۵۴

کہ وہ لوگوں کو محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی اعانت پر برانگیختہ نہ کر دے۔"

عَلَيْكُمْ بِهِ أَلَّا يُفَرِّقَ جَمْعَكُمْ فَيُصْبِحُ شَتَّى بَعْدَ عِزٍّ وَسُؤْدَدِ

"تم اس پر قابو پالو۔ تاکہ وہ تمہارے اتحاد کو پارہ پارہ نہ کر دے اور اس افتراق سے تم لوگ عزت و سیادت کے بعد منتشر نہ ہو جاؤ۔"

سراقہ نے جب ابو جہل کے یہ شعر سنے تو اس نے جواب میں یہ اشعار لکھ کر ابو جہل کی طرف روانہ کئے۔

أَبَا حَكَمٍ وَاللّٰهِ لَوْ كُنْتَ شَاهِدًا لِأَمْرِ جَوَادِي إِذْ تَسُوخُ قَوَائِمُهُ

"اے ابو الحکم! بخدا اگر تم اس وقت موجود ہوتے جب میرے گھوڑے کے پاؤں اس پتھریلی زمین میں دھنس رہے تھے۔"

عَجِبْتَ وَلَمْ تَشْكُكْ بِأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولٌ وَبُرْهَانٌ فَمَنْ ذَا يُقَاوِمُهُ

"یہ دیکھ کر تم حیرت زدہ ہو جاتے اور اس بارے میں تمہیں کوئی شک نہ رہتا کہ محمد مصطفی اللہ کے رسول ہیں اس کی دلیل ہیں ان کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔"

عَلَيْكَ فَكُفَّ الْقَوْمَ عَنْهُ فَإِنَّنِي أَخَالُ لَنَا يَوْمًا سَتَبْدُو مَعَالِمُهُ

"تجھ پر لازم ہے کہ تو اپنی قوم کو اس کا مقابلہ کرنے سے روکے کیونکہ میرا خیال ہے کہ وہ دن جلد آنے والا ہے جب ان کی عزت و کامیابی کے نشانات بلند ہو جائیں گے۔" (۱)

علامہ ابو القاسم السہیلی رحمۃ اللہ علیہ "الروض الانف" میں تحریر فرماتے ہیں۔

ہم نے اس کتاب میں جہاں کسریٰ کا ذکر کیا ہے وہاں لکھا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کسریٰ کا تاج، اس کے سونے کے کنگن، اس کا مرصع کمربند پیش کیا گیا۔ تو آپ نے سراقہ کو یاد فرمایا۔ اور اسے کسریٰ شاہ ایران کے یہ زیورات عنایت فرمائے اور اسے حکم دیا کہ وہ اپنے ہاتھ بلند کرے اور ان کلمات سے اپنے خداوند قدیر کی حمد و ثنا کرے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي سَلَبَ هٰذَا كِسْرَى الْمَلِكِ الَّذِي كَانَ يَزْعُمُ

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۴۹

اَنْتَ رَبُّ النَّاسِ وَكَسَاهَا أَعْرَابِيًّا مِنْ بَنِي مُدْلِجٍ

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے یہ زیورات کسریٰ سے چھین لئے جو یہ گمان کرتا تھا کہ وہ لوگوں کا رب ہے، اور بنومدلج کے ایک بدو کو پہنائے۔"

سراقہ نے انہیں کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی۔

علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ زیور اس لئے سراقہ کو پہنائے تھے کہ سراقہ، جب مسلمان ہوا تھا تو حضور نے اس کو یہ خوشخبری دی تھی۔ اور اس کو بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ فارس کا ملک ان کے لئے فتح کرے گا۔ اور کسریٰ بادشاہ کے یہ زیورات اور تاج انہیں بطور غنیمت ملیں گے۔

سراقہ کو یہ ارشاد عجیب و غریب معلوم ہوا وہ کہنے لگا کسریٰ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے آپ اس کا ذکر کر رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اسی کسریٰ کی بات ہے حضور کے اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے امیر المؤمنین حضرت عمر نے اسے یہ کنگن پہنائے۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں۔

وَإِنْ كَانَ أَعْرَابِيًّا بَوَّالاً عَلَى عَقِبَيْهِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُعِزُّ بِالْإِسْلَامِ أَهْلَهُ يُسْبِغُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ نِعْمَتَهُ وَفَضْلَهُ

"اگرچہ سراقہ ایک بدو تھا۔ جسے پیشاب کرنے کا بھی سلیقہ نہ آتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اسلام کی برکت سے اسلام قبول کرنے والوں کو عزتیں عطا فرماتا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اور حضور کی امت پر اپنی نعمتوں اور فضل و کرم کے مینہ برساتا ہے۔" (۱)

اس واقعہ کو علامہ احمد بن زینی دحلان نے السیرۃ النبویہ میں بھی تحریر کیا ہے۔ (۲)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نگہبانی میں اپنی منزل کی طرف اپنے یار وفاشعار کے ساتھ رواں دواں تھے کہ راستہ میں ایک چرواہے کو دیکھا جو اپنا ریوڑ چرا رہا تھا۔ دونوں حضرات نے اسے کہا کہ تمہارے پاس دودھ ہے تو ہمیں پلاؤ۔ اس نے کہا میرے پاس کوئی شیر دار بکری نہیں البتہ دور ایک بھیڑ کی پٹھی ہے جو سال کی ابتدا میں بار دار ہوئی اب

۱۔ الروض الانف، جلد ۲، صفحہ ۲۳۳

۲۔ السیرۃ النبویہ زینی دحلان، جلد ۱، صفحہ ۳۱۹

اس کے تھنوں میں کوئی دودھ نہیں رہا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اسے لے آؤ وہ لے آیا حضور نے اس کی ٹانگوں کو باندھا۔ اس کی کھیری پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔ اس کی کھیری دودھ سے بھر گئی۔ حضرت ابو بکر ایک برتن لے آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اسے دوہا۔ پہلے حضرت ابو بکر کو پلایا۔ پھر دوہا۔ اور چرواہے کو پلایا۔ تیسری مرتبہ پھر دوہا اور خود نوش فرمایا۔ چرواہا یہ کرشمہ دیکھ کر تصویر حیرت بن گیا کہنے لگا خدارا بتائیے! آپ کون ہیں بخدا آج تک میں نے آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ہمارے راز کو فاش نہیں کرو گے اس نے کہا ہاں۔ حضور نے فرمایا۔ فَاِنِّیْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں محمد ہوں اللہ کا رسول ہوں۔ چرواہا کہنے لگا آپ وہی ہیں جن کے بارے میں قریش یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ نے اپنا آبائی دین ترک کر دیا ہے ہاں وہ ایسا کہتے ہیں چرواہا بول اٹھا۔

وَاَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِیٌّ وَاَنَّ مَاجِئْتَ بِهٖ حَقٌّ

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے نبی ہیں اور جو دین لے کر آپ آئے ہیں حق ہے۔"

کیونکہ جو آپ نے کیا ہے نبی کے بغیر اور کوئی نہیں کر سکتا میں آپ کا فرمانبردار اور اطاعت گزار ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا ابھی صبر کرو موجودہ حالات میں تم ان چیزوں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ جب تمہیں یہ اطلاع ملے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے غلبہ اور فتح عطا فرمائی ہے تو اس وقت ہمارے پاس چلے آنا۔

اللہ کا محبوب نبی، اپنے رب کریم کی بے پایاں رحمتوں اور برکتوں کے خزانے لٹاتا ہوا خفتہ بختوں کو بیدار کرتا ہوا مردہ دلوں کو زندگی جاوید عطا کرتا ہوا کوہ ومن کو انوار الٰہی سے رشک طور بناتا ہوا جو ملتا ہے اپنی نظر کرم سے اس کے گندے دل کو پاک کرتا ہوا۔ نفوس امارہ کو نفوس مطمئنہ کے زمرہ میں شامل کرتا ہوا، اجاڑ اور سنسان صحراؤں کو آباد کرتا ہوا خراماں خراماں یثرب کی طرف بڑھ رہا ہے۔

مکہ مکرمہ سے مسلمانوں کا ایک قافلہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تجارتی سفر پر گیا ہوا تھا۔ شام سے واپسی پر ان کی ملاقات رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے ہوئی۔ حضرت زبیر نے سفید رنگ کا ایک جوڑا بارگاہ اقدس میں پیش کیا۔ جسے حضور نے قبول فرمایا اور زیب تن کیا۔

اسی سفر میں اہل اسلام کا ایک دوسرا تجارتی کارواں مکہ واپس جاتے ہوئے ملا۔ اس کی سربراہی حضرت طلحہ بن عبیداللہ تعالیٰ رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی پارچات کے دو جوڑے پیش خدمت کئے۔ ایک سرور عالم کے لئے اور دوسرا حضرت صدیق اکبر کے لئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ارمغان خلوص و محبت کو بھی شرف قبولیت سے نوازا۔ (۱)

حضرت بُریدہ بن حَصِیب الاسلمی اپنا قصہ سناتے ہیں۔

کہ جب میں نے سنا کہ قریش نے حضور کو گرفتار کرنے کے لئے ایک سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کیا ہے تو اتنے بڑے انعام کے لالچ میں میں بھی حضور کے تعاقب میں روانہ ہوا میرے ساتھ میری قوم بنی سہم کے ۷۰ شہسوار بھی تھے اتفاق سے میری ملاقات حضور سے ہو گئی۔

حضور نے پوچھا مَنْ اَنْتَ ؟ "تم کون ہو۔"

میں نے عرض کیا، میرا نام بُریدہ ہے۔

یہ سن کر حضور، حضرت ابو بکر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا بَرَدَ اَمْرُنَا وَصَلَحَ "ہماری مہم کی تپش ٹھنڈی ہو گئی اور حالات درست ہو گئے ہیں۔"

پھر پوچھا مِمَّنْ اَنْتَ "تم کس خاندان سے تعلق رکھتے ہو۔"

میں نے عرض کی، میں اسلم قبیلہ کا فرد ہوں۔

یہ سن کر فرمایا سَلِمْنَا "ہم محفوظ ہو گئے۔"

پھر پوچھا مِمَّنْ "بنی اسلم کی کون سی شاخ۔"

میں نے عرض کی مِنْ بَنِیْ سَھْمٍ "میں بنی سہم خاندان سے ہوں۔"

حضور نے ابو بکر کو فرمایا خَرَجَ سَھْمُكَ یَا اَبَا بَكْرٍ "اے ابو بکر! تیرا تیر نکل آیا ہے۔"

بریدہ کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا مَنْ اَنْتَ ؟ "آپ کون ہیں۔"

حضور نے فرمایا (انا محمد بن عبد اللہ رسول اللہ) "میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ کا رسول ہوں۔"

اس پیکر نور کی ایک جھلک دیکھتے ہی بُریدہ کی آنکھیں روشن ہو گئیں سارے نقاب حقیقت کے روئے زیبا سے اٹھ گئے بیتابی سے جواب دیا (اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ) بُریدہ اور اس کے ہمراہی تمام کے تمام مشرف باسلام ہو گئے دست اقدس پر اسلام قبول

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۱، صفحہ ۳۵۶

کرنے کے بعد بریدہ نے اپنے جذبات تشکر و امتنان کا یوں اظہار کیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَسْلَمَ بَنُوْسَہْمٍ طَائِعِیْنَ غَیْرَ مُکْرَھِیْنَ

"اس اللہ کے لئے ساری تعریفیں ہیں جس کی مہربانی سے بنو سہم قبیلہ کے لوگ اپنی خوشی سے اسلام لے آئے کسی مجبوری سے نہیں۔"

رات گزری اور صبح ہوئی تو حضرت بریدہ نے عرض کی۔

لَا تَدْخُلِ الْمَدِیْنَۃَ اِلَّا وَمَعَکَ لِوَاءٌ

"اے اللہ کے محبوب رسول! آپ پرچم لہراتے ہوئے مدینہ طیبہ میں قدم رنجہ فرمائیے۔"

انہوں نے اپنا عمامہ کھولا۔ اور نیزے کی انّی کے اوپر اسے باندھا۔ اور یوں جھنڈا لہراتے ہوئے حضور کے آگے آگے جا رہے تھے۔ جب کہ مدینہ طیبہ کے در و دیوار اور اس کی فضائیں ایسے معزز مہمان اور بلند اقبال قائد اور برحق نبی کے راہ میں اپنے دیدہ و دل فرش راہ کئے ہوئے تھے۔ (اخرجہ البیہقی) (۱)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

قائد، جو عبادل کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس نے بتایا کہ میں، ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن سعد کی معیت میں سفر پر نکلا جب ہم عرج کے مقام پر پہنچے تو سعد کے بیٹے عبدالرحمن بھی پہنچ گئے یہ سعد، وہ شخص ہے جس نے سفر ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو رکوبہ کا راستہ بتایا تھا۔ ابراہیم نے عبدالرحمٰن سے پوچھا کہ آپ کے والد نے آپ کو کیا واقعہ بتایا تھا ابن سعد نے کہا میرے والد سعد نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت ابو بکر کی معیت میں ان کے پاس آئے حضرت ابو بکر کی ایک بیٹی رضاعت کے لئے ہم اپنے پاس لے آئے تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مدینہ کی طرف مختصر راستہ سے سفر کرنے کا ارادہ ظاہر کیا سعد نے عرض کی۔ ھٰذَا الْغَامِرُ مِنْ رَکُوْبَۃَ "آپ رکوبہ سے غامر کے راستہ سے تشریف لے جائیں۔" لیکن وہاں بنی اسلم قبیلہ کے دو چور رہتے ہیں جنہیں المھانان کہا جاتا ہے اگر حضور کی مرضی ہو تو ہم ان کے پاس سے حضور کو لے چلیں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا خُذْبِنَا عَلَیْھِمَا "بے شک ہمیں ان کے پاس سے لے چلو۔" سعد کہتے ہیں جب ہم روانہ ہوئے تو وہ دونوں چور راستہ میں کھڑے تھے ایک نے حضور کی طرف اشارہ

۱۔ محمد رسول اللہ، جلد ۲، صفحہ ۵۴ و دیگر کتب سیرت

کرتے ہوئے دوسرے کو کہا۔ ھٰذَا الْیَمَانِیْ (یہ یمانی ہیں۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کو اپنے پاس بلایا اور ان پر اسلام پیش کیا۔ ان کی بگڑی ہوئی تقدیر کو بنانے والا تشریف لے آیا تھا۔ انہوں نے بغیر کسی حیل و حجت کے اسلام قبول کر لیا حضور نے ان سے پوچھا تمہارے نام کیا ہیں انہوں نے کہا (نَحْنُ الْمُھَانَانِ) "مہان کا لغوی معنی ذلیل ہے۔ یعنی ہم دونوں ذلیل ہیں۔ فَقَالَ بَلْ اَنْتُمَا الْمُکْرَمَانِ" حضور نے فرمایا اسلام لانے کے بعد اب تم ذلیل نہیں رہے بلکہ تم عزت و شرف کے مالک بن گئے ہو۔ اور تم دونوں محترم و مکرم ہو گئے ہو۔"

حضور نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس قافلے کے آگے آگے چلیں اور ہمیں مدینہ تک چھوڑ آئیں۔ (۱)

سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قبا میں تشریف آوری

اہل مدینہ کو جب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مکہ سے روانگی کی اطلاع ملی۔ اسی دن سے ان کی آتش شوق بھڑک اٹھی۔ انتظار کے یہ لمحات انہیں قیامت سے زیادہ طویل نظر آنے لگے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کا فاصلہ عام طور پر بارہ دنوں میں طے ہو جاتا ہے۔ یہ بارہ دن تو انہوں نے بے قرار دلوں کو تسلی دیتے ہوئے گزار لئے۔ لیکن اب ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا وہ اجتماعی شکل میں اپنے آقا کے استقبال کے لئے مدینہ طیبہ سے باہر ایک پتھریلے میدان میں جمع ہو جاتے اور سورج کے ڈھلنے تک انتظار کرتے پھر مایوس ہو کر گھروں کو لوٹ جاتے دن کے وقت کیونکہ سورج کی تپش ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ گرم لو، جسم کو جلائے دیتی ہے اس لئے اہل عرب صحراؤں کو عبور کرنے کے لئے راتوں کو سفر کرتے ہیں تاکہ چاشت کے وقت تک اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر دوپہر سے پہلے کسی سایہ دار درخت کے نیچے دن گزارتے ہیں۔ پھر جب رات آتی ہے تو سفر شروع کرتے ہیں انصار مدینہ کا یہ معمول تھا کہ صبح سویرے استقبال کے لئے جمع ہو جاتے اور چاشت کے وقت تک انتظار کرتے جب حضور کی تشریف آوری کا متوقع وقت گزر جاتا تو گھروں کو لوٹ آتے انتظار کا پہلا دن کرب میں اور آنے والی رات پہلو بدلتے بے چینی کی نذر ہو جاتی۔

دوسرے دن علی الصبح وہ پھر اپنے محبوب کریم کے دیدار کے شوق میں نئے عزم کے ساتھ

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۶۵

سراپا شوق بن کر استقبال کے لئے اسی پتھریلے میدان میں جمع ہو گئے جوق در جوق، گروہ در گروہ فرزندان اسلام وہاں انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ موسم گرما کے آفتاب نے دھوپ میں ٹھہرنا محال بنا دیا اور انہیں مجبوراً واپس آنا پڑا بہم ورجا کی اس کیفیت میں دو دن گزر گئے۔ لیکن وہ حبیب دلربا ابھی تک تشریف نہ لایا تھا۔ (۱)

تیسرے دن پھر وہ صبح کے وقت اپنے آقا کی راہ میں دل و نگاہ کو فرش راہ بنانے کے لئے اس میدان میں انتظار کرنے لگے سورج ڈھلنے کے قریب ہو گیا دیواروں کے سائے بھی سمٹ کر ختم ہو گئے انہیں یقین ہو گیا کہ اس ماہ مبین کے طلوع ہونے کا بظاہر اب کوئی امکان نہیں رہا تو وہ آہستہ آہستہ گھروں کو لوٹنے لگے یہاں تک کہ وہ میدان خالی ہو گیا عین اس وقت ایک مختصر قافلہ ادھر آ رہا تھا رحمت الٰہی اور عنایت ربانی اس پر سایہ فگن تھی تقدس کا نورانی ہالہ ان کے گرد حلقہ زن تھا لطف خداوندی کی رم جھم برس رہی تھی۔ اس وقت ایک یہودی اپنے کسی کام کے سلسلہ میں ایک اونچے ٹیلے پر کھڑا تھا۔ اس نے اس نور افشاں کارواں کو دیکھا تو پہچان گیا۔ جھٹ اس نے بلند آواز سے نعرہ لگایا۔ جس سے یثرب کی ساری وادیاں گونج اٹھیں۔ اور فضا میں خوشی و مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس نے بلند آواز سے کہا۔

يَا بَنِي قَيْلَةَ . هٰذَا جَدُّكُمْ قَدْ جَاءَ

"اے قیلہ کے فرزندو! یہ ہے تمہارا بخت بیدار، دیکھو یہ تمہارے پاس آ گیا ہے۔"

(قیلہ انصار کی ایک وادی کا نام تھا) جس کسی کے کان میں یہ آواز پہنچی وہ اپنے آقا کے دیدار اور استقبال کے لئے بھاگا ہوا چلا آ رہا تھا اس اثناء میں حضور سرور کائنات اور حضرت صدیق کھجور کے ایک درخت کے سائے میں پہنچ گئے۔ اپنی اونٹنیوں کو بٹھایا اور ان سے اتر کر اس کھجور کے سایہ میں تشریف فرما ہو گئے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی حضور کی آمد کے موقع پر انصار وفا شعار کی مسرت و شادمانی کا بایں الفاظ ذکر کرتے ہیں۔

یہودی گفت اینک مقصود و مقصود شما در رسید مسلماناں سلاح ہائے خود را بر داشتہ باستقبال اجلال آں سرور بر آمدند و بالائے حرہ ملاقات کردند و مبارک باد گفتند و شادیہا نمودند و جواناں و کودکاں و زناں و

۱۔ السیرۃ النبویہ از زینی دحلان، جلد ۱، صفحہ ۳۲۱

مرداں خورد و بزرگ میگفتند جاء رسول اللہ جاء نبی اللہ

"جب ٹیلہ پر کھڑے ہو کر یہودی نے اعلان کیا اے مسلمانو! تمہارا مقصد و مقصود تشریف لے آیا ہے مسلمانوں میں مسرت و شادمانی کی ایک لہر دوڑ گئی اپنے ہتھیاروں کو لئے ہوئے، سرور کائنات کے استقبال کے لئے بھاگے چلے آ رہے تھے حرّہ کے میدان میں ملاقات کا شرف نصیب ہوا۔

ایک دوسرے کو مبارک بادیں دے رہے تھے طرح طرح سے خوشیوں کا اظہار کر رہے تھے جوان اور بچے عورتیں اور مرد چھوٹے اور بڑے سب نعرہ لگا رہے تھے جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ جَآءَ نَبِیُّ اللّٰہِ کہ اللہ کے رسول تشریف لے آئے ہیں اللہ کے نبی تشریف لے آئے ہیں۔" (۱)

حضرت انس فرماتے ہیں میری عمر اس وقت آٹھ نو سال کی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے در و دیوار حضور کی طلعت زیبا کے انوار سے چمک رہے ہیں گویا کہ سورج طلوع ہو گیا۔

حضرت ابو بکر، حضور کریم کے ہم عمر تھے بہت کم فرق تھا اہل مدینہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے اکثر نے حضور کو پہلے دیکھا نہ تھا۔ اس لئے پہچاننے میں دقت ہو رہی تھی۔ چند لمحوں میں زائرین کی بھیڑ لگ گئی حضرت ابو بکر نے لوگوں کی اس پریشانی کو بھانپ لیا انہوں نے اٹھ کر حضور سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنی چادر تان کر سایہ کر دیا۔ اس سے سب کو معلوم ہو گیا کہ مخدوم کون ہے اور خادم کون۔ آقا کون ہے اور غلام کون۔ (۲)

جس بستی میں حضور نے نزول اجلال فرمایا اس کا نام قبا تھا۔ مدینہ طیبہ کے قریب ایک چھوٹی سی آبادی تھی جہاں عمرو بن عوف کا قبیلہ آباد تھا یہی وہ خوش بخت لوگ تھے جن کو اللہ کی راہ میں ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کی میزبانی کا شرف نصیب ہوا تھا۔ یہی وہ بلند اقبال قبیلہ تھا۔ جسے رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر ہجرت کی طویل اور پر خطر مسافت طے کرنے کے بعد استراحت فرمانے کے لئے منتخب فرمایا تھا پل بھر میں پانچ سو کے قریب جان نثار انصار کا ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ سب نے عرض کی۔ اِنْطَلِقَا اٰمِنَيْنِ مُطَاعَيْنِ "اپنی اونٹنیوں پر سوار ہو جائیے۔ بڑے اطمینان سے ہمارے ہاں تشریف لے چلئے۔ " آپ یہاں امن و امان میں ہوں گے ہم سب غلام آپ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے رہیں گے۔ (۳)

۱۔ مدارج النبوۃ، جلد دوم صفحہ ۶۳

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۳۷۷

۳۔ سیرۃ ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۶۹

قبامیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کلثوم بن ہدم کے ہاں جو قبیلہ عمرو بن عوف کا ایک سردار تھا، کے گھر میں قیام فرمایا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ قبامیں حضور کا میزبان سعد بن خیثمہ تھے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ قبامیں حضور کا قیام تو کلثوم بن ہدم کے ہاں تھا لیکن جب لوگ ملاقات کے لئے جمع ہوجاتے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کلثوم کے مکان سے نکل کر حضرت سعد کی حویلی میں تشریف لے جاتے وہ کھلی حویلی تھی نیز حضرت سعد کے بیوی بچے بھی نہ تھے یہاں بے تکلفی اور آسانی سے سب زائرین سے ملاقات ہو سکتی تھی پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ مہاجرین جن کے ساتھ ان کے اہل وعیال نہیں ہوتے تھے وہ سب انہیں سعد کے مہمان بنا کر تے اسی وجہ سے ان کا گھر بَيْتُ الْعَزَّابِ کے نام سے مشہور تھا۔ (۱)

(عزاب یا اعزاب جمع ہے اس کا واحد عزب ہے وہ مرد جس کے ساتھ اس کی بیوی نہ ہو اس کو رجل عزب کہتے ہیں وہ عورت جس کے ساتھ اس کا خاوند نہ ہو اس کو امراۃ عزب کہتے ہیں)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خبیب بن اساف کے گھر میں رہائش پذیر ہوئے۔ (۲)

یہ خبیب، بنو حارث بن خزرج کے خاندان سے تھے ان کی سکونت قبا کی ایک نواحی بستی السخ میں تھی۔ (۳)

ابن ہشام کے حاشیہ میں مرقوم ہے السُّنح اِحدیٰ محال المَدِينَةِ مدینہ طیبہ کے محلوں میں سے ایک کا نام السخ ہے۔" (۴)

نبی صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیارے بھائی سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو مکہ میں چھوڑ آئے تھے ان کو دو ذمہ داریاں سپرد کی گئی تھیں اس رات کو انہوں نے حضور کی چادر اوڑھ کر حضور کے بستر پر سونا تھا تاکہ کاشانہ نبوت کا محاصرہ کرنے والے مشرک نوجوانوں کو یہ گمان رہے کہ حضور ابھی اپنے بستر پر آرام فرما ہیں ابھی جاگیں گے۔ پھر باہر آئیں گے۔ اس وقت وہ اپنی اس سازش کو عملی جامہ پہنائیں گے جس کے بارے میں دار الندوہ کی خصوصی میٹنگ میں فیصلہ کیا گیا تھا۔

دوسرا حکم حضرت علی نے یہ بجالانا تھا کہ جن لوگوں کی قیمتی امانتیں اللہ کے حبیب کے پاس

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۷۰

۲۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۷

۳۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۷

۴۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۲۱۰

تھیں انہیں ان کے مالکوں تک بحفاظت پہنچادیں۔

اس حکم کی تعمیل میں آپ کے تین دن لگ گئے آپ کا یہ معمول تھا کہ کھلی وادی میں کھڑے ہو کر اعلان فرماتے۔

مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِيْعَةٌ فَلْيَأْتِ نُؤَدِّ اِلَيْهِ اَمَانَتَهٗ۔

"لوگو! سن لو۔ جس کسی نے اپنی کوئی امانت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس رکھی ہوئی تھی وہ آئے اور اپنی امانت لے جائے۔"

اس حکم کی تعمیل سے فراغت پانے کے بعد سیدنا علی مرتضیٰ مکہ سے روانہ ہوئے آپ رات کو سفر کرتے تھے اور دن کو وقت چھپ کر کہیں وقت گزارتے تھے۔ آپ نے یہ سفر پیدل طے کیا یہاں تک کہ آپ کے پاؤں مبارک پھول گئے ان میں آبلے پڑ گئے اور آبلوں سے خون بہنے لگا جب آپ قبا پہنچے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو آپ کی آمد کا علم ہوا تو حضور نے انہیں اپنے پاس بلا بھیجا عرض کی یارسول اللہ وہ چلنے سے معذور ہیں ان کے پاؤں سوجے ہوئے ہیں اور ان سے خون رس رہا ہے۔ چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود حضرت علی کے پاس تشریف لے گئے ان کو اپنے گلے سے لگایا ان کی تکلیف دہ حالت دیکھ کر حضور کی چشم مبارک سے آنسو ٹپکنے لگے۔ پھر اپنے دونوں مبارک ہاتھوں پر اپنا لعاب دہن ڈالا۔ پھر اپنے ہاتھوں کو ان کے زخموں پر پھیر دیا اس کی یہ برکت ہوئی کہ اس کے بعد پھر شہادت تک کبھی آپ کے پاؤں کو ذرا تکلیف نہ ہوئی۔ (۱)

علامہ ابن ہشام لکھتے ہیں۔ کہ سیدنا علی مرتضیٰ قبا میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوگئے اور حضور کے ساتھ ہی کلثوم بن ہدم کے مکان پر اقامت گزیں ہوئے۔ جمہور علماء سیرت کا یہی قول ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ مکہ مکرمہ میں تین دن رہے اس اثناء میں آپ نے امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچائیں۔ پھر پیدل چل کر قبا میں پہنچے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ کلثوم بن ہدم کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ (۲)

۱۔ سیرت ابن اثیر، جلد ۲، صفحہ ۱۰۶

۲۔ ابن خلدون، جلد ۲، صفحہ ۳۹، ۷۔ ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۷۰، سبل الهدی، جلد ۳، صفحہ ۳۷۹، ابن اثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۰۶، مدارج النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۶۳، ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۱۱۱، انساب الاشراف، جلد ۱، صفحہ ۲۶۵

رحمت عالم صلی اللہ تعالی
علیہ وسلم کا وہ راستہ جس
پر قبا سے روانہ ہو کر
حضور حضرت ابو ایوب
انصاری کے گھر پہنچے

قبامیں قیام

رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب تک قبا میں تشریف فرما رہے، ملاقات کرنے والوں، زیارت کرنے والوں اور دعوت حق سننے والوں کا تانتا بندھا رہا۔ سعادت مند روحیں اس چشمہ صافی سے اپنے دلوں کی پیاس کو بجھاتی رہیں۔ چندروز قیام کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یثرب کی پیاسی سرزمین کو سیراب کرنے کے لئے روانہ ہوئے حضور نے کتنے دن قبا میں قیام فرمایا اس کے بارے میں علماء سیرت کے متعدد اقوال ہیں۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ حضور سوموار کو بعد از دوپہر قبا پہنچے منگل بدھ جمعرات یہاں قیام فرمایا اور جمعہ کے روز چاشت کے وقت مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں روایت کیا۔

إِنَّهُ نَزَلَ فِي بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِقُبَاءَ وَأَقَامَ فِيهِمْ بِضْعَةَ عَشَرَةَ لَيْلَةً وَأَسَّسَ مَسْجِدَ قُبَاءَ فِي تِلْكَ الْأَيَّامِ

"حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بنی عمرو بن عوف کے قبیلہ میں نزول اجلال فرمایا اور دس دن اور چندروز وہاں مقیم رہے اور اسی اثناء میں مسجد قبا کی تعمیر فرمائی۔"

اور ابن عقبہ سے روایت ہے۔ کہ حضور بائیس دن قبا میں تشریف فرما رہے۔

صحیح مسلم میں ہے وَأَقَامَ أَرْبَعَةَ عَشَرَ يَوْمًا یعنی آپ نے چودہ دن قیام فرمایا۔"

امام بخاری، اور مسلم دونوں کی روایتیں قریب المعنی ہیں۔

حضرت شموس بنت نعمان رضی اللہ عنہا مسجد قبا کی تعمیر کا چشم دید حال بیان کرتی ہیں۔

میں نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت کی۔ جب حضور قبا میں تشریف لائے یہاں اقامت فرمائی اور مسجد تعمیر کی۔ جب مسجد قبا تعمیر ہو رہی تھی۔

فَرَأَيْتُهُ يَأْخُذُ الْحَجَرَ أَوِ الصَّخْرَةَ حَتَّى يَهْصِرَهُ الْحَجَرُ وَأَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ التُّرَابِ عَلَى بَطْنِهِ فَيَأْتِي الرَّجُلُ مِنْ أَصْحَابِهِ وَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي أَعْطِنِي أَكْفِيكَ فَيَقُولُ لَا، خُذْ مِثْلَهُ حَتَّى أَسَّسَهُ۔

"تو میں نے حضور کو دیکھا کہ حضور پتھر خود اٹھاتے تھے۔ اور اس پتھر سے گرنے والی مٹی حضور کے چمکتے ہوئے شکم مبارک پر پڑتی تھی۔ حضور کی خدمت میں کوئی صحابی حاضر ہوتا اور عرض کرتا یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں یہ پتھر مجھے عطا فرمائیے کہ میں آپ کی طرف سے اٹھا کر لے جاؤں۔ تو حضور فرماتے "لاخذ مثلہ" "اسے رہنے دو تم اس جیسا کوئی اور پتھر اٹھا کر لے جاؤ۔" یہاں تک کہ وہ مسجد پایۂ تکمیل تک پہنچی۔"

یہ مسجد ایک ایسے میدان میں تعمیر کی گئی جہاں پہلے کھجوریں خشک کی جاتی تھیں اور یہ کلثوم بن ہدم، حضور کے میزبان کی ملکیت تھی۔ انہوں نے زمین کا یہ ٹکڑا مسجد تعمیر کرنے کے لئے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ (۱)

یہ پہلی مسجد تھی جسے ہجرت کے بعد سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعمیر کیا اور اس میں بھاری بھرکم پتھر اٹھا کر لے آئے اور اس کی تعمیر میں شریک ہوئے۔ یہی وہ مسجد ہے جس کے بارے میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ أَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ

"البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے وہ زیادہ مستحق ہے کہ آپ کھڑے ہوں اس میں، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں صاف ستھرا رہنے کو اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پاک صاف لوگوں سے۔" (۱۰۸:۹)

اس آیت کا یہ مقصد نہیں کہ صرف یہ مسجد ہی ایسی ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس کے علاوہ اور کوئی مسجد نہیں جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہو۔ بلکہ اس مسجد کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ آیت اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس کے علاوہ بھی بے شمار مسجدیں ہیں جو اس کے بعد تعمیر ہوئیں اور ان کی بنیاد بھی تقویٰ پر رکھی گئی تھی جیسے مسجد نبوی اور دیگر مساجد۔

احادیث میں مسجد قبا کی بڑی شان مذکور ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے روز

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۳۸۰

پیدل یا سوار ہو کر تشریف لے آیا کرتے۔ حضور نے فرمایا۔

مَنْ تَوَضَّأَ وَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ جَاءَ مَسْجِدَ قُبَا فَصَلّٰى فِيْهِ۔
كَانَ لَهٗ أَجْرُ عُمْرَةٍ

"جو شخص وضو کرتا ہے۔ اور وضو بڑی عمدگی سے کرتا ہے پھر باوضو ہو کر مسجد قبا میں آتا ہے اور اس میں نماز پڑھتا ہے تو اس کو عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔"

امام ترمذی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے اور اس کی تصحیح بھی کی ہے۔

عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ
قَالَ صَلَاةٌ فِيْ مَسْجِدِ قُبَا كَعُمْرَةٍ

حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کیا حضور نے فرمایا۔ "مسجد قبا میں نماز کا ثواب عمرہ کے ثواب کے برابر ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ آپ سوموار اور جمعرات کو مسجد قبا میں ضرور تشریف لاتے تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی احادیث ہیں جن سے اس مسجد کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربیع الاول شریف کی بارہ تاریخ کو بروز دوشنبہ اس وقت تشریف فرما ہوئے جب سورج نصف النہار پر چمک رہا تھا۔

سوموار کے دن کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات پاک اور حیات طیبہ کے ساتھ ایک خصوصی تعلق ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وُلِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَاسْتُنْبِئَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَرَفَعَ الْحَجَرَ الْاَسْوَدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَهَاجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَقُبِضَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ۔

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت باسعادت سوموار کو ہوئی تاج نبوت بھی سوموار کے روز پہنایا گیا۔ خانہ کعبہ کی دیوار کے کونہ میں حضور نے حجر اسود بھی

سوموار کے روز رکھا۔ ہجرت بھی سوموار کے روز ہوئی اور سوموار کے روز ہی اس عالم فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ "(۱)

یہ امر توجہ طلب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس عالم رنگ و بو میں تشریف آوری سے پہلے بھی کئی مہینے اور کئی دن خصوصی شان اور عظمت کے مالک تھے۔ سارے عرب میں اشہر حرم کی عزت کی جاتی تھی۔ ہفتہ کا دن یہود کے نزدیک اور اتوار کا دن نصاریٰ کے نزدیک بہت محترم تھا۔ محرم کی دسویں تاریخ کو بڑے بڑے واقعات رونما پذیر ہوئے تھے جن کے ذریعہ حق کا بول بالا ہوا تھا اور باطل کو دائمی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے لئے نہ ان متبرک مہینوں سے کوئی مہینہ منتخب کیا اور نہ ان عظیم الشان دنوں میں سے کسی دن کا انتخاب فرمایا بلکہ ماہ ربیع الاول اور یوم دوشنبہ کو یہ شرف ارزانی فرمایا جن کو اس سے پہلے کوئی خصوصیت اور اہمیت نہ تھی غور طلب بات یہ ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا۔

حکماء اسلام نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ اگر کسی متبرک مہینہ میں یا بابرکت دن میں حضور کی ولادت ہوتی تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ عبداللہ کا یہ فرزند کوئکر مصدر برکات و سعادات نہ ہوتا جب کہ یہ فلاں برکت والے مہینے میں فلاں برکت والے دن میں پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کے محبوب کے کسی کمال کو کسی زمان و مکان کا کرشمہ سمجھا جائے۔ بلکہ یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ زمانہ کی جس ساعت کو، مکان کے جس خطہ کو جو عزت و سرفرازی اور برکت و سعادت نصیب ہوئی ہے یہ میرے محبوب کے وجود مسعود کا فیضان ہے اس کو صرف میں نے جو اس کا خالق اور رب ہوں۔ یہ عزتیں اور سرفرازیاں ارزانی فرمائی ہیں۔

قباء میں مدتِ قیام

سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنے روز قباء میں قیام فرمایا۔ اس کے بارے میں علماء سیرت وحدیث کے چار اقوال ہیں۔

۱۔ اولین سیرت نگار امام ابن اسحاق فرماتے ہیں۔ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوموار کے دن دوپہر کے فوراً بعد قباء میں تشریف فرما ہوئے۔ منگل، بدھ، جمعرات کو

۱۔ ابن اثیر وغیرہ من کتب الحدیث والسیر، جلد ۲، صفحہ ۱۰۷

یہاں قیام فرمایا اور چوتھے روز جمعہ کے دن چاشت کے وقت یہاں سے عازم یثرب ہوئے۔

۲۔ موسیٰ بن عقبہ نے قبا میں مدت قیام بائیس شب بتائی ہے۔

۳۔ واقدی کے نزدیک یہ عرصہ چودہ روز ہے۔

۴۔ لیکن سید المحدثین امام محمد بن اسماعیل البخاری نے اس کے بارے میں اپنی صحیح میں امام زہری اور حضرت عروہ کے واسطہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

اَقَامَ فِيْهِمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً وَاَسَّسَ مَسْجِدَ قُبَاءَ فِيْ تِلْكَ الْاَيَّامِ۔

"یعنی سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دس شب سے چند روز زیادہ یہاں قیام فرمایا اور انہیں ایام میں مسجد قبا کی تعمیر پایۂ تکمیل تک پہنچی۔" (۱)

مندرجہ بالا روایات میں سے سند کے اعتبار سے یہی روایت زیادہ قابل اعتماد ہے حالات اور واقعات بھی اس کی تائید کرتے ہیں مسجد تعمیر کرنے کے لئے جگہ کا تعین، عمارت کے لئے پتھروں کی فراہمی، پھر اس کی تعمیر کی تکمیل۔ ان تمام کاموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اتنے دنوں کا صرف ہونا اَقْرَبُ اِلَى الصَّوَابِ معلوم ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ

قبا سے روانگی

نور دیدۂ عاشقاں، راحت قلوب مشتاقاں، حبیب الرحمٰن، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جتنے روز بھی قبا میں قیام فرما رہے یثرب کے فرزندان اسلام صبح و شام، ہر وقت شمع جمال مصطفوی پر پروانوں کی طرح تصدق ہوتے رہتے تھے۔ اللہ کے محبوب کے دیدار کا شوق کشاں کشاں انہیں یہاں لاتا۔ بے قرار دل اور بے چین آنکھیں اس جمال جہاں آراء کی زیارت میں ہمہ وقت محو رہتیں یہ سب لوگ اس لمحہ کی انتظار میں ماہی بے آب کی طرح تڑپا کرتے جب ان کا ہادی ور اہبر اپنے ورود مسعود سے ان کے کلبہ ہائے احزان کو منور فرمائے گا۔ ان کے مضطرب دلوں اور بے چین روحوں کی جھولیوں کو سچی اور ابدی مسرتوں سے معمور کرے گا۔ صرف انصار ہی اس ساعت ہمایوں کے لئے مضطرب نہ تھے بلکہ یثرب کے مکانوں کے در و دیوار اس روئے انور کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے اس بستی کے کوچہ و بازار، ان کے قدم ناز کو بوسہ دینے کے لئے بے چین تھے۔ طیبہ کے نخلستانوں کی بلند قامت کھجوریں جھوم جھوم کر اس شاہ والا تبار کی

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۶۷

بلائیں لے رہی تھیں۔

آخر جمعۃ المبارک کی وہ صبح صادق طلوع ہوئی ہر طرف نور ہی نور پھیل رہا تھا، ہر طرف اجالا ہی اجالا انسانیت کی شب تار کو روز روشن میں بدل رہا تھا، اندھیروں کا طلسم ٹوٹ رہا تھا، ظلمتوں کے دبیز پردے چاک ہو رہے تھے، اس نیر اعظم کی نورانی شعاعوں کی ہیبت سے ہر نوع کی تاریکیوں پر لرزہ طاری تھا۔ ویسے تو ہر رات کے بعد ہمیشہ صبح طلوع ہوتی ہے۔ اور ہر صبح کی روشنی زمین کے گوشہ گوشہ کو منور کرتی رہتی ہے لیکن آج کی صبح نرالی صبح تھی اس کے اجالوں میں اتنی شوخی اور تابانی تھی کہ کوئی تاب نہیں لا سکتا تھا۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ: لَمَّا کَانَ الْیَوْمُ الَّذِیْ دَخَلَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَ سَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ اَضَاءَ مِنْھَا کُلُّ شَیْءٍ (رواہ ابن ماجہ)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس روز رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں نزول اجلال فرمایا مدینہ کی ہر شے جگمگانے لگی تھی۔"

وَرَوٰی اِبْنُ اَبِیْ خَیْثَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: شَھِدْتُ یَوْمَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ فَلَمْ اَرَ یَوْمًا اَحْسَنَ مِنْہُ وَلَا اَضْوَأَ

"حضرت ابو خیثمہ کے فرزند فرماتے ہیں کہ میں اس روز وہاں موجود تھا جس روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہر مدینہ میں قدم رنجہ فرمایا۔ میں نے آج تک کوئی ایسا دن نہیں دیکھا جو اس روز سعید سے زیادہ حسین ہو یا زیادہ روشن ہو۔" (۱)

چند روز قبا کی بستی کو بقعہ نور بنائے رکھنے کے بعد یمن و سعادت کا پیکر ہمایوں، خیرات و برکات کا قاسم کریم، نوع انسانی کا بخت بیدار، کائنات کی بارات کا من موہنا اور سجیلا دولہا، آج اس سرزمین کو عرش پایہ بنانے کے لئے روانہ ہو رہا تھا جس کی خاک کے ذرے، ازل سے اس کے پائے ناز کو بوسہ دینے کے لئے تڑپ رہے تھے۔ جس کی نسیم سحر کے جھونکے، اس کی زلف عنبرین کو چومنے کے لئے دیوانہ وار سرگرداں رہا کرتے تھے۔

ان کچے مکانوں، کھجوروں کی شاخوں سے بنے ہوئے چھپروں، جن کو آج تک غربت و

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۳۸۶

افلاس سے جنم لینے والی محرومیوں نے اپنا گھر بنایا ہوا تھا۔ وہ فخرِ دودۂ آدم آج انہیں ایسی رونقیں بخشنے کے لئے تشریف لارہا تھا جن پر شاہ ایران کا قصر ابیض، اور قیصرِ روم کے مرمریں محلات سو جان سے فدا ہونے والے تھے۔ چاشت کا وقت ہو گیا ہے عرب کا سورج اپنی جملہ تمازتوں کے ساتھ جلوہ فشاں ہے۔ یثرب کے سارے کلمہ گو اپنے آقا، اپنے ہادی اور اپنے نبی کو اپنے ہمراہ اپنی بستی میں لے جانے کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ جشنِ استقبال میں شرکت کرنے والے تمام حضرات نے بہترین لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ ہتھیار اپنے جسم پر سجائے ہوئے ہیں۔ خارہ شگاف شمشیروں کی چمک سے سورج شرمارہا ہے اور نیزوں کی سنانیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی ہیں ان کی چمک اور تیزی سے اہل باطل کے جگر گداز ہو رہے ہیں۔ حبشہ کے سیاہ رنگ حبشی بھی اظہار مسرت میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ وہ اپنے آقا کے جلو میں سرخوش و سرشار ہو کر اپنے ہتھیاروں سے جنگی کرتب دکھا رہے تھے آج وہ کیونکر خوش نہ ہوتے آج وہ تشریف لارہا ہے۔ جس کے قدموں کی خاک نے ان کی کالی رنگت کو وہ ملاحت بخش دی تھی۔ جن پر فردوس بریں کی حوریں بھی سو جان سے قربان ہونے لگی تھیں۔ اب انہیں کوئی ان کی سیاہ روئی کا طعنہ نہ دے سکے گا۔ ان کے موٹے ہونٹوں اور چھوٹے ناکوں کے باعث کوئی انہیں حقیر اور ذلیل نہ سمجھ سکے گا۔ بلکہ امت مسلمہ کا امیر المومنین حضرت عمر فاروق انہیں سیدنا بلال کہہ کر پکارے گا۔ جب مکہ فتح ہو گا، جب بیت اللہ شریف بتوں کی نجاستوں سے پاک کر دیا جائے گا۔ اس روز کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید کبریائی اور اس کے محبوب بندے کی رسالت اور شان مصطفائی کا اعلان کرنے کے لئے کسی عرب کو، کسی قریشی کو کسی ہاشمی کو منتخب نہیں کیا جائے گا بلکہ اہل حبش کے ایک فرد کو نگاہ رسالت منتخب فرمائے گی۔ اور اسے حکم دے گی اے بلال! چڑھ جا کعبہ کی چھت پر اور اذان دے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ لَعِبَتِ الْحَبَشَۃُ بِحِرَابِھَا فَرَحًا بِقُدُوْمِہٖ (رَوَاہُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ تشریف لائے اس روز حضور کی یہاں آمد پر مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہوئے حبشیوں نے اپنے ہتھیاروں کے ساتھ جنگی کرتب دکھائے۔“

مبداء فیاض نے بڑی فیاضی سے اہل یثرب کو حسن و جمال کی نعمت ارزانی فرمائی ہے لیکن آج تو ان کے شباب اور ان کی رعنائیوں کا رنگ ہی نرالا ہے۔ چاند، ان کی طلعت زیبا کو دیکھ کر ماند پڑ گیا ہے اور شگفتہ پھول، ان کے رخساروں کی رنگت کے سامنے شرمسار ہو رہے ہیں۔ وہ خوش نصیب آج اللہ تعالیٰ کی شان تخلیق کے شاہکار کے حسن کے جلووں کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں دلوں کے جام اس نازنین ازلی کی محبت کے شراب طہور سے لبالب بھرے ہیں۔ انہوں نے اپنے سینوں کو ہر قسم کی آلائشوں اور آلودگیوں سے پاک کر دیا ہے تاکہ ان کے کریم آقا کے دل آویز انوار کی جلوہ گاہ بن سکیں۔

آخر کار وہ سعید لمحہ آتا ہے۔ جس کے انتظار میں عرصہ سے وہ دیدہ و دل فرش راہ کئے ہوئے ہیں قصویٰ نامی ناقہ پیش کی جاتی ہے جس پر ایک سادہ سا پالان کسا ہوا ہے مرکب کون و مکان کا یکتا شہسوار، رکاب میں قدم مبارک رکھ کر اس پالان پر جلوہ فرما ہے۔ گلشن ہستی پر بہار آ جاتی ہے ہر طرف عید کا سماں ہے۔ نبض ہستی کو نئی جولانیاں بخش دی گئی ہیں۔ نسیم رحمت کے جھونکے دلوں کے غنچوں کو شگفتہ پھول بنا رہے ہیں۔

اپنے آقا کو یوں سوار دیکھ کر دل و جاں نثار کرنے والے غلاموں پر کیف و مستی کا ایک عجیب سماں طاری ہو جاتا ہے اچانک نعرے بلند ہونے لگتے ہیں۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ جَاءَ مُحَمَّدٌ   اَللّٰهُ اَكْبَرُ جَاءَ مُحَمَّدٌ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

ان پر جوش نعروں سے ساری فضا گونج اٹھتی ہے باطل و طاغوت کے پرستاروں کے دل بیٹھنے لگتے ہیں اصنام و اوثان کے پجاریوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے محبوب نبی کی رسالت کے نعروں سے حق کا پرچم بلند ہو جاتا ہے۔

جاں نثاروں کا بے پناہ ہجوم ہے۔ گلیوں میں تل دھرنے کی جگہ نہیں۔ ارد گرد کے مکان اور ان کی چھتیں شوق دیدار میں بے خود اور بے قابو ہونے والوں سے بھری ہوئی ہیں۔ بچے، جوان، بوڑھے، کمسن بچیاں اور پردہ دار خواتین کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے ہیں۔ معصوم بچیاں اور اوس و خزرج کی عفت شعار دوشیزائیں، دفیں بجا بجا کر دل و جان سے محبوب تر اور عزیز تر اپنے مہمان کو ان اشعار سے خوش آمدید کہہ رہی ہیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا   مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

"ثنیات الوداع (وہ چوٹی جہاں مہمانوں کو الوداع کہی جاتی ہے) سے چودھویں کے چاند نے ہم پر طلوع فرمایا ہے۔
جب تک اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا اس کو پکارتا رہے گا ہم پر لازم ہے کہ ہم اس نعمت کا شکر ادا کرتے رہیں۔
اے ہمارے پاس نبی بن کر تشریف لانے والے ؟ آپ اس طرح تشریف لے آئے ہیں کہ آپ کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے گی۔ "

علامہ ابن قیم کی رائے یہ ہے کہ یہ اشعار حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے موقع پر نہیں پڑھے گئے تھے۔ کیونکہ ان میں ثنیات الوداع کا ذکر ہے یہ ٹیلہ ہے اس پہاڑی راستہ پر واقع ہے جہاں اہل مدینہ، شام کی طرف سفر کرنے والے دوستوں اور عزیزوں کو الوداع کہا کرتے تھے کیونکہ حضور مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے اور اس راہ پر کوئی ایسا ٹیلہ نہیں جو ثنیۃ الوداع کے نام سے مشہور ہو۔
ابن قیم کا خیال ہے کہ حضور جب غزوہ تبوک سے مراجعت فرمائے مدینہ طیبہ ہوئے تھے اس وقت مدینہ کی بچیوں نے ان اشعار سے حضور کا استقبال کیا تھا۔

علامہ ابن قیم کا یہ خیال درست معلوم نہیں ہوتا۔ معروف جغرافیہ دان علامہ یاقوت الحموی نے اپنی مشہور کتاب "معجم البلدان" میں اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا ہے وہ ثنیات الوداع کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

بِفَتْحِ الْوَاوِ۔ هُوَ اِسْمٌ مِنَ التَّوْدِيْعِ عِنْدَ الرَّحِيْلِ وَهِيَ ثَنِيَّةٌ مُشْرِفَةٌ عَلَى الْمَدِيْنَةِ يَطَؤُهَا مَنْ يُرِيْدُ مَكَّةَ ... وَقِيْلَ لِاَنَّهَا مَوْضِعُ وَدَاعِ الْمُسَافِرِيْنَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ۔

"یعنی لفظ وداع کی واؤ پر زبر ہے اور یہ تودیع مصدر کا اسم ہے۔ یہ ایک ابھرا ہوا ٹیلہ ہے، جو مدینہ منورہ پر جھکا ہوا ہے، جو لوگ مکہ جاتے تھے اس جگہ سے گزر کر جاتے تھے پھر کہا گیا ہے کیونکہ مدینہ سے مکہ جانے والے مسافروں کو اس مقام پر الوداع کہی جاتی تھی اس لئے اس مقام کا نام

ثنیات الوداع مشہور ہو گیا۔" (۱)
علامہ مجد الدین فیروز آبادی نے بھی مندرجہ بالا رائے سے اتفاق کیا ہے۔
مزید وضاحت کے لئے سبل الہدی والرشا لامام محمد بن یوسف الصالحی کی تیسری جلد کے صفحات ۳۹۶ تا ۳۹۸ ملاحظہ فرمائیے۔

ہر لحظہ ہجوم بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ قصویٰ کے لئے چلنا دشوار ہو رہا ہے گویا اس کے کانوں میں کوئی یہ کہہ رہا ہے۔

قدم اے راہرو آہستہ تر نہ
چوُما ہر ذرہ او درد مند است

اس مؤکب ہمایونی کو حرکت میں آئے کافی وقت گزر گیا ہے لیکن بمشکل چند فرلانگ کا فاصلہ طے ہوا اہل صدق و صفا ارباب عشق ووفا کا یہ قافلہ اپنے مرشد و راہبر، اپنے محبوب و دلبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قیادت میں بنی سالم بن عمرو بن عوف کے محلہ میں جب پہنچا۔ تو سورج ڈھل گیا تھا اور نماز جمعہ ادا کرنے کا وقت ہو گیا تھا۔ وہیں ایک کھلے میدان میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم صادر ہوا چند لمحوں میں صحابہ کرام نے اپنی صفیں درست کر لیں اور بصد ادب اور بہزار خضوع اپنے رب قدیر و کریم کی بارگاہ صمدیت میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے بیٹھ گئے افصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس کی فصاحت و بلاغت نے سامعین پر وجد و محویت کی ایک عجیب کیفیت طاری کر دی سچے موتیوں سے زیادہ آبدار کلمات میں معانی و معارف کے جو سمندر موجزن تھے۔ انہوں نے دلوں کی دنیا بدل کر رکھ دی۔ اذہان کی سوچیں بدل گئیں۔ سود و زیاں، فنا و بقا کے نئے معیاروں کی نقاب کشائی کر دی گئی۔ یہ پہلی نماز جمعہ تھی جو تمام انبیاء و رسل کے امام کی قیادت میں اوس و خزرج کے اہل ایمان اور جملہ مہاجرین کو اداکرنے کی سعادت نصیب ہوئی یہ جمعہ کا پہلا خطبہ تھا جو یثرب کے آزاد ماحول میں محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان کو بادیہ ضلالت سے نکال کر راہ راست پر گامزن کرنے اور انہیں منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔
ہم اس خطبہ کا متن اور اس کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِيْنُهٗ، وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَاَسْتَهْدِيْهِ وَ

۱۔ معجم البلدان، جلد ۲، صفحہ ۸۶

أُؤْمِنُ بِهٖ وَلَا أَكْفُرُهٗ وَأُعَادِيْ مَنْ يَّكْفُرُهٗ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ أَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ وَالنُّوْرِ وَالْمَوْعِظَةِ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ، وَقِلَّةٍ مِّنَ الْعِلْمِ وَضَلَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ، وَانْقِطَاعٍ مِّنَ الزَّمَانِ، وَدُنُوٍّ مِّنَ السَّاعَةِ وَقُرْبٍ مِّنَ الْأَجَلِ۔

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ، وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى وَفَرَّطَ وَضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا، وَأُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ، فَإِنَّهٗ خَيْرُ مَا أَوْصٰى بِهِ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ أَنْ يَّحُضَّهٗ عَلَى الْاٰخِرَةِ وَأَنْ يَّأْمُرَهٗ بِتَقْوَى اللّٰهِ، فَاحْذَرُوْا مَا حَذَّرَكُمُ اللّٰهُ مِنْ نَّفْسِهٖ وَلَا أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ نَصِيْحَةً وَلَا أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ ذِكْرٰى، وَإِنَّهٗ تَقْوٰى لِمَنْ عَمِلَ بِهٖ عَلٰى وَجَلٍ وَّ مَخَافَةٍ وَعَوْنُ صِدْقٍ عَلٰى مَا تَبْتَغُوْنَ مِنْ أَمْرِ الْاٰخِرَةِ۔ وَمَنْ يُّصْلِحِ الَّذِيْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ مِنْ أَمْرِ السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ لَا يَنْوِيْ بِذٰلِكَ إِلَّا وَجْهَ اللّٰهِ يَكُنْ لَّهٗ ذِكْرًا فِيْ عَاجِلِ أَمْرِهٖ وَذُخْرًا فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ حِيْنَ يَفْتَقِرُ الْمَرْءُ إِلٰى مَا قَدَّمَ، وَ مَا كَانَ مِنْ سِوٰى ذٰلِكَ يَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ أَمَدًا بَعِيْدًا، وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔ وَالَّذِيْ صَدَقَ قَوْلَهٗ، وَأَنْجَزَ وَعْدَهٗ، لَا خُلْفَ لِذٰلِكَ فَإِنَّهٗ يَقُوْلُ تَعَالٰى مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ عَاجِلِ أَمْرِكُمْ وَاٰجِلِهٖ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ فَإِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗ أَجْرًا، وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا، وَإِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ تُوَقِّيْ مَقْتَهٗ وَتُوَقِّيْ عُقُوْبَتَهٗ، وَتُوَقِّيْ سُخْطَهٗ، وَإِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ تُبَيِّضُ الْوَجْهَ وَتُرْضِي الرَّبَّ وَتَرْفَعُ الدَّرَجَةَ۔

خُذُوْا بِحَظِّكُمْ وَلَا تُفَرِّطُوْا فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ، قَدْ عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ

كِتَابَهٗ، وَنَهَجَ لَكُمْ سَبِيْلَهٗ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلِيَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ، فَاَحْسِنُوْا كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ، وَعَادُوْا اَعْدَآءَهٗ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ، هُوَاجْتَبٰكُمْ وَسَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ، لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ، وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، فَاَكْثِرُوْا ذِكْرَاللّٰهِ، وَاعْمَلُوْا لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، فَاِنَّهٗ مَنْ اَصْلَحَ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ يَكْفِهٖ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّاسِ، ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يَقْضِيْ عَلَى النَّاسِ وَلَا يَقْضُوْنَ عَلَيْهِ وَيَمْلِكُ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

"سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔ میں اسی کی حمد کرتا ہوں۔ اور اسی سے مدد مانگتا ہوں۔ اسی سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اسی سے ہدایت کا سوال کرتا ہوں۔ میں اس پر ایمان لے آیا ہوں اور اس کے ساتھ کفر نہیں کرتا، جو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے، میں اس کا دشمن ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ وحدہ کے۔ جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بیشک محمد، (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اس کے بندے اور رسول ہیں بھیجا ہے اللہ تعالٰی نے انہیں ہدایت، دین حق، نور اور موعظت کے ساتھ اس وقت جب کافی مدت سے رسولوں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ جب کہ علم بہت قلیل ہو گیا تھا۔ اور لوگ گمراہ ہو رہے تھے۔ اور اس وقت زمانہ ختم ہونے والا ہے قیامت قریب آگئی ہے اور موت کا وقت نزدیک پہنچ گیا ہے۔

جو اطاعت کرتا ہے اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کی، تو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی۔ وہی گمراہ ہوا، وہی حد سے بڑھا اور وہی گمراہی میں دور نکل گیا۔

اور میں وصیت کرتا ہوں تمہیں کہ اللہ تعالٰی سے ڈرتے رہو، کیونکہ بہترین وصیت، جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کر سکتا ہے، یہ ہے کہ وہ اسے اپنی آخرت بہتر کرنے کے لئے برانگیختہ کرے اور اسے اللہ

سے ڈرنے کا حکم دے ۔ ڈرتے رہو، جیسے ڈرایا تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب سے، اس سے افضل کوئی نصیحت نہیں، اور اس سے بہتر کوئی یاد دہانی نہیں، یہی تقویٰ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اور خوفزدہ ہو کر نیک عمل کرتا ہے اور یہی مدد ہے اس چیز پر جس کی تم خواہش رکھتے ہو۔ قیامت کے دن کے لئے اور جو شخص اصلاح کرتا ہے اپنے باطنی اور ظاہری حالات کی، جو اس کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں، اور وہ نہیں ارادہ کرتا اس سے بجز اللہ تعالیٰ کی رضا کے تو یہ بات اس دنیا میں اس کے ذکر کو بلند کردے گی اور موت کے بعد اس کے لئے سرمایہ ہوگی جب انسان محتاج ہوگا ان اعمالِ حسنہ کی طرف جو اس نے پہلے بھیجے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے وہ اس روز دوست رکھے گا کہ اس کے درمیان اور ان چیزوں کے درمیان بہت لمبا فاصلہ ہو اور ڈراتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے اور اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے اپنے بندوں کے ساتھ، جس شخص نے اپنی بات کو سچا کر دکھایا اور اپنے وعدہ کو پورا کیا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کو پورا کرے گا۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے میرے نزدیک میرا قول نہیں بدلتا اور میں اپنے بندوں کے ساتھ ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

اور ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ سے، اپنے ان کاموں کے بارے میں جو اب ہو رہے ہیں اور ان کاموں میں جو بعد میں ہوں گے پوشیدہ ہوں اور علانیہ۔ کیونکہ جو ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو دور کر دیتا ہے۔ اور قیامت کے دن اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ اور جو ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے، وہی عظیم کامیابی حاصل کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، بچاتا ہے اس کے غضب سے اور بچاتا ہے اس کے عذاب سے، اور بچاتا ہے اس کی ناراضگی سے، اور بے شک اللہ تعالیٰ کا خوف چہرے کو روشن کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو راضی اور اس کے درجوں کو بلند کرتا ہے۔ اپنا حصہ لے لو، اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوتاہی نہ کرو اللہ تعالیٰ نے سکھا دی ہے تمہیں اپنی کتاب اور واضح کر دیا ہے تمہارے لئے اپنا راستہ تاکہ

وہ جان لے ان لوگوں کو جو سچے ہیں اور جان لے جھوٹوں کو اور تم بھی بھلائی کرو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے احسان فرمایا ہے اور اس کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی رکھو، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا حق ادا کرو اسی نے تم کو چنا ہے اور اسی نے تمہیں مسلم کے لقب سے موسوم کیا ہے تاکہ ہلاک ہو جس نے ہلاک ہونا ہے دلیل سے اور زندہ ہو جس نے زندہ رہنا ہے دلیل سے اور کوئی قوت نہیں اللہ کی مدد کے بغیر۔ پس کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو۔ اور موت کے بعد زندگی کیلئے عمل کیا کرو۔ پس جو شخص اپنے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملہ درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور لوگوں کے درمیان خود معاملہ درست فرما دیتا ہے یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر مرضی نافذ کر سکتا ہے اور لوگ اس پر اپنی مرضی نافذ نہیں کر سکتے وہ لوگوں کے تمام احوال کا مالک ہے اور لوگ اس کے مالک نہیں بن سکتے۔ اللہ بہت بڑا ہے اور کوئی قوت نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کی مدد کے جو بہت اعلیٰ اور بڑی عظمت والا ہے۔" (۱)

علامہ ابن کثیر نے یہ روایت امام ابن جریر طبری سے نقل کی ہے۔ اگرچہ بعض کتب میں دو اور خطبے بھی مذکور ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حضور نے مدینہ طیبہ میں پہلے جمعہ کے موقع پر ارشاد فرمائے لیکن درست قول یہ ہے کہ یہی وہ ایمان افروز اور روح پرور خطاب کریم ہے جو رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں اپنے قدوم میمنت لزوم کے موقع پر نماز جمعہ ادا کرنے سے پہلے ارشاد فرمایا۔

دوسرے دو خطبے بعض کتب میں درج ہیں اور انہیں اولین خطبے کہا گیا ہے یہ وہ خطبے ہیں جو مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد حضور نے ابتدا میں ایک پرانی کھجور کے مڈھ کے ساتھ ٹیک لگا کر ارشاد فرمائے تھے۔

علامہ محمد الصادق ابراہیم العرجون اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اِنَّ هَاتَيْنِ الْخُطْبَتَيْنِ اللَّتَيْنِ ذَكَرَهُمَا ابْنُ اِسْحَاقَ ثُمَّ الْبَيْهَقِيُّ بِسَنَدِهٖ عَنْ شَيْخِهٖ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَكَمِ كَانَتَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ "۲۹۹ - ۳۰۰ - ۳۰۱"

اللہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ لَا فِیْ مَسْجِدِ
غُبَیْبٍ فِیْ بَنِیْ سَالِمِ بْنِ عَوْفٍ۔ وَاِنَّ الْخُطْبَۃَ الَّتِیْ رَوَاھَا
اِبْنُ جَرِیْرٍ وَھِیَ الْاُوْلٰی مِنَ الْخُطَبِ الثَّلَاثِ فِیْ کِتَابِنَا کَانَتْ
فِی الْخُطْبَۃِ الَّتِیْ خَطَبَھَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ
سَلَّمَ فِیْ مَسْجِدِ وَادِیْ رَانُوْنَاءَ فِیْ دِیَارِ بَنِیْ سَالِمِ بْنِ عَوْفٍ
اَلْمُسَمّٰی مَسْجِدُ غُبَیْبٍ وَھِیَ اَوَّلُ خُطْبَۃِ جُمُعَۃٍ خَطَبَھَا رَسُوْلُ
اللہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْاِسْلَامِ بَعْدَ نُبُوَّتِہٖ کَمَا
صَرَّحَ ابْنُ جَرِیْرٍ فِیْ سَنَدِہٖ وَتَکُوْنُ الْاَوَّلِیَّۃُ فِیْ ھٰذِہِ الْخُطْبَۃِ
اَوَّلِیَّۃً مُّطْلَقَۃً وَفِی الْخُطْبَتَیْنِ اللَّتَیْنِ رَوَاھُمَا ابْنُ اِسْحَاقَ
ثُمَّ الْبَیْھَقِیُّ بَعْدَہٗ اَوَّلِیَّۃٌ نِسْبِیَّۃٌ اَیْ بِالنِّسْبَۃِ لِمَسْجِدِہٖ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَدِیْنَۃِ۔

"یہ دو خطبے جنہیں ابن اسحاق نے ذکر کیا تھا اور پھر امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ اپنے شیخ ابو عبداللہ الحاکم سے روایت کیا ہے یہ وہ خطبے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی مسجد میں پہلے ارشاد فرمائے۔ نہ کہ بنی سالم بن عوف کی مسجد غبیب میں، وہ خطبہ جو ابن جریر نے روایت کیا ہے ان تین خطبوں میں سے وہی اولین خطبہ ہے، جو وادی رانوناء میں بنی سالم بن عوف کے محلہ میں اس مسجد میں ارشاد فرمایا جو مسجد غبیب کے نام سے معروف ہے حقیقۃً مطلق اولیت اسی خطبہ کو حاصل ہے۔ دوسرے دو خطبے ان کی اولیت اضافی ہے۔ یعنی مسجد نبوی میں سب سے پہلے یہ خطبے دیئے گئے۔" (۱)

جس علاقہ میں بنی سالم کا محلہ تھا۔ اس کا نام وادی رانوناتھا۔ یہاں کھلے میدان میں حضور سرور کائنات علیہ اطیب الصلوات وازکی التسلیمات نے پہلی نماز جمعہ ادا کی۔ وہاں بعد میں مسجد تعمیر ہوئی وہ مسجد "غبیب" کے نام سے مشہور ہوئی۔ نماز جمعہ سے فراغت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ناقہ قصواء پر سوار ہوئے تو قبیلہ بنی سالم کے چند حضرات خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جن کی قیادت ان کے دو سردار حضرت عتبان بن مالک اور عباس بن

۱۔ محمد رسول اللہ، جلد ۲، صفحہ ۵۸۴

نصلہ کر رہے تھے۔ (رضی اللہ عنہما) اور آکر گزارش کی۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقِمْ عِنْدَنَا فِي الْعَدَدِ وَالْعُدَّةِ وَالْمَنْعَةِ

" یا رسول اللہ! ہمارے ہاں قیام فرمائیے ہمارے قبیلہ کی تعداد بھی کافی ہے۔ ساز و سامان اور اسلحہ بھی وافر مقدار میں ہے اور ہم حضور کے دفاع کی بھی پوری طاقت رکھتے ہیں۔ "

حضور نے ارشاد فرمایا۔

خَلُّوْا سَبِيْلَهَا فَاِنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ

" میری اونٹنی کا راستہ خالی کر دو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے حکم مل چکا ہے۔ یہ حکم الٰہی کے مطابق ٹھہرے گی۔ "

اپنے آقا کا ارشاد سن کر دلوں میں خلوص و محبت کے جو طوفان امڈ رہے تھے، سہم گئے کسی کو مزید اصرار کی ہمت نہ ہو سکی۔ سب نے سر تسلیم خم کر دیا اور اونٹنی کے لئے راستہ صاف کر دیا وہ خوش بخت اونٹنی، شہسوار میدان نبوت و رسالت کو اپنے اوپر اٹھائے خراماں خراماں اس منزل کی طرف روانہ ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کی مستقل قیام گاہ بننے کے لئے چنا تھا۔

کیا سہانا منظر ہو گا۔ غریب پرور اور دلنواز آقا کی سواری آگے بڑھ رہی ہے۔ سراپا خلوص و ایثار غلاموں کا جم غفیر اپنے آقا کے گرد حلقہ باندھے ہے۔ سارے راستے اور گلیاں بھری ہوئی ہیں مکانوں کے صحن اور ان کی ساری چھتوں پر خواتین سراپا انتظار بنے وارفتگی شوق میں ایک دوسرے سے پوچھ رہی ہیں اَيُّهُمْ هُوَ؟ اَيُّهُمْ هُوَ؟ ہماری آنکھوں کا نور اور دلوں کا سرور کون سا ہے چلتے چلتے یہ موکب ہمایوں بنی بیاضہ کے محلہ کے نواح میں پہنچا ہے تو زیاد بن لبید اور فروہ بن عمرو اپنے قبیلہ کے چند چیدہ افراد کی معیت میں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلُمَّ اِلَيْنَا اِلَى الْعَدَدِ وَالْعُدَّةِ وَالْمَنْعَةِ

" یا رسول اللہ! ہمارے ہاں تشریف رکھئے۔ ہمارے قبیلہ کی تعداد بھی کافی ہے جنگی ساز و سامان بھی وافر مقدار میں ہے اور ہم حضور کے دفاع کی بھی پوری طاقت رکھتے ہیں۔ "

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں بھی یہی ارشاد فرمایا۔

خَلُّوْا سَبِيْلَهَا فَاِنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ

"اس کا راستہ خالی کر دو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے حکم مل چکا ہے یہ حکم الٰہی کے مطابق قیام کرے گی۔"

یہ لوگ بھی فرمان نبوت کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں اور اونٹنی کے سامنے سے ہٹ جاتے ہیں، اس کے بعد یہ جلوس دار بنی ساعدہ کے پاس پہنچتا ہے قبیلہ بنو ساعدہ کے دو رئیس سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو چند ہمراہیوں کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر عرض کرتے ہیں۔

يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلُمَّ إِلَيْنَا إِلَى الْعَدَدِ وَالْعُدَّةِ وَالْمَنَعَةِ قَالَ خَلُّوْا سَبِيْلَهَا فَإِنَّهَا مَامُوْرَةٌ

"یا رسول اللہ! ہمارے پاس تشریف رکھئے۔ ہمارے قبیلہ کے افراد کی تعداد بھی کافی ہے جنگی ساز و سامان بھی بکثرت ہے اور ہم حضور کا دفاع کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں۔"

نبی اکرم نے ان کو بھی وہی جواب دیا کہ میری اونٹنی کا راستہ خالی کر دو وہ اللہ کے حکم کے مطابق ٹھہرے گی۔

وہ بھی سامنے سے ہٹ گئے اور اونٹنی نے چلنا شروع کیا۔

جب حضور بنو حارث بن خزرج کے علاقہ میں پہنچے تو سعد بن ربیع، خارجہ بن زید، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم بنو حارث کے دیگر افراد کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی۔

يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلُمَّ إِلَيْنَا إِلَى الْعَدَدِ وَالْعُدَّةِ وَالْمَنَعَةِ

حضور علیہ السلام نے اپنا پہلا جواب دہرایا۔

خَلُّوْا سَبِيْلَهَا فَإِنَّهَا مَامُوْرَةٌ

انہوں نے بھی اپنے عقیدت و محبت کے شدید تقاضوں کو حکم رسالت پر قربان کر دیا اور راستہ خالی کر دیا۔

یہ قافلہ چلتے چلتے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے ننھال کے محلہ دار بنی عدی بن نجار میں پہنچا جہاں بنو عدی بن نجار سکونت پذیر تھے۔ حضور کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کی والدہ ماجدہ سلمیٰ بنت عمرو اسی خانوادہ کی خاتون تھیں۔ ان کی شادی حضرت ہاشم کے ساتھ ہوئی تھی انہیں کے شکم طاہر سے حضرت عبدالمطلب کی ولادت ہوئی تھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں پہنچے تو سلیط بن قیس اور اُسَیْرہ بن ابی خارجہ، اپنی قوم کے افراد کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر عرض پرداز ہوئے۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلُمَّ اِلٰى اَخْوَالِكَ اِلَى الْعَدَدِ وَالْعُدَّةِ وَالْمَنْعَةِ

"یا رسول اللہ اپنے ننھال کے پاس تشریف لائیے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے سازو سامان سے لیس ہے قوت دفاع بھی زیادہ ہے۔"

حضور نے ارشاد فرمایا۔

خَلُّوْا سَبِيْلَهَا فَاِنَّهَا مَامُوْرَةٌ

"اس کا راستہ چھوڑ دو یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔"

وہ راستہ سے ہٹ گئے ناقہ آگے رواں ہوئی۔ جب بنی مالک بن نجار کے محلہ میں پہنچی تو وہ اونٹنی اس جگہ بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبوی ہے اس وقت وہ کھلا میدان تھا۔ جہاں لوگ اپنی کھجوریں دھوپ میں خشک کیا کرتے تھے یہ میدان بنی نجار کے دو یتیموں سہل اور سہیل فرزندان عمرو کی ملکیت تھا جب اونٹنی یہاں بیٹھی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیچے نہیں اترے اس کے اوپر ہی بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اونٹنی پھر کھڑی ہو گئی اور آگے چل دی۔ حضور نے اس کی مہار اس کی گردن پر ڈالی ہوئی تھی حضور اسے کسی طرف موڑتے نہیں تھے چند قدم آگے چل کر اونٹنی خود بخود واپس مڑی اور جہاں پہلے بیٹھی تھی وہاں آکر بیٹھ گئی۔

فَرَجَعَتْ اِلٰى مَبْرَكِهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ فَبَرَكَتْ فِيْهِ ثُمَّ تَحَلْحَلَتْ وَ رَزَمَتْ وَوَضَعَتْ جِرَانَهَا

"پھر اس نے جھر جھری لی، درماندہ ہو کر بیٹھ گئی اور گردن زمین پر ڈالی دی۔" (۱)

پل بھر میں، بنو نجار کی بچیاں دفیں لئے ہوئے یہ شعر گاتی ہوئی اپنے محبوب نبی اور جلیل القدر مہمان کو مرحبا اور خوش آمدید کہنے کے لئے اکٹھی ہو گئیں۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِي النَّجَّارِ يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارِ

"ہم بنو نجار کی بچیاں ہیں۔ یا محمد (فداک امی وابی) آپ کتنے بہترین پڑوسی ہیں۔"

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان بچیوں کا یہ محبت آگیں شعر سن کر ان سے پوچھا؟

اَتُحِبِّيْنَنِيْ

"کیا واقعی تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔"

ا۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۱۱۲۔ ۱۱۴

قُلْنَ نَعَمْ

"ہاں بیشک یارسول اللہ! ہم محبت کرتی ہیں۔"

تو رحمت عالم نے ارشاد فرمایا۔

وَاَنَا وَاللہِ اُحِبُّکُنَّ ۔ وَاَنَا وَاللہِ اُحِبُّکُنَّ ۔ وَاَنَا وَاللہِ اُحِبُّکُنَّ

"بخدا میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔ بخدا میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔ بخدا میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔" (۱)

فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں اپنی ناقہ سے اترے، اور حضور نے چار مرتبہ یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَقُلْ رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ

"اور یہ بھی عرض کرنا اے میرے رب! اتار مجھے بابرکت منزل پر اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔"

اس وقت حضور پر نزول وحی کی کیفیت طاری ہوئی کچھ دیر کے بعد یہ کیفیت ختم ہو گئی حضور نے فرمایا۔ "یہ ہماری قیام گاہ ہے۔ انشاء اللہ"

یہاں سب سے قریب حضرت ابو ایوب انصاری کا گھر تھا۔ وہ آئے اور نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔ حضور نے اپنی رہائش کے لئے ان کے گھر کو ہی پسند فرمایا اس طرح ارض و سما کے خالق و مالک کا حبیب و محبوب۔ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء بڑے بڑے محلات، کشادہ حویلیوں اور شاندار مکانات سے صرف نظر کرتا ہوا، اپنے ایک درویش صفت غلام کے گھر کو اپنے قیام سے مشرف و مکرم فرماتا ہے۔

مبارک منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد
ہمایوں کشورے کاں عرصہ راشا ہے چنین باشد

مختلف قبائل کے علاقوں سے گزرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گزر عبداللہ بن ابی بن سلول کے مکان کے پاس سے ہوا۔ وہ کیونکہ قبیلہ خزرج کا سردار تھا۔ حضور نے اس کے پاس اترنے کا ارادہ ظاہر فرمایا لیکن اس کی بدبختی نے اسے اجازت نہ دی کہ وہ اس ابدی سعادت سے اپنے آپ کو بہرہ ور کر سکے۔ اس بدنصیب نے کہا۔

اِذْهَبْ اِلَی الَّذِیْنَ دَعَوْکَ وَانْزِلْ عَلَیْهِمْ

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۳۹۰

"ان کے پاس جائیے جنھوں نے آپ کو بلا بھیجا ہے اور ان کے ہاں قیام کیجئے۔ "

اس کے اس جواب سے حضور کو بہت تکلیف ہوئی تو سعد بن عبادہ نے عرض کی یا رسول اللہ! اس کی بات سے حضور غمزدہ نہ ہوں اس کی ایک خاص وجہ ہے کہ ہم نے اسے اپنا بادشاہ بنانے کا پروگرام بنایا تھا زرگر کے پاس اس کے لئے سنہری تاج بن رہا تھا۔ اچانک ان پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا اور حضور نے یہاں نزول اجلال فرمایا اس کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں اس لئے بیچارہ غم و غصہ سے پیچ و تاب کھا رہا ہے اور ایسی نازیبا گفتگو اس کی زبان سے صادر ہو رہی ہے۔ (۱)

جہاں قصواء ناقہ آ کر رکی تھی اور پھر بیٹھ گئی تھی وہ ایک کھلا قطعہ زمین تھا۔ جسے مربد کہتے تھے اہل یثرب یہاں اپنی کھجوریں دھوپ میں ڈال دیتے یہاں تک کہ وہ خشک ہو جاتیں اس طرح انہیں ذخیرہ کرنا آسان ہو جاتا۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ قطعہ زمین پسند آ گیا پوچھا اس کا مالک کون ہے معاذ بن عفراء نے عرض کی اے جان عالم! یہ سہل اور سہیل کی ملکیت ہے یہ دونوں یتیم بچے ہیں ان کا میں کفیل ہوں۔ میں ان کو مناسب معاوضہ دے کر راضی کر لوں گا۔ چنانچہ یہ جگہ خرید کر مسجد نبوی کی تعمیر کے لئے مخصوص کر دی گئی۔

انتخاب دار ابی ایوب انصاری کی وجہ

محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم نے اپنے قیام کے لئے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کو کیوں پسند فرمایا۔ اس کے بارے میں اولین سیرت نگار ابن اسحاق نے اپنی تالیف "المبتدا" میں اور امام ابن ہشام نے "التیجان" میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ دمشق میں اور دیگر متعدد علماء نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ایک واقعہ نقل کیا ہے میں تاریخ ابن عساکر کے حوالہ سے اس کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

تبع، مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ شریف کی زیارت کرنے کے بعد اور اسے غلاف پہنانے کے بعد اپنے لشکر جرار سمیت یثرب کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت یثرب ایک پانی کے چشمے کا نام تھا۔ جہاں کھیتی باڑی کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔ تبع کے ہمراہ لشکر کے علاوہ صاحب کمال علماء و حکماء کا بھی ایک جم غفیر تھا۔ جو اس نے مختلف علاقوں سے چن چن کر اکٹھے کئے تھے۔ یثرب

۱۔ السیرۃ الحلبیہ، جلد ۱، صفحہ ۳۵۴

پہنچ کر اس نے وہاں قیام کیا۔ ایک روز چار سو علماء بادشاہ کے دروازہ پر آکھڑے ہوئے اور گزارش کی کہ ہم اپنے شہروں کو چھوڑ کر ایک طویل عرصہ تک جہاں پناہ کے ساتھ سفر کرتے رہے ہیں۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ہم یہاں سکونت اختیار کریں۔ یہاں تک کہ ہمیں موت آ جائے۔ بادشاہ نے وزیر کو بلایا اور کہا۔ کہ ان کے حالات میں غور کرے اور وہ وجہ معلوم کرے جس کے باعث ان لوگوں نے میرے ساتھ چلنے کا عزم ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ مجھے ان کی سخت ضرورت ہے۔ وزیر ان کے پاس گیا ان سب کو ایک جگہ جمع کیا اور بادشاہ نے اسے جو کہا تھا۔ اس سے انہیں آگاہ کیا انہوں نے وزیر کو کہا۔ کہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ کعبہ کی عزت اور اس شہر کا شرف اس ہستی کی وجہ سے ہے جو یہاں ظہور پذیر ہوگی ان کا نام نامی "محمد" ہوگا وہ حق کے امام ہوں گے وہ صاحب قرآن، صاحب قبلہ اور صاحب لواء و منبر ہوں گے۔ وہ یہ اعلان کریں گے لاالہ الااللہ ان کی پیدائش مکہ میں ہوگی۔ ان کی ہجرت گاہ یہ شہر بنے گا۔ پس خوشخبری ہے اس کے لئے جو ان کو پالے گا اور ان پر ایمان لے آئے گا۔ ہماری یہ آرزو ہے کہ ہم ان کی زیارت سے مشرف ہوں یا ہماری آنے والی نسلوں میں سے ہمارا کوئی بچہ ان کے زمانے کو پالے اور ان پر ایمان لے آئے۔ وزیر نے جب یہ بات سنی تو اس کے دل میں بھی یہاں رہائش پذیر ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ جب بادشاہ نے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو ان سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ کہ ہم یہاں سے ہرگز نہیں جائیں گے۔ ہم نے اس کی وجہ آپ کے وزیر کو تفصیل سے بتا دی ہے۔ بادشاہ نے وزیر کو بلا کر دریافت کیا اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بادشاہ سوچ میں پڑ گیا اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ایک سال حضور کی آمد کی انتظار میں یہاں ٹھہرے گا بادشاہ نے حکم دیا کہ ان چار سو علماء کے لئے چار سو رہائشی مکانات تعمیر کئے جائیں اس نے چار سو کنیزیں خریدیں، انہیں آزاد کیا۔ پھر ان کا نکاح ایک ایک عالم سے کر دیا انہیں زر کثیر بخشا تاکہ وہ یہاں کے اخراجات آسانی سے برداشت کر سکیں ایک خط لکھا جسے سونے کے ساتھ سربمہر کر دیا اور ان علماء میں سے جو سب سے بڑا عالم تھا اس کے سپرد کیا اور اس سے التماس کی کہ اگر اس کو حضور کی زیارت نصیب ہو تو یہ عریضہ وہ خود حضور کی بارگاہ میں پیش کرے ورنہ اپنی اولاد در اولاد کو وصیت کرتا جائے کہ جس کو وہ عہد سعید دیکھنا نصیب ہو اور رحمت عالم کی زیارت کا شرف میسر آئے تو وہ اس کا عریضہ بارگاہ رسالت میں پیش کرے۔ اس کے عریضہ کے چند اہم فقرے یوں بیان کئے گئے ہیں۔

اَمَّا بَعْدُ يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِكِتَابِكَ الَّذِیْ نَزَّلَهٗ

اللّٰہُ عَلَیْكَ وَاَنَا عَلٰی دِیْنِكَ وَاٰمَنْتُ بِرَبِّكَ وَرَبِّ کُلِّ شَیْءٍ وَاِنْ اَدْرَکْتُ فِیْهَا وَنِعْمَتْ وَاِنْ لَمْ اَدْرِکْكَ فَاشْفَعْ لِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ الخ

"اس عریضہ میں اس نے یہ لکھا ہے اللہ کے رسول (محمد) میں آپ پر اور آپ کی کتاب پر ایمان لایا ہوں جو اللہ تعالیٰ آپ پر نازل فرمائے گا۔"

"میں نے حضور کا دین قبول کیا ہے اور آپ کی سنت پر عمل کروں گا کہ آپ کے رب پر اور کائنات کے پرودگار پر ایمان لایا ہوں اور جو احکام شریعت آپ اللہ کی طرف سے لے آئیں گے ان پر محکم یقین رکھتا ہوں اگر مجھے حضور کی زیارت نصیب ہو جائے تو یہ میری انتہائی خوش بختی ہو گی اور اگر میں زیارت کی سعادت سے بہرہ ور نہ ہو سکوں تو قیامت کے روز میری شفاعت فرمائے اور مجھے فراموش نہ کیجیے میں حضور کے ان فرماں برداروں اطاعت گزار امتیوں سے ہوں جو حضور کی آمد سے پہلے حضور پر ایمان لائے تھے۔"

تبع کی وفات کے بعد پورے ایک ہزار سال گزر گئے تو حضور کی ولادت باسعادت ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مکہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کی اور اہل یثرب کو پتہ چلا تو انہوں نے مشورہ کیا کہ اس خط کو حضور کی خدمت میں کیسے پہنچایا جائے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، جو مکہ سے ہجرت کر کے یثرب پہنچ گئے تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ ایک قابل اعتبار شخص کا انتخاب کریں اور یہ خط دے کر حضور کی خدمت اقدس میں روانہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے ایک زیرک آدمی جس کا نام ابو لیلیٰ تھا اور انصار کے قبیلہ میں سے تھا۔ اسے یہ خط دے کر بھیجا اسے پر زور تاکید کی کہ اس خط کو بڑی حفاظت سے رکھے اور حضور کی خدمت میں پیش کرے۔ وہ روانہ ہو گیا جب اثنائے سفر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قبیلہ سلیم کے ایک شخص کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہاں پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ فرمایا۔ اَنْتَ اَبُوْلَیْلٰی تم ابو لیلیٰ ہو۔ اس نے عرض کی ہاں! پھر حضور نے پوچھا تبع اول شاہ یمن کا خط تمہارے پاس ہے وہ یہ سن کر ششدر ہو گیا۔ اور سراپا حیرت بن کر پوچھنے لگا۔ آپ کون ہیں، آپ جادوگر تو نہیں۔ حضور نے فرمایا نہیں بلکہ میں محمد ہوں (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ھَاتِ الْکِتَابَ وہ خط پیش کرو۔ اس نے اپنا سامان کھولا جس میں اس نے وہ خط چھپا کر رکھا ہوا تھا۔ اس کو حضور کی خدمت میں پیش کیا حضرت ابو بکر نے یہ خط پڑھ کر سنایا حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا خط سن کر تین بار فرمایا۔ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ " کہ میں اپنے نیک بھائی کو مرحبا کہتا ہوں۔ "

پھر حضور نے ابو لیلیٰ کو حکم دیا کہ وہ واپس یثرب چلا جائے اور وہاں کے لوگوں کو حضور کی آمد کے بارے میں آگاہ کرے۔ " (۱)

امام محمد بن یوسف الصالحی نے سبل الہدیٰ میں اس واقعہ کو متعدد حوالوں سے نقل کیا ہے اور وہ اشعار بھی لکھے ہیں جو اس نے اپنے عریضہ میں تحریر کئے تھے۔

شَهِدْتُ عَلٰی اَحْمَدَ اَنَّهٗ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ بَارِیْ النَّسَمِ

" میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اللہ کے رسول ہیں جو تمام روحوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ "

فَلَوْمُدَّ عُمْرِیْ اِلٰی عُمْرِهٖ لَكُنْتُ وَزِيْرًا لَّهٗ وَابْنَ عَمٍّ

" اگر میری زندگی نے وفا کی اور میں نے حضور کا زمانہ پالیا تو میں حضور کا وزیر بنوں گا اور چچازاد بھائی کی طرح ہر موقع پر امداد کروں گا۔ "

وَجَاهَدْتُ بِالسَّيْفِ اَعْدَاءَهٗ وَفَرَّجْتُ عَنْ صَدْرِهٖ كُلَّ هَمٍّ

" میں تلوار کے ساتھ آپ کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور حضور کے سینہ میں جو فکر و اندیشہ ہوگا اس کو دور کروں گا۔ "

علامہ احمد بن زینی دحلان نے بھی السیرۃ النبویہ میں بعینہ یہ واقعہ لکھا ہے۔ (۲)

حضرت ابو ایوب کا کاشانۂ سعادت

امام مسلم نے صحیح میں حضرت ابو ایوب انصاری سے یہ روایت نقل کی ہے آپ نے کہا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گھر میں قیام پذیر ہوئے تو حضور نے نچلے والے حصہ میں رہائش اختیار کی۔ میں اور میری زوجہ ام ایوب بالاخانے میں تھے میں نے عرض کی۔ یا نبی اللہ۔ میرا باپ اور میری ماں آپ پر قربان ہوں۔ مجھے یہ بات ازحد ناگوار ہے کہ میں آپ کے اوپر والے مکان میں رہوں اور حضور نیچے والے مکان میں مہربانی فرما کر آپ بالاخانے

۱۔ التهذيب تاريخ دمشق الکبیر لابن عساکر، جلد ۳، صفحہ ۳۳۳۔ ۳۳۵

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۳۹۰۔ ۳۹۱، سیرت نبوی زینی دحلان، جلد ۱، صفحہ ۳۲۶۔ ۳۲۷

میں تشریف لے جایئے ہم نیچے والے حصہ میں آجائیں گے۔

حضور نے فرمایا۔

اَنْ اَرْفَقَ بِنَا وَبِمَنْ یَغْشَانَا اَنْ نَکُوْنَ فِیْ سِفْلِ الْبَیْتِ

"میرے لئے اور ملاقات کے لئے آنے والوں کے لئے یہ امر آرام دہ ہے کہ ہم نیچے والے حصہ میں رہیں۔"

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیچے والے حصہ میں سکونت پذیر رہے اور ہم اوپر والی منزل میں۔ ایک دفعہ ہمارا پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا۔ میں اور ام ایوب ایک لحاف لے کر اس پانی کو اس کے ساتھ جذب کرنے لگے مبادا یہ پانی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ٹپکے اور حضور کو تکلیف پہنچے ہمارے پاس اس لحاف کے بغیر اور کوئی لحاف نہ تھا۔ حضرت ایوب بار بار بصد عجز و نیاز عرض کرتے رہے یا رسول اللہ! حضور بالاخانے میں تشریف لے جائیں ہمارا دل گوارا نہیں کرتا کہ ہم اوپر ہوں اور حضور نیچے ہوں۔ چنانچہ ان کے شدید اصرار پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اوپر والے حصہ میں منتقل ہو گئے اور حضرت ابو ایوب اپنے کنبہ کے ساتھ نیچے تشریف لے آئے۔ (۱)

حضور کی میزبانیاں

حضرت ابو ایوب بتاتے ہیں کہ ہم رات کا کھانا تیار کر کے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کرتے۔ جب حضور کا پس خوردہ ہمارے پاس پہنچتا تو ہم حصول تبرک کے لئے حضور کی مبارک انگلیوں کے نشانات تلاش کرتے اور جہاں ہمیں وہ نشان معلوم ہوتے ہم وہاں سے کھاتے ایک روز ہم نے رات کا کھانا پکا کر بھیجا اس میں پیاز یا لہسن تھا۔ حضور نے اسے ہماری طرف لوٹا دیا ہم نے دیکھا کہ حضور کی مبارک انگلیوں کا کہیں نشان نہ تھا۔ میں گھبرایا ہوا حاضر خدمت ہوا عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر تصدق ہوں۔ حضور نے ہمارا کھانا واپس کر دیا۔ میں نے کہیں حضور کے دست مبارک کے نشان نہیں دیکھے۔ حضور نے فرمایا مجھے اس کھانے میں اس بوٹی کی بو آگئی تھی۔ اور میں وہ شخص ہوں جو اپنے رب سے سرگوشیاں کرتا ہے لیکن تم اسے کھاؤ تمہارے لئے جائز ہے۔ حضرت

۱۔ سبل الہدی، جلد ۳، صفحہ ۳۹۲

ابوایوب کہتے ہیں اس روز کے بعد ہم نے کبھی کھانے میں پیاز یا لہسن استعمال نہیں کیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے جب کاشانہ ابوایوب کو رونق بخشی تو سب سے پہلا تحفہ میں لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ ایک پیالہ تھا جس میں ثرید تھی جو گندم کے آٹے، گھی اور دودھ سے تیار کی گئی تھی میں نے یہ پیالہ حضور کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کی یارسول اللہ! یہ ثرید کا پیالہ میری ماں نے حضور کی خدمت میں بھیجا ہے۔ حضور نے فرمایا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے۔ حضور نے اپنے اصحاب کو بلایا سب نے مل کر اسے کھایا۔

میں ابھی واپس دروازہ تک پہنچا تھا کہ سعد بن عبادہ کی طرف سے ان کا ایک غلام بھرا ہوا پیالہ سر پر اٹھائے ہوئے آپہنچا یہ پیالہ کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں اسے دیکھ کر دروازہ پر رک گیا اور وہ کپڑا اٹھا کر دیکھا تو مجھے اس میں بھی ثرید نظر آئی۔ جس کے اوپر گوشت والی ہڈیاں رکھی تھیں حضرت سعد کا غلام اس پیالہ کو لے کر حضور کی خدمت میں پہنچ گیا۔ حضرت زید کہتے ہیں کہ ہم بنی مالک بن نجار کے محلہ میں تھے۔ ہر رات تین چار آدمی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے گھر کی ڈیوڑھی پر کھانا اٹھائے ہوئے حاضر ہو جاتے۔ ان لوگوں نے باریاں مقرر کی ہوئی تھیں ہر آدمی اپنی باری پر کھانا پکوا کر لے آتا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سات ماہ بعد اپنے نو تعمیر شدہ حجروں میں منتقل ہو گئے۔

یہاں بھی سعد بن عبادہ کی طرف سے ایک بڑا پیالہ دن کے وقت اور اسعد بن زرارہ کی طرف سے ایک بڑا پیالہ ہر رات کو بھیجا جاتا۔ (۱)

حضرت ام ایوب سے کسی نے پوچھا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کون سا کھانا زیادہ پسند تھا تمہیں اس کا بخوبی علم ہو گا کیونکہ حضور کافی عرصہ تمہارے ہاں قیام پذیر رہے ہیں حضرت ام ایوب نے جواب دیا کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور نے کوئی خاص کھانا پکانے کا حکم دیا ہو اور نہ کبھی میں نے یہ دیکھا کہ جو کھانا حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا اس میں حضور نے کبھی کوئی عیب نکالا ہو البتہ میرے شوہر حضرت ابوایوب نے مجھے بتایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ایک رات اس بڑے پیالے سے رات کا کھانا تناول فرمایا جو سعد بن عبادہ نے بھیجا تھا۔ اور جس میں شوربا تھا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے بڑی رغبت سے اسے تناول فرمایا اسی لئے ہم حضور کے لئے اسی قسم کا شوربے والا سالن تیار

۱۔ ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۷۸ و سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۳۹۲ - ۳۹۳

کرتے۔ ہم حضور کے لئے ہریسہ بھی تیار کرتے (یہ کھانا جس میں گندم کے دانوں کو کوٹ کر انہیں قیمہ میں ملا کر پکایا جاتا ہے) حضور اس کو بھی پسند فرماتے۔ حضور جب رات کو کھانا تناول فرماتے تو کھانے کی مقدار کم ہو یا زیادہ ہر حالت میں پانچ سے سولہ افراد تک اس کھانے میں شریک ہوتے۔

شوقِ دید کے لئے ہجرت

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلے آئے تو باقی ماندہ صحابہ کے لئے وہاں فضا تاریک ہو گئی اور جینا مشکل ہو گیا وہ بھی ہجرت کر کے اپنے آقا کے قدموں میں حاضر ہونے لگے۔ اپنے ہادی و مرشد کے قدموں میں حاضر ہونے کے شوق کی یہ کیفیت تھی کہ وہ جاں بلب مریض جن کے زندہ رہنے کی بظاہر کوئی امید نہ ہوتی تھی وہ بھی اپنے بچوں کو کہتے کہ ہماری چارپائی اٹھا کر مدینہ کی طرف لے چلو ہمیں موت بھی آئے تو منزل جاناں کی راہ میں آئے۔

حضور کے ایک صحابی جن کا نام جندع بن ضمرہ تھا۔ وہاں مکہ میں رہ گئے وہیں بیمار ہو گئے انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا مجھے یہاں سے نکال کر لے جاؤ۔ بچوں نے پوچھا اِلٰی اَیْنَ؟ "یعنی ہم اس حالت میں آپ کو کہاں لے جائیں فَاَوْمَأَ بِیَدِهٖ نَحْوَ الْمَدِیْنَةِ زبان میں تو بولنے کی سکت نہ تھی اپنے ہاتھوں سے مدینہ کی طرف اشارہ کیا۔" سعادت مند بیٹوں نے اپنے بیمار باپ کی چارپائی اٹھائی ابھی وہ بنی غفار کے تالاب تک پہنچے تھے جو مکہ سے صرف دس میل کی مسافت پر ہے تو طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کے اس جاں نثار کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ یہ آیت نازل کر کے اس کے جذبہ عشق و محبت کی لاج رکھ لی۔ جبرئیل امین یہ فرمان الٰہی لے کر مدینہ میں حاضر ہوئے۔

مَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (۴:۱۰۰)

"یعنی جو شخص اپنے گھر سے نکلتا ہے تاکہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے جائے پھر آ لے اس کو (راستہ میں) موت، تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر واجب ہو جاتا ہے۔" (۱)

اس طرح ایک دوسرے صحابی جو قبیلہ بنو خزاعہ کے ایک فرد تھے، جن کا نام ضمرہ بن عیص یا

۱۔ انساب الاشراف، جلد ۱، صفحہ ۲۵

العیص بن ضمرہ بن زنباع بتایا گیا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہ کرام کو ہجرت کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے اپنے گھر والوں کو کہا کہ چارپائی پر بستر بچھاؤ اور مجھے اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب یہ مریض وردِ محبت، تنعیم کے مقام پر پہنچا جو کہ سے صرف تین چار میل کے فاصلہ پر ہے تو اس نے جان دے دی۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ (۱)

مہاجرین کی متروکہ جائیداد پر کفار مکہ کا قبضہ

سرور کائنات عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ اَفْضَلُ الصَّلَوٰتِ وَاَطْیَبُ التَّحِیَّات جب ہجرت کر کے بنفس نفیس مدینہ طیبہ آ گئے۔ تو بچے کھچے مسلمان بھی اپنے گھر بار اور مال و منال کو وہیں چھوڑ کر ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچنے لگے۔ صرف وہ لوگ باقی رہ گئے جنہوں نے اپنے رشتہ داروں اور قوم کے سرداروں کی انگیخت اور تشدد کے باعث اپنے دین کو ترک کر دیا تھا یا وہ جو مجبور تھے۔ بڑے بڑے خاندانوں کے لوگ بھی اپنا سب کچھ چھوڑ کر یہاں چلے آئے تھے۔ بنو مظعون بن جمح اور بنو جحش بن راب جو بنو امیہ کے حلیف تھے۔ بنی سعد بن لیث کا قبیلہ، بنو بکیر جو بنو عدی بن کعب کے حلیف تھے یہ بھی اپنے شاندار مکانات اور وسیع و عریض حویلیوں کو قفل لگا کر چلے آئے تھے کفار نے ان کے مکانات پر قبضہ کر لیا بنو جحش بن راب کے محل نما مکان پر ابو سفیان نے قبضہ کرنے کے بعد اس کو عمرو بن علقم کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اور اس کی قیمت سے اپنا قرضہ اتارا۔ حضرت عبداللہ بن جحش کو اس کا علم ہوا تو انہیں بہت صدمہ پہنچا۔ بطور شکایت بارگاہ رسالت میں یہ واقعہ بیان کیا اللہ تعالیٰ کے اس کریم رسول نے اپنے جان نثار کی دلجوئی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اَلَا تَرْضٰی یَا عَبْدَ اللّٰہِ اَنْ یُّعْطِیَكَ اللّٰہُ بِہَا دَارًا خَیْرًا مِّنْہَا فِی الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰی۔ وَقَالَ فَذٰلِكَ لَكَ۔

"اے عبداللہ کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ اس مکان کے بدلے اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں اس سے بہتر مکان عطا فرمائے عرض کی بیشک، حضور نے فرمایا تو وہ مکان جنت میں تجھے دے دیا گیا۔"

جب مکہ فتح ہوا تو اس خاندان کے ایک فرد ابو احمد نے اپنے مکان کی واپسی کے لئے حضور کی

۱۔ انساب الاشراف، جلد ۱، صفحہ ۲۶۵

خدمت میں درخواست کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکوت اختیار فرمایا۔ جب انتظار نے طول کھینچاتو ابو احمد نے اس کا تذکرہ کسی مسلمان بھائی سے کیا۔ انہوں نے انہیں مشورہ دیا کہ اے ابا احمد! رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ وہ اموال جو اللہ کی راہ میں تم سے چھین لئے گئے پھر تم ان کی طرف رجوع کرو۔ اس کے بعد کسی مہاجر نے اپنی جائیداد کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا۔ البتہ ابو احمد نے ابو سفیان کو خطاب کرتے ہوئے یہ اشعار کہے۔

أَمْرٍ عَوَاقِبُهُ نَدَامَهْ — أَبْلِغْ أَبَا سُفْيَانَ عَنْ
تَقْضِي بِهَا عَنْكَ الْغَرَامَهْ — دَارُ ابْنِ عَمِّكَ بِعْتَهَا
طَوْقُهَا طَوْقُ الْحَمَامَهْ — اِذْهَبْ بِهَا اذْهَبْ بِهَا

"اس بات کے بارے میں ابو سفیان کو پیغام پہنچادو جس کا انجام ندامت ہے تو نے اپنے چچازاد بھائی کا مکان فروخت کر دیا اور اس کی قیمت سے اپنا قرض ادا کیا ہے لے جا اس مکان کو، لے جا اس مکان کو۔ یہ تمہاری گردن میں حلقہ بنا کر ڈال دیا گیا ہے جس طرح کبوتری کی گردن میں حلقہ ہوتا ہے۔" (۱)

شہر شاہِ خوباں صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

یثرب کا محل وقوع، اس کا نقشہ، اس کی آبادی کی ابتدا، اوس و خزرج یہاں، کہاں سے آئے کب آئے اور کیونکر آئے۔ یہودی قبائل یہاں کس طرح پہنچے اور آباد ہوئے۔ ان امور کا تفصیلی بیان آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔

اب یہ عرض کرنا ہے کہ رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی یہاں تشریف آوری سے اس شہر کو کیا عظمتیں بخشی گئیں۔ اس کی آب و ہوا میں کیا تغیر رونما ہوا، اس کے معاشی حالات میں کن برکات کا ظہور ہوا۔ محبوب رب العالمین نے اس خطہ زمین کو کن دعاؤں سے نوازا اور ان دعاؤں کے صدقے مدینہ کو کیا شہرت دوام نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب کی قیام گاہ اور آخری آرام گاہ بننے کے باعث اس کے درجات میں کیا بلندی ہوئی، کس طرح اس سرزمین کی خاک، جس کو مظہر جمال و جلال الٰہی کے قدم ناز کو بوسہ دینے کی سعادت

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۲۱۶ - ۲۱۷

میسر آئی عشاق باصفا کی آنکھوں کا سرمہ بنی گلستان مدینہ سے گزر کر جانے والا باد نسیم کا ہر جھونکا کس طرح مردہ دلوں کو حیات نو، پژمردہ روحوں کو تازگی اور نشاط بانٹتا چلا گیا۔

علماء کرام نے مدینہ طیبہ کی عظمت و شان کی تفصیلات بیان کرنے کے لئے مبسوط کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں ان گلی کوچوں، بازاروں اور تجارتی منڈیوں، جہاں سے سرکار دو عالم گزرا کرتے تھے وہ باغات اور نخلستان، جہاں حضور تشریف لے جایا کرتے تھے، وہ کنوئیں اور چشمے، جن سے نبی مکرم پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔ وہ محلے اور بستیاں جہاں حضور، اپنے جاں نثاروں کی دلجوئی اور عزت افزائی کے لئے قدم رنجہ فرمایا کرتے تھے، وہ وادیاں اور آبی گزر گاہیں جہاں سے حضور کا گزر ہوا کرتا تھا۔ ایک ایک چیز کا ذکر بڑے محبت آگیں انداز میں کیا ہے چاہئے تو یہ تھا کہ محبوب کریم کے اس مقدس شہر کی تفصیلات بیان کی جاتیں۔ لیکن اس تالیف کے موضوع کے کچھ اپنے تقاضے ہیں جن کی پابندی ضروری ہے۔ اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے چند اہم امور کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

مدینہ منورہ کے اسماء

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم کے یہاں تشریف لانے سے پہلے اس بستی کی آب وہوا صحت کے لحاظ سے بڑی مضر تھی۔ بخار اور دیگر متعدی بیماریاں وبا کی صورت میں یہاں پھوٹتی رہتی تھیں۔ پانی خوش ذائقہ نہ تھا۔ ان امور کی وجہ سے اس بستی کو یثرب کے نام سے، (جس میں شدت اور فساد کا مفہوم پایا جاتا ہے) یاد کیا جاتا تھا۔ رحمت کائنات نے یہاں قدم رنجہ فرمایا تو اس بستی کے مقدر کا ستارہ چمک اٹھا۔ یہ بستی یثرب کے بجائے مدینۃ الرسول کے معزز نام سے موسوم ہوئی صرف نام ہی تبدیل نہیں ہوا بلکہ اس کی آب وہوا میں بھی خوشگوار تغیر رو پذیر ہو گیا چنانچہ نبی کریم نے اس شہر کو یثرب کے پرانے نام سے یاد کرنے سے منع فرما دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا لَا تَدْعُوهَا يَثْرِبَ فَإِنَّهَا طَيْبَةٌ (ابن مردویہ) اس شہر کو یثرب نہ کہا کرو، کیونکہ یہ طیبہ ہے۔"

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّى الْمَدِيْنَةَ يَثْرِبَ فَلْيَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ هِيَ طَابَةٌ هِيَ طَابَةٌ هِيَ طَابَةٌ

(رواہ الامام احمد)

"جو شخص مدینہ کو یثرب کہے اسے چاہئے کہ وہ اپنی اس غلطی پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے۔ یہ توطابہ ہے یہ توطابہ ہے یہ توطابہ ہے۔"

(طابہ کا معنی پاکیزہ) (۱)

علماء محققین نے اس کے پچانوے نام بتائے ہیں۔ ان میں سے چند نام جو نسبتاً زیادہ مشہور ہیں، لکھے جاتے ہیں۔

اَلْجَبِیْبَۃُ، حَرَمُ رَسُوْلِ اللّٰہِ، قُبَّۃُ الْاِسْلَامِ، اَلشَّافِیَۃُ، طَابَۃٌ طَیْبَۃٌ، طَیِّبَۃٌ، اَلْعَاصِمَۃُ، اَلْغَرَّاءُ، اَلْمُبَارَکَۃُ، اَلْمُحِبَّۃُ، اَلْمُحَبَّبَۃُ، اَلْمَحْبُوْبَۃُ، اَلْمَدِیْنَۃُ۔ (۲)

بے پایاں محبت

سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم کو اس شہر سے بے پایاں محبت تھی جب سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ کے مکانات کی دیواریں دکھائی دیتیں تو حضور اپنی سواری کو تیز کر دیتے اور یوں دعا مانگتے ہوئے اس میں داخل ہوتے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَنَا بِھَا قَرَارًا وَّرِزْقًا حَسَنًا (رواہ الشیخان)

"اے اللہ! اس شہر کو ہمارے لئے قرار گاہ بنا دے اور ہمیں خوبصورت رزق عطا فرما۔"

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں۔ کہ حضور کی یہاں تشریف آوری سے پہلے یہ شہر مختلف وبائی بیماریوں کی آماجگاہ تھا۔ اس کا پانی بدمزہ اور بدبودار تھا جس سے صحابہ کرام مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوگئے۔ آپ کہتی ہیں کہ حضرت ابو بکر، عامر بن فہیرہ اور بلال ایک ہی مکان میں تھے، تو انہیں بخار آنے لگا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم سے ان کی عیادت کرنے کے لئے اجازت طلب کی۔ حضور نے اجازت فرمائی میں ان کی عیادت کے لئے ان کے پاس گئی۔ (یہ واقعہ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔) میں نے دیکھا کہ وہ شدید قسم کے بخار میں مبتلا ہیں پہلے میں حضرت ابو بکر کے پاس

۱۔ سبل الھدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۲۷

۲۔ سبل الھدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۱۳ تا ۴۲۶

گئی۔ میں نے پوچھا اباجان! آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا۔

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ　　وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

"ہر آدمی اپنے اہل خانہ کے پاس صبح کرتا ہے اور اس کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ موت اس کے قریب ہے۔"

یہ سن کر میں نے کہا کہ والد ماجد پر غشی کی حالت طاری ہو گئی۔ پھر میں عامر بن فہیرہ کے قریب گئی میں نے پوچھا۔ عامر کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا۔

لَقَدْ وَجَدْتُ الْمَوْتَ قَبْلَ ذَوْقِهِ　　إِنَّ الْجَبَانَ حَتْفُهُ مِنْ فَوْقِهِ

كُلُّ امْرِئٍ مُجَاهِدٌ بِطَوْقِهِ　　كَالثَّوْرِ يَحْمِي جِلْدَهُ بِرَوْقِهِ

"میں نے موت چکھنے سے پہلے ہی موت کو پالیا۔ بزدل کی موت اس کے اوپر سے آتی ہے۔

ہر آدمی اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرتا ہے اور بیل اپنے سینگ سے اپنے جلد کی حفاظت کرتا ہے۔"

میں نے کہا، عامر بھی بے ہوشی میں بول رہے ہیں۔

آپ کہتی ہیں حضرت بلال کا بخار جب اتر تا تو وہ مکان کے صحن میں آکر لیٹ جاتے پھر بلند آواز سے یہ شعر پڑھتے۔

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً　　بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ

وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مِجَنَّةٍ　　وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيلُ

"اے کاش کبھی وہ وقت بھی آئے کہ میں وادی میں رات بسر کروں گا اور میرے ارد گرد اذخر اور جلیل کے خوشبودار گھاس ہوں گے۔

کیا کبھی ایسا ہو گا کہ میں مجنہ کے چشمے پر وارد ہوں گا کیا میں ایسی جگہ اتروں گا جہاں شامہ اور طفیل کی پہاڑیاں نظر آ رہی ہوں گی۔"

اُم المؤمنین کہتی ہیں کہ میں نے سارا ماجرا بارگاہ رسالت میں عرض کیا حضور نے دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَمَا حَبَّبْتَ إِلَيْنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ وَصَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِهَا وَمُدِّهَا ثُمَّ انْقُلْ وَبَاءَهَا إِلَى مَهْيَعَةٍ وَهِيَ الْجُحْفَةُ۔

"اے اللہ! مدینہ کو ہمارے لئے اس طرح محبوب بنا دے جس طرح تو نے مکہ کو ہمارے لئے محبوب بنایا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کی آب و ہوا کو صحت بخش بنا دے اور ہمیں اس کے پیمانوں اور وزنوں میں برکت عطا فرما۔ اور اس کی وبا کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔" (صحیحین) (۱)

امام بخاری، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ امْرَاَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّأْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى نَزَلَتْ مَهْيَعَةَ فَاَوَّلْتُهَا اَنَّ وَبَاءَ الْمَدِيْنَةِ نُقِلَ اِلٰى مَهْيَعَةَ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک سیاہ رنگت والی عورت کو دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں وہ مدینہ سے نکل کر معیعہ میں جا کر اتری۔ پھر فرمایا میں نے اس خواب کی یہ تاویل کی ہے کہ مدینہ کی وباء جحفہ میں منتقل کر دی گئی۔"

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس سے یہ روایت نقل کی ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَيْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ۔

"اے اللہ! جو برکت تو نے مکہ کو دی اس سے دگنی برکت مدینہ کو عطا فرما۔"

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَاِنِّيْ حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ وَدَعَوْتُ لَهَا فِيْ مُدِّهَا وَصَاعِهَا مِثْلَ مَا دَعَا اِبْرَاهِيْمُ لِمَكَّةَ۔

"ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا۔ میں مدینے کو حرم بناتا ہوں اور اس کے پیمانوں اور وزنوں کے لئے برکت کی دعا کرتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم نے مکہ کے لئے دعا فرمائی۔"

عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ عَبْدُكَ وَخَلِيْلُكَ

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۲۸۔ ۴۲۹

دَعَالِاَهْلِ مَكَّةَ بِالْبَرَكَةِ وَاَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَ اَنَا اَدْعُوْ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اَنْ تُبَارِكَ لَهُمْ فِيْ صَاعِهِمْ وَ مُدِّهِمْ مِثْلَ مَا بَارَكْتَ لِاَهْلِ مَكَّةَ وَاجْعَلْ مَعَ الْبَرَكَةِ بَرَكَتَيْنِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ)

"اے اللہ! تیرے بندے اور تیرے خلیل ابراہیم نے اہل مکہ کے لئے برکت کی دعا کی تھی اور میں تیرا بندہ اور تیرا رسول محمد اہل مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ تو ان کے پیمانوں اور وزنوں میں برکت عطا فرما۔ جس قدر برکت تو نے اہل مکہ کو عطا فرمائی اور اس برکت کے ساتھ دو مزید برکتوں کا اضافہ فرما۔" (۱)

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔

اہل مدینہ کا یہ معمول تھا کہ جب ان کے باغوں میں پہلا پھل پکتا تو اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اس پھل کو لے کر اپنی مبارک آنکھوں پر رکھتے اور یوں دعا کرتے۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثِمَارِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مُدِّنَا، اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ عَبْدُكَ وَخَلِيْلُكَ وَنَبِيُّكَ وَاِنَّهٗ دَعَاكَ لِمَكَّةَ۔ وَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ لِلْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهٖ مَعَهٗ قَالَ ثُمَّ يَدْعُوْ اَصْغَرَ وَلِيْدٍ وَيُعْطِيْهِ ذٰلِكَ الثَّمَرَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ)

"اے اللہ! ہمارے پھلوں میں بھی برکت دے اور ہمارے مدینہ میں بھی برکت دے۔ ہمارے صاعوں میں بھی برکت دے اور ہمارے مُدّ میں بھی برکت دے اے اللہ! بیشک ابراہیم تیرا بندہ، تیرا خلیل اور تیرا نبی تھا۔ اور اس نے مکہ کے لئے دعا کی تھی اور میں مدینہ کے لئے تیری بارگاہ میں التجا کرتا ہوں جس طرح ابراہیم نے مکہ کے لئے دعا کی تھی اور اس کی مثل اس کے ساتھ اور۔"

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۳۱

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں پھر حضور سب سے چھوٹے بچے کو بلاتے اور وہ پھل اس بچے کو عطا فرماتے۔

دجّال اور طاعون سے اس شہر کی حفاظت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَنْقَابِ الْمَدِيْنَةِ مَلَائِكَةٌ يَحْرُسُوْنَهَا لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ۔

(رَوَاهُ الشَّيْخَانِ)

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا مدینہ میں داخل ہونے والے راستوں پر اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو ان کی نگہبانی کرتے ہیں نہ اس میں طاعون داخل ہو گی اور نہ دجّال۔"

مدینہ میں اقامت کی فضیلت

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے لوگوں کو مدینہ طیبہ میں سکونت پذیر ہونے کی رغبت دلائی حضور نے اپنے متعدد ارشادات میں فرمایا کہ یمن فتح ہو گا۔ عراق فتح ہو گا دیگر ممالک فتح ہوں گے لوگ بکثرت ان مفتوحہ علاقوں میں جا کر آباد ہوں گے لیکن در حقیقت ان کا مدینہ میں قیام ان کے لئے بہتر ہو گا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ایک صحابیہ صُمَيْتَةُ اللَّيْثِيَّةُ کہتی ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ لَّا يَمُوْتَ اِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا فَاِنَّ مَنْ يَّمُتْ يَشْفَعْ اَوْ يَشْهَدْ لَهٗ۔

"جس کے لئے ممکن ہو کہ وہ مدینہ کے سوا کسی جگہ نہ مرے تو اسے ایسا کرنا چاہئے کہ کیونکہ جو شخص مدینہ میں وفات پائے گا اس کی شفاعت کی جائے گی اور اس کے ایمان کی گواہی دی جائے گی۔" (۱)

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۳۹

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَلْیَمُتْ بِھَا فَاِنِّیْ اَشْفَعُ لِمَنْ یَّمُوْتُ بِھَا۔

" جس شخص کے لئے ممکن ہو کہ وہ مدینہ میں مرے تو اسے مدینہ میں مرنا چاہئے کیونکہ جو شخص مدینہ میں وفات پائے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ "

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ قِتَالًا فِیْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ۔ (رواہ البخاری)

" یا اللہ! مجھ کو اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور میری موت اپنے رسول کے شہر میں کر۔ "

اہل مدینہ کو اذیت پہنچانے والوں کے لئے بد دعا

حضرت سائب بن خلاد سے مروی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَافَ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ ظُلْمًا اَخَافَہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَ الْمَلٰٓئِكَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔ (رواہ الامام احمد)

" جس نے اہل مدینہ کو از راہ ظلم خوفزدہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو خوفزدہ کرے گا، اس پر اللہ کی فرشتوں اور سب لوگوں کی پھٹکار ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے قیامت کے دن نہ عذاب پھیرے گا اور نہ کوئی معاوضہ قبول کرے گا۔ "

معقل بن یسار روایت کرتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَدِیْنَۃُ مُھَاجِرِیْ فِیْھَا مَضْجَعِیْ وَمِنْھَا مَبْعَثِیْ۔ حَقِیْقٌ عَلٰی اُمَّتِیْ حِفْظُ جِیْرَانِیْ مَا اجْتَنَبُوا الْکَبَائِرَ وَمَنْ حَفِظَھُمْ کُنْتُ لَہٗ شَھِیْدًا

وَشَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَّمْ يَحْفَظْهُمْ سُقِيَ مِنْ طِيْنَةِ الْخَبَالِ۔

"حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا مدینہ میری ہجرت گاہ ہے اسی میں میرا مزار ہوگا میں اس سے میں قیامت کے روز اٹھوں گا۔ میری امت پر لازم ہے کہ وہ میرے پڑوسیوں کی حفاظت کریں جب تک وہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب نہ ہوں۔ جو شخص ان کی حفاظت کرے گا قیامت کے دن میں اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا اور جو ان کی حفاظت نہیں کرے گا اس کو دوزخیوں کی پیپ اور خون پلایا جائے گا۔" (۱)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "ترتیب المدارک" میں بیان کیا ہے۔ کہ محمد بن مسلمہ نے کہا۔

سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلَى الْمَهْدِيِّ فَقَالَ أَوْصِنِيْ

"امام مالک نے کہا کہ میں خلیفہ مہدی کی ملاقات کے لئے گیا اس نے کہا مجھے کچھ نصیحت فرمایئے میں نے کہا۔"

فَقَالَ أُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَحْدَهٗ وَالْعَطْفِ عَلٰى أَهْلِ بَلَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجِيْرَانِهٖ فَإِنَّهٗ بَلَغَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَدِيْنَةُ مُهَاجِرِيْ وَمِنْهَا مَبْعَثِيْ وَبِهَا قَبْرِيْ وَأَهْلُهَا جِيْرَانِيْ وَحَقِيْقٌ عَلٰى أُمَّتِيْ حِفْظُ جِيْرَانِيْ فَمَنْ حَفِظَهُمْ فِيَّ كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا أَوْ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَّمْ يَحْفَظْ وَصِيَّتِيْ فِيْ جِيْرَانِيْ سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ طِيْنَةِ الْخَبَالِ۔

"میں نے مہدی کو کہا۔ میں تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے شہر کے باشندوں، حضور کے پڑوسیوں کے ساتھ لطف و عنایت سے پیش آؤ کیونکہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا مدینہ میری ہجرت گاہ ہے قیامت کے روز میں سے میں اٹھایا جاؤں

ا۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۳۶

گا۔ یہاں ہی میری قبر ہوگی۔ اس کے باشندے میرے پڑوسی ہیں اور میری امت پر لازم ہے کہ وہ میرے پڑوسیوں کی حفاظت کرے جو میری وجہ سے ان کی حفاظت کرے گا میں قیامت کے روز اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا اور جو میرے پڑوسیوں کے بارے میں میری وصیت کی حفاظت نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے دوزخیوں کا نچوڑ پلائے گا۔ "

مصعب روایت کرتے ہیں۔

کہ جب خلیفہ مہدی مدینہ طیبہ آیا تو حضرت امام مالک اور دوسرے اشراف نے کئی میل باہر جا کر اس کا استقبال کیا خلیفہ نے جب امام مالک کو دیکھا تو وہ لوگوں سے ہٹ کر امام مالک کی طرف متوجہ ہوا اور آپ کو گلے لگایا اور سلام عرض کیا اور کچھ دیر آپ کے ساتھ چلتا رہا امام مالک اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّكَ تَدْخُلُ الْاٰنَ الْمَدِيْنَةَ فَتَمُرُّ بِقَوْمٍ عَنْ يَمِيْنِكَ وَيَسَارِكَ وَهُمْ اَوْلَادُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَسَلِّمْ عَلَيْهِمْ فَاِنَّ مَا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ قَوْمٌ خَيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَلَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ قَالَ مِنْ اَيْنَ قُلْتَ ذَاكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ لِاَنَّهٗ لَا يُعْرَفُ قَبْرُ نَبِيٍّ الْيَوْمَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ غَيْرَ قَبْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ قَبْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهُمْ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يُعْرَفَ فَضْلُهُمْ عَلٰى غَيْرِهِمْ وَفَعَلَ الْمَهْدِيُّ مَا اَمَرَهٗ بِهٖ۔

"اے امیر المومنین! اب آپ مدینہ طیبہ میں داخل ہونے والے ہیں آپ گزریں گے اور آپ کے دائیں بائیں وہ لوگ ہوں گے جو مہاجرین اور انصار کی اولاد ہیں پس آپ ان سب کو سلام عرض کریں کیونکہ روئے زمین پر اہل مدینہ سے بہتر کوئی قوم نہیں اور مدینہ سے بہتر کوئی اور شہر نہیں۔

مہدی نے کہا اے اباعبداللہ! آپ کے اس قول کی دلیل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ روئے زمین پر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مزار پر انوار کے علاوہ کسی نبی کی قبر معلوم نہیں ہے وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کے درمیان محمد عربی کا مزار شریف ہے تو ہمیں چاہئے کہ ہم ان کی فضیلت

شان کا اقرار کریں۔"

چنانچہ خلیفہ مہدی نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ (۱)

مدینہ طیبہ کی فضیلت

ابو الولید الباجی، قاضی عیاض اور دیگر علماء نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ قبر مبارک، جو جسد اطہر کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے وہ کعبہ سے بھی افضل ہے۔

نَقَلَ اَبُو الْوَلِیْدِ الْبَاجِیُّ وَالْقَاضِیْ عِیَاض وَغَیْرُھُمَا الْاِجْمَاعَ
عَلٰی تَفْضِیْلِ مَا ضَمَّ الْاَعْضَاءَ الشَّرِیْفَةَ حَتّٰی عَلَی الْکَعْبَةِ

"ابو الولید الباجی، قاضی عیاض اور دیگر علماء نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ قبر مبارک، جو جسد اطہر کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے وہ کعبہ سے افضل ہے۔"

ابو محمد عبداللہ بن ابی عمر البشکری نے اس کی توثیق کی ہے وہ اپنے قصیدہ میں لکھتے ہیں۔

جَزَمَ الْجَمِیْعُ بِاَنَّ خَیْرَ الْاَرْضِ مَا   قَدْ حَاطَ ذَاتَ الْمُصْطَفٰی وَحَوَاھَا

"سب علماء نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ زمین کا وہ حصہ سب سے افضل ہے، جو ذات پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔"

وَنَعَمْ لَقَدْ صَدَقُوْا بِسَاکِنِھَا عَلَتْ   کَالنَّفْسِ حِیْنَ زَکَتْ زَکَا مَاوَاھَا

"بیشک ایسا ہی ہے۔ اور ان لوگوں نے سچ کہا ہے اپنے سکونت کرنے والے سے ہی اس قطعہ زمین کا درجہ بلند ہوا ہے جس طرح نفس جب پاکیزہ ہوتا ہے تو اس کا مسکن بھی پاکیزہ ہوتا ہے۔"

علامہ الصالحی الشامی لکھتے ہیں۔

بَلْ نَقَلَ الْقَاضِیْ تَاجُ الدِّیْنِ السُّبْکِیُّ عَنِ ابْنِ عَقِیْلِ الْحَنْبَلِیِّ
اَنَّھَا اَفْضَلُ مِنَ الْعَرْشِ وَجَزَمَ بِذٰلِكَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ مُحَمَّدُ بْنُ
رَزِیْنِ الْبُحَیْرِیُّ الشَّافِعِیُّ اَحَدُ السَّادَةِ الْعُلَمَاءِ الْاَوْلِیَاءِ
فَقَالَ فِیْ قَصِیْدَتِہٖ۔

۱۔ سبل الہدی، جلد ۳، صفحہ ۴۴۸

"بلکہ تاج الدین السبکی نے ابن عقیل الحنبلی سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے۔ ابو عبداللہ محمد بن رزین البحیری الشافعی نے اس کی تائید و توثیق کی ہے۔ یہ ابو عبداللہ زمرہ علماء اور اولیاء کے سرداروں میں سے تھے۔

وَلَا شَكَّ اَنَّ الْقَبْرَ اَشْرَفُ مَوْضِعٍ ۔۔۔ مِنَ الْاَرْضِ وَالسَّبْعِ السَّمٰوٰتِ طُرَّة
وَاَشْرَفُ مِنْ عَرْشِ الْمَلِيْكِ وَلَيْسَ فِيْ ۔۔۔ مَقَالِيْ خِلَافٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَقِيْقَةِ

"اس میں کوئی شک نہیں کہ قبر مبارک کی جگہ ساری زمین اور سات آسمانوں سے اشرف ہے بلکہ مالک الملک کے عرش سے بھی یہ جگہ افضل ہے اور جو میں نے کہا ہے اسمیں اہل حقیقت کا کوئی اختلاف نہیں"۔

بعض صحابہ کرام جب حج کیلئے مکہ مکرمہ جاتے تھے تو پہلے مدینہ طیبہ میں حاضری دیتے تھے۔ پھر وہاں سے احرام باندھ کر جہاں سے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام باندھا فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے روانہ ہوتے تھے۔

وَعَنِ الْعَبْدِيِّ مِنَ الْمَالِكِيَّةِ اَنَّ الْمَشْيَ لِزِيَارَةِ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ مِنَ الْكَعْبَةِ وَسَيَاْتِيْ اَنَّ مَنْ نَذَرَ زِيَارَةَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَزِمَهُ الْوَفَاءُ قَوْلًا وَاحِدًا۔

"علماء مالکیہ کے ایک عالم العبدی فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار پر انوار کی زیارت کیلئے پیدل چل کر جانا افضل ہے کعبہ کی زیارت کیلئے پیدل چل کر جانے سے۔
جو شخص نذر مانتا ہے کہ میں نبی رحمت کے مرقد منور کی زیارت کروں گا۔ اس پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور اس مسئلہ پر سارے علماء متفق ہیں، کوئی دوسرا قول نہیں۔" (۱)

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۶۳

سن ہجری کا تعین

واقعہ ہجرت کے بعد رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے حالات اور رونما پذیر ہونے والے واقعات کے بیان کیلئے ضروری ہے کہ انہیں ان سالوں کی ترتیب سے بیان کیا جائے جن میں وہ وقوع پذیر ہوئے تاکہ ان کے تسلسل میں جو ربط وضبط ہے اس پر بھی نظر رہے۔ اور ان کو ذہن نشین کرنا بھی آسان ہو جائے۔

اسلام سے پہلے مختلف اقوام نے اپنے تاریخی واقعات اور کاروباری امور وغیرہ کے سرانجام دینے کیلئے مختلف قسم کے کیلنڈر مقرر کر رکھے تھے۔ اہل ایران، ہر بادشاہ کی تخت نشینی کی تاریخ سے اپنی نئی جنتری کا آغاز کیا کرتے تھے، رومیوں نے سکندر مقدونی کی تخت نشینی کے سال سے اپنا کیلنڈر بنایا ہوا تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد اپنے سنین کا شمار حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو آتش کدہ نمرود میں پھینکے جانے کے واقعہ سے کرتی تھی۔ پھر تعمیر کعبہ کے سال سے اپنی جنتری کا آغاز کرتے تھے بعد ازاں کعب بن لوی کی وفات سے اپنے سالوں کا شمار کرنے لگے۔ پھر جب ابرہہ نے کعبہ مقدسہ کو گرانے کا عزم کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابابیل کے ذریعہ ان پر سنگ باری کر کے انہیں تہس نہس کر دیا۔ اس وقت سے اہل عرب نے اس واقعہ سے اپنے سالوں کا شمار کرنا شروع کیا۔

مسلمانوں نے ابتداء میں کوئی مخصوص نظام اختیار نہیں کیا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ ہجرت کا سولھواں تا سترھواں سال تھا کہ امیر المؤمنین عمرؓ کی خدمت میں ایک رسید پیش کی گئی جس میں لکھا تھا۔ کہ فلاں مخص ماہ شعبان میں فلاں مخص کو اس کے ذمہ واجب الادا رقم واپس کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے اس رسید کو پڑھا اور دریافت کیا کہ کون سا شعبان، اس سال میں آنے والا شعبان یا گزشتہ سال کا شعبان یا آئندہ سال کا شعبان۔ آپ نے محسوس کیا کہ جب تک سال کا تعین نہ ہو تو اس وقت تک لوگ اپنے کاروبار میں اور لین دین میں طرح طرح کی پریشانیوں کا شکار ہوتے رہیں گے۔ اس گتھی کو سلجھانے کیلئے آپ نے اپنی مجلس مشاورت کا اجلاس طلب کیا۔ فرمایا کہ ہمیں اپنا ایک سن مقرر کرنا چاہئے جس کے مطابق لین دین وغیرہ کے سلسلہ میں حتمی تاریخوں کا تعین کیا جاسکے۔ اس کے بارے میں اپنا مشورہ دو۔ ایک صاحب نے مشورہ دیا کہ ہم اہل فارس کے کیلنڈر کو اپنے ملک میں نافذ کر دیں۔ حضرت فاروق اعظم کو یہ رائے پسند نہ آئی۔ کسی دوسرے صاحب نے

رومیوں کے کیلنڈر کو اپنانے کی تجویز پیش کی آپ نے اس تجویز کو بھی مسترد کر دیا۔ کسی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یوم ولادت کو اپنی تاریخ کے آغاز کیلئے اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ کسی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعثت کے سال کو اور کسی نے حضور کے سال وفات کو، کسی صاحب نے واقعہ ہجرت سے، اسلامی سن کی ابتدا مقرر کرنے کا مشورہ دیا۔ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو واقعہ ہجرت سے اسلامی سن کی ابتدا کرنے کی تجویز پسند آئی۔ کیونکہ واقعہ ہجرت سے ہی سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و شوکت اور دین اسلام کی ترقی و سربلندی کے عہد کا آغاز ہوا تمام حاضرین نے اتفاق رائے سے اس تجویز کو منظور کر لیا۔

قَالَ الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيْحِهِ: اَلتَّارِيْخُ وَمَتٰى اَرَّخُوا التَّارِيْخَ.
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَا عَدُّوْا مِنْ مَبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مِنْ وَفَاتِهِ، مَا عَدُّوْا اِلَّا مِنْ مَقْدَمِهِ الْمَدِيْنَةَ.

"امام بخاری، سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے نہ حضور کی بعثت کے سال سے اور نہ وفات کے سال سے اپنے سن کا آغاز کیا بلکہ حضور کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے اپنے سن کا آغاز کیا۔" (۱)

کیونکہ اہل عرب سال کا آغاز ماہ محرم سے کیا کرتے تھے۔ اس لئے ہجری سال کا آغاز بھی یکم محرم الحرام سے طے پایا علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

وَذٰلِكَ لِاَنَّ اَوَّلَ شُهُوْرِ الْعَرَبِ، اَلْمُحَرَّمُ. وَجَعَلُوا السَّنَةَ الْاُوْلٰى، سَنَةَ الْهِجْرَةِ وَجَعَلُوْا اَوَّلَهَا الْمُحَرَّمَ كَمَا هُوَ الْمَعْرُوْفُ لِئَلَّا يَخْتَلِطَ النِّظَامُ. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

"اہل عرب کے نزدیک مہینوں میں سے پہلا مہینہ محرم شمار ہوتا تھا اس لئے انہوں نے ہجری سال کا آغاز ماہ محرم سے کیا تاکہ ان کے ہاں مروج طریقہ کے مطابق سال کی ابتداء ہو تاکہ کاروبار اور لین دین میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہو۔" واللہ تعالیٰ اعلم (۲)

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹

سال اول ہجری کے اہم واقعات

تعمیر مسجد نبوی عَمَّرَهَا اللّٰهُ تَعَالیٰ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَةِ

سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات واطیب التحیات۔ قصواء اونٹنی پر سوار تھے وہ مختلف محلوں سے گزرتی ہوئی آخر کار حسب امر الٰہی بنی نجار کے محلہ میں پہنچی اور ایک کھلے میدان (مربد) میں اس ناقہ نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ نبی اکرم نے فرمایا۔ هٰذَا الْمَنْزِلُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالیٰ مشیت الٰہی کے مطابق یہی ہماری منزل ہے۔ جب حضور اترنے لگے تو یہ آیت ورد زبان اقدس تھی۔

رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ (۲۳:۲۹)

"اے میرے رب! مجھے بابرکت منزل میں اتار، اور تو ہی بہترین منزل میں اتارنے والا ہے۔"

یہ مربد، (کھلا میدان) جہاں لوگ کھجوریں خشک کرنے کے لئے دھوپ میں بچھایا کرتے تھے دو یتیم بچوں کی ملکیت تھا۔ جن کے نام سہل اور سہیل تھے۔ ان کے والد کا نام رافع بن ابی عمرو بن عائذ تھا جو فوت ہو چکا تھا۔ اب وہ دونوں اسعد بن زرارہ کی کفالت میں تھے۔ کیونکہ یہ دونوں بچے بنو نجار کے قبیلہ سے تھے۔ اس لئے رحمت عالم نے بنی نجار کو بلایا اور انہیں فرمایا یَا بَنِیْ نَجَّارٍ ثَامِنُوْنِیْ بِحَائِطِكُمْ هٰذَا میرے ساتھ اس زمین کا سودا کرو۔ "انہوں نے عرض کی وَاللّٰهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهٗ اِلَّا اِلَی اللّٰهِ "بخدا ہم اسکی قیمت کا مطالبہ اللہ تعالیٰ سے کریں گے۔"

دوسری روایت میں ہے کہ حضور نے ان دونوں یتیم بچوں کو بلا بھیجا اور ان سے یہ جگہ خریدنے کے لئے گفتگو فرمائی ان دونوں نے عرض کی۔ بَلْ نَهَبُهٗ لَكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ "اے اللہ کے پیارے رسول! ہم اس قطعہ زمین کو حضور کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرتے ہیں۔"

حضور نے بلا عوض قبول کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ دس مثقال قیمت طے پائی حضرت صدیق اکبر نے یہ قیمت ادا کی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وبدہ مثقال آنرا بخرید از مال ابو بکر کہ در وقت ہجرت ہمراہ بردہ بود

"یہ قطعہ زمین دس مثقال کے عوض خرید اگیا یہ قیمت اس مال سے ادا کی گئی جو حضرت ابو بکر صدیق ہجرت کرتے وقت اپنے ہمراہ لائے

تھے۔" (۱)

صاحب سبل الہدیٰ، اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اشْتَرَاہُ مِنْ بَنِیْ عَفْرَاءَ بِعَشَرَۃِ دَنَانِیْرَ ذَھَبًا دَفَعَھَا اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

"سہل اور سہیل نے بلا معاوضہ یہ قطعہ زمین پیش کرنا چاہا لیکن حضور نے انکار کر دیا چنانچہ اس کی قیمت سونے کے دس دینار طے ہوئی اور یہ دس سنہری دینار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ادا کئے۔" (۲)

علامہ زینی دحلان نے اس واقعہ کو اس طرح تحریر فرمایا۔

لَمَّا اَرَادَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِنَاءَ الْمَسْجِدِ الشَّرِیْفِ قَالَ: یَا بَنِی النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِیْ بِحَائِطِکُمْ اَیْ بُسْتَانِکُمْ اَیْ اُذْکُرُوْالِیْ ثَمَنَہٗ لِاَشْتَرِیَہٗ مِنْکُمْ قَالُوْا لَانَطْلُبُ ثَمَنَہٗ اِلَّا اِلَی اللّٰہِ فَاَبٰی ذٰلِکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَابْتَاعَ ذٰلِکَ مِنْھُمْ بِعَشَرَۃِ دَنَانِیْرَ اَدَّاھَا مِنْ مَالِ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

"جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد شریف تعمیر کرنے کا ارادہ کیا تو فرمایا اے بنی نجار! میرے ساتھ اس قطعہ زمین کا سودا کرو یعنی اس کی قیمت بتاؤ تاکہ میں اس کے عوض تم سے خرید لوں انہوں نے عرض کی ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لینا چاہتے ہیں نبی اکرم نے بلا معاوضہ یہ زمین لینے سے انکار کر دیا اور دس دینار کے عوض اسے خرید ا اور یہ دس دینار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے ادا فرمائے۔" (۳)

اس جگہ کو خریدنے کے بعد یہاں مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ میں آمد سے پہلے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ، مسلمانوں کے امام تھے اور اسی میدان کے ایک حصہ میں سب مسلمان مل کر باجماعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔

اس میدان کی حالت یہ تھی کہ کہیں گڑھے تھے جہاں بارش وغیرہ کا پانی کھڑا رہتا تھا کہیں

۱۔ مدارج النبوۃ، صفحہ ۶۸

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۵۰۱

۳۔ السیرۃ النبویہ از زینی دحلان، جلد ۱، صفحہ ۳۲۹۔ ۳۳۰

پرانے مکانات کے کھنڈرات تھے اس کے ایک حصہ میں مشرکین کی قبریں تھیں اور کہیں کھجور کے درخت تھے۔ کچھ سرسبز تھے اور کچھ سوکھے تھے۔ چنانچہ گڑھوں کو بھر دیا گیا کھنڈرات ہموار کر دیئے گئے کھجوروں کے درخت کاٹ دیئے گئے مشرکین کی قبروں کو گرا دیا گیا اور ان کی ہڈیوں کو ایک گڑھے میں پھینک دیا گیا اور ان پر مٹی ڈال دی گئی۔ جب اس میدان کو ہموار کرنے کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ تو سلطان عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِبْنُوْا لِیْ عَرِیْشًا کَعَرِیْشِ مُوْسٰی کہ میرے لئے موسیٰ علیہ السلام کے چھپر کی طرح ایک چھپر تعمیر کر دو عرض کی گئی۔ وہ چھپر کیسا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حسن سے پوچھا مَا عَرِیْشُ مُوْسٰی موسیٰ علیہ السلام کا چھپر کیسے تھا۔ انہوں نے کہا۔ کہ حضرت موسیٰ جب اپنا ہاتھ بلند کرتے تو وہ اس چھپر کو چھو جاتا۔ (۱)

حضرت عبادہ سے مروی ہے کہ کچھ عرصہ بعد انصار نے مال جمع کیا اور اسے لے کر نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ! حضور مسجد بنایئے اور اس کو مزین و آراستہ فرمایئے ہم کب تک کھجور کی ٹہنیوں کے نیچے نماز پڑھتے رہیں گے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا بِیْ رَغْبَۃٌ عَنْ اَخِیْ مُوْسٰی ۔ عَرِیْشٌ کَعَرِیْشِ مُوْسٰی

"میں اپنے بھائی موسیٰ کی طرز عمل سے روگردانی نہیں کرنا چاہتا ایسا چھپر کافی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے چھپر کی مانند ہو۔" (۲)

جب اس جلیل الشان مسجد کی تعمیر شروع ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم بنفس نفیس اس کی تعمیر میں اپنے صحابہ کے ساتھ شریک کار رہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ صحابہ کرام کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اینٹیں اٹھا کر لاتے تھے مسجد کی تعمیر کے لئے کچھ اینٹیں بقیع کی جانب ایک جگہ سے مٹی کھود کر بنائی گئی تھیں۔

علامہ نورالدین السمہودی وفاء الوفاء میں لکھتے ہیں۔

جہاں سے مٹی لے کر کچی اینٹیں بنائی گئیں اس جگہ کا نام بقیع الخبخبہ تھا اور یہ جگہ حضرت ابو ایوب انصاری کے کنوئیں کے ایک جانب تھی۔ (۳)

۱۔ وفاء الوفاء، جلد ۱، صفحہ ۳۲۴ تا ۳۲۸

۲۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۳۰۶

۳۔ وفاء الوفاء، جلد ۱، صفحہ ۳۳۴

جب مسجد کی تعمیر کا کام شروع تھا۔ تو حضر موت کا ایک شخص طلق بن علی وہاں آیا وہ مٹی گوندھنے اور گارا بنانے کے فن میں بڑا ماہر تھا۔ حضور اس کی کارکردگی پر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا رَحِمَ اللّٰہُ اِمْرَأً اَحْسَنَ صَنْعَتَہٗ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو جس کام کو کرتا ہے بڑی حسن وخوبی سے کرتا ہے۔

پھر اسے فرمایا کہ تم یہی کام کیا کرو کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اسے بڑے حسن وخوبی سے کرتے ہو طلق کہتا ہے کہ میں نے کسی پکڑلی اور میں گارا بنانے میں مصروف ہوگیا۔ حضور میرے کام کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے فرمایا۔

دَعُوا الْحَنَفِيَّ وَالطِّيْنَ فَاِنَّهٗ مِنْ اَصْنَعِكُمْ لِلطِّيْنِ

"اس حنفی کو گارا بنانے پر ہی رہنے دو کیونکہ یہ اس کام کو تم سب سے زیادہ عمدگی سے کر رہا ہے۔" (۱)

پہلے اینٹیں پتھر ایک جگہ جمع کیے گئے جب سامان فراہم ہو گیا سرکار دوعالم اٹھے اور اپنی چادر مبارک اتار کر رکھ دی اور خود اینٹیں اٹھانے لگے۔ مہاجرین اور انصار نے جب اپنے آقا کو اس حال میں دیکھا تو سب اٹھ کھڑے ہوئے اپنی چادریں اتار کر رکھ دیں اور سامان اٹھا کر لانے لگے وہ اینٹیں اور گارا بھی اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور ساتھ ہی یہ شعر گنگنا رہے تھے۔

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِيُّ يَعْمَلُ لَذَاكَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ

"اگر ہم بیٹھے رہیں اور نبی کریم کام کرتے رہیں تو ہمارا یہ فعل ایک گمراہ کن فعل ہوگا۔"

سرکار دوعالم اینٹیں پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے ان کی گرد سے شکم مبارک پر مٹی کی تہ جم گئی تھی صحابہ کرام پر وجد و کیف کی عجیب حالت طاری تھی۔ سب مل کر خوش آوازی سے یہ رجز پڑھتے۔

لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

"کوئی زندگی نہیں ہے مگر آخرت کی زندگی۔ اے اللہ! انصار پر بھی رحم فرما اور مہاجرین پر بھی۔"

ان کے پرجوش اور پرخلوص رجز کو سن کر رحمت عالم بھی جواب میں فرماتے۔

۱۔ وفاء الوفاء، جلد ۱، صفحہ ۳۳۴

لَاعَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃ اَللّٰھُمَّ انْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

"کوئی زندگی نہیں بجز آخرت کی زندگی کے۔ اے اللہ! مدد فرما انصار کی اور مہاجرین کی۔"

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَۃ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

"اے اللہ! اجر تو وہی ہے جو تیری بارگاہ سے روز آخرت میں ملے گا۔ پس اے اللہ! رحم فرما انصار پر اور مہاجرین پر۔"

اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک پتھر اٹھا کر لا رہے تھے کہ راستہ میں اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے سے آ گئے عرض کی یا رسول اللہ! یہ بھاری پتھر مجھے دے دیجئے۔ فرمایا

اِذْھَبْ فَاحْتَمِلْ غَیْرَہٗ فَاِنَّکَ لَسْتَ بِاَفْقَرَ اِلَی اللّٰہِ مِنِّیْ

"فرمایا جاؤ۔ کوئی اور پتھر اٹھالاؤ تم مجھ سے زیادہ اللہ کی رحمت کے محتاج نہیں ہو۔"

ہر صحابی پر ایک خاص کیفیت طاری تھی لیکن حضرت عمار ایک نرالی کیفیت سے دوچار تھے۔ دوسرے حضرات ایک ایک اینٹ اٹھاتے تو حضرت عمار، دو دو اینٹیں اٹھاتے فرماتے ایک اینٹ میں اپنی طرف سے اٹھا کر لاتا ہوں اور دوسری اپنے آقا کے حصہ کی اٹھالاتا ہوں۔ ایک دفعہ صحابہ نے ان پر زیادہ اینٹیں لاد دیں۔ موقع کو غنیمت سمجھا اور اسی حالت میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ! حضور کے صحابہ مجھے قتل کرنے کے درپے ہیں حضور نے پوچھا کیسے؛ عرض کی خود ایک ایک اینٹ اٹھاتے ہیں اور مجھ پر تین تین اینٹیں لاد دی ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازراہ شفقت ان کے بالوں پر گری ہوئی مٹی کو اپنے دست مبارک سے جھاڑا اور ساتھ ہی مستقبل بعید میں وقوع پذیر ہونے والے ایک واقعہ سے پردہ بھی اٹھا دیا ارشاد فرمایا۔

یَا ابْنَ سُمَیَّۃَ لَیْسُوْا بِالَّذِیْنَ یَقْتُلُوْنَکَ۔ تَقْتُلُکَ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ۔

"اے سمیہ کے فرزند! یہ لوگ تجھے قتل نہیں کریں گے تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔"

دوسری روایت میں ہے۔ حضور نے فرمایا

يَا ابْنَ سُمَيَّةَ لِلنَّاسِ أَجْرٌ وَلَكَ أَجْرَانِ - وَآخِرُ زَادِكَ شَرْبَةٌ مِنْ لَبَنٍ وَتَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ

"اے پسر سمیہ! لوگوں کو ایک اجر ملے گا اور تمہیں دو اجر ملیں گے اور آخری مرتبہ دودھ پیو گے اور ایک باغی گروہ تمہیں قتل کرے گا۔"

عبد الرزاق نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے آپ فرماتی ہیں۔

کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے اصحابہ مسجد کی تعمیر کر رہے تھے تو صحابہ کرام ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے اور حضرت عمار دو دو اینٹیں، ایک اینٹ اپنے حصہ کی اور دوسری اینٹ نبی کریم کے لئے۔ حضور نے دیکھا تو ازراہ شفقت ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔

اِبْنَ سُمَيَّةَ لِلنَّاسِ أَجْرٌ وَلَكَ أَجْرَانِ وَآخِرُ زَادِكَ شَرْبَةٌ مِنَ اللَّبَنِ وَتَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ وَهٰذَا الْإِسْنَادُ عَلٰى شَرْطِ الصَّحِيْحَيْنِ۔

"پسر سمیہ! لوگوں کو ایک اجر ملے گا اور تمہیں دو اجر ملیں گے اور تمہاری آخری زاد دودھ ہوگا اور تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔" (۱)

حضرت نافع حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ عہد رسالت میں مسجد کی دیواریں کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھیں اس کے ستون کھجوروں کے تنوں کے تھے اور کھجور کی شاخوں سے چھت بنائی گئی تھی جب یہ عمارت بوسیدہ ہو گئی تو حضرت صدیق اکبر نے اسی طرح اپنے زمانہ خلافت میں نئی عمارت بنادی۔ مسجد کا رقبہ بھی اتنا ہی رکھا اور عمارت بھی ویسے ہی سادہ سی بنائی حضرت فاروق اعظم نے اپنے عہد خلافت میں اس کے رقبہ میں اضافہ کیا۔ لیکن عمارت کے لئے وہی ساز و سامان استعمال کیا۔ کچی اینٹیں کھجور کے ستون۔ کھجور کی شاخوں کی چھت لیکن عہد عثمانی میں جب مسجد کی تعمیر از سر نو کی گئی۔ تو رقبہ بھی کافی بڑھا دیا گیا۔ دیواریں کچی اینٹوں کے بجائے پتھروں کی چنی گئیں جن پر خوبصورت بیل بوٹے بنائے گئے تھے اور دیواریں چننے کے لئے مٹی کے گارے کی بجائے چونہ استعمال کیا گیا ستون پتھر سے تراشے گئے اور ان پر نقش و نگار کئے گئے اور چھت ساگوان کی بنائی گئی۔ (۲)

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۲۰۷

۲۔ ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۳۰۵

طبرانی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قطعہ زمین کے مالک کو فرمایا کہ یہ قطعہ زمین مسجد میں اضافہ کے لئے دیدو۔ لَكَ بِهَا بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ اس کے بدلے جنت میں ایک محل تم لے لو۔ اس نے غربت اور عیال دار ہونے کی وجہ سے معذرت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے اس سے وہ قطعہ زمین دس ہزار درہم دے کر خرید لیا۔ پھر حضرت عثمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی یارسول اللہ!

اِشْتَرِمِنِّي الْبُقْعَةَ الَّتِي اشْتَرَيْتُهَا مِنَ الْاَنْصَارِيِّ۔

"یارسول اللہ! وہ قطعہ زمین جو میں نے انصاری سے خریدا ہے حضور وہ مجھ سے خرید لیں۔ چنانچہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں محل کے بدلے حضرت عثمان کے ساتھ اس زمین کا سودا کرلیا۔" (۱)

مسجد نبوی میں سید الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلا خطاب

علامہ ابن ہشام لکھتے ہیں۔

وَكَانَتْ اَوَّلُ خُطْبَةٍ خَطَبَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْمَا بَلَغَنِيْ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ نَقُوْلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَمْ يَقُلْ۔ اِنَّهٗ قَامَ فِيْهِمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ مَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ: فَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ۔ تَعْلَمُنَّ وَاللّٰهِ لَيُصْعَقَنَّ اَحَدُكُمْ ثُمَّ لَيَدَعَنَّ غَنَمَهٗ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ لَهٗ رَبُّهٗ وَلَيْسَ لَهٗ تَرْجُمَانٌ وَلَا حَاجِبٌ يَحْجُبُهٗ دُوْنَهٗ اَلَمْ يَاْتِكَ رَسُوْلِيْ فَبَلَّغَكَ وَاٰتَيْتُكَ مَالًا وَّاَفْضَلْتُ عَلَيْكَ فَمَا قَدَّمْتَ لِنَفْسِكَ فَلْيَنْظُرَنَّ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَلَا يَرٰى شَيْئًا ثُمَّ لَيَنْظُرَنَّ قُدَّامَهٗ فَلَا يَرٰى غَيْرَ جَهَنَّمَ فَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّقِيَ وَجْهَهٗ

۱۔ سبل الہدی، جلد ۳، صفحہ ۴۹۰

مِنَ النَّارِ وَلَوْبِشِقٍّ مِنْ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ فَإِنَّ بِهَا تُجْزَى الْحَسَنَةُ عَشْرَ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

"پہلے آپ نے اللہ جل شانہ کی حمد وثنا کی ایسی حمد وثنا جس کا وہ اہل ہے اس کے بعد فرمایا۔

لوگو! مرنے سے پہلے سامان سفر تیار کر لو۔ اللہ کی قسم! ایک روز تم پر موت کی بے ہوشی ضرور طاری ہوگی اور پھر تم اپنی بھیڑوں کو بغیر کسی نگہبان کے چھوڑ کر چلے جاؤ گے پھر اللہ سوال کرے گا۔ وہ اللہ جس کو نہ کسی ترجمان کی ضرورت ہے اور نہ کسی دربان کی حاجت ہے۔ کہ کیا تمہارے پاس میرا رسول نہیں آیا تھا جس نے میرا پیغام تمہیں پہنچایا اور کیا میں نے تم کو مال و دولت سے نہیں نوازا تھا؟ پس اب تم بتاؤ کہ تم نے اپنے فائدہ کے لئے کیا کچھ کیا ہے؟ اس وقت انسان حیران و پریشان دائیں بائیں دیکھے گا لیکن اسے کچھ بھی بھائی نہ دے گا پھر وہ سامنے کی طرف نظر دوڑائے گا تو دوزخ کے شعلوں کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آئے گا جان لو! جو شخص آگ سے بچنا چاہتا ہے اور وہ ایک کھجور کا ٹکڑا دینے کی قدرت رکھتا ہے تو وہ کھجور کا ٹکڑا اللہ کی راہ میں دے کر اپنے آپ کو بچالے اور جو اس کی گنجائش نہ رکھتا ہو تو وہ لوگوں سے اچھی بات (نیکی کی بات) کہہ کر ہی اپنے آپ کو محفوظ کرلے کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک دیا جائے گا۔" (۱)

ایک دوسرا خطبہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ أَحْمَدُهٗ وَأَسْتَعِيْنُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔ إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَدْ أَفْلَحَ

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۱۱۸

مَنْ زَيَّنَهُ اللّٰهُ فِي قَلْبِهٖ وَادْخَلَهُ فِي الْإِسْلَامِ بَعْدَ الْكُفْرِ وَ اخْتَارَهُ عَلٰى مَاسِوَاهُ مِنْ اَحَادِيْثِ النَّاسِ اِنَّهُ اَحْسَنُ الْحَدِيْثِ وَاَبْلَغُهُ اَحِبُّوْا مَا اَحَبَّ اللّٰهُ اَحِبُّوا اللّٰهَ مِنْ كُلِّ قُلُوْبِكُمْ وَلَا تَمَلُّوْا كَلَامَ اللّٰهِ وَذِكْرَهُ وَلَا تَقْسُ عَنْهُ قُلُوْبُكُمْ فَاِنَّهُ مِنْ كُلِّ مَا يَخْلُقُ اللّٰهُ يَخْتَارُ وَيَصْطَفِيْ قَدْ سَمَّاهُ اللّٰهُ خِيَرَتَهُ مِنَ الْاَعْمَالِ وَمُصْطَفَاهُ مِنَ الْعِبَادِ وَالصَّالِحِ مِنَ الْحَدِيْثِ وَمِنْ كُلِّ مَا اُوْتِيَ النَّاسُ مِنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ فَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَاتَّقُوْهُ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَ اَصْدِقُوا اللّٰهَ صَالِحَ مَا تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ وَتَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰهِ بَيْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ يَغْضَبُ اَنْ يُّنْكَثَ عَهْدُهٗ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔

"تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں میں اسی کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد چاہتا ہوں اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے برے اعمال سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ راستہ سے بھٹکا دے اسے کوئی سیدھی راہ دکھانے والا نہیں میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں سب سے اچھا کلام اللہ کی کتاب ہے جس کے دل میں اللہ نے اس کتاب کو اتارا وہ اس کے ذہن نشین ہو گئی اور جس کو اللہ نے کفر کے بعد دین اسلام میں داخل کر دیا اور جس نے اس کتاب کو لوگوں کی (بیہودہ) باتیں چھوڑ کر (اپنا راہنما) قرار دیا وہ محض ضرور کامیاب و بامراد اور نجات یافتہ ہو گیا اللہ کی کتاب بہترین اور بلیغ کتاب ہے تم ان چیزوں کو اپنا محبوب بناؤ جن کو اللہ نے پسند کیا تم دل سے اللہ کی محبت اختیار کرو اللہ کے کلام اور اس کی یاد سے تنگو مت اور اپنے دلوں کو (بھول اور غفلت میں پڑ کر) سیاہ نہ کر لو۔ کیونکہ اللہ نے سب چیزوں سے جو اس نے پیدا کی ہیں اور پسند کی ہیں نیک باتوں یا حلال و حرام یا اور بہترین عبادتوں میں سب سے اچھا اور برگزیدہ اور نیک اعمال میں سب سے افضل اپنا ذکر قرار دیا (دیکھو) اللہ

کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور جہاں تک ہو سکے اس سے ڈرتے رہو اور جو اچھی بات منہ سے نکالو وہ اللہ کے سامنے پوری کر دکھاؤ۔ اور اللہ کے فضل و کرم سے باہم ایک دوسرے کے دوست اور مددگار بن جاؤ اللہ اس سے بہت ناراض ہوتا ہے جو اپنے وعدہ کو پورا نہ کرے تم سب پر (اللہ کی طرف سے) امن اور سلامتی ہو۔" (۱)

تعمیر حجرات

اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر سے فراغت ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کے لئے حجروں کی تعمیر کی جانب توجہ فرمائی امہات المؤمنین کے لئے جو حجرے تعمیر ہوئے ان کی تعداد نو تھی۔ لیکن یہ سب ایک ساتھ تعمیر نہیں ہوئے۔ حسب ضرورت تعمیر ہوتے رہے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات حسرت آیات کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ ہجرت سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی نکاح ہو گیا تھا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ پہلے ایک حجرہ تعمیر ہوا جس میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا رہائش پذیر ہوئیں ہجرت کے سات یا آٹھ ماہ بعد شوال یا ذیقعد میں حضرت عائشہ صدیقہ کی رخصتی ہوئی۔ اس سے پہلے دوسرا حجرہ تعمیر ہوا۔ یہ حجرے مسجد نبوی کے ارد گرد ساتھ ساتھ تعمیر کئے گئے تھے۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

وَبَنٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْلَ مَسْجِدِهِ الشَّرِيفِ حُجَرًا لِتَكُونَ مَسَاكِنَ لَهُ وَلِاَهْلِهِ وَكَانَتْ مَسَاكِنَ قَصِيرَةَ الْبِنَاءِ قَرِيبَةَ الْفِنَاءِ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے ارد گرد اپنی اور اپنے اہل و عیال کی رہائش کے لئے حجرات تعمیر کئے جن کی اونچائی بہت کم تھی اور وہ ایسے سامان سے تیار کئے گئے تھے جو دیرپا نہ تھا۔" (۲)

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۹۰، سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۱۱۹

۲۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۳۱۳

اب یہ دیکھنا ہے کہ وہ مکانات جہاں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول نے اور مہاجرین وانصار کے محبوب مرشد ورا ہبر نے رہائش اختیار کرنا تھی ان کی شان وشوکت کا کیا عالم تھا۔

تمام مؤرخین اور علماء سیرت اس بات پر متفق ہیں کہ حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رہائش گاہوں کی بعض دیواریں پتھروں کو ایک دوسرے کے اوپر جوڑ کر اٹھائی گئی تھیں۔ اور بعض کھجور کی شاخوں کو جوڑ کر کھڑا کیا گیا اور ان پر کیچڑ سے لپائی کر دی گئی تھی۔ کھجور کے تنوں کو بطور شہتیر استعمال کیا گیا تھا۔ ان کے ساتھ کھجور کی ٹہنیاں جوڑ دی گئی تھیں اور ان پر مٹی کا گارا لیپ کر پلستر کر دیا گیا تھا۔ یہ مکانات تھے جہاں شہنشاہ کونین، اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ اپنی مشغول اور سراپا برکت زندگی بسر فرمایا کرتے تھے۔ کچھ مکانات کی بیرونی دیواریں کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھیں اور کچھ مکانات کی بیرونی دیواریں بھی کھجوروں کی شاخوں کو جوڑ کر اور اوپر گارے کی لپائی کر کے بنائی گئی تھیں۔ اندرونی حجرے تو سب کے سب کھجوروں کی شاخوں سے بنائے گئے تھے۔ باہر دروازے پر نہ کوئی مسلح پہرہ دار نہ چوکیدار نہ کمروں میں ایرانی قالین نہ سنہری پلنگ، نہ زرنگار کرسیاں، نہ مرصع میزیں۔ اس کاشانہ اقدس میں زینت و آرائش کا سامان تو کجا، ضرورت کی اشیاء بھی ناپید تھیں۔ اکثر امہات المؤمنین اپنے اپنے خاندان کے سرداروں کی بیٹیاں تھیں ان کا بچپن اور عنفوان شباب ان شاندار محلوں اور کشادہ حویلیوں میں گزرا جہاں راحت و آرام کا ہر سامان بکثرت موجود تھا۔ یہاں آکر اللہ کے محبوب کی زوجیت کا جو طوق نصیب ہوا ان کی ساری حسرتیں پوری ہو گئیں۔ اس شاہ والا کے جمال جہاں آراء کے دیدار سے ساری تمنائیں بر آگئیں۔ تسلیم ورضا کا پیکر بنے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول کی رضاجوئی کے لئے شب وروز مصروف رہتیں۔ یہ حجرے بظاہر دیکھنے والوں کی نظر میں تو بالکل سادہ تھے لیکن اللہ کے انوار و تجلیات کا یہاں ہمہ وقت نزول ہوتا رہتا تھا۔ رحمتوں کا سحاب کرم ان کچے کوٹھوں پر سوجان سے تصدق ہوتا رہتا تھا۔

اس کوچہ کے طواف کے لئے حضرت جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ کی بلندیوں کو چھوڑ کر یہاں حاضر ہوا کرتے تھے۔ خلفاء راشدین راہبران کاروان انسانیت اس در کی خاک کو اپنی چشم بصیرت کا سرمہ سمجھتے تھے۔ انہیں کچی دیواروں کے بابرکت سائے میں دعوت حق دینے والوں کی ایک ایسی خجستہ خصال جماعت تیار ہوئی۔ جنہوں نے جس طرف رخ کیا کفر وشرک کے اندھیرے جگمگا اٹھے۔ جہاں قدم رنجہ فرمایا وہاں گلشن انسانیت میں بہار آگئی۔ درندہ صفت انسانوں کو انسانی مکارم اخلاق سے مزین کر دیا۔

ایک روز مرقد اقدس اور منبر مبارک کے درمیان عمران بن ابی انس کی محفل لگی تھی۔ اس مبارک مجلس میں میں نے عطاء خراسانی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ میں نے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حجرات دیکھے ہیں ان کی دیواریں کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھیں دروازوں پر کالے بالوں سے بنے ہوئے پردے لٹکے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں ولید بن عبدالملک کا خط آیا اور وہ ہمیں پڑھ کر سنایا گیا۔ اس میں اس نے حکم دیا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حجرات کو گرا دیا جائے۔

فَمَا رَأَيْتُ يَوْمًا كَانَ أَكْثَرَ بَاكِيًا مِنْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ

"یعنی اس دن سے زیادہ میں نے لوگوں کو روتے ہوئے اور گریہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

قَالَ عَطَاءٌ فَسَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ يَوْمَئِذٍ وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ أَنَّهُمْ تَرَكُوْهَا عَلٰى حَالِهَا، يَنْشَأُ نَاشِئٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَيَقْدَمُ الْقَادِمُ مِنَ الْأُفُقِ فَيَرٰى مَا اكْتَفٰى بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَيَاتِهٖ وَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ مِمَّا يُزَهِّدُ النَّاسَ فِي التَّفَاخُرِ وَالتَّكَاثُرِ۔

"عطاء کہتے ہیں میں نے اس دن سعید بن مسیب کو یہ کہتے ہوئے سنا بخدا! مجھے یہ بات بڑی پسند تھی کہ ان حجروں کو اسی حالت پر رکھا جاتا۔ تاکہ مدینہ طیبہ کی نوخیز نسل اور اطراف واکناف سے آنے والے لوگ دیکھتے کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں کس قناعت سے کام لیا۔ اس طرح لوگوں کے دلوں میں دوسروں پر اپنی بڑائی جتانے اور مال کی کثرت میں بازی لے جانے کا شوق دم توڑ دیتا اور لوگ ان چیزوں کی طرف راغب نہ ہوتے۔" (۱)

حضرت معاذ بن محمد الانصاری کہتے ہیں کہ جب عطاء خراسانی اپنی گفتگو سے فارغ ہوئے تو عمران بن ابی انس یوں گویا ہوئے کہ

حضور کے مکانات میں چار مکانات ایسے تھے جن کی بیرونی دیواریں کچی اینٹوں سے اٹھائی گئی تھیں اور اندرونی کمروں کی دیواریں کھجور کی ٹہنیوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھیں۔ اور پانچ

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۵۰۷

مکانات ایسے تھے جن کی بیرونی دیواریں کمرے سب کے سب کھجور کی شاخوں کو جوڑ کر بنائے گئے تھے۔ دروازوں پر بالوں سے بنے ہوئے ٹاٹ آویزاں تھے۔ اور جس دن ولید کا خط آیا اس وقت مسجد میں کئی جلیل القدر صحابہ کرام کے صاحبزادگان موجود تھے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے صاحبزادے ابوسلمہ۔

سہل بن حنیف کے صاحبزادے ابوامامہ۔

زید بن ثابت کے صاحبزادے خارجہ۔

جب ان حضرات کو ولید کے اس حکم نامے کا پتہ چلا جو اس نے ان بابرکت حجرات کے منہدم کرنے کے سلسلہ میں تحریر کیا، میں نے ان کو دیکھا کہ وہ ان محبوب یادگاروں کے مٹائے جانے پر اتنا روئے اتنا روئے کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے بھیگ گئیں۔

ابو امامہ نے کہا۔

لَيْتَهَا تُرِكَتْ فَلَمْ تُهْدَمْ حَتّٰى يَقْصُلَ النَّاسُ عَنِ الْبِنَاءِ وَ يَرَوْا مَا رَضِيَ اللّٰهُ لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَفَاتِيْحُ خَزَائِنِ الدُّنْيَا بِيَدِهٖ۔

"کاش! ان حجرات کو اپنی حالت پر چھوڑا جاتا اور ان کو گرایا نہ جاتا۔ تاکہ لوگ دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نبی کے لئے جس کے ہاتھ میں دنیا کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی تھیں کیا چیز پسند فرمائی۔"

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں۔

كُنْتُ وَاَنَا مُرَاهِقٌ اَدْخُلُ بُيُوْتَ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ فَاَتَنَاوَلُ سَقْفَهَا بِيَدِيْ۔

"میں جب بالغ ہونے کے قریب تھا تو حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ان حجروں میں داخل ہوا کرتا میں ہاتھ اونچا کرتا تو میری انگلیاں ان کی چھتوں کو چھونے لگتیں۔" (۱)

علامہ سہیلی لکھتے ہیں۔ جب ازواج مطہرات انتقال فرما گئیں تو ان کے مکانات مسجد کے ساتھ ملا دیئے گئے۔

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۵۰۸

فَلَمَّا وَرَدَ كِتَابُهُ بِذَلِكَ ضَجَّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ بِالْبُكَاءِ كَيَوْمِ وَفَاتِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

"جب خلیفہ وقت کا حکم آیا کہ ان حجرات کو منہدم کر دیا جائے تو مدینہ کی ساری فضا لوگوں کی گریہ وزاری سے اس طرح لبریز ہوگئی جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے دن۔"

پھر لکھتے ہیں۔

وَكَانَ سَرِيْرُهُ خَشَبَاتٍ مَشْدُوْدَةً بِاللِّيْفِ بِيْعَتْ زَمَنَ بَنِيْ أُمَيَّةَ فَاشْتَرَاهَا رَجُلٌ بِأَرْبَعَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ قَالَهُ ابْنُ قُتَيْبَةَ

"ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ حضور کی ایک چارپائی تھی جس کے بازوؤں کو کھجور کے پتوں سے بٹی ہوئی رسی سے باندھا گیا تھا۔ بنی امیہ کے زمانہ میں اسے فروخت کیا گیا اور ایک شخص نے چار ہزار درہم ادا کر کے خرید لیا تاکہ اپنے حبیب کی یادگار کو بطور تبرک اپنے پاس محفوظ رکھے۔" (۱)

اہل بیت نبوت کی مدینہ طیبہ میں آمد

مدینہ طیبہ میں چند روز قیام پذیر رہنے کے بعد رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل بیت کو مکہ سے لانے کے لئے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابو رافع کو مکہ بھیجا حضور نے انھیں دو اونٹ سواری کے لئے اور پانچ سو درہم بطور زاد سفر عطا فرمائے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے عبداللہ بن اریقط کو جو سفر ہجرت میں قافلہ کا دلیل راہ تھا۔ دو اونٹ دے کر حضرت زید اور ابو رافع کی معیت میں بھیجا کہ آپ کے صاحبزادہ عبداللہ کو پیغام دیں کہ وہ اپنی والدہ اور اپنی ہمشیرگان کو ہمراہ لے کر مدینہ طیبہ پہنچ جائے۔ چنانچہ حضرت زید اور ابو رافع سیدہ فاطمۃ الزہراء سیدہ ام کلثوم حضور پرنور کی دونوں صاحبزادیاں۔ ام المؤمنین حضرت سودہ، حضور کی دائی ام ایمن، جو حضرت زید کی زوجہ تھیں اور ان کے بیٹے اسامہ کو لے کر بخیریت واپس پہنچ گئے۔ ان کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر، اپنی والدہ ماجدہ ام رومان، حضرت صدیق کی والدہ، اور آپ کی دو صاحبزادیاں، حضرت عائشہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہم اجمعین کو لے کر پہنچ گئے۔ سرور کائنات کی تیسری صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہ، جو حضرت

۱۔ الروض الانف، جلد ۲، صفحہ ۲۴۸

عثمان کی زوجہ محترمہ تھیں وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کر کے پہلے ہی حبشہ چلی گئی تھیں۔ حضور کی چوتھی صاحبزادی حضرت زینب، جو عمر میں سب بہنوں سے بڑی تھیں جن کی شادی ابو العاص بن ربیع، جوان کا خالہ زادہ تھا۔ کے ساتھ ہوئی تھی اس نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا اس نے آپ کو مدینہ جانے کی اجازت نہ دی اس لئے آپ وہیں رک گئیں۔ غزوہ بدر میں ابو العاص لشکر کفار کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا اور گرفتار ہوا حضور نے اس کو آزاد کر دیا تب اس نے حضرت زینب کو حضور کے پاس مدینہ طیبہ آنے کی اجازت دی۔ (۱)

اسامہ، حضرت ام ایمن اور زید بن حارث کے صاحبزادے تھے۔ انہیں ان کے باپ کی طرح حبّ رسول اللہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا یعنی اللہ کے رسول کا محبوب۔ ام المؤمنین حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک روز دروازہ کی دہلیز کے ساتھ اسامہ کو ٹھوکر لگی وہ گر پڑے ان کا چہرہ زخمی ہو گیا خون بہنے لگا۔ حضور نے مجھے فرمایا اس کے چہرے سے خون صاف کر وان کی رنگت سیاہ اور ناک چپٹی تھی مجھے کچھ کراہت سی محسوس ہوئی۔ رحمت عالم نے خود آگے بڑھ کر اس کے زخم کو صاف کیا۔ (۲)

یہ دونوں قافلے یعنی خانوادۂ نبوت کے افراد اور خاندان صدیق اکبر کے افراد اکٹھے پہنچے سب حضرت ابو بکر کے ہاں ٹھہرے۔ ان دنوں سرکار دوعالم مسجد اور حجرے تعمیر کرا رہے تھے۔ ان زیر تعمیر مکانات میں سے ایک مکان مکمل ہو گیا تھا ام المؤمنین حضرت سودہ نے اس مکان میں رہائش اختیار کی۔

اذان کی ابتدا

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ جب نماز کا وقت آتا تو صحابہ کرام از خود جمع ہو جاتے اور امام الانبیاء کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ادائیگی نماز کے لئے کسی اعلان وغیرہ کا کوئی رواج نہ تھا۔ جب نمازیوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا تو اب کوئی ایسی نشانی مقرر کرنے کی ضرورت محسوس کی جانے لگی جسے سن کر یا دیکھ کر سارے نمازی مسجد میں جمع ہو جائیں اور با جماعت نماز ادا کریں۔ نبی الانبیاء نے مشورہ کے لئے اپنے صحابہ کو بلایا ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا۔ اور تمام شرکاء کو اظہار رائے کی دعوت دی گئی ایک

۱۔ السیرۃ الحلبیہ، جلد ا، صفحہ ۳۶۹ و دیگر کتب

۲۔ السیرۃ الحلبیہ، جلد ا، صفحہ ۳۶۸

صاحب نے تجویز پیش کی کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا اونچا کر کے لہرایا جائے۔ سب لوگ اسے دیکھ کر بروقت مسجد میں پہنچ جائیں۔ دوسرے نے مشورہ دیا کہ ہم بھی۔ یہودیوں کی طرح بگل بجایا کریں جسے سن کر لوگ نماز کے لئے جمع ہو جائیں۔ رحمت عالم نے اس رائے کو ناپسند کیا۔ فرمایا۔ هُوَمِنْ اَمْرِالْیَهُوْدِ یہ یہودیوں کا طریقہ کار ہے یعنی ہمیں یہ زیب نہیں دیتا۔

ایک اور صاحب بولے۔ ناقوس پھونکا کریں۔ نبی مکرم نے اس تجویز کو مسترد کر دیا فرمایا هُوَمِنْ اَمْرِالنَّصَارٰی ناقوس پھونکنا عیسائیوں کا معمول ہے۔ کسی نے رائے دی کہ کسی اونچی جگہ پر آگ روشن کر دی جائے۔ اس کے شعلوں کو دیکھ کر لوگوں کو نماز کے وقت کا علم ہو جائے گا۔ حضور نے فرمایا ' ذٰلِكَ لِلْمَجُوْسِ ' یہ مجوسیوں کا شیوہ ہے ہمارے لئے یہ موزوں نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سب تجویزیں سنتے رہے آخر میں عرض کی اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا يُّنَادِيْ بِالصَّلٰوةِ کیا یہ مناسب نہیں کہ نماز کا وقت ہو تو ایک شخص بلند آواز سے اس کا اعلان کر دے۔ مرشد برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور بلال کو حکم دیا۔ يَابِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ اے بلال! اٹھو اور لوگوں میں نماز کے وقت کا اعلان کرو۔

اس مجلس مشاورت میں عبداللہ بن زید بھی حاضر تھے۔ اس معاملہ کے بارے میں انہوں نے سرکار دوعالم کی بے چینی ملاحظہ کی تھی۔ یہ بھی بہت مضطرب اور بے چین ہو گئے دن بھر قلق و اضطراب میں گزرا رات کو بے چینی سے بستر پر کروٹیں بدلتے رہے۔ آخر آنکھ لگ گئی خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ہے اس نے دو سبز چادریں اوڑھی ہوئی ہیں اور ہاتھ میں ناقوس پکڑا ہوا ہے انہوں نے اسے کہا يَاعَبْدَاللّٰهِ اَتَبِيْعُ هٰذَا النَّاقُوْسَ اے بندہ خدا! کیا یہ ناقوس بیچو گے۔ اس نے پوچھا۔ تم اسے لے کر کیا کرو گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس کے ذریعہ لوگوں کو نماز کی دعوت دیں گے اس نے کہا کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں انہوں نے کہا۔ بڑی نوازش ہوگی اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کرو۔ کہ آپ لوگوں کو نماز کی طرف دعوت اس طرح دیا کریں۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ
حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میری آنکھ کھل گئی۔ جب صبح ہوئی تو میں اللہ کے پیارے رسول کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اپنا خواب سنایا۔ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ کی جب آنکھ کھلی تو وہ زیادہ ضبط نہ کر سکے رات کو ہی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے سارا خواب عرض کیا۔ خواب سن کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّھَا لَرُؤْیَا حَقٌّ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی یہ سچا خواب ہے انشاء اللہ۔

حضرت فاروق اعظم نے بھی اسی رات کو ایسا ہی خواب دیکھا تھا۔ لیکن آدھی رات کو حضور کو بے آرام کرنے کی جسارت نہ کر سکے۔ سوچا صبح ہوگی تو عرض خدمت کروں گا۔ جب صبح صادق طلوع ہوئی تو حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عبداللہ کو فرمایا کہ بلال کو ساتھ لے جاؤ تم اسے اذان کے کلمات بتاتے جاؤ وہ اذان کہتا جائے گا۔ حضرت بلال کی اذان جب مدینہ طیبہ کی فضاؤں میں گونجی تو حضرت عمر نے بھی سن لی۔ یارائے ضبط نہ رہا۔ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے دوڑے۔ حاضر خدمت ہو کر عرض کیا۔

وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لَقَدْ رَاَیْتُ مِثْلَ الَّذِیْ رَاٰی۔

"اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے۔" (۱)

اذان

اذان کا لغوی معنی اعلام ہے۔ یعنی کسی چیز کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کرنا۔ خبردار کرنا۔ مندرجہ ذیل آیہ کریمہ میں لفظ اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ

"یعنی اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اس امر کا اعلان کیا جاتا ہے کہ مشرکین کا اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔"

(التوبہ: ۳)

اصطلاح شریعت میں اذان کا معنی ہے۔

۱۔ سبل الھدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۵۱۰ - ۵۱۱ - ۵۱۲

اَلْاِعْلَامُ بِوَقْتِ الصَّلٰوۃِ الْمَفْرُوْضَۃِ بِاَلْفَاظٍ مَخْصُوْصَۃٍ
"یعنی مخصوص کلمات کے ساتھ فرض نماز کے وقت کے بارے میں اعلان کرنا۔"

ہر قوم اپنے مذہبی اجتماعات کے انعقاد کے وقت کسی نہ کسی انداز سے اعلان کرتی ہے تاکہ اس کے ہم مذہبوں کو پتہ چل جائے کہ اب ان کی مذہبی رسوم ادا کرنے کا وقت ہو گیا ہے۔ سب لوگ پہنچ جائیں عیسائیوں نے اپنے گرجوں میں اونچی جگہ پر بڑی بڑی گھنٹیاں آویزاں کر رکھی ہوتی ہیں۔ اور جب ان کی مذہبی رسوم ادا کرنے کا وقت آتا ہے خصوصاً اتوار کے روز، تو انہیں زور زور سے بجایا جاتا ہے ان کی آواز کی گونج دور دور تک سنائی دیتی ہے۔

مجھے جب روس جانے کا اتفاق ہوا تو ماسکو میں کریملین میں جانے اور اس کو دیکھنے کا موقع ملا۔ وہاں زاروں کے زمانہ کا ایک کلیسا دیکھا۔ جس کے باہر ایک بہت بڑا گھڑیال ٹوٹا ہوا پڑا تھا جو بالشیویکوں نے توڑا تھا انہوں نے بتایا کہ اس گھڑیال کا وزن چالیس من تھا۔

اسی طرح یہودی اپنے اجتماعات کے لئے ناقوس بجاتے ہیں پارسی آگ جلاتے ہیں اور ہندو بھی گھنٹیاں بجا کر اعلان کرتے ہیں لیکن نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم نے پنج گانہ نمازوں کے اوقات کے اعلان کے لئے جو طریقہ اختیار کیا وہ بڑا انوکھا اور معنی خیز ہے۔ یہ ان خصوصی خوبیوں کا حامل ہے، جو اسلام کے دین حق ہونے کی گواہی دے رہا ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے جملے ہیں جو معنویت سے لبریز ہیں۔ اور اتنے دل آویز ہیں کہ فوراً دل کی گہرائیوں میں اترتے جاتے ہیں۔

مطالب اذان

پہلے جملے میں ہی اس روشن حقیقت کا اعلان فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ سیاسی، مذہبی اور علمی معبودان باطل میں سے کوئی بھی نہیں جو علم حکمت اور قدرت میں اس کی ہمسری کا دم بھر سکے۔ اس حقیقت کو چار بار دہرایا تاکہ سننے والوں کی لوح دل پر یہ نقش ثبت ہو جائے۔ اس کے بعد وہ اعلان کرنے والا یقین و ایمان سے سرشار ہو کر یہ گواہی دیتا ہے۔

کہ اس سب سے بڑے کے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

یہ جملہ دوبار دہراتا ہے تاکہ سننے والوں کو اس اعلان کرنے والے کے عقیدہ کے بارے میں کوئی شک نہ رہے۔ بعد ازاں اعلان کرنے والا ایک دوسری حقیقت کی صداقت کی گواہی

دیتا ہے جس سے طرح طرح کی غلط فہمیاں کافور ہو جاتی ہیں وہ کہتا ہے۔

جس ہستی نے ہمیں یہ راہ دکھائی ہے۔ جس نے ہمیں یہ سبق یاد کرایا ہے اور جس کا نام نامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

ان دو حقیقتوں کے دل آویز اعلان کے بعد اب وہ مقصد بیان کیا جارہا ہے جس کے لئے یہ سارا اہتمام کیا گیا ہے۔

آجاؤ نماز کی طرف۔ آجاؤ نماز کی طرف۔

یعنی اپنے رب کریم وقدیر کی بارگاہ عالی میں سجدہ ریز ہونے کے لئے حاضر ہو جاؤ۔

کیوں ؟

اس کا جواب اس کے بعد آنے والے دو جملوں میں دیا۔

کہ یہی نماز دونوں جہانوں میں سرفراز ہونے کا ذریعہ ہے۔ اسی حاضری میں تمہاری فلاح دارین کا راز مضمر ہے۔ دنیاو آخرت میں اگر سرخرو اور سرفراز ہونے کی امنگ ہے تو سارے کام چھوڑ کر اپنے مولا کریم کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔

اذان کی ابتداء میں بیان کردہ حقیقت کو ایک بار پھر دہرایا جارہا ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ تاکہ یہ سبق ازبر ہو جائے۔

آخر میں دین اسلام کے اعلیٰ ترین مقصد کے ذکر کے ساتھ اس اذان کو ختم کر دیا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

یہ چھوٹے چھوٹے اور پیارے پیارے جملے چودہ صدیوں سے فضا میں گونج رہے ہیں اور سننے والے ہر روز پانچ بار اس کو سنتے ہیں پھر بھی طبیعت ان سے سیر نہیں ہوتی۔ دل چاہتا ہے کہ ہر وقت یہ کلمات دہرائے جاتے رہیں ہم انہیں سنتے رہیں اور سن سن کر اپنے ایمان کو تقویت پہنچاتے رہیں۔ دنیا کے دوسرے مذاہب کے پیرو بھی اپنی پوجا پاٹ کے اعلان کے لئے مختلف ذرائع اپنائے ہوئے ہیں لیکن دین حنیف نے اپنے ماننے والوں کو بارگاہ رب العزت میں حاضری کی دعوت دینے کے لئے ایک انوکھا اور دلنشین طریقہ اپنایا ہے۔ اسی میں غور کرنے سے اسلام کے نظام عبادت کی عظمت کا احساس ہونے لگتا ہے۔

مکہ اور یثرب کے حالات کا تقابلی جائزہ

مکہ مکرمہ اگرچہ مذہبی اور کاروباری لحاظ سے سارے جزیرہ عرب میں مرکزی حیثیت کا

حائل تھا۔ لیکن یہاں کی زمام اقتدار قبیلہ قریش کے ہاتھ میں تھی۔ ان کے علاوہ جو قبائل مکہ میں سکونت پذیر تھے سیاسی امور میں ان کا کوئی دخل نہ تھا۔ یہاں کے باشندوں کی غالب اکثریت بت پرست تھی۔ اردگرد کا سارا علاقہ بنجر اور ریگستان تھا آبپاشی کے ذرائع بالکل مفقود تھے۔ لوگ مزدوری کرتے یا تجارت کیا کرتے۔

اس کے برعکس یثرب میں مختلف قبائل آباد تھے ان کے مذہبی عقائد بھی متضاد اور مختلف تھے۔ اوس اور خزرج قبیلے، اہل مکہ کی طرح بت پرست تھے۔ یہاں یہودی بھی کافی تعداد میں آباد تھے ان میں ان تین قبیلوں کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ بنو نضیر، بنو قینقاع، اور بنو قریظہ، ہر قبیلہ کی الگ بستی تھی۔ اور اپنے اپنے قلعے تھے۔ ان کا پیشہ تجارت، اور سود خوری تھا۔ مالی لحاظ سے یہ بڑے خوش حال تھے۔ ان کے علاوہ یہاں عیسائی بھی تھے، لیکن ان کی تعداد بہت قلیل تھی۔

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا جلیل القدر رسول اور تورات جیسی آسمانی کتاب عطا فرمائی تھی اس قوم نے ان کی قدر نہ پہچانی اور اپنی کٹ حجتی کے باعث آپ کو ہمیشہ پریشان کرتے رہے۔ ان کے بعد آنے والے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی ان کا سلوک غیر شریفانہ اور بڑا ظالمانہ رہا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کا غضب بخت نصر کی شکل میں نمودار ہوا جس نے ان کی مرکزی عبادت گاہ ہیکل سلیمانی کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ بے شمار مردو زن کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر دیا باقی ماندہ لاکھوں افراد کو جنگی قیدی بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا۔ اسی طرح یہود کی سلطنت اور سطوت کا خاتمہ ہوا۔ یہ لوگ منتشر ہو کر دنیا کے مختلف ممالک میں ذلت اور غربت کی زندگی بسر کرنے لگے۔ آلام و مصائب کی ان آندھیوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک ارشاد ان کے لئے امید کی ایک کرن تھا۔ جو مایوسی کے گھپ اندھیروں میں بھی ان میں زندہ رہنے کی امنگ کو تازہ رکھتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو وعظ کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا۔

"اور خداوند نے مجھ سے کہا میں ان کے لئے انہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔ اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔" (۱)

۱۔ کتاب استثناء، باب ۱۸، آیات ۱۷ تا ۱۹

انحطاط وادبار کے اس طویل عرصہ میں جب بھی وہ ان آیات کا مطالعہ کرتے تو ان کو یقین ہو جاتا کہ ان کے رسول کی یہ پیش گوئی ضرور پوری ہوگی۔ بنی اسماعیل میں سے ایک نبی تشریف لائے گا جس کی برکت سے ان کی شوکت رفتہ بحال ہو جائے گی اس نبی کی ہجرت گاہ کی نشانیاں ان کے صحیفہ آسمانی میں درج تھیں۔ وہ اس ہجرت گاہ کی تلاش میں مدتوں سرگرداں رہے آخر کار یہودیوں کے یہ قبائل جب یہاں پہنچے اور مذکورہ نشانیاں دیکھیں تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہی وہ مقام ہے جو اس نبی مکرم کی ہجرت گاہ بنے گا۔ اس لئے انہوں نے اس امید پر یہاں اپنے خیمے گاڑ دیئے کہ جب وہ نبی محتشم یہاں تشریف لائے گا تو یہ لوگ اس کے دامن رحمت سے لپٹ جائیں گے۔ اس کی اطاعت اور غلامی کا طوق گلے میں ڈال کر کھوئی ہوئی عظمتوں کے وہ پھر سے مستحق بن جائیں گے۔ اس درمیانی عرصہ میں جب بھی کفار و مشرکین سے ان کی جنگیں ہوتیں تو وہ اس نبی موعود کے وسیلہ سے بارگاہ الٰہی میں فتح و نصرت کی دعا مانگتے جو قبول ہوتی۔

جب رحمت عالمیان مدینہ طیبہ میں تشریف لے آئے تو یہود نے بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ انہیں یقین ہو گیا کہ ان کے نبی کی پیش گوئی پوری ہونے کا وقت آگیا ہے۔ لیکن جب انہیں پتہ چلا کہ یہ نبی تو مسیح علیہ السلام کو راست باز ٹھہراتا ہے اس کی تعلیمات کی تصدیق کرتا ہے اور اپنے دین کو قبول کرنے والوں کے لئے یہ لازمی قرار دیتا ہے کہ وہ حضرت مسیح کی نبوت پر بھی ایمان لے آئیں تو ان کے تیور بدل گئے۔ حضور پر نور کے بارے میں عقیدت کے جو جذبات ان کے سینوں میں متلاطم تھے وہ حسد عناد اور عداوت میں تبدیل ہو گئے۔

اسی طرح عیسائیوں کے پاس جو آسمانی صحائف تھے ان میں بھی متعدد مقامات پر اس نبی مکرم کی آمد کی خوشخبری درج تھی۔ اس لئے وہ بھی ایسے رسول کی آمد کے لئے سراپا انتظار بنے رہتے تھے۔ مثال کے طور پر انجیل یوحنا کی یہ آیت ملاحظہ فرمائیے۔

> "لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔"
>
> (یوحنا باب ۱۶، آیت ۷-۸)

اسی باب کی ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیے۔

> "لیکن جب وہ سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔

اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ " (یوحنا باب ۱۶، آیت ۱۳)

لیکن عیسائیوں نے دیکھا کہ اس نبی پر ایمان لانے اور اس کے دین کو قبول کرنے کا نتیجہ تو یہ ہو گا۔ کہ وہ اپنے بنیادی عقائد سے دست کش ہو جائیں۔ حضرت مسیح کو اللہ کا بیٹا ماننے کے بجائے انہیں اللہ کا بندہ تسلیم کریں۔ تثلیث کے بجائے اللہ کی وحدانیت پر ایمان لے آئیں کفار کے عقیدہ کو ترک کر کے حسن عمل پر اپنی نجات کی بنیاد رکھیں۔ وہ پوپ کو، فوق الانسان اور خداوندی اختیارات کا مالک نہ سمجھیں۔

یہ عقائد اگرچہ ان کی آسمانی کتب کے سراسر خلاف تھے۔ لیکن پادریوں کی صدیوں کی کاوشوں سے وہ ان کے قلوب واذہان میں اس طرح پیوست ہو چکے تھے۔ کہ ان سے دست کش ہونا ان کے لئے ممکن نہ تھا۔ اس لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے وہ لوگ آمادہ نہ ہوئے۔ یہود ونصاریٰ کے علاوہ اوس وخزرج کے قبائل یہاں آباد تھے یہ لوگ بت پرست تھے ان کا پیشہ کاشتکاری تھا۔ علم وثقافت سے بے بہرہ تھے۔ ان کی مالی حالت بھی یہودیوں کی طرح قابل رشک نہ تھی وہ یہودی قبائل سے خوفزدہ رہتے تھے۔ یہود کا مفاد اس میں تھا کہ وہ متحد نہ ہونے پائیں۔ وہ اپنی دسیسہ کاریوں سے ان میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکاتے رہتے تھے۔ واقعہ ہجرت سے چند سال قبل اوس وخزرج میں بعاث کے مقام پر ہولناک جنگ ہوئی تھی جس میں ان کے سینکڑوں نوجوان مارے گئے تھے۔ اس جنگ میں اگرچہ خزرج کا پلڑا بھاری رہا تھا۔ لیکن درحقیقت دونوں قبیلوں فاتح اور مفتوح کا کچومر نکل گیا تھا۔ گھر گھر صف ماتم بچھی تھی ہر طرف سے آہ وفغاں، نالہ وبکا کی آوازیں بلند ہوتی رہتی تھیں۔ اس تباہی نے دونوں قبیلوں کے بزرگوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ کسی موزوں شخص کو اپنا حاکم مقرر کریں تاکہ وہ ان کے درمیان امن وسلامتی کی فضا قائم کرے اور ان میں جو جھگڑے سر اٹھائیں عدل وانصاف سے وہ ان کا تصفیہ کرے۔ ان کی نظر انتخاب عبداللہ بن اُبی پر پڑی۔ متفقہ طور پر طے کیا گیا کہ ایک تقریب منعقد کی جائے جس میں اس کی بادشاہت کا باقاعدہ اعلان ہو اور اس کی تاج پوشی کی رسم باضابطہ طور پر ادا کی جائے چنانچہ ایک زرگر کو عبداللہ کے لئے سنہری تاج تیار کرنے کا انہوں نے حکم دے دیا تھا۔

اسی اثناء میں مکہ کے افق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بادل نمودار ہوا۔ ان خاندانوں کے چند افراد نے حضور پر نور کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ یثرب واپس آ کر ہر ایک نے بڑی سرگرمی سے

اپنے اپنے حلقہ اثر میں اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ اور چند مہینوں میں سارے شہر کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ ابن ابی کی تاج پوشی کی جملہ تجویزیں گلدستہ طاق نسیان بن کر رہ گئیں۔ اس اچانک تبدیلی پر عبداللہ بہت سٹپٹایا۔ جب حضور کی آمد کا اسے علم ہوا تو انگاروں پر لوٹنے لگا۔ جب اوس و خزرج کے تقریباً تمام مرد و زن نے اسلام قبول کر لیا تو اس کے لئے بھی کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ بظاہر اسلام قبول کر لے۔ یوں ایک اور گروہ جو عبداللہ بن ابی اور اس کے حواریوں پر مشتمل تھا وجود میں آ گیا جن کو قرآن کریم میں منافق کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ انہوں نے ہر موقعہ پر اسلام کی ترقی کی راہ میں رکاوٹوں کے پہاڑ کھڑے کئے اور امت مسلمہ کو طرح طرح کی پریشانیوں سے دو چار کرتے رہے ان امور کی تفصیل اپنے اپنے موقع پر بیان کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

مندرجہ بالا سطور کے مطالعہ سے آپ باسانی ان مشکلات کا اندازہ لگا سکتے ہیں جو اسلام اور پیغمبر اسلام کو مدینہ طیبہ میں درپیش تھیں۔ اسلام کی سچائی کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسلام ان تمام رکاوٹوں کو جو چٹانوں کی طرح مضبوط اور پہاڑوں کی طرح بلند تھیں ان سب کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گیا۔

مواخات (اسلامی بھائی چارہ)

جیسے آپ پڑھ آئے ہیں کہ اہل مکہ میں قبائلی عصبیت کا جنون زوروں پر تھا باقاعدہ حکومتی نظام کے فقدان کی وجہ سے ہر فرد مشکل اوقات میں اپنے قبیلہ کی پناہ لینے پر مجبور تھا۔ اگر کسی کا قبیلہ اس کی امداد سے دست کش ہو جاتا تو وہ مظلوم اپنی داد رسی کے لئے کسی کا دروازہ نہ کھٹکھٹا سکتا۔ اپنے بیٹے، بھائی اور باپ کے قاتل سے بھی وہ انتقام نہ لے سکتا۔ اس سماجی ضرورت نے ہر قبیلہ کے افراد میں اپنے قبیلہ کی عصبیت کے جذبہ کو ناقابل شکست بنا دیا تھا۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ اس جاہلی معاشرہ میں باعزت زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا کا نعرہ بلند کیا کئی سعید روحیں لبیک لبیک کہتی ہوئی لپکیں اور اس دعوت کو قبول کر لیا۔ اس کا رد عمل یہ ہوا کہ ان کے قبیلہ والوں نے ان لوگوں سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لئے اور ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیئے یہ نو مسلم اپنے خاندانوں سے کٹ کر تنہا رہ گئے وہ اپنے شہر میں رہتے ہوئے غریب الوطنی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے

جاں نثار ساتھیوں کی یہ بے بسی اور بے کسی دیکھی نہ جا سکی۔ نبوت کی دور رس نگاہوں نے ایک نئی برادری کی تشکیل کی اہمیت کو محسوس کیا جس کی بنیاد اس دین توحید پر استوار ہو۔ اس میں قرشی غیر قرشی، عربی عجمی، فقیر اور امیر، اسود و احمر کے تمام امتیازات مٹا دیئے گئے۔ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لے آتا وہ اس برادری میں شامل ہو سکتا تھا چنانچہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو اس اسلامی اخوت کے رشتہ میں پرونے کے لئے دو مرتبہ عملی قدم اٹھایا ایک بار ہجرت سے پہلے مکہ میں، دوسری بار ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں۔ (۱)

مکہ مکرمہ میں جتنے لوگ اسلام قبول کر چکے تھے ان میں سے دو دو کو آپس میں بھائی بنا دیا۔ اس طرح وہ شیر و شکر ہو گئے باہمی محبت کا جذبہ یوں امڈ کر آیا کہ غیریت کی ساری بنیادیں منہدم ہو گئیں جو لوگ اسلام قبول کرنے کے باعث اپنی برادری سے کٹ گئے تھے اور اپنے آپ کو تنہا اور بے سہارا محسوس کرتے تھے۔ اب وہ اپنے آپ کو عالمی برادری کا ایک معزز رکن تصور کرنے لگے۔ ان تمام اراکین میں اپنائیت کا وہ جذبہ پیدا ہوگیا کہ تنہائی اور بے بسی کا خیال پھر کبھی انہیں پریشان نہ کر سکا۔ یہ اسلامی بھائی چارہ ایسا بھائی چارہ تھا جس کی بنیاد، خون، رنگ، نسل و زبان اور علاقائیت جیسی انسانی وحدت کو پارہ پارہ کر دینے والی عصبیتوں پر نہ رکھی گئی تھی بلکہ اس کی اساس عقیدہ توحید تھا ایک خدا ایک رسول، ایک کتاب، ایک قبلہ اور ایک کلمہ، اس بھائی چارہ کے دروازے بلا امتیاز ہر انسان کے لئے ہر وقت کھلے تھے جس کا جی چاہے، جس وقت جی چاہے "اشہدان لاالٰہ الااللہ واشہدان محمد رسول اللہ" دل کے یقین کے ساتھ زبان سے کہے اور اس برادری میں شامل ہو جائے۔ اس میں شامل ہونے والوں سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ تم کس قبیلہ کے فرد ہو۔ تم کس ملک کے باشندے ہو تمہاری مادری زبان کون سی ہے؟ تمہاری مالی حالت کیسی ہے؟ یہ سب امتیازات مصنوعی ہیں انسانیت کی عزت و شرف کی قبا کو تار تار کر دینے والے ہیں۔ ہادی برحق نے بے شمار عصبیتوں کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی اور تڑپتی ہوئی انسانیت کو دعوت دی کہ اٹھو ان مصنوعی امتیازات کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے آگے بڑھو۔ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی وحدانیت کا اقرار کرو جو رب العالمین ہے۔ اور اس نبی مکرم کا دامن پکڑ لو جو رحمت للعالمین ہے اور اس اسلامی برادری میں شامل ہو جاؤ۔

جن حضرات صحابہ کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۵۲۷ و دیگر کتب سیرت

اسلامی رشتہ اخوت میں پرو دیا ان سب کے نام تو مجھے دستیاب نہیں ہو سکے جن حضرات کے اسماء گرامی کتب سیرت و تاریخ میں محفوظ رہ گئے ہیں ان کی فہرست پیش خدمت ہے۔

ابو یعلیٰ نے صحیح سند سے عبدالرحمٰن بن صالح الاسدی کے واسطے سے زید بن حارثہ سے روایت کیا ہے۔

" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل حضرات کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ " (۱)

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب	حضرت زید بن حارثہ
حضرت عثمان بن عفان	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف
حضرت زبیر بن العوام	حضرت ابن مسعود
حضرت عبیدہ بن الحارث	حضرت بلال
حضرت مصعب بن عمیر	حضرت سعد بن ابی وقاص
حضرت ابو عبیدہ بن جراح	حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ
حضرت سعید بن ابی زید	حضرت طلحہ بن عبیداللہ
حضرت ابو بکر صدیق	حضرت عمر فاروق
حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

یہ بھائی چارہ بڑی برکتوں کا باعث بنا۔ پہلی برکت تو یہ ہوئی کہ جن حضرات سے اسلام قبول کرنے کے باعث ان کے بھائی بندوں نے سلام و کلام تک ختم کر دیا تھا اور احساس تنہائی جنہیں بار بار ڈستا رہتا تھا۔ انہیں اس سے نجات مل گئی۔ وہ اب اپنے محدود خاندانوں کے بجائے اپنے آپ کو ایک عظیم پاکیزہ اور ترقی پذیر برادری کا رکن سمجھنے لگے۔ قرشی غیر قرشی، ہاشمی، اموی، مخزومی و عدوی وغیرہ چھوٹے چھوٹے قبیلوں میں بٹ جانے سے اس معاشرہ میں جو رقابتیں پیدا ہو گئی تھیں جن کی جڑیں دن بدن گہری ہوتی چلی جاتی تھیں ان سب کا قلع قمع ہو گیا اور ان کی جمعیت ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند مستحکم ہو گئی جس کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کا سہارا بن گئی۔

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۵۲۷

اسلامی بھائی چارہ کے قیام کے لئے دوسرا عملی قدم

سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مدینہ طیبہ میں ورود مسعود فرمایا تو یہاں کے مخصوص ماحول کے اپنے مسائل تھے جن کا حکیمانہ اور بروقت حل ضروری تھا یہاں جن حضرات نے اسلام قبول کیا تھا وہ کسی ایک قبیلہ کے افراد نہیں تھے ان کا تعلق مختلف قبائل سے تھا۔ ایسے قبائل جو صدیوں سے ایک دوسرے کے ساتھ خونریز جنگیں لڑتے چلے آئے تھے بعض کا تعلق بنو خزرج سے تھا اور کچھ بنو اوس کے افراد تھے۔ دونوں قبائل کی دیرینہ عداوت محتاج بیان نہیں ان کے علاوہ چند لوگ یہودیت کو چھوڑ کر مسلمان ہوئے تھے۔ مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے فرزندان اسلام ایک ایسا انسانی جم غفیر تھا جن میں مختلف قسم کے اختلافات کے جراثیم موجود تھے کسی وقت بھی کوئی طالع آزما اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کر سکتا تھا کیونکہ اسلام اللہ کا آخری دین تھا اس لئے ضروری تھا کہ اس فقید المثال انسانی معاشرہ کو ان عوامل کی غارت گری سے بچایا جائے جو اس کے شیرازہ کو پراگندہ کر سکتے ہیں نیز ضروری تھا۔ کہ مغائرت اور منافرت کے امکانی اسباب وعلل کو قبل از وقت غیر موثر بنا دیا جائے تاکہ یہ امت کتاب الٰہی کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھے حالات کتنے ہی اشتعال انگیز ہوں یہ رسی ان سے چھوٹنے نہ پائے۔

نیز لٹے پٹے مہاجرین کے قافلوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ ان کی آبرومندانہ آباد کاری کے لئے ایسا ماحول تیار کرنا لازمی تھا جس میں انصار کو جو میزبان تھے اس بوجھ کی گراں باری کا احساس نہ ہو اور مہمانوں کو بھی ممکنہ آرام وراحت پہنچائی جاسکے ان کے علاوہ مستقبل قریب میں ملت اسلامیہ کو متعدد شدید چیلنجوں کا سامنا کرنا تھا۔ اس کے لئے اسلامی معاشرہ جو متعدد مختلف النوع طبقات سے عبارت تھا اس میں ایسی یک رنگی اور یگانگت پیدا کر دی جائے کہ جو طاغوتی قوت ان سے ٹکرائے مسلمانوں کی اتحاد کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے۔

ایک اہم اور فوری وجہ یہ بھی تھی کہ مہاجرین اپنے وطن اپنے اہل وعیال، اپنے حلقہ احباب اور اپنے اموال واسباب سب چھوڑ کر یہاں آئے تھے۔ یہاں کے رہنے والوں سے ان کی کوئی جان پہچان نہ تھی سوائے چند ایک کے ان میں باہم رشتہ داریاں بھی نہ تھیں وہ یہاں آ کر اپنے آپ کو بے یار ومددگار خیال کرتے تھے وطن کی جدائی اہل وعیال کا فراق اس پر بے یار ومددگار

ہونے کا احساس ان کے لئے بڑا روح فرسا تھا۔
ان تمام مقاصد کے حصول کے لئے نبی رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان اسلامی مواخات (بھائی چارہ) کا نظام قائم کیا علامہ سہیلی لکھتے ہیں۔

لِيُذْهِبَ عَنْهُمْ وَحْشَةَ الْغُرْبَةِ وَيُؤَانِسَهُمْ مِنْ مُفَارَقَةِ الْأَهْلِ وَالْعَشِيْرَةِ وَيَشُدَّ أَزْرَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ۔

"تاکہ ان کے غریب الوطنی کے احساس کو دور کیا جائے اور اپنے اہل و عیال سے جدائی کے وقت ان کی دلجوئی کی جائے اور ایک دوسرے سے ان کو تقویت پہنچائی جائے۔" (۱)

اب ہم ان انصار و مہاجرین کے اسماء گرامی درج کرتے ہیں جو مستند کتب سیرت میں تحریر کئے گئے ہیں۔ علامہ ابن ہشام اولین سیرت نگار ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں جس کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یوں پہنچا ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات منسوب کریں جو حضور نے ارشاد نہیں فرمائی۔

تَآخَوْا فِي اللّٰهِ أَخَوَيْنِ أَخَوَيْنِ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَقَالَ هٰذَا أَخِي وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ وَإِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ وَرَسُوْلَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الَّذِي لَيْسَ لَهُ خَطِيْرٌ وَلَا نَظِيْرٌ مِنَ الْعِبَادِ وَعَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخَوَيْنِ۔

"نبی کریم نے فرمایا دو دو آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ۔ پھر سرکار دو عالم نے سیدنا علی ابن ابی طالب کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا یہ میرا بھائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کے سردار، تمام متقیوں کے امام، اور رب العالمین کے رسول تھے بندوں میں نہ حضور کا کوئی مثیل تھا اور نہ نظیر۔ حضور نے سیدنا علی کو اپنا بھائی تجویز فرمایا۔"

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۵۳۰

۱۔ حمزہ بن عبدالمطلب (جواللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے شیر تھے اور حضور کے چچا تھے)	زید بن حارثہ حضور کے آزاد کردہ غلام تھے۔

ان دونوں میں سابقہ اخوت کو برقرار رکھا

اسماء مہاجرین	اسمائے انصار
۲۔ جعفر بن ابی طالب	معاذ بن جبل
۳۔ ابوبکر الصدیق	خارجہ بن زید
۴۔ عمر بن الخطاب	عتبان بن مالک
۵۔ ابو عبیدہ بن عبداللہ بن جراح	سعد بن معاذ۔ قیل ابی طلحہ زید بن سہل
۶۔ عبدالرحمٰن بن عوف	سعد بن ربیع
۷۔ زبیر بن العوام	سلمہ بن سلامہ
۸۔ عثمان بن عفان	اوس بن ثابت بن المنذر
۹۔ طلحہ بن عبیداللہ	کعب بن مالک
۱۰۔ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل	ابی بن کعب
۱۱۔ مصعب بن عمیر	ابو ایوب خالد بن زید
۱۲۔ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ	عبّاد بن بشر بن وقش
۱۳۔ عمار بن یاسر	حذیفہ بن یمان
اور بعض نے عمار بن یاسر	ثابت بن قیس بن شماس
۱۴۔ ابوذر الغفاری	المنذر بن عمرالمعنق
۱۵۔ حاطب بن ابی بلتعہ	عویم بن ساعدہ
۱۶۔ سلمان الفارسی	ابوالدرداء
۱۷۔ بلال (موذن رسول اللہ)	ابورویحہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الخثعمی (۱)
۱۸۔ سعد بن ابی وقاص	محمد بن مسلمہ
۱۹۔ عبداللہ بن مسعود	سہل بن حنیف (۲)

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۱۲۳ تا ۱۲۶

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۵۳۰

۲۰۔ عبداللہ بن جحش	عاصم بن ثابت
۲۱۔ عبیدہ بن حارث بن مطلب	عُمَیر بن ہُمام
۲۲۔ طفیل بن حارث اخی عبیدہ	سفیان بن نَسر
۲۳۔ حصین بن حارث	عبداللہ بن جُبیر
۲۴۔ عثمان بن مظعون	عباس بن عبادہ بن نضلہ
۲۵۔ عتبہ بن غزوان	معاذ بن ماعص
۲۶۔ صفوان بن وہب	رافع بن معلّی
۲۷۔ مقداد بن عمرو	عبداللہ بن رواحہ
۲۸۔ ذی الشمالین	یزید بن حارث
۲۹۔ ابو سلمہ بن عبدالاسد	سعد بن خیثمہ
۳۰۔ عامر بن ابی وقاص	خُبیب بن عدی
۳۱۔ عبداللہ بن مظعون	مُعَتِّب
۳۲۔ شماس بن عثمان	حنظلہ بن ابی عامر
۳۳۔ ارقم بن ابی الارقم	طلحہ بن زید الانصاری
۳۴۔ زید بن الخطاب	معن بن عدی
۳۵۔ عمرو بن سراقہ	سعد بن زید الاشہلی
۳۶۔ عاقل بن بکیر	مبشر بن عبدالمنذر
۳۷۔ عبداللہ بن مخرمہ	فروہ بن عمرو البیاضی
۳۸۔ خنیس ابن حذافہ	منذر ابن محمد
۳۹۔ ابی سبرہ بن ابی رُہم	عبادہ بن خشخاش
۴۰۔ مسطح بن اُثاثہ	زید بن المُزَیّن
۴۱۔ ابی مرثد الغنوی	عبادہ بن صامت
۴۲۔ عُکاشہ بن مِحْصَن	المجذر بن زیاد

پہلے سترہ اسماء سیرت ابن ہشام سے نقل کئے گئے ہیں یہ اسماء دیگر کتب سیرت میں بھی موجود ہیں۔
بقیہ اسماء سبل الہدیٰ والرشاد کے جلد سوم صفحات ۵۲۹ تا ۵۳۳ سے نقل کئے گئے ہیں۔
سبل الہدیٰ کے مصنف نے ان کتب کے حوالے دیئے ہیں جن سے انہوں نے یہ اسماء اخذ کئے ہیں۔

۴۳۔ عامر بن فہیرہ — حارث بن صمّہ

۴۴۔ مہجع — سراقہ بن عمرو بن عطیہ (۱)

عقد مؤاخات کی تاریخ

باہمی مؤاخات کے نظام پر عمل کا آغاز کب ہوا۔ اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱) ہجرت کے پانچ ماہ بعد۔

(۲) ہجرت کے نو ماہ بعد۔

(۳) ہجرت کے ایک سال بعد۔

(۴) ہجرت کے تین ماہ بعد۔

(۵) جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی تعمیر فرما رہے تھے۔

ان اقوال میں اصح قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین اور انصار میں مؤاخات اس وقت قائم کی گئی جب کہ مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی کیونکہ اس اہم کام کا طویل مدت تک التوا حکمت نبوت سے مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

شبہات اور ان کا ازالہ

یہاں دو امور تحقیق طلب ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا علی مرتضیٰ کو اپنا بھائی بنایا ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ اس مؤاخات کا مقصد یہ تھا کہ دونوں ایک دوسرے کی مدد کر سکیں اور مشکلات میں ہاتھ بٹا سکیں تاکہ دلوں میں مزید الفت پیدا ہو یہ مقصد اس مؤاخات سے حاصل نہیں ہوتا کیونکہ حضور کی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی مہاجر تھے اور مالی لحاظ سے بھی ان کی حالت قابل رشک نہ تھی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی کو اپنا بھائی قرار دینا اس لحاظ سے قطعاً مفید نہ تھا۔

لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کے اس قول کی تردید کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

هٰذَا رَدٌّ لِلنَّصِّ بِالْقِیَاسِ ایک چیز جو نص سے ثابت ہے علامہ ابن تیمیہ اس کو اپنے قیاس

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۵۳۱۔ ۵۳۲

سے رد کر رہے ہیں اور یہ درست نہیں۔
آپ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ اس مؤاخات سے وہ مقصد نہیں پایا جاتا جس مقصد کے حصول کے لئے یہ مؤاخات کا نظام قائم کیا گیا تھا یہ درست نہیں۔ انہوں نے خود اس حکمت کو نظر انداز کر دیا ہے فرماتے ہیں۔

وَاغْفَالٌ عَنْ حِكْمَةِ الْمُؤَاخَاةِ لِاَنَّ بَعْضَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ اَقْوٰى مِنْ بَعْضٍ بِالْمَالِ وَالْعَشِيْرَةِ وَالْقُوَّةِ فَوَاخٰى بَيْنَ الْاَعْلٰى وَالْاَدْنٰى لِيَرْتَفِقَ الْاَدْنٰى بِالْاَعْلٰى وَيَسْتَعِيْنَ الْاَعْلٰى بِالْاَدْنٰى وَبِهٰذَا تَظْهَرُ حِكْمَةُ مُؤَاخَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِاَنَّهٗ هُوَ الَّذِيْ كَانَ يَقُوْمُ بِعَلِيٍّ مِنْ عَهْدِ الصِّبَا وَقَبْلَ الْبِعْثَةِ وَاسْتَمَرَّ وَكَذٰلِكَ مُؤَاخَاةُ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ لِاَنَّ زَيْدًا مَوْلَاهُمْ وَقَدْ ثَبَتَتْ اُخُوَّتُهُمَا وَهُمَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ

"نیز انہوں نے اس حکمت کو فراموش کر دیا جو دو مہاجروں میں اخوت قائم کرنے میں تھی کیونکہ سارے مہاجر مال، قبیلہ اور قوت میں یکساں نہ تھے بعض کی مالی حالت دوسرے مہاجرین سے بہتر تھی ان کے قبیلہ کی کافی تعداد ہجرت کر کے آگئی تھی وہ دوسرے مہاجروں سے زیادہ باثر اور بارسوخ تھے اس لئے نسبتہً غریب، کمزور اور بے سہارا مہاجر کی اخوت کا رشتہ ایسے مہاجر سے قائم کر دیا گیا جو اس سے فائق تھا اس طرح وہ اپنے بھائی کی مالی امداد کے ساتھ سماجی تعاون کر کے اس کے لئے باعث تقویت بن سکتا تھا حضرت علی کے ساتھ مواخات قائم کرنے کی حکمت یہ ہے کہ حضور بچپن سے ہی آپ کی سرپرستی فرما رہے تھے جو باہمی انس تھا اس کے باعث حضور نے ان کو اپنا بھائی بنایا اور حضرت علی کو اپنا بھائی بنانے سے جو تقویت نصیب ہوئی اگر کسی بڑے سے بڑے انصاری کے ساتھ یہ رشتہ مواخات قائم کیا جاتا تو وہ انہیں نصیب نہ ہوتا۔ اس لئے یہ اعتراض کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۱۔ سبل الہدیٰ والرشاد، جلد ۳، صفحہ ۵۳۴

نے حضرت حمزہ اور حضرت زید بن حارثہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تھا حالانکہ وہ دونوں مہاجر تھے۔" (۱)

صحیح بخاری میں ہے کہ عمرۃ القضاء کے موقع پر حضرت زید نے کہا اِنَّ اِبْنَةَ حَمْزَةَ اِبْنَةُ اَخِیْ کہ حضرت حمزہ کی بیٹی میرے بھائی کی بیٹی یعنی بھتیجی ہے۔

اس لئے ابن تیمیہ کے اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں۔

دوسری بات جس کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ چند اسماء پر واقدی نے اعتراض کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہجرت کے فوراً بعد قائم کی گئی اس فہرست میں بعض ایسے صحابہ کے نام بھی ہیں جو کافی عرصہ بعد ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے یا مشرف باسلام ہوئے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہجرت کے وقت حبشہ میں تشریف فرما تھے۔ غزوہ خیبر کے وقت تشریف لائے اس لئے اس وقت قائم کئے جانے والے بھائی چارہ میں ان کا شامل ہونا درست معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح حضرت سلمان فارسی، غزوۂ احد کے بعد مشرف باسلام ہوئے اور سب سے پہلے انہوں نے غزوۂ خندق میں شرکت کی اسی طرح حضرت ابوذر غفاری، بدر اور احد کے غزوات کے بعد ہجرت کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔

ان حضرات کا مؤاخاۃ میں شریک ہونا درست معلوم نہیں ہوتا۔

واقدی کے اس شبہ کا جواب حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ دیا ہے کہ اس مؤاخات کا سلسلہ اگرچہ ہجرت کے فوراً بعد شروع ہو گیا تھا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو لوگ اس وقت ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچ گئے تھے ان کی اخوت کا رشتہ تو کسی انصاری کے ساتھ قائم کر دیا گیا لیکن بعد میں حاضر ہونے والے مہاجرین کے لئے اس نظام مؤاخات کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، ایسا نہیں ہے بلکہ یہ سلسلہ جاری رہا جب بھی کوئی مہاجر ہجرت کر کے آتا تو ایک انصاری کے ساتھ اس کا رشتہ اخوت قائم کر دیا جاتا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

بِاَنَّ التَّارِیْخَ الْمَذْکُوْرَ هُوَ لِلْاُخُوَّةِ الثَّانِیَةِ وَهُوَ ابْتِدَاءُ الْاُخُوَّةِ وَاسْتَمَرَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُجَدِّدُهَا بِحَسْبِ مَنْ یَدْخُلُ فِی الْاِسْلَامِ وَیَحْضُرُ اِلَی الْمَدِیْنَةِ. وَلَیْسَ بِاللَّازِمِ اَنْ تَکُوْنَ الْمُؤَاخَاةُ وَقَعَتْ وَقْعَةً وَاحِدَةً (۱)

"یہ تاریخ دوسرے بھائی چارے کے لئے ہے اور اس تاریخ سے اس

ا۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۵۳۴

بھائی چارے کی ابتدا ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی کوئی اسلام قبول کرتا یا ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوتا اس کی اخوت کا رشتہ کسی انصاری سے مستحکم فرمادیتے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ مؤاخات کا عمل صرف ایک دن میں تکمیل پذیر ہوا ہو اور اس کے بعد اس کا سلسلہ ختم ہو گیا ہو بلکہ اس کا سلسلہ کافی عرصہ تک جاری رہا۔

نظام مؤاخات کے خوش کن نتائج

اس حکیمانہ حکمت عملی سے مسلم جماعت جو مختلف عناصر اور احزاب کا مجموعہ تھی جن میں تفرقہ اور انتشار کے بیسوں عوامل موجود تھے۔ مواخات کے اس نظام نے ان سب کو ایک امت میں تبدیل کر دیا جن کا نفع اور نقصان، عزت و ذلت، فتح و شکست کو ایک کر دیا گیا۔ اور محبت و پیار کے ایسے رشتہ میں پرو دیا کہ ان میں مغائرت کا کوئی جرثومہ تک باقی نہ رہا اس نظام کی برکت سے اجنبیت کی جو دیواریں مہاجرین وانصار میں حائل تھیں وہ پیوند خاک ہو گئیں اور یہ سب یوں یکجان ہو گئے کہ انصار اپنے خونی رشتہ داروں اور سگے بھائیوں سے بھی زیادہ اپنے مہاجر بھائیوں پر اپنا سب کچھ نثار کرنے کے لئے بے چین ہو گئے ایثار و قربانی کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ دنیا کی کوئی قوم ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے صحیحین میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں مندرجہ ذیل روایت نقل کی ہے۔ جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کو اور سعد بن الربیع انصاری کو بھائی بھائی بنا دیا۔

حضرت سعد نے اپنے اسلامی بھائی عبدالرحمٰن بن عوف کو کہا کہ تم میرے بھائی ہو۔ میں سب اہل مدینہ سے زیادہ مال دار ہوں۔ آپ میری ہر چیز کو نصف نصف کر دیں۔ ایک نصف خود لے لیں اور دوسرا نصف مجھے دے دیں۔ نیز میری دو بیویاں ہیں ان میں سے جو آپ کو پسند ہو بتائیے تاکہ میں اس کو طلاق دے دوں عدت گزرنے کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیں۔

حضرت عبدالرحمٰن اپنے انصاری بھائی کے اس جذبہ ایثار سے بڑے متاثر ہوئے انہیں دعائیں دیتے ہوئے بولے اے میرے بھائی! اللہ تعالیٰ تیرے مال اور اہل و عیال میں بڑی برکتیں دے مجھے تم بازار کا راستہ دکھا دو۔ چنانچہ انہوں نے انہیں بازار کا راستہ بتا دیا آپ وہاں گئے خرید و فروخت کی نفع کمایا۔ کچھ پنیر اور گھی ساتھ بھی لائے بازار جانا اور کاروبار کرنا ان کا معمول

بن گیا چند روز بعد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے حضور نے ملاحظہ فرمایا کہ ان کے کپڑوں پر زعفران کے رنگ کے چھینٹے پڑے ہوئے ہیں۔ حضور نے پوچھا "مَهْيَمْ" یعنی یہ رنگ کیسے چھڑ کا ہے عرض کی یارسول اللہ! میں نے ایک خاتون سے شادی کی ہے۔ حضور نے دریافت کیا۔ اس کو مہر کیا دیا ہے عرض کی کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا دیا ہے۔ رحمت عالم نے ارشاد فرمایا کہ ولیمہ کرو خواہ ایک بھیڑ سے۔ (۱)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک دوسری روایت نقل فرمائی ہے جس سے انصار کے جذبہ ایثار کا پتہ چلتا ہے۔

ایک روز انصار نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی یارسول اللہ ہمارے نخلستانوں کو ہمارے درمیان اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان برابر بانٹ دیجئے مرشد برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ گزارش قبول نہ فرمائی بلکہ جواب دیا وہ پھل میں تمہارے ساتھ حصہ دار ہوں گے۔ ملکیت میں نہیں۔ انصار نے عرض کی سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ہم نے حضور کے فرمان کو سنا۔ ہم اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ (۲)

انصار کا دل چاہتا تھا کہ اپنی منقولہ اور غیر منقولہ ہر جائیداد میں اپنے مہاجر بھائیوں کو حصہ دار بنا دیں لیکن مہاجرین کی عزت نفس انہیں اجازت نہیں دیتی تھی کہ وہ ان مخلصانہ پیش کشوں کو قبول کریں۔ انصار اپنے مہمانوں کی روزمرہ کی ضرورتوں کو جس خوشی اور فراخدلی سے پورا کر رہے تھے اپنے مکانوں میں انہوں نے ان کی رہائش کا بندوبست کر دیا تھا۔ اس کو مہاجرین اپنے انصار بھائیوں کا بڑا احسان سمجھتے تھے اور اس سے زیادہ ان کو تکلیف دینا ان کی فطری غیرت کو گوارا نہ تھا۔ نیز اپنے ہادی برحق کے جمال جہاں آراء کی عنایت کی ہوئی سیر چشمی اس پر رضامند نہ تھی۔ اپنے انصار بھائیوں کے احسان و مروت پر اپنے قلبی جذبات تشکر کا اظہار کرتے ہوئے ایک روز انہوں نے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی۔

يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا رَاَيْنَا مِثْلَ قَوْمٍ قَدِمْنَا عَلَيْهِمْ اَحْسَنَ
مُؤَاسَاةً فِي قَلِيْلٍ وَلَا اَحْسَنَ بَذْلًا مِنْ كَثِيْرٍ لَقَدْ كَفَوْنَا
الْمُؤْنَةَ وَاَشْرَكُوْنَا فِي الْمَهْنَاِ حَتّٰى لَقَدْ خَشِيْنَا اَنْ يَذْهَبُوْا

۱۔ خاتم النبیین، جلد ۲، صفحہ ۵۵۹

۲۔ خاتم النبیین، جلد ۲، صفحہ ۵۵۹

بِالْاَجْرِ كُلِّهٖ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا مَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ وَدَعَوْتُمُ اللّٰهَ تَعَالٰى لَهُمْ۔

" یارسول اللہ! یہ قوم جن کے مہمان بننے کا ہمیں موقع ملا ہے چھوٹی چھوٹی باتوں میں ہماری دلجوئی کرتے ہیں اور ہماری بڑی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اپنے اموال فیاضی سے خرچ کرتے ہیں ہم نے ان جیسی کوئی قوم نہیں دیکھی۔ ہمیں کسی قسم کی مشقت بھی نہیں کرنے دیتے اور اپنی آمدنی سے ہمیں پورا حصہ دیتے ہیں اب تو ہمیں یہ کھٹکا لگ رہا ہے کہ کہیں سارے کا سارا اجر و ثواب یہی نہ لوٹ لیں اور (ہم خالی رہ جائیں) حضور نے فرمایا ایسا نہیں ہو گا جب تک تم ان کی اس فیاضی اور ایثار پر ان کی ستائش کرتے رہو گے اور ان کے لئے بارگاہ رب العزت میں دعا کرتے رہو گے۔ " (۱)

انصار نے اپنے باغات اور مزروعہ زمینیں اپنے مہاجر بھائیوں کو دینے کی کئی بار پیش کش کی۔ لیکن نبی کریم جانتے تھے کہ مہاجرین تجارت پیشہ لوگ ہیں فن زراعت سے انہیں برائے نام واقفیت ہے اس لئے مہاجرین کی طرف سے اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار فرما دیا کرتے۔ انصار نے عرض کی یارسول اللہ! ہم باغبانی اور کاشتکاری کے سارے فرائض خود انجام دیں گے۔ اس سے جو پھل اور اناج حاصل ہو اس کو حضور ہمارے درمیان اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان نصف نصف بانٹ دیا کیجئے۔

جب بنی نضیر کو جلاوطن کر دیا گیا تو ان کی مزروعہ زمینیں حضور کے قبضہ میں آئیں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کو فرمایا کہ تمہارے مہاجر بھائیوں کے لئے کوئی مال نہیں ہے اگر تم چاہو تو میں بنی نضیر کی زمینوں کو اور تمہارے اموال کو تمہارے درمیان اور ان کے درمیان تقسیم کر دوں اور اگر تم چاہو تو تمہارے اموال تمہیں واپس کر دیئے جائیں اور یہ مفتوحہ زمین صرف مہاجرین میں تقسیم کر دی جائے۔

ان سرفروشان اسلام نے اپنے آقا کی بارگاہ میں بصد خلوص یہ عرض کی۔

بَلْ قَسِّمْ هٰذِهٖ فِيْهِمْ وَاَقْسِمْ لَهُمْ مِنْ اَمْوَالِنَا مَاشِئْتَ۔ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ

۱۔ خاتم النبیین، جلد ۲، صفحہ ۵۵۹

"یارسول اللہ! یہ بنو نضیر کی مزروعہ زمینیں تو حضور سب کی سب ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرمائیں اور ہماری زمینوں کو بھی ان کے درمیان اور ہمارے درمیان جس طرح حضور چاہیں بانٹ دیں۔"

اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

"اور ترجیح دیتے ہیں انہیں اپنے آپ پر اگرچہ خود انہیں اس چیز کی شدید حاجت ہو۔"

ان پیشکشوں کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن مہاجرین نے اپنے انصار بھائیوں پر اپنا بوجھ ڈالنا مناسب نہ سمجھا اور ہر ایک نے اپنے ذوق کے مطابق کاروبار کرنا شروع کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے بارے میں ہم آپ کو پہلے بتا آئے ہیں کہ انہوں نے اپنے انصار بھائی سے بازار کا راستہ دریافت کیا اور وہاں خرید و فروخت شروع کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی برکت سے آپ کو اتنی ترقی ہوئی کہ کچھ عرصہ بعد جب ان کے قافلے سامان تجارت سے لدے ہوئے مدینہ طیبہ پہنچتے تھے تو دھوم مچ جاتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گھر بیٹھی ہوئی تھیں کہ اچانک شور و شغب سنائی دیا آپ نے پوچھا یہ کیسا شور ہے بتایا گیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پانچ سو اونٹ سامان تجارت سے لدے ہوئے مدینہ طیبہ کی منڈی میں پہنچے ہیں۔ اور لوگ سامان خریدنے کے لئے بھاگے چلے جا رہے ہیں حضرت عبدالرحمٰن نے اس سارے سامان تجارت کو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔

بنی نضیر قبیلہ کی متروکہ اراضی سے جو قطعہ زمین حصہ میں آپ کو ملا وہ آپ نے چالیس ہزار دینار میں فروخت کیا اور یہ ساری رقم ازواج مطہرات میں تقسیم کر دی۔ (۱)

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کھجوروں کی خرید و فروخت کا کاروبار شروع کیا۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُوْلُ كُنْتُ اَبْتَاعُ التَّمْرَ مِنْ بَطْنٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ يُقَالُ لَهُمْ بَنُوْ قَيْنُقَاعَ فَاَبِيْعُهُ بِرِبْحٍ وَ بَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ يَا عُثْمَانُ اِذَا اشْتَرَيْتَ فَاكْتَلْ وَاِذَا بِعْتَ فَكِلْ۔

۱۔ طبقات ابن سعد، جلد ۳، صفحہ ۱۳۲

"حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ میں یہودیوں کے ایک قبیلہ بنو قینقاع سے کھجوریں خرید کیا کرتا تھا اور نفع پر اسے بیچ دیا کرتا تھا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو جب یہ خبر پہنچی تو مجھے فرمایا اے عثمان! جب کھجوریں خریدو ماپ کر خرید اکرو اور جب بیچو تو ماپ کر دیا کرو۔" (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھجوروں کی خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کی نواحی بستی سُنح میں اقامت پذیر ہوئے آپ وہاں کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔

مدینہ طیبہ کا یہ معاشرہ جس کو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حکیمانہ حکمت عملی سے وجود بخشا۔ دو عناصر پر مشتمل تھا۔ ایک طرف انصار تھے جو سراپا خلوص وایثار تھے۔ اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد میں اپنے مہاجر بھائیوں میں نصف نصف تقسیم کرنے کی صدق دل سے پیشکش کر رہے تھے۔ دوسری طرف جسور و غیور مہاجر تھے۔ جو اپنے کریم النفس میزبانوں پر بوجھ بننا پسند نہیں کرتے تھے۔ خود اپنی ہمت مردانہ اور محنت شاقہ سے اپنے لئے رزق حلال تلاش کرنا چاہتے تھے۔ یہ دونوں طبقے اپنی اپنی جگہ عدیم المثال تھے اور یہ سب نگاہ مصطفوی کا فیض تھا جس نے انہیں شیر و شکر کر دیا تھا۔ اجنبیت اور مغائرت کے سارے عوامل کی بیخ کنی کر کے رکھ دی تھی۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ وَصَفِيِّهٖ وَنَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ۔

اسلامی قومیت کی محمدی بنیاد

حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس انقلابی اقدام سے پہلے بے شمار قومیں کرہ ارض پر آباد تھیں لیکن ان کے سیاسی اور معاشرتی اتحاد کی اساس، زبان، رنگ، نسل یا وطن تھی۔ ان جملہ بنیادوں میں انسانی معاشرہ کی بربادی کے جو عوامل مضمر تھے۔ ان کی حشر سامانیوں کے تلخ تجربے بارہا ہو چکے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی

ا۔ مسند امام احمد، جلد ا، صفحہ ۶۲

معاشرہ کی تشکیل کے لئے ان بنیادوں میں سے کسی بنیاد کو استعمال نہیں کیا بلکہ رنگ، نسل، زبان، اور وطن کے تمام امتیازات اور ان سے پیدا ہونے والی ہر نوع کی عصبیتوں کو باطل قرار دے دیا اور اپنی امت کے اتحاد کی بنیاد فقط دین اور عقیدہ کو قرار دیا۔ ہر وہ شخص جو دین اسلام کو قبول کرتا ہے وہ عربی ہو یا عجمی، شرقی ہو یا غربی، اسود ہو یا احمر، امیر ہو یا فقیر، کوئی زبان بولتا ہو وہ اس معاشرہ کا فرد بن سکتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی ایک خطہ، کسی ایک قوم، کسی ایک زمانہ کے لئے راہنما بنا کر نہیں بھیجا تھا بلکہ سارے جہانوں کے لئے تاقیام قیامت سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ حضور ایک عالمگیر پیغام کے علمبردار تھے۔ حضور کا مقصد، تمام امتیازات کو بالائے طاق رکھ کر نوع انسانی کو ایک رشتہ میں پرونا، انہیں ایک امت بنانا اور ایک عالمی اخوت میں منسلک کرنا تھا۔ مواخات کے اس عمل سے اس مقصد کی تکمیل ہوئی۔ اور تمام مختلف النوع عناصر میں دین اسلام کی بنیاد پر بھائی چارہ قائم کر کے انہیں ایک قوم بنا دیا اور انہیں توحید کی شراب طہور پلا کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مستحکم اور مضبوط کر دیا۔ تاکہ کوئی تخریبی عنصر اس میں رخنہ اندازی نہ کر سکے۔

اجتماعی، اقتصادی، سیاسی اور دفاعی تنظیم

جس طرح پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کے علاوہ یہودیوں کی ایک طاقتور جمعیت موجود تھی۔ وہ معاشی لحاظ سے بھی خوش حال تھے اور صاحب کتاب ہونے کے باعث علمی طور پر بھی اوس و خزرج پر فوقیت رکھتے تھے۔ یہاں کے معاشرہ میں اس وقت تک اتحاد اور یک رنگی پیدا نہیں ہو سکی تھی۔ جب تک ان یہودیوں کو بھی اپنے ساتھ نہ ملا یا جائے نیز اسلام کے اولین دشمن رؤساء مکہ ابھی تک مسلمانوں کی بیخ کنی کے درپے تھے اور کسی وقت بھی وہ اس چھوٹی سی بستی پر حملہ آور ہو سکتے تھے۔ ان تمام اندرونی اور بیرونی مشکلات سے نبرد آزما ہونے کے لئے ایک وسیع البنیاد منشور کی ضرورت تھی اس لئے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایسی دستاویز تیار کی جس میں مہاجرین و انصار کے علاوہ یہاں کے یہودیوں کو بھی شامل کیا گیا۔ اس دستاویز کے ذریعہ مدینہ طیبہ کے جملہ باشندوں بلا امتیاز مذہب و قومیت، اندرونی و بیرونی خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک اتحاد عمل میں لایا گیا اس دستاویز کی اہمیت کے پیش نظر ہم اس کا عربی متن "الوثائق السیاسیۃ للعھد النبوی" مولفہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے حوالہ سے لکھ رہے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۱۔ هٰذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ (رَسُوْلِ اللّٰهِ) بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قُرَيْشٍ (وَاَهْلِ) يَثْرِبَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ فَلَحِقَ بِهِمْ وَجَاهَدَ مَعَهُمْ۔

۲۔ اِنَّهُمْ اُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ

۳۔ اَلْمُهَاجِرُوْنَ مِنْ قُرَيْشٍ عَلٰى رَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ بَيْنَهُمْ وَهُمْ يَفْدُوْنَ عَانِيَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

۴۔ وَبَنُوْ عَوْفٍ عَلٰى رَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰى وَ كُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِيْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

۵۔ وَبَنُو الْحَارِثِ (بْنُ الْخَزْرَجِ) عَلٰى رَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰى وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِيْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

۶۔ وَبَنُوْ سَاعِدَةَ، عَلٰى رَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰى وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِيْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

۷۔ وَبَنُوْ جُشَمٍ، عَلٰى رَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰى وَ كُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِيْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

۸۔ وَبَنُو النَّجَّارِ، عَلٰى رَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰى وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِيْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

۹۔ وَبَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، عَلٰى رَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰى وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِيْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

۱۰۔ وَبَنُو النَّبِيْتِ عَلٰى رَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰى وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِيْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

۱۱- وَبَنُو الْاَوْسِ عَلٰی رَبْعَتِهِمْ یَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰی وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِیْ عَانِیَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَالْقِسْطِ بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

۱۲- وَاِنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ لَا یَتْرُكُوْنَ مُفْرَحًا بَیْنَهُمْ اَنْ یُّعْطُوْهُ بِالْمَعْرُوْفِ فِیْ فِدَاءٍ اَوْ عَقْلٍ۔

۱۲ب- وَاَنْ لَا یُحَالِفَ مُؤْمِنٌ مَوْلٰی مُؤْمِنٍ دُوْنَهٗ

۱۳- وَاِنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ الْمُتَّقِیْنَ اَیْدِیْهِمْ عَلٰی كُلِّ مَنْ بَغٰی مِنْهُمْ اَوِ ابْتَغٰی دَسِیْعَةَ ظُلْمٍ اَوْ اِثْمًا، اَوْ عُدْوَانًا، اَوْ فَسَادًا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِنَّ اَیْدِیَهُمْ عَلَیْهِ جَمِیْعًا وَلَوْ كَانَ وَلَدَ اَحَدِهِمْ۔

۱۴- وَلَا یَقْتُلُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنًا فِیْ كَافِرٍ۔ وَلَا یَنْصُرُ كَافِرًا عَلٰی مُؤْمِنٍ۔

۱۵- وَاِنَّ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَاحِدَةٌ یُجِیْرُ عَلَیْهِمْ اَدْنَاهُمْ وَاِنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ بَعْضُهُمْ مَوَالِیْ بَعْضٍ دُوْنَ النَّاسِ۔

۱۶- وَاِنَّهٗ مَنْ تَبِعَنَا مِنْ یَهُوْدٍ فَاِنَّ لَهُ النَّصْرَ وَالْاُسْوَةَ غَیْرَ مَظْلُوْمِیْنَ وَلَا مُتَنَاصِرٍ عَلَیْهِمْ۔

۱۷- وَاِنَّ سِلْمَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاحِدَةٌ لَا یُسَالِمُ مُؤْمِنٌ دُوْنَ مُؤْمِنٍ فِیْ قِتَالٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِلَّا عَلٰی سَوَاءٍ وَّعَدْلٍ بَیْنَهُمْ۔

۱۸- وَاِنَّ كُلَّ غَازِیَةٍ غَزَتْ مَعَنَا یَعْقِبُ بَعْضُهَا بَعْضًا

۱۹- وَاِنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ یُبِیْئُ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ بِمَا نَالَ دِمَاءَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔

۲۰- وَاِنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ الْمُتَّقِیْنَ عَلٰی اَحْسَنِ هُدًی وَاَقْوَمِهٖ

۲۰ب- وَاِنَّهٗ لَا یُجِیْرُ مُشْرِكٌ مَالًا لِقُرَیْشٍ وَلَا نَفْسًا وَلَا یَحُوْلُ دُوْنَهٗ عَلٰی مُؤْمِنٍ۔

۲۱- وَاِنَّهٗ مَنِ اعْتَبَطَ مُؤْمِنًا قَتْلًا عَنْ بَیِّنَةٍ وَاِنَّهٗ قَوَدٌ بِهٖ اِلَّا اَنْ یَرْضٰی وَلِیُّ الْمَقْتُوْلِ (بِالْعَقْلِ) وَاِنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ

عَلَيْهِ كَافَّةً وَلَا يَحِلُّ لَهُمْ اِلَّا قِيَامٌ عَلَيْهِ ۔

۲۲۔ وَاِنَّهُ لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَقَرَّ بِمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ وَاٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَّنْصُرَ مُحْدِثًا اَوْ يُؤْوِيْهِ وَاَنَّ مَنْ نَصَرَهٗ اَوْ اٰوَاهُ فَاِنَّ عَلَيْهِ لَعْنَةَ اللهِ وَغَضَبَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ ۔

۲۳۔ وَاِنَّكُمْ مَهْمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ مَرَدَّهٗ اِلَى اللهِ وَاِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۴۔ وَاِنَّ الْيَهُوْدَ يُنْفِقُوْنَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا دَامُوْا مُحَارِبِيْنَ

۲۵۔ وَاِنَّ يَهُوْدَ بَنِيْ عَوْفٍ اُمَّةٌ مَّعَ الْمُؤْمِنِيْنَ لِلْيَهُوْدِ دِيْنُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ دِيْنُهُمْ مَوَالِيْهِمْ وَاَنْفُسُهُمْ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَاَثِمَ فَاِنَّهٗ لَا يُوْتِغُ اِلَّا نَفْسَهٗ وَاَهْلَ بَيْتِهٖ ۔

۲۶۔ وَاِنَّ لِيَهُوْدِ بَنِي النَّجَّارِ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ

۲۷۔ وَاِنَّ لِيَهُوْدِ بَنِي الْحَارِثِ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ

۲۸۔ وَاِنَّ لِيَهُوْدِ بَنِيْ سَاعِدَةَ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ

۲۹۔ وَاِنَّ لِيَهُوْدِ بَنِيْ جُشَمٍ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ

۳۰۔ وَاِنَّ لِيَهُوْدِ بَنِي الْاَوْسِ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ

۳۱۔ وَاِنَّ لِيَهُوْدِ بَنِيْ ثَعْلَبَةَ مِثْلَ لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَاَثِمَ ۔ فَاِنَّهٗ لَا يُوْتِغُ اِلَّا نَفْسَهٗ وَاَهْلَ بَيْتِهٖ

۳۲۔ وَاِنَّ جَفْنَةَ بَطْنٌ مِّنْ ثَعْلَبَةَ كَاَنْفُسِهِمْ

۳۳۔ وَاِنَّ لِبَنِي الشُّطَيْبَةِ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِيْ عَوْفٍ وَاِنَّ الْبِرَّ دُوْنَ الْاِثْمِ ۔

۳۴۔ وَاِنَّ مَوَالِيْ ثَعْلَبَةَ كَاَنْفُسِهِمْ

۳۵۔ وَاِنَّ بِطَانَةَ يَهُوْدَ كَاَنْفُسِهِمْ

۳۶۔ وَاِنَّهٗ لَا يَخْرُجُ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا بِاِذْنِ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

۳۶ب۔ وَاِنَّهٗ لَا يَنْحَجِزُ عَلٰى ثَاْرِ جُرْحٍ وَاِنَّهٗ مَنْ فَتَكَ فَبِنَفْسِهٖ

وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى اَبَرِّ هٰذَا -

٣٧ - وَاَنَّ عَلَى الْيَهُوْدِ نَفَقَتَهُمْ وَعَلَى الْمُسْلِمِيْنَ نَفَقَتَهُمْ وَاَنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرَ عَلٰى مَنْ حَارَبَ اَهْلَ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ وَاَنَّ بَيْنَهُمُ النُّصْحَ وَالنَّصِيْحَةَ وَالْبِرَّ دُوْنَ الْاِثْمِ -

٣٧ب - وَاِنَّهٗ لَا يَاْثَمُ امْرُءٌ بِحَلِيْفِهٖ وَاِنَّ النَّصْرَ لِلْمَظْلُوْمِ -

٣٨ - وَاِنَّ الْيَهُوْدَ يُنْفِقُوْنَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَادَامُوْا مُحَارِبِيْنَ -

٣٩ - وَاِنَّ يَثْرِبَ حَرَامٌ جَوْفُهَا لِاَهْلِ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ -

٤٠ - وَاِنَّ الْجَارَ كَالنَّفْسِ غَيْرُ مُضَارٍّ وَلَا اٰثِمٍ -

٤١ - وَاِنَّهٗ لَا تُجَارُ حُرْمَةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اَهْلِهَا -

٤٢ - وَاِنَّهٗ مَا كَانَ بَيْنَ اَهْلِ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ مِنْ حَدَثٍ اَوْ اِشْتِجَارٍ يُخَافُ فَسَادُهٗ فَاِنَّ مَرَدَّهٗ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَاَنَّ اللّٰهَ عَلٰى اَتْقٰى فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ وَاَبَرِّهٖ -

٤٣ - وَاِنَّهٗ لَا تُجَارُ قُرَيْشٌ وَلَا مَنْ نَصَرَهَا -

٤٤ - وَاِنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرَ عَلٰى مَنْ دَهَمَ يَثْرِبَ -

٤٥ - وَاِذَا دُعُوْا اِلٰى صُلْحٍ يُصَالِحُوْنَهٗ وَيَلْبَسُوْنَهٗ فَاِنَّهُمْ يُصَالِحُوْنَهٗ وَيَلْبَسُوْنَهٗ وَاِنَّهُمْ اِذَا دَعَوْا اِلٰى مِثْلِ ذٰلِكَ فَاِنَّ لَهُمْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِلَّا مَنْ حَارَبَ فِي الدِّيْنِ -

٤٥ب - وَعَلٰى كُلِّ اُنَاسٍ حِصَّتُهُمْ مِنْ جَانِبِهِمُ الَّذِيْ قِبَلَهُمْ

٤٦ - وَاِنَّ يَهُوْدَ الْاَوْسِ مَوَالِيَهُمْ وَاَنْفُسَهُمْ عَلٰى مِثْلِ مَا لِاَهْلِ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ مَعَ الْبِرِّ الْمَحْضِ مِنْ اَهْلِ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ وَاِنَّ الْبِرَّ دُوْنَ الْاِثْمِ وَلَا يَكْسِبُ كَاسِبٌ اِلَّا عَلٰى نَفْسِهٖ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى اَصْدَقِ مَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ وَاَبَرِّهٖ

٤٧ - وَاِنَّهٗ لَا يَحُوْلُ هٰذَا الْكِتَابُ دُوْنَ ظَالِمٍ اَوْ اٰثِمٍ وَاِنَّهٗ مَنْ خَرَجَ اٰمِنٌ وَمَنْ قَعَدَ اٰمِنٌ بِالْمَدِيْنَةِ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَاَثِمَ وَاِنَّ اللّٰهَ جَارٌ لِمَنْ بَرَّ وَاتَّقٰى وَمُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى

اللہُ عَلَیۡہِ دَسَلَّم) الوثائق السیاسیہ، ص ۵۹ تا ۶۲

اس منشور کے تراجم مختلف مصنفین اور ماہرین نے کئے ہیں۔ مجھے ان سب میں سے وہ ترجمہ زیادہ پسند ہے جو ڈاکٹر نثار احمد صاحب کراچی یونیورسٹی نے کیا ہے اس لئے اس منشور کا وہی ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔ جو ان کے تحقیقی مقالہ " عہد نبوی میں ریاست کا نشوو ارتقاء " میں درج ہے۔ اور نقوش کے رسول نمبر جلد پانچ میں شائع ہوا ہے۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔

مندرجہ بالا منشور کو سمجھنے کے لئے اور آئندہ حوالوں میں آسانی کے لئے مناسب یہ ہے کہ مندرجہ بالا دستاویز کا مطلب حسب سابق قوسین میں دینے کے بجائے دفعات کی صورت میں لکھا جائے چنانچہ اسے ہم یوں ترتیب دے سکتے ہیں۔

۱۔ یہ تحریری دستاویز ہے اللہ کے نبی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی قریش، یثرب کے اہل ایمان اور ان لوگوں کے باب میں جو ان کے اتباع میں ان کے ساتھ شامل ہوں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔

۲۔ یہ (تمام گروہ) دنیا کے (دوسرے) لوگوں سے ممتاز و ممیز ایک علیحدہ (سیاسی) وحدت متصور ہوں گے۔

۳۔ مہاجرین جو قریش میں سے ہیں علے حالہ دیتوں اور خون بہا وغیرہ کے معاملات میں اپنے قبیلہ کے طے شدہ رواج پر عمل کریں گے اپنے قیدیوں کو مناسب فدیہ دے کر چھڑائیں گے اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کریں گے۔

۴۔ اور بنو عوف بھی اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون بہا وغیرہ کا طریقہ ان میں حسب سابق قائم رہے گا ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۵۔ اور بنو حارث بھی اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے۔ اور خون بہا کا طریقہ ان میں حسب دستور سابق رہے گا۔ ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۶۔ اور بنو ساعدہ بھی اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے۔ اور خون بہا کا طریقہ ان میں حسب دستور سابق رہے گا۔ ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے

ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۷۔ اور بنو جُشم، اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا مل کر ادا کریں گے اور ہر گروہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۸۔ اور بنو نجار اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور حسب دستور سابق اپنا خون بہا مل کر ادا کریں گے اور ہر گروہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۹۔ اور بنو عمرو بن عوف، اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون بہا وغیرہ کا طریقہ ان میں حسب سابق جاری رہے گا۔ ہر گروہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۱۰۔ اور بنو النبیت، اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون بہا حسب سابق مل کر ادا کریں گے اور ہر گروہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۱۱۔ بنو الاوس، اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون بہا وغیرہ کا طریقہ ان میں حسب سابق قائم رہے گا ہر گروہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۱۲۔ اور اہل ایمان اپنے کسی زیر بار قرض دار کو بے یار و مدد گار نہیں چھوڑیں گے بلکہ قاعدہ کے مطابق فدیہ دیت اور تاوان ادا کرنے میں اس کی مدد کریں گے۔

۱۲الف۔ اور کسی مومن کے آزاد کردہ غلام کو کوئی مومن حلیف نہ بنائے گا۔

۱۳۔ اور یہ کہ تمام تقویٰ شعار مومنین، متحد ہو کر ہر اس شخص کی مخالفت کریں گے، جو سرکشی کرے ظلم، گناہ اور تعدی کے ہتھکنڈوں سے کام لے۔ اور ایمان والوں کے درمیان فساد پھیلائے ایسے شخص کی مخالفت میں ایمان والوں کے ہاتھ ایک ساتھ اٹھیں گے اگر چہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

۱۴۔ کوئی مومن کسی دوسرے مومن کو کافر کے عوض قتل نہیں کرے گا اور نہ مومن کے خلاف وہ کسی کافر کی مدد کرے گا۔

۱۵۔ اور اللہ کا ذمہ (اور پناہ سب کے لئے یکساں) ایک ہے ادنیٰ ترین مسلمان بھی

کافر کو پناہ دے سکتا ہے اہل ایمان دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں باہم بھائی بھائی اور مدد گار و کار ساز ہیں۔

۱۶۔ یہودیوں میں سے جو بھی ہمارا اتباع کرے گا تو اسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی اور ان یہود پر نہ تو ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کسی دشمن کی مدد کی جائے گی۔

۱۷۔ تمام اہل ایمان کی صلح یکساں اور برابر کی حیثیت رکھتی ہے کوئی مومن قتال فی سبیل اللہ میں دوسرے مومن کو چھوڑ کر دشمن سے صلح نہیں کرے گا اور اسے مسلمانوں کے درمیان عدل و مساوات کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔

۱۸۔ جو لشکر ہمارے ساتھ جہاد میں شریک ہوگا اس کے افراد آپس میں باری باری ایک دوسرے کی جانشینی کریں گے۔

۱۹۔ اہل ایمان، کفار سے انتقام لینے میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

۲۰۔ تمام تقویٰ شعار مسلمان، اسلام کے احسن اور اقوم طریق پر ثابت قدم رہیں گے۔

۲۰ب۔ اور مدینہ کا کوئی مشرک (غیر مسلم اقلیت) قریش کے کسی شخص کو مالی یا جانی کسی طرح کا پناہ نہ دے گا اور نہ مسلمان کے مقابلہ پر اس (قریشی) کی حمایت و مدد کرے گا۔

۲۱۔ اور جو شخص ناحق کسی مومن کا خون کرے گا اسے مقتول کے عوض بطور قصاص قتل کیا جائے گا۔ الا یہ کہ اس مقتول کا ولی اس کے عوض خون بہا لینے پر رضامند ہو جائے اور تمام اہل ایمان قاتل کے خلاف رہیں گے۔

۲۲۔ کسی ایمان والے کے لئے جو اس دستور العمل کے مندرجات کی تعمیل کا اقرار کر چکا ہے اور اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ یہ ہرگز جائز نہ ہوگا کہ وہ کوئی نئی بات نکال کر فتنہ انگیزی کے ذمہ دار کی حمایت کرے۔ یا اسے پناہ دے۔ جو ایسے کسی (مجرم) کی حمایت و نصرت کرے گا یا اسے پناہ دے گا۔ تو وہ قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور اس کے غضب کا مستوجب ٹھہرے گا اور جہاں اس کی نہ تو توبہ قبول کی جائے گی نہ (عذاب کے بدلہ) کوئی فدیہ لیا جائے گا۔

۲۳۔ جب تم مسلمانوں میں کسی قسم کا تنازعہ ہوگا تو اسے اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

۲۴۔ اور یہ کہ جب تک جنگ رہے یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ مل کر مصارف اٹھائیں گے۔

۲۵۔ اور یہود بنی عوف، اور ان کے اپنے حلفاء و موالی، سب مل کر مسلمانوں کے ساتھ ایک جماعت (فریق) متصور ہوں گے یہودی اپنے دین پر (رہنے کے مجاز) ہوں گے اور مومن اپنے دین پر کار بند رہیں گے۔ البتہ جس نے ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کیا تو وہ محض اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو مصیبت میں ڈالے گا۔

۲۶۔ اور بنی نجار کے یہودیوں کے لئے بھی وہی کچھ مراعات ہیں جو بنی عوف کے یہودیوں کے لئے ہیں۔

۲۷۔ اور بنی حارث کے یہودیوں کے لئے وہی کچھ ہے جو بنی عوف کے یہودیوں کے لئے ہے۔

۲۸۔ اور بنی ساعدہ کے یہودیوں کے لئے بھی وہی کچھ ہے، جو بنی عوف کے یہودیوں کے لئے ہے۔

۲۹۔ بنی جشم کے یہودیوں کے لئے بھی وہی ہے، جو یہود بنی عوف کے لئے ہے۔

۳۰۔ بنی الاوس کے یہودیوں کے لئے وہی کچھ ہے جو یہود بنی عوف کے لئے ہے۔

۳۱۔ بنی ثعلبہ کے یہودیوں کے لئے وہی کچھ ہے جو یہود بنی عوف کے لئے ہے۔ البتہ جو ظلم اور عہد شکنی کا مرتکب ہو تو خود اس کی ذات اور اس کے گھرانے کے سوا کوئی دوسرا مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

۳۲۔ اور جفنہ (جو قبیلہ) ثعلبہ کی شاخ ہے اسے بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو حاصل ہیں۔

۳۳۔ اور بنی الشطیبہ کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو یہود بن عوف کے لئے ہیں۔ اور ہر ایک پر اس دستاویز کی وفاشعاری لازم ہے نہ کہ عہد شکنی۔

۳۴۔ اور ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کے لئے ہیں۔

۳۵۔ اور یہودی قبائل کی ذیلی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کے ہیں۔

۳۶۔ اور یہ کہ ان قبائل میں سے کوئی فرد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر نہیں نکلے گا۔

۳۶ب۔ اور کسی مار یا زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی اور ان میں جو فرد یا جماعت قتل ناحق اور خونریزی کا ارتکاب کرے تو اس کا وبال اور ذمہ داری اس کی ذات اور اس کے اہل و عیال پر ہوگی۔ ورنہ ظلم ہوگا اور اللہ اس کے ساتھ ہے جو اس سے بری الذمہ ہے۔

۳۷۔ اور یہودیوں پر ان کے مصارف کا بار ہوگا اور مسلمانوں پر ان کے مصارف کا۔

۳۷ب۔ اور اس صحیفہ والوں کے خلاف جو بھی جنگ کرے گا تو تمام فریق (یہودی اور مسلمان) ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ نیز خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں گے اور ان کا شیوہ وفاداری ہوگا نہ کہ عہد شکنی اور ہر مظلوم کی بہر حال حمایت و مدد کی جائے گی۔

۳۸۔ اور یہ کہ جب تک جنگ رہے۔ یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ مل کر مصارف اٹھائیں گے۔

۳۹۔ اور اس صحیفہ والوں کے لئے حدود یثرب (مدینہ) کا داخلی علاقہ (جوف) حرم کی حیثیت رکھے گا۔

۴۰۔ پناہ گزین، پناہ دہندہ کی مانند ہے نہ کوئی اس کو ضرر پہنچائے گا اور نہ وہ خود عہد شکنی کر کے گناہ گار بنے۔

۴۱۔ اور کسی پناہ گاہ میں وہاں والوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

۴۲۔ اور اس صحیفہ کے ماننے والوں میں اگر کوئی نئی بات پیدا ہو (جس کا ذکر اس دستاویز میں نہیں) یا کوئی اور جھگڑا جس سے کسی نقصان اور فساد کا اندیشہ ہو تو اس متنازعہ فیہ امر میں فیصلہ کے لئے اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ اور اللہ کی تائید اس شخص کے ساتھ ہے جو اس صحیفہ کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ احتیاط اور وفاشعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔

۴۳۔ اور قریش (مکہ) اور اس کے حامیوں کو کوئی پناہ نہیں دی جائے گی۔

۴۴۔ اور یثرب (مدینہ) پر جو بھی حملہ آور ہو تو اس کے مقابلہ میں یہ سب (یہودی

اور مسلمان) ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

۴۵۔ ان مسلمانوں میں جو اپنے حلیف کے ساتھ صلح کرنے کے لئے یہود کو دعوت دے تو یہود اس سے صلح کر لیں گے۔ اسی طرح اگر وہ (یہود) کسی ایسی صلح کی دعوت دیں تو مومنین بھی اس دعوت کو قبول کر لیں گے۔ الا یہ کہ کوئی دین و مذہب کے لئے جنگ کرے۔

۴۵ ب۔ اور تمام لوگ (فریق) اپنی اپنی جانب کے علاقہ کی مدافعت کے ذمہ دار ہوں گے۔

۴۶۔ اور قبیلہ اوس کے یہود کو، خواہ موالی ہوں یا اصل، وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس تحریر کے ماننے والوں کو حاصل ہیں۔ اور وہ بھی اس صحیفہ والوں کے ساتھ خالص وفاشعاری کا برتاؤ کریں۔ نیز قرار داد کی پابندی کی جائے گی۔ نہ کہ عہد شکنی۔ ہر کام کرنے والا اپنے عمل کا ذمہ دار ہو گا۔ زیادتی کرنے والا اپنے نفس پر زیادتی کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے جو اس صحیفہ کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ صداقت اور وفاشعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔

۴۷۔ یہ نوشتہ کسی ظالم یا مجرم (کو اس کے جرم کے عواقب سے بچانے کے لئے) آڑے نہ آئے گا۔ جو جنگ کے لئے نکلے (کسی اور جگہ نقل مکانی کرے) وہ بھی اور جو گھر (مدینہ) میں بیٹھا رہے (سکونت رکھے) وہ بھی امن کا حقدار ہو گا۔ اس پر کوئی مواخذہ نہیں البتہ اس سے صرف وہ لوگ مستثنیٰ ہوں گے جو ظلم یا جرم کے مرتکب ہوں اور جو اس نوشتہ کی وفاشعاری اور احتیاط سے تعمیل کرے گا۔ تو اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے نگہبان اور خیر اندیش ہیں۔

مندرجہ بالا تحریر کے بارے میں چند امور غور طلب ہیں۔

۱۔ کیا یہ دستاویز مدینہ میں بسنے والے مختلف عناصر کے درمیان ایک معاہدہ تھا جو تمام فریقوں کے درمیان اتفاق رائے سے طے پایا یا یہ ایک آئین اور دستور تھا جسے ریاست مدینہ کے مقتدر اعلیٰ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نافذ فرمایا اور مدینہ کے تمام قبائل اور افراد پر اس کی پابندی لازمی تھی اور جو فرد یا قبیلہ اس کے خلاف بغاوت کرے گا وہ ریاست مدینہ کی شہریت کے حقوق سے محروم کر دیا جائے گا۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے جب اس دستاویز پر بحث کی ہے تو اس کا عنوان " دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور " تجویز کیا اور اس رائے کو ترجیح دی کہ یہ دستاویز معاہدہ نہیں بلکہ مدنی ریاست کا دستور ہے جس کی پابندی اس کے ہر

شہری پر لازم تھی۔

اس دستاویز کے پہلے جملہ پر ہی نظر ڈالی جائے تو یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے کہ یہ چند جماعتوں میں طے پانے والا معاہدہ نہیں۔ بلکہ قوت حاکمہ کی طرف سے جاری کردہ فرمان ہے جس کی پابندی ہر شخص پر طوعاً و کرہاً لازم ہے۔

اس کا پہلا جملہ ہے۔ " بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ مُّحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "

اس جملہ پر غور کرنے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ یہ وہ فرمان ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول اور ریاست مدینہ کے حاکم اعلیٰ نے جاری کیا ہے۔ نیز اس کے مطالعہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مدینہ کے تمام باشندوں اور تمام جماعتوں پر یکساں طور پر عائد ہوتا ہے۔ مہاجرین، انصار، مشرکین، یہود وغیرہ سب اس کے پابند ہیں اپنی مرضی سے کوئی اس سے اپنے آپ کو مستثنیٰ نہیں کر سکتا۔

لیکن اگر اسے معاہدہ ہی کہا جائے تب بھی معاہدہ میں شرکت کرنے والے افراد اور جماعتوں پر اس کی ہر شق کی پابندی لازم ہے۔ اگر کوئی اس طے شدہ معاہدہ سے اپنے آپ کو لاتعلق کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کا مجاز ہے۔ لیکن اس پر ضروری ہے کہ وہ علی الاعلان اس معاہدہ سے قطع تعلق کرے اس معاہدہ کا فریق رہتے ہوئے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے۔ اور اگر کرے گا تو اسے عہد شکنی اور غداری کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

یہودی قبائل کے خلاف جو اقدامات کئے گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے مدینہ کی ریاست کے دستور کی خلاف ورزی کی تھی یا انہوں نے اس معاہدہ کا فریق بننے کے باوجود کفار مکہ کے ساتھ خفیہ طور پر مسلمانوں کے خلاف سازش کی تھی۔ یا وہ دستور کی متعلقہ دفعات کے خلاف بغاوت کرنے کے مجرم قرار پائے یا معاہدہ شکنی کے مرتکب ہوئے۔ اور حالات کے مطابق رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے جو سلوک ان کے ساتھ روا رکھا وہ اس کے مستحق تھے۔ جس کی تفصیلات اپنے اپنے مقام پر پیش کی جائیں گی۔

۲۔ اس دستاویز کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت کرنے کا حکم ہے۔ اور اگر کوئی اختلاف معاہدہ کے شرکاء میں رونما ہو جائے تو اس کے حل کا یہ طریقہ طے پایا ہے کہ اس متنازعہ معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کیا جائے گا اور سرور عالم کا فیصلہ حتمی اور قطعی ہو گا۔ نیز اس میں ثواب و عقاب کا بھی ذکر موجود ہے کہ تمام عوامل اسے ایک ایسا دستور قرار دیتے

ہیں جو سر تا پا اسلامی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔

۳۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ ساری دستاویز از اول تا آخر ایک دفعہ ہی ضبط تحریر میں لائی گئی اور نافذ کی گئی یا مختلف اوقات میں یہ امور طے کئے گئے اور پھر ان کو یکجا کر دیا گیا۔

سیرت نبوی کے قدیم و جدید جتنے مراجع ہیں ان کے مطالعہ سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ساری دستاویز ۱ ہجری میں بیک وقت مرتب کی گئی۔ اور اس کا نفاذ عمل میں آیا لیکن عہد حاضر کے بعض محققین کی یہ رائے ہے۔ کہ اس دستاویز کا پہلا حصہ جو تیئس دفعات پر مشتمل ہے جس میں مہاجر و انصار اور ان کے متبعین کو مخاطب کیا گیا ہے یہ ۱ ہجری میں ضبط تحریر میں لایا گیا۔ اور وہ دفعات جن کا تعلق یہود وغیرہ سے ہے وہ غزوہ بدر کے بعد تحریر کی گئیں۔

یہ حضرات اپنی رائے کی تائید میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہود کے سارے قبائل علمی لحاظ سے معاشی اعتبار سے اور اپنے اثر و رسوخ کے باعث بڑے منظم اور طاقتور تھے یہ بات قرین قیاس نہیں کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان اسلامی بھائی چارہ قائم کرنے سے مسلمان اتنے طاقتور ہو گئے ہوں کہ یہود جیسی منظم اور مالدار قوم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نافذ کردہ آئین کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو گئی ہو۔

لیکن جب بدر کے میدان میں کفر و اسلام کی پہلی جنگ ہوئی اور مسلمانوں نے اپنی تعداد کی قلت اور سامان جنگ کے فقدان کے باوجود دشمن کو شکست فاش دی ان کے ستر بہادر تہ تیغ ہوئے اور ستر کو جنگی قیدی بنا کر زنجیروں میں جکڑ کر مدینہ لایا گیا تو اسلام کے اس غیر متوقع غلبہ نے یہودیوں کی کمر توڑ دی اور اسلام کے بارے میں جن خوش فہمیوں میں وہ مبتلا تھے وہ دور ہو گئیں۔ اب انہیں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حاکمیت کو تسلیم کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔ بدر کے میدان میں فتح مبین کے ساتھ ساتھ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے گرد و نواح میں آباد قبیلوں، بنو ضمرہ، جہنہ وغیرہ سے بھی دوستی کے معاہدے کر کے اپنے آپ کو بے حد مستحکم اور مضبوط بنا لیا تھا۔ ان حالات نے یہودیوں کو مجبور کر دیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کر کے اس دستور کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ اس طرح اور ان حالات میں اس دستاویز کا دوسرا حصہ ترتیب دیا گیا جس میں یہودیوں اور عیسائیوں کے باہمی تعلقات کے بارے میں تصریحات بیان کی گئیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ اور پروفیسر منٹگمری واٹ نے اس رائے کو ترجیح دی ہے۔ لیکن مسلم مؤرخین اور ارباب سیر کی روایات اس کی تائید نہیں کرتیں۔ نیز اگر یہودی قبائل حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ کسی معاہدہ میں شریک نہیں تھے تو غزوہ بدر کے زمانہ میں انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جو سازشیں کی تھیں ان کی بنا پر انہیں عہد شکن نہیں کہا جائے گا۔ جب کوئی معاہدہ طے ہی نہیں پایا تھا تو اس کی خلاف ورزی کا کیا معنی۔ اور اگر کوئی خلاف ورزی نہیں ہوئی تھی تو بنو قینقاع کو سزا کس جرم کی دی گئی اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ دستاویز غزوہ بدر سے کافی عرصہ پہلے مرتب ہو چکی تھی۔ پھر بنو قینقاع نے کفار کے ساتھ سازباز کی ان کو حملہ کرنے پر برانگیختہ کیا اور اسی کی سزا انہیں بھگتنی پڑی۔

۴۔ اس دستاویز کا وہ حصہ جس میں یہود کے بارے میں متعدد دفعات ہیں۔ ان میں اگرچہ شہری حقوق و فرائض کی تشریح کر دی گئی ہے جو مدینہ میں بسنے والے تمام باشندوں کو حاصل تھے لیکن بہت سی ایسی دفعات بھی ہیں جن میں جنگی اور دفاعی معاملات کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے ان دفعات کا خلاصہ یہ تھا کہ یہود اپنے مذہبی عقائد پر برقرار رہیں گے ان کی عبادات اور رسم و رواج میں قطعاً کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ ان کی تمدنی، سیاسی ہیئتوں کو تحفظ میسر رہے گا البتہ ایک فریق پر اگر کوئی حملہ کرے گا تو دونوں فریق مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔ ہر فریق اپنے جنگی اخراجات خود برداشت کرے گا۔ لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِينَ دِينُهُمْ اس منشور میں یہ بات بھی واضح کر دی گئی ہے کہ مدینہ کے کسی شہری کے لئے جائز نہیں کہ وہ قریش کی امداد واعانت کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے داخلی امن وامان کو برقرار رکھنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ کفار مکہ کے متوقع حملوں کے وقت دفاع کا بھی پورا اہتمام فرمایا۔ اس منشور کی متعدد دفعات کے ذریعہ اہل یثرب کے لئے یہ ممنوع قرار دے دیا کہ وہ قریش کے حلیف بنیں یا ان سے دوستانہ روابط قائم کریں بلکہ قریش کو جملہ اہل یثرب کے مشترکہ دشمن کی حیثیت دے دی گئی کوئی شخص کسی کافر قریشی کو کسی قسم کی پناہ دینے کا مجاز نہ تھا اور نہ اس کے مال کی حفاظت کا ذمہ دار بن سکتا تھا۔

۵۔ اس منشور کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نہ تو کسی شخص اور قبیلہ کے کسی حق کو غصب کیا گیا ہے اور نہ کسی پر مذہبی عقیدہ میں کوئی جبر کیا گیا ہے۔ نہ ان کے معاشرہ میں رواج پذیر رسوم و رواج کو چھیڑا گیا ہے اور نہ ان کے نجی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت بے جا کی گئی ہے۔ مدینہ کے لوگ جو مدت دراز سے جنگ کی بھٹی میں جل رہے تھے ان کو باہمی امن و صلح کی ضمانت دی جا رہی ہے۔ اسی لئے تمام اہل یثرب نے، قبائلی اور مذہبی اختلافات کے باوجود اس منشور کو صدق دل سے قبول کر لیا۔

عرب کے جاہلی معاشرہ میں یہ اتنا تعجب انگیز انقلاب تھا جسے ہیل (HELL) سیاست نبوی کا اعجاز قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے۔

> "Hither to the individual Arab had no other protection than that of his family or that of his patron. Muhammad rid himself, at one stroke, of the old Arab conception which had kept the Mekkans themself back from adopting a darastic policy of supression & repression against him. And with it he dissolved the old ties, broke down old barriers; and placed every Muslim under the protection of the entire community of the faithful."

"ایک عرب باشندہ کو پہلے اپنے خاندان یا سرپرست کے علاوہ کسی اور کی پناہ یا تحفظ حاصل نہ تھا۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یک جنبش اپنے آپ کو اس دائرہ سے نکال لیا۔ اور اس قدیم جاہلی تصور سے بھی نجات پائی۔ جس کے زیر اثر اہل مکہ ان کے خلاف جبر و تشدد کی انتہائی پالیسی اختیار کرنے سے ہچکچاتے رہے۔ اور اس طرح انہوں نے پرانے رشتوں کو معطل کر دیا، قدیم خلیجوں کو پاٹ دیا اور ہر مسلمان کو پوری امت مسلمہ کا اجتماعی تحفظ عطا کیا۔"

اس منشور سے پہلے عرب حد درجہ انفرادیت کا شکار تھے وہ نہ کسی قانون کے پابند تھے اور نہ کسی قوت حاکمہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے عادی تھے۔ ان میں سے اگر کوئی قتل ہو جاتا تو اس کا انتقام لینا ان کی اپنی قوت بازو پر منحصر تھا۔ وہ اپنی حق تلفی کا مداوا اپنے زور سے کیا کرتے تھے۔ وہاں کوئی ایسی اجتماعی قوت نہیں تھی جو ان کے جان و مال اور عزت کی حفاظت کی ضمانت دے۔ لیکن اس منشور میں ان ساری انفرادیتوں کو زندہ درگور کر دیا گیا۔ اور اس نئے معاشرہ میں ایک ایسی مرکزی قیادت قائم کر دی۔ جس کی طرف وہ ہر موقع پر رجوع کر سکتے تھے جب ان کی جان و مال اور آبرو پر کوئی دست درازی کرتا۔ وہ اصول انفرادیت، جو اسلام سے قبل عرب کی معاشرت کا طرہ امتیاز تھا اسے اس نوشتہ کے ذریعہ اجتماعیت سے بدل

دیا گیا۔ یوں طوائف الملوکی کا بھی خاتمہ ہو گیا اور نسلی اور مذہبی لحاظ سے منتشر افراد ایک لڑی میں پرو دیئے گئے۔ تمام مرکز گریز قوتیں ایک کل میں ضم ہو گئیں۔ اور تمام باشندوں کو یکساں حقوق میسر آ گئے۔ علامہ ڈاکٹر حمید اللہ اس صورت حال کے بارے میں ایک جامع تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> ایک چھوٹی سی بستی کو جو بیس ایک محلوں پر مشتمل تھی۔ شہری مملکت کی صورت میں منظم کیا گیا اور اس کی قلیل لیکن بوقلموں اور کثیر الاجناس آبادی کو ایک لچک دار اور قابل عمل دستور کے ماتحت ایک مرکز پر متحد کیا گیا۔ اور ان کے تعاون سے شہر مدینہ میں ایک ایسا سیاسی نظام قائم کر کے چلایا گیا جو بعد میں ایشیا، یورپ، افریقہ کے تین براعظموں پر پھیلی ہوئی ایک وسیع اور زبردست شہنشاہیت کا بلا کسی وقت کے صدر مقام بھی بن گیا۔ (۱)

اور وُل ہازن لکھتا ہے (Well-Hausen)

> "The first Arabic community with sovereign power was established by Muhammad (peace be upon him) in the city of Madina, not on the bases of blood which naturally tends to diversity, but upon that of religion binding on all."

"مکمل حاکمانہ اختیارات کے ساتھ پہلا عربی معاشرہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں شہر مدینہ میں قائم ہوا لیکن خون کی بنیاد پر نہیں جو لامحالہ اختلافات کو جنم دیتا ہے بلکہ دین کی بنیاد پر۔ جس کا اطلاق ہر فرد پر یکساں طور پر ہوتا ہے۔" (۲)

منشور مدینہ پر نکلسن کا تبصرہ یہ ہے۔

> "Ostensibly a cautions & tactful reform, it was in reality a revolution. Muhammad

---

۱۔ عہد نبوی میں نظام حکمرانی، صفحہ ۹۹ از ڈاکٹر حمید اللہ

۲۔ The Historians History of the world Volume VIII p. 291.

(peace be upon him) durst not only strike openly on the independence of the tribes, but he destroyed it, in effect, by shifting the centre of power from the tribe to the community; and although the community included fews pagans as well as Muslim, he fully recognised, what his opponent facted to forese, that the Moslems were active, and must soon be the predominant, partners in the newly founded state."

"مبینہ طور پر ایک محتاط اور ماہرانہ اصلاح بلکہ در حقیقت ایک انقلاب تھا۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قبائل کی خود مختاری پر نہ صرف یہ کہ کھلم کھلا ضرب لگائی بلکہ اسے ختم کر دیا۔ اور انجام کار مرکز قوت قبیلہ سے معاشرہ کو منتقل کر دیا۔ معاشرہ میں اگرچہ مسلمان، یہود اور مشرک بھی شامل تھے اور وہ اسے اچھی طرح جانتے تھے اور جسے ان کے دشمن نہ دیکھ سکے مگر ان کی نگاہ دور رس نے دیکھ لیا تھا کہ نئی بننے والی ریاست میں مسلمان ہی نہ صرف فعال بلکہ اس کا غالب حصہ ہوں گے۔" (۱)

مستشرقین کا ایک شبہہ

بعض مستشرقین نے یہ لکھا ہے کہ ہجرت کے بعد ابتدائی سالوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مدینہ میں حاکمانہ اقتدار میسر نہ تھا بلکہ دیگر قبائلی سرداروں کی طرح حضور کی قوت و اختیار بھی ایک قبیلہ کے سردار کی حد تک محدود تھا لیکن یہ شبہہ بے معنی ہے۔ کیونکہ جب عقبہ ثانیہ میں ستر سے زائد اہل یثرب نے حضور کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا اور اس کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لانے کی دعوت دی تو اس وقت جن امور پر انھوں نے بیعت کی وہ عبارت پڑھنے سے اس شبہہ کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ موفق الدین ابن قدامہ کے حوالہ سے مندرجہ ذیل روایت نقل کرتے ہیں۔

۱۔ Nicholson Page.173

تُبَایِعُونِیْ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ، فِی النَّشَاطِ وَالْکَسَلِ وَعَلَی النَّفَقَۃِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ وَعَلَی الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیِ عَنِ الْمُنْکَرِ وَعَلٰی اَنْ تَقُوْلُوْا فِی اللّٰہِ لَا تَاْخُذُکُمْ لَوْمَۃُ لَائِمٍ وَّ عَلٰی اَنْ تَنْصُرُوْنِیْ اِذَا قَدِمْتُ عَلَیْکُمْ وَتَمْنَعُوْنِیْ مِمَّا تَمْنَعُوْنَ مِنْہُ اَنْفُسَکُمْ وَاَزْوَاجَکُمْ وَاَبْنَآءَکُمْ وَلَکُمُ الْجَنَّۃُ۔

"ان بیعت کرنے والوں کو حضور نے فرمایا۔

تم اس بات کی میرے ساتھ بیعت کرو کہ ہر حالت میں میرا ہر فرمان سنو گے اور اس کو بجالاؤ گے۔ اور تنگی و خوش حالی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دو گے اور بری باتوں سے روکو گے۔ اور اللہ کی رضا کے لئے حق کہو گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا تمہیں اندیشہ نہ ہو گا۔ نیز جب میں تمہارے پاس آؤں تو تم میری مدد کرو گے اور حملہ آور دشمن سے جس طرح تم اپنی جانوں کی اپنی ازواج کی اور اپنی اولاد کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح میری بھی حفاظت کرو گے اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہیں جنت عطا فرمائے گا۔" (۱)

اس روایت سے واضح ہو گیا کہ حضور کا مدینہ تشریف لانا، ایک حاکم اعلیٰ کی حیثیت سے تھا۔ جس کے ہر فرمان کی بجا آوری، ہر اس شخص پر لازمی تھی جو اوس و خزرج سے متعلق تھا۔ نیز اس دستاویز میں بھی متعدد مقامات پر اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اگر اہل یثرب میں کسی قسم کا کوئی نزاع پیدا ہو گا۔ تو اس کے حل کے لئے وہ بارگاہ نبوت سے رجوع کریں گے اور جو فیصلہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمائیں گے وہ حتمی اور آخری ہو گا اور ہر شخص پر اس فیصلہ کی پابندی لازمی ہو گی۔

اس میں مدینہ طیبہ کے سارے باشندے شامل تھے مسلمان، یہودی، مشرکین کوئی بھی مستثنیٰ نہ تھا اس سے بڑھ کر حاکمانہ اقتدار کس کو کہتے ہیں۔

ان تصریحات کے بعد یہ خیال کرنا کہ مدنی زندگی کے ابتدائی سالوں میں حضور کو اقتدار اعلیٰ حاصل نہ تھا حد درجہ کی کوتاہ فہمی ہے۔

۱۔ الوثائق السیاسیہ، صفحہ ۴۸

حضرت ابوامامہ، اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی وفات

حضرت ابوامامہ کے کچھ حالات پہلے بیان کئے جاچکے ہیں۔ اہل یثرب، مکہ مکرمہ میں تین بار حاضر خدمت اقدس ہوئے حضور کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی اور عقبہ ثالثہ کے موقع پر حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ تشریف لانے کی دعوت دی ابوامامہ کو تینوں عقبات میں حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ عقبہ ثانیہ کے موقع پر بیعت کرنے کی سعادت سب سے پہلے انہیں میسر آئی آپ اس وقت جوان تھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے انصار کے لئے بارہ نقیب مقرر فرمائے ان میں سے ایک آپ تھے۔ سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یثرب آمد سے پہلے مسلمانوں کو "نَقِیعُ الْخَضِمَاتِ" کے مقام پر نماز جمعہ پڑھایا کرتے تھے مسجد نبوی ابھی تعمیر ہورہی تھی کہ آپ بیمار ہوگئے۔ آپ کے گلے میں کوئی پھوڑا نکلا جس سے جانبر نہ ہوسکے آپ قبیلہ بنی نجار کے نقیب تھے ان کی وفات کے بعد بنو نجار نے عرض کی یارسول اللہ! ہمارے لئے کوئی دوسرا نقیب مقرر فرمایئے۔ حضور نے فرمایا۔

اَنْتُمْ اَخْوَالِیْ وَاَنَا بِمَا فِیْکُمْ وَاَنَا نَقِیْبُکُمْ۔

"تم میرے ننھال ہو۔ میں تمہارے معاملات میں شریک ہوں اور میں خود تمہارا نقیب ہوں۔"

اس میں حکمت یہ تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان میں کسی کو مختص نہیں کرنا چاہتے تھے تاکہ باہمی منافست نہ پیدا ہو۔ حضور کے اس ارشاد کو کہ "میں خود تمہارا نقیب ہوں" وہ اپنے لئے بہت بڑا اعزاز سمجھتے تھے اور اس پر ناز کیا کرتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے نقیب ہیں۔ حضور کی مدینہ طیبہ میں آمد کے بعد حضرت اسعد بن زرارہ سب سے پہلے مسلمان تھے جنہوں نے وفات پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱)

۱۔ ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۳۲۹

حضرت کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ کی وفات

حضرت کلثوم، بنی اوس قبیلہ کے فرد تھے سرور عالم کے مدینہ آنے سے پہلے وہ اسلام لاچکے تھے قبا میں حضور نے سب سے پہلے ان کے مکان پر قیام فرمایا۔ رات کو ان کے گھر قیام ہوتا اور دن کے وقت حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے کشادہ مکان میں نشست فرماہوتے تھے تاکہ ملاقات کرنے والوں کو آسانی ہو۔ آپ عمر رسیدہ بزرگ تھے۔ علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں۔ کہ حضرت کلثوم نے پہلے وفات پائی ان کے بعد ابوامامہ اسعد بن زرارہ نے رحلت فرمائی۔ رضی اللہ عنہما (۱)

پہلے مولود مسعود حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

یہودیوں نے مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لئے روز اول سے ہی مختلف حربے استعمال کرنے شروع کردیئے تھے۔ ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ انہوں نے یہ پروپیگنڈہ بڑے زور شور سے کرنا شروع کیا کہ ہم نے جادو سے مسلمانوں کی عورتوں کو بانجھ بنادیا ہے۔ اب ان کے ہاں کوئی بچی بچہ پیدا نہ ہوگا۔ مسلمان ان کی اس یاوہ گوئی سے بہت پریشان ہوئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماء بنت صدیق رضی اللہ عنہ کو فرزند عطا فرمایا۔ اس طرح یہودیوں کا یہ طلسم ٹوٹا۔ اور مسلمان جس مایوسی کا شکار ہوگئے تھے اس سے انہیں نجات ملی ہجرت کے بعد مہاجرین میں سب سے پہلے حضرت زبیر اور حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کی ولادت باسعادت ہوئی اور انصار میں جو بچہ سب سے پہلے پیدا ہوا وہ حضرت نعمان بن بشیر تھے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت اسماء نے فرمایا۔

> "کہ جب میں ہجرت کرکے مدینہ پہنچی۔ میں امید سے تھی میرا پہلا قیام قبا میں تھا اسی اثناء میں میرے ہاں عبداللہ پیدا ہوئے میں انہیں لے کر حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی حضور نے ازراہ شفقت انہیں اٹھایا اور اپنی گود میں لٹالیا۔ پھر کھجور منگوائی اس کو خوب چبایا اپنے لعاب دہن کے ساتھ اسے نرم کیا۔ پھر بچے کے منہ میں ڈالا پھر اپنی تھوک مبارک ان کے منہ میں ڈالی۔ اس خوش نصیب بچے کے شکم میں سب سے پہلے حضور

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۳۳۰

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لعاب دہن داخل ہوا اور اپنے دہن مبارک میں چبائی ہوئی کھجور سے ان کو گھٹی ڈالی۔ پھر ان کے لئے دعا کی اور انہیں اپنی برکتوں سے نوازا۔ مسلمانوں میں ہجرت کے بعد پیدا ہونے والے پہلے مولود تھے۔

حضرت عبداللہ کی ولادت سے مسلمانوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی انہوں نے اظہار فرحت کے لئے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔

فَلَمَّا وُلِدَ كَبَّرَ الْمُسْلِمُوْنَ تَكْبِيْرَةً عَظِيْمَةً فَرَحًا بِمَوْلِدِهٖ
لِاَنَّهٗ كَانَ قَدْ بَلَغَهُمْ عَنِ الْيَهُوْدِ اَنَّهُمْ سَحَرُوْهُمْ حَتّٰى لَا يُوْلَدَ
لَهُمْ بَعْدَ هِجْرَتِهِمْ وَلَدٌ وَاَكْذَبَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ فِيْمَا زَعَمُوْا۔

"جب حضرت اسماء نے انہیں جنا تو ان کی ولادت پر اظہار مسرت کے لئے مسلمانوں نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے کیونکہ انہیں یہ بات پہنچی تھی کہ یہودیوں نے ان کی خواتین پر جادو کر دیا ہے اور اب وہ عقیم ہو گئی ہیں ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہو گی۔ حضرت عبداللہ کی ولادت نے یہودیوں کے جھوٹ کو آشکار کر دیا۔"

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

ہجرت کے پہلے سال جو واقعات رونما پذیر ہوئے ان میں سے اہم ترین واقعہ سیدہ عائشہ صدیقہ کی رخصتی ہے ہجرت سے پہلے ماہ شوال میں حضرت عائشہ کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نکاح پڑھا گیا تھا لیکن رخصتی ہجرت کے سات ماہ بعد شوال میں ہوئی۔

یہود کا معاندانہ طرز عمل

یہودیوں کو ان کے علماء اور احبار یہ خوشخبریاں سنایا کرتے تھے کہ ایک عظیم المرتبت نبی تشریف لانے والا ہے۔ جس کی علامات اور صفات تفصیل سے ان کی آسمانی کتابوں میں درج ہیں اور یہ مقام اس نبی کی ہجرت گاہ ہے اور اسی محتشم نبی کے انتظار میں وہ اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر یہاں آکر فروکش ہو گئے ہیں۔ جب وہ پیکر یمن و سعادت آئے گا تو ہماری مظلومیت کی شب تار سحر آشنا ہو گی۔ ہمارے بدخواہ، روسیاہ ہوں گے اور ہر میدان میں فتح و نصرت

ہمارے قدم چومے گی اور ہمارا بول بالا ہو گا۔

عوام یہودیوں نے اس بات کا بارہا مشاہدہ کیا تھا کہ جب بھی اس علاقہ کے مشرک قبائل، بنی اسد، غطفان، جہینہ اور کفار سے ان کی جنگ ہوتی اور ان کی کامیابی کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہوتے تو ان نازک گھڑیوں میں ان کے علماء اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست دعا پھیلاتے اور یوں التجا کرتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَنْصِرُ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ اِلَّا نَصَرْتَنَا عَلَيْهِمْ

"اے اللہ محمد مصطفیٰ جو نبی امی ہیں ان کے واسطہ سے ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں ہمیں ان کافروں پر غلبہ عطا فرما۔"

تو ان کی یہ التجا فوراً قبول ہوتی اور دشمن کو شکست فاش ہوتی۔ عام حالات میں بھی یہ دعا ان کا روز کا معمول تھی وہ بارگاہ رب العزت میں اکثریوں دعا مانگا کرتے۔

اَللّٰهُمَّ ابْعَثِ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ نَجِدُهٗ فِي التَّوْرٰةِ الَّذِيْ وَعَدْتَنَا اَنَّكَ بَاعِثُهٗ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ۔

"اے اللہ! اس نبی امی کو مبعوث فرما جس کا ذکر ہم تورات میں پاتے ہیں اور جس کے بارے میں تو نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ تو اسے آخری زمانہ میں مبعوث فرمائے گا۔" (۱)

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو حضور نے یہاں کے اہل کتاب کو عقیدہ مذہبی اور معاشرتی رسم ورواج اور کاروبار کی آزادی کی ضمانت دی اس تاریخی دستاویز میں انہیں صرف مذہبی معاشرتی اور معاشی آزادی کی ضمانت ہی نہیں دی بلکہ انہیں یقین دلایا کہ اگر کوئی بیرونی حملہ آور ان پر یلغار کرے گا تو مسلمان ان کے دوش بدوش ان کے دشمن سے جنگ کریں گے۔

چاہئے تو یہ تھا کہ ان نظریات اور معتقدات کی وجہ سے جو پشت ہا پشت سے ان میں قبول عام پائے ہوئے تھے وہ حضور کی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد بلا تامل حضور پر ایمان لے آتے جس طرح ان میں سے چند چیدہ بزرگوں نے کیا۔ لیکن اگر وہ اپنا آبائی دین چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے تو پھر اس حسن عمل کے باعث جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے ساتھ روا رکھا تھا کم از کم ان دفعات کی پابندی تو کرتے جو اس تاریخی دستاویز میں تحریر تھیں۔ لیکن انہوں نے

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۳۴۸

ان تمام توقعات کے برعکس اسلام سے عداوت و عناد کو اپنا شعار بنالیا اپنی ساری صلاحیتیں اور جملہ وسائل تحریک اسلام کو ناکام بنانے، رحمت عالم کے قلب نازک کو دکھ پہنچانے۔ امت مسلمہ میں انتشار اور افتراق پیدا کر کے انہیں کمزور کرنے کے لئے وقف کر دیئے۔

ایک اعتراض انہیں یہ تھا کہ یہ نبی اولاد اسحاق علیہ السلام سے نہیں بلکہ ذریت اسماعیل علیہ السلام سے ہے اس لئے وہ اسے نہیں مانتے۔

دوسرا اعتراض انہیں یہ تھا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا سچا رسول اور اولوالعزم نبی تسلیم کرتے ہیں حالانکہ ان کے نزدیک آپ نبی تو کجا ایک شریف آدمی کہلانے کے مستحق بھی نہیں تھے۔ ان کا نسب بھی ان کے نزدیک مشکوک تھا نیز انہیں یہ توقع تھی کہ مکہ سے جلاوطنی کے بعد یہ بے یارومددگار لوگ ہیں وہ اپنی دولت و ثروت کے بل بوتے پر انہیں اپنا نخچیر زبوں بنالیں گے۔ یہ لوگ تابع مہمل کی طرح ان کے زیر اثر زندگیاں بسر کریں گے۔ انہیں اس بات کا اندازہ نہ تھا کہ نگاہ مصطفیٰ کی اعجاز آفرینیوں نے ان کی کایا پلٹ کر رکھ دی ہے اس نبی کریم کے فیض و برکت سے ہوا و ہوس کے قفس انہوں نے توڑ دیئے ہیں اپنے گم کردہ راہ آباء واجداد کی کورانہ تقلید کی زنجیروں کو انہوں نے کاٹ کر رکھ دیا ہے یہ اب اللہ کے آزاد بندے ہیں صرف اپنے خالق اکبر کے حضور اپنے سروں کو خم کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی قارون، کسی فرعون کی اطاعت تو کجا خوشامد کرنا بھی نہیں جانتے۔ ان وجوہات کے باعث وہ ازحد مشتعل ہوگئے اور مسلمانوں کو اذیت پہنچانا اور اللہ کی روشن کی ہوئی اس شمع فروزاں کو بجھانا انہوں نے اپنا مقصد اولین بنالیا۔

ان کے خبث باطن کی چند مثالیں

ان کا طرز عمل جو ان کے خبث باطن کا آئینہ دار تھا۔ اس کی بے شمار مثالوں میں سے چند واقعات قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ اس بغض و عناد کے بارے میں انہیں آگاہی ہو جو اسلام، پیغمبر اسلام اور امت مسلمہ کے خلاف یہودیوں کے سینوں میں شعلہ زن تھا۔

بنوسلمہ قبیلہ کے دو نوجوان مسلمان حضرت معاذ بن جبل اور بشر بن براء جو یہودیوں کے افکار و نظریات اور معمولات سے بخوبی واقف تھے ایک روز ان کے پاس گئے اور انہیں جا کر کہا۔

يَا مَعْشَرَ يَهُودِ، اِتَّقُوا اللهَ وَاَسْلِمُوا قَدْ كُنْتُمْ تَسْتَفْتِحُوْنَ

عَلَيْنَا بِمُحَمَّدٍ (فِدَاهُ أَبِي وَأُمِّي) وَنَحْنُ أَهْلُ الشِّرْكِ وَتُخْبِرُونَنَا أَنَّهُ مَبْعُوثٌ وَتَصِفُونَهُ لَنَا بِصِفَتِهِ۔

"اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کرو تم ہم پر فتح حاصل کرنے کے لئے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا وسیلہ دے کر دعا مانگا کرتے تھے اور جب کہ ہم مشرک تھے اور تم ہمیں بتایا کرتے تھے کہ حضور مبعوث ہونے والے ہیں اور حضور کی نشانیاں اور علامتیں ہمیں سنایا کرتے تھے۔" (۱)

اس بات کا وہ انکار تو نہ کر سکے لیکن اسلام قبول کرنے پر بھی رضامند نہ ہوئے۔

امام ابن جریر، ایک نومسلم جو پہلے یہودی تھا اس کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

وَاللّٰهِ نَحْنُ أَعْرَفُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ مِنَّا بِأَبْنَاءِنَا مِنْ أَجْلِ الصِّفَةِ وَالنَّعْتِ وَالَّذِيْ نَجِدُهُ فِيْ كِتَابِنَا، أَمَّا أَبْنَاءُنَا فَلَا نَدْرِيْ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ۔

"بخدا! ہم اپنے بیٹوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے تھے ان صفات کی وجہ سے جو حضور کے بارے میں ہماری کتابوں میں موجود تھیں۔ اور اپنے بیٹوں کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہمیں معلوم نہیں ہماری بیویوں نے پس پردہ کیا کیا۔" (۲)

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتی ہیں جس سے یہودیوں کے خبث باطن پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔

"میں اپنے باپ حیی اور چچا ابو یاسر کی ساری اولاد سے زیادہ لاڈلی اور ان کی آنکھوں کا تارا تھی جب بھی میں ان کے سامنے آتی تو وہ دوسرے بچوں کو چھوڑ کر مجھے اٹھا لیتے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے آئے اور قبا میں قیام پذیر ہوئے تو ایک روز میرا باپ حیی اور میرا چچا ابو یاسر منہ اندھیرے قبا گئے سارا دن وہیں گزارا۔ وہ شام غروب آفتاب کے بعد واپس آئے تو وہ از حد افسردہ اور درماندہ تھے بڑی مشکل

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۵۴۹

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۵۴۹

سے وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر چل رہے تھے میں حسب دستور ان کو خوش آمدید کہنے کے لئے آگے بڑھی لیکن ان دونوں میں سے کسی نے میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اس وقت میں نے سنا کہ میرا چچا ابو یاسر میرے باپ کو کہہ رہا تھا "اھو، ھو" کیا یہ وہی ہے۔ حی نے کہا ہاں وہی ہے۔ ابو یاسر نے کہا کیا تم نے ان کو ان صفات اور علامات کے ذریعہ پہچان لیا ہے اس نے کہا ہاں خدا کی قسم۔ ابو یاسر نے پھر پوچھا ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے (کیا ان پر ایمان لائیں۔ یا نہیں)
قَالَ عَدَاوَتُهُ وَاللهِ مَابَقِيْتُ حی نے کہا میں نے تو فیصلہ کر لیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا ان کی دشمنی پر کار بند رہوں گا۔ (۱)

امام زہری فرماتے ہیں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو ابو یاسر حضور کی زیارت کے لئے قبا حاضر ہوا کچھ دیر مجلس نبوت میں بیٹھا کچھ گفتگو کی۔ حضور کے چند ارشادات سنے جب واپس آیا تو اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا۔

يَا قَوْمِ اَطِيْعُوْنِىْ فَاِنَّ اللهَ قَدْ جَاءَكُمْ بِالَّذِىْ تَنْتَظِرُوْنَهُ فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تُخَالِفُوْهُ۔

"اے قوم! میری بات مان لو خدا کی قسم تمہارے پاس وہ نبی آیا ہے جس کا تم انتظار کر رہے تھے اس کی پیروی کرو اور اس کی مخالفت نہ کرو۔"

اپنے بھائی کی یہ باتیں سن کر حی بن اخطب بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ قبیلہ بنی نضیر کا فرد تھا اور یہودی قبائل کا سردار تھا۔ اس نے بھی مجلس اقدس میں حاضر ہو کر حضور کے ارشادات طیبات سنے پھر اٹھ کر واپس آیا اور اپنی قوم کے پاس گیا۔ سب لوگ اس کی ہربات تسلیم کر لیا کرتے تھے کہنے لگا۔

اَتَيْتُ مِنْ عِنْدِ رَجُلٍ وَاللهِ لَا اَزَالُ لَهُ عَدُوًّا۔

"میں ایک ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جس کا تادم واپسیں میں دشمن رہوں گا۔"

اس کے بھائی ابو یاسر نے اس کو سمجھایا اس کی بڑی منتیں کیں اور اسے کہا اے میری ماں کے

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۴۹

بیٹے ! میری ایک یہ بات مان لو۔ اس کے بعد میری کوئی بات نہ ماننا۔ اس نبی کا دامن پکڑ لو اس پر ایمان لے آؤ۔

لیکن اس بد نصیب نے بڑی ڈھٹائی سے جواب دیا وَاللّٰہِ لَا اُطِیْعُکَ خدا کی قسم! میں تمہاری یہ بات ہرگز نہیں مانوں گا چنانچہ وہ اسلام کی عداوت پر پختہ ہو گیا خود بھی غرق ہوا اور اپنی قوم کو بھی لے ڈوبا۔ (۱)

محمد بن عمر الاسلمی سے مروی ہے کہ یمن کے یہودیوں کا ایک حبر تھا جس کا نام نعمان السبئی تھا۔ اس نے جب سرور عالم کی بعثت کے بارے میں سنا تو تحقیق حق کے لئے خود حاضر خدمت ہوا۔ حضور پُرنور سے چند سوالات پوچھے پھر عرض کی میرے باپ نے تورات کی ایک منزل کو سربمہر کیا ہوا تھا اور مجھے کہا تھا یہ منزل اس وقت یہودیوں کو پڑھ کر نہ سنانا۔ جب تک تو یثرب میں ایک نبی کی آمد کے بارے میں نہ سن لے۔ اور جب تو یہ خبر سنے تو اس مہر کو توڑنا اور ان صفحات کا مطالعہ کرنا۔ نعمان نے عرض کی جب مجھے ایک نبی کے یثرب میں آنے کا علم ہوا تو میں نے ان سربمہر اوراق کو کھولا۔ تو اس میں بعینہ وہی صفات درج تھیں جو میں آج اپنی آنکھوں سے آپ کی ذات میں دیکھ رہا ہوں اس میں اشیاء کے حرام اور حلال ہونے کے بارے میں وہی کچھ لکھا ہوا ہے جیسے آپ فرماتے ہیں۔ اس میں یہ بھی درج ہے کہ آپ آخر الانبیاء ہیں اور آپ کی امت آخر الامم ہے۔ اور آپ کا اسم گرامی احمد ہے۔ اور آپ کی امت کی قربانی جانوروں کا خون بہانا ہے اور آپ کے امتیوں کے سینے ان کی انجیلیں ہیں۔ وہ جب میدان جہاد میں کھڑے ہوتے ہیں تو جبرئیل ان کے ہم رکاب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان پر اس محبت اور رحمت سے جھکتا ہے جس طرح پرندے اپنے بچوں پر، میرے باپ نے مجھے وصیت کی تھی کہ جب اس نبی کی آمد کا مجھے علم ہو تو فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان پر ایمان لے آنا۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ بات بہت پسند تھی کہ نعمان اس واقعہ سے صحابہ کرام کو آگاہ کرے چنانچہ ایک روز نعمان حاضر ہوئے صحابہ کرام بھی خدمت اقدس میں موجود تھے۔ حضور نے فرمایا اے نعمان! وہ بات سناؤ۔ چنانچہ انہوں نے از اول تا آخر ساری بات سنادی۔ حضور سنتے رہے اور تبسم فرماتے رہے جب وہ بات ختم کر چکا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۴۹

"میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔"

یہ نعمان وہی خوش بخت انسان ہے، جو نبوت کے جھوٹے مدعی اسود عنسی کے پاس گئے اس نے انہیں کہا کہ وہ اس کی نبوت کو تسلیم کرلیں لیکن آپ نے انکار کردیا۔ اس نے آپ کے ایک ایک اندام کو کاٹنا شروع کیا۔ جب ان کا ایک عضو کاٹا جاتا تو آپ جوش ایمان سے نعرہ لگاتے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّكَ كَذَّابٌ مُفْتَرٍ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ اللہ کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو کذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف غلط بات منسوب کرتا ہے۔" (۱)

تمام اعضاء کو کاٹ کر اس ظالم نے ان کو آگ میں جلادیا۔

عبداللہ بن سلام کا مشرف باسلام ہونا

یہ عبداللہ بن سلام حضرت یوسف صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت سے تھے ان کا پہلا نام حصین تھا سرکار دوعالم نے ان کا اسلامی نام عبداللہ رکھا۔ آپ یہود کے علماء کبار میں سے تھے اور اپنے قبیلے کے رئیس تھے۔

ان کے ایمان لانے کا واقعہ خود ان کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں:۔

جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے میں سنا اور حضور کی صفات حمیدہ، اسم مبارک ہیبت، شکل وصورت اور زمانہ کے بارے میں علم ہوا تو مجھے بڑی مسرت ہوئی میں نے جان لیا کہ یہ وہی ہستی ہے۔ جس کی آمد کے لئے ہم چشم براہ تھے۔ لیکن میں نے اس بات کو ظاہر نہ کیا اور خاموشی اختیار کرلی یہاں تک کہ حضور مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے۔

چند روز پہلے جب حضور قبا میں پہنچے تھے تو وہاں سے ایک آدمی ہمارے ہاں آیا اور ہمیں اس واقعہ سے مطلع کیا میں اس وقت کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا۔ اور کسی کام میں مشغول تھا۔ میں نے جب اس شخص کی بات سنی تو فرط مسرت سے میں اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکا۔ بے اختیار بلند آواز سے نعرہ تکبیر بلند کیا میری پھوپھی خالدہ بنت حارث، اس کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی میرا نعرہ سن کر اس نے کہا اگر تمہیں حضرت موسیٰ بن عمران کی آمد کی خوش

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۵۱

خبری سنائی جاتی تب بھی تم اس سے بلند آواز میں نعرہ نہ لگا سکتے میں نے کہا پھوپھی جان! بخدا! یہ بھی موسیٰ بن عمران کے بھائی ہیں ان کے دین پر ہیں اور وہی لے کر آئے ہیں جو حضرت موسیٰ لے کر آئے تھے۔ پھوپھی نے کہا بھتیجے! کیا یہ وہی نبی ہیں جن کے بارے میں ہمیں بتایا جاتا تھا کہ وہ قرب قیامت میں تشریف لائیں گے میں نے کہا بے شک یہ وہی ہیں پھوپھی بولی یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔

میں کھجور سے نیچے اترا اور سید ھا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت کے لئے قبا روانہ ہو گیا۔ میں نے جب اس رخ انور کی زیارت کی تو میرے دل نے آواز دی۔ ایسا روشن چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔

میں ابھی زیارت کے کیف و سرور میں ہی سرشار تھا کہ اچانک حضور کا یہ ارشاد گرامی سامع نواز ہوا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے۔

اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِالسَّلَامِ۔

"بکثرت لوگوں کو سلام دو۔ اور امن و سلامتی کو پھیلاؤ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ صلہ رحمی اختیار کرو اور رات میں اس وقت نماز پڑھو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں تم جنت میں بسلامت داخل ہو جاؤ گے۔"

رحمت عالم کا ضیا بار چہرہ دیکھ کر اور یہ حکیمانہ اور دلنشین ارشاد سن کر میں نے اسلام قبول کر لیا۔

پھر میں گھر واپس آیا۔ اہل خانہ کو بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ سب نے اسلام قبول کر لیا میری پھوپھی نے بھی اسلام قبول کیا اور تمام عمر احکام الٰہی کی بجا آوری میں سرگرم رہی۔ لوٹ کر پھر میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور جو دین لے کر آپ آئے ہیں وہ حق ہے اور یہودی یہ جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں۔ ان کے سردار کا بیٹا ہوں میں ان میں سب سے بڑا عالم ہوں اور ان کے بڑے عالم کا بیٹا ہوں۔ حضور انہیں بلائیے اور میرے بارے میں ان سے دریافت کیجئے اس سے پہلے کہ انہیں میرے اسلام لانے کا علم ہو۔ کیونکہ اگر ان کو میرے مسلمان ہونے کا علم ہو جائے تو میرے بارے میں وہ ایسی تہمتیں لگائیں گے جن سے میں پاک ہوں

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود کو بلا بھیجا اور اس اثناء میں حضرت عبداللہ کو ایک علیحدہ کمرے میں بٹھا دیا حضور نے ان سے پوچھا۔ فَاَیُّ رَجُلٍ فِیْکُمْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ سَلَامٍ "عبداللہ بن سلام کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔" سب نے کہا۔ ذَاکَ سَیِّدُنَا وَابْنُ سَیِّدِنَا وَاَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا "وہ ہمارا سردار ہے ہمارے سردار کا بیٹا ہے وہ ہمارا سب سے بڑا عالم ہے اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے۔"

تو حضور نے فرمایا۔ اَفَرَاَیْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ "اگر وہ مسلمان ہو جائے تو تم کیا کرو گے۔" بولے حَاشَا لِلّٰہِ مَا کَانَ لِیُسْلِمَ خدا اسے اس سے بچائے وہ ہرگز مسلمان نہیں ہو گا ان کی یہ بات سن کر رحمت عالم نے آواز دی۔ "یَا ابْنَ سَلَامٍ اُخْرُجْ عَلَیْهِمْ" "اے ابن سلام ان کے سامنے باہر آجاؤ۔" آپ باہر آگئے اور یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

یَا مَعْشَرَ یَهُوْدَ اِتَّقُوا اللّٰہَ فَوَاللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِنَّکُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاَنَّہٗ جَاءَ بِالْحَقِّ

"اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو۔ اس ذات کی قسم جس کے بغیر کوئی خدا نہیں۔ تم جانتے ہو کہ حضور اللہ کے رسول ہیں اور دین حق لے کر آئے ہیں۔"

وہ کہنے لگے تم جھوٹ بول رہے ہو اور ان کے بارے میں کہنے لگے۔ شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا "یہ سراپا شر ہے اس کا باپ بھی سراپا شر تھا۔"

حضرت عبداللہ نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے ان کے بارے میں یہی اندیشہ تھا جو انہوں نے ظاہر کر دیا ہے۔ (۱)

حدیث مخیریق

یہودیوں کے احبار میں سے مخیریق بھی ایک نامور عالم تھے۔ علم کی دولت کے ساتھ ساتھ بڑے دولت مند اور غنی تھے۔ کھجوروں کے بڑے بڑے نخلستانوں کے مالک تھے حضور کی علامات اور صفات جن کا ذکر انہوں نے اپنی مذہبی کتابوں میں پڑھا تھا ان کی بنا پر حضور کے بارے میں جانتے تھے۔ کہ وہ اللہ کے سچے نبی اور رسول ہیں۔ لیکن اپنے آبائی مذہب کے تعصب

ا۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۹۷

کے باعث اسلام قبول کرنے میں ہچکچاتے رہے یہاں تک کہ احد کا معرکہ پیش آیا۔ اس روز جذبہ حق نے مہر سکوت توڑنے پر مجبور کر دیا۔

اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔

یَا مَعْشَرَ یَهُوْدَ وَاللّٰهِ اِنَّکُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اِنَّ نَصْرَ مُحَمَّدٍ عَلَیْکُمْ لَحَقٌّ

"اے گروہ یہود! بخدا! تم جانتے ہو کہ محمد مصطفیٰ کی مدد کرنا تم پر فرض ہے۔"

انہوں نے بہانہ سازی کرتے ہوئے کہا۔ آج ہفتہ کا دن ہے ہمارے لئے ہفتہ کے دن جنگ کرنا منع ہے مخیریق نے کہا تم حیلہ سازی کر رہے ہو۔ اور بہانہ بنا رہے ہو۔ یہ کہا اور اپنے جسم پر ہتھیار سجائے اور میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور اپنے وارثوں کو وصیت کی کہ اگر میں اس جنگ میں مارا جاؤں تو میرے سارے اموال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے حوالے کر دیئے جائیں۔ حضور کو اختیار ہے جس طرح چاہیں خرچ فرمائیں۔

جب کفار مکہ سے احد کے میدان میں جنگ کا آغاز ہوا تو مخیریق نے میدان جہاد میں داد شجاعت دیتے ہوئے جان دے دی۔ اور شہادت کے تاج کے مستحق قرار پائے۔

حضور نے سنا تو فرمایا مُخَیْرِیْقُ خَیْرُ یَهُوْدَ یعنی مخیریق تمام یہودیوں سے بہتر ہیں۔ اس کی وصیت کے مطابق اس کے متروکہ اموال سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے۔ یہود میں سے گنتی کے چند آدمی ایسے تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ جب کہ ان کی غالب اکثریت حضور کی حقانیت کو جاننے کے باوجود ایمان لانے کی سعادت سے محروم رہی۔ اگرچہ ہر یہودی کے دل میں اسلام کے خلاف نفرت وعداوت کے آتش کدے بھڑک رہے تھے لیکن ان کے چند رؤساء ایسے تھے جو اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے۔

علامہ زینی دحلان نے ان دشمنان اسلام کے یہ نام گنوائے ہیں۔

اخطب کے دونوں بیٹے۔ ابو یاسر اور حی، جُدی، سلام بن مشکم، کنانہ بن ربیع، کعب بن الاشرف، عبداللہ بن صوریا، ابن صلوبہ، مخیریق، آخر الذکر غزوہ احد کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے۔ (۱)

حافظ ابن کثیر نے تینوں یہودی قبائل کے ان لوگوں کے نام الگ الگ لکھے ہیں جن کے دل

ا۔ سیرت زینی دحلان، جلدا، صفحہ ۳۳۵

اسلام اور اہل اسلام کی دشمنی سے لبریز تھے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے السیرۃ النبویہ لابن کثیر از ص ۳۴۳ تا ۳۴۹

یہود کی فتنہ انگیزی

سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے پہلے اوس و خزرج مدت دراز سے ایک دوسرے سے برسرپیکار رہتے تھے۔ حضور کی برکت سے وہ شیر و شکر ہوگئے۔ اسلامی اخوت کے رشتہ نے باہمی محبت پیدا کر دی۔ ان کا انتشار، اتحاد و اتفاق میں بدل گیا۔ یہودیوں کو اس بات کا سخت رنج تھا۔ وہ ہر ایسے موقع کی تلاش میں رہتے کہ وہ مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر انہیں آپس میں لڑا دیں۔ شاس بن قیس بڑا خبیث الفطرت یہودی تھا امت مسلمہ کے شیرازہ کو پراگندہ کرنے کے لئے وہ ہروقت تدبیریں سوچتا رہتا تھا۔ ایک روز اوس و خزرج کے کچھ افراد ایک جگہ بیٹھے تھے محبت وپیار کی باتیں ہو رہی تھیں۔ شاس بن قیس کا ادھر سے گزر ہوا مسلمانوں کو یوں متحد و متفق دیکھ کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ یہ اس سوچ میں ڈوب گیا کہ ان دو مسلمان قبیلوں کو وہ کس طرح آپس میں لڑائے اس کے ساتھ اس روز ایک دوسرا نوجوان یہودی تھا اس نے اس کو کہا۔ جاؤ اور ان کے ساتھ بیٹھو باتوں باتوں میں جنگ بعاث کا ذکر چھیڑ دو۔ دونوں قبیلوں کے نوجوانوں کے جذبات کو یوں بھڑکاؤ کہ باہم گتھم گتھا ہو جائیں۔ وہ مکار گیا اور ان میں بیٹھ کر ایسے موقع کا انتظار کرنے لگا جب وہ ان قبیلوں میں فتنہ کی ایسی آگ لگائے جو بجھنے نہ پائے۔ باتوں باتوں میں اس نے جنگ بعاث کا ذکر چھیڑ دیا اور وہ اشعار پڑھنے لگا جو اس وقت غصہ و غضب کے عالم میں فریقین کے شعراء نے ایک دوسرے کے بارے میں کہے تھے۔ یہ سازش کامیاب رہی۔ سہے ہوئے جذبات بھڑک اٹھے غصہ سے آنکھیں سرخ ہوگئیں۔ چند نوجوان مشتعل ہو کر لڑائی کے لئے آستینیں چڑھانے لگے اوس بن قیظی جو قبیلہ اوس کا فرد تھا۔ جبار بن صخر جو خزرج قبیلہ کا فرد تھا وہ دونوں مرنے مارنے پر تیار ہوگئے اس واقعہ کی اطلاع رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی۔ حضور مہاجرین کی ایک جماعت کو ساتھ لئے اس موقع پر پہنچے جہاں جانبین ایک دوسرے کو دھمکیاں اور چیلنج دے رہے تھے نبی اکرم نے آتے ہی یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اللّٰهَ اللّٰهَ اَبِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ بَعْدَ اَنْ هَدَاكُمُ اللّٰهُ لِلْاِسْلَامِ وَاَكْرَمَكُمْ بِهٖ وَقَطَعَ

بِهٖ عَنْكُمْ أَمْرَ الْجَاهِلِيَّةِ وَاسْتَنْقَذَكُمْ بِهٖ مِنَ الْكُفْرِ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ تَرْجِعُوْنَ إِلٰى مَا كُنْتُمْ عَلَيْهِ كُفَّارًا؟

"اے مسلمانوں کے گروہ۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ کیا تم جاہلیت کا نعرہ بلند کرنے لگے ہو۔ حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں اور اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ تمہیں ہدایت دی ہے اور تمہیں اس کے ذریعہ عزت عطا فرمائی ہے اور جاہلیت کی کشمکشوں سے تمہیں نجات دے دی ہے۔ اور کفر سے تمہیں بچالیا ہے اور تمہارے دلوں کو رشتہ الفت میں پرو دیا ہے اس کے بعد تم کیا پھر کفر کی طرف لوٹ جانا چاہتے ہو؟" (۱)

ارشادات نبوت سنتے ہی ان کی آنکھیں کھل گئیں انہیں احساس ہو گیا کہ شیطان کی پیروی میں وہ بہت دور نکل گئے ہیں شدت غم اور فرط ندامت سے ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ ایک دوسرے کو گلے لگا رہے تھے اور معافیاں طلب کر رہے تھے۔ پھر باہم شیر و شکر ہو کر حضور کی معیت میں اطاعت گزار اور فرمانبردار غلاموں کی طرح روانہ ہو گئے اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں تاکہ قیامت تک آنے والے مسلمان دشمنوں کی شرانگیزیوں اور فتنہ پردازیوں سے محتاط رہیں اور ان کے فریب میں آکر اپنی وحدت کو پارہ پارہ نہ کر دیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ۔

"اے ایمان والو! اگر تم کہا مانو گے ایک گروہ کا اہل کتاب سے (تو نتیجہ یہ ہو گا کہ) لوٹا کر چھوڑیں گے تمہیں تمہارے ایمان قبول کرنے کے بعد کافروں میں۔

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم (اب پھر) کفر کرنے لگو حالانکہ تم وہ ہو کہ پڑھی جاتی ہیں تم پر اللہ کی آیتیں۔ اور تم میں اللہ کا رسول بھی تشریف فرما ہے۔

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۵۸۰، سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۱۸۳

اور جو مضبوطی سے پکڑتا ہے اللہ کے دامن کو۔ تو ضرور پہنچایا جاتا ہے اسے سیدھی راہ تک۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ (۱۰۲:۳)

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔ (۱۰۳:۳)

اے ایمان والو! ڈرو اللہ تعالیٰ سے جیسے حق ہے اس سے ڈرنے کا۔ اور (خبردار) نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

اور مضبوطی سے پکڑ لو اللہ کی رسی کو سب مل کر اور جدا جدا نہ ہونا۔ اور یاد رکھو اللہ کی وہ نعمت جو اس نے تم پر فرمائی ہے۔

جب کہ تم تھے آپس میں دشمن۔ پس اس نے الفت پیدا کر دی تمہارے دلوں میں۔ تو بن گئے تم اس کے احسان سے بھائی بھائی۔

اور تم (کھڑے) تھے دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تو اس نے بچالیا تمہیں اس میں گرنے سے یوں ہی بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیتیں۔ تاکہ تم ہدایت پر ثابت رہو۔

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (۱۰۴:۳)

ضرور ہونی چاہیے تم میں سے ایک جماعت جو بلایا کرے نیکی کی طرف اور حکم دیا کرے بھلائی کا اور روکا کرے بدی سے اور یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ (۱۰۵:۳)

اور نہ ہو جانا ان لوگوں کی طرح جو فرقوں میں بٹ گئے تھے اور اختلاف کرنے لگے تھے اس کے بعد بھی جب آچکی تھیں ان کے پاس روشن

نشانیاں اور ان لوگوں کے لئے عذاب ہے بہت بڑا۔ " (۱)

اسلام قبول کرنے والوں پر افتراء

جب ان کے چند سرکردہ افراد نے اسلام قبول کر لیا تو بجائے اس کے کہ وہ اپنے ان نیک نہاد اور روشن ضمیر علماء و احبار کا اتباع کرتے ہوئے اندھیروں سے دامن چھڑا کر نور حق کے اجالوں میں اپنا سفر حیات شروع کرتے۔ اور سعادت دارین کی منزل کی طرف سبک خرامی سے بڑھتے چلے جاتے ان بدنصیبوں نے اپنے انہیں بزرگوں کو طرح طرح سے مطعون کرنا شروع کر دیا۔ حضرات عبداللہ بن سلام، ثعلبہ بن سعیہ، اسید بن سعیہ، اسد بن عبید، وغیرہم جیسی ہستیوں کے بارے میں یہ کہنا شروع کر دیا۔

مَا اٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ وَلَا اتَّبَعَہٗ اِلَّا شِرَارُنَا وَلَوْ کَانُوْا مِنْ اَخْیَارِنَا

مَا تَرَکُوْا دِیْنَ اٰبَآءِھِمْ وَذَھَبُوْا اِلٰی دِیْنٍ غَیْرِہٖ

"یعنی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر جو لوگ ایمان لے آئے ہیں وہ ہم میں سے شریر قسم کے لوگ تھے اگر وہ شرفاء میں سے ہوتے تو اپنے آبائی دین کو نہ چھوڑتے اور کسی دوسرے دین کو قبول نہ کرتے۔ " (۲)

اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیات نازل فرمائیں۔

لَیْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اُمَّۃٌ قَآئِمَۃٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَھُمْ یَسْجُدُوْنَ۔

یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَاُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔

"سب یکساں نہیں اہل کتاب سے ایک گروہ حق پر قائم ہے یہ تلاوت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی۔ رات کے اوقات میں اور وہ سجدہ کرتے ہیں ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور روز آخرت پر اور حکم دیتے ہیں بھلائی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے اور جلدی کرتے ہیں نیکیوں میں۔

۱۔ سورۃ آل عمران: ۱۰۰۔ ۱۰۵

۲۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۱۸۵

اور یہ لوگ نیکو کاروں میں سے ہیں۔"

(آل عمران: ۱۱۳۔ ۱۱۴)

بارگاہ الوہیت میں ان کی گستاخیاں

ایک روز سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ یہودیوں کی ایک درسگاہ میں تشریف لے گئے وہاں بہت سے لوگ جمع تھے۔ یہ سب فنحاص نامی اپنے ایک مذہبی پیشوا کی زیارت کے لئے اکٹھے ہوئے تھے۔ فنحاص کے ساتھ ایک اور حبر بھی تھا جس کا نام اُشیع تھا۔ حضرت صدیق نے فنحاص کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

اے فنحاص! تیرا بھلا ہو۔ اللہ سے ڈرو۔ اور اسلام قبول کر لو۔ بخدا تم خوب جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور وہ اس کے پاس سے حق لے کر تشریف لائے ہیں۔ ان کی آمد کی بشارتیں تورات و انجیل میں موجود ہیں۔

یہ سن کر وہ گستاخ کہنے لگا۔

وَاللّٰهِ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا بِنَا اِلَى اللّٰهِ مِنْ فَقْرٍ وَاِنَّهُ اِلَيْنَا لَفَقِيْرٌ وَمَا نَتَضَرَّعُ اِلَيْهِ كَمَا يَتَضَرَّعُ اِلَيْنَا وَاِنَّا عَنْهُ لَاَغْنِيَاءُ وَمَا هُوَ عَنَّا بِغَنِيٍّ وَلَوْ كَانَ عَنَّا غَنِيًّا مَا اِسْتَقْرَضَنَا اَمْوَالَنَا كَمَا يَزْعَمُ صَاحِبُكُمْ۔

"بخدا اے ابو بکر! ہم اللہ کے محتاج نہیں ہیں اور (معاذ اللہ) وہ ہمارا محتاج ہے ہم اس کے سامنے اس طرح عاجزی نہیں کرتے جس طرح وہ ہمارے سامنے کرتا ہے ہم اس سے غنی ہیں وہ ہم سے غنی نہیں اور اگر وہ ہم سے غنی ہوتا تو وہ ہمارے مال ہم سے بطور قرض نہ مانگتا جس طرح تمہارا صاحب خیال کرتا ہے۔" (۱)

اللہ جل مجدہ کے بارے میں یہ خسیس گستاخیاں سن کر حضرت صدیق کو یارائے صبر نہ رہا آپ نے اس بدبخت کے منہ پر زناٹے دار تھپڑ رسید کیا، ساتھ ہی فرمایا۔ اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر ہمارے اور تمہارے درمیان عہد نہ ہوتا تو میں تمہارا

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۳، صفحہ ۵۸۳

سر قلم کر دیتا۔
فنحاص، وہاں سے اٹھا۔ سید ھابار گاہ نبوت میں جاکر حضرت صدیق کی شکایت کر دی۔ کہ آپ کے ایک دوست نے دیکھئے میرے ساتھ کیا کیا ہے۔ سرور عالم نے حضرت صدیق سے فرمایا اے صدیق! تم نے ایسا کیوں کیا۔ اسے تھپڑ کیوں مارا۔ آپ نے عرض کی، میرے آقا۔ اس دشمن خدا نے بارگاہ رب العزت میں بڑی گستاخی کی ہے اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ "اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ اِلَیْھِمْ وَاَنَّھُمْ عَنْہُ اَغْنِیَآءُ" کہ اللہ تعالیٰ ان کا محتاج ہے اور انہیں اس کی ضرورت نہیں جب اس نے یہ بکواس کیا تو میں غصہ سے بے قابو ہو گیا اور اس کے منہ پر طمانچہ دے مارا۔ فنحاص نے کہا۔ مجھ پر یہ غلط الزام ہے میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق کی تصدیق اور اس بد بخت کی تکذیب کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَآءُ ۘ سَنَکْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَھُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ۔

"بے شک سنا اللہ نے قول ان (گستاخوں کا) جنہوں نے کہا کہ اللہ مفلس ہے حالانکہ ہم غنی ہیں ہم لکھ لیں گے جو انہوں نے کہا۔ نیز قتل کرنا ان کا انبیاء کو ناحق (بھی لکھ لیا جائے گا) اور ہم کہیں گے کہ (اب) چکھو آگ کے عذاب (کا مزا) (۱)

ایک اور شرارت

انصار کے ساتھ یہود کے دیرینہ مراسم تھے۔ باہم آمدورفت کا سلسلہ بھی جاری تھا یہود مکاری اور عیاری میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ ان میں سے جب کوئی عیار یہودی انصار کے ہاں جاتا تو ازراہ ہمدردی انہیں نصیحت کرتا کہ اے بھائیو! جس بے دردی سے ان مفلس و نادار مہاجروں پر تم اپنی دولت صرف کر رہے ہو اور جس دریا دلی سے تم اسلام کے لئے اپنے خزانے لٹا رہے ہو اس کے انجام پر بھی کبھی تم نے غور کیا۔ یہ دولت آسانی سے حاصل نہیں ہوتی اس کو کمانے کے لئے تم نے برسوں اپنی جان جوکھوں میں ڈالی۔ طرح طرح کی مشقتیں

۱۔ آل عمران: ۱۸۱

اور صعوبتیں برداشت کیں۔ تمہارے باپ دادا نے دن رات محنت کر کے یہ چند ٹکے تمہارے لئے جمع کئے اور تم ہو کہ اس بے پروائی سے انہیں لٹا رہے ہو۔ کچھ تو خیال کرو۔ اپنے بچوں اور بوڑھے والدین پر رحم کرو کل جب تم بوڑھے ہو جاؤ گے۔ رزق کمانے کی ہمت نہ رہے گی تو پھر کیا کاسہ گدائی لے کر در در کی بھیک مانگو گے۔ اس طرح یہ لوگ انصار کو گھناؤنے مستقبل سے خوفزدہ کرتے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے اپنی دولت خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ روک لیں۔ (۱)

ان کی اس کمینگی کا پردہ چاک کرنے کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں:

الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا (۴:۳۷)

"جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بھی بخل کرنے کا اور چھپاتے ہیں جو عطا فرمایا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب۔

وَالَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَن يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا (۴:۳۸)

اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لئے اور نہیں ایمان رکھتے اللہ پر اور نہ روز قیامت پر اور وہ بد قسمت، ہو جائے شیطان جس کا ساتھی پس وہ بہت برا ساتھی ہے۔"

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا (۴:۳۹)

اور کیا نقصان ہوتا ان کا اگر وہ ایمان لاتے اللہ پر اور روز آخرت پر اور خرچ کرتے اس سے جو دیا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اللہ تعالیٰ ان سے خوب واقف ہے۔"

سفید جھوٹ

جھوٹ ہر انسانی معاشرہ میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ لیکن علم و فضل کے یہ مدعی

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۱۸۸

اللہ تعالیٰ کے محبوب اور فرزند ہونے کے یہ دعویدار، اسلام کو زک پہنچانے اور سرور عالم کا دل دکھانے میں جھوٹ بولنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔

ان کی بیسوں مثالیں ہیں ہم ایک مثال ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

جنگ احد کے بعد دو سرغنے کعب بن اشرف اور حیی بن اخطب چند اور یہودیوں کے ہمراہ مکہ گئے۔ تاکہ کفار کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے اکسائیں۔ ابو سفیان نے ان سے پوچھا کہ ہم تو ان پڑھ ہیں اور آپ لوگ اہل علم اور صاحب کتاب ہیں ہمیں یہ تو بتاؤ کہ راستی پر کون ہے، ہم یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ یہ جانتے ہوئے کہ شرک محض کو توحید خالص سے کیا نسبت ہو سکتی ہے انھوں نے کفار مکہ کو خوش کرنے کے لئے پوری بے باکی سے یہ جواب دیا کہ ان سے کہیں زیادہ تم ہدایت پر ہو۔ جانتے بوجھتے سفید جھوٹ۔ اخلاقی پستی ملاحظہ ہو۔

ایک اور سفید جھوٹ

ان کے دلوں میں اسلام نبی اسلام علیہ السلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف حسد اور عناد کے کتنے خوفناک جذبات موجزن رہا کرتے تھے۔ اس کو ثابت کرنے کے لئے کسی خارجی شہادت کی ضرورت نہیں۔ ان کے اپنے اطوار ناقابل تردید گواہی دے رہے ہیں۔ اسلام دشمنی میں وہ اتنے آگے نکل جاتے کہ وہ روشن حقیقتیں بھی ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتیں۔ جن پر ان کے مذہبی، سیاسی اور اجتماعی وجود کا دارومدار تھا۔ سکین اور عدی بن زید دو یہودی حضور کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

يَا مُحَمَّدُ مَا نَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ بَعْدَ مُوْسٰى

"یعنی ہم نہیں جانتے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر وحی نازل کی ہو۔"

اس لئے آپ کو حق نہیں پہنچتا کہ نبوت کا دعویٰ کریں اور یہ کہیں کہ مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے۔ ان کی اس یاوہ گوئی کے بطلان کے لئے ان آیات کا نزول ہوا۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۚ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ

وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔

"بے شک ہم نے وحی بھیجی آپ کی طرف جیسے وحی بھیجی نوح کی طرف اور ان نبیوں کی طرف جو نوح کے بعد آئے۔ اور جیسے وحی بھیجی ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف اور ہم نے عطا فرمائی داؤد کو زبور اور (جیسے وحی بھیجی) دوسرے رسولوں پر جن کا حال بیان کر دیا ہے ہم نے آپ سے اس سے پہلے اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر ہم نے اب تک آپ سے نہیں کیا اور کلام فرمایا اللہ نے موسیٰ سے خاص کلام (بھیجے ہم نے یہ سارے) رسول خوش خبری دینے کے لئے اور ڈرانے کے لئے تاکہ نہ رہے لوگوں کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عذر رسولوں کے (آنے کے) بعد اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔"
(النساء: ۱۶۳-۱۶۵)

ایک اور غلط بیانی

یہود کی ایک جماعت ایک روز حضور پرنور کے پاس آئی سرور عالم نے ان کو فرمایا۔ بخدا! تم جانتے ہو کہ میں اللہ کی طرف سے تمہاری طرف رسول بن کر آیا ہوں۔ وہ کہنے لگے ہمیں تو اس بات کا قطعاً کوئی علم نہیں کہ آپ رسول ہیں اور نہ ہم اس پر گواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد سے ان کے اس جواب کی تردید فرمادی۔

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔

"(کوئی تسلیم نہ کرے تو اس کی مرضی) لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے اس کتاب کے ذریعہ جو اس نے آپ کی طرف اتاری۔ کہ اس نے اسے اتارا ہے اپنے علم سے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور کافی ہے اللہ تعالیٰ بطور

گواہ۔" (النساء: ۱۶۶)

قتل کی گھناؤنی سازش

حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اپنے صحابہ کے ہمراہ یہود کے بنی نضیر قبیلہ کے پاس تشریف لے گئے۔ انہیں فرمایا کہ ہمارے ایک آدمی نے دو آدمیوں کو غلط فہمی سے قتل کر دیا ہے۔ ان کے وارث دیت کا مطالبہ کرتے ہیں اس لئے تم لوگ حسب معاہدہ ان کی دیت میں اپنا حصہ دو۔ انہوں نے کہا آپ بیٹھیں۔ کھاپی لیں پھر تعمیل حکم کریں گے حضور کو ایک پلنگ پر بٹھایا جو ایک دیوار کے ساتھ بچھا ہوا تھا۔ انہوں نے یہ سازش کی کہ دیوار کے اوپر سے ایک بھاری پتھر لڑھکا کر آپ کو شہید کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ان کے ناپاک ارادہ پر مطلع فرمادیا حضور وہاں سے اٹھ کر تشریف لے گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اس سازش کو ناکام کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی قیامت تک آنے والے تمام غلامان مصطفیٰ پر احسان ہے۔ اس لئے یہ آیت نازل فرمائی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ (۵:۱۱)

"اے ایمان والو یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی جب پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ تو اللہ نے روک دیا ان کے ہاتھوں کو تم سے۔ ڈرتے رہا کرو۔ اللہ سے اور اللہ پر بھروسا کرنا چاہئے ایمان والوں کو۔"

اپنے بارے میں خوش فہمیاں

چند یہودی نعمان بن اضا۔ بحری بن عمرو اور شاس بن عدی وغیرہ ایک روز حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گفتگو کرنے لگے۔ نبی اکرم نے بھی انہیں دین حق قبول کرنے کی دعوت دی اور اللہ کے غضب سے انہیں ڈرایا وہ بولے۔

مَا تُخَوِّفُنَا يَا مُحَمَّدُ نَحْنُ وَاللهِ اَبْنَاءُ اللهِ وَاَحِبَّاؤُهٗ

"آپ ہمیں کیا دھمکی دے رہے ہیں بخدا ہم تو اللہ تعالیٰ کے لاڈلے فرزند اور پیارے دوست ہیں۔"

ان کے اس زعم باطل کو رد کرنے کے لئے یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ۚ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔

"اور کہا۔ یہود اور نصاریٰ نے کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے ہیں۔ آپ فرمائیے (اگر تم سچے ہو) تو پھر کیوں عذاب دیتا ہے تمہیں تمہارے گناہوں پر بلکہ تم بشر ہو اس کی مخلوق سے بخش دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اور سزا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ ہی کے لئے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ اور اسی کی طرف سب نے لوٹ کر جانا ہے۔" (المائدہ: ۱۸)

ایک اور جھوٹ

ایک روز رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے یہودیوں کو اسلام لانے کی دعوت دی۔ اور انہیں کہا کہ اگر تم میری دعوت کو قبول نہیں کرو گے تو پھر عذاب خداوندی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ لیکن انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ معاذ بن جبل، سعد بن عبادہ، اور عقبہ بن وہب بھی وہاں حاضر تھے۔ انہوں نے یہودیوں کو کہا۔

يَا مَعْشَرَ يَهُودٍ اِتَّقُوا اللّٰهَ فَوَاللّٰهِ إِنَّكُمْ لَتَعْلَمُونَ أَنَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ ۔ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَذْكُرُونَهُ لَنَا قَبْلَ مَبْعَثِهِ وَتَصِفُهُ لَنَا بِصِفَتِهِ ؟

"اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو۔ بخدا تم جانتے ہو کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور تم حضور کی بعثت سے پہلے ہمارے سامنے حضور کا ذکر کیا کرتے تھے اور حضور کی صفات مبارکہ ہمارے سامنے بیان کرتے تھے۔"

رافع بن حریملہ اور وہب بن یہودا نے کہا۔

مَا قُلْنَا لَكُمْ هٰذَا قَطُّ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ بَعْدَ مُوْسٰى وَلَا أَرْسَلَ بَشِيْرًا وَلَا نَذِيْرًا بَعْدَهُ

"ہم نے یہ بات ہر گز تم سے نہیں کہی اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے بعد نہ کوئی کتاب نازل کی ہے اور نہ کوئی بشیر ونذیر بھیجا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فریب نفس میں مبتلا ان یہودیوں کو فریب نفس کے اس قفس سے نجات کا راستہ بتاتے ہوئے فرمایا۔

يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَلَا نَذِيْرٍ ۔ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيْرٌ وَنَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔

"اے اہل کتاب بے شک آگیا ہے تمہارے پاس ہمارا رسول۔ صاف بیان کرتا ہے تمہارے لئے (احکام الٰہی) بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا۔

تا کہ تم یہ نہ کہو کہ نہیں آیا تھا تمہارے پاس کوئی خوش خبری دینے والا اور نہ کوئی ڈرانے والا۔ اب تو آگیا ہے تمہارے پاس خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔"

(المائدہ.۱۹)

احکام الٰہی میں کھلی تحریف

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جن دنوں حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ

والسلام مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے یہود کو ایک مسئلہ پیش آیا ایک شادی شدہ یہودی نے ایک شادی شدہ یہودن سے زنا کیا۔ ان کے بارے میں سزا تجویز کرنے کے لئے یہود نے اپنے علماء کی ایک میٹنگ اپنے " مدراس " (۱) میں بلائی اس موضوع پر تبادلہ خیال کے بعد طے یہ ہوا کہ ان دونوں ملزموں کو حضور کی خدمت میں بھیجا جائے اور ان کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار حضور کو تفویض کیا جائے۔ اگر آپ ان کے بارے میں وہ فیصلہ کریں جو ہم کیا کرتے ہیں یعنی " تجبیہ " (۲) تو آپ کا فیصلہ تسلیم کر لیا جائے اس سے معلوم ہو جائے گا کہ آپ بادشاہ ہیں اور ملک میں امن وامان قائم کرنے کے لئے اپنی حسب پسند سزائیں دیتے ہیں۔ اور اگر وہ رجم کرنے کا حکم دیں تو جان لو کہ وہ نبی ہیں ان سے بچو ایسا نہ ہو کہ دین کا باقی ماندہ حصہ جو تمہارے پاس ہے اسے بھی وہ تم سے سلب کر لیں۔

جب یہ لوگ دونوں ملزموں کو لے کر حضور کے پاس گئے تو حضور پُرنور ان سب کو لے کر خود ان کی مذہبی درسگاہ میں تشریف لے گئے جہاں یہودی علماء بیٹھے تھے۔ حضور نے فرمایا اے گروہ یہود! اپنے چیدہ علماء میرے سامنے پیش کرو۔ انہوں نے تین علماء پیش کئے۔ عبداللہ بن صوری۔ ابو یاسر بن اخطب اور وہب بن یہودا۔ اور کہا یہ ہمارے علماء ہیں۔ رحمت دو عالم نے خلوت میں عبداللہ بن صوری سے گفتگو شروع کی ابن صوری نوخیز جوان تھا۔ سرکار نے اسے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

اے ابن صوری! میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ اور تمہیں وہ انعامات یاد دلاتا ہوں جو اس نے تم پر فرمائے۔ اور پوچھتا ہوں کہ تم مجھے بتاؤ کیا تم جانتے ہو کہ تورات میں زانی محصن کے لئے رجم کی سزا ہے۔ اس نے کہا بخدا ایسا ہی ہے۔ اس کے ساتھ اس نے یہ اعتراف بھی کیا کہ اے ابو القاسم! یہ سب جانتے ہیں کہ آپ نبی مرسل ہیں لیکن وہ آپ سے حسد کرتے ہیں۔

حضور پھر خلوت سے باہر تشریف لائے اور حکم دیا کہ ان دونوں مجرموں کو رجم کیا جائے

۱۔ مدراس۔ وہ مکان جس میں تورات کی تدریس ہوتی ہے۔

۲۔ یہود جو سزا شادی شدہ زانی کو دیا کرتے تھے اسے تجبیہ کہا جاتا تھا اس کی صورت یہ تھی کہ کھجور کے چھالوں سے بٹی ہوئی ایک رسی جس پر تارکول لگاری جاتی تھی اس سے زانی کو کوڑے لگائے جاتے پھر اس کے چہرے کو کالا کر دیا جاتا پھر اس کو گدھے پر اس طرح سوار کیا جاتا کہ اس کا منہ گدھے کی دم کی طرف ہو۔ پھر بازار میں اس کو پھرایا جاتا۔

انہیں مسجد کے دروازے کے سامنے رجم کیا گیا۔ ابن صوری خود بھی اسی حسد کا شکار ہو گیا جس میں اس کی قوم مبتلا تھی۔ اس برملا اعتراف کے بعد پھر اس نے حضور کی رسالت کا انکار کر دیا۔ (۱)

ایک اور روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے جس میں چند دیگر امور کی مزید وضاحت ہے اس لئے اس روایت کو بھی درج کر رہا ہوں۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں۔ جب یہودیوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اس مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے لئے حکم مقرر کر لیا حضور نے ان کے علماء کو حکم دیا کہ تورات لے آئیں ان کا ایک عالم اس جگہ سے تورات کی تلاوت کرنے لگا۔ جہاں رجم کی آیت درج تھی اس پر اس نے اپنا ہاتھ رکھ لیا تاکہ کسی کی نظر اس پر نہ پڑے۔ حضرت عبداللہ بن سلام بھی پاس بیٹھے تھے اس حبر کی یہ حرکت دیکھ رہے تھے صبر نہ کر سکے۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر زور سے پرے پھینک دیا اور بولے۔

هٰذِهٖ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اٰيَةُ الرَّجْمِ يَأْبٰى اَنْ يَّتْلُوَهَا عَلَيْكَ۔

"یہ ہے رجم کی آیت یہ شخص اس کو پڑھنے سے انکار کر رہا ہے۔"

اسی مجلس میں حضور نے علماء یہود سے دریافت کیا۔

وَيْحَكُمْ يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ مَا دَعَاكُمْ اِلٰى تَرْكِ حُكْمِ اللّٰهِ وَهُوَ بِاَيْدِيْكُمْ۔

"یہ حکم الٰہی جو تمہارے سامنے ہے اس کو تم نے کیوں ترک کر دیا ہے؟"

انہوں نے جواب دیا۔

کہ ہمارے لوگ اس فعل شنیع کا ارتکاب کیا کرتے تھے اور ہم ان کو رجم کی سزا دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ شاہی خاندان کے ایک فرد نے اس جرم کا ارتکاب کیا۔ بادشاہ نے اس کو رجم کرنے سے ہمیں روک دیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک عام آدمی اس جرم کا مرتکب ہوا۔ بادشاہ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ عوام برہم ہو گئے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ یا تو شاہی خاندان کے اس فرد کو بھی سنگسار کیا جائے۔ یا اس شخص کو بھی رجم کی سزا نہ دی جائے۔ چنانچہ فیصلہ یہ ہوا کہ آئندہ سب کو تجبیہ کی سزا دی جائے۔ اس طرح رجم کے حکم کی بجا آوری معطل کر دی گئی۔

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۱۹۳

حضور نے فرمایا میں پہلا شخص ہوں جو اللہ کے ایسے حکم کو زندہ کر کے نافذ کرتا ہوں جو متروک ہو گیا تھا۔ پھر ان دونوں مجرموں کو رجم کرنے کا حکم دیا اور انہیں مسجد کے دروازہ کے پاس سنگسار کر دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں۔

کہ میں بھی ان لوگوں میں شریک تھا جنہوں نے انہیں رجم کیا۔ (۱)

دیگر احکام میں تحریف

تحریف کا یہ سلسلہ فقط رجم تک محدود نہ تھا۔ تورات کا ہر وہ حکم جس کی تعمیل ان پر گراں گزرتی اس میں من مانی تبدیلیاں کر لیتے۔ بنونضیر اور بنوقریظہ دونوں یہودی قبیلے تھے لیکن ان کے مقتولوں کی دیت یکساں نہ تھی۔ بنونضیر اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ معزز اور محترم سمجھتے تھے۔ اس لئے اگر ان کا کوئی آدمی قتل ہو جاتا تو وہ قاتل سے پوری دیت وصول کرتے اور اگر بنوقریظہ کا کوئی فرد قتل کر دیا جاتا تو اس کی نصف دیت ادا کرتے۔ رحمت عالم نے دیتوں کے اس ظالمانہ اور جابرانہ تفاوت کو منسوخ کر دیا اور ہر مقتول کی یکساں دیت مقرر کر دی خواہ اس کا تعلق کسی قبیلہ سے ہو۔ (۱)

دھوکا دہی کی ایک خطرناک سازش

کعب بن اسد، ابن صلوبا، عبداللہ بن الصوری، اور شاس بن قیس نے ایک خفیہ میٹنگ کی اس میں انہوں نے طے کیا کہ چلتے ہیں۔ محمد (علیہ الصلوۃ والسلام) کے پاس اور انہیں اپنے دام فریب میں پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب انہیں ان کا دل پسند لالچ دیں گے تو آخر بشر ہی تو ہیں۔ ضرور اس دام میں پھنس جائیں گے وہاں پہنچے تو سلسلہ کلام کا یوں آغاز کیا۔

آپ جانتے ہیں کہ ہم سب لوگ، جو حاضر خدمت ہیں اپنی قوم کے مذہبی راہنما ہیں۔ خاندانی لحاظ سے ہم سب سے اعلیٰ اور اشرف ہیں اپنے قبیلوں کے رئیس ان کے سیاہ و سفید کے مالک ہیں اگر ہم آپ کی اطاعت اختیار کر لیں گے تو یہودی قوم کا ہر فرد آپ کا کلمہ پڑھ لے گا۔ آپ کے

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۱۹۵۔ ۱۹۶

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۱۹۶

دین میں داخل ہو جائے گا۔ آج ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ چند لوگوں سے ہمارے تنازعات ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ان کے فیصلہ کے لئے ہم آپ کو اپنا حَکم مقرر کریں۔ اگر آپ وعدہ کریں کہ آپ ان مقدمات کا فیصلہ ہمارے حق میں کریں گے تو ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہو جائیں گے اور آپ کی تابعداری کا قلادہ اپنے گلے کی زینت بنالیں گے اور ہمارے ایمان لانے سے ہزاروں یہودی آپ کے حلقہ بگوش ہو جائیں گے۔

یہ چال از حد خطرناک تھی بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سیم و زر کا قطعاً کوئی لالچ نہ تھا۔ اسی طرح آپ اقتدار کے متمنی نہ تھے۔ لیکن اس بات میں تو کوئی کلام نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ شدید خواہش تھی کہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے لوگ راہ راست پر آجائیں۔ وہ بندے جن کی بندگی کا رشتہ اپنے خالق حقیقی سے ٹوٹ چکا تھا وہ پھر ایک مرتبہ جوڑ دیا جائے۔ فسق و فجور کی دلدل میں ہلکان ہونے والی انسانیت کو نیکی و پارسائی کی بلندیاں نصیب ہو جائیں۔ اسی بے قرار آرزو کی تکمیل کے لئے ہی حضور نے سارے عرب کی دشمنی مول لی تھی۔ محشر بداماں آلام و مصائب کا مقابلہ کیا تھا تا کہ گمراہ انسان، ہدایت یافتہ ہو جائے۔ اگر یہودی دین حق کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں اور اس کے لئے ایک معمولی سا معاوضہ طلب کرتے ہیں تو اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ سودا کر لینا چاہئے اگر اس مقدمہ کے اس فیصلہ سے کسی کی دل شکنی یا حق تلفی ہوئی ہوگی۔ جب اقتدار ہاتھ میں آجائے گا تو ان کی حق تلفی کی تلافی کی بیسیوں صورتیں نکال لی جائیں گی۔ اس طرح ان کی دلجوئی بھی ہو جائے گی یہودی ذہنیت نے سازش کا جو جال بنا تھا یہ از حد خطرناک تھا۔ لیکن یہ ان کی غلط فہمی تھی جو ہمیشہ ان کی بدبختی کا باعث بنتی رہی۔ وہ اس عظیم انسان کو اپنے جیسا عام بشر سمجھ رہے تھے جو وقتی فائدہ اور وقتی کامیابی کے لئے اپنے اصولوں کو قربان کرنے پر بآسانی آمادہ ہو جایا کرتا ہے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ وہ برگزیدہ اور اولوالعزم عبداللہ ہے جس نے اپنے رب کی رضا کے حصول کے لئے سب سے اپنا تعلق ختم کر لیا ہے۔ دنیا کی فانی نعمتیں، دنیا کی زوال پذیر حکمرانیاں، زر و جواہر کے بے پایاں خزینے تو رہے ایک طرف، اگر فردوس بریں کی ابدی بہاریں بھی اس شہسوار مرکب عزیمت و ہمت کی راہ میں آڑے آئیں تو وہ انہیں بھی پائے حقارت سے ٹھکراتا ہوا آگے بڑھ جائے گا۔

انہوں نے بڑی سلیقہ مندی سے اپنی یہ گزارش پیش کی۔ انہیں یقین تھا کہ ان کی یہ پیشکش قبول کر لی جائے گی۔ لیکن نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے جب ان کی یہ بات سنی تو بڑی نفرت

وحقارت سے اسے ٹھکرا دیا اور اس حقیقت کو آشکار اکر دیا کہ جس کا جی چاہے اسلام قبول کرلے اور جس کا جی چاہے اسے قبول نہ کرے میں کسی قیمت پر عدل وانصاف سے روگردانی نہیں کرسکتا۔ اگر تم اسلام قبول کروگے تو اپنے اوپر احسان کروگے یہ احسان مجھ پر نہیں ہوگا اور اگر انکار کی راہ پر گامزن ہوگے تو اپنی عاقبت برباد کروگے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکوگے۔ اللہ تعالیٰ جلّ مجدہ نے اپنے محبوب کے اس فیصلہ کی توثیق کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ۔

"اور یہ کہ فیصلہ فرمائیں آپ ان کے درمیان اس کے مطابق جو نازل فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اور نہ پیروی کریں ان کی خواہشات کی اور آپ ہوشیار رہیں ان سے کہ کہیں برگشتہ نہ کردیں آپ کو اس کے کچھ حصہ سے جو اتارا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف اور اگر وہ منہ پھیرلیں تو جان لو کہ بے شک ارادہ کرلیا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ سزا دیں انہیں ان کے بعض گناہوں کی۔ اور بے شک بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔ (المائدہ۔ ۴۹)

سازش کا دوسرا رنگ

یہودیوں کا ایک وفد جس میں ابو یاسر بن اخطب، نافع بن ابی نافع۔ عازر بن ابی عازر۔ خلد، زید، ازار بن ابی ازار اور شیع جیسے گبر یہودی شامل تھے۔ حضور کے پاس آیا اور پوچھا کہ آپ کن رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آیت پڑھ کر انہیں سنائی۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔

"کہہ دو ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس پر جو نازل کیا گیا ہماری طرف جو اتارا گیا ابراہیم، اسماعیل، اسحاق ویعقوب اور ان کی اولاد کی طرف اور جو

عطا کیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ کو اور جو عنایت کیا گیا دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے ہم فرق نہیں کرتے ان میں کسی پر ایمان لانے میں اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔

انبیاء کے اسماء میں حضرت عیسیٰ کا نام سن کر وہ برافروختہ ہو گئے اور کہنے لگے۔

لَا نُؤْمِنُ بِعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ وَلَا بِمَنْ آمَنَ بِهِ

"کہ نہ ہم عیسیٰ بن مریم پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ اس پر ایمان لانے کے لئے تیار ہیں جو عیسیٰ کو نبی مانتا ہے۔"

ان کا مدعا یہ تھا کہ آپ پر ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ آپ حضرت عیسیٰ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر آپ انبیاء کی فہرست سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام خارج کر دیں تو پھر ہم آپ پر ایمان لانے کے لئے تیار ہیں۔ ان کی سابقہ بچگانہ سازشوں کی طرح ان کی یہ احمقانہ سازش بھی ناکام رہی۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان نے ان کی رہی سہی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ

"آپ فرمائیے اے اہل کتاب! تم کیا ناپسند کرتے ہو ہم سے۔ بجز اس کے کہ ہم ایمان لائے اللہ کے ساتھ اور جو اتارا گیا ہماری طرف اور جو اتارا گیا اس سے پہلے اور بلاشبہ بہت سے تم میں سے فاسق ہیں۔" (المائدہ: ۵۹)

قرآن کریم کے بارے میں ان کی لاف زنی

ان کا ایک دوسرا وفد جو محمود بن سیحان، نعمان بن اضا، بحری بن عمرو، عزیر بن ابی عزیر، سلام بن مشکم جیسے عیار اور تیز وطرار یہودیوں پر مشتمل تھا حضور کے پاس آیا۔ اور قرآن کریم کے بارے میں گفتگو شروع کی کہنے لگے یا محمد (فداک ابی وامی) کیا آپ کا یہ ایمان ہے کہ جو کلام آپ پڑھ کر سناتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ ہمیں تو اس میں وہ ربط وضبط اور حسن ترتیب نظر نہیں آتی جو تورات میں پائی جاتی ہے ایسا غیر منظم کلام، خدا کا کلام کیسے ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے یہود! بخدا تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے اور اس کی تصدیق تمہاری کتاب تورات میں بھی مرقوم ہے اگر سارے انسان اور جن جمع ہو کر بھی اس جیسا کلام پیش کرنا چاہیں تو پیش نہیں کر سکتے۔ (۱)

ایک اور وفد جو چند دیگر یہودی اکابر پر مشتمل تھا آیا اور حضور سے کہنے لگا۔

یہ بتایئے کہ جو کلام آپ ہم کو پڑھ کر سناتے ہیں یہ کوئی جن آپ کو تعلیم دیتا ہے یا کوئی انسان آپ کو سکھاتا ہے۔

حضور نے انھیں بھی فرمایا۔ بخدا تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور میں اس کا رسول ہوں اور تمہاری تورات میں یہ سب کچھ لکھا ہوا موجود ہے۔ (۲)

وہ پھر کہنے لگے آپ کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو نبی بنا کر مبعوث کرتا ہے۔ تو وہ جو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مطابق کر دیتا ہے۔ اور جس چیز کا وہ نبی ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دیتا ہے۔ اگر آپ رسول ہیں تو ہم پر آسمان سے کتاب اتاریئے۔ جس کو ہم پڑھیں اور جس کو ہم سمجھیں اور اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو ہمیں کہئے ہم آپ کو ایسی کتاب لا کر دیتے ہیں جیسی آپ لا کر سناتے ہیں۔

ان کی اس لاف زنی پر محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قادر مطلق خدا نے انھیں ایک چیلنج دیا جو صرف یثرب کے یہودیوں تک محدود نہیں بلکہ تمام اقوام عالم کے لئے ہے۔ صرف نوع انسانی کو ہی نہیں بلکہ اس میں جنات بھی شامل ہیں۔ ایسا کرنے کے لئے کوئی میعاد مقرر نہیں۔ جن وانس سب کو قیامت تک کے لئے مہلت دی گئی ہے ارشاد الٰہی ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔

"(بطور چیلنج) کہہ دو کہ اگر اکٹھے ہو جائیں سارے انسان اور سارے جن اس بات پر کہ لے آئیں اس قرآن کی مثل تو ہر گز نہیں لا سکیں گے اس

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۲۰۱

۲۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۲۰۱

کی مثل اگرچہ وہ ہو جائیں ایک دوسرے کے مددگار۔"

(الاسراء:۸۸)

اسلام کے بدخواہوں کے لئے ایسا کرنا ممکن ہوتا تو ان کے لئے یہ امر کتنا آسان تھا۔ کہ قرآن حکیم کے اس چیلنج کو قبول کر لیتے اس جیسی ایک کتاب بلکہ اس کی کسی سورت جیسی ایک سورت بنا کر پیش کر دیتے۔ انہیں اسلام کو مٹانے کے لئے جنگوں کے لامتناہی سلسلہ میں نہ الجھنا پڑتا۔ جن میں ان کے ہزاروں نہیں لاکھوں بہادر تہ تیغ ہوئے۔ اس طرح کسی جانی اور مالی نقصان کے بغیر اسلام کو مٹانے کی ان کی حسرت پوری ہو جاتی۔ لیکن اپنی مساعی بسیار کے باوجود وہ آج تک اس چیلنج کو قبول نہ کر سکے اور نہ قیامت تک وہ یہ ہمت کر سکیں گے۔ (۱)

بارگاہ الٰہی میں گستاخیاں

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور آکر کہا اس کائنات کو تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ ہمیں بتایئے العیاذ باللہ اس کو کس نے پیدا کیا۔

ان نابنجاروں کی اس جسارت پر سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کو شدید غصہ آیا یہاں تک کہ چہرہ مبارک تمتمانے لگا حضور نے انہیں سخت لعن طعن کی۔ جبرئیل امین فوراً حاضر ہوئے اور تسلی دیتے ہوئے عرض کی۔

خَفِّضْ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ آپ مطمئن ہو جائیں۔ ان کی ان خرافات کا جواب آپ کے رب کی طرف سے لے کر حاضر ہوا ہوں۔ خود پڑھئے انہیں بھی سنایئے تاکہ وہ اس گمراہی سے باز آجائیں۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۞ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۞ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۞ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۞

"اے حبیب! فرما دیجئے وہ اللہ ہے یکتا۔ اللہ صمد ہے نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔"

مہر وماہ سے تابندہ تر۔ یہ سورت سننے کے باوصف وہ ہرزہ سرائی سے باز نہ آئے کہنے لگے۔ اچھا یہ بتایئے وہ کیسا ہے؟ اس کے بازو کیسے ہیں؟

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۲۰۱

یہ سن کر حضور کو پہلے سے بھی زیادہ غصہ آیا۔ انہیں خوب سرزنش کی۔ اتنے میں پھر جبرئیل آگئے اور عرض کی یارسول اللہ آپ ہرگز پریشان نہ ہوں مطمئن ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمادی ہے۔ اس کا ارشاد ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

"اور نہ قدر پہچانی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جس طرح قدر پہچاننے کا حق تھا اور (اس کی شان تو یہ ہے) ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن سارے آسمان لپٹے ہوئے اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے۔ پاک ہے وہ ہر عیب سے اور برتر ہے لوگوں کے شرک سے۔"

(الزمر۔ ۶۷)

اللہ تعالیٰ کی ذات صمدیت کے بارے میں اس قسم کے توہمات اب بھی خام اذہان کو پریشان اور مضطرب کرتے رہتے ہیں۔

مرشد حکیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اس مرض کا اکسیری نسخہ پہلے ہی اپنے غلاموں کو بتادیا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

يُوْشِكُ النَّاسُ اَنْ يَّتَسَاءَلُوْا بَيْنَهُمْ حَتّٰى يَقُوْلَ قَائِلٌ هٰذَا اللّٰهُ خَلَقَ الْخَلْقَ وَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ وَاِذَا قَالُوْا ذٰلِكَ فَقُوْلُوْا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ ثُمَّ لِيَتْفُلِ الرَّجُلُ عَنْ يَّسَارِهٖ ثَلٰثًا وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

"حضور نے فرمایا قریب ہے کہ لوگ آپس میں گفتگو کریں گے اور ایک دوسرے سے مختلف امور کے بارے میں دریافت کریں گے یہاں تک کہ کوئی کہنے والا یہ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا جب وہ اس قسم کی بات کہیں تو تم کہو۔"

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔

"پھر آدمی اپنی بائیں طرف تین مرتبہ تھوکے اور
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ کہے۔" (۱)

گروہ منافقین خذلھم اللہ تعالیٰ

یہود کی اسلام دشمنی کا ایک سرسری جائزہ آپ نے پڑھا۔ ان کی شرارتوں، دل آزاریوں، فتنہ انگیزیوں کا صرف ایک روپ نہ تھا بلکہ جس رنگ میں وہ اسلام کو نقصان پہنچا سکتے وہ اس رنگ کو اختیار کرنے میں ذرا جھجک محسوس نہ کرتے۔ مذہبی اور اخلاقی اقدار یا معاہدوں کا پاس انہیں اس سے باز نہ رکھ سکتا۔ ایک ہی جنون تھا جس میں وہ مبتلا تھے ایک ہی خبط تھا جو ان کے قلوب واذہان پر سوار تھا۔ ایک ہی مقصد تھا جس کے حصول کے لئے انہوں نے اپنے جملہ مادی وسائل، اپنی جانوں بلکہ اپنے دین اور عقیدہ کو داؤ پر لگار کھا تھا۔ وہ اسلام کو ہر قیمت پر زک پہنچانے کے لئے کسی بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔

ان میں سے کئی ایسے اکابر تھے جنہوں نے منافقت کا جامہ زیب تن کر لیا بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضور کے دست مبارک پر ایمان بھی لے آئے تھے اپنے آپ کو بہت بڑا اور پکا مسلمان ظاہر کرتے تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ مار آستین بن کر مسلمانوں کو ڈسیں۔ ان کی صفوں میں داخل ہو کر ان کے شیرازہ کو منتشر کریں۔ ملت مسلمہ کے لئے کھلے کافروں سے بھی یہ زیادہ خطرناک تھے قرآن کریم کی صدہا آیات ان کی مذمت میں نازل ہوئیں۔ یعنی ان کی فتنہ پردازیوں سے نیک دل اور سادہ لوح مسلمانوں کو آگاہ کیا گیا ان کا طریقہ کار یہ تھا وہ مسجد میں حاضر ہوتے۔ مسلمانوں کی باتیں سنتے پھر ان پر پھبتیاں کستے اور ان کے دین کا مذاق اڑاتے۔ اور جب بھی انہیں موقع ملتا ذات پاک حبیب کبریاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو ہدف تنقید بناتے۔ کبھی حضور کے علم پر اعتراض کرتے، کبھی دینی تعلیمات پر اعتراض کرتے اور کبھی مسلمانوں کی غربت اور افلاس کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتے۔

سیرت نگار حضرات نے ان کے اسماء اور ان کے کردار پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے میں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے علامہ ابن کثیر کی سیرت سے چند باتیں ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔

منافقین کے سرداروں میں سے ایک کا نام زید بن الصلت تھا۔ ایک دفعہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی اس نے جھٹ زبان طعن دراز کی۔ کہنے لگا کہ محمد

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۲۰۳

(فداہ ابی وامی) یوں تو دعویٰ کرتا ہے کہ اس کے پاس آسمان کی خبر رہتی ہے اور اتنا علم بھی نہیں کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اس کی یہ بات سنی تو حضور نے فرمایا۔

بخدا! میں اس چیز کو جانتا ہوں جس کا علم اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹنی کے بارے میں بتا دیا ہے کہ وہ فلاں گھاٹی میں ہے اس کی نکیل ایک درخت کی ٹہنی کے ساتھ الجھ گئی ہے اور وہ وہاں رکی ہوئی ہے۔

چند مسلمان اس وادی میں گئے اس اونٹنی کو اسی حالت میں دیکھا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ منافقین میں جو مشہور تھے ان میں نعمان بن اوفیٰ۔ عثمان بن اوفیٰ۔ رافع بن حریملہ بہت مشہور تھے۔ جب وہ مرا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَدْ مَاتَ الْيَوْمَ عَظِيْمٌ مِّنْ عُظَمَاءِ الْمُنَافِقِيْنَ۔

"آج ایک بڑا منافق ہلاک ہو گیا ہے۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں سخت آندھی چلی حضور نے فرمایا۔

اِنَّمَا هَبَّتْ لِمَوْتِ عَظِيْمٍ مِّنْ عُظَمَاءِ الْكُفَّارِ۔

"ایک بہت بڑا کافر مرا ہے اس لئے یہ آندھی چلی ہے۔"

جب مسلمان مدینہ طیبہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس روز رفاعہ ہلاک ہوا تھا۔

ایک روز یہ لوگ مسجد شریف میں جمع ہوئے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا کہ وہ آپس میں کھسر پھسر کر رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ بول رہے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ لپٹے ہوئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کو کان سے پکڑ کر دھکے دے کر مسجد سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابو ایوب اپنے ہم قبیلہ عمرو بن قیس کو اس کے پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے گئے اور اسے مسجد سے باہر کر دیا وہ ملعون کہہ رہا تھا۔ اے ابو ایوب! کیا تم مجھے بنی ثعلبہ کے مربد سے باہر نکال رہے ہو۔ یہ وہ شخص تھا جو عہد جاہلیت میں بنی نجار کے بتوں کی دیکھ بھال کیا کرتا تھا اس کو باہر پھینکنے کے بعد حضرت ابو ایوب ایک دوسرے منافق رافع بن ربیعہ النجاری کی طرف متوجہ ہوئے یہ بھی ان کے قبیلہ کا فرد تھا اور اس کی چادر سے اس کو گھسیٹا فَلَبَّبَهُ بِرِدَائِهٖ۔ ثُمَّ نَتَرَهُ نَتْرًا شَدِيْدًا اور اس کے چہرے پر خوب طمانچے مارے۔ اور اس کو مسجد سے نکال دیا۔ آپ اسے کہہ رہے تھے "اُفٍّ لَّكَ

ھُنَافِقًا خَبِیْثًا" اے خبیث منافق تجھ پر ہلاکت ہو۔

ایک دوسرے صحابی عمارہ بن حزم، زید بن عمرو منافق کی طرف لپکے۔ اس کی بڑی لمبی داڑھی تھی اس کی داڑھی پکڑلی۔ پھر اس کو سختی سے کھینچتے ہوئے لے گئے اور مسجد سے باہر نکال دیا۔ اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی سے اسے سینے میں دھکا دیا وہ منہ کے بل گر پڑا وہ کہہ رہا تھا۔ اے عمارہ! تونے مجھے زخمی کر دیا حضرت عمارہ نے کہا۔

اَبْعَدَكَ اللّٰهُ يَا مُنَافِقُ فَمَا اَعَدَّ اللّٰهُ لَكَ مِنَ الْعَذَابِ اَشَدُّ
مِنْ ذٰلِكَ وَلَا تَقْرَبَنَّ مَسْجِدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"اے منافق! اللہ تجھے ہلاک کرے۔ جو عذاب اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے تیار کر رکھا ہے وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ خبردار! آج کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد کے نزدیک بھی نہ پھٹکنا۔"

ایک اور صحابی ابو محمد مسعود ابن اوس جو بدری تھے۔ وہ قیس بن عمرو بن سہل، منافق پر جھپٹے۔ وہ نوجوان تھا اور منافقوں میں یہی ایک نوجوان تھا اس کے علاوہ سارے بوڑھے تھے آپ نے اس کو پیچھے سے دھکے دیتے ہوئے مسجد سے باہر نکال دیا۔

بنی خدرہ سے ایک مسلمان کھڑا ہوا وہ حارث بن عمرو منافق پر جھپٹا۔ اس کے سر پر بڑے خوبصورت بالوں کا گچھا تھا۔ اس بالوں کے گچھے سے اسے پکڑا اور زمین پر اسے سختی سے گھسیٹتے ہوئے لے گیا اور مسجد سے باہر نکال دیا۔ حارث نے کہا۔ تم نے مجھ پر بڑی سختی کی ہے اس مسلمان نے جواب دیا اے اللہ کے دشمن! تم اسی کے سزاوار تھے۔ تو پلید ہے۔ آج کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے قریب ہرگز نہ آنا۔ بنی عمرو بن عوف کا ایک شخص اپنے بھائی زوی بن الحارث منافق کی طرف گیا اور بڑی شدت سے دھکے دیتے ہوئے اور ملامت کرتے ہوئے اس کو مسجد سے نکال دیا۔ اسے کہا کہ شیطان نے تجھ پر غلبہ پالیا ہے اور تو اس کا بندہ بے دام بن کر رہ گیا ہے۔

منافقین کا گروہ اپنی عیاری میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دل آزاری کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ اور رات دن مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور اسلام کو نابود کرنے کے لئے سوچ بچار میں غرق رہتے تھے ان کے تفصیلی حالات اپنے موقع پر بیان کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اوس وخزرج کے منافقین

ان دو قبائل نے اسلام کی سربلندی کے لئے جس بے مثال کردار کا مظاہرہ کیا۔ جس مالی ایثار، اور جانی قربانیوں کا نذرانہ بارگاہ رب العزت میں پیش کیا وہ اظہر من الشمس ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو انصار کے معزز لقب سے ملقب کیا۔ لیکن ان میں بھی چند ایسے ازلی بدبخت تھے جنھوں نے بظاہر تو اسلام قبول کر لیا تھا لیکن ان کے باطن کفر و شرک کی عفونتوں سے بھرے ہوئے تھے۔ ان میں سے چند بدنصیبوں کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔

اوس:۔ جُلَاسُ بنُ سُوَیدِ بنِ الصَّامِت

یہ بھی منافقوں کا سرغنہ تھا۔ جنگ تبوک میں اس نے شرکت نہیں کی بلکہ گھر بیٹھا رہا۔ اور اس نے کہا تھا۔

لَئِنْ کَانَ ھٰذَا الرَّجُلُ صَادِقًا لَنَحْنُ شَرٌّ مِّنَ الْحُمُرِ

"اگر یہ شخص سچا ہے تو پھر ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔"

اس کی بیوی کا بیٹا حمیر بن سعد، سچا مسلمان تھا۔ اس کے باپ کے فوت ہونے کے بعد اس کی ماں نے جلاس سے نکاح کیا تھا۔ حمیر نے جب جلاس کی یہ بیہودہ بات سنی۔ تو اس نے کہا۔ بخدا اے جلاس! تو میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے اور سب سے زیادہ میرے نزدیک معزز ہے اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو مجھے انتہائی صدمہ ہوتا ہے۔ لیکن آج تو نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر میں نبی کریم تک یہ بات پہنچاؤں تو تم رسوا ہو جاؤ گے۔ اور اگر میں خاموش رہتا ہوں تو میرا دین غارت ہو جاتا ہے۔ تیرا رسوا ہونا مجھے گوارا ہے۔ لیکن میں اپنے دین کو برباد نہیں کر سکتا۔ حمیر گیا اور حضور کی خدمت میں جلاس نے جو کہا تھا اس کے بارے میں عرض کر دی۔ جلاس سے جب باز پرس کی گئی تو اس نے قسم اٹھا دی کہ میں نے ہرگز کوئی ایسی بات نہیں کہی۔ حمیر نے مجھ پر جھوٹی تہمت لگائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اس کا پردہ چاک کر دیا۔

یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَةَ الْکُفْرِ وَکَفَرُوْا بَعْدَ
اِسْلَامِھِمْ وَھَمُّوْا بِمَا لَمْ یَنَالُوْا وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا اَنْ اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ
وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَكُ خَیْرًا لَّھُمْ الآیة

"(منافق) قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ کی کہ انھوں نے یہ نہیں کہا حالانکہ یقیناً انھوں نے کہی تھی کفر کی بات اور انھوں نے کفر اختیار کیا اسلام لانے کے بعد۔ اور انھوں نے ارادہ بھی کیا ایسی چیز کا جسے وہ نہ پاسکے اور نہیں خشمناک ہوئے وہ مگر اس پر کہ غنی کر دیا انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل و کرم سے سو اگر وہ توبہ کرلیں تو یہ بہتر ہو گا ان کے لئے۔" (سورۃ التوبہ: ۷۴)

بعد میں اللہ تعالیٰ نے جلاس پر توبہ کا دروازہ کھولا۔ اس نے سچے دل سے توبہ کی اور اس پر مستحکم رہا۔

اسی قبیلہ کا ایک اور شخص نبتل بن حارث تھا۔ اس نے بارگاہ رسالت میں گستاخی کرتے ہوئے کہا تھا۔

إِنَّمَا مُحَمَّدٌ أُذُنٌ مَنْ حَدَّثَهُ شَيْئًا صَدَّقَهُ۔

"کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کانوں کے کچے ہیں ہر شخص کی بات مان لیتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کو اس گستاخ کی گستاخی گوارا نہ ہوئی فوراً یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔

"اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو اذیت (بد زبانی) سے اذیت دیتے ہیں نبی کریم کو اور کہتے ہیں یہ کانوں کا کچا ہے فرمایئے وہ سنتا ہے جس میں بھلا ہے تمہارا یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے مومنوں (کی بات) پر اور سراپا رحمت ہے ان کے لئے جو ایمان لائے تم میں سے جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

(سورہ التوبہ: ۶۱)

اسی کے بارے میں رحمت عالم نے فرمایا۔

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى الشَّيْطَانِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى نَبْتَلِ بْنِ الْحَارِثِ

"جو شخص شیطان کو دیکھنا پسند کرتا ہے اسے چاہئے کہ وہ نبتل بن حارث

کو دیکھ لے۔"

اس کا جسم بھاری بھر کم تھا۔ قد لمبا۔ رنگت سیاہ تھی بال بکھرے ہوئے اور آنکھیں سرخ تھیں ایک بار جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ کہ آپ کے پاس ایک شخص آکر بیٹھتا ہے فربہ جسم، پراگندہ مو۔ زرد چہرہ، سرخ آنکھیں۔ گویا تانبے کی دو ہانڈیاں ہیں اس کا جگر گدھے کے جگر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ وہ آپ کی باتیں سن کر منافقوں کو جاکر بتاتا ہے اس سے محتاط رہئے۔ (۱)

ابو عامر فاسق

اس نے زمانہ جہالت میں ہی رہبانیت اختیار کرلی تھی اور کمبل کا لباس پہنا کرتا تھا لوگ اس کے تارک الدنیا ہونے کی وجہ سے بڑی عزت اور احترام کیا کرتے تھے۔ نبی رحمت جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو اس کی ساری قوم نے اسلام قبول کرلیا۔ لیکن اس نے اپنے لئے کفر کو پسند کیا۔ ایک دن حضور پرنور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ یہ کون سادین ہے جسے لے کر آپ آئے ہیں۔ رحمت عالم نے فرمایا۔ میں ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف کو لے کر آیا ہوں۔ وہ کہنے لگا دین ابراہیمی پر تو میں ہوں۔ حضور نے فرمایا تو اس دین پر نہیں ہے۔ وہ بولا یا محمد۔ آپ نے اس دین حنیف میں ایسی چیزیں داخل کر دی ہیں جن کا اس دین سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ سرکار دوعالم نے فرمایا میں نے کوئی غیر چیز اس میں داخل نہیں کی۔ میں نے اس کو ساری آلائشوں سے پاک صاف کرکے پیش کیا ہے۔ اس بدبخت کی زبان سے نکلا۔

اَلْکَاذِبُ اَمَاتَہُ اللّٰہُ طَرِیْدًا غَرِیْبًا وَحِیْدًا

"کہ جھوٹے کو اللہ تعالیٰ اپنے اہل وعیال سے دور غریب الوطنی میں تنہا موت دے۔"

اس کا اشارہ سرور عالم کی طرف تھا۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَجَلْ فَمَنْ کَذَبَ یَفْعَلُ اللّٰہُ ذٰلِکَ بِہٖ

"بے شک جو جھوٹ بولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ یہی سلوک کرے۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ کچھ عرصہ بعد اپنے دس پندرہ عقیدت

ا۔ الاکتفاء، جلد ا، صفحہ ۴۷۸

منددوں کو لے کر وہ مدینہ طیبہ کو چھوڑ کر مکہ چلا گیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو راہب نہ کہا کرو بلکہ فاسق کہا کرو۔
کچھ عرصہ بعد جب مکہ مکرمہ پر اسلام کا پرچم لہرا دیا گیا تو وہاں سے بھاگ کر طائف پہنچا۔
جب اہل طائف نے اسلام قبول کر لیا تو وہاں سے بھاگ کر شام چلا گیا۔ وہاں ہی اپنے اہل و عیال سے دور غریب الوطنی میں کسمپرسی کی حالت میں ہلاک ہو گیا۔ اور جو دعا خود اس نے مانگی تھی جس پر سرکار نے آمین فرمائی تھی وہ قبول ہوئی۔ اور دنیا کو معلوم ہو گیا کہ جھوٹا کون ہے تارک الدنیا ہونے کی وجہ سے جو عزت اور احترام لوگوں کے دلوں میں اس کے بارے میں پیدا ہوا تھا وہ اس کے لئے حجاب ثابت ہوا۔ اور اسلام کی نعمت سے محرومی کا باعث بنا۔ (۱)

خزرج

عبداللہ بن ابی بن سلول، جو رئیس المنافقین کے لقب سے مشہور ہے وہ اسی قبیلہ کا ایک بدبخت اور بدنصیب فرد ہے۔ یہ بلند قامت، وجیہہ، اور باثر شخصیت کا مالک تھا۔ اوس اور خزرج دونوں قبیلوں نے اس کی سیادت کو تسلیم کر لیا تھا۔ وہ اسے اپنا متفقہ حکمران بنانا چاہتے تھے زرگر کو کہہ دیا گیا تھا کہ وہ اس کے لئے ایک تاج بنائے تاکہ ایک تقریب میں اس کی تاج پوشی کی رسم ادا کی جائے۔ اسی اثناء میں مطلع نبوت وہدایت کا آفتاب عالمتاب طلوع ہوا۔ جس کے نور سے لوگوں کے قلوب واذہان روشن ہو گئے۔ اور عبداللہ بن ابی کی بادشاہی کے اعلان کے لئے جو تقریب منعقد ہونے والی تھی وہ ہمیشہ کے لئے منسوخ کر دی گئی۔ اس سے اس کو انتہائی صدمہ تھا۔ اس کے سارے قبیلہ نے کیونکہ اسلام قبول کر لیا تھا اس لئے اس نے بھی مجبوراً اسلام قبول کیا لیکن اس کے دل میں حسد کی آگ ہمیشہ سلگتی رہتی تھی۔ غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر یہی وہ بدبخت آدمی تھا جس نے یہ کہا تھا۔

يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۔ (۸:۶۳)

"منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر گئے مدینہ میں تو نکال دیں گے عزت والے وہاں سے ذلیلوں کو۔"

اسامہ بن زید، بیان کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ ایک دفعہ بیمار ہو گئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جس گدھے پر حضور سوار تھے اس پر زین کسی

۱۔ الاکتفاء، جلد ا، صفحہ ۴۸۲

ہوئی تھی اور اس پر فدک کا بنا ہوا ایک کپڑا ڈالا ہوا تھا۔ اور اس کی باگ کھجور کے چھتوں سے بنی ہوئی تھی اور حضور نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا ہوا تھا۔ سرکار دو عالم عبداللہ بن ابی کے پاس سے گزرے اس کے ارد گرد اس کے قبیلہ کے چند آدمی بیٹھے تھے۔ حضور نے جب اسے دیکھا تو یونہی گزر جانا مناسب خیال نہ فرمایا بلکہ اپنی سواری سے اترے اور اسے سلام فرمایا اور اس کے پاس کچھ وقت کے لئے بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی چند آیتیں تلاوت کیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اس کے ذکر کی تلقین کی۔ پھر نافرمانی سے ڈرایا۔ بشارتیں دیں۔ اور عذاب الٰہی سے خبردار کیا۔

عبداللہ، چپ چاپ۔ گم صم ہو کر بیٹھا رہا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے ارشادات سے فارغ ہوئے تو عبداللہ نے کہا۔

يَا هٰذَا اِنَّهُ لَا اَحْسَنَ مِنْ حَدِيْثِكَ هٰذَا اِنْ كَانَ حَقًّا۔ فَاجْلِسْ فِيْ بَيْتِكَ فَمَنْ جَاءَكَ فَحَدِّثْهُ اِيَّاهُ وَمَنْ لَمْ يَأْتِكَ فَلَا تَغُتَّهُ بِهٖ وَلَا تَأْتِهٖ فِيْ مَجْلِسِهٖ بِمَا يَكْرَهُ۔

"اے جناب! آپ کی یہ بات اگرچہ حق ہے لیکن گفتگو کا یہ طریقہ پسند نہیں آپ اپنے گھر میں بیٹھیں جو شخص آپ کے پاس آئے اسے آپ اپنی بات سنائیں اور جو شخص آپ کے پاس نہ آئے اس کے پاس جا کر نہ گھسیں اور اس کی مجلس میں جا کر اسے ایسی بات نہ سنائیں جس کو وہ پسند نہیں کرتا۔"

حضرت عبداللہ ابن رواحہ اس کی اس گستاخی کو برداشت نہ کر سکے اور عرض کی۔

بَلٰى فَاغْشَنَا بِهٖ وَائْتِنَا فِيْ مَجَالِسِنَا وَدُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا۔ فَهُوَ وَاللّٰهِ مَا نُحِبُّ وَمَا اَكْرَمَنَا اللّٰهُ بِهٖ وَهَدَانَا لَهٗ

"آپ بصد شوق ہمارے ہاں تشریف لائیں ہماری مجلسوں میں قدم رنجہ فرمائیں ہمارے گھروں اور مکانوں کو اپنی آمد سے شرف بخشیں۔ بخدا یہ ایسی چیز ہے جس کو ہم پسند کرتے ہیں یہ وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہماری عزت افزائی کی ہے اور ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشی ہے۔"

حضور وہاں سے اٹھ کر سعد بن عبادہ کے پاس مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے اور اللہ کے دشمن نے جو بات کہی تھی اس پر ناگواری کا اثر رخ انور پر نمایاں تھا۔ حضرت سعد نے دیکھا تو عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ مجھے حضور کے رخ اقدس پر ناگواری کے آثار نظر آ رہے ہیں شاید

حضور نے کوئی ایسی بات سنی ہے جو حضور کو ناپسند ہے حضور نے فرمایا بے شک پھر ابن ابی کی بات انہیں سنائی حضرت سعد نے عرض کی یا رسول اللہ! اس بات پر رنجیدہ نہ ہوں بخدا! اللہ تعالیٰ حضور کو ہمارے پاس لے آیا اس سے پہلے تو ہم اس کی تاج پوشی کے لئے تاج بنوا رہے تھے وہ دیکھتا ہے کہ حضور نے اس سے اس کی بادشاہی چھین لی ہے اس لئے وہ پیچ و تاب کھاتا ہے اور ایسی ناشائستہ باتیں کرتا ہے۔ (۱)

۱۔ الاکتفاء، جلد ۱، صفحہ ۴۸۰۔ ۴۸۳

کاروانِ عشق وایثار
سرفروشی اور جاں سپاری
کی کٹھن وادی میں
ANSARI

کاروانِ عشق و ایثار
سرفروشی اور جاں سپاری کی کٹھن وادی میں

لات و منات، جن کی خدائی کا ڈنکا عرب میں صدیوں سے بج رہا تھا۔ ان کو پائے استحقار سے ٹھکرا کر خداوند ذوالجلال کی بارگاہ صمدیت میں سربسجود ہونا۔ کفر و شرک کے پرستاروں کے نزدیک ناقابل عفو جرم تھا۔ غلامان مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ واجمل الثنا سے یہی جرم سرزد ہوا تھا جس نے مکہ کے رئیسوں کو نعل در آتش کر دیا تھا۔ ان لوگوں نے ایک خدا پر ایمان لا کر صرف ان رئیسوں کے خداؤں کا انکار ہی نہیں کیا تھا بلکہ ان کی سیادت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ سارا مکہ فرط غیظ و غضب سے آتش کدہ نمرود کی طرح بھڑک اٹھا تھا۔ انہوں نے مٹی اور لکڑی کے بنے ہوئے اپنے اندھے بہرے خداؤں کی عظمت و جلال کی قسم کھائی تھی کہ وہ ان مسلمانوں کو ایسی اذیت ناک سزائیں دیں گے کہ ان کا دماغ درست ہو جائے گا۔ وہ مجبور ہو کر اپنے آباؤ اجداد کے معبودوں کی پرستش کرنے لگیں گے۔

شمع توحید کے ان دل باختہ پروانوں کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک روا رکھا گیا ان کے بارے میں آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔ عام لوگوں پر جو مشق ستم کی جاتی اس کا تو ذکر ہی کیا بڑے بڑے متمول اور رئیس خاندانوں میں سے اگر کوئی نوجوان باطل سے دل برداشتہ ہو کر حق کا دامن پکڑ لیتا تو اس کے بڑے بوڑھے اس پر ظلم و ستم کی حد کر دیتے۔ خاندان بنوامیہ کے روشن چراغ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ان کے چچا کا یہ معمول تھا کہ جانور کے کچے بدبودار چمڑے میں انہیں لپیٹ کر دھوپ میں ڈال دیتا۔ نیچے سے تانبے کی طرح تپتی ہوئی ریت، اوپر سے عرب کے سورج کی آتشیں کرنیں۔ اس پر کچے چمڑے کی بدبو ایک عذاب میں اس بڈھے نے بیسیوں عذابوں کو یکجا کر دیا تھا۔ اس طرح اپنے سگے بھتیجے پر وہ دل کی بھڑاس نکالتا پھر بھی دل سیر نہ ہوتا۔

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات بھی ان کی لرزہ خیز ستم

کیشیوں سے مستثنیٰ نہ تھی۔ آوازے کسنا، پھبتیاں اڑانا، طرح طرح کے جھوٹے الزامات لگا کر دل دکھانا، راستے میں کانٹے بچھانا حرم پاک میں سجدہ کی حالت میں حضور کی مبارک گردن پر بدبودار اوجھ اٹھا کر ڈال دینا۔ پھر اس پر خوش ہونا اور ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوتے رہنا۔ یہ ان کا روز کا معمول تھا۔ طائف کی شاہراہوں پر اس مرقع حسن و دلبری پر جس بے دردی سے انہوں نے سنگ باری کی۔ شعب ابی طالب میں تین سال کی طویل مدت تک حضور اور حضور کے خاندان کا محاصرہ اور قطع تعلقات ان کی روح فرسا تفصیلات پڑھ کر کون سا دل ہے جو اشکبار نہ ہو جاتا ہوگا۔

جور و ستم کا یہ جانکاہ سلسلہ ہفتہ دو ہفتہ، یا سال دو سال تک جاری نہیں رہا۔ بلکہ پورے تیرہ سال ان جانگداز حالات کا نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہ کو سامنا کرنا پڑا۔ وہ ظلم کرتے رہے اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول اور اس کے اولوالعزم صحابہ بے مثال صبرو استقامت کا مظاہرہ کرتے رہے کبھی کوئی جوابی کارروائی نہیں کی، کبھی ان کی سنگدلی کے جواب میں تلخ نوائی تک نہیں کی۔ ادھر سے جور و جفا کی انتہا ہو رہی تھی اور ادھر سے پیکران تسلیم و رضا صبر و استقامت کے پہاڑ بن کر انہیں برداشت کر رہے تھے۔

ایک دفعہ حضرات عبدالرحمٰن بن عوف، مقداد بن اسود، قدامہ بن مظعون، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنہیں کفار مکہ طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

يَا رَسُولَ اللّٰهِ كُنَّا فِي عِزَّةٍ وَنَحْنُ مُشْرِكُونَ فَلَمَّا اٰمَنَّا صِرْنَا اَذِلَّةً فَائْذَنْ لَنَا فِي قِتَالِ هٰؤُلَاءِ فَيَقُولُ لَهُمْ كُفُّوا اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ فَاِنِّي لَمْ اُؤْمَرْ بِقِتَالِهِمْ

"یا رسول اللہ! جب ہم مشرک تھے تو ہم عزت و آبرو کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور جب سے ہم ایمان لے آئے ہیں انہوں نے ہمیں ذلیل کر دیا ہے ہمیں ان سے جنگ کرنے کی اجازت مرحمت فرمایئے۔ حضور نے فرمایا اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو ابھی تک مجھے ان سے جنگ کرنے کی اجازت نہیں ملی۔" (۱)

کئی صحابہ جن کو مشرکین زدوکوب سے زخمی کر دیتے تھے۔ ان کے سرپھٹے ہوتے تھے اور

۱۔ سیرت زینی دحلان، جلد ا، صفحہ ۳۵۳

ہڈیاں ٹوٹی ہوتی تھیں وہ بھی کفار کے ان مظالم پر احتجاج کرتے ہوئے ان سے لڑائی کرنے کی اجازت طلب کرتے تو حضور انہیں فرماتے۔

اِصْبِرُوْا فَاِنِّیْ لَمْ اُؤْمَرْ بِالْقِتَالِ۔

"صبر کرو ابھی مجھے جنگ کرنے کی اجازت نہیں ملی۔"

جب اہل مکہ کے جبر وتشدد کی انتہا ہوگئی تو اللہ تعالی نے اپنے حبیب کو اور آپ پر ایمان لانے والوں کو یثرب کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ اسلام کے جاں نثاروں کو جیسے جیسے موقع ملتا رہا وہ چھپتے چھپاتے ہجرت کرکے یثرب روانہ ہوتے رہے۔ انہیں خیال تھا کہ اپنے وطن عزیز، اپنے مال ومنال اپنے اہل وعیال کو پیچھے چھوڑ کر تین سو میل دور واقع شہر یثرب میں پہنچ کر انہیں چین کا سانس لینا نصیب ہوگا اور امن وسکون کے ساتھ وہ زندگی بسر کر سکیں گے اور اہل مکہ کے غضب وعناد کے مشتعل جذبات میں اعتدال رونما ہوگا اور وہ ان کے بارے میں اپنی موجودہ روش کو ترک کر دیں گے۔ لیکن صد حیف! کہ ایسا نہ ہوا۔ انہوں نے مکہ میں بیٹھ کر یثرب کے ان لوگوں سے اپنا رابطہ قائم کیا جو دل سے مسلمانوں کے بدخواہ تھے جن میں عبداللہ بن ابی اور اس کے حواری، اور یہودی قبائل، ایسے عناصر تھے جن کو وہ بآسانی مسلمانوں کے خلاف استعمال کر سکتے تھے۔ عبداللہ بن ابی کے دل میں اسلام کی عداوت کا جذبہ اپنے جوبن پر تھا۔ جس کی وجہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں سب سے پہلے انہوں نے اس سے رابطہ قائم کیا۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں ایک حدیث مروی ہے جس کے مطالعہ سے ساری صورت حال آپ پر واضح ہو جائے گی۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحٰبِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ کُفَّارَ قُرَیْشٍ کَتَبُوْا اِلَی ابْنِ اُبَیٍّ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ مَعَهُ الْاَوْثَانَ مِنَ الْاَوْسِ وَالْخَزْرَجِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَئِذٍ بِالْمَدِیْنَةِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ، اِنَّکُمْ اٰوَیْتُمْ صَاحِبَنَا وَاِنَّا نُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَتُقَاتِلُنَّهٗ اَوْ لَتُخْرِجُنَّهٗ وَلَنَسِیْرَنَّ اِلَیْکُمْ بِاَجْمَعِنَا حَتّٰی نَقْتُلَ مُقَاتِلَتَکُمْ وَنَسْتَبِیْحَ نِسَآءَکُمْ۔

فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَیٍّ وَمَنْ کَانَ مَعَهٗ مِنْ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ اجْتَمَعُوْا لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُمْ فَقَالَ لَقَدْ بَلَغَ وَعِيْدُ قُرَيْشٍ مِنْكُمُ الْمَبَالِغَ مَا كَانَتْ تَكِيْدُكُمْ بِاَكْثَرَ مِمَّا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَكِيْدُوْا بِهٖ اَنْفُسَكُمْ۔ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تُقَاتِلُوْا اَبْنَاءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ فَلَمَّا سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفَرَّقُوْا۔

"امام زہری۔ عبدالرحمٰن بن کعب سے روایت کرتے ہیں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے یہ روایت سنی کہ کفار قریش نے عبداللہ بن ابیّ (رئیس المنافقین) اور اوس وخزرج قبیلوں کے ان لوگوں کی طرف جو ابھی تک بت پرست تھے۔ یہ خط اس وقت لکھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف فرما تھے اور ابھی غزوہ بدر نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے لکھا کہ تم نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ اور ہم اللہ کی قسم کھا کر تمہیں کہتے ہیں کہ یا تو تم ان سے جنگ کرو۔ یا ان کو وہاں سے نکال دو ورنہ ہم لشکر جرار لے کر تمہاری طرف کوچ کریں گے۔ تمہارے جنگ جو جوانوں کو تہ تیغ کردیں گے تمہاری عورتوں کو اپنی لونڈیاں بنالیں گے۔ جب یہ پیغام عبداللہ بن ابیّ اور اسکے مشرک حواریوں کو پہنچا تو انہوں نے باہمی مشورہ سے یہ فیصلہ کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کریں گے۔

اس کی اطلاع جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی۔ تو حضور ان کو ملنے کے لئے ان کے پاس تشریف لے آئے اور انہیں فرمایا۔ کہ اگر قریش کی دھمکی سے مرعوب ہو کر تم ہمارے ساتھ جنگ کروگے۔ تو تمہیں زیادہ نقصان پہنچے گا بنسبت اس کے کہ تم اہل مکہ کے ساتھ جنگ کرو۔ کیونکہ وہ تمہارے رشتہ دار نہیں۔ تمہارے قبیلہ کے افراد نہیں ان سے لڑائی کے وقت تم انہیں قتل کرو تو تم اغیار کو قتل کروگے لیکن اگر ہمارے ساتھ جنگ کروگے تو تمہیں اپنے بیٹوں۔ اپنے بھائیوں اور اپنے عزیز واقارب جو مسلمان ہو چکے ہیں ان سے جنگ کرنا پڑے گی اس طرح تم اپنے بیٹوں بھائیوں اور رشتہ داروں کو قتل کروگے۔ تم خود سوچ لو کہ تمہارے لئے

کون سا راستہ بہتر ہے۔ اس ارشاد نبوی کا ایسا اثر ہوا کہ وہ سب لوگ منتشر ہو گئے۔" (۱)

اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کا منصوبہ ناکام ہو گیا اہل مکہ نے یثرب کے اسلام دشمن عناصر سے ساز باز کر کے ایسی صورت حال پیدا کر دی تھی کہ اگر رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم موقع پر پہنچ کر اپنے کلام معجز نظام سے ان پر حقیقت کو آشکارا نہ کرتے تو کسی وقت بھی وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو سکتے تھے۔

قریش مکہ نے اس ناکامی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے مفسدہ پرداز رئیسوں نے ایک اور خطرناک چال چلی۔ انہیں معلوم تھا کہ یہود کی ایک کثیر تعداد وہاں سکونت پذیر ہے علمی اور معاشی لحاظ سے ان کو یثرب کے معاشرہ میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ اور وہ بھی دل سے مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں ان کی اس اسلام دشمنی سے فائدہ اٹھانے کے لئے انہوں نے یثرب کے یہودی قبائل سے رابطہ قائم کیا اور انہیں برانگیختہ کیا کہ وہ مسلمانوں سے برسرپیکار ہوں اور انہیں وہاں سے نکل جانے پر مجبور کریں۔

اس روایت میں ان کی اس سازش کا حال بھی بیان کیا گیا ہے آپ ملاحظہ فرمائیے۔

فَبَلَغَ ذٰلِكَ كُفَّارَ قُرَيْشٍ فَكَتَبَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ إِلَى الْيَهُوْدِ إِنَّكُمْ أَهْلُ الْحَلْقَةِ وَالْحُصُوْنِ وَإِنَّكُمْ لَتُقَاتِلُنَّ صَاحِبَنَا أَوْ لَنَفْعَلَنَّ كَذَا وَلَا يَحُوْلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَدَمِ نِسَآءِكُمْ شَيْءٌ۔

"یہ خبر کفار قریش کو پہنچی تو انہوں نے واقعہ بدر کے بعد یہودیوں کو یہ خط لکھا۔ کہ تم اسلحہ کے ذخائر اور قلعوں کے مالک ہو۔ تمہیں چاہئے کہ ہمارے اس آدمی کے ساتھ تم جنگ کرو۔ ورنہ ہم تم پر حملہ آور ہوں گے۔ پھر ہمارے درمیان اور تمہاری عورتوں کے پازیبوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہو سکے گی۔"

یعنی وہی دھمکی جو انہوں نے عبداللہ بن ابی کو دی تھی اسی کو یہاں بھی دہرایا کہ ہم تم پر حملہ آور ہوں گے تمہارے جوانوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو اپنی لونڈیاں بنالیں گے یہودیوں کے بنو نضیر قبیلہ کو جب یہ دھمکی آمیز خط ملا۔ اگرچہ اس سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہوں نے دوستی کا معاہدہ کیا ہوا تھا لیکن انہوں نے اتفاق رائے سے اس معاہدہ

۱۔ سنن ابی داؤد، جلد ۲، صفحہ ۶۷

کو پس پشت ڈال دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا۔

أُخْرُجْ إِلَيْنَا فِي ثَلَاثِيْنَ رَجُلًا مِّنْ أَصْحَابِكَ وَلْيَخْرُجْ مِنَّا ثَلَاثُوْنَ حَبْرًا حَتّٰى نَلْتَقِيَ بِمَكَانِ الْمُنْصَفِ وَيَسْمَعُوْا مِنْكَ فَإِنْ صَدَّقُوْكَ وَآمَنُوْا بِكَ آمَنَّا بِكَ۔

"آپ اپنے تیس اصحاب کو لے کر آئیے ہم بھی اپنے تیس عالموں کو ساتھ لے آئیں گے اور فلاں مقام پر دونوں فریق اکٹھے ہوں گے۔ ہمارے علماء آپ کی بات سنیں گے اگر انہوں نے آپ کی بات کی تصدیق کر دی اور آپ پر ایمان لے آئے تو ہم بھی آپ پر ایمان لے آئیں گے۔"

حضور نے مجمع عام میں یہودیوں کے اس پیغام کے بارے میں اعلان کر دیا۔

دوسرے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج لے کر آئے اور بنی نضیر کا محاصرہ کر لیا اور انہیں فرمایا بخدا جب تک تم میرے ساتھ معاہدہ نہ کرو میں تمہیں امن نہیں دوں گا۔ لیکن انہوں نے معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ اس روز ان سے جنگ ہوئی دوسری صبح حضور نے بنی قریظہ کی بستی پر اپنے لشکر سمیت چڑھائی کی اور انہیں معاہدہ کرنے کی دعوت دی چنانچہ وہ معاہدہ کرنے پر رضامند ہو گئے وہاں سے فارغ ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر بنی نضیر کی بستی کی طرف تشریف لے آئے اور ان سے جنگ کی۔ یہاں تک کہ انہوں نے مدینہ طیبہ سے جلاوطن ہونے پر رضامندی ظاہر کر دی۔ چنانچہ بنو نضیر یثرب کو ترک کر کے چلے گئے انہوں نے اپنا سامان، اپنے اونٹوں پر لادا ہوا تھا یہاں تک کہ اپنے مکانوں کے دروازے اور لکڑیاں بھی وہ اٹھا کر لے گئے۔

اس طرح اہل مکہ کی یہ کوشش بھی رائیگاں گئی اور ان کی اس سازش کو بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا یہاں تک جتنے عربی جملے لکھے گئے ہیں یہ سب اسی روایت کا حصہ ہیں جو سنن ابو داؤد سے نقل کی گئی ہے۔ (۱)

ان کی اسلام دشمنی یہاں آکر ہی ختم نہیں ہوئی بلکہ انہوں نے مسلمانوں کو براہ راست یہ دھمکی آمیز خط لکھا۔

مسلمانو! تم خوش نہ ہو کہ تم ہمارے چنگل سے نکل کر وہاں پہنچ گئے ہو جہاں تم آزادی سے زندگی بسر کر سکتے ہو۔ یاد رکھو ہم تمہاری بستی پر

ا۔ سنن ابو داؤد، جلد ۲، صفحہ ۶۷۔ ۶۸

چڑھائی کریں گے اور تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے سب کو تہ تیغ کر کے رہیں گے۔

اور ان کی یہ دھمکیاں جو بلاشبہ اعلان جنگ تھیں خفیہ طور پر نہیں تھیں بلکہ وہ علے الاعلان اپنے ان جذبات اور خیالات کا اظہار کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مکہ گئے اور انہوں نے امیہ بن خلف کے پاس جا کر قیام کیا یہ دونوں باہم دیرینہ دوست تھے۔ امیہ جب سفر تجارت پر جاتا اور اس کا گزر مدینہ سے ہوتا تو وہ حضرت سعد کے پاس ٹھہرا کرتا اور حضرت سعد جب مکہ مکرمہ آتے تو امیہ کے ہاں آ کر قیام کرتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد حضرت سعد عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ آئے اور حسب سابق امیہ کے مہمان بنے۔ ایک دن آپ نے امیہ کو کہا اُنْظُرْلِیْ سَاعَۃَ خَلْوَۃٍ لَعَلِّیْ اَطُوْفُ بِالْبَیْتِ کوئی ایسا وقت تجویز کرو جب حرم میں زیادہ بھیڑ نہ ہو، تاکہ میں بیت اللہ کا طواف کر لوں۔ امیہ دوپہر کے وقت انہیں لے کر حرم شریف گیا وہاں ابو جہل نے ان دونوں کو دیکھ لیا۔ اس نے امیہ سے پوچھا اے ابا صفوان! یہ تمہارے ساتھ کون ہے اس نے کہا یہ سعد بن معاذ ہیں۔ ابو جہل ان کا نام سن کر جل گیا کہنے لگا۔

اَلَا اَرَاكَ تَطُوْفُ بِمَكَّةَ اٰمِنًا وَقَدْ اٰوَيْتُمُ الصُّبَاةَ وَزَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ تَنْصُرُوْنَهُمْ وَتُعِيْنُوْنَهُمْ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنَّكَ مَعَ اَبِيْ صَفْوَانَ مَارَجَعْتَ اِلٰى اَهْلِكَ سَالِمًا۔

”میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ تم مکہ میں امن کے ساتھ طواف کر رہے ہو حالانکہ تم نے ان بے دینوں کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے اور تم یہ خیال کرتے ہو کہ بوقت ضرورت تم ان کی امداد کرو گے تم ان کی اعانت کرو گے۔ خدا کی قسم! اگر تم ابو صفوان یعنی امیہ کے ہمراہ نہ ہوتے تو تم زندہ اپنے گھر واپس نہ جا سکتے۔“

حضرت سعد بھی مرعوب ہونے والے نہ تھے آپ نے بلند آواز سے ابو جہل کو کہا۔ اگر تم مجھے کعبہ کا طواف کرنے سے روکو گے بخدا میں تمہیں اس چیز سے روکوں گا جو تمہارے لئے ناقابل برداشت ہوگی یعنی مدینہ سے تمہارا راستہ بند کر دوں گا۔

امیہ پاس کھڑا یہ گفتگو سن رہا تھا جب حضرت سعد نے ابو جہل کو بلند آواز سے ترکی بہ ترکی جواب دیا تو وہ کہنے لگا۔

لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ يَا سَعْدُ عَلٰى اَبِی الْحَكَمِ فَاِنَّهٗ سَيِّدُ اَهْلِ الْوَادِیْ

"اے سعد! ابوالحکم کو بلند آواز سے جواب نہ دو۔ وہ اس ساری وادی کے باشندوں کا سردار ہے۔"

سعد نے جوش سے جواب دیا۔

دَعْنَا عَنْكَ يَا اُمَيَّةُ۔ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهُمْ قَاتِلُوْكَ

"اے امیہ! ایسی باتیں رہنے دو۔ خدا کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔"

اس نے پوچھا کیا مکہ میں۔ سعد نے کہا "لَا اَدْرِیْ" مجھے اس بات کا علم نہیں۔

یہ سن کر امیہ کے حواس باختہ ہو گئے اپنے گھر آیا۔ اور اپنی بیوی سے کہنے لگا۔ اے صفوان کی ماں! تم نے سنا جو میرے بارے میں سعد نے کہا ہے۔ اس نے پوچھا۔ اس نے تمہارے بارے میں کیا کہا ہے۔ امیہ نے کہا اس نے بتایا ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے انہیں بتایا کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ بخدا! میں آج کے بعد مکہ سے باہر نہیں نکلوں گا۔ (۱)

ان حالات میں کیا مسلمان ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہتے اور اپنی آنکھوں سے دیکھا کرتے کہ کس طرح مخالفت کی تند آندھیاں اٹھتی ہیں اور شمع اسلام کو گل کر کے چلی جاتی ہیں۔ کس طرح طوفان امڈ کر آتے ہیں اور ان کے نخل آرزو کو جڑوں سے اکھیڑ کر پھینک دیتے ہیں۔ مسلمان اس طبیعت کے لوگ نہ تھے۔ انہیں زندہ رہنا تھا صرف اپنے لئے نہیں بلکہ ساری گم کردہ راہ، اولاد آدم کے لئے۔ تاکہ دنیا کا گوشہ گوشہ نور محمدی سے منور ہو جائے اس لئے اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے حضور کریم رحمت للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ضروری اقدامات فرمائے سب سے پہلے مدینہ طیبہ میں آباد مختلف قبائل اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو ایک دستور کا پابند کر کے کمال حکمت سے اندرونی اضطراب پر قابو پانے کی کامیاب کوشش فرمائی۔ اس کے بعد کفار مکہ کو ان کے معاندانہ رویہ سے باز رکھنے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف انہیں سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے روکنے کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ اس کا آسان اور مؤثر طریقہ یہ تھا کہ ان کی تجارتی شاہراہ پر اپنی گرفت مضبوط کی جائے۔ جو بحر احمر کے کنارے کنارے یمن سے شام کی طرف جاتی تھی۔ جس پر اہل مکہ اہل طائف اور دوسرے

ا۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۳۸۴۔ ۳۸۵

قبائل کے تجارتی کارواں اپنا بیش قیمت سامان لے کر جاتے تھے۔ مال تجارت سے لدے ہوئے دو دو ہزار اونٹوں کے قافلے بیک وقت چلتے تھے۔ مشہور مستشرق سر نجر کے اندازہ کے مطابق اڑھائی لاکھ پونڈ کی تجارت تو صرف اہل مکہ کی تھی اور ان کی تمام تر معیشت اور خوش حالی کا انحصار اسی پر تھا۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے سب سے پہلے جہینہ، بنی ضمرہ، بنی مدلج وغیرہ قبائل سے دوستی کے معاہدے کئے جو اس شاہراہ کے اردگرد سکونت پذیر تھے اور مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہونے کی صورت میں قریش ان قبائل کو اور ان کے وسائل کو اہل اسلام کے خلاف استعمال کر سکتے تھے ان قبائل کو اپنے ساتھ ملانے کے بعد کفار مکہ کو مرعوب کرنے اور ان کو اپنی بالادستی کا احساس دلانے کے لئے گاہے گاہے چھوٹے چھوٹے دستے بھیجنے شروع کر دیئے۔

یہ ابتدائی فوجی مہمیں بظاہر بڑی مختصر ہوا کرتی تھیں۔ اور ان میں مجاہدین کی تعداد بہت قلیل ہوا کرتی تھی۔ کسی میں دس بارہ، کسی میں تیس چالیس، کسی میں اسی۔ ان مہموں میں جن میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم بذات خود شرکت فرمایا کرتے انھیں کتب سیرت میں غزوہ کہا جاتا ہے اور جن میں اپنے کسی صحابی کو امیر لشکر مقرر فرماتے اسے سریہ اور بعث کہا جاتا ہے۔ ان مہموں کے بھیجنے سے حضور کے متعدد مقاصد تھے۔

۱۔ حضور چاہتے تھے کہ مہاجرین مدینہ طیبہ کی پر امن فضا میں آباد ہو کر اپنے ان دشمنوں کو فراموش نہ کر دیں جنھوں نے برسہا برس ان پر جور و ستم کے پہاڑ توڑے ہیں ان کو اپنے گھروں سے نکالا ہے ان کے مکانات اور جائیدادوں پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے اور ہر وقت ان کے اس نشیمن پر بجلی بن کر گرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ مسلمان ہمیشہ ہوشیار رہیں اور آنے والے مشکل اوقات کے لئے ذہنی اور جسمانی طور پر مستعد رہیں۔

۲۔ ان پر کفار مکہ نے جو بے پناہ مظالم کئے تھے۔ اس سلسلہ میں بیرونی قبائل کی ہمدردیاں حاصل کرنا ضروری تھیں۔ اگر مظلوم خود ہی خاموش ہو جائے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے تو بیرونی لوگ ان سے دلچسپی لینا چھوڑ دیتے ہیں اس لئے ضروری تھا کہ مسلمان کفار پر چھاپے مارتے رہیں تاکہ لوگوں کی توجہ ان کی طرف مبذول رہے۔

۳۔ کفار مکہ کی افرادی قوت سے ٹکر لینے سے پہلے نبی رحمت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس بات کو ضروری سمجھتے تھے کہ ان کی معیشت پر ضرب کاری لگائی جائے تاکہ ان کے دماغوں میں دولت و ثروت کا جو غرور ہے اس کا توڑ ہو سکے۔

۴۔ کفار نے مہاجرین کے سارے اموال اور جائیدادوں پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا۔ اپنے مغصوبہ اموال کو واپس لینا، ان کا قانونی اور اخلاقی حق تھا اس لئے ان کے تجارتی کارروانوں پر چھاپا مارنے کے لئے یہ مہمیں روانہ کی جاتی تھیں۔ اگر مسلمان ان کی اس تجارتی شاہراہ پر قابض ہو جاتے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ اہل مکہ کو اس کے بجائے عراق کا راستہ اختیار کرنا پڑتا جو بڑا طویل اور دشوار گزار تھا۔

۵۔ قریش کو اپنی بہادری اور جنگی مہارت پر بڑا گھمنڈ تھا اس گھمنڈ کو توڑنے کے لئے بھی یہ فوجی مہمیں روانہ کی جاتی رہیں تاکہ انہیں مرعوب کیا جا سکے۔ اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ مہاجرین اس علاقہ کے جغرافیائی حالات سے پوری طرح آگاہ ہو جائیں اس کے میدان، اس کے نشیب و فراز، اس کی وادیاں اور اس کے پہاڑان تمام امور سے وہ پوری طرح واقف ہوں تاکہ اگر کفار سے جنگ کا موقع آئے تو مسلمان اس علاقہ سے پوری طرح باخبر ہوں۔ نیز مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کے لئے ان میں جرأت اور ہمت پیدا کرنے کے لئے بھی ان فوجی مہموں کا سلسلہ از بس مفید تھا چنانچہ ایک سریہ میں آپ پڑھیں گے کہ حضرت حمزہ کی قیادت میں جو دستہ بھیجا گیا اس کی تعداد صرف تیس تھی اور ان کے مقابلہ میں جو لشکر ابوجہل کی قیادت میں سامنے آیا اس کی تعداد تین سو تھی لیکن مسلمان اپنے سے دس گنا زیادہ تعداد سے ہرگز مرعوب نہیں ہوئے۔ بلکہ ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے صف بستہ ہو کر میدان میں نکل آئے اور جب مجدی بن عمرو نے صلح کرانے کی کوشش کی تو کفار نے اس کی اس پیشکش کو غنیمت سمجھا اور واپس آ گئے۔

ان مقاصد کے علاوہ ان مہموں سے کئی دیگر فوائد حاصل ہوئے۔

غزواتِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

نبی رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ کا اگرچہ ہر پہلو انتہائی اہم اور ہدایت بخش ہے لیکن کلمہ حق کو بلند کرنے کے لئے سرور عالم کی جدوجہد جسے جہاد یا غزوات سے تعبیر کیا جاتا ہے امت اسلامیہ کے سیاسی استحکام اور ترقی کے نقطہ نظر سے ازحد اہمیت کی حامل ہے۔

اس لئے خیر القرون کے اکابر امت نے اس موضوع پر بڑی توجہ دی ہے۔ وہ اپنی اولاد کو بھی سرفروشی۔ اور قربانی کے یہ محیّر العقول واقعات سناتے اور ازبر کراتے تھے۔ تاکہ اللہ کے نام کو بلند کرنے کے لئے اگر اپنے زمانہ کی طاغوتی قوتوں سے انہیں ٹکر لینی پڑے تو انہیں ذرا جھجک محسوس نہ ہو۔ اس راہ میں سروں کے نذرانے پیش کرنے پڑیں تو اپنے اسلاف کی طرح وہ بصد ذوق و شوق یہ سعادت حاصل کریں۔ اسی میں ان کی دنیوی زندگی کی کامرانی اور اخروی زندگی میں سرخروئی کا راز پنہاں ہے۔ خطیب بغدادی نے اپنی جامع میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت نقل کی ہے۔

كُنَّا نُعَلَّمُ مَغَازِيَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا نُعَلَّمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔

"کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی یوں پڑھائے جاتے تھے جس طرح ہمیں قرآن کریم کی کوئی سورت پڑھائی جاتی تھی۔"

یہ دونوں محدثین اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ كَانَ اَبِيْ يُعَلِّمُنَا مَغَازِيَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَعُدُّهَا عَلَيْنَا وَسَرَايَاهُ وَيَقُوْلُ يَا بُنَيَّ هٰذَا شَرَفُ اٰبَائِكُمْ فَلَا تُضَيِّعُوْا ذِكْرَهَا۔ وَفِيْ عِلْمِ الْمَغَازِيْ خَيْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

"اسماعیل فرماتے ہیں کہ میرے والد محمد بن سعد مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی کی تعلیم دیتے تھے اور مغازی اور سریات کو گن گن

کر ہمیں بتاتے تھے اور فرماتے اے میرے نورِ نظر! یہ تمہارے آباؤ اجداد کا شرف ہے اور اس کے ذکر کو ضائع نہ کرنا تمہاری دنیا اور آخرت کی بھلائی ان مغازی کے جاننے میں ہے۔ " (۱)

اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر علماء اسلام نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کیں۔ سب سے پہلے جس کو یہ سعادت نصیب ہوئی وہ حضرت زبیر بن عوام کے فرزند حضرت عروہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جو اپنے زمانہ میں ائمہ کبار میں سے تھے۔ پھر ان کے دونوں شاگردوں موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن شہاب الزہری کو یہ شرف حاصل ہوا۔ حضرت امام مالک فرمایا کرتے " مَغَازِي مُوسَى بن عقبة اصح المَغَازِي " یعنی موسیٰ بن عقبہ کی غزوات کی کتاب تمام کتب مغازی سے صحیح تر ہے اور جس کتاب کو سب سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی وہ ابو بکر محمد بن اسحاق بن الیسار کی تالیف کردہ " المغازی " ہے۔ یہ کتاب درحقیقت ان تینوں کتابوں کی جامع ہے۔ (۲)

ان اساطین علم وفضل کے بعد ہر زمانہ کے جید علماء نے عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس موضوع پر کتب تصنیف کیں یہ سلسلہ اب تک جاری ہے اور یقیناً قیامت تک جاری رہے گا۔

اسلامی جہاد کے تذکرہ کے ضمن میں دو لفظ بکثرت استعمال ہوتے ہیں ان کا صحیح مفہوم ذہن نشین کر لینا از حد ضروری ہے تاکہ خلط مبحث سے کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہو وہ دو لفظ غزوہ اور سریہ ہیں غزوہ، اس چھوٹے یا بڑے لشکر کو کہتے ہیں جس میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفس نفیس شریک ہوئے ہوں۔ خواہ اس سفر میں جنگ کی نوبت آئی ہو یا نہ آئی ہو بلکہ خواہ اس لشکر کے پیش نظر جنگ کے علاوہ کوئی اور مقصد ہو اس کو غزوہ کہتے ہیں۔

اور وہ فوج دستہ جس میں سرکار دوعالم نے خود شرکت نہ فرمائی ہو بلکہ اپنے کسی صحابی کو اس دستہ کا امیر مقرر کر کے روانہ فرمایا ہو۔ اسے سریہ یا بعث کہا جاتا ہے سریہ کے لئے بھی ضروری نہیں کہ دشمنوں سے بالفعل جنگ ہوئی ہو۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ جنگ کرنے کی نیت سے روانہ ہوئے ہوں۔ (۳)

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۰
۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۰
۳۔ خاتم النبیین، جلد ۲، صفحہ ۵۷۷

غزوات کی تعداد

غزوات اور سرایا کے تفصیلی حالات بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ مغازی بشمول غزوات اور سرایا کی تعداد کے بارے میں وضاحت کر دی جائے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ ابن اسحاق، امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم نے عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے روایت کیا ہے کہ

قَالَ قُلْتُ لِزَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ کَمْ غَزٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ تِسْعَ عَشَرَۃَ قُلْتُ کَمْ غَزَوْتَ اَنْتَ مَعَہٗ. قَالَ سَبْعَ عَشَرَۃَ غَزْوَۃً قَالَ الْحَافِظُ تِسْعَ عَشَرَۃَ

"انہوں نے کہا کہ میں نے زید بن ارقم سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوات میں شرکت فرمائی۔ انہوں نے کہا انیس غزوات میں۔ پھر میں نے پوچھا آپ کتنے غزوات میں نبی کریم کے ہمرکاب تھے۔ کہا سترہ غزوات میں۔ حافظ ابن کثیر نے بھی غزوات کی تعداد انیس بتائی ہے۔" (۱)

۲۔ ابن سعد، صاحب الطبقات الکبریٰ نے اپنے استاد محمد بن عمر الواقدی کا اتباع کرتے ہوئے غزوات کی تعداد ستائیس بتائی ہے۔

میں ان غزوات کے نام سبل الہدیٰ کے حوالہ سے ہدیہ قارئین کر رہا ہوں۔

غزوہ الابواء۔ اسے غزوہ ودان بھی کہتے ہیں۔

غزوہ بُواط۔ غزوہ صفوان۔ اسے بدر الاولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔

غزوہ العشیرۃ۔ غزوہ بدر الکبریٰ۔ غزوہ بنی سُلیم اسے قرقرۃ الکدر بھی کہتے ہیں۔

غزوۃ السویق، غزوۃ غطفان، غزوۃ ذی اَمَر، غزوۃ الفرع، غزوۃ بنی قینقاع، غزوۃ احد، غزوۃ حمراء الاسد، غزوۃ بنی النضیر، غزوۃ بدر الاخیرہ، غزوۃ دُومتہ الجندل، غزوۃ بنی مصطلق، اسے غزوۃ مُریسیع بھی کہا جاتا ہے۔ غزوۃ خندق، غزوۃ بنی قریظہ، غزوۃ بنو لحیان، غزوۃ حدیبیہ، غزوۃ ذی قَرَد، غزوہ خیبر، غزوۃ ذات الرقاع، غزوۃ عمرۃ القضاء، غزوۃ فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوۃ الطائف،

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۳۵۲

غزوۂ تبوک۔ (۱)
ان غزوات میں سے جن میں کفار کے ساتھ جنگ ہوئی وہ مندرجہ ذیل نو غزوات ہیں۔
بدر۔ احد۔ خندق۔ قریظہ۔ مصطلق۔ خیبر۔ فتح مکہ۔ حنین۔ اور طائف
حضرت بُریدہ نے کہا ہے کہ آٹھ غزوات میں کفار سے جنگ ہوئی شاید انہوں نے فتح مکہ کو غزوہ شمار نہیں کیا بلکہ ان کا خیال ہے کہ یہ جنگ سے نہیں بلکہ صلح سے فتح ہوا۔
غزوات کی تعداد میں یہ تفاوت حقیقی نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض غزوات کے مقامات ایک دوسرے سے بالکل قریب تھے۔ اور بعض غزوات ایک ہی سفر میں پیش آئے اس لئے بعض حضرات نے قریب الوقوع غزوات کو ایک غزوہ شمار کیا۔ اس طرح ایک ہی سفر میں پیش آنے والے غزوات کو بعض علماء نے ایک غزوہ شمار کیا۔ اور دیگر حضرات نے ان سب کو الگ الگ شمار کیا اس لئے تعداد میں کمی بیشی ہوگئی مثلاً ودان اور ابواء کیونکہ یہ دونوں مقامات ایک دوسرے کے قریب تھے اس لئے بعض نے اس کو ایک غزوہ شمار کیا اور بعض نے دو۔ اس طرح فتح مکہ کو بعض نے غزوات میں شمار کیا اور بعض نے کہا یہ صلح سے فتح ہوا اس لئے اس کو غزوات میں شمار نہیں کیا۔ اسی طرح غزوہ حنین اور طائف ایک ہی سفر میں پیش آئے اس لئے بعض نے انہیں ایک غزوہ شمار کیا۔ یہ امور غزوات کی گنتی میں کمی بیشی کا سبب تو بن سکتے ہیں لیکن ان سے حقیقت حال متاثر نہیں ہوتی۔
اب ہم بتوفیقہ تعالیٰ تفصیل سے ان غزوات اور سرایا کے حالات بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

(۱) سریہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

ابن سعد نے طبقات کبریٰ میں لکھا ہے۔ کہ سب سے پہلی مہم ہجرت کے سات ماہ بعد رمضان المبارک میں بھیجی گئی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کا امیر اپنے محترم چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اپنے دست مبارک سے ان کا پرچم باندھا۔ یہ پرچم سفید کپڑے کا تھا۔ اور اس کا علمبردار ابو مرثد کناز بن حصین غنوی کو متعین فرمایا۔ یہ لشکر تیس افراد پر مشتمل تھا۔ جو تمام کے تمام مہاجر تھے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ بدر سے پہلے جتنی مہمیں روانہ فرمائیں ان میں صرف مہاجرین کو شمولیت کی اجازت دی گئی۔ کیونکہ

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۱۶

انصار کے ساتھ یہ وعدہ ہوا تھا کہ اگر مدینہ منورہ پر کوئی بیرونی طاقت حملہ آور ہو گی تو وہ حضور کا دفاع کریں گے۔ اس لئے ان مہموں میں انصار کو شرکت کی دعوت دی ہی نہیں گئی۔ غزوہ بدر کے موقع پر جو مجلس مشاورت منعقد ہوئی اس میں انصار کے نمائندہ نے ہر مقام پر ہر حالت میں حضور کے دفاع کا اعلان کر دیا حتیٰ کہ اگر حضور برک الغماد (۱) تک بھی جہاد کے لئے تشریف لے جائیں یا سمندر میں کود جانے کا بھی حکم دیں تو انصار میں سے کوئی فرد واحد تعمیل حکم سے سرتابی نہیں کرے گا اس کے بعد مہاجر کی تخصیص ختم کر دی گئی اور دونوں گروہ انصار اور مہاجرین اللہ تعالیٰ کے دین کو سربلند کرنے کے لئے جہاد میں شمولیت کرنے لگے۔

حضور کریم کو اطلاع ملی کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے واپس مکہ جا رہا ہے۔ اس پر چھاپہ مارنے کے لئے یہ دستہ روانہ فرمایا گیا۔ قریش کے اس قافلہ کا امیر ابو جہل تھا۔ قافلہ کی حفاظت کے لئے تین سو مسلح محافظ اس کے ہمراہ تھے۔ جب وہ قافلہ العیص کی سمت سے سیف البحر (ساحل سمندر) کے قریب پہنچا تو دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہو گئی دونوں نے جنگ کے لئے اپنی صفیں درست کر لیں جنگ شروع ہونے والی تھی۔ کہ قبیلہ جہینہ کے سردار مجدی بن عمرو الجہنی نے جنگ روکنے کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنا شروع کر دیا دونوں فریقوں سے اس کے دوستانہ تعلقات تھے اسی بنا پر اس نے ضروری سمجھا کہ انہیں جنگ سے باز رکھے۔ کئی مرتبہ وہ فریقین کے کیمپوں میں آیا اور گیا اور انہیں جنگ سے روکنے کی کوششیں کرتا رہا اس کی پر خلوص مساعی کے طفیل دونوں لشکروں نے جنگ نہ کرنے کی اس کی تجویز منظور کر لی چنانچہ ابو جہل اپنے آدمیوں اور قافلہ سمیت مکہ مکرمہ روانہ ہو گیا اور مہاجرین حضرت حمزہ کی قیادت میں بخیر و عافیت مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔

واپسی پر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سفر کے سارے حالات گوش گزار کئے اور مجدی کے غیر جانبدارانہ اور منصفانہ کردار کی بڑی تعریف کی۔ کچھ روز بعد مجدی کے قبیلہ کے چند لوگ مدینہ طیبہ آئے حضور نے ان کی خوب خاطر تواضع کی اور انہیں نئی خلعتیں پہنائیں نیز فرمایا۔

اِنَّهٗ مَیْمُوْنُ النَّقِیْبَةِ مُبَارَكُ الْاَمْرِ

"مجدی مبارک خصلتوں والا اور بابرکت شخص ہے۔"

ا۔ برک الغماد: غین مکسورہ بھی ہے اور مضموم بھی مکسورہ زیادہ مشہور ہے یہ ایک موضع کا نام ہے جو مکہ سے پرے پانچ رات کی مسافت پر سمندر کی طرف واقع ہے نیز یمن کے ایک شہر کا نام بھی برک الغماد ہے۔ (معجم البلدان، جلد ا، ۳۹۹)

حضور کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے ان الفاظ نے اس بدوی کی شان اور نام کو تاابد زندہ جاوید کر دیا یہاں ایک چیز غور طلب ہے کہ کفار کے اس لشکر کا قائد ابو جہل تھا۔ اسلام دشمنی میں اس کی کوئی مثال ہی نہ تھی طبعی لحاظ سے بڑا اڑیل بڑا ضدی۔ بڑا ہٹ دھرم۔ اس کی لشکری تعداد تین سو تھی جب کہ اسلامی لشکر صرف تیس افراد پر مشتمل تھا۔ اگر اسے اپنی کامیابی کا کچھ بھی امکان نظر آتا تو وہ کسی صلح کرانے والے کو خاطر میں نہ لاتا جس طرح بدر کے موقع پر اس نے کیا۔ اور مسلمانوں کی اس بظاہر مختصر سی نفری کو تہ تیغ کرنے سے باز نہ آتا۔ مسلمان اگرچہ تعداد میں تیس تھے لیکن جس ولولہ ایمانی سے وہ سرشار تھے اس کی تاب لانا ابو جہل کے بس کا روگ نہ تھا چنانچہ اس نے صلح کی اس پیشکش کو غنیمت جانا اور وہاں سے مکہ روانہ ہو گیا۔

(۲) سریہ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ

ہجرت کے آٹھ ماہ بعد شوال کے مہینہ میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہم حضرت عبیدہ بن حارث کی قیادت میں روانہ کی۔ ان کے لئے بھی حضور اکرم نے سفید پرچم اپنے دست مبارک سے باندھا اور مسطح بن اثاثہ کو اس کو اٹھانے کا شرف بخشا۔ اس لشکر میں بھی ساٹھ مہاجر شریک ہوئے کسی انصاری کو اس میں شرکت کی دعوت نہیں دی گئی۔ جحفہ، دس میل کے فاصلہ پر رابغ کی وادی میں ایک چشمہ ہے۔ جس کا نام احیاء ہے ابو سفیان اپنے دو سو آدمیوں کے ساتھ وہاں فروکش تھا۔ حضرت عبیدہ اپنے لشکر سمیت ثنیۃ المرۃ کے پاس جو چشمہ ہے وہاں آکر ٹھہرے۔ جب دونوں گروہ آمنے سامنے ہوئے تو ایک دوسرے پر تیر برسانے پر ہی اکتفا کیا تلواریں بے نیام کرنے اور صف بستہ ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اس روز تیر چلایا۔ اسلامی جنگوں میں اسلام کے مجاہدین کی طرف سے یہ پہلا تیر تھا جو حق کے دشمنوں پر چلایا گیا۔ پھر دونوں فریق اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ البتہ علامہ مقریزی لکھتے ہیں کہ حضرت سعد نے اپنے ترکش کے سارے تیر چلائے اور ہر تیر نشانے پر لگا جس کو لگا اس کو زخمی کر گیا۔ (۱)

اس سریہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا ابو سفیان کے لشکر سے دو شخص مقداد ابن عمرو البہرانی جو بنی زہرہ کے حلیف تھے اور عتبہ بن الغزوان المازنی جو بنی نوفل بن عبد مناف کے

ا۔ الامتاع، جلد ا، صفحہ ۴۶

حلیف تھے نکل کر مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہوگئے۔ در حقیقت وہ مدت سے اسلام قبول کر چکے تھے۔ لیکن کفار نے ان پر اتنا سخت پہرہ بٹھا رکھا تھا کہ وہ ہجرت کر کے اپنے آقا کے قدموں میں حاضر نہ ہو سکے وہ ابوسفیان کے اس دستہ میں محض اس غرض کے لئے شریک ہوئے کہ شائد انہیں موقع مل جائے اور وہ اپنے محبوب رسول کی خدمت میں حاضر ہو سکیں۔ مقداد بن عمرو کو مقداد بن اسود بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اسود نے انہیں متبنی بنالیا تھا۔ (۱)

اس موقع پر بھی مسلمانوں کی تعداد ساٹھ یا اسی تھی اور ابوسفیان کے دستہ میں دو سو مشرک تھے۔ لیکن مسلمانوں کے ایمانی جذبہ سے مرعوب ہو کر انہوں نے بھی مسلمانوں سے ٹکر نہ لینے میں اپنی سلامتی سمجھی اور دُم دبا کر مکہ واپس آگئے (۲)۔ واقدی نے اس ترتیب سے ان سریوں کا ذکر کیا ہے لیکن ابن اسحاق نے سریہ عبیدہ کو پہلا اور سریہ حمزہ کو دوسرا قرار دیا ہے۔

(۳) سریہ سعد بن ابی وقاص

ہجرت کے نوماہ بعد ذی القعدہ کے مہینہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص کی قیادت میں ایک مہم الخرار کی جانب روانہ کی گئی۔ اس کا جھنڈا بھی سفید تھا اور اس کو اٹھانے کی سعادت مقداد بن عمرو البہرانی کے حصہ میں آئی جو ابھی ابھی لشکر کفار سے فرار اختیار کر کے حضرت عبیدہ کے لشکر میں آکر شامل ہوگئے تھے اس مہم میں بیس مہاجر شریک ہوئے اور ان کے بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ قریش کا جو تجارتی قافلہ آرہا تھا اس پر چھاپہ ماریں انہیں یہ ہدایت کی گئی تھی کہ قافلہ کے تعاقب میں الخرار سے آگے نہ بڑھیں خرار کے بارے میں یاقوت حموی لکھتے ہیں۔

هُوَ مَوْضِعٌ بِالْحِجَازِ يُقَالُ هُوَ قُرْبَ الْجُحْفَة

ایک بستی کا نام ہے جو جحفہ کے قریب ہے۔

ابن سعد نے اس کی مزید تفصیل لکھی ہے۔

الْخَرَّارُ حِيْنَ تَرُوحُ مِنَ الْجُحْفَةِ اِلَى مَكَّةَ اٰبَارٌ عَنْ يَسَارِ الْمَحَجَّةِ قَرِيْبٌ مِنْ خُمٍ

"یعنی جحفہ سے مکہ کی طرف جائیں وہاں کنوئیں ہیں جو جحفہ کے بائیں

۱۔ الامتاع، جلد ۱، صفحہ ۶۷

۲۔ خاتم النبیین، جلد ۲، صفحہ ۵۷۷

جانب خم کے قریب ہیں۔ وہ کنوئیں الخرار سے موسوم ہیں۔" (۱)

حضرت سعد بتاتے ہیں کہ حکم ملنے پر ہم پیدل روانہ ہوئے۔ دن کے وقت ہم چھپ جاتے اور رات کے وقت سفر کرتے۔ ہم پانچ روز بعد صبح کے وقت الخرار پہنچے یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ جس قافلہ کی طلب میں ہم نکلے تھے وہ کل یہاں سے آگے نکل گیا ہے۔ کیونکہ اس جگہ سے آگے جانے کی ہمیں اجازت نہ تھی اس لئے ہم مدینہ طیبہ لوٹ آئے۔ (۲)

امام سیرت ابن اسحاق کے نزدیک یہ تینوں سریے ۲ ہجری میں ہوئے ان کے نزدیک سب سے پہلے غزوہ ودان اور ابواء وقوع پذیر ہوا اس کے بعد یہ سرایا بھیجے گئے لیکن محمد بن عمر الواقدی نے ان سریوں کے وقوع کو اھ سے وابستہ کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے بھی واقدی کے قول کو ترجیح دی ہے۔ (۳)

۱۔ الطبقات، جلد ۲، صفحہ ۷

۲۔ الطبقات، جلد ۲، صفحہ ۷

۳۔ خاتم النبیین، جلد ۲، صفحہ ۵۷۶

سلسلہ غزواتِ رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام

سلسلہ غزوات رسالتمآب علیہ الصلوات والتسلیمات

غزوۂ ابواء نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا پہلا غزوہ

ہجرت کے بارہ ماہ بعد سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ماہ صفر میں ابواء کی طرف پہلا سفر جہاد فرمایا اس لشکر کا علم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو عطا کیا گیا۔ اسے غزوہ ابواء اور غزوہ ودّان کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ "فرعہ" ایک ضلع کا نام ہے جو بحر احمر کے ساحل پر واقع ہے۔

اس میں یہ دو شہر آباد ہیں۔ ان کے درمیان چھ یا آٹھ میل کا فاصلہ ہے اس غزوہ کا مقصد بھی قریش مکہ کے تجارتی قافلہ پر چھاپا مارنا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوتے وقت سعد بن عبادہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اس لشکر میں بھی صرف مہاجرین شریک ہوئے کسی انصاری کو اس میں شرکت کی اجازت نہیں ملی۔ جب یہ لشکر ابواء کے مقام پر پہنچا تو وہ قافلہ بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس لئے نبی کریم مدینہ واپس تشریف لے گئے۔ اگرچہ اس قافلہ پر قبضہ کرنے کا مقصد تو پورا نہ ہوا۔ لیکن اس سے بھی ایک اہم کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اس علاقہ میں بنو ضمرہ قبیلہ آباد تھا۔ اس زمانہ میں اس قبیلہ کا سردار مخشی بن عمرو الضمری تھا۔ اس کے ساتھ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات ہوئی اور باہمی دوستی کا معاہدہ طے پایا۔ جس کا متن درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ هٰذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ
لِبَنِيْ ضَمْرَةَ بِاَنَّهُمْ اٰمِنُوْنَ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ
لَهُمُ النُّصْرَةَ عَلٰى مَنْ رَامَهُمْ اِلَّا اَنْ يُحَارِبُوْا فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ
مَا بَلَّ بَحْرٌ صُوْفَةً وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِذَا دَعَاهُمْ لِنَصْرِهٖ أَجَابُوْهُ عَلَيْهِمْ بِذٰلِكَ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ وَلَهُمُ النَّصْرُ عَلٰى مَنْ بَرَّ مِنْهُمْ وَاتَّقٰى۔

"اللہ کے نام سے جو بہت رحم کرنے والا اور ہمیشہ مہربانی فرمانے والا ہے یہ تحریر محمد رسول اللہ کی طرف سے بنی ضمرہ کے لئے لکھی گئی ہے۔ یعنی وہ امن سے رہیں گے ان کی جان و مال کو امن ہو گا اور جو آدمی ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کرے گا انہیں اس کے مقابلہ میں مدد دی جائے گی بجز اس کے کہ وہ اللہ کے دین میں لڑائی کرے۔ یہ معاہدہ باقی رہے گا جب تک سمندر کا پانی اون کو گیلا کرتا رہے گا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنی مدد کیلئے ان کو دعوت دیں گے تو وہ اس دعوت پر لبیک کہیں گے۔ اللہ اور اس کا رسول اس بات کا ذمہ دار ہے اور ان کی مدد کی جائے گی جو ان پر حملہ کرے گا خواہ نیک اور متقی ہو۔" (۱)

اس معاہدہ کی اہمیت اور اس کی قدر و منزلت کا صحیح اندازہ صرف جنگ اور سیاست کے میدانوں کے ماہرین ہی لگا سکتے ہیں۔ بنو ضمرہ اگرچہ ابھی تک اپنے مشرکانہ عقائد پر قائم تھے لیکن اب وہ اپنے ہم عقیدہ اہل مکہ کی انگیخت پر مسلمانوں کے خلاف ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ اور ان سے کسی قسم کا تعاون نہیں کر سکتے تھے یہ قافلہ پر قبضہ کرنے کی کامیابی سے بھی کہیں بڑی کامیابی تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم کو مرحمت فرمائی۔ اس معاہدہ کی تکمیل کے بعد حضور مراجعت فرمائے مدینہ منورہ ہوئے اس سفر میں حضور کی پندرہ راتیں صرف ہوئیں۔ یہ پہلا غزوہ تھا جس میں قائد کاروان انسانیت اور فاتح قلوب و اذہان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ (۲)

غزوۂ بُواط

بُواط کے بارے میں یاقوت حموی لکھتے ہیں۔

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۵۔ الوثائق السیاسیہ، صفحہ ۲۶۷

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۵۔

هُوَجَبَلٌ مِّنْ جِبَالِ جُهَيْنَةَ بِنَاحِيَةِ رِضْوَى

" یہ جُہینہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے جو رِضواء پہاڑ کے نزدیک ہے۔ "

رِضْوَیٰ جَبَلٌ وَهُوَمِنْ يَنْبُعَ

" رِضواء ایک پہاڑ ہے جو ینبع کے قریب واقع ہے۔ "

یہ غزوہ ہجرت سے تیرہ ماہ بعد ابن سعد کے نزدیک ربیع الاول میں اور ابن ہشام کے نزدیک ربیع الثانی میں وقوع پذیر ہوا حضور دو سو مہاجرین کو ہمرکاب لے کر بواط کی طرف روانہ ہوئے اس مہم میں علم بردار سعد بن ابی وقاص تھے۔ مدینہ طیبہ میں اپنا نائب بقول ابن سعد، سعد بن معاذ کو اور بقول ابن ہشام صائب بن عثمان بن مظعون کو مقرر فرمایا۔ اس مہم کے پیش نظر بھی قریش مکہ کے اس تجارتی قافلہ پر چھاپہ مارنا تھا جس کی قیادت امیہ بن خلف کر رہا تھا۔ اس کے ساتھیوں کی تعداد ایک سو تھی یہ قافلہ اڑھائی ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا حضور جب بواط پہنچے تو پتہ چلا کہ وہ قافلہ نکل گیا ہے چنانچہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراجعت فرمائے مدینہ طیبہ ہوئے۔

غزوۂ صفوان

علماء سیرت کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ غزوہ العشیرہ کے غزوہ سے پہلے وقوع پذیر ہوا۔ یا بعد میں ابن سعد اور چند دیگر علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ غزوہ العشیرہ کے غزوہ سے پہلے ہوا لیکن ابن اسحاق نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے۔

مدینہ کے نواح میں ایک چراگاہ تھی جسے الجماء کہا جاتا تھا وہاں مسلمانوں کے اونٹ اور بھیڑ بکریاں چرنے کے لئے چھوڑ دی جاتی تھیں۔ اور ان کی دیکھ بھال کے لئے ایک آدھ چرواہا مقرر کر دیا جاتا تھا۔ کفار مکہ نے اپنی دھمکیوں کو عملی جامہ پہنانے اور مسلمانوں پر اپنی قوت اور طاقت کی دھاک بٹھانے کے لئے پہلا عملی قدم یہ اٹھایا کہ اپنے ایک سردار کرز بن جابر کی سرکردگی میں لیٹروں کی ایک پارٹی بھیجی انہوں نے چراگاہ پر حملہ کر دیا چرواہے کو قتل کر دیا۔ کچھ درخت کاٹ دیئے اور جتنے اونٹ اور بھیڑ بکریوں کو ہانک کر لے جاسکتے تھے انہیں لے اڑے۔ رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی۔ تو حضور اس کے تعاقب میں اپنے صحابہ کرام کے ساتھ نکلے حضور نے ان کا تعاقب وادی صفوان تک کیا جو بدر کی آبادی

کے قریب تھا لیکن وہ قافلہ تیزی سے آگے نکل گیا۔ اس لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔

اس وادی کی نسبت سے جہاں تک حضور نے ان کا تعاقب کیا اسے غزوہ صفوان سے موسوم کیا گیا اور کیونکہ یہ وادی بدر کے بہت قریب تھی۔ اور اس سے زیادہ مشہور تھی اس لئے اس غزوہ کو غزوہ بدر اولیٰ کہا جاتا ہے۔ اس مہم میں لشکر اسلام کے علمبردار سید نا علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ زید بن حارثہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ ابن سعد کے قول کے مطابق یہ غزوہ ہجرت سے تیرہ ماہ بعد ۱۰ ربیع الاول میں پیش آیا۔

غزوۂ ذی العُشیرۃ

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اطلاع ملی کہ اہل مکہ کا ایک تجارتی کارواں شام کو جا رہا ہے۔ تمام اہل مکہ مرد وزن نے اس میں بڑھ چڑھ کر سرمایہ کاری کی ہے ابو سفیان جو اس قافلہ کا سردار تھا اس کا قول ہے۔

وَاللّٰهِ مَا بِمَكَّةَ مِنْ قُرَشِيٍّ وَقُرَشِيَّةٍ لَهَا نَشٌّ وَصَاعِدًا اِلَّا بَعَثَ بِهِ مَعَنَا۔

"بخدا! مکہ میں کوئی قریشی مرد اور کوئی قریشی عورت ایسی نہیں تھی جس کے پاس کچھ سرمایہ ہو اور اس نے اس قافلہ میں نہ لگایا ہو۔"

علامہ حلبی لکھتے ہیں۔

اِنَّ قُرَيْشًا جَمَعَتْ جَمِيْعَ اَمْوَالِهَا فِىْ تِلْكَ الْعِيْرِ لَمْ يَبْقَ بِمَكَّةَ لَا قُرَشِيٌّ وَلَا قُرَشِيَّةٌ لَهٗ مِثْقَالٌ فَصَاعِدًا اِلَّا بَعَثَ بِهٖ فِىْ تِلْكَ الْعِيْرِ۔

"قریش نے اپنے تمام اموال اس قافلہ میں لگا دیئے مکہ میں کوئی قریشی مرد اور عورت جس کے پاس مثقال برابر سونا تھا ایسا نہیں رہا جس نے اسے اس قافلہ میں تجارت کے لئے نہ لگایا ہو۔" (۱)

اہل مکہ، مدینہ پر چڑھائی کی تیاری کر رہے تھے انہوں نے ایسا کرنے کی برملا دھمکیاں عبداللہ بن ابی کو اور خود مسلمانوں کو بھی دی تھیں یہ تیاریاں وسیع پیمانے پر علی الاعلان ہو رہی

۱۔ سیرت حلبیہ، جلد ۱، صفحہ ۵۱۳

تھیں ایسی تیاریوں کے لئے سرمایہ کی ضرورت محتاج بیان نہیں اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے یہ فقید المثال تجارتی قافلہ تیار کیا تاکہ اس کی آمدنی سے وہ متوقع حملہ کے اخراجات پورے کر سکیں۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اس قافلہ میں پچاس ہزار سنہری اشرفیوں کی سرمایہ کاری کی گئی تھی اس وقت کے حالات کے پیش نظر اتنی سرمایہ کاری بڑی حیرت انگیز بات تھی۔

سرور انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قافلہ کو ہراساں کرنے کے لئے اپنے ڈیڑھ سو رفقاء کے ساتھ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے سواری کے لئے صرف تیس اونٹ تھے جن پر سارے باری باری سوار ہوتے تھے۔

ان مجاہدین کا تعلق بھی مہاجرین سے تھا حضور نے وہاں سے روانگی کے وقت ابا سلمی بن عبد الاسد کو اپنا نائب مقرر فرمایا اس مہم کا پرچم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو مرحمت ہوا حضور عُشیرہ کے مقام تک اس قافلہ کے تعاقب میں تشریف لے گئے معلوم ہوا کہ قافلہ کچھ روز پہلے نکل گیا ہے۔ حضور نے جمادی الاول کے باقی دن اور جمادی الثانی کے چند روز یہیں قیام فرمایا ابن اسحاق اور ابن حزم کی یہی تحقیق ہے کہ یہ غزوہ جمادی الاول میں وقوع پذیر ہوا اور اقرب الی الصواب بھی یہی ہے۔

عشیرہ کا قصبہ ینبع کے علاقہ میں ہے اسے ذوالعشیرہ بھی کہتے ہیں یہ ایک قلعہ ہے۔ جو ینبع اور ذی المروہ کے درمیان واقع ہے یہاں عمدہ قسم کی کھجوروں کے باغات ہیں جن کا پھل بہت اعلیٰ ہوتا ہے۔ خیبر کی صیحانی اور مدینہ طیبہ کی برنی اور عجوہ کھجوروں کے علاوہ یہ کھجور حجاز کی تمام کھجوروں سے بہت اعلیٰ ہوتی ہے۔ یہ علاقہ بنو مدلج قبیلہ کا مسکن تھا۔ (۱)

قافلہ تو لشکر اسلام کے وہاں پہنچنے سے کئی روز پہلے نکل گیا تھا لیکن وہاں چند روز قیام کرنے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دوسری عظیم سیاسی کامیابی حاصل کی۔ بنو مدلج، بنو ضمرہ کے حلیف تھے جن شرائط پر بنو ضمرہ سے دوستی کا معاہدہ ہوا تھا انہی شرائط پر بنو مدلج سے بھی دوستی کا معاہدہ طے پا گیا۔ اسے تحریر کیا گیا اور فریقین نے اس پر دستخط کر دیئے۔ ان دو قبیلوں سے دوستی کے معاہدوں کے باعث مسلمانوں کی پوزیشن اس علاقہ میں بڑی مضبوط ہو گئی اگر ان سے قبل از وقت یہ معاہدے طے نہ ہوتے تو کوئی بعید نہ تھا کہ یہ لوگ کفار مکہ کے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی صورت میں ان کے ساتھ مل جاتے اور رسد وغیرہ کی فراہمی میں

۱۔ معجم البلدان، جلد ۴، صفحہ ۱۲۷

ان کی مدد کرتے۔ اس طرح یہ خطرہ تھا کہ مسلمانوں کی مشکلات میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا۔
اسی غزوہ میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو ابو التراب کی کنیت سے سرفراز فرمایا اس کی تفصیل اپنے موقع پر آ ئے گی۔
حضور جب اس غزوہ پر روانہ ہوئے تو نقب بنی دینار سے گزرتے ہوئے " فیفاء الخبار " پہنچے بطحاء بن الازہر کے مقام پر ایک درخت کے نیچے اترے وہاں نماز ادا فرمائی جہاں مسجد بنادی گئی وہاں حضور کے لئے کھانا تیار کیا گیا۔ امام ابو الربیع الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۴ھ اپنی کتاب الاکتفاء میں لکھتے ہیں۔
"کہ چولہے کے وہ پتھر جن پر ہانڈی رکھ کر پکائی گئی تھی وہ اب تک جوں کے توں موجود ہیں اور لوگ انہیں جانتے ہیں۔ (۱)

سریہ عبداللہ بن جحش الاسدی رضی اللہ عنہ

ہجرت سے سترہ ماہ بعد رجب میں ایک اور سریہ پیش آیا عبداللہ بن جحش الاسدی اس کے امیر مقرر کئے گئے ایک روز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عشاء کے وقت حضرت عبداللہ کو یاد فرمایا اور حکم دیا کہ صبح کی نماز پڑھنے کے لئے مسلح ہو کر آنا اور مجھے ملنا میں نے تمہیں کہیں بھیجنا ہے۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ حسب ارشاد میں صبح کی نماز کے وقت مسلح ہو کر حاضر ہوا میرے پاس تلوار۔ کمان۔ ترکش وغیرہ ہتھیار تھے۔ سرکار تشریف لے آئے۔ لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی اور اپنے حجرہ شریف میں تشریف لے گئے میں پہلے ہی در اقدس پر حضور کی آمد کا انتظار کر رہا تھا وہاں قبیلہ قریش کے چند افراد بھی موجود تھے۔ پھر رسول اکرم نے ابی بن کعب کو یاد فرمایا وہ حاضر ہوئے۔ اور حضور کے پاس اندر چلے گئے حضور نے انہیں ایک خط لکھنے کا حکم دیا پھر مجھے اندر طلب کیا اور وہ گرامی نامہ مجھے عطا کیا اور فرمایا کہ میں نے ان لوگوں پر تمہیں امیر مقرر کیا ہے۔ تم انہیں ساتھ لے کر سفر پر روانہ ہو جاؤ جب دو راتیں سفر کر چکو تو اس خط کو کھول کر پڑھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے کس سمت سفر کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے فرمایا نجدیہ کی سمت منہ کر کے چل پڑو۔ یہ حکم سن کر حضرت عبداللہ آٹھ یا بارہ مہاجروں کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گئے دو آدمی ایک اونٹ پر باری

ا۔ الاکتفاء، جلد ۲، صفحہ ۸

باری سوار ہوتے تھے۔ دوران سفر کرنے کے بعد انہوں نے حکم نامہ کھول کر پڑھا اس میں تحریر تھا۔

اللہ کے نام کی برکت سے سفر جاری رکھو یہاں تک کہ بطن نخلہ پہنچ جاؤ۔

کسی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کرنا وہاں پہنچ کر قریش کے قافلہ کا انتظار کرنا۔ اور ان کے حالات سے ہمیں آگاہ کرنا۔

فَتَرَصَّدْ بِهَا قُرَيْشًا وَتَعْلَمُ لَنَا مِنْ اَخْبَارِهِمْ فَقَالَ سَمْعًا وَطَاعَةً۔

"تم وہاں قریش کا انتظار کرنا اور ان کے بارے میں ہمیں مطلع کرنا۔ عرض کی کہ میں بسر و چشم حاضر ہوں۔"

جب مجاہدین نے یہ فرمان سنا تو سب نے کہا کہ ہم سب دل و جان سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہیں۔ آپ چلئے ہم سب آپ کے پیچھے ہیں جب یہ لوگ بطن نخلہ پہنچے تو وہاں قریش کے ایک قافلہ کو موجود پایا یہ قافلہ سامان تجارت لے کر عراق کی طرف جا رہا تھا ان میں عمرو بن الحضرمی۔ حکم بن کیسان مخزومی۔ نوفل بن عبداللہ مخزومی۔ عثمان بن عبداللہ مخزومی بھی شامل تھے۔ یہ لوگ مسلمانوں کو دیکھ کر سہم گئے عکاشہ بن محصن نے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ عمرہ ادا کرنے کے لئے جا رہے ہیں لڑائی سے انہیں کوئی سروکار نہیں اپنا سر منڈوا دیا انہیں اس حالت میں دیکھ کر مشرکین کو تسلی ہو گئی انہوں نے اپنی سواری کے جانوروں کو رسیوں سے باندھ کر چرنے کے لئے چھوڑ دیا اب مسلمان سوچنے لگے کہ انہیں کیا کرنا چاہئے۔ یہ ماہ رجب کا آخری دن تھا۔ مسلمانوں نے سوچا کہ آج ہم اگر انہیں کچھ نہیں کہتے تو کل یہ حدود حرم میں داخل ہو جائیں گے اور ہم انہیں کچھ نہیں کہہ سکیں گے اور اگر آج ہم ان پر حملہ کرتے ہیں تو یہ رجب کا مہینہ ہے جو اشہر حرم سے ہے۔ اور اس میں جنگ کرنا ممنوع ہے۔ کثرت رائے سے یہ فیصلہ ہوا کہ انہیں یوں ہی نہیں جانے دینا چاہئے۔ واقد بن عبداللہ الیربوعی الحنظلی نے تاک کر تیر مارا جس نے عمرو بن حضرمی کا کام تمام کر دیا۔ دوسرے مجاہدین نے مشرکین پر ہلہ بول دیا۔ اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ حکم کو مقداد نے اسیر بنایا۔ نوفل بن عبداللہ بھاگ گیا۔ سامان تجارت سے لدے ہوئے اونٹوں پر بھی مسلمانوں نے قبضہ کر لیا عبداللہ بن جحش دو قیدیوں اور لدے ہوئے اونٹوں کو لے کر حضور کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے ادھر کفار نے شور مچایا کہ دیکھو محمد

(علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے حرمت والے مہینوں کی عزت کو خاک میں ملا دیا ہے ان میں بھی جنگ کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ الزام تراشیوں کا ایک طوفان اٹھ کر آ گیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مال غنیمت سے اپنا حصہ لینے سے انکار کر دیا ان مجاہدین کو غصہ سے فرمایا مَا اَمَرْتُكُمْ بِالْقِتَالِ فِي الْشَّهْرِ الْحَرَامِ میں نے تو تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ تم ان حرمت والے مہینوں میں جنگ کرو۔ یہ سن کر ان مجاہدین پر گویا قیامت ٹوٹ پڑی لوگ خیال کرنے لگے کہ ان کے دونوں جہاں برباد ہو گئے۔

حضرت عبداللہ کے ساتھیوں میں سے دو صاحبان سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہما کا اونٹ گم ہو گیا تھا وہ اس کی تلاش کے باعث پیچھے رہ گئے تھے قریش مکہ نے اپنے دو قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے کے لئے زر فدیہ دے کر اپنے آدمی بھیجے حضور نے فرمایا جب تک ہمارے دو آدمی سلامتی کے ساتھ یہاں نہیں پہنچ جاتے ہم فدیہ قبول نہیں کریں گے۔ اگر تم نے ہمارے ان دو آدمیوں کو قتل کر دیا تو ہم تمہارے ان دو قیدیوں کو ان کے بدلے میں تہ تیغ کر دیں گے۔

کچھ دنوں کے بعد سعد اور عتبہ بخیریت واپس آ گئے۔ اور حضور علیہ السلام نے ان دو قیدیوں کا فدیہ چالیس اوقیہ چاندی فی کس لے کر انہیں آزاد کر دیا ان میں سے ایک حکم بن کیسان نے اسلام قبول کر لیا اور احکام شرعی کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے اور حضور کے قدموں میں ہی زندگی بسر کرنے کا عزم کر لیا یہاں تک کہ بئر معونہ کے حادثہ میں آپ نے جام شہادت نوش کیا۔ دوسرا قیدی عثمان بن عبداللہ مکہ واپس آ گیا اور حالت کفر میں ہی اس کو موت آئی۔

مجاہدین کے غم واندوہ کی انتہا ہو گئی اور اپنے مسلمان بھائیوں نے ان کو اپنے طعن و تشنیع کا ہدف بنایا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ آیات نازل فرمائیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۚ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۚ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا

"وہ پوچھتے ہیں آپ سے کہ ماہ حرام میں جنگ کرنے کا حکم کیا ہے آپ فرمائیے کہ لڑائی کرنا اس میں بڑا گناہ ہے لیکن روک دینا اللہ کی راہ سے اور

کفر کرنا اس کے ساتھ اور روک دینا مسجد حرام سے اور نکال دینا اس میں بسنے والوں کو اس سے۔ اُس سے بھی بڑے گناہ ہیں اللہ کے نزدیک اور فتنہ و فساد قتل سے بھی بڑا گناہ ہے اور ہمیشہ لڑتے رہیں گے تم سے یہاں تک کہ پھیر دیں تمہیں تمہارے دین سے اگر بن پڑے۔" (۱)

(سورۃ البقرہ: ۲۱۷)

اسلامی جہاد اور اس کی امتیازی خصوصیات

گزشتہ صفحات کے مطالعہ سے یہ چند حقائق آپ پر آشکارا ہو گئے ہوں گے۔

۱۔ دعوت توحید کے آغاز سے چودہ پندرہ سال تک کفار مکہ مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتے رہے۔ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ انہوں نے لکڑی اور پتھر سے گھڑے ہوئے اندھے بہرے بتوں کو اپنا خدا ماننے سے انکار کر دیا تھا اور ان کے بجائے وہ اللہ وحدہ لاشریک کی الوہیت پر صدق دل سے ایمان لائے تھے جو حی و قیوم، سمیع و بصیر اور عزیز و حکیم ہے ان کا دامن ہر قسم کے اخلاقی عیوب سے مبرا اور منزہ تھا۔ اس جرم میں انہیں اتنا ستایا گیا کہ وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر مکہ سے چار سو پینسٹھ کلو میٹر دور یثرب نامی بستی میں غریب الوطنی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے۔

۲۔ کفار نے وہاں بھی انہیں آرام کا سانس نہ لینے دیا ان کے خلاف کبھی عبداللہ بن ابی اور اس کے حواریوں کو بھڑکایا جا رہا ہے۔ کبھی یہودی قبائل سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ساز باز کی جا رہی ہے۔ کبھی مسلمانوں کو علے الاعلان یہ دھمکی دی جا رہی ہے کہ ہم طوفان برق و باد بن کر آئیں گے اور تمہاری امیدوں کے گلشن کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیں گے۔ سعد بن معاذ کے ساتھ اثنائے طواف جو بد کلامی ابو جہل نے کی اس سے بھی ان کے عزائم کا پتہ چلتا ہے۔

چند ایسے لوگ جن پر اپنے آپ کو محقق کہلانے کا خبط سوار ہے ان کی کوشش اور خواہش ہوتی ہے کہ وہ جو بھی ہرزہ سرائی کرتے رہیں۔ لوگ انہیں پھر بھی غیر جانبدار اور غیر متعصب ہونے کا سرٹیفکیٹ ضرور عطا کرتے رہیں۔

۱۔ یہ ساری تفصیلات امتاع الاسماع للمقریزی سے ماخوذ ہیں، جلد ا، صفحہ ۶۹۔ ۷۰

یہ لوگ راہبر انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ان کارروائیوں پر چیں بجبیں ہیں وہ ان اقدامات کو لوٹ مار، اور قزاقی وغیرہ سوقیانہ الفاظ سے تعبیر کرتے رہتے ہیں لیکن جسے زندہ رہنا ہو صرف اپنے لئے نہیں بلکہ سارے عالم انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے وہ ان مہیب طوفانوں کے سامنے بے بس تماشائی کی طرح کھڑا نہیں رہ سکتا۔ کہ وہ آئیں اور خس و خاشاک کی طرح ان کی امیدوں کے نشیمن کو اڑا کر لے جائیں۔ بلکہ اس کی زندگی کا اعلیٰ وارفع مشن اس سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ ان طوفانوں کے سامنے چٹان کی طرح سراونچا کر کے اور سینہ تان کر کھڑا ہو۔ یہاں تک کہ اس طوفان کی بے رحم موجیں اس چٹان سے ٹکرا ٹکرا کر اور اپنا سر پھوڑ پھوڑ کر واپس ہونے پر مجبور ہو جائیں۔ وہ ان تقاضوں کو کمال شجاعت، سے پورا کرتا ہے۔ وہ شمع نور جس کو اس کے روشن کرنے والے نے اس لئے روشن کیا ہے کہ عالم رنگ و بو کا گوشہ گوشہ اس کے نور سے رشک طور بن جائے اور قیامت تک اس کی تابندہ اور رخشندہ کرنیں ہر قسم کی تاریکی کو فنا کا پیغام دیتی رہیں۔ اس شمع کا پاسبان کسی سے امن پسند ہونے کا تمغہ لینے کے لئے کسی بزدلی اور نامردی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ وہ اپنی امیدوں کی کروڑوں شمعوں کو تو نثار کر سکتا ہے لیکن جب تک اس کے جسم میں جان ہے کوئی ظالم آگے بڑھ کر اس شمع حق کو گل کر دے۔ ناممکن قطعاً محال۔

رحمت کائنات علیہ الصلوات والتسلیمات اس شوق میں کہ آنے والے مورخ آپ کو آشتی پسند اور امن دوست کے القاب سے نوازیں۔ بروقت مؤثر اقدامات نہ فرماتے عرب کی تجارتی شاہراہ کے اردگرد بسنے والے قبائل سے دوستی کے معاہدے نہ کرتے۔ مختلف علاقوں میں اپنی مہمیں بھیج کر وہاں کے جغرافیائی حالات سے واقفیت بہم نہ پہنچاتے دشمن کی عددی کثرت، وسائل کی فراوانی، اسلحہ کے انباروں سے سہم کر دبک کر بیٹھ جاتے تو صحابہ کرام میں شیروں جیسی جرات، چیتوں جیسی چستی اور پھرتی شاہین کی بلند پروازی اور تجسس جیسی خوبیاں کو نکھر نشو و نما پا سکتیں۔ اللہ کے نام کو بلند کرنے کے لئے جان دینے اور سرکٹانے کا ولولہ ان کو کون نکر بے چین کر دیتا۔ راہ حق میں سرفروشی، جاں سپاری کے جذبات کو اگر پروان نہ چڑھایا جاتا تو اہل مکہ کے غرور و نخوت کا علاج کیونکر ممکن تھا۔ عزیمت واستقامت کے یہ پہاڑ مشرکین عرب کی فرعونیت کی سرکش موجوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑے نہ ہوتے تو وہ اس دین فطرت کے نام ونشان کو بھی مٹا کر رکھ دیتیں۔ اور اگر اس معرکہ میں کفر و باطل کی طاغوتی قوتیں

اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہو جاتیں تو عالم انسانیت پر چھائی ہوئی یہ تاریک رات کبھی سحر آشنا نہ ہوتی۔ حق کی حفاظت کے لئے۔ اس کی بقا کے لئے۔ اس کی نشوونما کے لئے اس کے دشمنوں اور بدخواہوں کو شکست فاش دینے کے لئے جو قدم سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اٹھایا وہ صرف یہ نہیں کہ صحیح تھا بلکہ از حد ضروری تھا۔ اسی میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے عظیم مشن کی کامیابی اور عالم انسانیت کی فوز و فلاح کا راز مضمر تھا۔

اسلام کے نظریہ جہاد پر چیخ پا ہونے والے اور ہادی برحق پیکر رافت و رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر خونریزی اور لوٹ مار کی جھوٹی تہمتیں لگانے والے اگر حقائق کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی جرأت رکھتے ہیں تو آئیں نتائج کی زبان سے حقائق کی داستان سنیں وہ یقیناً تسلیم کریں گے کہ مصطفیٰ کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اس سلسلہ میں جو قدم اٹھایا وہ صرف جزیرہ عرب کے مکینوں کے لئے نہیں بلکہ سارے جہان والوں کے لئے۔ آیۂ رحمت ثابت ہوا صرف امت مسلمہ کے لئے ہی اس میں خیرات و برکات کے خزینے پنہاں نہ تھے بلکہ جملہ اولاد آدم کے لئے اس میں ابدی سعادتیں لازوال رحمتیں، بے پایاں احسانات اور گراں بہا انعامات کے گنج ہائے گراں مایہ مخفی تھے بعثت کے بعد مکہ مکرمہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیرہ سال گزارے اس عرصہ میں شرک و کفر کے علمبرداروں نے جو ظلم کئے۔ حضور اور حضور کے غلاموں نے جس محیر العقول صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ اس کا تذکرہ آپ پڑھ چکے ہیں۔

مدینہ طیبہ میں حضور پرنور نے پورے گیارہ سال گزارے اس عرصہ میں کفار کے حملوں سے دفاع کے لئے جنگیں بھی ہوئیں۔ جانبین کے آدمی قتل بھی ہوئے زخمی بھی ہوئے۔ اس سے جو مقاصد حاصل کئے گئے بڑے اختصار سے ان کا ذکر کرتا ہوں۔ اسلام سے پہلے جزیرہ عرب سینکڑوں حصوں میں منقسم تھا۔ ہر حصہ مطلق العنان تھا۔ کہیں کوئی ذمہ دار حکومت نہ تھی۔ قانون و عدل کا کوئی نظام رائج نہ تھا۔ اس خطہ کے باشندوں کی معاشی فلاح اور معاشرتی بہبود کے لئے کوئی منصوبہ بندی نہ تھی۔ ہر طرف طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ قبائلی عصبیت کی حکمرانی تھی طاقتور، جس طرح چاہتے اپنے سے کمزوروں کا استحصال کرتے ان پر مشق جور و ستم کرتے ان سے کوئی باز پرس کرنے والا نہ تھا۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سینکڑوں ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے ملک کو ایک وحدت میں تبدیل کر دیا وہاں قانون کی بالادستی قائم کی۔ عدل و انصاف کا بے نظیر نظام عطا کیا شاہ و گدا کے سارے امتیازات مٹ گئے رنگ،

نسل، زبان، اور علاقہ کی بنیادوں پر ٹکڑیوں میں بٹی ہوئی انسانیت کو انسانی مساوات اور شرافت کے پرچم کے نیچے متحد و منظم کیا اور سب سے بڑا احسان یہ فرمایا کہ بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ ان کے خالق و مالک سے جوڑ دیا۔ معبودان باطل کے آستانوں سے اٹھا کر انہیں خداوند ذوالجلال کی بارگاہ عظمت میں سر بسجود کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس نبی مکرم و معظم کو جو امانت سپرد کی گئی تھی۔ مصائب و آلام کے ہزاروں طوفانوں کے باوصف بڑے احسن طریقہ سے اس امانت کو اس کے حق داروں تک پہنچا دیا۔ اس صادق و مصدوق نبی کی مساعی جمیلہ سے جو حیران کن انقلاب ایک قلیل مدت میں جزیرہ عرب میں رونما ہوا۔ اس کی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔

اس عظیم اور بے نظیر کارنامہ کو انجام دینے کے لئے ان گیارہ سالوں میں کفار و مشرکین کے ساتھ جتنی جنگیں لڑی گئیں ان میں فریقین کا کتنا جانی نقصان ہوا اس کی تفصیلات پڑھ کر آپ ششدر رہ جائیں گے ابتدائی سرایا اور غزوات میں نہ دشمن کا کوئی آدمی قتل ہوا۔ نہ کوئی کلمہ گو شہید ہوا وہ غزوات و سرایا یہ ہیں۔ الابواء۔ سیف البحر۔ بواط۔ العشیرۃ۔ اور بدر اولیٰ ان میں فریقین کا کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

عبداللہ بن جحش کے سریہ میں کفار کا ایک آدمی عمرو بن حضرمی مارا گیا۔ اسلامی جنگوں میں یہ پہلا مقتول تھا۔ غزوہ بدر الکبریٰ میں کفار کے ستر آدمی قتل ہوئے اور چودہ مسلمان شرف شہادت سے مشرف ہوئے۔

غزوہ بدر کے بعد اپنے سنگین جرائم کی پاداش میں دو مشرکوں کو قتل کیا گیا ایک کا نام نضر بن حارث اور دوسرا عقبہ بن ابی معیط تھا۔

غزوہ سویق میں صرف ایک مشرک قتل ہوا۔

غزوہ بنی سلیم میں تین انصاری شہید ہوئے۔

غزوہ ذی امر میں، جو نجد میں ہوا کوئی شخص نہیں مارا گیا۔

یہودی قبیلہ بنی قینقاع کے جلاوطن کرنے کی کارروائی میں دو آدمی مارے گئے۔

سریہ زید بن حارثہ میں فریقین کا کوئی آدمی نہیں مارا گیا۔

اس کے بعد اسلام دشمنی اور شرانگیزی کے باعث ان یہودیوں کو قتل کیا گیا۔ کعب بن اشرف اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق ۔ اور ان کے بعد کعب بن یہوذا غزوہ احد میں ستر مسلمان نعمت شہادت سے بہرہ ور ہوئے اور بائیس مشرک مقتول ہوئے۔

غزوہ حمراء الاسد میں ایک بدزبان ابو عزی موت کے گھاٹ اتار گیا۔
یوم رجیع میں چھ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔
بئر معونہ کے غدارانہ منصوبہ میں ستر مسلمانوں نے تاج شہادت زیب سر کیا۔ اس کے بعد عمرو بن امیہ نے غلطی سے تین کافروں کو مار ڈالا ان میں سے دو کی دیت، رحمت عالم نے خود ادا کی۔ غزوہ بنی نضیر میں ایک آدمی کام آیا۔
غزوہ ذات الرقاع میں ایک انصاری شہید ہوئے۔ وہ رات کو پہرہ دے رہے تھے کہ کافروں نے یکے بعد دیگرے انہیں تین تیروں کا نشانہ بنایا۔
بدر اخری میں کوئی آدمی قتل نہیں ہوا۔
غزوہ خندق میں تین مشرک قتل کئے گئے اور چھ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔
غزوہ بنی قریظہ میں دو مسلمان شہید ہوئے اور چھ یا سات سو یہودی مقتول ہوئے اس کے بعد خالد بن سفیان الہذلی قتل ہوا۔
غزوہ ذی قرد میں پانچ افراد کام آئے۔
غزوہ بنی مصطلق میں صرف دو آدمی کام آئے۔
غزوہ حدیبیہ میں ایک آدمی کام آیا۔
غزوہ خیبر میں زیادہ سے زیادہ جانبین سے بیس آدمی مارے گئے۔
اس کے بعد جو سرایا بھیجے گئے ان میں فریقین کا کوئی فرد نہیں مارا گیا۔ یہاں تک کہ جب بنی قضاعہ کی گوشمالی کے لئے کعب بن عمر کی امارت میں سریہ روانہ کیا گیا اس میں چودہ آدمی مقتول ہوئے۔
غزوہ موتہ میں بارہ شخص مارے گئے۔ امام ابن ہشام نے بارہ شہداء کے نام لکھے ہیں۔ (۱)
غزوہ فتح مکہ میں بھی بارہ آدمی مارے گئے۔
غزوہ حنین اور ہوازن میں چار مسلمان شہید ہوئے اور قبیلہ ثقیف کے بہتر کافر مارے گئے اور غزوہ طائف میں بارہ مسلمان سعادت شہادت سے مشرف ہوئے۔
غزوہ تبوک میں صرف ایک مسلمان شہید ہوا۔
دونوں فریقوں کے وہ مقتول جو جزیرہ عرب کے باشندے تھے ان کی تعداد چار صد چالیس

ا۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۳، صفحہ ۴۴۷، الاکتفاء فی مغازی رسول اللہ، جلد ۲، صفحہ ۲۸۶

ہے ان مقتولوں میں وہ لوگ بھی شمار کئے گئے ہیں جنہیں دھوکا اور غدر سے قتل کیا گیا تھا۔ یا غلطی سے قتل ہوئے تھے ان میں آپ چھ سو یا سات سو یہودیوں کو بھی شمار کرلیں جنہیں قتل کرنے کا حکم حضرت سعد بن معاذؓ نے دیا تھا جنہیں خود یہودیوں نے اس قضیہ میں اپنا حکم تسلیم کیا تھا۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ فریقین کے تمام مقتولوں کی تعداد بشمول مقتولین بنی قریظہ ایک ہزار چالیس یا گیارہ سو چالیس بنتی ہے۔

اتنی قلیل جانی قربانیوں اور نقصانات سے نوع انسانی کو جو فائدہ پہنچا وہ بے مثال اور بے عدیل ہے کوشش بسیار کے باوجود اقوام و ممالک کی جنگوں کی تاریخ میں آپ کو اس کی مثال نہیں ملے گی ہرگز نہیں ملے گی۔ (۱)

اس کے مقابلہ میں جدید تہذیب اور سائنسی ترقی کی آغوش میں پرورش پانے والے یورپ کے دانشوروں اور حکمرانوں نے صرف اپنے اہل وطن کو ہی نہیں بلکہ ساری انسانی برادری کو نصف صدی سے کم عرصہ میں جن دو ہولناک عالمگیر جنگوں کا تحفہ دیا ہے۔ ان کی تباہ کاریوں کا اندازہ لگانے سے انسانی عقل و دانش قاصر ہے۔ پرامن شہری آبادیوں۔ ہسپتالوں۔ درسگاہوں بلکہ مذہبی عبادت گاہوں کو بھی جس سنگدلی سے اپنی بہیمانہ بمباری کا نشانہ بنایا گیا اور ان کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ ان کے تصور سے ہی انسانیت اور شرافت کا سر بار ندامت سے خم ہے۔

دیگر ہر قسم کے نقصان کو اگر آپ ایک لمحہ کے لئے نظرانداز بھی کر دیں فقط انسانی جانوں کے نقصانات کا ہی سرسری جائزہ لیں تو انسانی خون کی ارزانی کو دیکھ کر آپ پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔ ناگاساکی اور ہیروشیما پر امریکہ کے ایٹم بموں نے جو قیامت برپا کی۔ کیا اس خونچکاں داستان کو سننے کا آپ میں حوصلہ ہے۔ صرف جانی نقصانات کے اعداد و شمار پیش خدمت ہیں جو دوسری جنگ عظیم میں ہوئے۔ اتحادی ممالک برطانیہ، امریکہ وغیرہ کا جانی نقصان ایک کروڑ چھ لاکھ پچاس ہزار ہے۔ فریقین کا مجموعی جانی نقصان ڈیڑھ دو کروڑ کے قریب ہے صرف روس کے پچھتر لاکھ فوجی مارے گئے۔ جاپان کے پندرہ لاکھ پچاس ہزار جوانوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ جرمنی کے اٹھائیس لاکھ پچاس ہزار فوجیوں نے اپنی قیمتی زندگیوں کو جنگ کی کالی دیوی کے چرنوں میں بھینٹ چڑھایا۔ (۲)

۱۔ بدر الکبریٰ شوقی ابو خلیل، جلد ۱، صفحہ ۱ تا ۱۹

۲۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا، جلد ۲۳، صفحہ ۷۹۳، ایڈیشن ۱۹۶۲

انسانی جانوں کی ان عظیم اور ان گنت قربانیوں بے محابہ خونریزیوں جاہ کن بمباریوں، جنہوں نے سینکڑوں نہیں ہزاروں بارونق شہروں کو راکھ کے ڈھیروں میں بدل دیا اتنی گراں قیمت ادا کرنے کے بدلے میں انسانیت کو کیا ملا۔

"دیوار برلن"

روسی بے رحم آمریت ــــ جس کی ایڑیوں کے نیچے یورپ اور ایشیا کے کئی ممالک پچاس سال سے پس رہے ہیں اور کراہ رہے ہیں۔

بے روزگاری کمرتوڑ مہنگائی بے حیائی، اخلاق باختگی۔

غریب ممالک اور غیر ترقی یافتہ اقوام کا بے رحمانہ استحصال، معاشی بحالی اور خوش حالی کی آڑ میں اربوں ــ کھربوں ڈالروں کا سودی قرض کیا ان لوگوں کو جن کے ہاتھوں انسانیت کی قبائے کرامت کئی بار تار تار ہوئی یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس سراپا یمن وسعادت اور پیکر رحمت و رافت ذات اقدس واطہر پر انگشت نمائی کریں جس نے جنگ کو صرف ایک مقصد کے لئے جائز رکھا وہ یہ کہ کوئی کسی پر جبر نہ کرے۔ تشدد سے کسی کو مجبور نہ کیا جائے کہ وہ اپنے پسندیدہ عقیدہ کو ترک کرے۔ کسی کو وہ عقیدہ قبول کرنے سے جبراً نہ روکا جائے جس کو اس نے اپنی آزاد عقل و فہم سے حق تسلیم کرلیا ہے۔ جس نے جنگ کو بے مقصد تاخت و تاراج بے دریغ قتل وغارت اور بے فائدہ لشکر کشی سے سختی سے منع کیا ہے۔ جس اعلیٰ مقصد کے لئے جنگ کی اجازت دی اس میں بھی شرف انسانیت کو پامال کرنے کی اجازت نہیں دی۔ کسی مقتول کا مثلہ کرنے یعنی اس کے ناک ہونٹ کاٹنے۔ آنکھیں نکالنے۔ پیٹ چیرنے سے سختی سے منع کیا کسی عورت پر کسی بچے پر، کسی بوڑھے اور معذور پر تلوار اٹھانے کی قطعی ممانعت کردی حکم دیا کہ مذہبی پیشواؤں اور ان کی خانقاہوں پر حملہ نہ کیا جائے خداوند قدوس نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور حضور کے ذریعہ تمام فرزندان اسلام کو جنگ کے بارے میں واضح ہدایات نازل فرمائیں ارشاد الٰہی ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔

"اور لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور (ان پر بھی) زیادتی نہ کرنا بے شک اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا ہے زیادتی کرنے والوں کو۔"

(۱-۱۹۰)

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۖ فَإِنِ انتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ

"اور لڑتے رہوان سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ وفساد اور ہو جائے دین صرف اللہ کے لئے پھر اگر وہ باز آجائیں تو سمجھ لو کہ سختی کسی پر جائز نہیں مگر ظالموں پر۔" (۱)

اس سے آگے ارشاد خداوندی ہے۔

فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ

"تو جو تم پر زیادتی کرے تم اس پر زیادتی کرلو۔ لیکن اسی قدر جتنی زیادتی اس نے تم پر کی ہو۔ اور ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ سے اور جان لو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ (کی نصرت) پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔" (۲)

ان آیات میں ان مظلوموں اور ستم رسیدوں کو طاقت کا جواب طاقت سے دینے کی اجازت دی جارہی ہے۔ جن پر بارہ تیرہ برس مسلسل ظلم کے پہاڑ توڑے جاتے رہے۔ اور تسلیم ورضا کے یہ مجسمے خاموشی سے برداشت کرتے رہے۔ وہ بعض خاص شرائط کے ساتھ اور مقررہ حدود کے اندر رہتے ہوئے قرآن کریم کے حکم جہاد کو سمجھنے کے لئے ان تین چیزوں کو خوب ذہن نشین کرلیا جائے۔

۱۔ کس مقصد کے لئے۔

۲۔ کس کے ساتھ۔

۳۔ کن شرائط اور قیود کے ساتھ۔ قرآن نے جہاد کی اجازت دی ہے۔

ان آیات میں تینوں امور کی وضاحت کردی گئی مقصد جہاد کے متعلق فرمایا۔ فی سبیل اللہ۔ حق کی سربلندی کے لئے لوٹ مار۔ تجارتی وصنعتی رقابت۔ نسلی عداوت وتعصب یا اس قسم کے سفلی مقاصد، مومن کی جنگ کے پیش نظر نہیں ہوتے۔ صرف ان لوگوں کے ساتھ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ جو تمہارے ساتھ جنگ کر رہے ہیں جو تم پر یلغار کرنے کے لئے پر تول

۱۔ سورۂ بقرہ: ۱۹۳

۲۔ سورۂ بقرہ: ۱۹۴

رہے ہیں اسی شرط کے ساتھ وَلَا تَعۡتَدُوۡا جب جذبات پر قابو نہیں رہتا۔ آتش انتقام بھڑک رہی ہوتی ہے۔ خبردار! اس وقت بھی کسی پر زیادتی مت کرو کیونکہ زیادتی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا اور عورتوں، معصوم بچوں، اپاہجوں، بوڑھوں، کسانوں، مزدوروں اور راہبوں پر ہاتھ اٹھانے سے اسلام نے منع فرمایا ہے (بشرطیکہ یہ لوگ جنگ میں شریک نہ ہوں) حضرت صدیق اکبر جب اپنے ایک سپہ سالار یزید بن ابی سفیان کو الوداع کہنے کے لئے پاپیادہ ان کے ساتھ گئے تو رخصت کرتے وقت انہیں پھلدار درختوں کے کاٹنے، اونٹوں اور شیر دار جانوروں کو بلاضرورت ہلاک کرنے سے منع فرمایا۔

مستشرقین جو اسلام کے نظریات جہاد پر طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں وہی انصاف سے بتائیں کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی گزری ہے یا آج کی مہذب و متمدن دنیا میں کوئی ایسی قوم موجود ہے جس کے جنگی قانون میں عدل و انصاف کا یوں لحاظ رکھا گیا ہو۔ آج تو جنگ شروع ہوتی ہے تو پرامن شہریوں اور آباد بستیوں کو ایٹم بموں سے اڑا کر رکھ دیا جاتا ہے۔ اور عورتوں، معصوم بچوں، بوڑھوں، بیماروں، کسی سے درگزر نہیں کی جاتی ہسپتالوں، درسگاہوں، عبادت خانوں تک کا احترام بھی پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ (۱)

مندرجہ بالا ان آیات میں ہی حق سمجھنے کی نیت سے غور کیا جائے تو اسلام کے نظریہ جہاد، اس کے مقاصد، اور جنگ کرنے کے وہ انداز و آداب جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو تاکیدی حکم دیا ہے تو سارے شبہات دور ہو جاتے ہیں اور حق کا رخ زیبا بے نقاب ہو کر دلوں کو موہنے لگتا ہے۔

آیات قرآنی کے علاوہ متعدد احادیث میں جن میں رحمت مجسم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے غلاموں کو آداب جہاد کی تلقین فرمائی ہے چند ارشادات نبوی کا آپ بھی مطالعہ کیجئے۔

رحمت عالم نے مجاہدین کے ایک لشکر کو الوداع کہتے ہوئے یوں وصیت فرمائی۔

اِنۡطَلِقُوۡا بِاسۡمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ لَا تَقۡتُلُوۡا شَیۡخًا فَانِیًا وَلَا طِفۡلًا وَلَا امۡرَاَۃً وَلَا تَغُلُّوۡا وَضُمُّوۡا غَنَائِمَکُمۡ وَاَصۡلِحُوۡا وَاَحۡسِنُوۡا اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ۔

"اللہ کا نام لے کر اور اس کے نام کی برکت کے ساتھ سفر جہاد پر روانہ ہو جاؤ۔ کسی بوڑھے شخص کو، کسی بچے کو، کسی عورت کو ہرگز قتل نہ

۱۔ ضیاء القرآن۔ جلد ۱، صفحہ ۱۳۲

کرنا۔ اور خیانت نہ کرنا۔ غنائم کو اکٹھا کرنا اور حالات کو درست کرنے کی کوشش کرنا دشمن کے ساتھ بھی احسان کرنا بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

ایک دوسرے لشکر کو رخصت کرتے ہوئے حضور نے آخری وصیت یوں فرمائی۔

سِيْرُوْا بِاسْمِ اللّٰهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ وَقَاتِلُوْا اَعْدَاءَ اللّٰهِ وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا۔ وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا۔

"اللہ کا نام لے کر راہ خدا میں جہاد کرنے کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ اللہ کے دشمنوں کو تہ تیغ کرنا، خیانت نہ کرنا، کسی سے دھوکا نہ کرنا۔ کسی مقتول کی لاش کا مثلہ نہ کرنا۔ اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔" (۱)

سرکار دوعالم علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی امت کے سالار اعظم حضرت خالد کو ارشاد فرمایا۔

لَا تَقْتُلَنَّ ذُرِّيَّةً وَلَا عَسِيْفًا

"بچوں کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی مزدور کو قتل کرنا۔"

الغرض ہر موقع پر حضور اپنے مجاہدوں کو، اور مجاہدین کے لشکر کے سالاروں کو ان آداب کا خیال رکھنے کی تاکید فرمایا کرتے۔

رحمت کائنات علیہ الصلوات والتسلیمات اپنی فوجوں کو کھیت اجاڑنے، درختوں کو بے ضرورت کاٹنے، شیردار جانوروں کو قتل کرنے اور کنوؤں میں زہر ملانے سے بھی سختی سے منع فرمایا کرتے تھے۔

فَقَدْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُوْصِيْ بِاَلَّا يَقُوْمَ الْجَيْشُ بِاِتْلَافِ زَرْعٍ اَوْ قَطْعِ شَجَرٍ اَوْ قَتْلِ الضِّعَافِ مِنَ الذُّرِّيَّةِ وَالنِّسَاءِ وَالرِّجَالِ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ رَاْيٌ فِي الْحَرْبِ وَلَمْ يَشْتَرِكُوْا فِيْهِ بِاَيِّ نَوْعٍ

"نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے لشکر کو وصیت فرمایا کرتے کہ وہ سرسبز کھیتوں کو برباد نہ کریں درختوں کو نہ کاٹیں۔ کمزور بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کریں۔ ان مردوں کو بھی قتل نہ کریں جو جنگ کے سلسلہ میں کوئی رائے نہیں دیتے اور کسی طرح جنگ میں شرکت نہیں

۱۔ خاتم النبیین، جلد ۲، صفحہ ۵۸۵

کرتے۔" (۱)

کسی زخمی کو قتل کرنا۔ کسی مقتول کا مثلہ کرنا بھی ممنوع تھا۔

آج کے سائنسی انکشافات اور ایجادات کے دور میں جب کہ کئی قومیں اپنے آپ کو ترقی یافتہ مہذب اور شائستہ کہلانے پر مصرہیں کون ہے۔ جو اپنے دشمن کی فوجوں کے ساتھ ایسا رحیمانہ اور کریمانہ سلوک روا رکھتا ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس محبوب بندے اور برگزیدہ رسول کی ہی شان تھی کہ جنگ جیسی خوفناک چیز کو رحم و کرم کا آئینہ دار بنا دیا۔ اس نبی صادق و مصدوق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سچ فرمایا جب یہ فرمایا اَنَا نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ اَنَا نَبِیُّ الْمَلْحَمَۃِ میں رحمت کا پیغامبر ہوں، میں جنگ کا علمبردار ہوں۔ حضور کی جنگ بھی نوع انسانی کے لئے سراپا رحمت و احسان تھی۔ کیا فتنہ فساد کی آگ بجھانا اور معاشرہ کے امن وامان کو غارت کرنے والوں کی بیخ کنی کرنا نوع انسانی کے لئے رحمت نہیں۔

دین اسلام کو اپنے ابتدائی ایام میں جن سنگین حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ سرور عالم، راہبر انسانیت اس وقت اگر یہ اقدامات نہ کرتے تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا؟ دشمن آگے بڑھ کر رشد و ہدایت کے اس مرکز کو تخت و تاراج کر دیتا۔ جس کلمہ گو پر اس کا بس چلتا اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ کسی حق پرست کو زندہ نہ چھوڑتا۔ اور اس سے بھی زیادہ بھیانک اور دردناک حادثہ یہ رونما ہوتا کہ توحید کی شمع جسے روشن کرنے کے لئے حضور نبی کریم اور آپ کے صحابہ نے بے دریغ قربانیاں دی تھیں وہ بجھ جاتی۔ اور ساری کائنات کفر و شرک کی تاریکیوں میں ہمیشہ کے لئے غرق ہو جاتی۔ قوم کے اس قائد اور لشکر کے اس سالار کے بارے میں آپ کیا کہیں گے جس نے فقط صلح پسند اور امن دوست کہلانے کے شوق میں اپنی فوج کو بھی دشمن کے ہاتھوں نہ تیغ ہونے دیا اپنی ذات کو بھی ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دیا اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ اپنے مشن کو بھی ناکامی اور نامرادی کی آغوش میں ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا دیا۔ کوئی چیمبرلین یا نصیر الدین طوسی تو قوم کے ساتھ ایسی غداری کر سکتا ہے لیکن سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اور ان کے جاں نثار سے کوئی اس بات کی توقع رکھے تو وہ جَنَّتُ الْحَمْقَاء میں بس رہا ہے۔

دشمنان اسلام اور مستشرقین کی طرف سے اس نبی انسانیت پر جس کو اس کے بھیجنے والے نے رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ہے لوٹ مار اور قزاقی کے الزامات ان کی کور چشمی کی دلیل ہیں

۱۔ خاتم النبیین، جلد ۲، صفحہ ۵۸۵

باطل کے مقابلہ میں قوت کا مظاہرہ پیغمبر اسلام سے پہلے بھی متعدد انبیاء کرام کا معمول رہا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنہیں عیسائی دنیا میں عفو و درگزر۔ صلح و آشتی اور امن و سلامتی کا پیکر سمجھا جاتا ہے انہوں نے بھی طاغوتی قوتوں کے سر غرور کو نیچا کرنے کے لئے اپنے حواریوں کو تلواریں بے نیام کرنے کا حکم دیا۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے صرف پونے تین سال کی قلیل مدت بنی اسرائیل کو رشد و ہدایت کی دعوت دی ان کی کج بحثیوں، اور سازشوں اور دل آزاریوں سے تنگ آکر اپنے حواریوں کو حکم دیا تھا۔

> اس نے ان سے کہا مگر اب جس کے پاس بٹوہ ہو وہ اسے لے۔ اور اسی طرح جھولی بھی اور جس کے پاس نہ ہو وہ اپنی پوشاک بیچ کر تلوار خریدے۔ (۱)

اس سلسلہ میں لوقا کے باب ۱۲ کی آیت ۵۲ بھی ملاحظہ فرمائیں آپ نے کہا۔

> کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں۔ بلکہ جدائی کرانے۔

اس مضمون کو آپ نے متی کے باب ۱۰ آیت ۳۵۔ ۳۴ میں یوں بیان کیا ہے۔

> یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں۔

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف پونے تین سال تبلیغ کرنے کے بعد تلوار اٹھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور پھر بھی آپ کو امن و صلح کا پیغمبر کہا جاتا ہے تو اگر تیرہ چودہ سال کا عرصہ گونا گوں اذیتیں برداشت کرنے کے بعد محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماننے والوں کو کفار کے مقابلہ میں جہاد کا حکم دیتے ہیں تو آپ پر طرح طرح کے بہتان تراشے جاتے ہیں کیا یہ بے انصافی کی انتہا نہیں۔

۱۔ لوقا، باب ۲۲ آیت ۳۶

یوم الفرقان
غزوۂ بدر الکبریٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ

بِبَدْرٍ

وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

اور بیشک مدد فرمائی تھی تمھاری اللہ تعالیٰ نے

(میدانِ) **بدر** میں

حالانکہ تم بالکل کمزور تھے، پس ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ

سے تاکہ تم (اِس بروقت امداد کا)

شُکر ادا کر سکو۔

(آلِ عمران ۱۲۳)

غزوہ بدر الکبریٰ

یوم الفرقان، غزوۂ بدر الکبریٰ

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ

"اور بیشک مدد کی تھی تمہاری اللہ تعالیٰ نے (میدان) بدر میں حالانکہ تم بالکل کمزور تھے۔" (آل عمران: ۱۲۳)

تاریخ اسلام کا یہ وہ معرکہ ہے جب اسلام اور کفر حق اور باطل، سچ اور جھوٹ کی پہلی ٹکر ہوئی اسی معرکہ میں فرزندان اسلام کی تعداد لشکر کفار کی تعداد سے ایک تہائی تھی۔ وسائل اور اسلحہ کے اعتبار سے بظاہر بہت کمزور تھے۔ جزیرہ عرب کا اجتماعی ماحول سراسر ان کے خلاف تھا۔ انتہائی خوش فہمی کے باوجود اسلام کے غلبہ اور فتح مند ہونے کی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی تھی۔ کفر بڑے کروفر کے ساتھ حق کی بے سروسامانی سے نبرد آزما ہونے کے لئے تین گنا فوج لے کر بڑے غرور و رعونت سے میدان میں آیا تھا لیکن اسے ایسی فیصلہ کن ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا جس نے اس کی کمر توڑ دی پھر اسے کبھی ہمت نہ ہوئی کہ وہ اس شان سے حق کو للکار سکے۔

مورخین اس معرکہ کو غزوہ بدر الکبریٰ۔ غزوۂ بدر العظمیٰ کے نام سے یاد کرتے ہیں لیکن رب قدوس نے اپنی کتاب مقدس میں اسے یوم الفرقان کے لقب سے ملقب فرمایا ہے یعنی وہ دن جب حق اور باطل کے درمیان فرق آشکارا ہوگیا اندھوں اور بہروں کو بھی پتہ چل گیا کہ حق کا علمبردار کون ہے اور باطل کا نقیب کون = ارشاد ربانی ہے۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ (الانفال: ۴۱)

"اور جسے ہم نے اتارا اپنے (محبوب) بندہ پر فیصلہ کے دن جس روز آمنے سامنے ہوئے تھے دونوں لشکر۔"

ایک دوسری آیت میں اسے یوم البطشۃ الکبریٰ بتایا گیا ہے ارشاد ہے۔

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ (الدخان: ۱۶)

"جس روز ہم انہیں پوری شدت سے پکڑیں گے۔ اس روز ہم ان سے بدلہ لے لیں گے۔"

بتوفیقہ تعالیٰ میں کوشش کروں گا کہ سیرت اور تاریخ کی امہات الکتب سے استفادہ کرتے ہوئے آیات قرآن کریم اور ارشادات نبی رؤف رحیم کی روشنی میں اس غزوہ کے تفصیلی حالات میں آپ کی خدمت میں اس طرح بیان کروں کہ واقعات کا ربط اور تسلسل برقرار رہے تاکہ قارئین قریش مکہ کے کفر و عناد، غرور اور تکبر اور فرزندان اسلام کے جذبہ ایثار و جانفروشی کا صحیح اندازہ لگا سکیں۔

غزوۃ العشیرۃ کے حالات آپ پڑھ آئے ہیں۔ اس میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم، قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے تعاقب میں نکلے تھے جو ابوسفیان کی قیادت میں مکہ سے شام جا رہا تھا۔ لیکن حضور جب عشیرہ کے مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ قافلہ ایک دو روز پہلے یہاں سے نکل گیا ہے۔ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قافلہ کی واپسی کا انتظار تھا۔ جب اطلاع ملی۔ کہ وہ قافلہ واپس آرہا ہے۔ ابوسفیان کے علاوہ مکہ کے رئیسوں میں سے مخرمہ بن نوفل۔ عمرو بن العاص بھی اس کے ہمراہ ہیں۔ اور قافلہ کی حفاظت کے لئے چالیس آدمیوں کا جتھہ اس کے ہمرکاب ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دعوت دی کہ اس قافلہ کے تعاقب کے لئے نکلیں۔ حضور نے فرمایا۔

هٰذَا اَبُوْسُفْيَانَ قَافِلًا بِتِجَارَةِ قُرَيْشٍ فَاخْرُجُوْا لَهَا لَعَلَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُنَفِّلُكُمُوْهَا۔

"یعنی یہ ہے ابوسفیان جو اپنے قافلہ سمیت واپس آرہا ہے نکلو شائد اللہ تعالیٰ ان کے اموال ہمیں مرحمت فرما دے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعوت پر چند حضرات تو ہمرکاب ہو گئے اور کچھ پیچھے رہ گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ صحابہ کرام کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ جنگ تک نوبت آئے گی ان حضرات نے یہی خیال کیا کہ قافلہ کے ساتھ چالیس کے لگ بھگ محافظوں کا دستہ ہے۔ ان کو دبوچ لینا کوئی ایسا کام نہیں جس کے لئے سب مسلمانوں کا ساتھ جانا ضروری ہو۔ نیز حضور کریم نے بھی سب کو اس مہم میں شرکت کا حکم نہیں فرمایا تھا حضور کا ارشاد تھا۔

مَنْ كَانَ ظَهْرُهٗ حَاضِرًا فَلْيَرْكَبْ مَعَنَا۔ وَلَمْ يَنْتَظِرْ مَنْ كَانَ ظَهْرُهٗ غَائِبًا عَنْهُ۔

"یعنی جس کی سواری حاضر ہے وہ تو سوار ہو جائے اور ہمارے ساتھ چلے اور جن کی سواریاں وہاں موجود نہ تھیں بلکہ ان کی چراگاہوں میں یا زرعی فارموں میں تھیں۔

حضور نے ان کا انتظار نہ فرمایا۔"

ہجرت سے انیس ماہ بعد رمضان المبارک کی بارہ تاریخ تھی ہفتہ کا دن تھا۔ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے تین سو تیرہ یا تین سو پندرہ جاں نثاروں کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ مسلمان لشکر کے پاس سواری کے لئے ایک گھوڑا اور ستر اونٹ تھے باقی مجاہدین پاپیادہ تھے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا کہ جس کے پاس سواری کا اونٹ ہے وہ تو اپنے اونٹ پر سوار ہو جائے اور باقی پاپیادہ سفر کریں حضور نے تین صحابہ کے لئے ایک ایک اونٹ مقرر کر دیا جس پر وہ باری باری سوار ہو کر یں گے علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ مسلمانوں تو اپنے اونٹ پر سوار ہو جائے اور باقی پاپیادہ سفر کریں حضور نے ہر تین صحابہ کے لئے ایک ایک اونٹ مقرر فرما دیا۔ اور اپنے اونٹ کو بھی اپنی ذات کے لئے مخصوص نہیں فرمایا۔ حالانکہ امت کے نبی اور امام۔ لشکر کے کمانڈر انچیف کی حیثیت سے حضور اپنے اونٹ کو صرف اپنی سواری کے لئے مختص فرماتے تو کسی کو اعتراض نہ ہوتا لیکن جو نبی انسانی مساوات کی تعلیم دینے کے لئے تشریف لایا تھا۔

اگر وہ اپنے حسن عمل سے مساوات کا درس نہ دیتا تو اور کون دیتا۔ حضور نے اپنے اونٹ کے لئے بھی تین آدمی تجویز فرمائے۔ حضور خود۔ حضرت علی مرتضیٰ اور ابولبابہ۔ جب روحاء کے مقام پر حضور نے ابولبابہ کو مدینہ طیبہ کا والی بنا کر واپس بھیج دیا تو مرثد بن ابی مرثد کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ ملکوتیوں کا یہ نورانی لشکر اس شان سے اپنے مرکز سے رخصت ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنی باری کی مسافت طے کر چکے اور اترنے لگے تاکہ دوسرا ساتھی سوار ہو تو دونوں جاں نثار صحابیوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہماری باری میں بھی حضور ہی سوار رہیں۔ ہمارے لئے اس سے بڑی خوش نصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ حضور اونٹ پر سوار ہوں نکیل ہمارے ہاتھوں میں ہو۔ اس کے پاؤں کی گرد اڑ رہی ہو ہماری آنکھوں کا سرمہ اور چہروں کا غازہ بن رہی ہو۔ اے اللہ کے حبیب! ہماری یہ مخلصانہ پیشکش ضرور قبول فرمائیے۔ اس سرور عالم نبی رحمت شرف انسانی کے پیغامبر مساوات انسانی کے داعی علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ واطیب السلام نے فرمایا۔

مَآ اَنْتُمَا بِاَقْوٰی مِنِّیْ وَمَآ اَنَا اَغْنٰی عَنْکُمَا عَنِ الْاَجْرِ
"اے میرے دوستو! تم دونوں نہ مجھ سے طاقتور ہو اور نہ یہ بات ہے کہ مجھے اجر کی ضرورت نہ ہو صرف تمہیں اجر کی ضرورت ہو۔"

اپنے آقا کا یہ ایمان افروز ارشاد سن کر صحابہ کرام کے کیف و سرور کا کیا عالم ہو گا۔ ان کے ایمان کو کتنی جلاء اور توانائیاں نصیب ہوئی ہوں گی۔ قیامت تک آنے والے قائدین قوم اور سالاران افواج کو مساوات انسانی اور عمل کی عظمتوں کا کتنا جلیل المرتبت سبق ملا ہو گا۔ (۱)

اسی اثناء میں ابوسفیان کو بھی ایک شخص نے بتا دیا کہ جب تمہارا قافلہ مکہ سے شام کی طرف روانہ ہوا تھا اس وقت بھی حضور نے تمہارا تعاقب کیا تھا۔ اور اب تمہاری واپسی کی انہیں اطلاع ملی ہے وہ اپنے صحابہ کو لے کر تیرے قافلہ پر چھاپہ مارنے کے لئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہو گئے ہیں۔

جب یہ قافلہ حجاز کی حدود میں داخل ہوا تو ابوسفیان کو بہت فکر لاحق ہوئی۔ اس نے سارے علاقہ میں اپنے جاسوس پھیلا دیئے تا کہ مسلمانوں کی سرگرمیوں کے بارے میں اسے مطلع کرتے رہیں اس کے جاسوسوں نے اسے اطلاع دی کہ اس کے قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم اپنے صحابہ کی معیت میں مدینہ سے روانہ ہو گئے ہیں تو اسے ازحد خوف لاحق ہوا۔ اس نے بنی غفار کے ایک ماہر شترسوار ضمضم غفاری کو بیس مثقال سونا بطور اجرت دیا اور اسے کہا کہ وہ بجلی کی سرعت سے مکہ پہنچے اور قریش کو آگاہ کرے کہ تمہارے تجارتی کاروان پر حملہ کرنے کے ارادہ سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم چل پڑے ہیں اس لئے اس قافلہ کو بچانے کے لئے فوراً پہنچیں۔

اس قافلہ کی سلامتی سے مکہ کے تمام قریش کا مفاد وابستہ تھا۔ قبیلہ قریش کا کوئی مرد یا عورت ایسی نہ تھی جس نے اپنے مقدور کے مطابق اس قافلہ میں سرمایہ نہ لگایا ہو۔ ضمضم غفاری کے مکہ پہنچنے سے تین رات پہلے حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی عاتکہ نے ایک خواب دیکھا جس نے انہیں ہراساں کر دیا انہوں نے اپنے بھائی حضرت عباس کو بلا بھیجا آپ آئے تو عاتکہ نے کہا۔ بھائی جان! بخدا میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے حد درجہ خوف زدہ کر دیا ہے۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ آپ کی قوم پر کوئی آفت نازل ہونے والی ہے۔ اگر آپ میرے ساتھ وعدہ کریں کہ آپ اس راز کو افشانہ کریں گے تو میں آپ کو بتاتی ہوں۔ حضرت عباس نے راز افشانہ کرنے کا وعدہ کیا آپ نے اپنا خواب یوں بیان کرنا شروع کیا۔

۱۔ انساب الاشراف، جلد ۱، صفحہ ۲۸۹

میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک شتر سوار آیا اور ابطح وادی میں آکر کھڑا ہو گیا اور اس نے بلند آواز سے چیخ کر کہا۔

اَلَا انْفِرُوْا يَا آلَ غُدَرٍ اِلٰى مَصَارِعِكُمْ فِي ثَلَاثٍ

"اے دھوکا بازو! اپنی قتل گاہوں کی طرف تین دنوں کے اندر اندر دوڑ کر آؤ۔"

میں نے دیکھا کہ لوگ اس شتر سوار کے پاس جمع ہو گئے پھر وہ مسجد میں داخل ہوا۔ لوگ اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس کا اونٹ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہے اس شخص نے وہی نعرہ بلند کیا۔ پھر میں نے اس اونٹ کو جبل ابی قبیس کے اوپر کھڑا ہوا دیکھا وہاں جاکر اس شتر سوار نے پھر وہی نعرہ لگایا اور ایک بھاری بھرکم چٹان کو نیچے لڑھکا دیا جب وہ لڑھکتی ہوئی نیچے پہنچی تو اچانک پھٹ گئی مکہ کا کوئی ایسا گھر نہ رہا جس میں اس چٹان کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو۔

یہ خواب سن کر حضرت عباس نے اپنی بہن کو کہا۔ کہ یہ تو بڑا اہم خواب ہے عاتکہ! کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کرنا۔ اس کو پوشیدہ رکھنا حضرت عباس یہ کہہ کر وہاں سے نکلے راستہ میں ان کی ملاقات ولید بن عتبہ سے ہو گئی یہ ان کا دوست تھا۔ انہوں نے اس خواب کا ذکر ولید سے کر دیا اور اسے مخفی رکھنے کی تاکید کی۔ ولید نے اس کا ذکر اپنے باپ عتبہ سے کیا۔ اس طرح یہ راز افشا ہو گیا۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ میں شام کو حرم شریف میں طواف کرنے کے لئے گیا تو وہاں ابو جہل کو دیکھا کہ قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہے وہاں اس خواب کا تذکرہ ہو رہا ہے ابو جہل نے مجھے دیکھا اور کہا ابوالفضل! طواف سے فارغ ہو کر میرے پاس آنا چنانچہ میں طواف سے فارغ ہوا تو اس کے پاس چلا گیا ابو جہل نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے بنو عبد المطلب! تم میں یہ نبیہ کب پیدا ہوئی ہے۔ میں نے اسے کہا تمہارا اس سے کیا مطلب ہے! اس نے کہا میں اس خواب کا ذکر کر رہا ہوں۔ جو عاتکہ نے دیکھا ہے۔ میں نے انجان بنتے ہوئے کہا اس نے کیا دیکھا۔ ابو جہل نے کہا اے عبد المطلب کی اولاد! تم اس پر مطمئن نہیں کہ تم میں ایک نبی ظاہر ہوا اور اب تمہاری عورتوں نے نبوت کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا ہے۔

پھر اس نے کہا عاتکہ کا کہنا ہے کہ اس شتر سوار نے تین دن کے اندر نکلنے کے لئے کہا۔ ہم تین دن انتظار کریں گے۔ اگر ان تین دنوں کے اندر اس کا یہ خواب سچا نہ ہوا تو ہم یہ لکھ کر

ہر جگہ چسپاں کر دیں گے۔

إِنَّكُمْ أَكْذَبُ أَهْلِ بَيْتٍ فِي الْعَرَبِ

"کہ ملک عرب میں تمہارا گھرانہ سب سے جھوٹا گھرانہ ہے" مجھے بے بس ہو کر اس خواب کا انکار کرنا پڑا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے غصہ سے اسے کہا کہ اے بزدل! جھوٹ تجھ میں ہے یا تیرے خاندان میں۔

هَلْ أَنْتَ مُنْتَهٍ يَا مُصَفِّرَ اسْتِهِ

حضرت عباس کہتے ہیں کہ شام کو میں گھر گیا بنی عبدالمطلب کی کوئی خاتون باقی نہ رہی جس نے مجھے یہ کہہ کر ڈانٹ نہ پلائی ہو اور یہ نہ کہا ہو۔

أَقْرَرْتُمْ لِهٰذَا الْفَاسِقِ الْخَبِيثِ أَنْ يَقَعَ فِي رِجَالِكُمْ ثُمَّ قَدْ تَنَاوَلَ النِّسَاءَ وَأَنْتَ تَسْمَعُ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ عِنْدَكَ غِيَرٌ لِشَيْءٍ مِمَّا سَمِعْتَ۔

"پہلے وہ خبیث فاسق تمہارے مردوں پر الزام تراشی کرتا رہا تو تم نے اسے برداشت کر لیا اب وہ تمہارے خاندان کی خواتین پر بہتان لگا رہا ہے اور تم خاموشی سے سن رہے ہو۔ تم میں اتنی غیرت بھی نہیں کہ اس کا منہ توڑ جواب دے سکو۔" (۱)

میں نے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑائی کہ میں ابھی اس کے پاس جاتا ہوں اور اگر اس نے پھر کوئی ایسی بات کہی تو میں اس کا کام تمام کر دوں گا۔

اس واقعہ کے تیسرے روز میں پھر حرم شریف میں گیا۔ آج میں نے دل میں ٹھان لی تھی کہ اگر ابو جہل سے میری ملاقات ہوئی تو میں اس سے بدلا لے کر رہوں گا۔ جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو مجھے ابو جہل نظر آیا میں اس کے پاس جانے کے لئے آگے بڑھا ہی کیا دیکھتا ہوں کہ ابو جہل بھاگا ہوا مسجد کے دروازے کی طرف جا رہا ہے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اس نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ اور میرے خوف سے باہر بھاگا جا رہا ہے در حقیقت یہ بات نہ تھی۔ اس نے ضمضم بن عمرو الغفاری کی چیخ سن لی تھی اور وہ ادھر دوڑا جا رہا تھا میں بھی باہر آگیا وہاں میں نے ضمضم کو وادی کے درمیان اپنے اونٹ پر سوار کھڑا ہوا دیکھا اس نے اپنے اونٹ کی

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۳۸۲

ناک اور کان کاٹ دیئے تھے اپنے کجاوے کو الٹا کر دیا اور اپنی قمیص آگے پیچھے سے پھاڑ ڈالی تھی اور چیخ چیخ کر یہ اعلان کر رہا تھا۔

اَللَّطِيْمَة اللَّطِيْمَة اَیْ اَدْرِكُوا اللَّطِيْمَة وَهِيَ الْعِيْرُ الَّتِيْ تَحْمِلُ الطِّيْبَ وَالْبَزَّ وَاَمْوَالُكُمْ مَعَ اَبِیْ سُفْيَانَ قَدْ عَرَضَ لَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَصْحَابِهٖ لَا اَدْرِيْ اَنْ تُدْرِكُوْهَا اَلْغَوْثَ اَلْغَوْثَ

"اللطیمہ اللطیمہ اپنے اس قافلہ کو بچاؤ جس پر خوشبو، بزازی اور دیگر اموال تجارت لدے ہوئے ہیں مع ابوسفیان اس پر حملہ کرنے کے لئے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور آپ کے صحابہ نے چڑھائی کر دی ہے۔ میرے گمان میں یہ نہیں کہ تم بروقت وہاں پہنچ جاؤ گے۔ فریاد پھر فریاد۔" (۱)

اس نئے حادثہ نے مجھے بھی اور اسے بھی یوں مصروف کر دیا کہ پھر ہم اس موضوع پر کوئی بات نہ کر سکے۔

ضمضم کا یہ اعلان سننے کے بعد لوگوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ عاتکہ کے خواب کے باعث ہر ایک پر خوف و ہراس طاری تھا۔ کفار مکہ ڈینگیں مارنے لگے اور شیخی بگھارنے لگے۔ محمد (فداہ ابی و امی) اور اس کے صحابہ نے ہر ایک کو حضرمی والا قافلہ سمجھ رکھا ہے۔ اب جب ہم سے ٹکرلیں گے تو ان کو اپنی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

قبیلہ قریش میں جوش و خروش کا ایک عجیب عالم تھا۔ ان میں سے ہر ایک خود اس جنگ میں شریک ہونے کے لئے بے تاب تھا۔ اگر کسی مجبوری کے باعث خود جانے سے قاصر تھا تو اپنے قائم مقام ایک جواں کو بھیج رہا تھا جو لوگ مالی لحاظ سے طاقت ور تھے۔ وہ نادار افراد کی مالی اعانت کر کے انہیں سامان جنگ، سواری کے لئے اونٹ مہیا کر رہے تھے۔ قریش کے رؤساء عام لوگوں کو بھی مشتعل کر رہے تھے کہ وہ اس مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں سہیل بن عمرو، جو مکہ کا رئیس اعظم تھا۔ وہ لوگوں کو یہ کہہ کر برانگیختہ کر رہا تھا۔

اَتَارِكُوْنَ اَنْتُمْ مُحَمَّدًا وَالصُّبَاةَ مِنْ اَهْلِ يَثْرِبَ يَاْخُذُوْنَ اَمْوَالَكُمْ مَنْ اَرَادَ مَالًا فَهٰذَا مَالِيْ وَمَنْ اَرَادَ قُوَّةً فَهٰذِهٖ قُوَّتِيْ۔

ا۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۳۸۳ و سیرت دحلان، جلد ۱، صفحہ ۳۶۲

"کیا تم محمد (فداہ ابی و امی) اور یثرب کے بے دینوں کو اس بات کی اجازت دے دو گے کہ وہ تمہارے مال لوٹ کر لے جائیں جس شخص کو دولت کی ضرورت ہو تو میری دولت اس کے لئے حاضر ہے اور جس شخص کو اسلحہ کی ضرورت ہو تو وہ میرے اسلحہ خانہ سے اسلحہ لے سکتا ہے۔"

اس کے اعلان پر امیہ بن ابی صلت نے اس کے بارے میں مدحیہ قصیدہ لکھا۔ نوفل بن معاویہ، مکہ کے اہل ثروت کے پاس گیا اور انہیں اس بات پر برانگیختہ کیا کہ وہ اس لشکر کے لئے کھل کر مالی امداد دیں اور فوجیوں کی سواری کے لئے اونٹ مہیا کریں۔ نوفل کی باتیں سن کر عبداللہ بن ابی ربیعہ بولا۔

یہ لو پانچ سو اشرفیاں۔ جہاں مناسب سمجھتے ہو خرچ کرو۔ عویلطب بن عبدالعزیٰ نے تین سو اشرفیاں پیش کیں۔ طعیمہ بن عدی نے بیس اونٹ پیش کئے اور یہ وعدہ کیا کہ جو لوگ جنگ کے لئے جائیں گے وہ ان کے اہل و عیال کی جملہ ضروریات پوری کرے گا۔ الغرض ابو جہل نے تمام سرکردہ لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ اس لشکر میں شریک ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلیں حتیٰ کہ اس نے قبیلہ بنو ہاشم کے جو افراد مکہ میں موجود تھے ان کو بھی معاف نہ کیا ان میں سے بھی حضرت عباس بن عبدالمطلب، نوفل بن حارث، طالب بن ابی طالب اور عقیل بن ابی طالب کو مجبور کیا کہ وہ اس لشکر میں شامل ہوں۔

الغرض ہر قریشی یا خود اس لشکر میں شامل ہوا یا کسی شخص کو اپنے قائم مقام بھیجا مکہ کے سرکردہ لوگوں کا ایک وفد ابو لہب کے پاس گیا اس نے لشکر میں شریک ہونے سے تو صاف انکار کر دیا البتہ عاص بن ہشام بن مغیرہ کو اپنی جگہ بھیجا۔ عاص ابو لہب کا مقروض تھا چار ہزار درہم اس کے ذمہ واجب الاداء تھے وہ افلاس کی وجہ سے ادا نہیں کر سکتا تھا ابو لہب نے اسے کہا کہ اگر تم میری جگہ اس لشکر میں شریک ہو تو میں تمہیں چار ہزار درہم کی خطیر رقم معاف کر دوں گا۔ چنانچہ عاص اس بات پر رضامند ہو گیا اور ابو لہب کے قائم مقام لشکر میں شریک ہوا۔ در اصل عاتکہ کے خواب نے اس کو حواس باختہ کر دیا تھا وہ کہتا تھا۔ کہ عاتکہ کا خواب یقینی سچا ہے۔

امیہ بن خلف، جو مکہ کا رئیس اعظم تھا اور اپنی قوم میں معزز و محترم تھا اس نے بھی جنگ میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایک روز وہ اپنی قوم کے پاس حرم میں بیٹھا ہوا تھا کہ عقبہ بن ابی معیط آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں کانگڑی (چھوٹی انگیٹھی) تھی جس میں کچھ انگارے تھے اس نے

ان پر بخور ڈالا ہوا تھا اس نے اسے امیہ کے سامنے لاکر رکھ دیا اور کہا محترمہ! آپ دھونی لیں آپ مرد نہیں عورت ہیں۔ دراصل ابو جہل نے عقبہ کو ایسا کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ عقبہ احمق شخص تھا۔ امیہ نے اسے خوب گالیاں سنائیں پھر ابو جہل خود اس کے پاس آیا اور اسے کہا اے ابا صفوان! (امیہ کی کنیت) تم اس علاقہ کے سردار ہو جب لوگ دیکھیں گے کہ تم اس جنگ میں شرکت نہیں کر رہے تو وہ بھی شرکت سے باز رہیں گے اور اس سے برا اثر پڑے گا۔ آپ ایسا کریں کہ یہاں سے ہمارے ساتھ روانہ ہوں ایک دو روز کے بعد بے شک آپ واپس چلے آئیں۔ امیہ کے خوفزدہ ہونے کی وجہ وہ دھمکی تھی جو حضرت سعد بن معاذ نے اسے دی تھی۔ اس کی تفصیلات آپ ابھی پڑھ آئے ہیں۔

امیہ بن خلف، عتبہ، شیبہ، زمعہ بن اسود، عمیر بن وہب، حکیم بن حزام وغیرہ اکابر مکہ فال نکالنے کے لئے اپنے بڑے بت ہبل کے پاس اکٹھے ہوئے۔ جب انہوں نے فال نکالی تو وہ تیر نکلا جس میں جنگ میں شرکت کی ممانعت تھی چنانچہ انہوں نے جنگ میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن ابو جہل نے ان کو اتنا مجبور کیا کہ وہ باول نخواستہ لشکر میں شمولیت پر آمادہ ہوگئے۔

عداس کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں یہ عتبہ اور شیبہ کا غلام تھا۔ اس نے طائف میں حضور کی خدمت میں انگور پیش کئے تھے اور اسلام قبول کیا تھا جب اس کے آقا ربیعہ کے دونوں فرزند عتبہ اور شیبہ جنگ پر روانہ ہونے لگے تو از راہ خیر اندیشی عداس نے کہا۔

بِأَبِي وَأُمِّي أَنْتُمَا وَاللهِ مَا تُسَاقَانِ إِلَّا إِلَى مَصَارِعِكُمَا

"میرے ماں باپ تم دونوں پر قربان ہوں۔ تم اپنی قتل گاہوں کی طرف روانہ ہو رہے ہو بہتر ہے کہ یہ ارادہ ترک کر دو۔

انہیں بھی ابو جہل نے مجبور کیا اور وہ اس خیال سے روانہ ہوئے کہ چند روز بعد واپس آ جائیں گے۔ تین روز تک یہ لشکر اس سفر پر جانے کی تیاری کرتا رہا جب تیاریاں مکمل ہو گئیں جنگ جو بہادروں کا ایک لشکر جرار، اس کے لئے سامان جنگ اور سواری کے جانور فراہم ہو گئے تو انہوں نے عزم سفر کیا قریش مکہ کی فوج کی تعداد نو سو پچاس تھی۔ ان کے پاس ایک سو گھوڑے تھے جن پر سو زرہ پوش سوار تھے۔ پیدل سپاہیوں کے لئے زرہیں ان کے علاوہ تھیں۔ اس روز ان کا علمبردار صائب بن یزید تھا۔ صائب اسے اللہ تعالیٰ نے بعد میں نعمت ایمان ارزانی فرمائی۔ اور

ا۔ سیرت دحلان، جلد ا، صفحہ ۳۶۳ و سیرت حلبیہ، جلد ا، صفحہ ۵۳۱

ان کی پانچویں پشت میں حضرت امام شافعی جیسی نابغہ روزگار ہستی پیدا ہوئی۔ یہ لشکر کس شان سے مکہ سے روانہ ہوا۔ اس کے بارے میں تمام مورخین نے یوں لکھا ہے۔

وَمَعَهُمُ الْقِيَانُ وَهُنَّ الْإِمَاءُ الْمُغَنِّيَاتُ يَضْرِبْنَ بِالدُّفُوفِ يُغَنِّيْنَ بِهِجَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ وَهُمْ فِيْ غَايَةٍ مِنَ الْبَطَرِ وَالْخُيَلَاءِ حِيْنَ خُرُوْجِهِمْ

"ان کے ساتھ رقص کرنے والی کنیزیں تھیں جو دفیں بجارہی تھیں انہیں جوش دلانے کے لئے گیت گا رہی تھیں اور مسلمانوں کی ہجو میں اشعار سنا کر ان کی آتش غضب کو اور بھڑکا رہی تھیں نیز کفار مکہ جب مکہ سے نکلے تو غرور ونخوت کا پیکر بنے ہوئے تھے۔" (۱)

اللہ تعالیٰ نے فرقان حمید میں ان کے غرور وتکبر کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ۔

(الانفال: ۴۷)

"اور (دیکھو) نہ بن جانا ان لوگوں کی طرح جو نکلے تھے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور محض لوگوں کے دکھلاوے کے لئے اور روکتے تھے اللہ کی راہ سے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اسے (اپنے علم وقدرت سے) گھیرے ہوئے ہے۔"

ابلیس، سراقہ بن مالک کی شکل میں

جب تیاریاں مکمل ہو چکیں تو اچانک ایک خیال نے ان سب کو پریشان کر دیا۔ قریش نے بنی کنانہ کے ایک بوڑھے شخص کو قتل کر دیا تھا۔ ان کے علاقہ سے قریش کا ایک خوبرو جوان گزرا انہوں نے اسے پکڑا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کچھ عرصہ بعد مرّ الظہران سے بنی کنانہ کا ایک سردار عامر نامی گزر رہا تھا۔ مقتول قریش کے بھائی نے موقع پا کر اسے قتل کر دیا۔ اور اس کی تلوار لے کر مکہ آیا اور اسے غلاف کعبہ کے ساتھ لٹکا دیا۔ جب صبح ہوئی تو قریش نے ایک تلوار غلاف کعبہ کے ساتھ لٹکتی ہوئی دیکھی انہوں نے پہچان لیا کہ یہ بنو کنانہ کے سردار عامر کی

دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد ۳، صفحہ ۳۲ — سیرت زینی دحلان، جلد ۱، صفحہ ۳۶۴، بدر الکبریٰ، صفحہ ۴۸

تکوار ہے انہیں یہ بھی پتہ چل گیا کہ فلاں قریشی نے عامر کو قتل کیا ہے۔ اب انہیں یہ فکر لاحق ہوئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے مکہ سے اتنے دور چلے جائیں بنو کنانہ ہمارے گھروں کو خالی پا کر حملہ کر دیں ہمارے اہل و عیال کو قید کر کے اور ہمارے مال و اسباب لوٹ کر لے جائیں۔ انہوں نے سوچا کہ ایسے حالات میں ان کا باہر جانا بڑا خطرناک ہے چنانچہ انہوں نے اس مہم کو ترک کرنے کا ارادہ کر لیا اچانک ابلیس ملعون سراقہ بن مالک المدلجی کی شکل میں ظاہر ہوا اور انہیں تسلی دی کہ بنو کنانہ ان پر حملہ آور نہیں ہوں گے اور اپنے آپ کو اس بات کا ضامن بنایا۔ اس نے انہیں کہا۔

اِنَّا لَكُمْ جَارٌ مِنْ اَنْ يَأْتِيَكُمْ كِنَانَةُ مِنْ خَلْفِكُمْ بِشَيْءٍ تَكْرَهُوْنَهُ

"میں تمہیں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ بنو کنانہ تمہارے پیچھے کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جو تمہیں ناپسند ہو۔"

اس نے لیک اور جھوٹ بھی بولا۔ کہ بنو کنانہ تو تمہاری امداد کے لئے آنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں شیطان کی اس مکاری کا تذکرہ ہے۔

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ (الانفال ۴۸)

"اور یاد کرو جب آراستہ کر دیئے ان کے لئے شیطان نے ان کے اعمال اور انہیں کہا کہ کوئی غالب نہیں آسکتا تم پر آج ان لوگوں میں سے اور میں نگہبان ہوں تمہارا۔"

چنانچہ کفار قریش کا لشکر جرار ان مٹھی بھر مسلمانوں کی بیخ کنی کے لئے بڑے کروفر سے روانہ ہوا اب ہم لشکر قریش کو اپنی حالت پر چھوڑتے ہیں اور ابو سفیان اور اس کے قافلہ کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کراتے ہیں۔

ضمضم غفاری کو مکہ بھیجنے کے بعد ابو سفیان بے فکر نہیں ہوا بلکہ اس نے اپنی جاسوسی سرگرمیاں تیز تر کر دیں اس نے عمومی راستہ کو چھوڑ کر وہ راستہ اختیار کیا جو ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ مکہ کو جاتا تھا۔ اور بڑی تیز رفتاری سے مسلسل مسافت طے کرنا شروع کر دی۔ اس طرز عمل سے وہ مسلمانوں کے حملہ کی زد سے محفوظ ہو گیا۔ اس وقت اس نے قیس بن امرؤالقیس کو قریش کے لشکر کو یہ پیغام دینے کے لئے بھیجا کہ وہ ایسے مقام پر پہنچ گیا ہے جہاں وہ مسلمانوں کے حملہ کے خطرہ سے محفوظ ہو گیا ہے قافلہ کی حفاظت اور امداد کے لئے اب لشکر کی

ضرورت نہیں۔ اس لئے آپ لوگ مکہ واپس لوٹ جائیں۔

جب ابو سفیان کا قاصد پیغام لے کر پہنچا تو کفار کا لشکر جحفہ کے مقام پر خیمہ زن تھا۔ جحفہ مکہ سے تین چار منزل کی مسافت پر ہے اس نے وہ پیغام لشکر کے سپہ سالار ابو جہل کو پہنچا دیا۔ لیکن اس فرعون مزاج قریشی نے ابو سفیان کے مشورہ کی ذرا پروا نہ کی۔ اور کہا۔

حَتّٰی نَقْدَمَ بَدْرًا فَنُقِیْمَ فِیْہِ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ وَنَنْحَرَ الْجُزُرَ وَ نُطْعِمَ الطَّعَامَ وَنَسْقِی الْخَمْرَ وَتَعْزِفَ عَلَیْنَا الْقِیَانُ بِالْمَعَازِفِ وَتَسْمَعَ بِنَا الْعَرَبُ وَبِمَسِیْرِنَا وَجَمْعِنَا فَلَا یَزَالُوْنَ یَھَابُوْنَنَا اَبَدًا فَامْضُوْا۔

"بخدا ہم ہرگز نہیں جائیں گے۔ یہاں تک کہ ہم بدر پہنچیں وہاں تین دن قیام کریں گے۔ اونٹوں کو ذبح کریں گے وہاں سارے لشکر کو کھانا کھلائیں گے۔ شراب کے جام پر جام لنڈھائیں گے ہماری کنیزیں سارنگیاں اور دفیں بجا کر رقص و سرود کی محفل گرم کریں گی سارا عرب ہمارے متعلق اور ہمارے سفر کے متعلق اور ہمارے لشکر کے بارے میں سنے گا پھر ہمیشہ کے لئے وہ ہم سے خوفزدہ رہیں گے۔ اے دوستو! بڑھتے چلے جاؤ۔"

اگرچہ ابو جہل نے ابو سفیان کے مشورہ کو مسترد کر دیا لیکن کئی سلیم الطبع لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اس پر غور کیا اور اس پر عمل کرنے میں ہی اپنی فلاح سمجھی۔ اخنس بن شریق الثقفی جو بنی زہرہ کا حلیف تھا۔ وہ جحفہ کے مقام پر بنی زہرہ کے پاس گیا اور انہیں جا کر کہا۔ تمہارے اموال بھی اللہ تعالیٰ نے بچالئے۔ تمہارا آدمی مخرمہ بن نوفل بھی بسلامت واپس پہنچ گیا۔ تم گھروں سے اس لئے نکلے تھے کہ مخرمہ کو بچاؤ اور اپنے اموال تجارت کی حفاظت کرو تمہارا وہ مقصد پورا ہو گیا اب تم اس جنگ کی آگ میں اپنے آپ کو بلا مقصد کیوں جھونکتے ہو۔ میری رائے یہ ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ اگر کوئی تمہیں بزدلی کا طعنہ دے تو تم یہ الزام مجھ پر عائد کر دینا میں اس الزام سے خود نپٹ لوں گا۔

اخنس جو پکا کافر تھا اس میں یہ تبدیلی کیونکر رونما ہوئی۔

علامہ مقریزی "الامتاع" میں اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ایک دفعہ اس سفر میں اخنس نے تنہائی میں ابو جہل سے ملاقات کی اور اس سے پوچھا کیا محمد

(علیہ الصلوٰۃ والسلام) تیرے خیال میں جھوٹے ہیں۔ ابو جہل نے کہا۔

كَيْفَ يَكْذِبُ عَلَى اللهِ وَقَدْ كُنَّا نُسَمِّيهِ الْأَمِينَ لِأَنَّهُ مَا كَذَبَ قَطُّ لٰكِنْ إِذَا كَانَتْ فِي عَبْدِ مَنَافٍ السِّقَايَةُ وَالرِّفَادَةُ وَالْمَشْوَرَةُ ثُمَّ تَكُونُ فِيهِمُ النُّبُوَّةُ فَأَيُّ شَيْءٍ بَقِيَ لَنَا۔

"ابو جہل نے کہا۔ وہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھ سکتے ہیں حالانکہ ہم خود انہیں امین کہا کرتے تھے، انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ لیکن بات یہ ہے کہ عبد مناف کے پاس پہلے ہی سقایہ۔ رفادہ اور مشورہ کے اہم اور اعلیٰ مناصب ہیں اگر ان میں نبوت بھی آجائے تو ہمارے لئے کیا باقی رہے گا۔"

اخنس نے ابو جہل کی جب یہ بات سنی تو اسے یقین ہو گیا کہ یہ محض اقتدار کی جنگ ہے ابو جہل کے دل میں بنو ہاشم کے بارے میں جو حسد اور بغض ہے محض اس لئے وہ حضور نبی صادق و مصدوق کی مخالفت کر رہا ہے چنانچہ اس نے بنو زہرہ کو سمجھایا اور انہیں اس جنگ میں شرکت نہ کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ بنی زہرہ کے جتنے افراد کفار کے لشکر میں شامل تھے وہ سب واپس چلے گئے اور بنو عدی قبیلہ کے افراد اس سے پہلے مرالظہران سے ہی واپس چلے گئے تھے۔

مورخین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اخنس اور بنو زہرہ کس مقام پر لشکر کفار سے جدا ہوئے مقریزی کا خیال ہے کہ ابواء کے مقام پر یہ جدائی وقوع پذیر ہوئی لیکن اکثر مورخین طبری۔ ابن سعد وغیرہ کی رائے میں جحفہ کے مقام پر ہی بنو زہرہ واپس چلے گئے تھے۔ (۱)

حضرت ابو طالب کے بیٹے طالب بھی اس لشکر میں شریک تھے ان کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ اثنائے سفر کسی قریشی کے ساتھ ان کی گفتگو ہوئی اسی قریشی نے طالب کو کہا۔ بخدا! اے بنی ہاشم! ہم جانتے ہیں کہ بظاہر اگرچہ تم ہمارے ساتھ ہو لیکن تمہاری قلبی ہمدردیاں محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ساتھ ہیں یہ بات سن کر طالب کو بہت غصہ آیا اور اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ وہ بھی مکہ لوٹ گیا۔ (۲)

اب ہم آپ کو مدینہ طیبہ لے چلتے ہیں جہاں اللہ کا محبوب اپنے قدسی صفات تین صد تیرہ صحابہ کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہو رہا ہے۔

حضور نے عبداللہ بن ام مکتوم کو نماز پڑھانے کے لئے اپنی جگہ امام مقرر فرمایا اسلامی لشکر

۱۔ الامتاع، جلد ۱، صفحہ ۷۹۔ ۸۰

۲۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۰۰

جب روحاء کے مقام پر پہنچا تو حضور نے ابولبابہ کو واپس مدینہ بھیج دیا تاکہ وہ حضور کی واپسی تک نیابت کے فرائض انجام دیں۔ لشکر اسلام کا پرچم جو سفید رنگ کا تھا وہ حضرت مصعب بن عمیر کو ارزانی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آگے آگے دو اور جھنڈے لہرا رہے تھے ایک پرچم سیدنا علی مرتضیٰ کے دست مبارک میں تھا اس پرچم کا نام عقاب تھا اور دوسرا پرچم ابن ہشام کی رائے کے مطابق حضرت سعد بن معاذ کے پاس تھا۔ لیکن بعض اصحاب سیر نے حضرت حباب بن منذر کو انصار کا علمبردار کہا ہے۔ (۱)

ابن اسحاق فرماتے ہیں لشکر کے ساقہ (آخری حصہ) پر قیس ابن ابی صعصعہ کو امیر مقرر فرمایا جو بنو نجار کے بنی مازن قبیلہ سے تھے میمنہ (دائیں جانب) پر سعد بن خیثمہ کو میسرہ (بائیں جانب) پر مقداد بن اسود کو امیر مقرر فرمایا۔ جب لشکر اسلام روانہ ہونے لگا تو حضور نے حکم دیا کہ جن اونٹوں کے گلے میں گھنٹیاں ہیں انہیں کاٹ دیا جائے اس کا مقصد یہ تھا کہ لشکر کی رازداری برقرار رکھی جاسکے۔

امام بخاری اپنی صحیح میں عبداللہ بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے (عبداللہ نے) کعب بن مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوسکا۔ اور حضور نے اس غزوہ میں شریک نہ ہونے والوں پر کسی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا کیونکہ جب یہ لشکر روانہ ہوا تو اس کے پیش نظر ابو سفیان کا قافلہ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت اور حکمت سے مسلمانوں اور کفار مکہ کو آمنے سامنے کر دیا جس کے بارے میں پہلے کوئی میعاد مقرر نہ کی گئی تھی۔ (۲)

حضور بارہ رمضان المبارک بروز ہفتہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے پہلا پڑاؤ مدینہ سے ایک میل دور بئر ابی عنبہ پہ مرج الظبیہ کے مقام پر لشکر کا جائزہ لیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے جاں نثار صحابہ کے ساتھ مندرجہ ذیل مقامات سے گزرتے ہوئے اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتے چلے گئے نقب المدینہ۔ العقیق۔ ذوالحلیفہ۔ اولاۃ الجیش۔ تربان۔ مُلَل۔ غمیس الحمام۔ صُخیرات الیمامہ۔ السیالہ۔ فج الروحاء۔ شنوکہ۔

یہی وہ درمیانی راستہ ہے جو مدینہ طیبہ سے مکہ کی طرف جاتا ہے۔

جب لشکر اسلام مرج الظبیہ پہنچا۔ تو وہاں ایک بدوی سے ملاقات ہوئی مسلمانوں نے اس

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۳۸۷

۲۔ بخاری شریف ، سیرت ابن کثیر جلد ۲، صفحہ ۳۸۹

سے لشکر کفار کے بارے میں پوچھاتو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اسے کہا گیا کہ سلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اے فلاں اللہ کے رسول کی خدمت میں سلام عرض کرو۔ اس نے پوچھا کیا تم میں کوئی اللہ کا رسول بھی ہے مسلمانوں نے کہاہاں تم سلام عرض کرو۔ وہ حضور کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔

اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو بتایئے میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔ سلمہ بن سلامہ ایک صحابی بولے۔

لَا تَسْئَلْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَقْبِلْ عَلَيَّ وَاَنَا اُخْبِرُكَ عَنْ ذٰلِكَ۔

"یہ سوال اللہ کے رسول سے نہ پوچھو ادھر آؤ میں تمہیں اس سے آگاہ کرتا ہوں۔"

نَزَوْتَ عَلَيْهَا فَفِيْ بَطْنِهَا مِنْكَ سَخْلَةٌ۔

"تم نے اس سے بد معاشی کی ہے اور اس کے پیٹ میں تجھ سے بچہ ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا چھوڑو اسے تم نے اسے رسوا کیا۔ (۱)

مرج الظبیہ کے مقام پر لشکر کا جائزہ لیا اور جو کم عمر بچے تھے ان کو واپس بھیج دیا۔ عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید، رافع بن خدیج، براء بن عازب، اسید بن حضیر زید بن ارقم اور زید بن ثابت الانصاری النجاری کو واپس جانے کا حکم دیا۔ عمیر بن ابی وقاص جب ملاحظہ کے لئے پیش ہوئے اور حضور نے انہیں کمسنی کی وجہ سے واپس جانے کا حکم دیا تو وہ رو پڑے ان کے جذبہ جہاد کو دیکھ کر حضور کو ترس آگیا تو انہیں ساتھ چلنے کی اجازت دے دی انہوں نے میدان بدر میں جام شہادت نوش کیا اس وقت ان کی عمر صرف سولہ سال تھی۔ (۲)

بئر سقیا سے حضور نے بھی پانی نوش فرمایا اور اپنے صحابہ کو بھی حکم دیا کہ اس کنوئیں کا پانی پئیں پھر وہاں نماز ادا کی اور اس روز ان الفاظ سے مدینہ طیبہ کے لئے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ عَبْدَكَ وَخَلِيْلَكَ وَنَبِيَّكَ دَعَاكَ لِاَهْلِ مَكَّةَ وَاِنِّيْ مُحَمَّدٌ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ اَدْعُوْكَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اَنْ تُبَارِكَ لَهُمْ فِيْ صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ وَثِمَارِهِمْ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۳۹۰

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۸۔ امتاع الاسماع، جلد ۱، صفحہ ۷۴

إِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ وَاجْعَلْ مَا بِهَا مِنَ الْوَبَاءِ بِخُمٍّ۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ حَرَّمْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُكَ مَكَّةَ۔

"اے اللہ! ابراہیم تیرے بندے، تیرے خلیل، اور تیرے نبی تھے۔ انہوں نے اہل مکہ کے لئے تجھ سے دعا مانگی تھی۔ اور میں محمد (فداہ ابی و امی) تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔ میں اہل مدینہ کے لئے تجھ سے دعا مانگتا ہوں کہ تو ان کے لئے ان کے صاع میں۔ ان کے مُد میں اور ان کے پھلوں میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! مدینہ کو ہمارے لئے محبوب بنا دے اور جو وبائی امراض وہاں ہیں انہیں خم میں بھیج دے۔ اے اللہ! میں نے مدینہ کے دو کناروں کے درمیانی علاقہ کو حرم بنا دیا ہے، جس طرح تیرے خلیل ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا۔ " (۱)

اسی مقام پر خبیب بن اساف جو بڑا بہادر اور جنگ جو تھا لیکن ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ وہ اپنی قوم خزرج کی مدد کے لئے اور غنیمت کے لالچ کے لئے آیا اور ساتھ جانے کی اجازت طلب کی۔ صحابہ اس کی آمد سے بڑے خوش ہوئے کہ ایسا بہادر اور جنگ آزما سپاہی ہمارے ساتھ جا رہا ہے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لے جانے سے انکار کر دیا اور فرمایا۔

لَا يَصْحَبُنَا إِلَّا مَنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِنَا

"کہ ہم کسی ایسے شخص کو اپنے ہمراہ نہیں لے جائیں گے جو ہمارے دین پر نہ ہو۔ " (۲)

اتوار کی شام کو سقیا کے مکانوں سے جب روانہ ہوئے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ وَعُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ وَجِيَاعٌ فَأَشْبِعْهُمْ وَعَالَةٌ فَأَغْنِهِمْ مِنْ فَضْلِكَ۔

"اے اللہ یہ پیادہ ہیں ان کو سواریاں عطا فرما یہ عریاں ہیں ان کو لباس عنایت فرما یہ بھوکے ہیں ان کو سیر کر یہ مفلس ہیں ان کو اپنے فضل سے غنی فرما دے۔ "

وہاں سے چل کر حضور بیجیج جسے بیر الروحاء بھی کہتے ہیں آکر اترے۔ وہاں سے

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۸۔امتاع الاسماع جلد ا صفحہ ۹۸

۲۔ ایضاً

جب منصرف کے مقام پر پہنچے تو مکہ کے اس راستہ کو بائیں جانب چھوڑا اور نازیہ کے راستہ بدر کا قصد فرمایا پھر وادی کو درمیان سے چیرتے ہوئے رحقان نامی وادی سے گزر کر مضیق الصفراء سے ہوتے ہوئے اصفراء کے مقام پر تشریف فرما ہوئے یہاں سے حضور نے دو جاسوس ابو سفیان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے بدر روانہ کئے ان میں سے ایک کا نام بسبس بن عمرو الجہنی تھا جو بنی ساعدہ کا حلیف تھا۔ دوسرے کا نام عدی بن ابی زغباء تھا۔ جو بنی نجار کا حلیف تھا۔ وہ تعمیل ارشاد کے لئے بدر کی طرف چل دیئے۔ پانی کے چشموں کے قریب ریت کا ایک ٹیلہ تھا۔ اس کی اوٹ میں انہوں نے اپنے اونٹ بٹھائے انہوں نے دیکھا کہ دو نو عمر عورتیں جا رہی ہیں ایک نے دوسری کو اس طرح پکڑا ہوا ہے جس طرح قرض خواہ اپنے مقروض کو پکڑتا ہے جس عورت کو پکڑا ہوا تھا اس نے اپنی رفیقہ کو کہا کہ۔

اِنَّمَا تَرِدُ الْعِيرُ غَدًا أَوْ بَعْدَهُ فَاعْمَلُ لَهُمْ ثُمَّ اَقْضِيكِ

"کہ کل یا پرسوں قافلہ یہاں پہنچے گا میں ان کی خدمت کروں گی جو معاوضہ ملا میں اس سے تمہارا قرض ادا کر دوں گی۔"

مجدی بن عمرو وہاں چشمہ پر موجود تھا اس نے کہا کہ تم سچ کہتی ہو۔ یوں اس نے ان کے درمیان بیچ بچاؤ کر دیا۔ بسبس اور عدی دونوں ان کی باتیں سن رہے تھے وہاں سے واپس آگئے اور سرور عالم کو اطلاع دی۔

ابو سفیان کو ہر وقت مسلمانوں کے حملہ کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ وہ اپنے قافلہ سے آگے بدر کی طرف نکل آیا تاکہ کچھ معلومات حاصل کر سکے۔ جب وہاں پہنچا تو مجدی ابھی وہیں موجود تھا ابو سفیان نے اس سے پوچھا کیا کوئی مشکوک آدمی تم نے دیکھا ہے اس نے کہا نہیں۔ البتہ میں نے دو شتر سوار دیکھے ہیں جنہوں نے اس ٹیلے کے پیچھے اپنے اونٹ بٹھائے۔ پھر اس چشمہ سے مشک میں پانی بھرا اور چل دیئے۔ ابو سفیان وہاں آیا جہاں اونٹ بیٹھے تھے وہاں اونٹوں کے لیدنے پڑے تھے۔ ایک لیدنا اٹھایا اور اسے پھوڑا جب اس میں اسے کھجور کی گٹھلیاں نظر آئیں تو چیخ اٹھا۔

هٰذِهٖ وَاللّٰهِ عَلَائِفُ اَهْلِ يَثْرِبَ -

"بخدا یہ اہل یثرب کے چارہ کے لیدنے ہیں۔"

وہ جلدی سے واپس بھاگا۔ اور اپنے قافلہ کو لے کر ساحل سمندر کی طرف نکل گیا بدر کو اپنی بائیں جانب چھوڑ کر ساحل کے کنارے کنارے مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ (۱)

۱۔ الاکتفاء، صفحہ ۱۸، جلد ۲

قیس بن امرؤ القیس نے ابو سفیان کا پیغام لشکر قریش کو پہنچایا لیکن ابو جہل نے واپس جانے سے انکار کر دیا قیس نے واپس جا کر ابو سفیان کو سارا حال بتایا۔ اس نے سن کر آہ بھری اور کہا۔

وَا قَوْمَاهُ! هٰذَا عَمَلُ عَمْرِو بْنِ هِشَامٍ

"ہائے میری قوم کی بد بختی یہ عمرو بن ہشام کا کارنامہ ہے۔"

بنو زہرہ اخنس کے مشورہ پر واپس چلے آئے تھے۔ وہ عمر بھر اس صائب مشورہ کے لئے اس کے شکر گزار رہے، بنو ہاشم کے جو چند حضرات لشکر کے ہمراہ آئے تھے انہوں نے بھی واپس جانے کا ارادہ کیا ابو جہل کو پتہ چلا تو اس نے آکر انہیں کہا کہ ہم کسی قیمت پر تم لوگوں کو واپس نہیں جانے دیں گے یوں بادل نخواستہ انہیں وہاں رکنا پڑا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن یا دو دن روزہ رکھا۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ باقی صحابہ بھی روزہ رکھ رہے تھے دو روز بعد حضور نے اعلان کرایا۔

اِنِّیْ مُفْطِرٌ فَاَفْطِرُوْا

میں نے روزہ افطار کر دیا ہے تم بھی افطار کر دو۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ذفران کے مقام پر پہنچے تو وہاں قیام فرمایا اسی جگہ یہ اطلاع ملی کہ قریش کا لشکر بڑی شان و شوکت کے ساتھ بڑھا چلا آرہا ہے تاکہ وہ اپنے قافلہ کا بچاؤ کر سکے اس اطلاع نے ساری صورت حال کو بدل کر رکھ دیا پہلے مسلمان ابو سفیان کے تعاقب میں بڑھے چلے آرہے تھے اب اچانک معلوم ہوا کہ قافلہ تو بچ کر نکل گیا ہے اور قریش مکہ ایک لشکر جرار کے ساتھ بڑھتے چلے آرہے ہیں اس لئے اس مقام پر حضور سرور عالم نے مجلس مشاورت قائم کی۔ مہاجرین۔ انصار اوس و خزرج کے قبائل سب کو اس مجلس میں شمولیت کی دعوت دی۔ جب سب جمع ہو گئے تو حضور نے موجودہ صورت حال سے ان کو آگاہ کیا اور پوچھا اب تمہاری کیا رائے ہے۔ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر اٹھے۔ اور بڑی خوبصورت گفتگو کی پھر حضرت عمر اٹھے انہوں نے بھی اپنے جذبہ جاں نثاری کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ پھر مقداد بن عمرو اٹھے انہوں نے عرض کی۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ امْضِ لِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ وَنَحْنُ مَعَكَ - وَاللّٰهِ لَا نَقُوْلُ لَكَ كَمَا قَالَ بَنُوْ اِسْرَآءِيْلَ لِمُوْسٰى - اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ

فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ۔ وَلٰکِنْ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا مَعَکُمَا مُقَاتِلُوْنَ۔ فَوَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَوْ سِرْتَ بِنَا اِلٰی بِرْکِ الْغِمَادِ لَجَالَدْنَا مَعَکَ مِنْ دُوْنِهٖ حَتّٰی تَبْلُغَهٗ۔

"یارسول اللہ! تشریف لے چلئے جدھر اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے ہم آپ کے ساتھ ہیں بخدا ہم آپ کو وہ جواب نہ دیں گے جو جواب بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا" جایئے آپ اور آپ کا خدا۔ اور ان سے جنگ کیجئے ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں" بلکہ ہم یہ کہیں گے تشریف لے چلئے آپ اور آپ کا پروردگار اور جنگ کیجئے ہم آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔ اس ذات پاک کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور آپ کی معیت میں دشمن کے ساتھ جنگ کرتے جائیں گے یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچ جائیں۔" (۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقداد کے ان ایمان افروز جذبات کو سن کر انہیں کلمہ خیر سے یاد فرمایا اور ان کے لئے دعا فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد پھر فرمایا۔

اَشِیْرُوْا عَلَیَّ اَیُّهَا النَّاسُ

"اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔"

حضرت سعد بن معاذ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی۔

وَاللّٰهِ لَکَاَنَّکَ تُرِیْدُنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

"اے اللہ کے پیارے رسول! یوں لگتا ہے جیسے حضور ہماری رائے پوچھ رہے ہیں۔"

حضور نے فرمایا بیشک! تو سعد گویا ہوئے۔

فَقَدْ اٰمَنَّا بِکَ وَصَدَّقْنَاکَ وَشَهِدْنَا اَنَّ مَا جِئْتَ بِهٖ هُوَ الْحَقُّ وَاَعْطَیْنٰکَ عَلٰی ذٰلِکَ عُهُوْدَنَا وَمَوَاثِیْقَنَا عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لَکَ۔ فَامْضِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَا اَرَدْتَ وَنَحْنُ مَعَکَ فَوَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَوِ اسْتَعْرَضْتَ بِنَا الْبَحْرَ فَخُضْتَهٗ

لَخُضْنَاهُ مَعَكَ مَا تَخَلَّفَ مِنَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ - وَمَا نَكْرَهُ اَنْ تَلْقَى بِنَا عَدُوَّنَا غَدًا اِنَّا لَصُبُرٌ فِي الْحَرْبِ وَصُدُقٌ عِنْدَ اللِّقَاءِ لَعَلَّ اللّٰهَ يُرِيكَ مِنَّا مَا تَقَرَّ بِهِ عَيْنُكَ فَسِرْ عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ -

"بے شک ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں ہم نے آپ کی تصدیق کی ہے، ہم نے گواہی دی ہے کہ جو دین لے کر آپ تشریف لائے ہیں وہ حق ہے۔ اور اس پر ہم نے آپ کے ساتھ وعدے کیے ہیں۔ اور ہم نے آپ کا حکم سننے اور اس کو بجالانے کے پکے پیمان باندھے ہیں۔ یارسول اللہ! آپ تشریف لے جائیے جدھر آپ کا ارادہ ہے ہم حضور کے ساتھ ہیں اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر آپ ہمیں سمندر کے سامنے لے جائیں اور خود اس میں داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگادیں گے ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم اس بات کو ناپسند نہیں کرتے اگر آپ کل ہی دشمن کا مقابلہ کریں۔ ہم جنگ کے گھمسان میں صبر کرنے والے ہیں دشمن سے مقابلہ کے وقت ہم سچے ہیں ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سے وہ کارنامے دکھائے گا جس سے آپ کی چشم مبارک ٹھنڈی ہو جائے گی۔ پس اللہ کی برکت پر آپ روانہ ہو جائیے۔" (۱)

حضرت سعد کے ان پاکیزہ اور مجاہدانہ جذبات کو سن کر حضور کی خوشی کی حد نہ رہی۔ پھر فرمایا۔

سِيرُوْا وَاَبْشِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ وَعَدَنِي اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ وَاللّٰهِ لَكَاَنِّي الْآنَ اَنْظُرُ اِلٰى مَصَارِعِ الْقَوْمِ۔

"روانہ ہو جاؤ۔ اور تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر غلبہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بخدا میں قوم کے مقتولوں کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں۔" (۲)

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۳۹۲ و دیگر کتب سیرت

۲۔ ایضاً

مجلس مشاورت بخیر انجام پذیر ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دشمن کے مقابلہ کے لئے چلنے کی دعوت دی وہاں سے روانہ ہو کر حضور بدر کے میدان میں پہنچے۔ یہاں میدان بدر کے محل وقوع کے بارے میں کچھ عرض کرنا ضروری ہے تاکہ جنگ میں رونما ہونے والے واقعات کا آپ صحیح صحیح جائزہ لے سکیں۔

علامہ یعقوب الحموی معجم البلدان میں بدر کے بارے میں لکھتے ہیں۔

مَاءٌ مَشْهُوْرٌ بَیْنَ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ اَسْفَلَ وَادِی الصَّفْرَاءِ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجَارِ وَھُوَسَاحِلُ الْبَحْرِ لَیْلَۃٌ وَیُقَالُ اِنَّہٗ یُنْسَبُ اِلٰی بَدْرِبْنِ یَخْلُدَ بْنِ نَضْرِ بْنِ کِنَانَۃَ۔

"یہ ایک کنوئیں کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان اس نام سے مشہور ہے وادی صفراء کے نشیب میں ساحل سمندر سے ایک رات کی مسافت پر واقع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بدر بن یخلد بن نضر کی طرف منسوب ہے۔"

اس لئے اس نام سے اس کو شہرت ملی۔ مولانا ابو الکلام آزاد نے بدر کے موقع و محل کے بارے میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے، جو پیش خدمت ہے۔

بدر، مدینہ منورہ سے قریباً اسی میل مغرب مائل بجنوب اس شاہراہ پر واقع ہے جو زمانہ قدیم سے شام اور مکہ مکرمہ کے درمیان تجارتی قافلوں کی جولا نگاہ رہی ہے۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جانے کے اور راستے بھی ہیں جن میں سے بعض کا فاصلہ نسبتاً کم ہے لیکن لوگ بدر ہو کر ہی آتے جاتے ہیں اور حال میں جو پختہ سڑک موٹروں کے لئے حرمین شریفین کے درمیان بنائی گئی ہے وہ بدر سے ہوتی ہوئی گئی ہے۔ بحیرہ احمر کے ساحل سے اس مقام کا فاصلہ دس بارہ میل سے زیادہ نہ ہوگا۔ (۱)

ا۔ مولانا کے زمانہ میں حرمین شریفین کے درمیان جو سڑک بنائی گئی تھی وہ تو بدر سے گزر کر جاتی تھی وہ سڑک اب بھی قائم ہے۔ اور شہداء بدر کی زیارت کے شائقین اسی سڑک پر جا کر شہداء بدر کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہیں لیکن سعودی حکومت نے حجاج اور زائرین کی سہولت کیلئے ایک نئی سڑک بنائی ہے جو بدر سے کافی ہٹ کر گزرتی ہے یہ بہت وسیع سڑک ہے آنے جانے کیلئے الگ الگ راستے ہیں اور بیک وقت ہر سڑک پر تین تین موٹریں آ جا سکتی ہیں عام ٹریفک آج کل (۱۹۹۰ء) اسی شاہراہ پر چلتی ہے جب سے یہ وسیع

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

بدر بیضوی شکل کے ایک میدان میں واقع ہے جسے پہاڑوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اس میدان کا طول ساڑھے پانچ میل اور عرض چار میل کے قریب ہے ارد گرد کے پہاڑوں کے نام الگ الگ ہیں مشرقی جانب کے پہاڑوں یا ٹیلوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے شمال وجنوب میں دو سفیدی مائل ٹیلے ہیں جو دور سے ریت کے بلند تودے معلوم ہوتے ہیں ان میں سے شمالی ٹیلے کا نام "العدوۃ الدنیا" (قریب کا ناکہ) جنوبی ٹیلا کا نام "العدوۃ القصوئ" (دور کا ناکہ) آخری ٹیلا کے پاس جو او نچا ٹیلہ ہے اسے عقنقل کہا جاتا ہے مغربی جانب کا ٹیلا جبل اسفل کہلاتا ہے۔ یہاں سے سمندر صاف نظر آتا ہے۔ سورہ انفال میں بسلسلہ غزوہ بدر مسلمانوں اور قریش مکہ کے ٹھہرنے کی جگہوں کا ذکر یوں کیا گیا ہے۔

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ (۸۔ ۴۲)

"یہ وہ دن تھا کہ تم قریب کے ناکہ پر تھے ادھر دشمن دور کے ناکہ پر تھا اور قافلہ تم سے نچلے حصہ میں (یعنی سمندر کے کنارے) نکل گیا تھا۔"

گویا پہلے دونام یا تو نزول قرآن سے پیشتر موجود تھے یا پھر قرآن میں مذکور نام رکھ لئے گئے۔ البتہ جبل اسفل کا نام بظاہر یقینی طور پر نزول قرآن کے بعد رکھا گیا یا مشہور ہو گیا قرآن میں اسفل کا تعلق پہاڑ سے نہیں، تجارتی قافلہ کے نکل جانے کی سمت وجہت سے ہے، مگر وہ پہاڑ کے نام کا جزو لاینفک بن گیا۔

آبادی کی کیفیت

آبادی بظاہر خاصی بڑی ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں کئی سو مکان پتھر کے بنے ہوئے ہیں جنہیں مقامی اصطلاح میں قصر کہتے ہیں دو مسجدیں عام نمازوں کے لئے بھی ہیں مسجد جامع، جہاں نماز جمعہ ہوتی ہے اس مقام پر ہے جہاں غزوۂ بدر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عریش یعنی سائبان بنایا گیا تھا۔ یہ بلند مقام تھا اس لئے وہاں سے پورے میدان کا ہر حصہ صاف نظر آتا تھا اس مسجد کو مسجد العریش بھی کہتے ہیں اور مسجد الغمامہ بھی آخری نام کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔ اس نام کی ایک مسجد مدینہ منورہ میں بھی ہے۔ کتبہ کے مطابق یہ مسجد

و عریض شاہراہ تعمیر ہوئی ہے اور آنے جانے کیلئے الگ الگ شاہراہیں ہیں اسلئے ٹریفک کے حادثات نسبتہً بہت کم ہو گئے ہیں۔

"خوش قدم" کے زیر اہتمام ۱۱ ربیع الاول ۹۰۶ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۵۰۰ء میں بنی تھی۔ یہی سال ہے جب مصر کے برجی مملوک حکمرانوں میں سے اشرف قانصوہ غوری مسند نشین ہوا تھا۔ اور اسی کو اس سلسلہ کا آخری حکمران سمجھنا چاہئے پھر مملوک سلطنت اور عباسی خلافت دونوں عثمانی سلطان سلیم کے حوالے ہو گئیں اور ترکوں کے دور خلافت کا آغاز ہوا۔ "خوش قدم" حکومت مصر کی طرف سے سرکاری تعمیرات کا مہتمم تھا۔

ترکوں کے عہد حکومت میں شریف عبدالمطلب نے بدر میں ایک مستحکم قلعہ بنوایا تھا مگر بعد میں دیکھ بھال نہ ہونے کے باعث وہ ٹوٹ پھوٹ گیا بدر لیک بڑا تجارتی مرکز اور مشہور شاہراہ تجارت کا نہایت اہم مقام تھا اس لئے وہاں زمانہ جاہلیت میں بھی ہر سال میلہ لگتا تھا جو کیم ذی قعدہ تک رہتا تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں کہ آج کل ہر جمعہ کو یہاں بازار لگتا ہے اس میں لوگ دور دور سے اشیاء بغرض فروخت لے آتے ہیں مثلاً گھی چمڑا اور چمڑے کی بنی ہوئی مختلف چیزیں، روغن بلسان، کمبل، عبائیں اونٹ بھیڑ بکریاں وغیرہ بعض اوقات گائیں بھی اس بازار میں آجاتی ہیں۔ (۱)

میدان بدر میں حضور کی قیام گاہ

میدان بدر میں حضور نے کہاں قیام فرمایا اس واقعہ کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے وہ فرماتے ہیں۔

قریش نے آگے بڑھ کر وادی کے دور افتادہ کنارے العدوۃ القصویٰ پر اپنے خیمے نصب کئے۔ لیکن سارے پرانے کنوئیں وادی کے ٹیلے کے نشیبی علاقہ میں تھے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عدوۃ الدنیا کی طرف سے وادی بدر میں داخل ہوئے۔ جب پہلے کنوئیں پر پہنچے تو وہاں قیام کا ارادہ فرمایا۔ حضرت حباب بن منذر نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیمہ زن ہونے کا حکم دیا ہے۔ اور ہم اس سے آگے جا سکتے ہیں نہ اس سے پیچھے رہ سکتے ہیں یا یہ رائے ہے۔ جنگ ہے اور جنگی چال ہے۔ حضور نے فرمایا یہ رائے ہے۔ جنگ ہے اور جنگی چال ہے۔ حباب نے عرض کی یا رسول اللہ! پھر یہ جگہ قیام کے لئے مناسب نہیں۔ حضور اٹھیے ہم آگے بڑھ کر وہاں تک پہنچ جائیں کہ سارے پرانے کنوئیں ہمارے عقب میں ہو جائیں پھر ہم سارے کنوؤں کو بند کر دیں اور صرف ایک کنواں رہنے

۱۔ رسول رحمت صفحہ ۲۷۶۔ ۲۷۷

دیں اور وہاں ایک حوض بنا کر سارا پانی جمع کرلیں کہ حوض بھر جائے۔ پھر ہم دشمن سے جنگ کا آغاز کریں ہم ایسی پوزیشن میں ہوں گے جب ہمیں پیاس لگے گی ہم سیر ہو کر پانی پئیں گے اور دشمن کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نصیب نہیں ہو گا۔ اس طرح ہم دشمن سے مصروف جہاد رہیں گے یہاں تک اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اور ان کے درمیان کوئی فیصلہ فرمادے۔ حضور نے فرمایا تمہاری رائے بڑی صائب ہے اور اس کے مطابق تمام کنوؤں کو پاٹ دیا گیا اور ایک کنوئیں کو حوض بنادیا گیا اور اسے پانی سے بھر دیا گیا۔

اس رات کو اللہ تعالیٰ نے بادل بھیج دیئے خوب موسلادھار بارش ہوئی۔ مسلمان ریتلے علاقے میں خیمہ زن تھے اس بارش سے وہ ریت جم کر پختہ ہوگئی اور مسلمان آسانی سے چلنے پھرنے لگے۔ لیکن قریش جس جگہ خیمہ زن تھے۔ وہاں بارش سے ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ ہو گیا ان کے لئے چلنا پھرنا دشوار ہو گیا رات بھر وہ اپنے خیموں میں محصور ہو کر بیٹھے رہے۔

ان کی اس مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لشکر اسلام نے اپنے آقا کی قیادت میں اس جگہ پر اپنا پڑاؤ کیا جس کو بارش نے ہموار میدان میں بدل دیا تھا۔

یہ جمعہ کی رات تھی ہر شخص پر نیند مسلط تھی اور وہ اونگھ رہا تھا۔ مسلمانوں اور کفار قریش کی قیام گاہوں کے درمیان ریت کا ایک بہت بڑا ٹیلا تھا حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمار بن یاسر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو کفار کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا انہوں نے واپس آکر بتایا کہ وہاں موسلادھار بارش شروع ہے وہ لوگ سخت سراسیمگی کے عالم میں ہیں سرکار دوعالم نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور حضرت حباب کے مشورہ کے مطابق ان چشموں پر قبضہ کرلیا۔ (۱)

اس موقع پر حضرت سعد بن معاذ نے ایک دوسری تجویز بارگاہ رسالت میں پیش کی یہ وہی سعد ہیں جنہوں نے ذفران کے مقام پر مجلس مشاورت میں ایمان افروز جواب دے کر حضور کے قلب مبارک کو مسرور کیا تھا انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا ہم حضور کے لئے ایک عریش (چھپر) نہ بنا دیں تاکہ حضور اثنائے جنگ اس میں قیام فرمائیں۔ اور حضور کی سواری کے لئے اونٹ بھی وہاں تیار کھڑے رہیں۔ پھر ہم دشمن سے نبرد آزما ہوں۔ اللہ تعالیٰ اگر ہمیں عزت و فتح سے سرفراز فرمادے پھر تو ہمارا مدعا پورا ہو گیا یہی ہم پسند کرتے ہیں۔ اگر دوسری صورت پیدا ہو جائے تو حضور اونٹوں پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ تشریف لے جائیں جہاں

۱۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد ۳، صفحہ ۳۵

حضور کے وفاشعار غلاموں کی معقول تعداد موجود ہے جو ہم سے کہیں زیادہ حضور پر فریفتہ ہیں اس کے بعد اگر دشمنوں سے جنگ کرنے کی نوبت آئے گی تو وہ حضور کے پرچم کے نیچے اپنی جان کی بازی لگادیں گے اور ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہے گا۔ خلوص وایثار میں وہ کسی سے کم نہیں حضور کی معیت میں میدان جہاد میں داد شجاعت دے کر اپنی غلامی کا حق ادا کریں گے۔

سرکار دوعالم نے اپنے جاں نثار سعد کی یہ رائے سن کر ان کو آفرین کہی۔ اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی انہوں نے اجازت ملنے کے بعد ایک ٹیلہ پر حضور کے لئے عریش بنادیا۔ وہاں بیٹھ کر میدان جنگ کا سارا حال دیکھا جاسکتا تھا۔

وَكَانَ فِيْهِ هُوَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَلَيْسَ مَعَهُمَا غَيْرُهُمَا۔

اس عریش میں ایک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف فرما ہوئے دوسرے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تیسرے کسی شخص کو وہاں ٹھہرنے کی اجازت نہ تھی۔

حضرت سعد بن معاذ خود تلوار سجا کر پہرہ دینے کے لئے اس عریش کے دروازے پر آکر کھڑے ہوگئے۔ (۱)

یہ جمعہ کی رات تھی اس رات مسلمانوں کو خوب نیند آئی صبح اٹھے تو تر وتازہ اور ہشاش بشاش تھے سفر کی ساری تھکن کافور ہوچکی تھی۔ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اس رات کے بارے میں فرماتے ہیں۔

مَا كَانَ فِيْنَا فَارِسٌ يَوْمَ بَدْرٍ غَيْرُ الْمِقْدَادِ۔ وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا فِيْنَا اِلَّا نَائِمٌ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ تَحْتَ شَجَرَةٍ حَتّٰى اَصْبَحَ۔

"ہم میں مقداد کے بغیر کوئی بھی گھڑ سوار نہ تھا ہم نے دیکھا کہ سب لوگ سوئے ہوئے ہیں بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ حضور رات بھر ایک درخت کے نیچے نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔" (۲)

دیا میدان بدر کے ٹیلے زبان حال سے عرض کناں تھے۔

توبخت عالمی، بیدار بہ بخت۔

"یعنی یارسول اللہ! حضور سارے جہاں کا بخت ہیں اور بخت بیداری بہتر ہوتا ہے۔"

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۴۹ ۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۴۸

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سویرے سویرے وادی بدر میں پہنچ گئے۔ اب قریش کا لشکر بھی خوب بن سنور کر کیل کانٹے سے لیس ہو کر بڑے طمطراق سے بپکر نخوت و رعونت بنے وادی بدر کی طرف آنا شروع ہوا۔ ان کے سینے اسلام، پیغمبر اسلام، اور فرزندان اسلام کے لئے غیظ و غضب سے بھرے ہوئے تھے وہ غصہ سے دانت پیس رہے تھے ان کا بس چلتا تو مسلمانوں کو کچا چبا لیتے اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شان سے جب انہیں ادھر آتے دیکھا تو اپنے عزیز و حکیم پروردگار کی جناب میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ قُرَيْشٌ قَدْ اَقْبَلَتْ بِخُيَلَاءِهَا وَفَخْرِهَا تُحَادُّكَ وَتُكَذِّبُ رَسُوْلَكَ اَللّٰهُمَّ فَنَصْرَكَ الَّذِيْ وَعَدْتَنِيْ اَللّٰهُمَّ اَحِنْهُمُ الْغَدَاةَ۔

"اے اللہ! یہ قریش کا لشکر ہے جو بڑے تکبر سے اور فخر سے چلا آرہا ہے تاکہ تیرے ساتھ ٹکرائے اور تیرے رسول کو جھٹلائے۔ اے اللہ! اپنی وہ مدد بھیج جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ اے اللہ کل ان کو ہلاک کر دے۔"

عتبہ بن ربیعہ، سرخ اونٹ پر سوار ہو کر میدان سے گزر رہا تھا حضور نے اسے دیکھ لیا اور فرمایا۔ لشکر قریش میں سے اگر کسی سے خیر کی توقع کی جاسکتی ہے تو صرف سرخ اونٹ کے اس سوار سے۔ اگر وہ لوگ اس کی بات مانیں گے تو فلاح پائیں گے۔ اے علی! ذرا حمزہ کو آواز دو۔ حضرت حمزہ اس وقت لشکر کفار کے بالکل قریب تھے وہ آئے تو ان سے پوچھا۔ کہ یہ سرخ اونٹ والا کون ہے۔ انہوں نے بتایا یہ عتبہ بن ربیعہ ہے یہ لوگوں کو جنگ سے باز رہنے کی تلقین کر رہا ہے اور انہیں واپس چلے جانے کی ترغیب دے رہا ہے۔ وہ اپنی قوم کو کہہ رہا ہے۔

يَا قَوْمِ اعْصِبُوْهَا الْيَوْمَ بِرَأْسِيْ وَقُوْلُوْا جَبُنَ عُتْبَةُ وَاَبُوْجَهْلٍ يَأْبٰى۔

"اے میری قوم! واپسی کا سارا الزام مجھ پر عائد کر دو تم یہ کہنا کہ عتبہ نے بزدلی کا مظاہرہ کیا اس لئے ہم واپس آگئے لیکن ابو جہل عتبہ کی اس تجویز کو ماننے سے انکار کر رہا ہے۔" (۱)

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۵۰

قریش کے چند لوگ جن میں حکیم بن حزام بھی تھا وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے حوض پر پانی پینے کے لئے آئے مسلمانوں نے انہیں روکنا چاہا حضور نے فرمایا انہیں پانی پینے دو۔ جن لوگوں نے وہاں سے پانی پیا وہ سب میدان جنگ میں مارے گئے سوائے حکیم بن حزام کے۔ یہ اس کے بعد مشرف باسلام ہوئے اور مسلمان ہونے کا حق ادا کر دیا۔

اس واقعہ کا ان پر ایسا گہرا اثر ہوا کہ زندگی بھر جب قسم کھاتے تو یوں کہتے۔

لَا وَالَّذِیْ نَجَّانِیْ یَوْمَ بَدْرٍ

"یعنی اس ذات کی قسم جس نے بدر کے دن مجھے نجات دی۔" (۱)

جب سب لوگ اپنے اپنے مورچوں میں ڈٹ گئے تو کفار نے عمیر بن وہب الجمحی کو بھیجا کہ جاؤ اندازہ لگا کر ہمیں بتاؤ کہ مسلمانوں کے لشکر کی کتنی تعداد ہے گھوڑے پر سوار ہو کر اس نے مسلمانوں کے لشکر کے ارد گرد چکر لگایا پھر آکر انہیں بتایا کہ ان کی تعداد تین سو ہے یا کچھ زیادہ یا کچھ کم۔ لیکن مجھے مہلت دو کہ میں اس امر کی بھی تسلی کر لوں کہ کیا کچھ فوجیوں کو انہوں نے کمین گاہوں میں تو چھپا نہیں رکھا۔ وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا وادی میں دور تک چلا گیا۔ اسے کوئی آثار نظر نہ آئے واپس کر انہیں بتایا کہ میں نے کسی کمین گاہ میں ان کا کوئی سپاہی نہیں دیکھا لیکن معاً اس نے کہا۔

لٰكِنْ رَأَيْتُ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ الْبَلَايَا تَحْمِلُ الْمَنَايَا. نَوَاضِحُ يَثْرِبَ تَحْمِلُ الْمَوْتَ النَّاقِعَ قَوْمٌ لَيْسَ لَهُمْ مَنَعَةٌ وَلَا مَلْجَأٌ إِلَّا سُيُوفُهُمْ. أَمَا تَرَوْنَهُمْ خُرْسًا لَا يَتَكَلَّمُوْنَ. يَتَلَمَّظُوْنَ تَلَمُّظَ الْأَفَاعِيْ وَاللّٰهِ مَا أَرٰى أَنْ يُقْتَلَ رَجُلٌ مِنْهُمْ حَتّٰى يَقْتُلَ رَجُلًا مِنْكُمْ وَإِذَا أَصَابُوْا مِنْكُمْ أَعْدَادَهُمْ فَمَا فِي الْعَيْشِ خَيْرٌ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَرُوْا رَأْيَكُمْ.

"لیکن اے گروہ قریش! میں نے ایسی اونٹنیاں دیکھی ہیں جن پر موتیں سوار ہیں۔ یثرب کے اونٹ اپنے اوپر یقینی موت اٹھائے ہوئے ہیں میں نے ایک ایسی قوم دیکھی ہے جس کے پاس کوئی بچاؤ کا سامان نہیں اور ان کی تلواروں کے سوا ان کی کوئی پناہ گاہ نہیں۔ کیا تم انہیں دیکھتے نہیں ہو کہ وہ گونگے بنے ہوئے ہیں کوئی بات نہیں کر رہے اور زہریلے سانپوں کی

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۵۱

طرح پیچ و تاب کھا رہے ہیں بخدا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ ان میں سے ایک آدمی بھی قتل نہیں کیا جائے گا جب تک تم میں سے ایک آدمی مقتول نہ ہو جائے اور اگر اپنی گنتی کے مطابق انہوں نے تمہارے آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا تو اس کے بعد زندگی میں کیا لطف باقی رہے گا۔ میں نے اپنی رائے تمہیں بتادی اب جس طرح تم مناسب سمجھتے ہو۔ کرو۔ " (۱)

کسی عرب کے مشاہدہ کی گہرائی اور وسعت کا آپ نے اندازہ لگا لیا ہو تو عمیر کے ان جملوں کا بغور مطالعہ کیجئے آپ کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کس غضب کی صلاحیتیں اور وہ بھی کتنی فیاضی سے عطا فرمائی تھیں۔

عمیر کے بعد کفار نے ایک اور شخص کو مسلمانوں کی طاقت کا اندازہ لگانے کے لئے بھیجا اس کا نام ابو سلمہ الجشمی تھا۔ اس نے بھی گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کے لشکر کا چکر لگایا اور واپس آکر انہیں بتایا۔

وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ جَلَدًا وَلَا عَدَدًا وَلَا حَلْقَةً وَلَا كُرَاعًا وَلٰكِنْ رَأَيْتُ قَوْمًا لَا يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَؤُوْبُوْا اِلٰى اَهْلِهِمْ. قَوْمًا مُسْتَمِيْتِيْنَ لَيْسَتْ لَهُمْ مَنَعَةٌ وَلَا مَلْجَأٌ اِلَّا سُيُوْفُهُمْ، زُرْقَ الْعُيُوْنِ كَاَنَّهَا الْحَصٰى تَحْتَ الْحَجَفِ فَرُوْا رَأْيَكُمْ۔

"بخدا! میں نے نہ ان کے پاس کوئی قوت و طاقت دیکھی ہے نہ اسلحہ کے انبار۔ نہ گھڑ سواروں کے دستے۔ لیکن میں نے ایک ایسی قوم دیکھی ہے جو اپنے گھر والوں کی طرف لوٹنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے ایسی قوم جس نے اپنی جان کی بازی لگادی ہے۔ ان کے پاس ان کی تلواروں کے بغیر کوئی قوت اور جائے پناہ نہیں۔ ان کی آنکھیں نیلگوں ہیں۔ گویا وہ کنکریاں ہیں چمڑے کی ڈھال کے نیچے۔ میں نے اپنی رائے سے تمہیں آگاہ کر دیا اب جیسے تم مناسب سمجھو کرو۔ " (۲)

حکیم بن حزام نے جب یہ باتیں سنیں تو اس نے مختلف لوگوں سے ملاقات کی۔ پھر عتبہ کے پاس آیا اور اسے کہا۔

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۵۱

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۵۲

اے ابوالولید! (عتبہ کی کنیت) تو قبیلہ قریش میں بڑا برگزیدہ شخص ہے ساری قوم کا سردار اور مطاع ہے کیا تم ایک ایسا کارنامہ انجام دینے کے لئے تیار ہو تاکہ تجھے تا ابد کلمہ خیر سے یاد کیا جاتا رہے عتبہ نے پوچھا وہ کون سا ایسا فعل ہے۔ حکیم نے کہا لوگوں کو اس میدان جنگ سے واپس لے جاؤ۔

عمرو بن الحضرمی مقتول تمہارا حلیف تھا اس کا بوجھ تم اٹھالو۔ عتبہ نے کہا مجھے منظور ہے اور میں تجھے اپنا ضامن مقرر کر رہا ہوں اس کی دیت بھی اپنی گرہ سے ادا کروں گا اور جو اس کا مال ضائع ہوا ہے اس کا معاوضہ بھی میرے ذمہ ہے تم جاؤ۔ ابن حنظلیہ (ابو جہل) کے پاس اور اس کو اس بات پر آمادہ کرو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگوں کو لڑا کر رہے گا۔

عتبہ نے حکیم کو ابو جہل کے پاس بھیجا خود اس نے ساری قوم کو اکٹھا کیا اور ان کے سامنے یہ تقریر کی۔

اے گروہ قریش! تم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب سے جنگ کر کے کیا کرو گے اگر تم انہیں قتل کرو گے تو وہ سارے تمہارے قریبی رشتہ دار ہیں پھر زندگی بھر تم ایک دوسرے کا منہ دیکھنا نہیں گوارا کرو گے۔ کسی نے کسی کا بھائی قتل کیا ہو گا۔ کسی کا بیٹا۔ کسی کا چچا قتل کیا ہو گا۔ کسی کا ماموں۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ چلو۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو عرب کے دوسرے قبیلوں سے لڑنے دو۔ اگر ان قبائل نے ان کو قتل کر دیا تو تمہارا مدعا پورا ہو گیا۔ اور اگر یہ غالب آگئے تو تمہیں ان سے ملتے ہوئے کوئی شرم نہیں آئے گی کیونکہ تم نے ان کا کچھ بگاڑا نہ ہو گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلمانوں نے جان دے دینے کا عزم کر رکھا ہے۔ تم اپنے آپ کو نقصان پہنچائے بغیر ان تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے اور نہ انہیں نقصان پہنچا سکتے ہو۔ اے قوم! بزدلی کی تہمت تم مجھ پر جڑ دو اور اعلان کر دو کہ عتبہ کی بزدلی کی وجہ سے ہم جنگ نہیں کر سکے۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں بزدل نہیں۔

حکیم۔ عتبہ سے بات کر کے ابو جہل کے پاس آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ اس نے اپنی زرہ تھیلے سے نکالی ہوئی ہے اور وہ اسے درست کر رہا ہے میں نے اسے کہا اے ابوالحکم! مجھے عتبہ نے تمہارے پاس اس مقصد کے لئے بھیجا ہے میری بات سن کر ابو جہل بگڑ گیا۔ کہنے لگا۔

اِنْتَفَخَ وَاللّٰهِ سَحْرُهٗ اِنْ رَاٰی مُحَمَّدًا وَّاَصْحَابَهٗ كَلَّا وَاللّٰهِ لَا

نَرجِعُ حَتّٰی یَحکُمَ اللّٰہُ بَینَنَا وَبَینَ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم)

"یعنی عتبہ نے جب سے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھا ہے شدت خوف سے اس کا سانس پھول گیا ہے بخدا ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان فیصلہ کردے۔"

حکیم کو بڑی بے مروتی سے ٹکا سا جواب دینے کے بعد اس نے عمرو بن الحضرمی (مقتول) کے بھائی عامر کو بلا بھیجا وہ آیا تو اسے کہا۔ دیکھو! تیرا حلیف عتبہ۔ لوگوں کو واپس لے جانا چاہتا ہے اور تیرے بھائی کے خون کو ضائع کرنا چاہتا ہے۔ تم اٹھو اپنے معاہدے اور اپنے بھائی کے خون کی دہائی دو عامر بن الحضرمی۔ کھڑا ہو گیا اور زمانہ جاہلیت کی رسم کے مطابق پیچھے سے اپنی چادر اتھاوی پھر چلا کر کہنے لگا وَاعَمرَاہُ وَاعَمرَاہُ اس کی اس چیخ و پکار پر لوگ بھڑک اٹھے اور جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے اس طرح مصالحت کی کوششیں ناکام ہو گئیں۔

جب عتبہ کو ابو جہل کی بات پہنچی۔ اِنتَفَخَ وَاللّٰہِ سَحرُہٗ

سَیَعلَمُ (مُصَفِّرُ اِستِہٖ) مَنِ انتَفَخَ سَحرُہٗ۔ اَنَا اَم ھُوَ۔

"اس ذلیل کو جلدی معلوم ہو جائے گا کہ کس کا سانس پھولا ہے میرا یا اس کا۔" (۱)

سوز و گداز اور ادب و نیاز میں ڈوبی ہوئی دعائیں

دشمن کی تعداد، حق کے علمبرداروں کی تعداد سے تین گنا ہے ان کے پاس صرف ایک گھوڑا، ستر اسی کے قریب اونٹ، ٹوٹی ہوئی کمانیں۔ شکستہ نیزے اور پرانی تلواریں ہیں جب کہ اعدائے اسلام کے پاس سو برق رفتار عربی گھوڑے ہیں جن پر سوزرہ پوش آزمودہ کار لڑاکے سوار ہیں چھ سو اعلیٰ نسل کے اونٹوں کا بیڑا ہے خورونوش کے ذخائر کے انبار اٹھانے والے بار برداری کے جانوران کے سوا ہیں۔ نو دو س دس اونٹ ہر روز ذبح کئے جاتے ہیں۔ ہر روز ان کا کوئی نہ کوئی رئیس اتنے اونٹ ذبح کرتا ہے اور لشکر کفار کی پر تکلف دعوت کا اہتمام کرتا ہے۔ جب مکہ سے نکلے تو پہلے روز ابو جہل نے دس اونٹ ذبح کئے۔ دوسرے روز عسفان کے مقام پر امیہ بن خلف نے نو اونٹ ذبح کئے۔ اس کے بعد قدید کے مقام پر سہیل بن عمرو نے

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۵۳

دس اونٹ۔ اس کے بعد شیبہ بن ربیعہ نے نو اونٹ۔ پھر مخشفہ کے مقام پر عتبہ بن ربیعہ نے دس اونٹ پھر ابواء کے مقام پر نبیہ اور منبہ پسران الحجاج نے دس اونٹ۔ پھر حارث بن عامر بن نوفل نے نو اونٹ۔ اور جب بدر کے چشمہ پر پہنچے تو ابوالبختری نے دس اونٹ۔ دوسرے روز اسی مقام پر مقیس الجمہی نے نو اونٹ ذبح کئے اور پھر وہ جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ (۱)

ہر شب بزم عیش نشاط برپا کی جاتی ہے۔ جس میں بادہ لالہ فام کے جام پر جام لنڈھائے جاتے ہیں۔ عشوہ طراز کنیزیں اپنے رقص و سرود سے اپنی نشیلی اداؤں اور رسیلی نواؤں سے ان کی آتش غضب وعناد کو بھڑکاتی رہتی ہیں۔ اس کے باوجود ان مصطفوی درویشوں کے چہروں پر اطمینان و تسکین کا نور برس رہا ہے۔ ان کے قلوب میں یقین وایمان کی جو شمع فروزاں ہے اس نے بے چینی اور بے یقینی کے اندھیروں کو کافور کر دیا ہے۔ صہباء محبت سے سرشار اپنے رب کریم کے نام کو بلند کرنے کے لئے اور اس کے حبیب کے دین حنیف کا پرچم اونچا لہرانے کے شوق میں سر دھڑ کی بازی لگانے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ مستانہ وار منزل رضائے محبوب کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں انہیں دشمن کی تعداد کی کثرت، اسلحہ کی فراوانی کا ذرا خوف نہیں۔ باطل کے سنگین قلعوں کو پاؤں کی ٹھوکر سے ریزہ ریزہ کر دینے کا عزم انہیں ماہی بے آب کی طرح تڑپا رہا ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ یہ عزم محکم، یہ باطل سے ٹکرا جانے کا والہانہ شوق، خداوند قدوس کے نام پاک کو بلند کرنے کی تڑپ، یہ بے خوفی، یہ دلیری، انہیں کہاں سے ارزانی ہوئی ہے۔ آب حیات کا یہ چشمہ، سوز و گداز اور ادب و نیاز میں ڈوبی ہوئی ان دعاؤں سے پھوٹا ہے جو زبان حق ترجمان نبی انس و جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے نکلی ہیں جنہوں نے مجیب الدعوات کی شان اجابت دعا کو مائل بکرم کر دیا ہے۔

آیئے! کوثر و سلسبیل میں دھلے ہوئے ان دعائیہ جملوں کا آپ بھی مطالعہ فرمائیں تاکہ یہ سر نہاں آپ پر بھی آشکارا ہو جائے کہ عددی کثرت اور مادی وسائل کی فراوانی کے باوجود کفر کے چہرہ پر ہوائیاں کیوں اڑ رہی ہیں اور حق کے رخ زیبا پر سکون و طمانیت کی چاندنی کیوں چمک رہی ہے۔

میدان بدر میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی چند دعائیں

حضرت حارثہ، سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ مَاکَانَ فِیْنَا فَارِسٌ یَوْمَ بَدْرٍ غَیْرَ الْمِقْدَادِ عَلٰی فَرَسٍ اَبْلَقَ

۱۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد ۳، صفحہ ۱۰۹۔ ۱۱۰

وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا فِيْنَا إِلَّا نَائِمٌ إِلَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ يُصَلِّيْ وَيَبْكِيْ حَتّٰى أَصْبَحَ

"بدر کے دن ہمارے پاس حضرت مقداد کے بغیر کوئی سوار نہ تھا۔ آپ ابلق گھوڑے پر سوار تھے۔ اس شب سب لوگ نیند کے مزے لوٹتے رہے سوائے اللہ تعالیٰ کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے، حضور ساری رات صبح تک نفل پڑھتے رہے اور رحمت الٰہی کو متلفت کرنے کے لئے اپنے آنسوؤں کے دریا بہاتے رہے۔" (۱)

اشکوں کی زبان سے نصرت حق کے لئے بارگاہ رب العزت میں جو دعائیں، جو التجائیں کی گئی ہوں گی ان کی قبولیت کا کیا عالم ہو گا۔

سیدنا علی مرتضیٰ ہی سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

کہ روز بدر جب جنگ شروع ہوئی تو میں کچھ وقت تک اس جنگ میں داد شجاعت دیتا رہا پھر میں تیزی سے عریش میں آیا تاکہ میں حضور کو ایک نظر دیکھ لوں کہ حضور کیا کر رہے ہیں جب میں آیا تو میں نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سربسجود ہیں۔ اور زبان مبارک سے "یاحی یاقیوم" کا ورد فرما رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی جملہ حضور کی زبان سے نہیں نکل رہا۔ میں پھر میدان میں لوٹ آیا اور کچھ دیر مشرکین مکہ کے ساتھ نبرد آزما رہا۔

کچھ دیر کے بعد میں پھر حضور کی خیریت دریافت کرنے کے لئے عریش میں واپس آیا تو دیکھا حضور ابھی تک سربسجود ہیں اور زبان پاک سے "یاحی یاقیوم" کا ورد فرما رہے ہیں۔ پھر میں دوڑ کر میدان جنگ میں پہنچا اور دشمن کو اپنی شمشیر آبدار کے جوہر دکھانے لگا۔ کچھ دیر بعد دل بے چین مجھے پھر عریش میں لے آیا تاکہ اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال کو دیکھوں کہ حضور کس چیز میں مصروف ہیں۔ پھر بھی حضور کو سربسجود پایا اور وہی اسماء مبارکہ حضور کی زبان سے ادا ہو رہے تھے۔ کئی بار میں آیا اور واپس گیا لیکن حضور کو "یاحی یاقیوم" کا ورد کرتے ہوئے پایا۔ یہاں تک کہ دشمن شرمناک شکست سے دوچار ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے مجاہدین کو فتح مبین سے سرفراز فرمایا۔

فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

"آپ یہی کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمن پر فتح عطا فرمائی۔"

۱۔ دلائل النبوۃ، جلد ۳، صفحہ ۴۹

حضرت عبداللہ سے مروی ہے آپ نے کہا۔

مَا سَمِعْتُ مُنَاشِدًا يُنْشِدُ حَقًّا لَهُ أَشَدَّ مِنْ مُنَاشَدَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ - جَعَلَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اللّٰهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ لَا تُعْبَدُ ثُمَّ الْتَفَتَ وَكَانَ شِقُّ وَجْهِهِ الْقَمَرُ، وَقَالَ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى مَصَارِعِ الْقَوْمِ عَشِيَّةً -

"میں نے اس شدت اور قوت سے کسی کو اپنے حق کا واسطہ دیتے ہوئے نہیں سنا۔ جس شدت اور قوت سے حضور نے روز بدر اللہ تعالیٰ کو واسطہ دیا۔ حضور عرض کرتے رہے، اے اللہ! میں تجھے اس عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں جو تونے میرے ساتھ کیا ہے، اے اللہ! اگر تو اس گروہ کو ہلاک کر دے گا تو پھر تیری بھی عبادت نہیں کی جائے گی۔

دعا کے بعد حضور نے جب رخ مبارک پھیرا تو وہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ پھر فرمایا گویا میں کفار کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں جہاں وہ کل گرے پڑے ہوں گے۔"

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ بدر کے دن حضور اپنے قبہ میں تشریف فرما تھے اور یہ دعا مانگ رہے تھے۔

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ أَبَدًا -

"اے اللہ! میں تجھے اس عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں جو تونے میرے ساتھ کیا ہے۔

اے اللہ! اگر تو اسے پورا نہیں کرے گا تو پھر تا ابد تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔"

حضرت صدیق اکبر نے اپنے آقا کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! یہ کافی ہے یہ کافی ہے آپ نے اپنے رب پر اصرار کی حد کر دی ہے۔ حضور نے اس وقت زرہ پہن رکھی تھی آپ اس حالت میں نکلے اس وقت حضور یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ، بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ

اَدْهٰی وَاَمَرُّ۔

"عنقریب پسپا ہوگی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے بلکہ ان کے وعدے کا وقت روز قیامت ہے اور قیامت بڑی خوفناک اور تلخ ہے۔" (القمر۔ ۴۵۔ ۴۶)

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

کہ یوم بدر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا ان کی تعداد ایک ہزار تھی اور حضور کے صحابہ کی تعداد ۳۱۹ تھی۔ یہ تفاوت دیکھ کر حضور قبلہ رو کھڑے ہو گئے اور اپنے دونوں ہاتھ بارگاہ رب العزت میں پھیلا دیئے اور اسی حالت میں اپنے رب کے حضور میں فریاد شروع کر دی یہاں تک کہ محویت کے عالم میں حضور کے کندھوں سے چادر نیچے گر پڑی حضرت ابو بکر تیزی سے آئے وہ چادر اٹھائی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک کندھوں پر ڈال دی پھر پیچھے سے حضور کو سینہ سے لگالیا اور عرض کی۔ اے اللہ کے پیارے نبی! آپ نے واسطہ دینے میں انتہا کر دی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے عہد اور وعدہ کو پورا فرمائے گا اسی وقت جبرئیل امین بارگاہ الٰہی سے یہ آیت مبارکہ لے کر حاضر خدمت اقدس ہوئے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ۔

"یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں۔ (سورہ الانفال: ۹)

ایک بار پھر اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خداوند قدوس کی بارگاہ میں بڑے عجز و نیاز سے دعا مانگنا شروع کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ ظَهَرُوْا عَلٰی هٰذِهِ الْعِصَابَةِ ظَهَرَ الشِّرْكُ وَلَا يَقُوْمُ لَكَ دِيْنٌ۔

"اے اللہ! اگر یہ کافر۔ مسلمانوں کے اس گروہ پر غالب آگئے تو شرک غالب آجائے گا اور پھر تیرا دین قائم نہیں ہو سکے گا۔"

حضرت صدیق اکبر نے عرض کی میرے آقا! بخدا اللہ تعالیٰ آپ کی ضرور مدد فرمائے گا اور

حضور کے رخ اقدس کو فتح کی مسرت سے روشن فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ایک ہزار فرشتے نازل کئے جو قطار در قطار نازل ہوئے اور دشمنوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا اس وقت رسول مکرم نے فرمایا اے صدیق! مژدہ باد۔ یہ ہے جبرئیل جو زرد عمامہ باندھے گھوڑے کی باگ پکڑے آگئے ہیں اور آسمان و زمین کے درمیان کھڑے ہیں۔ پھر وہ نیچے اترے اور ایک ساعت مجھ سے غائب ہوگئے پھر ظاہر ہوئے اس وقت ان کے پاؤں پر گرد جمی ہوئی تھی اور عرض کی "اَتَاکَ نَصْرُاللّٰہِ اِذْ دَعَوْتَہٗ" جس وقت آپ نے اپنے رب کو پکارا تو اللہ تعالیٰ کی نصرت آپ کے پاس آگئی۔ (۱)

اپنے حبیب لبیب علیہ وعلی آلہ افضل التحیات واحسن البرکات کی اس گریہ و زاری، عاجزی و نیاز مندی نے عرش و کرسی کے رب کریم کو اپنے محبوب بندے کی دستگیری اور اس کے سراپا خلوص وایثار غلاموں کی نصرت و تائید کی طرف مائل کیا۔ اور نوری فرشتوں کو حکم ملا۔ کہ آج آسمان کی رفعتوں سے نیچے اترو اور کرۂ خاکی کی محفلوں کو کچھ وقت کے لئے خیرباد کہہ دو۔ اور خاکدان ارض کی اس وادی کا رخ کرو جہاں میرا محبوب بندہ اپنے جاں نثاروں سمیت میرے نام کو بلند کرنے کے لئے سربکف اور کفن بدوش کفر کی طاغوتی قوتوں کے سامنے سینہ سپر ہے۔

ابھی چشم مازاغ، آنسوؤں سے پُر تھی۔ ابھی اشکوں کے موتی سرمژگان اپنے کریم ورحیم خدا کے حضور اس کی رحیمی اور کریمی کی بھیک مانگنے کے لئے سربسجود ہونے والے تھے کہ آیات کریمہ کا نزول ہوگیا۔

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔

" یاد کرو جب وحی فرمائی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو۔ میں ڈال دوں گا کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب سو تم۔ مارو (ان کی) گردنوں کے اوپر اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند پر۔ " (الانفال: ۱۲)

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ فَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ

۱۔ دلائل النبوۃ، جلد ۳، صفحہ ۵۴

تَشْكُرُوْنَ ۝ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ؕ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

"اور بے شک مدد کی تھی تمہاری اللہ تعالیٰ نے (میدان) بدر میں حالانکہ تم بالکل کمزور تھے پس ڈرتے رہا کرو اللہ سے تاکہ تم اس (بروقت امداد کا) شکر ادا کر سکو۔ عجیب سہانی گھڑی تھی جب آپ فرما رہے تھے مومنوں سے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہاری مدد فرمائے تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں۔ ہاں۔ کافی ہے بشرطیکہ تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور اگر آدھمکیں کفار تم پر تیزی سے اسی وقت تو مدد کرے گا تمہاری تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو نشان والے ہیں۔ اور نہیں بنایا فرشتوں کے اترنے کو اللہ نے مگر خوشخبری تمہارے لئے اور تاکہ مطمئن ہو جائیں تمہارے دل اس سے۔ اور (حقیقت تو یہ ہے) کہ نہیں ہے فتح و نصرت مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو سب پر غالب (اور) حکمت والا ہے۔" (آل عمران: ۱۲۳۔ ۱۲۶)

شب اسریٰ کا شہسوار یکراں براق جنگاہ بدر میں

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمتہ اللہ علیہ اپنی سنن میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کرتے ہیں۔

صَفَّنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ لَيْلًا

"یعنی قائد اہل حق صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت ہی لشکر اسلام کی صف بندی فرما دی۔"

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

وَقَدْ صَفَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهٗ وَعَبَّاَهُمْ

اَحْسَنَ تَعْبِیَتَہٗ۔
"یعنی ان کی صفوں کو مرتب کرنے کے بعد جنگ کے لئے بڑی عمدگی سے انہیں تیار کر دیا۔"

سب مجاہد اپنے اسلحہ سے لیس ہو کر چاق و چوبند اپنے اپنے مورچوں پر ڈٹ گئے انہیں تاکید کر دی گئی کہ وہ ہر حالت میں نظم و ضبط کو برقرار رکھیں۔ حکم کے بغیر کوئی اقدام کرنے کی سختی سے ممانعت کر دی گئی۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

کہ بدر کے روز جب حضور انور نے لشکر اسلام کی صف بندی کر دی تو ایک مجاہد جوش جہاد میں اپنی صف سے آگے جانے لگا حضور نے دیکھا تو حکم دیا "معی معی" "یعنی میرے ساتھ مل کر دشمن پر حملہ کرو۔ بے ترتیبی سے آگے مت بڑھو۔

اسی اثناء میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک تیر تھا۔ جب صفیں درست کر رہے تھے جو آگے یا پیچھے ہوتا اس کو اس تیر کے اشارہ سے صف شکنی سے منع فرما رہے تھے۔ حضور ایک صف کے آگے سے گزر رہے تھے دیکھا کہ سواد بن غزیہ صف سے آگے نکلے کھڑے ہیں ایک تیر سے ان کے شکم پر ہلکی سی چوٹ لگائی اور فرمایا۔ "اِسْتَوِیَا سَوَادُ" اے سواد! سیدھے ہو جاؤ وہ سیدھے تو ہو گئے لیکن معاً گویا ہوئے یارسول اللہ! مجھے اس چوٹ سے درد ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عدل و انصاف کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے "فَاَقِدْنِیْ" مجھے اس چوٹ کا بدلہ لینے دیجئے۔ علمبردار عدل و انصاف نے اس مطالبہ کو بے ادبی یا گستاخی پر محمول نہیں کیا۔ میدان جنگ میں ایک سپاہی کا اپنے سالار اعلیٰ سے اس قسم کا مطالبہ سن کر اسے کورٹ مارشل کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ کسی ادنیٰ سی برہمی کا اظہار کئے بغیر زرہ کے بند کھولے اپنی قمیص مبارک اٹھادی اور اپنے شکم اقدس کو اس کے سامنے پیش کر دیا اور فرمایا "اِسْتَقِدْ" "اے سواد! آؤ بدلہ لے لو۔

فَاعْتَنَقَہٗ فَقَبَّلَ بَطْنَہٗ وہ لپک کر آگے بڑھے، حضور کو گلے لگایا اور بطن مبارک کو چوم لیا حضور نے پوچھا سواد تم نے ایسا کیوں کیا۔ عرض کرنے لگے یارسول اللہ!۔

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، حَضَرَ مَاتَرٰی فَاَرَدْتُ اَنْ یَّکُوْنَ اٰخِرَ الْعَھْدِ بِکَ اَنْ یَّمَسَّ جِلْدِیْ جِلْدَکَ۔

"جو مرحلہ ہمیں درپیش ہے وہ حضور ملاحظہ فرما رہے ہیں میری یہ آرزو

تھی کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت میری جلد، حضور کی جلد مبارک سے مس ہو جائے۔"

قربان ہو جائے انسان، شمع جمال مصطفوی کے پروانوں پر۔ پیک اجل کو لبیک کہتے وقت بھی انہیں نہ بیوی کی یاد بے چین کر رہی ہے۔ نہ بچوں کی۔ حسرت ہے تو بس اتنی کہ جسد اطہر کے ساتھ ان کا جسم چھو جائے۔ سب حسرتیں بر آئیں گی۔ سب ارمان پورے ہو جائیں گے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ جس خوش نصیب کو یہ سعادت میسر آگئی آتش دوزخ اس کو نہیں جلا سکتی۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ حَبِيْبِكَ مَا رَزَقْتَهٗ اَصْحَابَهُ الْكِرَامَ عَلَيْهِمُ الرَّحْمَةُ وَالرِّضْوَانُ اَللّٰهُمَّ احْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهِمْ۔

اس محبوب دلنواز نے اپنے عاشق دلفگار سواد کی اس حسرت پر خوشنودی کا اظہار فرمایا اور اسے دعا خیر سے سرفراز کیا۔

صحابہ کرام کی سرفروشی کا ایک اور روح پرور واقعہ ساعت فرمائیے۔

عوف بن حارث، ان کی والدہ ماجدہ کا نام عفراء ہے۔ وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور پوچھنے لگے یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُضْحِكُ الرَّبَّ مِنْ عَبْدِهٖ۔ یا رسول اللہ! یہ فرمایئے اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے کس بات پر خوش ہوتا ہے۔ فرمایا بندہ کا سر برہنہ حالت میں دشمن کے حلقہ میں اپنا ہاتھ گھسیڑ دینا۔ یہ ارشاد سنتے ہی انہوں نے اپنی زرہ اتار کر پرے پھینک دی پھر اپنی تلوار بے نیام کی اور کفار کی صفوں میں گھس گئے۔ داد شجاعت دیتے رہے دشمنان اسلام کو اپنی شمشیر سے تہ تیغ کرتے رہے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کر لیا اپنی جان کا نذرانہ اپنے خالق کریم کے حضور میں پیش کر دیا۔ صدق واخلاص کے یہ وہ پیکر تھے جنہوں نے اپنے جذبہ جاں نثاری سے اعداء حق کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔ (۱)

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اپنے مجاہدین کی صفوں کو منظم کرنے اور ضروری ہدایات سے انہیں مشرف کرنے کے بعد اپنے ہیڈ کوارٹر (عریش) میں تشریف لائے حضور کے ہمراہ صرف حضرت صدیق تھے ان کے علاوہ اور کوئی آدمی ہمراہ نہ تھا۔ (۲)

یہاں ایک واقعہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے اس سے اس لافانی محبت اور احترام کا آپ کو اندازہ ہو گا جو صحابہ کرام کے دل میں ایک دوسرے کے بارے میں تھا۔ نیز اس سے یہ بھی پتہ

۱۔ ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۱۰

۲۔ ایضاً

چل جائے گا کہ شیر خدا کی نگاہوں میں حضرت صدیق اکبر کا کیا مقام تھا۔
اس واقعہ کو حافظ ابن کثیر نے امام بزاز کی مسند کے حوالہ سے اپنی سیرت میں نقل فرمایا ہے۔
ایک روز اپنے زمانہ خلافت میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے حضرت علی مرتضیٰ نے سامعین سے پوچھا يَآ اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ اَشْجَعُ النَّاسِ اے لوگو! مجھے بتاؤ کہ سب لوگوں سے بہادر کون ہے سب نے یک زبان ہو کر کہا اے امیر المومنین آپ! شیر مردان نے فرمایا میں وہ ہوں جس کو جب کسی نے للکارا تو میں نے اپنی تلوار سے اس کے ساتھ انصاف کر دیا لیکن سب سے زیادہ بہادر حضرت ابو بکر ہیں کیونکہ ہم نے جب حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے عریش بنایا تو ہم نے اعلان کیا کہ اس عریش میں حضور انور کے ساتھ کون رہے گا تا کہ کوئی مشرک حضور پر حملہ کرنے کی جسارت نہ کر سکے۔ آپ نے فرمایا۔

فَوَاللّٰهِ مَا دَنَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَبُوْبَكْرٍ شَاهِرًا بِالسَّيْفِ عَلٰى رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَهْوِىْ اِلَيْهِ اَحَدٌ اِلَّا اَهْوٰى اِلَيْهِ فَهٰذَا اَشْجَعُ النَّاسِ

"بخدا! کوئی آدمی اس دعوت کو قبول کرنے کے لئے نہ اٹھا سوائے ابو بکر کے۔ جو اپنی تلوار لہراتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے قریب آکر کھڑے ہو گئے تا کہ اگر کوئی بد بخت حضور پر حملہ کرنے کا ارادہ کرے تو حضرت ابو بکر اس کا جواب دے سکیں۔
یہ ہے سب لوگوں سے بڑا شجاع۔"

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے حضرت شیر خدا نے فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ کفار نے حضور کو پکڑا ہوا ہے۔ کوئی دھینگا مشتی کر رہا ہے اور کوئی بک بک کر رہا ہے۔ اور وہ حضور کو کہہ رہے ہیں کہ تم وہ ہو جس نے بہت سے خداؤں کے بجائے ایک خدا کو ماننے کا دعویٰ کیا ہے۔ بخدا ہم میں سے کوئی بھی حضور کو ان کے نرغے سے نکالنے کے لئے آگے نہ بڑھ سکا۔ سوائے ابو بکر کے۔ آپ آگے بڑھے کسی کو مار کر کسی کو دھکا دے کر پرے ہٹایا اور ان کی ہرزہ سرائیوں کے مسکت جواب دیئے۔ اور ان کو بار بار یہ کہہ کر جھنجھوڑتے رہے۔

وَيْلَكُمْ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ

"تمہارا ستیاناس ہو تم ایسے شخص کو مارنے کے درپے ہو جو یہ کہتا ہے کہ

میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے (تمہیں شرم نہیں آتی)۔"

علی مرتضیٰ نے وہ چادر اٹھائی جو آپ نے اوڑھی ہوئی تھی آپ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا جس سے آپ کی ریش مبارک بھیگ گئی پھر لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

اُنْشِدُکُمُ اللّٰہَ اَمُؤْمِنُ اٰلِ فِرْعَوْنَ خَیْرٌ اَمْ ھُوَ

"میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں مجھے بتاؤ کہ آل فرعون کا مومن بہتر تھا یا حضرت ابو بکر۔"

ساری قوم نے خاموشی اختیار کر لی۔ انتظار کے بعد سیدنا علی نے فرمایا۔

فَوَاللّٰہِ لَسَاعَۃٌ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ خَیْرٌ مِنْ مِلْاِ الْاَرْضِ مِنْ مُؤْمِنِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ذٰلِکَ رَجُلٌ یَکْتُمُ اِیْمَانَہٗ وَھٰذَا رَجُلٌ اَعْلَنَ اِیْمَانَہٗ۔

"خدا کی قسم! ابو بکر کی ایک ساعت آل فرعون کے مومن کی ساری زندگی سے بہتر ہے۔ وہ شخص اپنے ایمان کو چھپاتا تھا لیکن یہ اپنے ایمان کو اعلانیہ لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے تھے۔"

اس موقع پر جب کہ فریقین پوری تیاری کے ساتھ صفیں باندھ کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار کھڑے تھے۔ اس وقت اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے لشکر اسلام کو ایک خطاب فرمایا آپ اس کا مطالعہ فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا ہر جملہ سے نور نبوت کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں قلب اور ذہن کو منور کر رہی ہیں۔ جذبات شجاعت و استقامت کو نئی زندگی بخش رہی ہیں اگرچہ یہ خطاب قدرے طویل ہے۔ لیکن سیرت نبوی کا مطالعہ کرنے والے کے لئے اس کا مطالعہ کرنا از حد اہم ہے تاکہ اللہ کے ایک نبی میں اور عام جرنیلوں میں فکر اور عمل کا تفاوت واضح ہو جائے اور مقام نبوت کی رفعتوں کا احساس ہو جائے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے اپنے رب کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاِنِّیْ اَحُثُّکُمْ عَلٰی مَا حَثَّکُمُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ عَلَیْہِ — "میں تمہیں اس بات پر برانگیختہ کرتا ہوں جس پر اللہ عزوجل نے تمہیں برانگیختہ کیا ہے۔

وَاَنْھَاکُمْ عَمَّا نَھَاکُمُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْہُ — اور ان کاموں سے منع کرتا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع فرمایا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ عَظِیْمٌ شَانُہٗ — اللہ تعالیٰ کی شان بہت بڑی ہے۔

يَأْمُرُ بِالْحَقِّ وَيُحِبُّ الصِّدْقَ
وہ حق کا حکم دیتا ہے اور سچائی کو پسند کرتا ہے۔

وَيُعْطِي عَلَى الْخَيْرِ أَهْلَهُ عَلَى مَنَازِلِهِمْ عِنْدَهُ۔
اور نیک کام کرنے والوں کو اپنی بارگاہ میں ان کی بلند منزلوں پر فائز کرتا ہے۔

بِهِ يُذْكَرُونَ وَبِهِ يَتَفَاضَلُونَ
اسی کے ساتھ ان کا ذکر بلند ہوتا ہے اور اسی سے انہیں فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

وَإِنَّكُمْ قَدْ أَصْبَحْتُمْ بِمَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الْحَقِّ
اور آج تم حق کی منزلوں میں سے ایک منزل پر کھڑے ہو۔

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ فِيهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا مَا ابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ
اس مقام پر اللہ تعالیٰ کسی سے کوئی عمل قبول نہیں کرے گا سوائے اس کے جو محض اس کی رضا کے لئے کیا گیا ہو۔"

وَإِنَّ الصَّبْرَ فِي مَوَاطِنِ الْبَأْسِ مِمَّا يُفَرِّجُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ الْهَمَّ
"اور جنگ کے موقع پر صرف صبر ہی ایسی چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ حزن واندوہ کو دور کرتا ہے۔

وَيُنَجِّي بِهِ مِنَ الْغَمِّ۔
اور اسی صبر کی برکت سے غم سے نجات دیتا ہے۔

وَتُدْرِكُونَ بِهِ النَّجَاةَ فِي الْآخِرَةِ
اور اسی صبر سے تم آخرت میں نجات پاؤ گے۔

فِيكُمْ نَبِيُّ اللّٰهِ يُحَذِّرُكُمْ وَيَأْمُرُكُمْ
تم میں اللہ کا نبی موجود ہے جو تمہیں بعض چیزوں سے منع کرتا ہے اور بعض چیزوں کا تمہیں حکم دیتا ہے۔

فَاسْتَحْيُوا الْيَوْمَ أَنْ يَطَّلِعَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى شَيْءٍ مِنْ أَمْرِكُمْ يَمْقُتُكُمْ عَلَيْهِ
آج تمہیں حیا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کسی ایسے عمل پر آگاہ نہ ہو جس سے وہ تم پر ناراض ہو۔

فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ لَمَقْتُ اللّٰهِ أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ
کہ اللہ تعالیٰ کی تم سے بیزاری بہت سخت ہے اس بیزاری سے جو تمہیں اپنے آپ سے ہے۔

انْظُرُوا إِلَى الَّذِي أَمَرَكُمْ بِهِ مِنْ كِتَابِهِ۔
اس نے اپنی کتاب میں جن چیزوں کا تمہیں حکم دیا ہے ان کو غور سے دیکھو۔

وَأَرَاكُمْ مِنْ آيَاتِهِ
اور جو اپنی نشانیاں تمہیں دکھائی ہیں۔

وَأَعَزَّكُمْ بَعْدَ ذِلَّةٍ
اور ذلت کے بعد تمہیں عزت بخشی ہے۔

فَاسْتَمْسِكُوا بِهِ يَرْضَى بِهِ
اس کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو اس سے تمہارا رب تم پر

رَبُّكُمْ عَنْكُمْ	راضی ہو گا۔
وَابْلُوا رَبَّكُمْ فِي هٰذِهِ الْمَوَاطِنِ أَمْرًا تَسْتَوْجِبُوا الَّذِي وَعَدَكُمْ بِهٖ مِنْ رَحْمَتِهٖ وَمَغْفِرَتِهٖ	اور ان مقامات پر اپنے رب کو آزماؤ تم اس کی رحمت اور مغفرت کے مستحق ہو جاؤ گے جس کا اس نے تم سے وعدہ کیا ہے۔
فَإِنَّ وَعْدَهٗ حَقٌّ	بے شک اس کا وعدہ حق ہے۔
وَقَوْلَهٗ صِدْقٌ	اور اس کا قول سچا ہے۔
وَعِقَابَهٗ شَدِيْدٌ	اور اس کا عذاب بہت سخت ہے۔
وَإِنَّمَا أَنَا وَأَنْتُمْ بِاللّٰهِ الْحَيِّ الْقَيُّوْمِ	بیشک میں اور تم اس اللہ کی مدد طلب کرتے ہیں جو حی و قیوم ہے۔
إِلَيْهِ أَلْجَأْنَا ظُهُوْرَنَا وَبِهٖ اِعْتَصَمْنَا	وہی ہماری پشت پناہی کرنے والا ہے اور اسی کا دامن کرم ہم نے پکڑا ہوا ہے۔
وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيْرُ	اس پر ہم نے بھروسا کیا ہے اور اسی کی طرف ہم لوٹ کر جائیں گے۔
يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلِلْمُسْلِمِيْنَ	اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمائے اور سارے مسلمانوں کی۔" (۱)

آپ اس خطبہ میں جتنا غور کریں گے شان نبوت کے اتنے جلوے آپ کو نظر آنے لگیں گے۔ دشمن پوری طرح مسلح ہو کر سامنے کھڑا ہے گھمسان کا رن پڑنے والا ہے۔ اس کے باوجود قائد لشکر اسلام سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم صرف دشمن کو تہ تیغ کرنے کے لئے جوش نہیں دلا رہے بلکہ اس نازک مقام پر بھی بندے کے رشتہ عبدیت کو اپنے معبود برحق کے ساتھ استوار کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ یہ ایک نبی کی شان ہی ہو سکتی ہے۔ جو تمام امور سے صرف نظر کر کے ہر حالت میں اللہ کی رضا کا طلبگار ہوتا ہے۔ اور اپنے ماننے والوں کے دلوں میں بھی رضائے الٰہی کے شوق کی چنگاری سلگا دیتا ہے۔

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجاہدین اسلام کو اس ایمان افروز اور روح پرور خطبہ سے سرفراز کرنے کے بعد اپنے عریش میں تشریف لے آئے اور اپنے قدیر و علیم پروردگار کی بارگاہ بیکس پناہ میں انتہائی تضرع سے دعاؤں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ پھر عرض کی۔

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۵۵

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اِنْ تُھْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ اے اللہ! اگر تو اس گروہ کو ہلاک کر دے گا تو پھر اس
لَا تُعْبَدُ بَعْدَھَا فِی الْاَرْضِ زمین میں تیری عبادت بھی نہیں کی جائے گی۔ "

پھر دست سوال پھیلا کر بڑے درد و سوز سے التجا کی۔

اَللّٰھُمَّ اَنْجِزْلِیْ مَا وَعَدْتَنِیْ "اے اللہ! جو وعدہ تو نے مجھ سے فرمایا ہے اس کو پورا کر۔

اَللّٰھُمَّ نَصْرَکَ اے اللہ! میں تیری نصرت کا طلب گار ہوں۔ "

ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے عرض حال کرتے رہے۔ حتیٰ کہ محویت کے عالم میں چادر مبارک کندھوں سے سرک کر نیچے گر پڑی۔ حضرت صدیق کو یارائے صبر نہ رہا۔ دوڑ کر آئے اور چادر درست کر دی ازراہ شفقت گزارش کرنے لگے۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، بَعْضَ مُنَاشَدَتِکَ رَبَّکَ
فَاِنَّہٗ سَیُنْجِزُ لَکَ مَا وَعَدَکَ

"اے اللہ کے پیارے رسول! اب آپ بس فرمایئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے وہ پورا فرمائے گا۔ "

اسی اثناء میں حضور کو اونگھ آئی۔ پھر بیدار ہوئے اور فرمایا۔

اَبْشِرْ یَا اَبَا بَکْرٍ اَتَاکَ نَصْرُ اللّٰہِ
ھٰذَا جِبْرِیْلُ اٰخِذٌ بِعِنَانِ فَرَسِہٖ یَقُوْدُہٗ
عَلٰی ثَنَایَاہُ النَّقْعُ

"اے ابو بکر مژدہ باد! اللہ کی مدد آ گئی یہ جبرئیل ہیں جو گھوڑے کی لگام کو پکڑے ہوئے جا رہے ہیں اور اس گھوڑے کے پاؤں گرد آلود ہیں۔ " (۱)

حق کے علمبردار اور باطل کے پرستار صفیں باندھ کر آمنے سامنے کھڑے ہیں۔ مسلمانوں کی قلیل تعداد اور بے سروسامانی کو دیکھ کر کفار کے تکبر اور رعونت میں مزید اضافہ ہو گیا اور ابو جہل نے للکار کر اپنے ساتھیوں کو کہا۔

لات و عزیٰ کی قسم! ہم ہرگز واپس نہیں ہوں گے۔ جب تک ان مٹھی

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۲۰

بھر مسلمانوں۔ محمد اور ان کے اصحاب کو ان پہاڑوں میں تتر بتر نہ کردیں۔ دوستو! انہیں قتل کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کو پکڑتے جاؤ اور رسیوں میں باندھتے جاؤ۔

قریش مکہ، ئے پندار سے مخمور تھے اور یہ خیال کر رہے تھے کہ مسلمان ہمارے پہلے حملہ کی تاب ہی نہ لا سکیں گے۔ ہم طوفان بن کر اڈیں گے اور انہیں خس و خاشاک کی طرح اڑا لے جائیں گے عین اس وقت اللہ کا پیارا حبیب اور اس کے جاں نثار غلام مجیب الدعوات کی بارگاہ میں آنسوؤں کے نذرانے پیش کر رہے تھے۔ اور قادر و عزیز خدا سے اسلام کی نصرت و فتح کی خیرات مانگ رہے تھے۔

إِسْتَغَاثَ بِرَبِّهٖ سَيِّدُ الْاَنْبِيَاءِ وَضَجَّ الصَّحَابَةُ بِصُنُوْفِ الدُّعَاءِ اِلٰى رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ سَامِعِ الدُّعَاءِ وَكَاشِفِ الْبَلَاءِ۔

"سیدالانبیاء اپنے رب کی بارگاہ میں فریاد کر رہے تھے اور صحابہ کرام، زمین و آسمان کے رب، دعاؤں کو قبول کرنے والے، بلاؤں کو ٹالنے والے، خداوند قدوس کی بارگاہ میں دعائیں مانگ رہے تھے۔" (۱)

جنگ کا آغاز

جنگ کی پہلی چنگاری اسود بن عبدالاسد المخزومی نے بھڑکائی۔ یہ شخص بڑا بد سرشت اور بد خو تھا اس نے اعلان کیا کہ میں نے اللہ سے وعدہ کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کے حوض سے پانی پیئے گا اور اسے منہدم کردے گا یا اپنی جان دے دے گا۔ جب وہ فاسد نیت سے پانی کے تالاب کی طرف بڑھا۔ تو اسلام کے شاہین حضرت حمزہ اس پر جھپٹے جب ان کا آمنا سامنا ہوا تو آپ نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اس کی پنڈلی کاٹ کر رکھ دی۔ وہ اپنی پیٹھ کے بل گر پڑا اس کی کٹی ہوئی ٹانگ سے خون کا فوارہ بہنے لگا پھر بھی وہ رینگتا ہوا حوض کے قریب پہنچا۔ اس کا ارادہ تھا کہ اس میں گھس کر سارے پانی کو ناقابل استعمال بنادے۔ حضرت حمزہ نے اس پر دوسرا وار کیا اور اس کا کام تمام کردیا اس جنگ میں یہ پہلا کافر تھا۔ جس کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے تہ تیغ کیا۔

اسود کو یوں دولخت دیکھ کر (ربیعہ بن) عتبہ بن ربیعہ جوش غضب سے دیوانہ وار اٹھا اپنی

ا۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۲۷

شجاعت کے اظہار کے لئے بے تاب ہو گیا۔ اپنے بھائی شیبہ کو اپنے دائیں طرف اور اپنے بیٹے ولید کو بائیں طرف لے کر صفوں کے درمیان آ کر کھڑا ہو گیا۔ اور " هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ " کا نعرہ لگا کر یہ تینوں اپنے اپنے مدمقابل کا انتظار کرنے لگے۔

تین انصاری نوجوان۔ حضرات عوف اور معاذ۔ پسران حارث اور عفراء اور عبداللہ بن رواحہ۔ شیروں کی طرح دھاڑتے ہوئے ان سے مقابلہ کے لئے نکلے۔ عتبہ وغیرہ نے پوچھا تم کون ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ " رَهْطٌ مِنَ الْاَنْصَارِ " ہمارا تعلق قبیلہ انصار سے ہے۔ وہ بولے ہمیں تمہاری ضرورت نہیں دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا واقعی تم معزز مدمقابل ہو لیکن ہمارے مقابلہ کے لئے ہمارے چچازادوں کو بھیجو۔ ان میں ایک شخص نے بلند آواز سے کہا۔ " يَا مُحَمَّدُ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اَخْرِجْ اِلَيْنَا اَكْفَاءَنَا مِنْ قَوْمِنَا " ہمارے ساتھ پنجہ آزمائی کے لئے ہماری قوم میں سے مدمقابل بھیجو۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے فرمایا۔ " قُمْ يَا عُبَيْدَةُ قُمْ يَا حَمْزَةُ قُمْ يَا عَلِيُّ " اے ابو عبیدہ تم اٹھو۔ اے حمزہ تم اٹھو۔ اے علی تم اٹھو۔ اللہ کے یہ تینوں شیر جب ان کے نزدیک پہنچے تو انہوں نے پوچھا تم کون ہو۔ کیونکہ انہوں نے زرہیں پہنی ہوئی تھیں ہتھیار سجائے ہوئے تھے اس لئے پہچان نہ سکے۔ ان تینوں حضرات نے اپنا اپنا نام لے کر اپنا تعارف کرایا۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے " نَعَمْ اَكْفَاءٌ كِرَامٌ " بے شک یہ تم معزز مدمقابل ہو۔ عبیدہ جو ان تینوں میں سے عمر میں بڑے تھے انہوں نے عتبہ کو للکارا۔ حضرت حمزہ نے شیبہ کو۔ سیدنا علی نے عتبہ کے بیٹے ولید کو۔ حضرت حمزہ نے اپنے مدمقابل کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ بجلی کی سرعت سے اس پر اپنی شمشیر خارا شگاف سے وار کیا اور آن واحد میں اس کے دو ٹکڑے کر کے زمین پر پھینک دیا۔

اسی طرح حضرت سیدنا علی نے بھی ولید کو مہلت دیئے بغیر اپنی شمشیر براں سے اس کا سرغرور اس کے تن سے جدا کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

البتہ عبیدہ اور عتبہ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ ایک دوسرے پر اپنی تلواروں سے حملے کرتے رہے حضرت عبیدہ نے اپنے وار سے عتبہ کو زخمی کر دیا۔ عتبہ کی تلوار ان کی ٹانگ پر پڑی اور اس کو کاٹ کر الگ کر دیا۔ حضرت حمزہ اور سیدنا علی اسی اثناء میں اپنے حریفوں کا کام تمام کر کے فارغ ہو چکے تھے۔ وہ اب حضرت عبیدہ کی امداد کے لئے تیزی سے بڑھے ان کی تلواریں بجلی کی سرعت سے کوندیں اور عتبہ کی لاش کو پارہ پارہ کر دیا۔ حضرت عبیدہ کو شدید زخمی حالت میں اٹھایا اور شفیع عاصیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ جہاں کھڑے تھے وہاں لا کر لٹا دیا۔

فَوَضَعَ خَدَّهٗ عَلٰی قَدَمِهٖ الشَّرِیْفَۃِ وَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! لَوْ رَاٰنِیْ اَبُوْطَالِبٍ لَعَلِمَ اَنِّیْ اَحَقُّ بِقَوْلِہٖ

"تو آپ نے اپنا رخسار حضور کے بابرکت قدموں پر رکھ دیا اور عرض کیا یارسول اللہ! اگر ابو طالب مجھے اس حالت میں دیکھتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ ان کے ان اشعار کا حق دار میں ہوں۔

کَذَبْتُمْ وَبَیْتِ اللّٰہِ نُبْزٰی مُحَمَّدًا ۔ وَلَمَّا نُطَاعِنْ حَوْلَہٗ وَنُنَاضِلُ

اے مشرکو! خانہ خدا کی قسم! تم جھوٹ بول رہے ہو۔ جب تم یہ کہتے ہو کہ ہم محمد کو چھوڑ دیں گے اور اس کے ارد گرد تیروں اور نیزوں سے جنگ نہیں کریں گے۔

وَنُسْلِمُہٗ حَتّٰی نُصَرَّعَ حَوْلَہٗ ۔ وَنَذْھَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

سن لو ہم انہیں تمہارے حوالے نہیں کریں گے جب تک ہماری لاشوں کے ڈھیر اس کے آس پاس نہ لگ جائیں۔ ہم اس کے دفاع میں اپنے بیٹوں اور بیویوں سے بھی بے پروا ہو جائیں گے۔"

اپنے جاں بلب عاشق کا یہ نعرہ مستانہ سن کر حضور نے اسے مژدہ سنایا۔

اَشْھَدُ اَنَّکَ شَھِیْدٌ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو شہید ہے۔ (۱)

ہندہ زوجہ ابو سفیان کو جب عتبہ۔ شیبہ۔ اور ولید کے مقتول ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے نذر مانی کہ وہ حضرت حمزہ کا کلیجہ نکال کر چبائے گی۔ جس کی تفصیل غزوہ احد میں بیان ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ (۲)

قریش کے جب یہ تینوں سردار اسلام کے بہادروں نے موت کی گھاٹ اتار دیئے تو اس اندیشہ سے کہ کفار حوصلہ نہ ہار دیں ابو جہل نے بلند آواز سے یہ نعرہ لگایا۔

لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ ہمارا مددگار عزیٰ ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں جو تمہاری مدد کرے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کے مجاہدین کو حکم دیا کہ اس کے جواب میں یہ نعرہ بلند کریں۔

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۱۴

۲۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۱۵

اللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَا لَکُمْ۔ قَتْلَانَا فِی الْجَنَّۃِ وَقَتْلَاکُمْ فِی النَّارِ۔

"اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں، ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔"

میدان بدر میں مسلمانوں میں سے جس نے سب سے پہلے جام شہادت نوش کیا وہ مِھجَع تھے۔ جو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے غلام تھے انہیں کسی تیرانداز نے اپنے تیر کا ہدف بنایا جو جان لیوا ثابت ہوا۔

اس کے بعد بنوعدی بن نجار کے قبیلہ کے حضرت حارثہ بن سراقہ کو تاج شہادت زیب سر کرنے کی سعادت بخشی گئی۔ آپ تالاب پر پانی پی رہے تھے کہ کسی کافر نے تاک کر انہیں تیر کا نشانہ بنایا تیر ان کی گردن میں آکر پیوست ہو گیا اس طرح وہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے صحیحین میں حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضرت حارثہ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے۔ انہیں کسی نامعلوم شخص کا تیر لگا تھا۔ جس سے ان کی وفات ہوئی۔ ان کی ماں بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئی یارسول اللہ! مجھے بتایئے کہ میرا بیٹا حارثہ کہاں ہے اگر وہ جنت میں ہو تو پھر میں صبر کروں گی اور اگر نہیں تو پھر میں جی بھر کر اس پر نوحہ کروں گی ابھی تک میت پر نوحہ کرنا ممنوع نہیں ہوا تھا۔ رحمت کائنات علیہ وعلی آلہ اطیب التحیات نے اسے فرمایا۔

وَيْحَكِ أَهَبِلْتِ أَجَنَّةٌ هِيَ إِنَّهَا جِنَانٌ ثَمَانٌ وَإِنَّ ابْنَكِ أَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْأَعْلٰى۔

"تیرا بھلا ہو۔ ایک جنت نہیں ہے آٹھ جنتیں ہیں اور تیرے بیٹے کو فردوس اعلیٰ میں جگہ عطا فرمائی گئی ہے۔"

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ نگاہ نبوت نے لمحہ بھر میں آٹھوں جنتوں کا ان کی بیکراں وسعتوں کے باوجود مشاہدہ فرما لیا اور اس خاتون کا بیٹا جہاں تھا اس کو دیکھ کر اس کی ماں کو آگاہ فرما دیا۔

نگاہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی قوت بینائی کا اندازہ لگایئے۔ پل بھر میں آٹھوں جنتوں کا جائزہ لے کر بتا دیا کہ اس بوڑھی خاتون کا شہید بیٹا کہاں تشریف فرما ہے۔

اس کے بعد دونوں لشکر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے اپنے مجاہدین کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ حضور کے اذن کے بغیر حملہ نہ کریں اور اگر قوم قریش ان کا محاصرہ تنگ کرلے تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر کے انہیں پرے ہٹادیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عریش میں تشریف فرما تھے حضرت صدیق حاضر خدمت تھے۔ حضور بارگاہ الٰہی میں امداد کے لئے فریاد کر رہے تھے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔

"یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں اور نہیں بنایا فرشتوں کے نزول کو اللہ تعالیٰ نے مگر ایک خوشخبری اور تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل۔ اور نہیں ہے مدد مگر اللہ کی طرف سے بیشک اللہ تعالیٰ بہت غالب ہے حکمت والا ہے۔" (الانفال: ۹۔ ۱۰)

پھر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم عریش سے اپنے صحابہ کے پاس تشریف لے آئے اور انہیں کفار کے ساتھ جہاد کرنے پر برانگیختہ کرتے ہوئے فرمایا۔

وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا يُقَاتِلُهُمُ الْيَوْمَ رَجُلٌ فَيُقْتَلُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا مُقْبِلًا غَيْرَ مُدْبِرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔

"اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی جان ہے آج جو شخص جنگ کرے گا اور اسے اس حالت میں قتل کیا گیا کہ وہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہو، رضائے الٰہی کا طلب گار ہو، دشمن کی طرف منہ کئے ہو، پیٹھ پھیرنے والا نہ ہو، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔" (۱)

پھر فرمایا۔ قُوْمُوْا اِلٰى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ۔ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُقَاتِلُهُمُ الْيَوْمَ رَجُلٌ فَيُقْتَلُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا مُقْبِلًا

۱۔ ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۲۰

غَيْرَ مُدْبِرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ

"کھڑے ہو جاؤ اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ جو شخص آج مشرکین سے جنگ کرے اور وہ اس حالت میں قتل کیا جائے کہ وہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہو اللہ کی رضا کا امیدوار ہو دشمن کی طرف منہ کئے ہوئے ہو۔ پیٹھ پھیرے ہوئے نہ ہو۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔" (۱)

حضور جب یہ کلمات طیبات ارشاد فرما رہے تھے تو عمیر بن حمام وہاں پہنچے۔ ان کے ہاتھوں میں کھجوریں تھیں جنہیں وہ کھا رہے تھے حضور کا ارشاد سن کر کہنے لگے۔

بَخٍ بَخٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

"واہ وا یا رسول اللہ! کیا جنت کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔

حضور نے فرمایا بیشک۔ عمیر نے کہا کیا میرے درمیان اور جنت کے داخل ہونے کے درمیان اس کے سوا کوئی چیز حائل نہیں کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں۔ دوسری روایت میں ہے۔

لَئِنْ حَيِيْتُ حَتّٰى اٰكُلَ تَمَرَاتِىْ هٰذِهٖ اِنَّهَا حَيَاةٌ طَوِيْلَةٌ

"اگر میں یہ کھجوریں کھانے کی دیر تک زندہ رہا تو یہ بہت لمبا عرصہ ہو گا۔"

پھر انہوں نے اپنے ہاتھ والی کھجوریں پھینک دیں اپنی تلوار بے نیام کر لی اور کفار کے ساتھ جنگ شروع کی یہاں تک کہ وہ شرف شہادت سے مشرف ہوئے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ عمیر دشمن کے ساتھ لڑائی کر رہے تھے اور یہ رجز بھی پڑھ رہے تھے۔

رَكْضًا اِلَى اللّٰهِ بِغَيْرِ زَادٍ   اِلَّا التُّقٰى وَعَمَلَ الْمَعَادِ
وَالصَّبْرُ فِى اللّٰهِ عَلَى الْجِهَادِ   وَكُلُّ زَادٍ عُرْضَةُ النَّفَادِ
غَيْرَ التُّقٰى وَالْبِرِّ وَالرَّشَادِ

"اپنے نفس کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ اے میرے نفس! اللہ کی طرف تیزی سے بڑھو بغیر کسی زاد سفر کے وہاں صرف تقویٰ اور آخرت کے لئے نیک عمل اور جہاد فی سبیل اللہ میں صبر سب سے بہتر زاد سفر ہے۔ اور ہر زاد سفر ختم ہونے والی ہے۔ بجز تقویٰ نیکی اور

۱۔ ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۲۰

راست روی کے۔" (۱)

خوب گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفس نفیس اس جنگ میں شریک تھے حضرت صدیق بھی اپنی تلوار سے کفار پر حملے کر رہے تھے۔

كَمَا كَانَا فِي الْعَرِيْشِ يُجَاهِدَانِ بِالدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ ثُمَّ نَزَلَا فَحَرَّضَا وَحَثَّا عَلَى الْقِتَالِ وَقَاتَلَا بِالْاَبْدَانِ اِنَّهُمَا جَمَعَا بَيْنَ الْمَقَامَيْنِ۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق کے ساتھ پہلے عریش میں اسلام کی فتح و نصرت کے لئے عاجزانہ دعائیں کر کے اس جہاد میں شریک تھے پھر وہاں سے میدان جنگ میں تشریف لائے پہلے مسلمانوں کو جہاد کے لئے ترغیب دلائی پھر دونوں صاحبان اپنی تلواروں سے کفار سے نبرد آزما ہوگئے اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور حضرت ابو بکر نے دونوں سعادتیں جمع کر لیں۔" (۲)

سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ، نبی معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی شجاعت و جرات اور اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے شوق کا بایں الفاظ ذکر کرتے ہیں۔

لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ۔ حَضَرَ الْبَاْسُ اَمَّنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاتَّقَيْنَا بِهٖ وَكَانَ اَشَدَّ النَّاسِ بَاْسًا يَوْمَئِذٍ وَمَا كَانَ اَحَدٌ اَقْرَبَ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ مِنْهُ۔

"بدر کے دن جب جنگ شروع ہوئی تو حضور ہماری پیشوائی فرما رہے تھے اور ہم حضور کے ساتھ اپنا بچاؤ کر رہے تھے اور سب سے سخت جنگ کرنے والے اس دن حضور تھے۔ اور حضور سے زیادہ مشرکین کے نزدیک کوئی نہیں تھا۔" (۳)

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۷۰

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۷۱

۳۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۷۱

سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۲۲

ابو جہل کی بدبختی

فریقین جب ایک دوسرے کے بالکل قریب آگئے تو ابو جہل کی بدبختی نے زور پکڑا اور اس کے منہ سے بے ساختہ یہ جملے نکلے۔

اَللّٰهُمَّ اَقْطَعُنَا لِلرَّحِمِ وَاٰتَانَا بِمَا لَا يُعْرَفُ فَاَحِنِ الْغَدَاةَ
اَللّٰهُمَّ مَنْ كَانَ اَحَبَّ اِلَيْكَ وَاَرْضٰى عِنْدَكَ فَانْصُرْهُ الْيَوْمَ

"اے اللہ! جو ہم دونوں فریقوں سے زیادہ قطع رحمی کرنے والا ہے اور غیر معروف چیزیں لانے والا ہے اس کو ہلاک کر دے۔ یااللہ! جو تیرا زیادہ محبوب ہے اور جو تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے آج اس کی مدد فرما۔" (۱)

اس کی یہ التجا قبول ہوئی ان دونوں میں سے جو اللہ کا محبوب تھا اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی تھا اس کو فتح و ظفر نصیب ہوئی وہ مظفر و منصور اس میدان جنگ سے واپس آئے۔ اور جو قطع رحمی میں پیش پیش تھا اور غیر معروف باتیں کرتا تھا وہ ہلاک و برباد ہوا اور اس کے ساتھی بری طرح شکست کھا کر دم دبا کر بھاگ گئے ارشاد باری ہے۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (الانفال: ۱۹)

"اگر تم فیصلہ کے طلب گار تھے تو (لو) آگیا تمہارے پاس فیصلہ۔ اور اگر تم اب بھی باز آ جاؤ تو وہ بہتر ہے تمہارے لئے اور تم پھر شرارت کرو گے ہم پھر سزا دیں گے۔ اور نہ فائدہ پہنچائے گی تمہیں تمہاری جماعت کچھ بھی چاہے اس کی تعداد بہت زیادہ ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ساتھ ہے۔" (انفال: ۱۹)

علامہ زمخشری نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کفار جب مکہ سے روانہ ہوئے تھے تو غلاف کعبہ کو پکڑ کر انہوں نے دعا مانگی تھی۔

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۷۱

اللّٰهُمَّ انْصُرْ اَقْرَانَا لِلضَّيْفِ وَاَوْصَلَنَا لِلرَّحِمِ وَاَفَكَّنَا لِلْعَانِيْ وَاِنْ كَانَ مُحَمَّدٌ عَلٰى حَقٍّ فَانْصُرْهُ وَاِنْ كُنَّا عَلٰى حَقٍّ فَانْصُرْنَا

"اے اللہ! ہم دونوں فریقوں سے جو زیادہ مہمان نواز ہے جو زیادہ صلہ رحم ہے جو قیدیوں کو زیادہ آزاد کرنے والا ہے اس کی مدد فرما۔ اگر محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) حق پر ہے تو اسے فتح دے اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہمیں غلبہ بخش۔" (۱)

کفار سے کہا جا رہا ہے کہ وہ دعا جو تم نے مانگی تھی وہ قبول ہوئی۔ جو حق پر تھا وہ غالب ہوا اور جو باطل سے چمٹے ہوئے تھے وہ مغلوب۔ اب باز آجاؤ تمہارے معیار کے مطابق حق واضح ہو گیا اب تو کسی قسم کی غلط فہمی نہیں رہی۔ اگر پھر بھی تم نے حق کو قبول نہ کیا اور اس کی مخالفت سے باز نہ آئے تو یاد رکھو تمہیں آئندہ بھی ایسی اندوہناک شکستوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ (۲)

دشمن خدا و رسول، امیہ بن خلف کا مقتول ہونا

آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ اور امیہ بن خلف کی آپس میں دیرینہ دوستی تھی۔ امیہ اگر یثرب آتا تو حضرت سعد کا مہمان بنتا اور حضرت سعد اگر مکہ مکرمہ جاتے تو اس کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ اثنائے طواف حضرت سعد اور ابو جہل کے درمیان جو جھڑپ ہوئی وہ بھی آپ کو یاد ہوگی امیہ نے اس روز سے اپنے دل میں طے کر لیا تھا کہ وہ مکہ سے باہر قدم نہیں رکھے گا۔ بدر کی جنگ کے لئے ابو جہل نے جب تیاری شروع کی تو اس نے مکہ کے تمام رؤساء کو اس میں شرکت کی دعوت دی۔ امیہ نے اس کی دعوت کو مسترد کر دیا اور اس کے ہمراہ باہر جانے سے انکار کر دیا۔ ابو جہل اس کے پاس آیا اور اسے کہا اے صفوان کے ابا۔ تم اس ساری وادی کے سردار ہو اگر تم نے شرکت کرنے سے انکار کیا تو دوسرے لوگ بھی اس مہم میں شریک نہیں ہوں گے۔ اس کے بار بار کے انکار کے باوجود ابو جہل کا اصرار بڑھتا گیا۔ آخر کار اس نے امیہ کو مجبور کر لیا کہ وہ ساتھ چلے۔ اس نے کہا اگر تم مجھے جانے پر مجبور کرتے ہو تو پھر میں مکہ کے سارے اونٹوں سے سب سے اعلیٰ اور سب سے گراں قدر اونٹ اپنی سواری کے لئے خریدوں گا۔ وہاں سے اٹھ کر امیہ گھر آیا اور اپنی بیوی کو کہا اے صفوان کی ماں! میرا

۱۔ الکشاف

۲۔ ضیاء القرآن، جلد ۲، صفحہ ۱۳۸ حاشیہ ۲۳ متعلقہ سورہ انفال

سامان جنگ تیار کرو۔ اس نے کہا کیا تم نے اپنے یثربی بھائی کی بات کو فراموش کر دیا ہے اس نے کہا نہیں۔ بس لوگوں کو دکھانے کے لئے تھوڑی دور تک لشکر کے ساتھ جاؤں گا پھر لوٹ آؤں گا۔

امام بخاری اور امام ابن اسحاق، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور امیہ دونوں دوست تھے میرا پہلا نام عبد عمرو تھا۔ جب میں مشرف باسلام ہوا تو میں نے اپنا نام تبدیل کر کے عبدالرحمٰن رکھ لیا۔ جب امیہ مجھے ملتا تو مجھے از راہ طعن کہتا کہ اے عبد عمرو! تم نے اپنا وہ نام ترک کر دیا ہے جو تیرے باپ نے رکھا تھا۔ میں کہتا بیشک۔ اس نے کہا میں الرحمٰن کو نہیں جانتا اس لئے میں تمہیں عبدالرحمٰن کہہ کر نہیں بلاؤں گا اور اپنے پہلے نام کو تم نے ترک کر دیا ہے اس لئے ہم آپس میں تمہارے لئے ایک نام طے کر لیں کہ جب میں تمہیں بلاؤں تو اس نام سے بلایا کروں چنانچہ ہم نے باہمی مشورہ سے عبدالالہ نام تجویز کر لیا۔ اس کے بعد جب کبھی میرے پاس سے وہ گزرتا تو مجھے عبدالالہ کہہ کر بلاتا اور میں اس کا جواب دیتا۔

جب جنگ بدر میں ہم اکٹھے ہوئے تو میرے دل میں خیال آیا کہ اسے اس جنگ میں شرکت کرنے سے منع کر دوں میں نے دیکھا کہ امیہ اپنے بیٹے علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے آ رہا ہے میرے پاس چند زر ہیں تھیں جو میں نے اپنے مقتولوں سے اتاری تھیں۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو اس نے مجھے میرے پہلے نام سے بلایا یا عبد عمرو! میں نے اسے جواب نہ دیا پھر اس نے مجھے عبدالالہ کہہ کر پکارا میں نے "ہاں" سے جواب دیا پھر اس نے مجھے کہا کیا تجھے میری سلامتی کی ضرورت ہے۔ تو پھر ان زرہوں کو پرے پھینکو اور مجھے بچانے کی فکر کرو۔ میری جان ان زرہوں سے زیادہ قیمتی ہے چنانچہ میں نے وہ زر ہیں پھینک دیں پھر اس کا اور اس کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا میں ان کو لے کر چلا۔ راستہ میں اس کے بیٹے علی نے مجھ سے پوچھا اے عبدالالہ! یہ شخص کون ہے جس نے اپنے سینے پر شتر مرغ کا پر بطور علامت سجایا ہوا ہے۔ میں نے کہا یہ حمزہ بن عبدالمطلب ہے۔ وہ بولا ذٰلِکَ الَّذِیْ فَعَلَ بِنَا الْاَفَاعِیْلَ یعنی یہی وہ شخص ہے جس نے ہم پر بجلیاں گرائی ہیں۔ میں انہیں لے کر جا رہا تھا کہ اچانک حضرت بلال نے اسے میرے ساتھ دیکھ لیا۔ یہ وہی امیہ تھا جو حضرت بلال کو ان کے مسلمان ہونے کے جرم میں اذیت ناک سزائیں دیتا تھا آپ نے جب اسے دیکھا تو بلند آواز سے پکارے۔

رَاْسُ الْکُفْرِ اُمَیَّۃُ بْنُ خَلَفٍ لَا نَجَوْتُ اِنْ نَجَا

"یہ ہے کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف۔ اگر آج وہ بچ کر نکل گیا تو پھر میرا بچنا محال ہے۔"

آپ نے یامعشر الانصار کہہ کر اپنی مدد کے لئے انصار کو بلایا چند انصاری نوجوان لپک کر ان کے پاس آگئے اور ہمارے تعاقب میں نکلے جب میں نے دیکھا کہ وہ ابھی ہمیں آلیں گے تو میں نے امیہ کے لڑکے کو ان کے حوالے کر دیا تاکہ وہ اس کے ساتھ الجھ کر مشغول ہو جائیں اتنے میں امیہ کو میں کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دوں گا۔ امیہ فربہ اندام تھا اس سے تیزی سے چلا نہیں جا سکتا تھا، میں نے اسے کہا بیٹھ جاؤ۔ اور میں اس پر سپر بن کر لیٹ گیا تاکہ اس کو حضرت بلال کی تلوار کے وار سے بچا سکوں۔ یہاں تک کہ حضرت بلال اور ان کے ساتھیوں نے ہمیں اپنے گھیرے میں لے لیا وہ اس پر جھپٹ رہے تھے اور میں اس کا بچاؤ کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں کسی نے تلوار کے وار سے اس کے بیٹے کی ٹانگ کاٹ دی اور وہ دھڑام سے زمین پر گرا۔ امیہ نے یہ منظر دیکھ کر ایسی چیخ ماری کہ لوگوں کے دل دہل گئے۔ میں نے ایسی دل دوز چیخ پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ میں نے امیہ کو کہا اس کو اب چھوڑ و اب اپنی جان بچاؤ میں اب تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔

حضرت بلال اور ان کے ساتھیوں نے اپنی تلواروں کے پیہم واروں سے اس کے پرزے اڑا دیئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بعد میں بھی کہا کرتے تھے۔

یَرْحَمُ اللّٰہُ بِلَالًا ذَهَبَتْ اَدْرَاعِیْ وَفَجَعَنِیْ بِاَسِیْرَیَّ۔

"اللہ بلال پر رحم کرے میری زرہیں بھی چلی گئیں اور میرے دو قیدیوں کو قتل کر کے مجھے ان کے زر فدیہ سے بھی محروم کر دیا۔"

وہ حبشی بلال جو دولت ایماں سے مشرف ہونے سے پہلے بنی جمح کی ایک مشرک عورت کا زر خرید غلام تھا۔ اور دن رات اس کی خدمت گزاری میں جتا رہتا تھا اس نے جب ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید قبول کر لی۔ تو کفر و شرک کے سرغنے ابو جہل اور امیہ انہیں طرح طرح کی سزائیں دیا کرتے تھے آپ کے گلے میں رسی ڈال کر چند اوباشوں کو پکڑا دیتے وہ انہیں مکہ کی پتھریلی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے جب ان کا سر کسی پتھر سے ٹکراتا تو یہ قہقہے لگا کر ہنستے۔ اور غشی کی حالت میں بھی بلال کے منہ سے احد احد کی صدائیں بلند ہوتیں۔

آج وہ کمزور اور بے نوا بلال قوت ایمان اور اپنے اسلامی بھائیوں کے تعاون سے اتنا طاقت ور ہو کر میدان بدر میں ابھرا کہ اس کی تلوار آج مکہ کے ایک رئیس اعظم اور اس کے نوجوان بیٹے

پر اٹھ رہی ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ اس کے آڑے آئے اور اس کو چھڑائے۔ اس روح فرسا بلکہ روح پرور منظر سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی عملی تصویر سامنے آجاتی ہے۔

وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ۔

"اور ہم نے چاہا کہ احسان کریں ان لوگوں پر جنہیں کمزور بنا دیا گیا تھا ملک (مصر) میں اور بنا دیں انہیں پیشوا اور بنا دیں (فرعون کے تاج و تخت کا) وارث اور تسلط بخشیں انہیں سرزمین (مصر) میں اور ہم دکھائیں فرعون اور ہامان اور ان کی فوجوں کو ان کی جانب سے (وہی خطرہ) جس کا وہ اندیشہ کیا کرتے تھے۔" (القصص: ۵-۶)

گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔ فریقین کے بہادر جوان اپنی تلواروں سے اپنے مخالفین کی گردنیں اڑا رہے تھے اس حالت میں فرشتے قطار در قطار آسمان سے نازل ہو کر مسلمانوں کی امداد کر رہے تھے صحابہ نے اپنے چشم دید حالات بیان کرتے ہوئے بتایا۔

مجاہدین اسلام غزوہ بدر میں وقوع پذیر ہونے والے چشم دید حالات بیان کرتے ہیں کہ۔ بسا اوقات ہم کسی کافر پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھتے تو ہم دیکھتے کہ ہماری تلوار کے پہنچنے سے پہلے اس کا سر کٹ کر دور جا گرتا۔

ابلیس، جو سراقہ بن مالک کی شکل میں اپنے غنڈوں کی امداد کے لئے معروف پیکار تھا۔ اس کی نظر جب ملائکہ کے دستوں پر پڑی تو چیخ اٹھا۔ اس کے اوسان خطا ہو گئے وہاں سے بھاگنے میں اس نے اپنی عافیت سمجھی۔ حارث بن ہشام نے جب اسے بھاگتے ہوئے دیکھا تو اسے پکڑ لیا اور کہا۔ اے سراقہ! ہمیں جنگ میں دھکیل کر اب کدھر بھاگتے ہو۔ اس نے سمجھا کہ یہ سراقہ بن مالک ہے ابلیس نے اسے گھونسہ رسید کیا اور اپنا دامن چھڑا کر رفوچکر ہو گیا۔ وہ کہتا جا رہا تھا۔

إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۸-۴۸)

"میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے عذاب شدید ہیں۔" (۱)

مشرکین نے جب دیکھا کہ ان کا سرگرم معاون میدان جنگ سے بھاگ نکلا ہے تو ان کے

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۴۳

حوصلے پست ہونے لگے۔ ابو جہل کو اس بات کا علم ہوا تو بھاگا بھاگا آیا اور اپنے فوجیوں کو کہنے لگا۔ کہ سراقہ کے بھاگ جانے سے تم پست ہمت مت ہو۔ اس نے تو پہلے ہی مسلمانوں سے ساز باز کر رکھی تھی کہ وہ عین حالت جنگ میں بھاگ کھڑا ہو گا اس طرح دوسرے لوگ بھی بھاگنے لگیں گے وہ چلا گیا ہے تو اچھا ہوا خس کم جہاں پاک ابو جہل نے مزید کہا شیبہ۔ عتبہ۔ اور ولید کے قتل ہونے سے بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں وہ اپنی جلدبازی کے باعث مارے گئے ہیں اس میں مسلمانوں کا کوئی کمال نہیں وہ اگر سنبھل کر مقابلہ کرتے تو اپنے حریفوں کو پچھاڑ کر رکھ دیتے۔ ذرا صبر کرو اور ڈٹے رہو۔ دیکھو ہم ان چند سرپھروں کا کس طرح خاتمہ کرتے ہیں۔ یہ تمہارے ایک ہلہ کی تاب بھی نہیں لاسکیں گے۔

فَوَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى لَا نَرْجِعُ حَتّٰى نُقَرِّنَهُمْ مُحَمَّدًا وَّاَصْحَابَهٗ بِالْجِبَالِ فَلَا اَلْفِيَنَّ رَجُلًا مِّنْكُمْ قَتَلَ رَجُلًا مِّنْهُمْ وَلٰكِنْ خُذُوْهُمْ اَخْذًا حَتّٰى تُعَرِّفُوْهُمْ سُوْءَ صَنِيْعِهِمْ مِنْ مُّفَارَقَتِهِمْ اِيَّاكُمْ وَرَغْبَتِهِمْ عَنِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰى

"لات و عزیٰ کی قسم! ہم یہاں سے نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ ہم محمد اور ان کے ساتھیوں کو ان پہاڑوں میں منتشر نہ کر دیں تم ان میں سے کسی آدمی کو قتل نہ کرنا بلکہ ان کو گرفتار کر کے رسیوں سے باندھ دینا۔ تاکہ انہوں نے تم سے تعلق توڑ کر اور اپنے خداؤں لات اور عزیٰ سے منہ موڑ کر جو فحش غلطی کی ہے اس پر وہ ندامت کا اظہار کریں۔" (۱)

ابو جہل کی اس انگیخت پر مشرکین کے جوش و خروش میں اضافہ ہو گیا۔ وہ بڑھ بڑھ کر مسلمانوں کی صفوں پر حملے کرنے لگے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر دست دعا بارگاہ رب الارض والسماء میں بلند کر کے عرض کی۔

يَارَبِّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ فَلَنْ تُعْبَدَ فِي الْاَرْضِ اَبَدًا

"اے میرے پروردگار! جان بازوں کا یہ گروہ اگر ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس زمین میں تیری عبادت کبھی نہیں کی جائے گی۔"

فوراً جبرئیل امین حاضر ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے حبیب! ایک مٹھی بھر مٹی لے کر ان ظالموں کی طرف پھینکیے سرور دوجہاں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت علی مرتضیٰ کو حکم دیا۔ نَاوِلْنِيْ قَبْضَةً مِّنْ حَصْبَاءَ مٹھی بھر کنکریاں اٹھا کر مجھے دو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۶۷، سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۴۳

نے وہ کنکریاں لے کر کفار کی طرف پھینکیں۔ اپنے دست مبارک سے کنکریاں پھینکیں اور زبان مبارک سے فرمایا۔

شَاهَتِ الْوُجُوْهُ اَللّٰهُمَّ اَرْعِبْ قُلُوْبَهُمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ

"اے اللہ! ان کے چہروں کو بگاڑ دے ان کے دلوں کو مرعوب کر دے اور ان کے قدم ڈگمگانے لگیں۔"

چشم زدن میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا عجیب منظر تھا۔ مشرکین شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ رہے تھے مڑ کر کسی کی طرف دیکھتے ہی نہیں تھے۔ زرہوں کو بوجھ سمجھ کر انہیں اتار اتار کر پھینکتے چلے جا رہے تھے اور مسلمان شیروں کی طرح ان پر حملے کر رہے تھے کسی کو تہ تیغ کر کے واصل جہنم کر رہے تھے کسی کو اسیر بنا کر رسیوں سے جکڑ رہے تھے۔ ملائکہ بھی مسلمانوں کے ساتھ دوش بدوش کفار کو بے دریغ قتل کرنے میں مصروف تھے۔ (۱)

جب ان مشرکین میں بھگدڑ مچ گئی تو رحمت عالم نے اپنے بعض صحابہ کو فرمایا کہ مجھے علم ہے کہ بنی ہاشم کے جو افراد کفار کے ساتھ یہاں آئے ہیں وہ خوشی سے نہیں آئے بلکہ انہیں مجبور کیا گیا تھا۔ وہ ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے آرزو مند نہ تھے اس لئے تمہیں اگر ان میں سے کوئی ملے تو اس کو قتل نہ کرنا اور جو شخص ابو البختری کو پائے وہ اسے بھی قتل نہ کرے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ہجرت سے پہلے مکہ میں وہ حضور کا دفاع کیا کرتا تھا نیز شعب ابی طالب کے حصار کو ختم کرانے میں اس نے اولین کردار ادا کیا تھا۔ نیز فرمایا جسے عباس ملیں انہیں بھی قتل نہ کیا جائے کیونکہ وہ خوشی سے نہیں آئے انہیں جبراً لایا گیا ہے۔

ابو حذیفہ یہ بات سن رہے تھے جو غصہ میں ان کی زبان سے نکل گیا کہ ہم تو اپنے باپوں بیٹوں اور بھائیوں کو قتل کریں اور عباس ملیں تو انہیں چھوڑ دیں بخدا اگر عباس مجھے مل گئے تو میں ان کے منہ میں تلوار کی لگام ضرور ڈالوں گا۔ وَاللّٰهِ لَئِنْ لَقِيْتُهُ لَاُلْجِمَنَّهُ السَّيْفَ ان کی بات جب حضور علیہ السلام نے سنی تو حضور نے حضرت عمر کو فرمایا یَا اَبَا حَفْصٍ اَيُضْرَبُ وَجْهُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِالسَّيْفِ اے ابو حفص! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے چہرے پر تلوار کا وار کیا جائے گا۔ حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ! ابو حذیفہ یقیناً منافق ہو گیا ہے مجھے اجازت فرمائیں تو میں اس کا سر قلم کر دوں۔ بے دھیانی میں یہ جملہ حضرت ابو حذیفہ کی زبان سے نکل تو گیا لیکن عمر بھر اس پر پچھتاتے رہے۔ آپ کہتے مَا اَنَا بِاٰمِنٍ مِنْ

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۷۴-۷۵

تِلْكَ الْكَلِمَةُ الَّتِيْ قُلْتُهَا يَوْمَئِذٍ وہ بات جو اس روز میری زبان سے نکل گئی تھی مجھے اس کے باعث اپنے انجام کے بارے میں خطرہ لاحق ہو گیا ہے وَلَا اَزَالُ خَائِفًا مِنْهَا اِلَّا اَنْ تُكَفِّرَهَا عَنِّي الشَّهَادَةُ وہ جملہ جو اس روز میری زبان سے نکلا اس کا مجھے ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے۔ میرے دل کو کبھی اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔ اگر میں شہید ہو جاؤں تو شائد میری شہادت اس گناہ کا کفارہ بن جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تمنا بھی پوری فرما دی جنگ یمامہ میں دشمنان ختم نبوت کا مقابلہ کرتے ہوئے انہوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں یہ پہلا دن تھا جب میرے دلنواز آقا نے مجھے ابو حفص کی کنیت سے مخاطب فرمایا۔ (۱)

اس امت کے فرعون ابو جہل کی ہلاکت

امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم اور دیگر محدثین نے یہ عبرت ناک سانحہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یوں روایت کیا ہے۔

روز بدر جب میں مجاہدین کی صف میں کھڑا ہوا تھا تو میں نے اپنے دائیں بائیں دو نو عمر انصاری جوان کھڑے دیکھے۔ میں نے خیال کیا کہ بجائے ان کے اگر میری دونوں جانب آزمودہ کار، بہادر اور جنگ جو ہوتے تو بہت بہتر ہوتا۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آہستہ سے ان میں سے ایک نوجوان مجھ سے پوچھنے لگا اے عم! " هَلْ تَعْرِفُ اَبَا جَهْلٍ " چچا جان کیا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں۔ میں نے جواب دیا بھتیجے میں اسے خوب پہچانتا ہوں تمہیں اس سے کیا کام ہے۔ اس نے کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ میرے آقا کے بارے میں بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَئِنْ رَاَيْتُهٗ لَا يُفَارِقُ سَوَادِيْ سَوَادَهٗ حَتّٰى يَمُوْتَ الْاَعْجَلُ مِنَّا۔

" بخدا اگر میں اس کو دیکھ لوں تو میرا بدن اس کے بدن سے جدا نہ ہو گا جب تک ہم دونوں میں سے وہ نہ مر جائے جسے مرنے کی جلدی ہے۔ "

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۷۶

اس نے ابھی بمشکل اپنی بات ختم کی تھی کہ دوسرے نوجوان نے میری چٹکی لی۔ اور آہستہ سے مجھ سے وہی سوال پوچھا اور وہی بات کہی جو پہلے نوجوان نے کہی تھی اچانک میں نے دیکھا کہ ابو جہل لوگوں کے درمیان چکر لگا رہا ہے۔ اور یہ رجز پڑھ کر انہیں جوش دلا رہا ہے۔

مَا تَنْقِمُ الْحَرْبُ الْعَوَانُ مِنِّيْ ۔ بَازِلُ عَامَيْنِ حَدِيْثٌ سِنِّيْ

لِمِثْلِ هٰذَا وَلَدَتْنِيْ أُمِّيْ

"یہ شدید جنگ مجھ سے کیا انتقام لے سکتی ہے۔ میں نوجوان طاقت ور اونٹ ہوں جو اپنے عنفوان شباب میں ہے میری ماں نے مجھے ایسی جنگوں کے لئے ہی جنا ہے۔"

میں نے انہیں کہا یہ ہے وہ شخص جس کے بارے میں تم پوچھ رہے تھے۔ وہ عقابوں کی طرح جھپٹے اور اس پر حملہ آور ہوئے اور اپنی تلواروں کے واروں سے اسے گھائل کر دیا۔ وہ بے حس و حرکت زمین پر جا گرا۔ یہ کارنامہ بجلی کی سرعت سے انجام دینے کے بعد دونوں اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! ہم نے ابو جہل کو ٹھکانے لگا دیا ہے حضور نے پوچھا تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے۔ دونوں نے کہا میں نے اسے قتل کیا ہے حضور نے دریافت کیا جن تلواروں سے تم نے اسے قتل کیا ہے انہیں کپڑے سے صاف تو نہیں کر دیا۔ عرض کی نہیں وہ جوں کی توں ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کی تلواروں کو ملاحظہ کیا کہ وہ دونوں خون سے رنگین تھیں اور فرمایا۔ كِلَاكُمَا قَتَلَهُ "تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے"۔

اسلام کے یہ دو شاہین صفت مجاہد جنہوں نے قریش کے لشکر کے سپہ سالار، دشمن خدا و رسول، امت محمدیہ کے سرکش اور سنگدل فرعون کو موت کے گھاٹ اتارا۔ یہ کون تھے۔ کس ماں کے جائے اور کس باپ کے فرزند تھے اس کے بارے میں کچھ قدرے تفصیل سے بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

مدینہ طیبہ کے وہ فرخندہ بخت افراد جنہوں نے مکہ مکرمہ میں حاضر ہو کر رحمت کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست ہدایت بخش پر سب سے پہلے اسلام لانے کی بیعت کی ان کی کل تعداد چھ یا آٹھ تھی ان میں ایک خاتون بھی تھیں جن کا نام عفراء تھا۔ جو اپنی لازوال قربانیوں، عظیم خدمات اور درخشاں کارناموں کے طفیل اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہوئیں انہوں نے دو شادیاں کی تھیں ان کے پہلے شوہر کا نام حارث بن رفاعہ النجاری تھا۔ حضرت عفراء کے بطن سے ان

کے تین فرزند تولد ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔ عوف، معاذ اور معوذ یہ تینوں اپنے باپ کے بجائے اپنی عظیم القدر ماں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں انہیں فرزندان حارث کہنے کی بجائے فرزندان عفراء کہا جاتا ہے۔

حارث کے بعد اس کی شادی بکیر بن یالیل سے ہوئی دوسرے خاوند کے ان کے شکم سے چار فرزند ہوئے جن کے نام ایاس، عاقل، خالد، عامر ہیں۔ حضرت عفراء کے ان ساتوں بیٹوں کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان سب نے حق وباطل کے پہلے معرکہ میں اپنے خالق کریم کے نام کو بلند کرنے کے لئے شرکت کی اور جانبازی کے ایسے کارنامے سرانجام دیئے جن پر ملت اسلامیہ کو بجاطور پر فخر ہے۔ ان میں سے عوف بن عفراء رضی اللہ عنہما کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ آپ ان آٹھ یا چھ انصاریوں میں سے ایک تھے جنہوں نے مکہ مکرمہ میں حاضر ہوکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی اور ان کا یہ واقعہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ جنگ بدر کے آغاز میں یہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور یوں عرض پرداز ہوئے۔

يَارَسُوْلَ اللهِ مَا يُضْحِكُ الرَّبَّ مِنْ عَبْدِهٖ

"یا رسول اللہ! یہ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے کس بات پر خوش ہوتا ہے۔ اور اس کی طرف دیکھ کر ہنستا ہے۔"

فرمایا بندے کا برہنہ سر حالت میں دشمن کے حلقہ میں اپنا ہاتھ گھسیڑ دینا، ایسا عمل ہے جسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ ہنستے ہیں۔

یہ ارشاد سنتے ہی انہوں نے اپنی زرہ اتار کر پرے پھینک دی تلوار کو بے نیام کیا اور شیر کی طرح گرجتے ہوئے کفار کی صفوں میں گھس گئے۔ داد شجاعت دیتے رہے دشمنان اسلام کو اپنی شمشیر خارا شگاف سے تہ تیغ کرتے رہے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کرلیا۔ (۱)

اسی خاتون کے دو فرزند معاذ اور معوذ جو عوف شہید کے سگے بھائی تھے انہیں یہ شرف ارزانی ہوا کہ انہوں نے امت محمدیہ کے فرعون ابو جہل بن ہشام کو جہنم رسید کیا۔

اگرچہ ایک روایت میں معاذ بن عفراء کے بجائے معاذ بن عمرو بن جموح کا نام آیا ہے لیکن علامہ ابن حجر نے ان تمام روایات پر تفصیلی بحث کرنے کے بعد اپنی تحقیق کا خلاصہ یوں رقم کیا ہے۔

وَاَصَحُّ مِنْ ذٰلِكَ مَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فِيْ قِصَّةِ اَبِيْ جَهْلٍ فَضَرَبَهٗ اِبْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰى بَرَدَ

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۴۱۰

دھُمَا مُعَاذٌ وَمُعَوِّذٌ۔

"یعنی ان سب روایات میں صحیح روایت وہ ہے جو صحیحین میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے ابو جہل کے قتل کے سلسلہ میں مروی ہے حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ عفراء کے دونوں بیٹوں نے اس پر پیہم وار کئے یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا اور ان دونوں کے نام معاذ اور معوذ ہیں۔" (۱)

یہ سارا خاندان مردوزن، پیروجواں، خوردوکلاں عشق حبیب کبریاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شراب طہور سے سرشار تھے ہر فرد کی زندگی اپنے اندر ایک امتیازی شان رکھتی ہے مادر مہربان عفراء اور اس کے فرزندوں کے جذبہ ایمانی کے بارے میں آپ نے پڑھا۔ اب عفراء کی پوتی اور ان کے بیٹے معوذ کی بیٹی ربیع کے عشق نبوت کی ایک جھلک بھی ملاحظہ فرمائیے۔

ایک دفعہ ان کے چچا معاذ نے انہیں کھجوروں سے بھرا ہوا ایک طشت دیا اور کہا اسے لے جاؤ اور بارگاہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جا کر پیش کر دو۔ وہ انہیں سر پر کھجوروں سے بھرا ہوا طشت اٹھایا اور خدمت اقدس میں پیش کیا۔ بندہ نواز آقا نے وہ ہدیہ قبول فرمایا۔ جب ربیع واپس جانے لگیں تو اس کریم نے سونے کا ایک زیور جو بحرین کے والی نے بطور تحفہ بھیجا تھا اپنے جانباز عاشق معوذ کی لخت جگر کو عطا فرمایا اور اسے کہا۔ "تَحَلِّیْ بِهٰذَا" اس زیور کو پہنا کرو۔ (۲)

امام بخاری اور امام ترمذی نے خالد بن ذکوان کے واسطہ سے روایت کیا ہے کہ یہی ربیع فرماتی ہیں کہ جس روز میری شادی ہوئی صبح سویرے میرے آقا میرے ہاں تشریف لائے اور کچھ وقت میرے ہاں تشریف فرما رہے اس وقت خاندان کی بچیاں دف بجا بجا کر چند شعر گا رہی ہیں حضرت عمار بن یاسر کے پوتے ابو عبیدہ کہتے ہیں میں نے ربیع سے کہا۔

صِفِیْ لِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ذرا سرکار کا حلیہ تو بیان کرو۔

اس محبہ صادقہ نے اپنے محبوب کریم کا سراپا مختصر مگر جامع الفاظ میں بیان کر دیا۔ فرمایا

یَا بُنَیَّ لَوْ رَاَیْتَہٗ لَرَاَیْتَ الشَّمْسَ طَالِعَۃً۔

"اے میرے بیٹے! اگر تم حضور کا دیدار کرتے تو تم دیکھتے کہ گویا

۱۔ محمد رسول اللہ از ابراہیم عرجون، جلد ۳، صفحہ ۴۲۵

۲۔ محمد رسول اللہ، جلد ۳، صفحہ ۴۱۶

آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔" (۱)

اس نیک بخت خاتون کو بیعت رضوان میں شرکت کا شرف نصیب ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم جب جہاد پر تشریف لے جاتے تو غازیان اسلام کی خدمت کے لئے ہر غزوہ میں وہ حضور کے ساتھ جاتیں میدان جہاد میں زخمی ہونے والے مجاہدین کی مرہم پٹی کرتیں۔ اور تیمار داری کے فرائض انجام دیتیں اور شہداء کی میتوں کو مدینہ طیبہ پہنچانے کا انتظام کرتیں۔ ان کے بارے میں ابن سعد نے طبقات کبریٰ میں ایک عجیب واقعہ تحریر کیا ہے وہ بھی سماعت فرمائیے۔

ابو جہل کی ماں اسماء بنت مخربہ کے حالات بیان کرتے ہوئے علامہ ابن سعد طبقات میں رقمطراز ہیں ربیع دختر معوذ نے کہا کہ عہد فاروقی میں میں چند خواتین کی معیت میں ابو جہل کی ماں اسماء بنت مخربہ کے ہاں گئی۔ اس کا بیٹا عبداللہ بن ابی ربیعہ جو ابو جہل کا مادری بھائی تھا۔ وہ یمن میں رہتا تھا۔ اور وہاں سے اپنی ماں کی طرف اعلیٰ قسم کا عطر بھیجا کرتا تھا۔ اور وہ اس عطر کو فروخت کرتی تھی ہم بھی اس سے وہ عطر خریدا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ میں شیشیاں لے کر عطر خریدنے اس کے پاس گئی تو اس نے میری شیشیوں میں عطر ڈالا اور ان کا وزن کیا جس طرح میری سہیلیوں کی شیشیوں کا وزن کیا پھر اس نے کہا میرا حق جو تمہارے ذمہ ہے وہ مجھے لکھ دو۔ میں نے لکھا۔ کہ ربیع بنت معوذ کے ذمہ اتنا بقایا ہے۔ اسماء میرا اور میرے شہید باپ کا نام سن کر بدکی اور بولی کہ تو اس قاتل کی بیٹی ہے جس نے اپنے مالک کو قتل کیا تھا۔ میں نے کہا نہیں میں اس کی بیٹی ہوں جس نے اپنے غلام کو قتل کیا تھا۔ میرا یہ جواب سن کر وہ کہنے لگی بخدا میں تمہیں کبھی کوئی چیز فروخت نہیں کروں گی۔ میں نے جھٹ جواب دیا بخدا! میں تم سے ہرگز کوئی چیز نہیں خریدوں گی۔ خدا کی قسم! جو عطر تم بیچتی ہو اس میں نہ کوئی خوشبو ہے نہ مہک۔ مجھے ایسے عطر کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ربیع نے کہا اے بیٹے! یہ بات میں نے غصہ سے کہی تھی ورنہ اس کا عطر بہترین عطر تھا۔

ابو جہل کی والدہ اسماء مسلمان ہوئی یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے علامہ ابن حجر نے الاصابہ میں تحریر کیا ہے کہ۔

وَيُقَالُ اِنَّهَا اَسْلَمَتْ وَاَدْرَكَتْ خِلَافَةَ عُمَرَ ذٰلِكَ اَثْبَتُ۔

"کہا جاتا ہے کہ وہ مسلمان ہوئیں اور انہوں نے حضرت فاروق اعظم کا

۱۔ محمد رسول اللہ، جلد ۳، صفحہ ۴۱۷

عہد خلافت پایا اور یہ قول زیادہ قوی ہے۔ "

حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت معاذ نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابو جہل تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ میں نے دل میں ٹھان لی کہ میں اس دشمن خدا اور سول کو جہنم رسید کر کے رہوں گا جب مجھے موقعہ ملا تو میں اپنی تلوار لہراتا ہوا اس پر ٹوٹ پڑا میرے پہلے وار سے اس کی ٹانگ پنڈلی سے کٹ کر دور جا پڑی۔ اس کے بیٹے عکرمہ نے جو بعد میں مسلمان ہوئے میری گردن پر تلوار سے وار کیا جس سے میرا بازو کٹ گیا۔ صرف جلد کے ایک تسمہ سے وہ میرے کندھے سے پیوست رہا۔ اور لٹکنے لگا۔ سارا دن میں اس لٹکتے ہوئے بازو سے مصروف پیکار رہا۔ میرا کٹا ہوا ہاتھ میری پشت کے پیچھے لٹک رہا تھا۔ اس کے بیم لٹکنے سے مجھے شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ میں نے اسے پاؤں کے نیچے دبا کر کھینچ لیا وہ جلد کا تسمہ ٹوٹ گیا اور اس سے آزاد ہو کر میں پھر کفار سے لڑنے میں مشغول ہو گیا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ معاذ کا زخم ٹھیک ہو گیا اور یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک زندہ رہے۔

قاضی زادہ ابن وہب نے روایت کیا ہے کہ جب جنگ ختم ہوئی تو حضرت معاذ اپنا کٹا ہوا بازو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن اس پر لگایا۔ تو کٹا ہوا بازو کندھے کے ساتھ پھر جڑ گیا۔ قاضی عیاض نے شفا شریف میں لکھا ہے کہ ابو جہل کے وار سے دوسرے نوجوان معوذ کا ہاتھ کٹ گیا وہ اسے لے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور نے اس پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور اسے کلائی کے ساتھ جوڑا تو وہ جڑ گیا۔ معوذ دوبارہ نئے عزم کے ساتھ کفار کے ساتھ جہاد کرنے میں مشغول ہو گئے اور داد شجاعت دیتے رہے۔ یہاں تک کہ خلعت شہادت سے سرفراز کیے گئے۔ (۱)

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ابو جہل کی لاش تلاش کرنے کا حکم دیا عبداللہ بن مسعود اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی تعمیل میں ابو جہل کی لاش کی تلاش میں نکلے ایک جگہ پہنچے تو ابو جہل کو زمین پر گرا ہوا پایا وہ جاں بلب تھا اس کا سارا جسم فولادی زرہ

ا۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۷۷۔ ۷۸

میں چھپا ہوا تھا اس نے اپنی تلوار اپنی رانوں پر رکھی ہوئی تھی وہ نقاہت کے باعث اپنے کسی عضو کو جنبش نہیں دے سکتا تھا۔ حضرت ابن مسعود نے اسے اس حالت میں دیکھا تو پہچان لیا۔ آپ نے اس کے اردگرد چکر کاٹا۔ جانکنی کے عالم میں بھی اس کی نخوت کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابن مسعود جب اس کی چھاتی پر چڑھ گئے تو وہ بولا۔

لَقَدْ رَقِیْتَ مُرْتَقًی صَعْبًا یَا رُوَیْعِیَ الْغَنَمِ

"اے بکریوں کے ننھے چرواہے! تو نے بڑے دشوار زینہ پر قدم رکھا ہے۔" (۱)

آپ نے اس کے اردگرد چکر کاٹا۔ اپنی تلوار سے اس کا سر الگ کرنے کا ارادہ کیا لیکن پھر انہیں خیال آیا کہ ان کی تلوار پرانی اور بوسیدہ ہے۔ شاید اس کی گردن نہ کاٹ سکے۔ انہوں نے اپنی تلوار سے اس کے سر پر ضربیں لگانی شروع کر دیں انہیں یاد آگیا کہ وہ کبھی ان کے بالوں کو کھینچا کرتا تھا۔ تلوار پر اس کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ میں نے اس سے تلوار کھینچ لی۔ جانکنی کے عالم میں اس نے اپنا سر اٹھایا۔ اور پوچھا۔ لِمَنِ الدَّبَرَۃُ فتح کس کو ہوئی۔ میں نے کہا "لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ" اللہ اور اس کے رسول کو فتح ہوئی۔ میں نے اسے داڑھی سے پکڑ کر جھنجھوڑا اور کہا۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَخْزَاکَ یَا عَدُوَّ اللّٰہِ" اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اے اللہ کے دشمن تجھے ذلیل کیا۔ میں نے اس کا خود، اس کی گدی سے ہٹایا۔ اور اس پر تلوار کا وار کیا اس کی گردن کٹ کر سامنے جاگری۔ پھر میں نے اس کے ہتھیار زرہ۔ لباس وغیرہ اتار لیا۔ پھر اس کا سر اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لے آیا اور عرض کی۔ یا رسول اللہ اللہ کے دشمن ابوجہل کا یہ سر ہے حضور نے تین بار فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَعَزَّ الْاِسْلَامَ وَاَھْلَہٗ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اسلام کو اور اہل اسلام کو عزت عطا فرمائی۔ پھر حضور سر بسجود ہوگئے۔ پھر فرمایا۔ ہر امت میں ایک فرعون ہوتا ہے امت مسلمہ کا فرعون ابوجہل تھا۔ (۲)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ابوجہل کے قتل کی اطلاع جب حضور نے سنی تو کہا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔

"اللہ سب سے بڑا ہے۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے اپنا

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۵۵

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۷۷۔ ۷۸

وعدہ سچا کر دکھایا، اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا سارے لشکروں کو شکست دی۔ "

ٹانگیں کٹ گئی ہیں۔ سارا جسم زخموں سے چور چور ہے۔ سفر آخرت درپیش ہے حیات مستعار کے صرف چند لمحے باقی ہیں بایں ہمہ اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عداوت کالاوا پھوٹ پھوٹ کر ابل رہا ہے۔ اس نے حضرت ابن مسعود پر نگاہ واپسیں ڈالی اور کہا۔

اَبْلِغْ مُحَمَّدًا (عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ) اِنِّيْ لَمْ اَزَلْ عَدُوًّا لَهٗ سَائِرَ الدَّهْرِ وَالْيَوْمَ اَشَدُّ عَدَاوَةً لَهٗ۔

" اپنے نبی کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ میں عمر بھر اس کا دشمن رہا ہوں اور اس وقت بھی ان کے بارے میں میرا جذبہ عداوت بہت شدید ہے۔ "

حضرت عبداللہ بن مسعود نے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس ازلی بدبخت کا یہ جملہ عرض کیا تو مرشد انس وجاں نے فرمایا کہ جس طرح بارگاہ الٰہی میں تمام انبیاء سے زیادہ معزز اور مکرم ہوں۔ اور جس طرح میری امت بارگاہ خداوندی میں جملہ امتوں میں سے افضل و اعلیٰ ہے اسی طرح میری امت کا فرعون بھی تمام امتوں کے فرعونوں سے زیادہ سنگدل اور کینہ توز ہے موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کو جب بحر احمر کی موجوں نے اپنے نرغہ میں لے لیا تو وہ کہہ اٹھا۔ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ کہ میں ایمان لایا کہ اس خدا کے بغیر کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے تھے۔

لیکن اس امت کا فرعون جب مرنے لگا تو اس وقت بھی اس کی اسلام دشمنی اور سرکشی میں کمی نہیں ہوئی بلکہ اضافہ ہو گیا۔ (۱)

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نرالے انداز ہیں۔ اتنے جنگ آزماؤں نے اس پر تلواروں کے پے در پے وار کیے لیکن یہ نہیں مرا۔ وہ عاجز و بے دست و پا ہو گیا اٹھنے اور جنبش کرنے کی سکت باقی نہ رہی لیکن آخر دم تک اس کے ہوش و حواس سلامت رہے۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ اس پیکر نخوت و رعونت کو اس شخص کے ہاتھوں واصل بجہنم کیا جائے جو مالی لحاظ سے کنگال۔ جسمانی لحاظ سے ضعیف و نزاز اور قبیلہ کے لحاظ سے بے یار و مددگار تھا۔ اسلام لانے کے جرم میں ابوجہل اس کے سر کے بال پکڑ کر اسے طمانچے رسید کیا کرتا۔ گالیاں بکتا اور طرح طرح سے ستایا کرتا تھا۔ اور اس مسکین کلمہ گو میں یہ طاقت نہ تھی کہ کوئی جوابی کارروائی کر سکتا آج وہ

۱۔ محمد رسول اللہ، جلد ۳، صفحہ ۴۳۱

نادار اور نحیف و نزار عبداللہ بن مسعود اس کی چھاتی پر بیٹھ کر مونگ دل رہا ہے اس کے سر کو ٹھوکریں مار رہا ہے۔ اپنے پاؤں تلے روند رہا ہے۔ اس کا خود اتار کر اس کے ہاتھ سے اس کی شمشیر آبدار چھین کر اس کی گردن کو کاٹ رہا ہے وہ بیہوش نہیں وہ ہوش میں ہے۔ اس تذلیل و رسوائی کا شعور رکھتا ہے۔ لیکن دم نہیں مار سکتا حضرت ابن مسعود اپنے کمزور کلائی والے ہاتھوں سے اس کے سر غرور کو کاٹتے ہیں اسے اٹھا کر حضور پر نور کے نعلین پاک کے نیچے پھینک دیتے ہیں۔ اس فرمان الہیٰ کا عملی اظہار ابو جہل کی عبرت ناک اور المناک موت سے بخوبی ہو رہا ہے

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ

حالانکہ ساری عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو اس بات کا علم نہیں۔

(المنافقون : ۸)

مقتل ابو ذات الکرش

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت زبیر بن عوام سے روایت کیا ہے کہ بدر کے دن میرا مقابلہ عبیدہ بن سعید بن العاص سے ہوا وہ سرتا پا فولاد میں غرق تھا۔ اس کی دو آنکھوں کے بغیر کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اس نے اپنی کنیت ابو ذات الکرش رکھی ہوئی تھی اس نے مجھے دیکھا تو للکار کر کہا۔ "اَنَا اَبُوْ ذَاتِ الْكَرْشِ" کہ میں ابو ذات الکرش ہوں۔ اگر ہمت ہے تو آ و میرے مقابلہ میں۔ میں نے اپنا نیزہ تاک کر اس کی آنکھوں میں گھونپ دیا اس ایک ضرب سے ہی اس کا کام تمام ہو گیا لیکن نیزہ اس کے سر میں ایسا کھبا کہ بڑی کوشش کے باوجود وہ نہ نکلا آخر میں نے اپنا پاؤں اس کے چہرے پر رکھا۔ اور اسے نکالنے کے لئے پورا زور لگایا وہ نیزہ تو اس کی آنکھوں سے نکل آیا لیکن اس کا پھل ٹیڑھا ہو گیا تھا۔

حضرت زبیر کے صاحبزادے حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ یہ نیزہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت زبیر سے مانگ لیا انہوں نے پیش خدمت کر دیا حضور کے وصال کے بعد حضرت زبیر نے نیزہ واپس لے لیا ان سے دوبارہ حضرت صدیق اکبر نے اس کا مطالبہ کیا تو انہوں نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا صدیق اکبر کی وفات کے بعد آپ نے پھر لے لیا۔ ان سے حضرت فاروق اعظم نے مانگ لیا آپ کی زندگی بھر آپ کے پاس رہا۔ جب حضرت فاروق شہید ہوئے تو پھر حضرت عثمان نے میرے والد سے لے لیا۔ ان کی شہادت تک ان کے پاس رہا۔ پھر سیدنا علی مرتضیٰ نے آپ سے طلب کر لیا۔ جب آپ نے شہادت پائی تو پھر آپ کے خاندان ہی میں رہ

گیا۔ (۱)

ابوالبختری بن ہشام کا قتل

ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں ابوالبختری کا برتاؤ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کے ساتھ بڑا شریفانہ تھا اس نے کبھی حضور کو اذیت نہیں پہنچائی۔ کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے سرکار کو تکلیف پہنچی ہو۔ حضور انور کے قبیلے بنی ہاشم کو شعب ابی طالب میں محصور اور مقید کرنے کے لئے رؤساء مکہ نے جو عہد نامہ لکھ کر کعبہ کے اندر محفوظ کر دیا تھا اس کو کالعدم کرانے میں اولین اور اہم کردار اسی نے انجام دیا تھا۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مجاہدین کو حکم دیا تھا کہ وہ ابوالبختری کو قتل نہ کریں۔ میدان جنگ میں اس کا سامنا مجذر بن زیاد البلوی سے ہو گیا۔ جو انصار کا حلیف تھا۔ انہوں نے ابوالبختری کو بتایا کہ حضور نے ہمیں تجھے قتل کرنے سے روک دیا ہے اس کے ساتھ اس کا ایک دوست جنادہ بن ملیحہ اللیثی بھی تھا جو مکہ سے اس کے ہمراہ آیا تھا۔ ابوالبختری نے مجذر سے پوچھا کہ میرے اس دوست کا کیا بنے گا۔ مجذر نے کہا بخدا ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صرف تیرے بارے میں یہ حکم دیا ہے۔ ابوالبختری کہنے لگا۔

"لَا وَاللّٰہِ اِذًا لَاَمُوْتَنَّ اَنَا وَھُوَ جَمِیْعًا"

"بخدا! ایسا نہیں ہو گا اگر مرنا ہے تو ہم دونوں اکٹھے مریں گے تاکہ مکہ کی عورتیں میرے بارے میں یہ نہ کہہ سکیں کہ میں نے اپنی جان بچانے کے لئے اپنے دوست کو قربانی کا بکرا بنا دیا۔"

ابوالبختری نے اپنی تلوار بے نیام کی اور یہ رجز پڑھتا ہوا مجذر پر حملہ کر دیا۔

لَنْ یَّتْرُکَ ابْنُ حُرَّۃٍ زَمِیْلَہٗ حَتّٰی یَمُوْتَ اَوْ یَرٰی سَبِیْلَہٗ

"کہ کسی آزاد ماں کا بیٹا اپنے دوست کو نہیں چھوڑے گا یہاں تک کہ وہ مرجائے یا اسے اپنا راستہ نظر آجائے۔"

دونوں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے مجذر نے ابوالبختری اور اس کے دوست کو قتل کر دیا۔

ا۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۸۰

عکاشہ بن محصن کی تلوار

حضرت عکاشہ الاسدی رضی اللہ عنہ کفار سے جہاد کرنے میں مستغرق تھے کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی دوڑے دوڑے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے پیارے محبوب! میری تلوار ٹوٹ گئی ہے اب میں کس سے لڑوں۔ سرکار کے پاس ایک لکڑی پڑی تھی وہی اٹھا کر دے دی اور فرمایا۔ قَاتِلْ بِهٰذَا يَاعُكَاشَةُ اے عکاشہ اس سے دشمن کے ساتھ جنگ کرو۔

جب عکاشہ نے اسے پکڑ کر لہرایا تو وہ ٹہنی تلوار بن گئی جو کافی لمبی تھی جس کا لوہا بڑا سخت تھا۔ اس کی رنگت سفید تھی۔ عکاشہ اس کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے اور انہیں موت کی گھاٹ اتارتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو فتح مبین عطا فرمادی۔ یہ تلوار العون کے نام سے مشہور ہوئی اس کے بعد تمام غزوات میں وہ اسی تلوار سے جنگ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ فتنہ انکار ختم نبوت کے استیصال کے لئے جنگوں کا جو سلسلہ شروع ہوا۔ اس میں بھی یہ پیش پیش رہتے یہاں تک کہ ایک جھوٹے مدعی نبوت طلیحہ اسدی نے انہیں شہید کر دیا۔ (۱)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ عکاشہ وہی ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے مژدہ سنایا کہ میری امت کے ستر ہزار آدمیوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کیا جائے گا تو انہوں نے عرض کی تھی۔ یارسول اللہ! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان خوش نصیبوں میں کر دے حضور نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ اے اللہ! اسے توان میں کر دے۔ (۲)

ذات پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے یہی معجزات اور کمالات تھے جنہیں دیکھ کر مجاہدین اسلام کے قلوب شیروں سے بھی طاقتور ہو جاتے تھے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم جنگ بدر کے ایک دوسرے مجاہد سلمہ بن اسلم بن الحریش کی تلوار بھی اثنائے جنگ ٹوٹ گئی حضور انور نے انہیں بھی کھجور کی ایک خشک ٹہنی دے دی اور فرمایا اس سے دشمن پر وار کرو انہوں نے جب اس شاخ کو ہاتھ میں لیا تو وہ شمشیر خارا شگاف بن گئی۔ جنگ کے اختتام تک وہ اس سے دشمن پر حملے کرتے رہے اور انہیں موت کی گھاٹ اتارتے رہے۔ یہ تلوار ان کی شہادت کے دن تک ان کے پاس رہی۔

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۴۶

۲۔ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۴۴۶

فَلَمْ يَزَلْ عِنْدَهٗ حَتّٰى قُتِلَ يَوْمَ جِسْرِ اَبِیْ عُبَيْدَةَ

"آپ نے واقعہ جسر میں شہادت پائی۔ یہ جنگ عہد فاروقی میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لڑی گئی۔" (۱)

حضرت قتادہ کی آنکھ

عاصم بن عمر بن قتادہ اپنے باپ عمر سے اور وہ اپنے باپ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں ان کی آنکھ کو تیر لگا۔ جس سے سارا ڈھیلا ان کے رخسار پر بہنے لگا۔ لوگوں نے ارادہ کیا کہ اس کو کاٹ کر الگ کر دیں۔ انہوں نے اس کے بارے میں سرور انبیاء سے پوچھا فرمایا ہرگز نہیں۔ حضور نے قتادہ کو اپنے پاس بلایا اپنے دست مبارک سے اس بہتے ہوئے ڈھیلے کو واپس آنکھ میں ڈال دیا۔ اور اس پر اپنا دست مبارک پھیر دیا۔

وَكَانَ لَا يَدْرِىْ اَىُّ عَيْنَيْهِ اُصِيْبَتْ

"انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ان میں سے کون سی آنکھ پھوٹی تھی۔"

ایک روز یہی عاصم حضرت قتادہ کے پوتے امیر المومنین عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں حاضر تھے۔ انہیں عاصم نے یہ واقعہ سنایا۔ اور پھر اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

اَنَا ابْنُ الَّذِیْ سَالَتْ عَلَى الْخَدِّ عَيْنُهٗ ۔ فَرُدَّتْ بِكَفِّ الْمُصْطَفٰى اَيَّمَا رَدِّ

"میں اس مجاہد کا بیٹا ہوں۔ جس کی آنکھ جب اس کے رخسار پر بہنے لگی تھی اور مصطفیٰ کریم کی ہتھیلی نے اسے لوٹایا تھا۔ اور یہ لوٹانا کتنا ہی بہترین تھا۔"

جب کفار قریش کے نامور افراد مارے گئے توان کے پاؤں اکھڑ گئے اور میدان جنگ سے بھاگ کر اپنی جانیں بچانا چاہیں۔ مجاہدین اسلام نے جب یہ بھگدڑ دیکھی توانہوں نے انہیں اپنا قیدی بنانا شروع کیا رسیوں سے ایک ایک دو دو کو باندھنے لگے۔ اسلام کے فاتح سپہ سالار صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اپنے عریش سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ چند انصاری جان بازوں کے ساتھ اپنے آقا کی حفاظت کے لئے چاق و چوبند کھڑے تھے وہ بھی کفار کی افراتفری اور مسلمانوں کا ان کو قیدی بنانے کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ لیکن ان کے چہرہ پر ناگواری کے آثار نمایاں تھے۔ حضور نے فرمایا اے سعد! مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ

۱۔ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۴۴۷

تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ کفار کو قیدی بنایا جائے انہوں نے عرض کی۔

اَجَلْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! کَانَتْ هٰذِهٖ اَوَّلَ مَعْرَکَةٍ اَوْقَعَهَا اللّٰهُ بِاَهْلِ الشِّرْکِ وَکَانَ الْاِثْخَانُ فِی الْقَتْلِ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنِ اسْتِبْقَاءِ الرِّجَالِ۔

"بیشک یا رسول اللہ! مجھے یہ بات پسند نہیں۔ یہ پہلا معرکہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست دی اس میں ان کے زیادہ سے زیادہ افراد کو موت کی گھاٹ اتارنا میرے نزدیک ان کو زندہ رکھنے سے بہت بہتر تھا۔" (۱)

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جب کفار میدان جنگ سے بھاگ رہے تھے تو میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ دست مبارک میں تلوار ہے اسے لہرا رہے ہیں اور کفار کا تعاقب فرما رہے ہیں۔ اور زبان حق ترجمان سے یہ آیت تلاوت کر رہے ہیں۔

سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ۔

"عنقریب پسپا ہوگی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے بلکہ ان کے وعدہ کا وقت روز قیامت ہے اور قیامت بڑی خوفناک اور تلخ ہے۔"

(سورۃ القمر۔ ۴۵ - ۴۶)

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ مجھے اس آیت کا مفہوم اس روز معلوم ہوا۔

معرکہ بدر سترہ رمضان المبارک بروز جمعہ وقوع پذیر ہوا۔ صبح کے وقت لڑائی شروع ہوئی اور زوال آفتاب تک جاری رہی۔ جب سورج ڈھلنے لگا تو کفار کے قدم اکھڑ گئے اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔ جب فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ سے فارغ ہوئے تو کسی نے مشورہ دیا کہ۔ (۲)

عَلَیْكَ بِالْعِیْرِ لَیْسَ دُوْنَهَا شَیْءٌ

"یا نبی اللہ اب اس تجارتی قافلہ پر حملہ بول دیجئے اب ہمارے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں۔"

حضور کے چچا حضرت عباس جو اس وقت جنگی قیدی تھے اور ایک رسی سے بندھے ہوئے

۱۔ سبل الہدیٰ جلد ۴ صفحہ ۸۲

۲۔ سبل الہدیٰ جلد ۴ صفحہ ۸۳

تھے جب انہوں نے یہ بات سنی تو یارائے سکوت نہ رہا۔ عرض کی حضور آپ کے لئے یہ مناسب نہیں۔ پوچھا گیا کیوں آپ نے کہا اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں میں سے ایک پر آپ کو غلبہ دینے کا وعدہ کیا تھا وعدہ پورا ہو گیا۔ حضور نے فرمایا۔ عباس تم سچ کہتے ہو۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت جبیر بن مطعم کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ رحمت عالم نے فرمایا اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ ان جنگی قیدیوں کے بارے میں سفارش کرتا تو میں ان سب کو فدیہ لئے بغیر رہا کر دیتا۔ مطعم بن عدی نے شعب ابی طالب میں محاصرہ کو کالعدم کرنے کے لئے اہم کردار ادا کیا تھا اس لئے حضور کو ان کی اس خدمت کا پاس تھا۔ (۱)

مختلف ائمہ حدیث امام مسلم نسائی امام احمد نے متعدد صحابہ کرام سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنگ سے ایک روز قبل سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ کا معائنہ فرمایا۔ حضور جب گزرتے تو فرماتے۔

هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔

"اگر اللہ نے چاہا تو کل اس جگہ فلاں کی لاش گری پڑی ہوگی۔ اگر اللہ نے چاہا تو کل اس جگہ فلاں کی لاش گری پڑی ہوگی۔"

قریش کے رئیسوں کا نام لے کر بتایا کہ اس جگہ کل فلاں کی لاش گری ہوگی۔ جنگ کے بعد مسلمانوں نے جب ان مرداروں کا جائزہ لیا تو ہر ایک کو وہاں ہی گرا ہوا پایا۔ جہاں اس کے بارے میں نبی مکرم نے فرمایا تھا۔

قَالَ عُمَرُ فَوَالَّذِیْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَأُوا الْحُدُوْدَ الَّتِیْ حَدَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

"حضرت عمر نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس نے ہمارے نبی کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا وہ ان حدود سے ذرا آگے پیچھے نہ تھے جہاں حضور نے ان کے بارے میں نشاندہی فرمائی تھی۔" (۲)

اگرچہ یہ اسلام کے دشمن تھے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہ کرام کو اذیت پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا اس کے باوجود حضور نے یہ

۱۔ سبل الہدیٰ جلد ۴ صفحہ ۸۳
۲۔ سبل الہدیٰ جلد ۴ صفحہ ۸۴

برداشت نہ کیا کہ ان کی لاشیں یوں ہی بے گور و کفن پڑی رہیں۔ کتے اور جنگلی جانور ان کو بھبھوڑتے رہیں یا چیلیں اور کوے ان کو نوچتے رہیں بلکہ ان سب کی لاشوں کو ایک کنوئیں میں ڈال کر اسے مٹی سے ڈھانپ دیا گیا۔ یہ بھی حضور کی شان رحمت کا ایک جلوہ ہے۔ جس کی نظیر کسی فاتح کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

سب کو اس کنوئیں میں پھینک دیا گیا لیکن امیہ بن خلف کی لاش ایک دن میں ہی سوج گئی اس نے زرہ پہنی ہوئی تھی اس کو زرہ سے نکالنے لگے تو اس کا گوشت اور ہڈیاں بکھر گئیں اس لئے وہیں پڑا رہنے دیا گیا اور اس پر مٹی اور پتھر ڈال کر ڈھانک دیا گیا۔ (۱)

حضرت ابو طلحہ سے مروی ہے کہ حضور انور کا یہ معمول تھا کہ جب جنگ میں فتح یاب ہوتے تو تین روز وہیں قیام فرماتے اور متعلقہ امور کا تصفیہ فرماتے بدر میں بھی حضور نے تین روز قیام فرمایا تیسرے روز حکم دیا کہ ناقہ پر پالان کسا جائے۔ پھر حضور چل پڑے صحابہ کرام پیچھے پیچھے روانہ ہوئے بعض کہتے ہیں کہ رات کا وقت تھا حضور چل کر اس کنوئیں پر آئے جس میں کفار قریش کی لاشیں ڈالی گئی تھیں کنوئیں کی منڈیر کے پاس کھڑے ہو کر ندا دی۔

يَا اَبَا جَهْلٍ، يَا اُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ يَا عُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ يَا شَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ اَيَسُرُّكُمْ اَنَّكُمْ اَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ، فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ حَقًّا فَاِنِّيْ قَدْ وَجَدْتُّ مَا وَعَدَنِيْ رَبِّيْ حَقًّا۔

"اے ابو جہل، اے امیہ بن خلف، اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے تو کیا تم آج مسرور نہ ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے تم سے وعدہ کیا تھا کیا اس وعدہ کو تم نے سچا پایا؟ میرے ساتھ تو میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا میں نے اسے سچا پایا۔"

پھر فرمایا۔

بِئْسَ عَشِيْرَةُ النَّبِيِّ كُنْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ كَذَّبْتُمُوْنِيْ وَصَدَّقَنِيَ النَّاسُ، اَخْرَجْتُمُوْنِيْ وَاٰوَانِيَ النَّاسُ وَقَاتَلْتُمُوْنِيْ وَنَصَرَنِيَ النَّاسُ۔

"اپنے نبی کے تم بہت برے رشتہ دار تھے۔ تم نے میری تکذیب کی اور

۱۔ سبل الہدیٰ جلد ۴ صفحہ ۸۴

لوگوں نے میری تصدیق کی تم نے مجھے اپنے گھر سے نکالا اور لوگوں نے مجھے پناہ دی۔ تم نے میرے ساتھ جنگ کی اور لوگوں نے میری مدد کی۔ "

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! انہیں مرے ہوئے تین دن گزر گئے ہیں۔ آپ آج انہیں ندا فرما رہے ہیں۔ بے روح جسم کیسے گفتگو کر سکتے ہیں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ هُمُ الْاٰنَ يَسْمَعُوْنَ مَا اَقُوْلُ لَهُمْ غَيْرَ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يَّرُدُّوْا عَلَيْنَا شَيْئًا۔

"جو میں کہہ رہا ہوں۔ تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔ وہ اب سن رہے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں۔ لیکن وہ جواب دینے کی قوت سے محروم ہیں۔"

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کفار مکہ اپنی قبروں میں سنتے ہیں۔ تو مسلمان بھی بعد از وفات بطریق اولی سنتے ہیں۔ لیکن یہاں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔ کہ آپ نے حضرت ابن عمر کی حدیث کو صحیح تسلیم نہیں کیا وہ کہتی ہیں۔ کہ حضور نے یہ فرمایا تھا۔

اِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ الْاٰنَ۔ اَلَّذِيْ كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ حَقًّا۔

"یعنی اب ان کو معلوم ہو گیا ہے کہ میں جو کچھ انہیں کہا کرتا تھا وہ حق تھا۔"

یعنی حضور نے "يَسْمَعُوْنَ" نہیں کہا۔ بلکہ "يَعْلَمُوْنَ" کہا۔ حضرت صدیقہ نے اپنے موقف کی تائید کے لئے ان آیات سے بھی استدلال کیا ہے۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ

بیشک آپ نہیں سنا سکتے مردوں کو۔ اور آپ نہیں سنانے والے جو قبروں میں ہیں۔ (نمل۔ فاطر)

علامہ ابن کثیر نے فریقین کے دلائل ذکر کرنے کے بعد اپنا یہ فیصلہ سنایا ہے۔

وَالصَّوَابُ قَوْلُ الْجُمْهُوْرِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ لِلْاَحَادِيْثِ الدَّالَّةِ نَصًّا عَلٰى خِلَافِ مَا ذَهَبَتْ اِلَيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَاَرْضَاهَا۔

"جمہور صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے علماء کا قول درست ہے کیونکہ احادیث بطور نص اسی پر دلالت کرتی ہیں۔ اور حضرت صدیقہ کے قول کی تائید نہیں کرتیں۔"

یہی علامہ ابن کثیر اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں مذکورہ بالا آیت کی توضیح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

وَالسَّلَفُ مُجْمِعُوْنَ عَلٰی هٰذَا وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْاٰثَارُ عَنْهُمْ بِاَنَّ الْمَیِّتَ یَعْرِفُ بِزِیَارَةِ الْحَیِّ لَهٗ وَیَسْتَبْشِرُ۔

"کہ علماء سلف کا اس بات پر اجماع ہے اور ان سے ایسے اقوال مروی ہیں جو درجہ تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں کہ میت اپنے زیارت کرنے والے کو پہچانتی بھی ہے اور خوش بھی ہوتی ہے۔"

علامہ ابن قیم نے سماع موتی کے متعلق اپنی تحقیق کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے لکھتے ہیں۔

وَالسَّلَفُ مُجْمِعُوْنَ عَلٰی هٰذَا وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْاٰثَارُ عَنْهُمْ بِاَنَّ الْمَیِّتَ یَعْرِفُ بِزِیَارَةِ الْحَیِّ لَهٗ وَیَسْتَبْشِرُ بِهٖ

"یعنی سلف صالحین کا سماع موتی پر اجماع اور اتفاق ہے۔ اور ان سے ایسی روایات مروی ہیں جو درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ میت کی زیارت کے لئے جب کوئی شخص آتا ہے تو میت کو اس کی آمد کا علم بھی ہوتا ہے اور اس سے اسے بڑا سرور حاصل ہوتا ہے۔" (۱)

علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں متعدد احادیث اور اقوال علماء تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

وَالَّذِیْ یَحْصُلُ لَنَا مِنْ مَجْمُوْعِ النُّصُوْصِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَنَّ سِمَاعَ الْمَوْتٰی ثَابِتٌ فِی الْجُمْلَةِ بِالْاَحَادِیْثِ الْکَثِیْرَةِ الصَّحِیْحَةِ

"تمام نصوص سے ہمیں یہی حاصل ہوتا ہے کہ مرے ہوئے لوگوں کا سماع ثابت ہے اور اس کے لئے کثیر التعداد صحیح احادیث موجود ہیں۔"

علامہ سید انور شاہ کشمیری کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

اَقُوْلُ وَالْاَحَادِیْثُ فِیْ سَمْعِ الْاَمْوَاتِ قَدْ بَلَغَتْ مَبْلَغَ التَّوَاتُرِ وَفِیْ حَدِیْثٍ صَحَّحَهٗ اَبُوْعُمَرَ اَنَّ اَحَدًا اِذَا سَلَّمَ عَلَی الْمَیِّتِ

۱۔ کتاب الروح، صفحہ ۵

فَإِنَّهُ يَرُدُّ عَلَيْهِ وَيَعْرِفُهُ إِنْ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا۔

"میں کہتا ہوں کہ سماع موتی کے بارے میں احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور حضرت ابو عمر سے یہ حدیث صحیح مروی ہے کہ جب کوئی شخص میت کو سلام کہتا ہے تو وہ اسے اس سلام کا جواب دیتا ہے اور اگر دنیا میں وہ اس کو پہچانتا تھا تو اس وقت بھی وہ اسے پہچان لیتا ہے۔" (۱)

مسند میں امام احمد نے حضرت ام المومنین صدیقہ سے باسناد حسن روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ بعینہ وہی ہیں جو حدیث ابی طلحہ میں مذکور ہیں۔

مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ۔

جو میں کہہ رہا ہوں تم اسے ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔

امام احمد نے اس روایت کی سند کے بارے میں کہا ہے کہ اسناد حسن۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین نے دوسری روایت اکابر صحابہ سے سننے کے بعد اپنے پہلے قول سے رجوع فرمالیا۔ (۲)

طالب حق کے لئے اتنے اشارات ہی کافی ہیں۔ میں اس مقام پر اس بحث کو مزید طول نہیں دینا چاہتا مزید تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں ضیاء القرآن جلد سوم سورہ الروم آیت ۵۲ صفحات ۵۸۳ تا ۵۹۰

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے جذبہ ایمان کی آزمائش

حضرت ابو حذیفہ کا شمار ان چند سعداء میں ہوتا ہے جنہوں نے ہادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت حقہ کو اس وقت دل و جان سے قبول کر لیا تھا۔ جب کہ ابھی دار ارقم کو اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا مرکز بننے کا شرف نصیب نہیں ہوا تھا۔ آپ مکہ کے سربر آوردہ خاندان کے چشم و چراغ تھے آپ عتبہ بن ربیعہ کے بیٹے تھے وہ عتبہ جو خاندانی وجاہت، دولت و ثروت کے علاوہ اپنی عقل و دانش اور اپنے ذاتی فضائل کے اعتبار سے قریش کے جملہ خاندانوں میں ایک نمایاں مقام رکھتا تھا۔ لیکن ان جملہ خوبیوں اور صفات کے باوجود اسلام اور نبی اسلام

۱۔ فیض الباری، جلد ۲، صفحہ ۴۶۷

۲۔ محمد رسول اللہ، جلد ۳، صفحہ ۴۵۶

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا پرلے درجہ کا دشمن تھا۔

اگر چہ اس کی عداوت میں ابو جہل کا ندھا تعصب اور امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط جیسے کفار کی کمینگی اور دنائت نہ تھی اس کا شمار مکہ کے زیرک، دانشمند اور عاقبت اندیش سرداروں میں ہوتا تھا لیکن اسلام کی بدخواہی میں وہ کسی سے پیچھے نہ تھا۔

اسلام کے شاہین نے اس خانوادہ سے جہاں دولت، ریاست، شہرت اور دین حق سے عداوت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی ابو حذیفہ کو تاکا اسے جھپٹا اور آغوش نبوت میں ڈال دیا۔ باپ چچا بھائی سارے خاندان کا ہر فرد لات وہبل کا پرستار اور اس کی سطوت وعظمت کا پاسبان بنا ہوا تھا ایسے خاندان کے ایسے محتشم سردار کے بیٹے کا ان کے معبودوں کی خدائی کے خلاف علم بغاوت بلند کر دینا کوئی معمولی سانحہ نہ تھا۔ اس سے سارے قبیلہ میں کہرام برپا ہو گیا۔ کون سی ایسی کوشش اور حیلہ تھا جو انہوں نے اپنے خاندان کے ایک اہم فرد کو اپنے حلقہ میں واپس لانے کے لئے استعمال نہ کیا۔ پیدائش سے اب تک جس ناز ونعم کا وہ خوگر تھا ساری بساط ہی الٹ دی گئی۔ محرومیوں اور مایوسیوں نے ابو حذیفہ کو اپنے حصار میں لے لیا۔ اسے ہر وقت ستایا جاتا۔ نت نئی اذیت سے اس کا دل دکھایا جاتا لیکن اس مرد حق پسند کی استقامت میں ذرا برابر فرق نہ آیا۔ جب مکہ کی سرزمین تنگ ہوگئی تو پہلے اس نے حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں کئی سال تک غریب الوطنی کے چرکے برداشت کئے ان کی رفیقہ حیات بھی حزن والم سے بھر پور جلاوطنی میں ان کے ساتھ رہی اللہ تعالیٰ نے انہیں وہاں ایک فرزند عطا فرمایا جس کا نام اپنے محبوب کریم کے اسم گرامی کے مطابق محمد رکھا۔ اس طرح اپنے قلب حزین کی تسکین کا سامان فراہم کر لیا چند سال بعد حبشہ سے مکہ واپس آئے یہاں کی فضا انہیں برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھی ان کے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب ہجرت فرمائی تو یہ بستہ فتراک وفا پھر اپنے اہل و عیال کو لے کر مرکز دین وایمان مدینہ طیبہ میں آکر آباد ہو گیا۔ یہاں انہیں اپنے محبوب آقا کی دید کی سعادت نصیب ہو جاتی تھی۔ یہی چیز ان کے بے تاب دل اور بے قرار نگاہوں کے لئے تسکین واطمینان کا سب سے بڑا ذریعہ تھی جرم عشق میں تیرہ چودہ سال کا عرصہ گوناگوں اذیتیں، سہتے سہتے جذبہ عشق جواں ہو گیا۔ اسی اثناء میں غزوہ بدر پیش آیا وہ اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے اپنے حبیب مکرم کی معیت میں میدان بدر کی طرف روانہ ہوئے یہاں انہیں دو مزید آزمائشوں سے گزرنا پڑا وہ دونوں آزمائشیں اتنی بھیانک اور سخت تھیں کہ اگر ان سے پہاڑوں کو بھی آزمایا جاتا تو وہ ہول امتحان سے ریزہ ریزہ ہو جاتے لیکن یہ ان کے رب کریم

کی توفیق اور ان کے ایمان کی بے پایاں قوت تھی جس کے باعث وہ ان دونوں امتحانوں میں سرخرو ہو کر نکلے۔

پہلی آزمائش کا انہیں اس وقت سامنا کرنا پڑا جب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے مقتول کفار کی لاشوں کو ایک پرانے گڑھے میں پھینک دینے کا حکم دیا وہ لاشیں گھسیٹ کر لائی جا رہی تھیں اور اس گڑھے میں پھینکی جا رہی تھیں اسی اثناء میں ان کے باپ عتبہ کی لاش لائی گئی جس کو حضرت حمزہ کی تلوار جوہر دار نے دو لخت کر کے زمین پر پھینک دیا تھا اسے بھی اس گڑھے میں لڑھکا دیا گیا۔ یہ منظر ابو حذیفہ کے لئے بڑا حوصلہ شکن اور صبر آزما تھا ان کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا دوسرا جا رہا تھا۔ ان کی اس کیفیت کو حضور نے ملاحظہ فرمایا ان کے دل میں غم واندوہ کا جو طوفان برپا تھا۔ اس پر آگاہی پاتے ہی سرکار دوعالم نے انہیں جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا۔

يَا اَبَاحُذَيْفَةَ لَعَلَّكَ قَدْ دَاخَلَكَ مِنْ شَأْنِ اَبِيْكَ شَيْءٌ۔

"اے ابو حذیفہ! اپنے باپ کی یہ حالت دیکھ کر تمہارے دل میں کچھ خیال تو پیدا نہیں ہو گیا۔"

اس سراپا ادب و نیاز غلام نے عرض کی۔

لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا شَكَكْتُ فِيْ اَبِيْ وَلَا فِيْ مَصْرَعِهٖ وَلٰكِنْ كُنْتُ اَعْرِفُ مِنْ اَبِيْ رَاْيًا وَحِلْمًا وَفَضْلًا وَقَدْ كُنْتُ اَرْجُوْا اَنْ يَّهْدِيَهٗ ذٰلِكَ اِلَى الْاِسْلَامِ فَلَمَّا رَاَيْتُ مَا اَصَابَهٗ وَذَكَرْتُ مَا مَاتَ عَلَيْهِ مِنَ الْكُفْرِ بَعْدَ الَّذِيْ كُنْتُ اَرْجُوْا لَهٗ اَحْزَنَنِيْ ذٰلِكَ۔

"یارسول اللہ! بخدا مجھے اپنے باپ اور اس کے انجام کے بارے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن میں اپنے باپ کو صاحب رائے۔ حلیم اور اچھی صفات کا مالک خیال کرتا تھا۔ مجھے امید تھی کہ اس کی یہ خوبیاں اسے اسلام کی طرف لے آئیں گی۔ جب میں نے اس کے انجام کو دیکھا اور حالت کفر میں اس کے مرنے کو دیکھا تو اس بات کا مجھے بہت دکھ ہوا۔" (۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو حذیفہ کا یہ جواب سن کر انہیں اپنی دعائے خیر سے نوازا۔

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۸۷

دوسری آزمائش جس سے انہیں دوچار ہونا پڑا وہ اس سے بھی سنگین تر تھی اور اسی غزوہ کے دوران انہیں پیش آئی اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

جب میدان جنگ میں گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ بنو ہاشم کے جو افراد لشکر کفار کے ساتھ یہاں آئے ہیں وہ اپنی مرضی سے نہیں آئے بلکہ انہیں زبردستی لایا گیا ہے اگر ان میں سے کوئی تمہارے سامنے آئے تو اسے قتل نہ کرنا نیز فرمایا اگر ابوالبختری کسی کے روبرو ہو تو اسے بھی قتل نہ کیا جائے اور جو شخص عباس بن عبدالمطلب کے مدمقابل آئے تو وہ انہیں بھی قتل نہ کرے کیونکہ انہیں بھی جبراً ساتھ لایا گیا ہے۔

ابو حذیفہ جن کا باپ عتبہ، چچا شیبہ، بھائی ولید مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے انہوں نے جب یہ ارشاد نبوی سنا تو وہ اپنے جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکے اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا۔

نَقْتُلُ اٰبَآءَنَا وَاِخْوَانَنَا وَعَشِیْرَتَنَا وَنَتْرُكُ الْعَبَّاسَ؟ وَاللّٰهِ لَئِنْ لَقِیْتُهٗ لَاُلْجِمَنَّهٗ بِالسَّیْفِ۔

"ہم تو اپنے باپوں۔ بھائیوں۔ قریبی رشتہ داروں کو تہ تیغ کر دیں اور عباس کو کچھ نہ کہیں انہیں چھوڑ دیں یہ کیسے ممکن ہے، بخدا اگر میرا مقابلہ عباس سے ہوا تو میں اپنی تلوار سے ان کے منہ میں لگام دوں گا۔"

ابو حذیفہ کی یہ بات جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنی تو حضور نے حضرت عمر کو فرمایا۔

یَا اَبَا حَفْصٍ! اَیُضْرَبُ وَجْهُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِالسَّیْفِ

"اے ابا حفص! کیا اللہ کے رسول کے چچا کے چہرہ پر تلوار سے ضرب لگائی جائے گی۔"

حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے اجازت فرمایئے میں ابو حذیفہ کی گردن اڑا دوں بخدا وہ منافق ہو گیا ہے۔

حضرت ابو حذیفہ کی زبان سے تند جذبات کی رو میں بہتے ہوئے یہ جملہ نکل تو گیا۔ لیکن عمر بھر اس پر پریشان رہے اور اظہار افسوس کرتے رہے۔ کہا کرتے۔

مَا اَنَا بِاٰمِنٍ مِنْ تِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِیْ قُلْتُهَا یَوْمَئِذٍ وَلَا اَزَالُ

مِنْهَا حَتَّى تُكَفِّرَهَا عَنِّي الشَّهَادَةُ۔

"میں نے اس دن جو بات کہی تھی میں اس کے انجام سے اب تک ترساں ولرزاں ہوں۔ اس کے اثر بد سے میری رستگاری کی ایک ہی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کا شرف عطا فرمادے تاکہ راہ حق میں میری شہادت میرے اس گناہ کا کفارہ بن جائے۔" (۱)

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس تمنا کو پورا کیا عقیدہ ختم نبوت کے باغی مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی۔

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَجَزَاهُ عَنَّا وَعَنِ الْإِسْلَامِ خَيْرَ الْجَزَاءِ

جس شخص کی آنکھوں کے سامنے اس کے باپ، چچا اور بھائی کو بیک وقت تہ تیغ کر دیا گیا ہو۔ اس کا رنجیدہ خاطر ہونا ایک قدرتی بات ہے۔ بشری فطرت کے یہ ایسے شدید تقاضے ہیں جن سے دامن بچانا ناممکن نہیں تو از بس مشکل ضرور ہے ان حالات میں حضرت ابو حذیفہ کی زبان سے ان کلمات کا نکلنا قطعاً محل تعجب نہیں لیکن جونہی انہیں ہوش آیا تو انہیں اپنی اس غلطی کا اتنا شدید احساس ہوا کہ دن رات پریشان رہتے تھے انہیں ہر وقت کھٹکا لگا رہتا کہ مبادا اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہو۔ اور ان کی شمع ایمان ہی بجھا دی جائے اگر ایسا سانحہ رونما پذیر ہوا تو ان کی دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی وہ اکثر سوچتے کہ اس گناہ کبیرہ کا کفارہ ادا کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے انہیں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کا موقع مل جائے۔

جب ابو جہل کو گھسیٹ کر اس کنوئیں میں پھینکا جانے لگا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر آج ابو طالب زندہ ہوتے تو جان لیتے کہ ہماری تلواریں مشرکین کے سرداروں کے ساتھ ٹکرائی ہیں۔

اس ارشاد میں ان اشعار کی طرف اشارہ ہے، جو حضرت ابو طالب نے کہے تھے۔

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللّٰهِ نُخْلِي مُحَمَّدًا وَلَمَّا نُطَاعِنْ حَوْلَهُ وَنُنَاضِلِ

"خانہ خدا کی قسم تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہم محمد (علیہ الصلوۃ والسلام) کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور آپ کے اردگرد گھیرا ڈال کر ہم نیزوں اور تلواروں سے جنگ نہیں کریں گے۔"

وَنُسْلِمُهُ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهُ وَنَذْهَلُ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

۱۔ محمد رسول اللہ، جلد ۳، صفحہ ۲۴۷

"اور ہم آپ کو ان کے سپرد کر دیں گے اس سے پیشتر کہ ہماری لاشیں آپ کے اردگرد بکھری پڑی ہوں اور ہم اپنے بچوں اور بیویوں سے بے خبر ہو گئے ہوں۔"

وَاَنَا لَعَمْرُ اللّٰہِ اِنْ جَدَّ مَا اَرٰی لَتَلْتَبِسَنَّ اَسْیَافُنَا بِالْاَمَاثِلِ

"اور مجھے اللہ کی قسم! جو میں دیکھ رہا ہوں اگر وہ پروان چڑھا تو ہماری تلواریں ان کے سرداروں کے جسموں کو کاٹ رہی ہوں گی۔

مشرکین کے ستر مقتولوں میں چند وہ آدمی بھی تھے جنھوں نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی تو وہ دوسرے صحابہ کرام کی طرح ہجرت نہ کر سکے ان کے خاندان والوں نے انھیں ہجرت کرنے سے روک دیا یہاں تک کہ جب جنگ بدر کی نوبت آئی تو وہ لشکر کفار میں شریک ہو کر میدان بدر میں پہنچے اور قتل ہوئے۔

ایسے لوگوں کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا۔

"بیشک وہ لوگ کہ قبض کیاان کی روحوں کو فرشتوں نے اس حال میں کہ وہ ظلم توڑ رہے تھے اپنی جانوں پر فرشتوں نے انھیں کہا کہ تم کس شغل میں تھے (معذرت کرتے ہوئے) انہوں نے کہا ہم تو بےبس تھے زمین میں۔ فرشتوں نے کہا کیا نہیں تھی اللہ کی زمین کشادہ تاکہ تم ہجرت کرتے اس میں یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جہنم بہت بری پلٹ کر آنے کی جگہ ہے۔" (سورۃ النساء۔ ۹۷)

مکہ میں کہرام مچ گیا

ابوجہل کی قیادت میں اہل مکہ کا جو لشکر اپنے تجارتی قافلہ کو مسلمانوں کی دست برد سے بچانے کے لئے نکلا تھا۔ اسے کافی دن گزر چکے تھے۔ اہل مکہ اپنے لشکر کے انجام کے بارے

میں جاننے کے لئے سخت بے چین تھے وہ شہر سے باہر نکل کر کسی قاصد کا انتظار کرتے رہتے جس روز مسلمانوں نے میدان بدر میں کفار کو شکست فاش دی اسی روز ایک ہاتف کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا گیا اس کی آواز سنائی دے رہی تھی لیکن وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

أَزَارَ الْحَنِيفِيُّونَ بَدْرًا وَقِيعَةً   سَيَنْقَضُّ مِنْهَا رُكْنُ كِسْرَى وَقَيْصَرَا

کیا ملت حنیفیہ کے پیروکاروں نے بدر کے واقعہ کا مشاہدہ کیا ہے کہ یہ ایسا سانحہ ہے جس نے کسریٰ اور قیصر کے محلات کی دیواروں کو گرا دیا ہے۔

أَبَادَتْ رِجَالًا مِنْ لُؤَيٍّ وَأَبْرَزَتْ   خَرَائِدَ يَضْرِبْنَ التَّرَائِبَ حُسَّرَا

اس سانحہ نے لوئی خاندان کے بہت سے مردوں کو ہلاک کر دیا اور بہت سی پردہ دار خواتین کو اس حالت میں ظاہر کر دیا کہ وہ اپنی ننگی چھاتیوں کو پیٹ رہی تھیں۔

فَيَا وَيْحَ مَنْ أَمْسَى عَدُوَّ مُحَمَّدٍ   لَقَدْ جَارَ عَنْ قَصْدِ الْهُدَى وَتَحَيَّرَا

پس کتنا بدبخت ہے وہ شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے اس نے ہدایت کے درمیانی راستہ کو ترک کر دیا اور حیران و سراسیمہ ہو گیا۔

سننے والوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ یہ حنیفیوں کون ہیں کسی نے بتایا کہ وہ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور ان کے صحابہ ہیں۔ کیونکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابراہیم حنیف کے مذہب پر ہیں یہ وہی دن تھا جس دن مسلمانوں نے کفار مکہ کی رعونت کا کچومر نکال دیا تھا۔

یہ اشعار سن کر اہل مکہ کی سراسیمگی کی حد نہ رہی میدان جنگ سے سب سے پہلے جو شخص مکہ پہنچا وہ الحیسمان بن ریاس الخزاعی تھا۔ (جو بعد میں مشرف باسلام ہو گیا) لوگوں نے جب اسے دیکھا تو بڑی بے تابی سے پوچھا۔ "مَا وَرَاءَكَ" یعنی تم اپنے پیچھے کیا چھوڑ آئے ہو۔ لڑائی کا کیا نتیجہ نکلا۔ اس نے کہا۔ عتبہ شیبہ پسران ربیعہ۔ ابوالحکم بن ہشام (ابو جہل) امیہ بن خلف، زمعہ بن اسود، نبیہ اور منبیہ پسران حجاج، ابوالبختری ان کے علاوہ کئی دیگر رؤساء قریش جنگ میں مارے گئے ہیں صفوان بن امیہ اس وقت حجر میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے یہ اعلان سنا تو کہنے لگا یہ پاگل ہو گیا ہے۔ اس کے ہوش و حواس اڑ گئے ہیں اس سے میرے بارے میں پوچھو وہ اسی قسم کا بے سروپا جواب دے گا۔ لیکن جب الحیسمان سے صفوان کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا وہ سامنے حجر میں بیٹھا ہوا ہے بخدا میں نے اس کے باپ اور بھائی کی

لاشوں کو ان آنکھوں سے دیکھا ہے۔

حضرت ابو رافع جو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کا غلام تھا۔ اسلام کی روشنی ہمارے گھر میں داخل ہو چکی تھی حضرت عباس اور ان کی اہلیہ حضرت ام الفضل نے اسلام قبول کر لیا تھا حضرت عباس کا کاروبار بہت پھیلا ہوا تھا ان کی رقمیں بہت سے لوگوں کے ذمہ واجب الادا تھیں اس لئے وہ اپنی قوم کی کھل کر مخالفت نہیں کر سکتے تھے کہ کہیں وہ ان کی رقمیں دبا نہ لیں۔ ابولہب بھی لشکر کفار کے ساتھ نہیں گیا تھا بلکہ مکہ میں رہ گیا تھا۔ اس نے جب شکست کی یہ اندوہناک خبر سنی۔ تو اس کے غم واندوہ کی حد نہ رہی۔ لیکن ہمیں (ابو رافع) ان کی اس شکست سے بڑی مسرت حاصل ہوئی اور ہم اپنے آپ کو بہت طاقتور محسوس کرنے لگے۔

ابو رافع کہتے ہیں۔ کہ میں زمزم کے حجرہ میں تیر بنایا کرتا تھا ایک روز میں اپنے حجرہ میں بیٹھا تیر بنا رہا تھا اور ام الفضل بھی وہاں بیٹھی تھیں اتنے میں اپنے پاؤں گھسیٹتے ہوئے ابولہب وہاں آگیا اس کے چہرہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں وہ حجرہ کے ایک کونہ میں آکر بیٹھ گیا اس کی پشت میری پشت کی طرف تھی اچانک لوگوں نے کہا یہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ابھی ابھی میدان جنگ سے واپس آیا ہے۔ ابولہب بولا۔ اے بھتیجے۔ ادھر آؤ اور مجھے بتاؤ کہ وہاں تم پر کیا گزری۔ دوسرے لوگ بھی تازہ حالات سننے کے لئے ابوسفیان کے ارد گرد جمع ہو گئے اس نے جنگ کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا۔

وَاللهِ مَاهُوَ اِلَّا اَنْ لَقِيْنَا الْقَوْمَ فَمَنَحْنَاهُمْ اَكْتَافَنَا يَقْتُلُوْنَنَا كَيْفَ شَاءُوْا وَيَأْسِرُوْنَنَا كَيْفَ شَاءُوْا۔

"بخدا حالات جنگ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ہماری مسلمانوں سے ٹکر ہوئی تو ہم نے اپنے کندھے ان کے سامنے کر دیئے پھر جس طرح ان کی مرضی تھی وہ ہمیں تہ تیغ کرتے گئے اور جس طرح ان کی مرضی تھی وہ باقی ماندہ لوگوں کو اسیر بناتے گئے۔"

بخدا ایں ہمہ میں ان کی ملامت نہیں کرتا۔ کیونکہ ہمارا مقابلہ سفید لباس میں ملبوس ان لوگوں سے ہوا جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور زمین و آسمان کے درمیان صفیں باندھے کھڑے تھے ایسے لوگوں سے مقابلہ کرنے کی کسے جرأت ہو سکتی تھی۔

ابو رافع کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر میں نے کہا خدا کی قسم! یہ فرشتے تھے۔

ابولہب میری بات سن کر غصہ سے لال پیلا ہو گیا اس نے ایک زور دار طمانچہ میرے منہ پر رسید کیا پھر اس نے مجھے اٹھا کر زمین پر دے مارا اور میری چھاتی پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور مجھے گھونسے مارنے لگا میں دبلا پتلا کمزور آدمی تھا۔ ام الفضل سے اپنے غلام کی یہ رسوائی دیکھی نہ جاسکی۔ وہ اٹھیں ایک چوب اٹھائی اور اس کے سر پر دے ماری۔ اس کے باعث اس کا خون بہنے لگا۔ ام الفضل نے ابولہب کو جھڑکتے ہوئے کہا اس کا مالک یہاں موجود نہیں اسی لئے تو نے اسے کمزور سمجھ لیا ہے۔ میں تمہارا دماغ درست کر دوں گی چنانچہ ابولہب ذلیل و خوار ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

مقتولین بدر پر اہل مکہ کا نوحہ اور ماتم

اہل مکہ کو جونہی اپنے عزیز و اقارب کے مقتول ہونے کے اطلاعیں ملیں گھر گھر صف ماتم بچھ گئی ہر طرف سے گریہ وزاری، آہ و فغاں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ دلدوز اور جگر سوز چیخوں نے مکہ کی ساری فضا کو سوگوار بنا دیا۔ عورتوں نے اپنے سروں کے بال منڈوا دیئے اپنے مقتول عزیز کی سواری کے جانور کو لے آتیں اور اس کے اردگرد حلقہ باندھ کر کھڑی ہو جاتیں اور سینہ کوبی کرتیں۔ پھر اس جانور کو گھوڑا ہوتا یا اونٹ لے کر گلیوں میں گھومتیں اور نوحہ و فریاد کرتیں۔ بالوں کو نوچتیں منہ پر طمانچے مارتیں۔ سینہ کوبی کرتیں اور گریباں پھاڑ ڈالتیں۔ یہ شرمناک سلسلہ ایک ماہ تک جاری رہا۔ (۱)

انہوں نے ان گھوڑوں اور اونٹوں کی کونچیں کاٹ دیں وہ سب قیمتی جانور تڑپ تڑپ کر بھوک کے پیاسے ہلاک ہو گئے۔ ایک ماہ بعد انہیں ہوش آیا کہ ہماری اس گریہ وزاری اور نوحہ گری سے تو مسلمان خوش ہو رہے ہوں گے اس لئے ہمیں ایسی حرکتوں سے باز آجانا چاہئے جن سے ہمارے دشمنوں کو خوشی ہو۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ آج کے بعد کوئی بھی اپنے مقتول پر آہ و فغاں نہیں کرے گا انہوں نے یہ بھی طے کیا کہ اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے وہ کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے ورنہ مسلمان ان سے گراں بہا فدیہ ادا کرنے کا مطالبہ کریں گے۔ تم اپنے اسیروں کو بالکل فراموش کر دو۔ مسلمان کب تک ان کے خورد نوش کا بوجھ اٹھائیں گے تنگ آکر خود بخود انہیں رہا کر دیں گے۔

اسود بن مطلب کے دو جواں لڑکے زمعہ اور عقیل اور ایک پوتا حارث بن زمعہ اس جنگ

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۱۰۳

میں مارے گئے تھے وہ رو رو کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا تھا۔ قوم کے اجتماعی فیصلہ کے باعث وہ اس بات کا پابند تھا کہ اپنے قلبی حزن وملال کا کسی طرح اظہار نہ کرے اچانک ایک رات کسی رونے والی کی آواز اس کے کانوں میں پڑی اس کی اپنی بینائی جاتی رہی تھی اس نے اپنے غلام کو آواز دی کہ جاؤ اور معلوم کرو کہ کیا قریش نے اپنے مقتولوں پر آہ وبکا کی، رونے پیٹنے کی اجازت دے دی ہے تاکہ میں بھی رو پیٹ کر اپنے بیٹے ابو حکیمہ (زمعہ) کے قتل کے غم کو ہلکا کر سکوں۔ غلام دوڑا ہوا گیا اور واپس آکر اس نے اپنے مالک کو بتایا کہ وہ تو ایک عورت رو رہی تھی جس کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا۔ یہ سن کر اسود کے زخم خوردہ دل میں جذبات کا طوفان برپا ہو گیا اور فی البدیہہ اس نے یہ شعر نظم کئے۔

تُبَكِّي اَنْ اَضَلَّ لَهَا بَعِيْرٌ ‏ وَيَمْنَعُهَا مِنَ النَّوْمِ السُّهُوْدُ

"وہ اس بات پر رو رہی ہے کہ اس کا اونٹ گم ہو گیا ہے اور بے خوابی اسے سونے نہیں دیتی۔"

فَلَا تَبْكِي عَلٰى بَكْرٍ وَلٰكِنْ ‏ عَلٰى بَدْرٍ تَقَاصَرَتِ الْجُدُوْدُ

"اسے کہو کہ اونٹ کے گم ہونے پر نہ روئے اور اگر رونا ہے تو سانحہ بدر پر روئے جب ہماری قسمتوں نے ہمارا ساتھ نہیں دیا تھا۔"

وَبَكِّي اِنْ بَكَيْتِ اَبَا عَقِيْلٍ ‏ وَبَكِّي حَارِثًا اَسَدَ الْاُسُوْدِ

"اگر تم رونا چاہتی ہو تو عقیل اور حارث کے قتل پر رو۔ جو شیروں کے شیر تھے۔"

وَبَكِّيْهِمْ وَلَا تَسَمِي جَمِيْعًا ‏ وَمَا لِاَبِيْ حَكِيْمَةَ مِنْ نَدِيْدِ

"ان سب پر روؤ لیکن ان سب پر فخر نہ کرو۔ ابی حکیمہ (اس کے بیٹے زمعہ کی کنیت) کا تو کوئی ہمسر ہے ہی نہیں۔"

اَلَا قَدْ سَادَ بَعْدَهُمْ رِجَالٌ ‏ وَلَوْلَا يَوْمَ بَدْرٍ لَمْ يَسُوْدُوْا

"اب ایسے لوگ ہمارے سردار بن گئے ہیں کہ اگر جنگ بدر کا حادثہ پیش نہ آتا تو وہ ہرگز سردار نہ بن سکتے۔"

ایک دفعہ اسود کی اذیت رسانیوں سے تنگ آکر نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں اس کے بارے میں عرض کی تھی۔

بِاَنْ يُعْمِيَ اللّٰهُ بَصَرَهٗ وَيُثْكِلَ وَلَدَهٗ.

"الٰہی! اس کور باطن کو اندھا کر دے اور یہ اپنے بیٹوں کی موت پر روئے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی اس درخواست کو قبول فرمایا پہلے اس کی آنکھیں بینائی سے محروم کر دی گئیں اور جنگ بدر میں اسے اپنے تین جواں سال بچوں کے قتل ہونے پر ماتم کرنا پڑا۔ (۱)

انتقام خداوندی اور ابولہب کی ہلاکت

جنگ بدر میں ان کی رسوا کن شکست پر ابھی ایک ہفتہ بھی بمشکل گزرا تھا کہ اللہ کے عذاب نے ابولہب کو آپکڑا۔ اسے ایک خطرناک پھنسی نکل آئی جسے عرب بہت منحوس سمجھتے تھے۔ اور اس سے بہت خوفزدہ رہتے تھے ان کے نزدیک یہ ایک متعدی بیماری تھی جب ابولہب کے بیٹوں کو پتہ چلا کہ ان کے باپ کو یہ خطرناک اور منحوس پھنسی نکل آئی ہے تو انہوں نے اس کے پاس آنا جانا ترک کر دیا چنانچہ وہ تنہا اس کی اذیت اور درد سے کئی روز تک تڑپتا رہا اور بیکسی اور کسمپرسی کی موت مرگیا۔ تین دن تک اس کی لاش بے گور وکفن پڑی رہی۔ مکہ کے اس رئیس اعظم کو دفن کرنے کی بھی کسی نے زحمت گوارا نہ کی جب اس کی لاش پھول کر پھٹ گئی۔ تو اس کی بدبو سے سارے اہل محلہ کے دماغ پھٹنے لگے۔

امام بیہقی دلائل النبوت میں لکھتے ہیں ایک شخص نے اس کے بیٹوں کے پاس آکر انہیں ملامت کی کہ بدبختو! تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہارے باپ کی لاش سے بدبو آرہی ہے اور تم اسے دفن بھی نہیں کرتے انہوں نے کہا ہمیں ڈر ہے کہ کہیں یہ بیماری ہمیں بھی نہ لگ جائے۔ (۲)

بدنامی کے خوف سے اس کے بیٹے آئے لکڑیوں سے اس کے لاشے کو دھکیل کر ایک گڑھے میں ڈال دیا اور اس گڑھے سے دور کھڑے ہو کر پتھر پھینک کر اس کو پاٹ دیا۔

یونس بن بکیر کہتے ہیں کہ اس کو دبانے کے لئے گڑھا بھی کسی نے نہیں کھودا بلکہ ایک دیوار کے سہارے اس کی لاش کو کھڑا کیا گیا اور دیوار کے پیچھے سے اس پر پتھر پھینک کر اسے آنکھوں سے اوجھل کر دیا گیا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا گر اس مقام پر گزر ہوتا تو اپنا چہرہ چھپا لیتیں۔ "تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ" کا فرمان الٰہی کس طرح پورا ہوا ساری دنیا نے

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۱۰۳

۲۔ دلائل النبوۃ، جلد ۳، صفحہ ۱۳۶

اس کا مشاہدہ کر لیا اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ گستاخان بارگاہ رسالت کا انجام کتنا عبرتناک، حسرتناک اور اذیتناک ہوتا ہے۔ ان بدبختوں کو گور و کفن بھی نصیب نہیں ہوتا ان کی ہلاکت پر کسی کی آنکھ سے ایک آنسو بھی نہیں ٹپکتا بیگانے تو ہوئے بیگانے ان کے فرزند بھی ان کی قبروں پر ایک مشت مٹی ڈالنے کے روادار نہیں ہوتے۔

نَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ اِسَاءَةِ الْاَدَبِ فِيْ حَضْرَةِ حَبِيْبِهٖ وَصَفِيِّهٖ مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَطْيَبَ التَّحِيَّةِ وَاَجْمَلَ الثَّنَاءِ۔

اہل مدینہ کو فتح کا مژدہ جانفزا

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم جب مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تھے تو حضور کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سخت علیل تھیں ان کی تیمار داری کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان کو حکم دیا کہ وہ مدینہ منورہ میں ٹھہریں۔ حضرت اسامہ بن زید کو بھی حضرت عثمان کی امداد کرنے کا حکم دیا۔

لشکر اسلام فتح و ظفر کے پرچم لہراتا ہوا جب اثیل کے مقام پر پہنچا۔ تو نبی مکرم نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کو ارشاد فرمایا کہ وہ آگے چلے جائیں اور اہل مدینہ کو اسلام کی فتح و ظفر کی خوشخبری سنائیں۔ یہ دوپہر کے وقت مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ محلہ عالیہ کی طرف گئے۔ وہ اپنے اونٹ پر سوار تھے اسی حالت میں آپ نے باآواز بلند اعلان کیا۔

اے گروہ انصار! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کی آپ کو خوشخبری ہو۔ بہت سے مشرک قتل کر دیئے گئے اور بہت سے جنگی قیدی بنا لئے گئے۔ ربیعہ کے دونوں بیٹے حجاج کے دونوں بیٹے۔ ابو جہل۔ زمعہ بن اسود۔ امیہ بن خلف کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ اور سہیل بن عمرو کے علاوہ بہت سے مکہ کے رئیسوں کو جنگی قیدی بنا لیا گیا۔

لوگوں کے لئے اس اعلان کو صحیح تسلیم کرنا بڑا مشکل تھا۔ عاصم بن عدی کہتے ہیں کہ میں یہ اعلان سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ کے پاس گیا اور انہیں لوگوں سے الگ لے جا کر کہا۔ اَحَقًّا مَا تَقُوْلُ يَا ابْنَ رَوَاحَةَ اے رواحہ کے فرزند! کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔ انہوں نے کہا۔ اِیْ وَاللّٰهِ " بخدا میں سچ کہہ رہا ہوں۔ کل صبح رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ تم خود دیکھ لو گے مکہ کے جنگی اسیر پابہ زنجیر ساتھ ہوں گے۔ آپ نے

انصار کے گھر گھر جا کر یہ خوشخبری سنائی۔ بچے خوشی سے دیوانہ وار گلیوں میں دوڑ رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے۔

قُتِلَ اَبُوْجَهْلِ الْفَاسِقُ "فاسق و فاجر ابو جہل قتل کر دیا گیا۔"

حضرت زید بن حارثہ قصوئی ناقہ پر سوار تھے۔ وہ مدینہ طیبہ کے نشیبی محلوں کی طرف مژدہ سنانے کے لئے چلے گئے جب عید گاہ تک پہنچے تو اعلان کرنا شروع کر دیا۔ عتبہ و شیبہ۔ حجاج کے دونوں بیٹے۔ ابو جہل، ابوالبختری۔ زمعہ۔ امیہ وغیرہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ان کے چیدہ سرداروں کو قید کر لیا گیا۔ بعض لوگوں نے حضرت زید کی اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا وہ کہنے لگے۔ مَاجَآءَ زَيْدٌ اِلَّا فَلاً زید تو بھاگ کر آگیا ہے۔ ان کے بیٹے حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ مجھے بھی اس وقت تک تسلی نہ ہوئی جب تک میں نے قیدیوں کو خود دیکھ نہ لیا۔

حضرت زید یہ مژدہ لے کر مدینہ طیبہ اس وقت پہنچے جب ہم سرکار دو عالم کی لخت جگر اور سیدنا عثمان کی رفیقہ حیات حضرت رقیہ کو دفن کر کے ان کے مرقد پر مٹی ڈال رہے تھے۔ منافقین دل ہی دل میں بڑے مسرور تھے۔ انہیں یہ خوش فہمی تھی کہ قریش مکہ کا لشکر جرار مسلمانوں کی اس مختصر سی فوج کو تہ تیغ کر کے رکھ دے گا۔ اور ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ایک منافق نے جب حضرت زید کو حضور پر نور کی ناقہ پر سوار دیکھا تو اس کو یارائے ضبط نہ رہا۔ اس نے حضرت ابو لبابہ کو کہا کہ تمہارا لشکر ایسا تتر بتر ہوا ہے کہ پھر ان کے مجتمع ہونے کا کوئی امکان نہیں آپ کے نبی کے جلیل القدر صحابہ کو قتل کر دیا گیا ہے اور حضور بھی شہید ہو گئے ہیں۔ اس نے کہا۔

وَهٰذِهٖ نَاقَتُهٗ نَعْرِفُهَا وَهٰذَا زَيْدٌ لَا يَدْرِىْ مَا يَقُوْلُ مِنَ الرُّعْبِ وَجَآءَ فَلاً۔

"جس ناقہ پر زید سوار ہے وہ حضور کی ناقہ قصوئی ہے ہم اسے بخوبی پہچانتے ہیں اور زید تو اہل مکہ کے خوف سے مرعوب ہو کر یہ اعلانات کر رہا ہے یہ خود بھگوڑا ہے میدان جنگ سے بھاگ کر آیا ہے۔"

یہود کی بھی یہی رائے تھی۔ حضرت اسامہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا ابا جان! جو آپ کہہ رہے ہیں کیا یہ حق ہے۔ آپ نے کہا بخدا میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یہ سن کر مجھے تسلی ہوئی پھر میں نے اس منافق کو کہا کہ تم جھوٹ بک رہے ہو۔ حضور پر نور تشریف لے آئیں

گے میں تمہیں حضور کے سامنے پیش کروں گا اور جو کچھ تم نے کہا ہے وہ بتاؤں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارا سر قلم کر دیں گے۔ منافق گھبرا گیا کہنے لگا۔ کہ میں نے تو سنی سنائی بات کہی تھی یہ میری اپنی رائے نہیں تھی۔

بدر فلک رسالت کی مطلع طیبہ پر ضو فشانی

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جاں باز مجاہدین کے ہمراہ روانہ ہوئے جنگی قیدیوں کا ایک جم غفیر ساتھ تھا اموال غنیمت کی کثیر مقدار اونٹوں پر لدی ہوئی تھی۔ اس جنگ میں مال غنیمت کثیر مقدار میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا۔ اس میں ایک سو پچاس اونٹ۔ مختلف قسم کا سامان۔ چمڑے کے دستر خوان پارچات کثیر مقدار میں رنگا ہوا چمڑہ۔ مشرکین یہ سامان تجارت کے لئے ساتھ لائے تھے۔ دس گھوڑے کثیر مقدار میں ہتھیار۔ ابو جہل کا مشہور اونٹ۔ یہ سب چیزیں مسلمانوں کو غنیمت میں ہاتھ آئیں یہ اونٹ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پاس رکھا اور اس پر سوار ہو کر غزوات میں تشریف لے جاتے تھے حدیبیہ کے مقام پر قربانی کے جانوروں میں اس کو بھی لے جایا گیا۔ (۱)

عصر کے وقت یہ کاروان اثیل کے مقام پر پہنچا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عصر کی نماز اس مقام پر ادا کی جب جنگ ختم ہوئی تو حضرت جبرئیل ایک گھوڑی پر سوار ہو کر حاضر خدمت ہوئے ان کا چہرہ بھی گرد آلود تھا آ کر عرض کی۔ اے اللہ کے حبیب! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ جب تک میرا حبیب راضی نہ ہو واپس نہیں آنا۔ " ھَلْ رَضِیْتَ " کیا حضور اب خوش ہیں۔ فرمایا میں راضی ہوں تمہیں واپسی کی اجازت ہے۔ رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح و ظفر کے پرچم لہراتے ہوئے جب الروحاء کے مقام پر پہنچے تو اہل مدینہ کے سرکردہ لوگ ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرنے کے لئے وہاں پہنچ گئے اور بارگاہ نبوت میں مبارک بادیں پیش کیں۔ پیشوائی میں آنے والوں میں حضرت اسید بن حضیر بھی تھے انہوں نے بڑی نیاز مندی سے گزارش کی یا رسول اللہ!

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے آپ کو کامیابی عطا فرمائی اور آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔

یا رسول اللہ! بخدا میرے پیچھے رہنے کی وجہ یہ تھی کہ میرا خیال تھا کہ حضور کا ہدف

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۹۴

ابو سفیان کا تجارتی قافلہ ہے اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ دشمن کے لشکر سے ٹکرانا ہے تو میں کبھی پیچھے نہ رہتا۔ اپنے غلام کی یہ گزارش سن کر حضور نے فرمایا۔ " صَدَقْتَ " اے اسید بن حضیر تم نے سچ کہا ہے۔ (۱)

جب اہل مدینہ نے مجاہدین کو مبارکیں دیں تو سلمہ بن سلامہ بن وقش نے پوچھا۔ تم کس بات کی ہمیں مبارک دے رہے ہو۔

مَا الَّذِيْ تُهَنِّئُوْنَنَا بِهٖ۔ وَاللّٰهِ اِنْ لَقِيْنَا اِلَّا عَجَائِزَ صُلْعًا كَالْبُدْنِ الْمُعَقَّلَةِ فَنَحَرْنَاهَا۔

" بخدا! ہمارے مقابلہ میں تو گویا بوڑھی گنجی عورتیں تھیں ان اونٹنیوں کی طرح جو رسی سے بندھی ہوئی ہوں اور ہم نے ان کو ذبح کر دیا۔ "

اپنی اس بات سے وہ لشکر کفار کی تحقیر کر رہے تھے۔ گویا وہ کمزور لوگوں کا ایک انبوہ تھا۔ اور ہمارے سامنے ان کی کوئی وقعت نہ تھی ہم نے ان کو اس طرح آسانی سے ذبح کر دیا جس طرح بندھی ہوئی بوڑھی اونٹنی کو ذبح کرتے ہیں۔ رحمت عالم، سلمہ بن سلامہ کی یہ بات سن کر مسکرا دیئے فرمایا وہ بوڑھی عورتیں تو نہ تھیں وہ لوگ تو اپنے قبیلوں کے نامور سردار اور بہادر رئیس تھے۔ (۲)

اسیران جنگ بشمول عقبہ بن ابی معیط و نضر بن الحارث ہمرکاب تھے۔ اموال غنیمت کی نگرانی کے لئے حضرت عبداللہ بن کعب النجاری کو مقرر فرمایا۔ مضیق الصفراء سے گزرتے ہوئے ایک ٹیلا کے قریب نزول فرمایا یہ ٹیلا مضیق اور نازیہ کے درمیان تھا۔ اس جگہ تمام مجاہدین کے درمیان اموال غنیمت کو تقسیم کیا گیا اور سب کو برابر برابر حصہ دیا گیا۔

ان جنگی قیدیوں میں دو قیدی عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث اسلام دشمنی میں سب سے پیش پیش تھے صفراء کے مقام پر نضر بن حارث کو قتل کیا گیا اسے سیدنا علی مرتضی نے تہ تیغ کیا عرق الظبیہ پہنچے تو عقبہ کا سر قلم کیا گیا جب اسے قتل کیا جانے لگا تو بولا۔ میری چھوٹی بچیوں کا کون پرسان حال ہو گا۔ فرمایا آگ۔ اس کو حضرت عاصم بن ثابت نے موت کے گھاٹ اتارا جب عاصم اسے قتل کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ تو اس نے کہا ان سب قیدی قریشیوں کو چھوڑ کر صرف مجھے کیوں قتل کیا جا رہا ہے عاصم نے فرمایا۔

۱۔ ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۷۲

۲۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۷۳

عَلیٰ عَدَاوَتِكَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ

"اللہ اور اس کے رسول سے تمہاری عداوت کی وجہ سے۔"

امام شعبی سے مروی ہے۔ کہ اس سوال کے جواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس شخص نے جو زیادتیاں میرے ساتھ کی ہیں۔ کیا تم انہیں جانتے ہو۔ ایک روز مقام ابراہیم کے پیچھے جب میں سر بسجود تھا۔ تو یہ آیا اس نے اپنا پاؤں میری گردن پر رکھا اور اس کو خوب دبایا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری آنکھیں باہر نکل پڑیں گی۔

پھر ایک دفعہ یہ آیا میں حالت سجدہ میں تھا اس نے بدبودار اوجھ میری گردن پر آکر ڈال دیا وہ بوجھ میرے سر پر پڑا رہا۔ یہاں تک کہ میری بچی فاطمہ آئی۔ اس نے اسے اتار پھینکا اور میرے سر اور گردن کو دھویا۔ (۱)

یہ دونوں نبی رحمت اور اسلام کے بدترین دشمن تھے۔ نضر بن حارث، ذات پاک حبیب کبریاء علیہ الصلوٰۃ والثناء کی ہجو میں اشعار لکھا کرتا تھا۔ اس کی بہن قتیلہ بنت حارث کو جب اپنے بھائی نضر بن حارث کے قتل ہونے کی اطلاع ملی۔ تو اس نے ایک دردناک مرثیہ لکھا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا مرثیہ سنا تو فرمایا۔ اگر یہ اشعار اس کے قتل سے پہلے میں نے سنے ہوتے تو میں اس کو فدیہ لئے بغیر آزاد کر دیتا۔ (۲)

بعض علماء سیرت نے اسے مولفۃ القلوب میں شمار کیا ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر دیگر نو مسلموں کے علاوہ نضر کو بھی سو اونٹ عطا فرمائے تھے۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ جس کو حضور نے سو اونٹ مرحمت فرمائے تھے وہ نضر نہیں تھا اس کا بھائی نضیر تھا۔ نام کی مقاربت کی وجہ سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے۔ نضیر کو جس شخص نے یہ مژدہ سنایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے سو اونٹ مرحمت فرمائے ہیں۔ انہیں میں سے اسے بھی اس مژدہ سنانے کی خوشی میں کچھ اونٹ دیئے۔ نضیر نے خیال کیا کہ شائد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری تالیف قلب کے لئے یہ عطیہ دیا ہے تو اس نے لینے سے انکار کر دیا میں اسلام قبول کرنے پر کوئی رشوت نہیں لوں گا۔ بعد میں اس مسئلہ پر غور کیا کہ نہ میں نے حضور سے یہ اونٹ طلب کئے تھے اور نہ اس کے بارے میں سوال کیا ہے۔ رسالت مآب نے از خود مجھے یہ انعام دیا ہے۔ اس کو قبول نہ کرنا بے ادبی ہے۔ چنانچہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عطیہ کو بصد تشکر قبول

۱۔ ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۷۳

۲۔ ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۷۴

کر لیا۔ اور انہیں سے اس شخص کو دس اونٹ دیئے جس نے سب سے پہلے اسے یہ خوشخبری سنائی تھی۔ (۱)

اسی طرح کی صورت حال حضرت عمر کو بھی پیش آئی۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں کچھ مال عطا فرمایا آپ نے اس کو لینے میں پس وپیش کی۔ تو سرور کائنات نے فرمایا۔

مَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَاَنْتَ غَيْرُ مُسْتَشْرِفٍ لَهٗ اَوْ كَلِمَةٌ نَحْوَهَا۔ فَخُذْهُ۔

"اے عمر! اگر اس مال سے تمہیں کچھ دیا جائے لیکن تم اس کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے نہ تک رہے ہو۔ تو اسے لے لیا کرو۔

حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد نے اس الجھن کو ہمیشہ کے لئے حل کر دیا۔ (۲)

لیکن علامہ زرقانی نے مشہور سیرت نگار زبیر بن بکار کا یہ قول نقل کیا ہے کہ بعض اہل علم نے اس مرثیہ کو جعلی قرار دیا ہے۔ (۳)

اسی مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حجام ابوہند نے شرف نیاز حاصل کیا اور ایک مشک پیش کی۔ جو ایک خاص قسم کے حلوہ سے پرتھی۔ یہ حلوہ اس نے کھجور، ستو، گھی سے بنایا تھا رحمت عالم نے اپنے نیاز کیش کے اس ہدیہ کو شرف قبول بخشا۔ اور حکم دیا کہ یہ ساری مشک انصار میں تقسیم کر دی جائے۔

یہاں سے چل کر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم مراجعت فرمائے مدینہ طیبہ ہوئے قیدیوں کو ایک دن بعد یہاں لایا گیا۔

اسیران جنگ کے ساتھ حسن سلوک

دوسرے روز جب ستر جنگی قیدی بارگاہ رسالت میں حاضر کئے گئے تو حضور نے سب سے پہلے ان کے قیام وطعام کے انتظام کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ حضور نے انہیں اپنے صحابہ کرام کے درمیان حسب حیثیت تقسیم کر دیا اور ہر ایک کو تاکید فرمائی کہ وہ اپنے حصہ کے

۱۔ محمد رسول اللہ، جلد ۲، صفحہ ۳۶۶

۲۔ محمد رسول اللہ، جلد ۲، صفحہ ۳۶۷

۳۔ محمد رسول اللہ، جلد ۳، صفحہ ۴۹

قیدیوں کے آرام و آسائش کا پورا پورا خیال رکھیں۔ ابو عزیز حضرت مصعب بن عمیر کا سگا بھائی تھا۔ وہ خود بتاتا ہے کہ بدر کے روز کعب نامی ایک انصاری میرے بازو باندھ رہا تھا۔ کہ میرے سگے بھائی مصعب بن عمیر میرے پاس سے گزرے انہوں نے میری سفارش کرنے کے بجائے اس انصاری کو کہا کہ اس کے دونوں بازؤں کو خوب کس کر باندھو۔ اس کی ماں بڑی دولتمند ہے وہ تمہیں گراں قدر فدیہ ادا کر کے اس کو چھڑائے گی۔ میں مدینہ پہنچا تو مجھے ایک انصاری کے حوالے کر دیا گیا صبح و شام جب اس انصاری کے اہل خانہ کھانا کھاتے تو حضور کی وصیت کے پیش نظر مجھے تو وہ روٹی کھلاتے اور خود کھجوروں کے چند دانوں پر اکتفا کرتے جب ان میں سے کسی کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا آجاتا تو وہ اسے پھونک کر اس کی گرد صاف کر کے مجھے پیش کر دیتے۔ مجھے بڑی شرم محسوس ہوتی میں وہ ٹکڑا انہیں دینے پر اصرار کرتا لیکن وہ اس ٹکڑے کو ہرگز نہ لیتے۔ اور بضد ہوتے کہ میں ہی اسے کھاؤں۔ ابو عزیز کفار میں ایک اہم شخصیت تھے۔ نضر بن حارث کے قتل کے بعد مشرکین مکہ کے لشکر کا یہی علمبردار تھا۔ جب حضرت مصعب نے ابو یسر انصاری کو کہا کہ اسے خوب کس کر باندھو تو ابو عزیز نے اپنے بھائی کی بات سن کر اسے کہا۔ یَا اَخِیْ۔ هٰذِهٖ وَصَاتُكَ بِیْ میرے بھائی میرے لئے تم اسے یوں وصیت کر رہے ہو۔ تو حضرت مصعب نے فرمایا۔ اِنَّهٗ اَخِیْ دُوْنَكَ میرا یہ بھائی ہے تم میرے بھائی نہیں ہو۔ سب سے گراں قیمت فدیہ ابو عزیز کی والدہ سے طلب کیا گیا اسے کہا گیا کہ اپنے بیٹے کو آزاد کرانا چاہتی ہو تو چار ہزار درہم ادا کرو اس نے یہ فدیہ ادا کیا اور اس طرح اپنے بیٹے کو آزاد کرایا۔ کچھ عرصہ بعد ابو عزیز مشرف باسلام ہو گیا۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم مظفر و منصور ہو کر ۲۲ رمضان المبارک بروز جمعہ مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے انصار کی بچیوں نے دف بجا بجا کر ان اشعار کے ساتھ حضور کا استقبال کیا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا ... مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا ... مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
اَیُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا ... جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

حضور ثنیۃ الوداع کے مقام سے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ اس فتح مبین نے دشمنان اسلام کے چھکے چھڑا دیئے۔ عبداللہ بن ابی جیسے بدباطن نے بادل نخواستہ ظاہرداری کے لئے اسلام قبول کیا۔ یہودیوں کے دل بھی اس شان و شوکت کو دیکھ کر لرز گئے۔ انہوں نے بھی

اس بات کا اعتراف کیا کہ واقعی یہ وہی نبی ہیں جن کی مدح وثنا تورات میں مذکور ہے۔ (۱)

اسیران جنگ کا مسئلہ

جس طرح آپ پڑھ چکے ہیں کہ میدان بدر میں کفار کے ستر آدمی قتل کئے گئے اور ستر کفار کو جنگی قیدی بنالیا گیا اس جنگ کے بعد سب سے پیچیدہ مسئلہ جو مسلمانوں کے لئے رونما ہوا وہ یہ تھا کہ ان جنگی قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ اس اہم مسئلہ کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور اس میں تمام صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اس مسئلہ کے متعلق وہ اپنی اپنی رائے پیش کریں چنانچہ حضرت صدیق اکبر نے اپنی رائے یوں پیش کی۔

یارسول اللہ! ان سے فدیہ لیا جائے اور ان کو آزاد کر دیا جائے۔ فدیہ سے جو سرمایہ اکٹھا ہوگا وہ مسلمانوں کے لئے تقویت کا باعث ہوگا اور اللہ کی رحمت سے کوئی بعید نہیں کہ ان میں سے کئی لوگ ایمان لے آئیں۔ اور اپنی بہترین صلاحیتوں کے باعث امت کی تقویت کا باعث بنیں۔

ان کے بعد حضرت عمر نے عرض کی۔

بخدا میں اس تجویز کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ میری رائے ابو بکر کی رائے سے سراسر مختلف ہے میری رائے یہ ہے کہ ہر قیدی کو اس کے مسلمان رشتہ دار کے حوالہ کیا جائے اور ہمیں حکم دیا جائے کہ ہم اپنے رشتہ دار کافروں کی گردنیں اڑا دیں کیونکہ یہی لوگ کفر کے پیشوا اور اس کے سردار ہیں۔ آج اگر ان کو تہ تیغ کر دیا جائے گا تو آئندہ یہ اسلام کی ترقی میں مزاحم نہ ہو سکیں گے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اپنی تجویز یوں پیش کی۔

یارسول اللہ! ایک وادی میں کثیر مقدار ایندھن کی جمع کی جائے پھر اسے آگ لگائی جائے پھر آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ان سارے جنگی قیدیوں کو پھینک دیا جائے تاکہ جل کر خاکستر ہو جائیں۔

نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق کی رائے کو پسند فرمایا اور باقی تجاویز کو مسترد کر دیا دوسرے دن حضرت عمر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۹۸

اللہ کا پیارا رسول اور حضور کا مخلص رفیق ابو بکر دونوں رو رہے ہیں۔ حضرت عمر نے عرض کی یارسول اللہ! آپ اور آپ کا دوست کیوں رو رہے ہیں تاکہ اگر میں رو سکوں تو آپ کے ساتھ مل کر میں بھی روؤں اور اگر مجھے رونا نہ آئے تو کم از کم آپ دونوں کا اتباع کرتے ہوئے رونے والی شکل بنالوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَبْكِي لِلَّذِي عَرَضَ عَلَيَّ اَصْحَابُكَ مِنْ اَخْذِهِمُ الْفِدَاءَ

"تیرے دوستوں نے فدیہ لینے کا جو مشورہ دیا تھا میں اس کے لئے رو رہا ہوں۔ اس رائے کے باعث جو عذاب انہیں دیا جانے والا تھا وہ اس درخت سے بھی نزدیک تر میرے سامنے پیش کیا گیا۔"

اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

"نہیں مناسب نبی کے لئے کہ ہوں اس کے پاس جنگی قیدی یہاں تک کہ غلبہ حاصل کرلے زمین میں تم چاہتے ہو دنیا کا سامان اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے (تمہارے لئے) آخرت اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور دانا ہے۔"

(سورۃ انفال: ٦٧)

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔

کہ لوگوں نے اس مسئلہ پر طویل بحث کی ہے کہ ان دو تجویزوں میں سے کون سی تجویز صحیح تھی۔ ایک گروہ نے اس حدیث کی وجہ سے حضرت عمر کی تجویز کو ترجیح دی ہے۔ اور دوسرے گروہ نے حضرت ابو بکر کی رائے کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ آخر الامر اسی فیصلہ کو برقرار رکھا گیا نیز کتاب اللہ میں بھی اس کو حلال کر دیا گیا۔ اور مزید یہ کہ اس میں رحمت کا اظہار ہے اور اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ نیز اپنے دونوں جلیل القدر صحابہ حضرت صدیق اور حضرت فاروق کو جن انبیاء سے تشبیہ دی گئی ہے ان سے بھی حضرت صدیق کی فوقیت عیاں ہو رہی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صدیق کو حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ سے تشبیہ دی ہے اور حضرت عمر کو حضرت نوح اور حضرت موسیٰ سے تشبیہ دی ہے۔ نیز اس تجویز پر عمل کرنے سے اسلام کو خیر عظیم میسر آئی۔ ان قیدیوں میں سے بہت سے قیدی

مشرف باسلام ہوئے ان کی نسلوں میں بڑے بڑے جلیل القدر اشخاص پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے گلشن اسلام کو سدا بہار کر دیا نیز فدیہ کی رقم سے مسلمانوں کو بڑی مالی تقویت پہنچی۔ اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر کی تجویز پر پہلے نبی رحمت نے مہر تصدیق ثبت کی اور آخر کار اللہ تعالیٰ نے بھی اسی تجویز کے مطابق عمل کو برقرار رکھا۔ حضرت صدیق کی نگاہ حقیقت بین کی عظمت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ آپ نے پہلے ہی وہ بات کہی جس پر آخر کار اللہ تعالیٰ کا حکم صادر ہوا۔

نیز آپ نے رحمت کے پہلو کو عقوبت کے پہلو پر ترجیح دی۔

رہا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا گریہ فرمانا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جن لوگوں نے متاع دنیا حاصل کرنے کے لئے فدیہ کی تجویز پیش کی تھی اس کے باعث جس عذاب الٰہی کے وہ مستحق قرار پائے تھے اس عذاب کو ان لوگوں سے دور کرنے کے لئے یہ رحمت کے آنسو بہے اور ان کی خطاپوشی کا سامان ہو گیا۔ کیونکہ فدیہ وصول کرنے کا ارادہ نہ اللہ کے رسول نے کیا تھا اور نہ صدیق اکبر نے اگرچہ بعض لوگوں نے فدیہ وصول کرنے کا قصد کیا تھا۔ جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند تھا۔

بعض لوگوں نے ان آیات سے یہ اخذ کیا ہے کہ ان میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عتاب کیا جا رہا ہے لیکن یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ ان آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔

وَهٰذِهِ الْاٰيَةُ نَزَلَتْ يَوْمَ بَدْرٍ عِتَابًا مِّنَ اللّٰهِ لِاَصْحَابِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَعْنٰى مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لَكُمْ اَنْ تَفْعَلُوْا هٰذَا الْفِعْلَ الَّذِيْ اَوْجَبَ اَنْ يَّكُوْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْرٰى قَبْلَ الْاِثْخَانِ وَلَهُمْ هٰذَا الْاِخْبَارُ بِقَوْلِهٖ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَاْمُرْ بِاسْتِبْقَاۗءِ الرِّجَالِ وَقْتَ الْحَرْبِ وَلَا اَرَادَ قَطُّ عَرَضَ الدُّنْيَا۔ اِنَّمَا فَعَلَهٗ جُمْهُوْرُ مُبَاشِرِي الْحَرْبِ وَالتَّوْبِيْخُ وَالْعِتَابُ اِنَّمَا كَانَ مُتَوَجِّهًا بِسَبَبِ مَنْ اَشَارَ عَلَى النَّبِيِّ بِاَخْذِ الْفِدْيَةِ هٰذَا قَوْلُ اَكْثَرِ الْمُفَسِّرِيْنَ وَهُوَ الَّذِيْ لَا يَصِحُّ غَيْرُهٗ۔

”یہ آیت بدر کے روز نازل ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحابہ پر

عتاب فرمایا جارہا ہے آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے لئے یہ ہرگز مناسب نہ تھا کہ تم کفار کی قوت کو پوری طرح کچل دینے سے پہلے انہیں قیدی بناتے اور ان سے فدیہ وصول کرتے تم اس طرح دنیا کے سامان کا ارادہ رکھتے تھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کفار کو قید کرنے کا حکم دیا اور نہ متاع دنیا کو کبھی لائق اعتنا سمجھا۔ یہ غلطی عام مجاہدین سے سرزد ہوئی۔ پس یہ عتاب انہی لوگوں پر ہے جنہوں نے فدیہ لینے کا مشورہ دیا۔"

علامہ قرطبی آخر میں فرماتے ہیں کہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے۔ اور اس کے بغیر اس آیت کی کوئی توجیہ درست نہیں۔ (۱)

امام بخاری، امام بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بعض انصار نے درخواست کی کہ اگر حضور اجازت دیں تو ہم اپنے بھانجے عباس کو فدیہ لئے بغیر رہا کر دیں۔ حضور نے فرمایا ہم انہیں ایک درہم بھی معاف نہیں کریں گے۔ فدیہ کے لئے کوئی خاص مقدار متعین نہ تھی۔ ہر شخص سے حسب حیثیت فدیہ لیا جاتا تھا۔ کسی سے چار ہزار درہم۔ کسی سے دو ہزار درہم۔ کسی سے صرف ایک ہزار درہم نادار لوگوں سے کچھ بھی نہیں لیا گیا۔ بلاعوض انہیں رہا کر دیا گیا۔ (۲)

اسیران جنگ میں ایک قیدی ابو وداعہ بن ضبیرہ السہمی بھی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کا ایک بڑا زیرک اور مالدار ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اپنے باپ کا فدیہ ادا کرنے کے لئے آیا چاہتا ہے۔ جب قریش نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ مسلمانوں کو اپنے رشتہ داروں کا فدیہ ادا کر کے انہیں رہا کرانے میں جلدی نہیں کریں گے۔ تو اس کے بیٹے نے ان کی تائید کی اور کہا کہ تم فدیہ ادا کرنے میں ہرگز جلدی نہ کرنا۔ انہیں تو یہ کہا اور خود وہاں سے کھسک آیا اور مدینہ جا پہنچا۔ اور چار ہزار درہم فدیہ دے کر اپنے باپ کو آزاد کرا کے اپنے ساتھ لے آیا۔ یہ پہلا قیدی تھا جسے فدیہ لے کر مسلمانوں نے آزاد کیا۔ فتح مکہ کے دن یہ مشرف باسلام ہو گیا۔ (۳)

۱۔ ضیاء القرآن، جلد ۲، صفحہ ۱۶۵، حاشیہ نمبر ۸۷

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۱۰۵

۳۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۱۰۶

ان جنگی قیدیوں میں ابو سفیان کا بیٹا عمرو بھی تھا ابو سفیان کو کہا گیا کہ لوگ اپنے عزیزوں کا فدیہ ادا کر کے انہیں آزاد کرا رہے ہیں تم بھی اپنے بیٹے عمرو کا فدیہ ادا کرو تاکہ اسے رہائی مل جائے۔ کہنے لگا۔ اَيُجْمَعُ عَلَيَّ دَمِي وَمَالِي یعنی حنظلہ کا خون بھی بہا، اب میں انہیں مال بھی بطور فدیہ دوں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ عمرو کو ان کے پاس ہی اسیر رہنے دو۔ وہ اسے اپنے پاس رکھ لیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں جب وہ اس سے تنگ آئیں گے تو خود ہی چھوڑ دیں گے۔

اتفاق یہ ہوا کہ انہیں دنوں سعد بن نعمان الانصاری مع اپنی بیوی کے عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ روانہ ہوئے انہیں یہ وہم بھی نہ تھا کہ کوئی انہیں اسیر بنا لے گا۔ مدینہ طیبہ کے نواح میں نقیع نام کی ایک بستی ہے اپنے ریوڑ سمیت حضرت سعد وہاں قیام پذیر تھے۔ لوگوں نے انہیں بتایا کہ قریش مکہ کسی ایسے شخص سے تعرض نہیں کرتے جو عمرہ یا حج ادا کرنے کے لئے وہاں جاتا ہے۔ جب یہ دونوں مکہ پہنچے تو ابو سفیان نے ان کو اپنا قیدی بنالیا اور اپنے بیٹے عمرو کے بدلے میں اسے محبوس کر لیا۔ جب ان کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف کو پتہ چلا کہ ان کے والد کو ابو سفیان نے اپنا قیدی بنالیا ہے تو انہوں نے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ اطلاع دی اور عرض کی کہ حضور ہمیں عمرو بن ابی سفیان دیں تاکہ اس کے بدلے میں ہم اپنے باپ سعد کو چھڑا سکیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی اس گزارش کو شرف قبول بخشا چنانچہ عمرو کو ابو سفیان کے حوالے کیا گیا جس کے بدلہ میں سعد کو آزاد کرا لیا۔ (۱)

ابو العاص داماد فخر کائنات

اسیران جنگ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا داماد ابو العاص بن ربیع بھی تھا۔ یہ حضور کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا شوہر تھا۔ آپ نے اپنے شوہر ابو العاص اور اس کے بھائی عمرو کا تاوان جنگ ادا کرنے کے لئے اپنا وہ ہار بھیجا جو ان کی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو ان کی رخصتی کے وقت پہنایا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ہار کو دیکھا تو پہچان لیا اسے دیکھ کر حضور پر شدید رقت طاری ہو گئی فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو میری لخت جگر، زینب کے قیدیوں کو آزاد کر دو اور بطور فدیہ یہ جو ہار زینب نے بھیجا ہے وہ بھی واپس کر دو تو بہتر ہو گا صحابہ نے عرض کی آپ کا ارشاد ہمارے سر آنکھوں پر چنانچہ انہوں نے ہار بھی واپس کر دیا اور ان کے قیدیوں کو بلا معاوضہ رہا کر دیا۔

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۱۰۸

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو العاص سے وعدہ لیا کہ وہ حضور کی صاحبزادی کو مدینہ طیبہ روانہ کر دے گا جب وہ چلا گیا تو حضور نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو حکم دیا کہ وہ مکہ جائیں اور بطن یاجج میں رک جائیں۔ جب حضرت زینب ان کے پاس سے گزریں تو ان کو ہمراہ لے کر میرے پاس پہنچادیں۔ اپنے آقا کے فرمان کو بجالانے کے لئے دونوں روانہ ہو گئے ابو العاص جب مکہ پہنچا تو اس نے حضرت زینب کو کہا کہ وہ مدینہ اپنے والد ماجد کے پاس جاسکتی ہیں۔

علامہ ابن ہشام نے اپنی سیرت میں اس واقعہ کا بالتفصیل ذکر کیا ہے اس سے استفادہ کرتے ہوئے اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

ابو العاص بن ربیع، حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہالہ کا بیٹا تھا۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گزارش کی کہ میری یہ خواہش ہے کہ حضور کی بیٹی زینب کا رشتہ میرے بھانجے ابو العاص کو عطا فرمائیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی وفاشعار رفیقہ حیات کی بات ٹالا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ حضور نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے یہ رشتہ دینا منظور کر لیا۔ حضرت خدیجہ، ابو العاص کو اپنے فرزند کی طرح عزیز رکھتی تھیں اللہ تعالیٰ نے جب اپنے اس محبوب بندے کو شرف نبوت سے سرفراز فرمایا تو حضرت خدیجہ اور آپ کی ساری صاحبزادیاں حضور پر ایمان لے آئیں لیکن ابو العاص اپنے آبائی عقیدہ پر قائم رہا حضور نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ یا ام کلثوم کی شادی اپنے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کر دی۔ نبی کریم نے تبلیغ دین شروع کی تو مکہ کے رؤساء جو پہلے حضور پر سو جان سے فدا تھے۔ وہ خون کے پیاسے بن گئے انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ تم لوگوں نے ان کی بچیوں کے رشتے لے کر انہیں اس فکر سے آزاد کر دیا ہے۔ اور اب وہ فارغ ہو کر تمہارے بتوں کی بیخ کنی میں لگ گئے ہیں۔ ان کی بیٹیوں کو طلاق دے کر ان کے گھر میں بٹھا دو جب وہ اپنی جواں بیٹیوں کو اپنے گھر اجڑ کر بیٹھے ہوئے دیکھیں گے تو خود ہی ان کا دماغ درست ہو جائے گا۔ اور ہمارے عقیدہ کے خلاف جو مہم انہوں نے شدت سے شروع کر رکھی ہے وہ ماند پڑ جائے گی۔ چنانچہ ان کا ایک وفد ابو العاص کے پاس گیا اور اسے کہا کہ تم زینب دختر محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو طلاق دے دو۔ اس کے بدلے میں خاندان قریش کی جس دوشیزہ کے رشتہ کا تم مطالبہ کرو گے اس کے ساتھ تمہارا عقد زواج کر دیا جائے گا۔ اس نے دوٹوک جواب دیا کہ میں اپنی رفیقہ حیات کو کسی قیمت پر جدا کرنے کے لئے تیار نہیں اور نہ مجھے اس کے عوض کوئی

دوسرا رشتہ پسند ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے اس جواب پر اس کی تعریف فرمایا کرتے۔ پھر وہ وفد عتبہ بن ابی لہب کے پاس گیا اور یہی پیشکش اس کے سامنے پیش کی۔ عتبہ نے کہا کہ اگر تم مجھے ابان بن سعید بن ابی العاص یا سعید بن عاصم کی لڑکی کا رشتہ دو تو میں اپنی زوجہ دختر محمد (علیہ الصلوۃ والسلام) کو طلاق دینے کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ اس بدبخت نے طلاق دے دی۔ اور اس کا عقد نکاح سعید بن عاصم کی بیٹی سے کر دیا گیا۔

ابھی اس دختر نیک اختر کی رخصتی نہیں ہوئی تھی یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے لخت جگر کو ان کے سنگدل مشرک سسرال کے چنگل سے رہائی کا سامان فرمادیا۔ اس وقت تک یہ حکم نازل نہیں ہوا تھا کہ مومن کی بچی کا نکاح مشرک سے نہیں ہوسکتا۔ یہ حکم ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوا۔ اس واقعہ کے چند سال بعد حضور نے ہجرت فرمائی۔ ۲ ہجری میں واقعہ بدر رونما ہوا۔ جس میں یہ ابوالعاص جنگی قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہو کر مدینہ طیبہ آیا۔

حضرت زینب فرماتی ہیں کہ جب مکہ سے روانہ ہونے کی تیاری کر رہی تھی تو ہند بنت عتبہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی اے میرے چچا کی بیٹی۔ اگر تجھے زاد سفر کے طور پر کسی چیز کی ضرورت ہو یا اثنائے سفر کوئی رقم درکار ہو تو ذرا نہ شرماؤ۔ مجھے چپکے سے بتادو میں تمہارے حکم کی تعمیل کروں گی آپ کہتی ہیں کہ اس کی پیشکش سچی تھی۔ وہ اس سے مجھ کو دھوکا نہیں دینا چاہتی تھی۔ لیکن میں نے اس کے سامنے اس راز کو فاش کرنا مناسب نہ سمجھا اور بات کو ٹال دیا۔

جب آپ نے تیاری مکمل کر لی تو ان کے خاوند کا بھائی کنانہ بن ربیع سواری کے لئے ایک اونٹ لے آیا۔ اس پر آپ سوار ہوگئیں کنانہ نے اپنی کمان اور ترکش حمائل کیا اور دن کے اجالے میں انہیں لے کر مکہ سے روانہ ہوگیا۔ قریش کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں چند جوان آپ کے تعاقب میں نکلے۔ ذی طویٰ کے مقام پر انہوں نے آپ کو آلیا۔ ہبار بن اسود بن مطلب، سب سے پیش پیش تھا۔ جس ہودج میں آپ بیٹھی تھیں اس کے قریب پہنچ کر اپنا نیزہ لہرا لہرا کر آپ کو خوفزدہ کرنا شروع کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ امید سے تھیں خوف وفزع کی وجہ سے وہ ضائع ہوگیا۔ آپ کے خاوند کے بھائی کنانہ نے جب یہ دیکھا تو اس نے اپنا اونٹ بٹھادیا اپنی ترکش کے تیر نکال کر سامنے رکھ دیئے اور انہیں للکار کر کہا۔ بخدا جو شخص تم میں سے میرے قریب آنے کی جسارت کرے گا میں اپنا تیر اس کے سینے میں پیوست کر دوں گا۔ سب پر سکتہ طاری ہوگیا اور وہ پیچھے ہٹ گئے۔

اتنے میں ابوسفیان مکہ کے معززین کو ہمراہ لے کر وہاں پہنچ گیا اس نے کنانہ کو کہا بس۔

بس اب تیرنہ چلانا۔ جب تک ہم تمہارے ساتھ گفتگو نہ کرلیں وہ رک گیا۔ ابوسفیان آگے بڑھ کر اس کے قریب آگیا اور اسے کہنے لگا کہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ دن کے اجالے میں لوگوں کے سامنے اعلانیہ اس خاتون کو لے کر تم چل پڑے ہو۔ حالانکہ آج جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں تم اس سے بے خبر نہیں ان حالات میں اگر تم اعلانیہ ان کی بیٹی کو لے جاؤ گے۔ تو جو لوگ یہ بات سنیں گے وہ یہی کہیں گے کہ اب ہم بالکل عاجز اور ناکارہ ہوگئے ہیں اور یہ بات ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا باعث بنے گی مجھے اپنی زندگی کی قسم! ہمیں ان کو یہاں روکنے سے کوئی دلچسپی نہیں اور نہ اس طرح ہماری آتش انتقام سرد ہوسکتی ہے۔ تم سردست انہیں لے کر واپس چلے جاؤ چند روز تک یہ ہنگامہ ختم ہوجائے گا لوگ اس واقعہ کو بھول جائیں گے اس وقت کسی رات کو اندھیرے میں انہیں لے کر چلے جانا۔ لوگ یہ دیکھ کر مطمئن ہوجائیں گے کہ ہم نے انہیں لوٹا دیا۔ کنانہ نے یہ تجویز مان لی۔ اور حضرت زینب کو لے کر گھر واپس آ گیا چند روز گزرنے کے بعد جب چہ میگوئیاں ختم ہوگئیں اور ماحول پر سکون ہوگیا تو کنانہ رات کی تاریکی میں خاموشی سے ان کو ہمراہ لے کر روانہ ہوگیا وادی یاجج میں حضرت زید بن حارثہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ چشم براہ تھے وہاں پہنچ کر حضرت زینب کو ان کے حوالے کر دیا حضرت زید انہیں ہمراہ لے کر وہاں سے روانہ ہوئے اور انہیں بخیر وعافیت مدینہ طیبہ میں حضور کی خدمت میں پہنچا دیا۔ آپ کے دوسرے ساتھی کا نام ابن ہشام نے ابوخیثمہ بتایا ہے۔ جو انصار کے قبیلہ بنو سالم بن عوف کے ایک فرد تھے۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ روانہ کیا جس میں میں بھی شریک تھا۔ ہمیں رخصت کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔

اگر ھبار بن اسود تمہارے قابو میں آجائے تو اسے اور اس کے دوسرے ساتھی کو جنہوں نے میری بیٹی کو اذیت پہنچائی آگ کا الاؤ جلا کر انہیں اس میں پھینک دینا تاکہ وہ جل بھن کر راکھ ہوجائیں۔

لیکن دوسری صبح حضور نے ارشاد فرمایا۔

کل میں نے تمہیں ان دونوں کو نذر آتش کردینے کا حکم دیا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کسی کو آگ میں جلا کر عذاب دینا صرف اللہ عزوجل کو سزاوار ہے اگر تم ان دونوں قیدیوں پر قابو پاؤ تو ان کو قتل کردو۔

ابو العاص کا ایمان

آخر کار اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ابو العاص کفر و شرک کی عفونتوں سے گھبرا کر اور دل برداشتہ ہو کر حلقہ سرفروشان اسلام میں داخل ہو گیا اس کی تفصیل بھی سیرت ابن ہشام سے ماخوذ ہے۔ (۱)

اس واقعہ کے بعد ابو العاص مکہ میں مقیم رہا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظل عاطفت میں سکونت پذیر رہیں۔ ابو العاص بڑا متمول، دانشمند، دیانتدار تاجر تھا اس کی شہرت سارے علاقہ میں بہت اچھی تھی فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے اس نے ایک تجارتی کاروان لے کر ملک شام جانے کی تیاری شروع کر دی لوگوں کو پتہ چلا تو اس کی اچھی شہرت اور کاروبار میں اس کی مہارت کی وجہ سے انہوں نے اس قافلہ میں اپنا سرمایہ لگا دیا جب وہ شام میں خرید و فروخت سے فارغ ہوا تو مکہ کی طرف واپسی کا سفر شروع کیا۔ راستہ میں ایک مسلمان لشکر سے اس کی مڈبھیڑ ہو گئی مسلمانوں نے اس کا مال و اسباب تو اس سے چھین لیا لیکن ابو العاص جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا جب لشکر اسلام اس کا سارا مال و متاع لے کر مدینہ طیبہ پہنچا تو رات کی تاریکی میں وہ بھی وہاں آ گیا اور حضرت زینب سے پناہ کا خواستگار ہوا آپ نے اسے اپنی پناہ میں لے لیا وہ اس لئے آیا تھا کہ حضور کی خدمت میں اپنے مال کی واپسی کی درخواست کرے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں تشریف لائے اور تکبیر تحریمہ کہی اور سب مقتدیوں نے بھی تکبیر تحریمہ کہہ کر اپنے ہاتھ باندھ لئے تو اس وقت صفۃ النساء سے حضرت زینب کی آواز بلند ہوئی۔

اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ قَدْ اَجَرْتُ اَبَا الْعَاصِ

"اے لوگو! سن لو میں نے ابو العاص کو پناہ دے دی ہے۔"

حضور نے جب سلام پھیرا تو لوگوں سے پوچھا کیا تم نے وہ آواز سنی جو میں نے سنی ہے۔ انہوں نے عرض کی یہ آواز ہم نے بھی سنی ہے۔ حضور نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں، میں محمد کی جان ہے۔ مجھے اس واقعہ کے بارے میں کوئی علم نہیں میں نے بھی یہ بات اب سنی ہے جیسے تم نے سنی فرمایا۔

اِنَّهٗ يُجِيْرُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَدْنَاهُمْ

"کہ مسلمانوں سے ایک ادنیٰ درجے کا آدمی بھی کسی کو مسلمانوں سے پناہ

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۳۰۲

دے سکتا ہے۔" یعنی اگر میری بیٹی نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے تو اس پناہ کا احترام سب پر لازم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم وہاں سے اٹھ کر اپنی صاحبزادی کے ہاں تشریف لے آئے اور حضرت زینب کو فرمایا۔

أَیْ بُنَیَّةُ أَكْرِمِیْ مَثْوَاهُ وَلَا یَخْلُصَنَّ إِلَیْكِ فَإِنَّكِ لَا تَحِلِّیْنَ لَهٗ

"اے میری بچی! ابوالعاص کی عزت و تکریم کرنا لیکن خیال رہے وہ تمہارے نزدیک نہ آئے کیونکہ تم اس کے لئے حلال نہیں ہو۔"

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سریہ میں جو مجاہدین شریک تھے ان کو بلا بھیجا جب وہ حاضر ہوئے تو انہیں فرمایا ابوالعاص کا ہمارے ساتھ جو رشتہ ہے اس کا تمہیں علم ہے اس کے مال پر تم نے قبضہ کر لیا ہے اگر تم احسان کرتے ہوئے اس کا مال اس کو لوٹا دو تو مجھے بڑی خوشی ہوگی مجھے تمہارا یہ عمل بہت پسند ہوگا اور اگر تم اس کے لئے آمادہ نہ ہو۔ تو یہ مال فئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بطور غنیمت بخشا ہے تم اس کے زیادہ حقدار ہو۔

اس سلسلہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو بات پسند تھی اس کا ذکر فرما دیا۔ لیکن ایسا کرنے پر انہیں مجبور نہیں کیا انہیں صاف صاف بتا دیا کہ یہ اموال غنیمت ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخشے ہیں وہ تمہارے لئے حلال طیب ہیں اگر تم انہیں خود لینا چاہو تو تم پر کوئی پابندی نہیں۔ لیکن جن جان نثاروں نے اپنا سب کچھ اپنے محبوب آقا کی رضاجوئی کے لئے قربان کر دیا تھا ان کے نزدیک ان اموال غنیمت کی کیا حقیقت تھی سب نے عرض کی۔ یارسول اللہ! ہم بصد مسرت یہ اموال ابوالعاص کو لوٹانے کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ انہوں نے جو جو چیزیں ابوالعاص کے قافلہ سے چھینی تھیں وہ لوٹا دیں۔ جس جس کے پاس جو چیز تھی۔ وہ لاکر ڈھیر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جس کے پاس پرانا ڈول تھا وہ لے آیا جس کے پاس ڈول کی بوسیدہ رسی تھی وہ لے آیا جس کے پاس ٹوٹا ہوا لوٹا تھا وہ بھی پیش کر دیا جس کے پاس مشکیزہ کا منہ بند کرنے کا لکڑی کا ڈاٹ تھا وہ بھی لے کر حاضر خدمت ہو گیا۔ الغرض ابوالعاص کی چھوٹی بڑی تمام چیزیں اس کو لوٹا دیں۔

ابوالعاص ان تمام اموال کو لے کر مکہ واپس آیا اور ہر چیز گن گن کر ان کے مالکوں کے حوالے کر دی اس کے قافلہ میں جتنا سرمایہ کسی نے لگایا تھا اصل زر بمع نفع ان حصہ داروں کو پہنچا دیا اس کے بعد اس نے اعلان کیا۔

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ هَلْ بَقِيَ لِاَحَدٍ مِنْكُمْ عِنْدِيْ مَالٌ لَمْ يَاْخُذْهُ؟

"اے گروہ قریش! کیا کسی کا کوئی مال میرے پاس رہ گیا ہے جو اس نے نہ لیا ہو۔"

سب نے کہا نہیں، خدا تجھے جزائے خیر دے۔ بیشک ہم نے تجھے حقوق کو بحسن و خوبی ادا کرنے والا اور کریم النفس پایا ہے جب سب قریش نے اس کی دیانت اور امانت پر مہر تصدیق ثبت کر دی تو بھرے مجمع میں ابو العاص نے کھڑے ہو کر یہ اعلان کر دیا۔

فَاَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

"لو سنو! اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی خدا نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ"

میں نے اب تک اپنے ایمان کا اعلان اس لئے نہیں کیا تھا کہ تم یہ گمان نہ کرو کہ میں نے تمہارا مال ہڑپ کرنے کے لئے یہ سوانگ رچایا ہے۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے مجھے اس ذمہ داری کو ادا کرنے سے سرخرو کیا ہے۔ اب میں اعلان کرتا ہوں کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔

ابن ہشام ابو عبیدہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو العاص جب مشرکین کے اموال کے ساتھ یہاں پہنچا تو اسے کسی نے مشورہ دیا کہ اپنے اسلام کا اعلان کر دو مشرکین کے سارے اموال تجھے مل جائیں گے۔ ابو العاص نے حضرت ناصح کو بڑا پیارا اور ایمان افروز جواب دے کر خاموش کر دیا۔ آپ نے کہا۔

بِئْسَمَا اَبْدَاُ بِهٖ اِسْلَامِيْ اَنْ اَخُوْنَ اَمَانَتِيْ۔

"اگر میں امانت میں خیانت کا ارتکاب کر کے اپنے اسلام کا آغاز کروں تو یہ آغاز بہت برا ہو گا۔" (۱)

اسیران جنگ کا فدیہ

اہل مدینہ کی غالب اکثریت نوشت و خواند سے بے بہرہ تھی گنتی کے صرف چند آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان اسیران جنگ میں سے جو لوگ مفلس اور کنگال تھے۔ اور فدیہ کی رقم ادا کرنے سے قاصر تھے۔ علم پرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا۔ کہ جو شخص دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے گا اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ جب کوئی قیدی مدینہ کے دس بچوں کو لکھنے

ا۔ ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۳۰۲۔ ۳۰۴

پڑھنے میں مشاق بنادیتا اسے فدیہ لئے بغیر آزاد کر دیا جاتا۔
حضرت عباس کو کہا گیا کہ آپ بھی آزاد ہونا چاہتے ہیں تو چار سودر ہم فدیہ ادا کیجئے اور آزاد ہو جائیے حضرت عباس نے کہا کہ میرے پاس اتنا مال نہیں کہ میں اس قدر فدیہ ادا کر سکوں۔
حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چچا جان وہ مال کدھر گیا جو آپ نے میری چچی ام الفضل کے ساتھ مل کر زمین میں دفن کر دیا تھا۔ اور میری چچی کو کہا تھا کہ اگر میں میدان جنگ میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بچوں۔ فضل۔ عبداللہ۔ اور قثم کے حوالے کر دینا۔ حضور کا یہ ارشاد سن کر عباس کی آنکھیں کھل گئیں وہ کہنے لگے آج میں نے جان لیا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں کیونکہ اس بات کا علم بجز میرے اور ام الفضل کے اور کسی کو نہ تھا۔ اگر آپ اس واقعہ کو جانتے ہیں تو واقعی اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ (۱)
ابن اسحاق کہتے ہیں کہ سب سے مہنگا فدیہ حضرت عباس سے لیا گیا انہوں نے سو اوقیہ سونا بطور فدیہ ادا کیا روز بدر جب نوفل کو قید کیا گیا تو نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اسے فرمایا۔

کہ جدہ میں تمہارے جو نیزے رکھے ہیں وہ فدیہ کے طور پر دو ہم تمہیں آزاد کر دیں گے نوفل یہ سن کر ہکا بکا ہو گیا کہنے لگا اس بات کا علم میرے بغیر کسی کو نہ تھا۔ اگر آپ کو اس راز کا علم ہے تو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ جدہ میں ان کے ایک ہزار نیزے تھے وہ سب انہوں نے بطور فدیہ دے دیئے۔ (۲)

جو لوگ فدیہ کی رقم ادا کرنے سے عاجز تھے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فدیہ لئے بغیر آزاد کر دیا ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔
۱۔ ابو العاص بن الربیع۔ حضرت زینب نے ان کے فدیہ کے لئے اپنا سنہری ہار بھیجا تھا جو انہیں واپس کر دیا گیا اور ابو العاص کو رہا کر دیا گیا۔ ان کا تعلق بنی عبد شمس سے تھا۔
۲۔ بنو مخزوم سے المطلب بن حنطب۔ اسے بھی بغیر فدیہ لئے آزاد کر دیا۔
۳۔ صیفی بن ابی رفاعہ ۴۔ ابو عزہ ۵۔ عمرو بن عبداللہ۔ یہ مفلس تھا۔ اور بہت سی بچیوں کا باپ تھا اس نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ! آپ جانتے ہیں کہ میرے

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۱۰۵
۲۔ ایضاً

پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں میں محتاج بھی ہوں اور عیالدار بھی ہوں مجھ پر احسان فرمایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آزاد فرمادیا۔ اور اس سے صرف یہ وعدہ لیا کہ وہ اسلام کے دشمنوں کی امداد نہیں کرے گا۔ اس نے حضور کی توصیف میں ایک قصیدہ لکھا جس کے دو شعر آپ بھی پڑھئے اور لطف اٹھایئے۔

مَنْ مُبْلِغٌ عَنِّی الرَّسُوْلَ مُحَمَّدًا ۔ بِاَنَّکَ حَقٌّ وَالْمَلِیْکُ حَمِیْدٗ
وَاَنْتَ امْرُءٌ تَدْعُوْ اِلَی الْحَقِّ وَالْھُدٰی ۔ عَلَیْکَ مِنَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ شَهِیْدٗ

"کون ہے جو میری طرف سے اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ کو یہ پیغام پہنچائے کہ آپ برحق ہیں اور آپ کا مالک ساری تعریفوں سے موصوف ہے۔
آپ وہ شخص ہیں جو حق اور ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس بات پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے جو بہت بڑا ہے۔"

شہداء بدر کے اسماء گرامی

اسلام کے جان باز مجاہدین میں سے کتنے خوش نصیبوں کو خلعت شہادت سے سرفراز فرمایا گیا ان کے بارے میں ابن اسحاق کا قول یہ ہے۔ کہ ان کی تعداد گیارہ تھی لیکن موسیٰ بن عقبہ کی تحقیق یہ ہے کہ ان کی تعداد چودہ تھی ان میں سے چھ مہاجرین تھے اور آٹھ انصاری۔ جمہور علماء مغازی اور سیر اور محدثین نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ ان خوش بختوں کے اسماء گرامی بطور تبرک درج ذیل ہیں۔

۱۔ عبیدہ بن الحارث = یہ حضور علیہ السلام کے چچا حارث کے فرزند تھے۔
۲۔ عمیر بن ابی وقاص = یہ حضرت سعد فاتح ایران کے بھائی تھے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر سولہ سترہ سال تھی۔
۳۔ عمیر بن حمام۔
۴۔ سعد بن خیثمہ۔
۵۔ ذوالشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ خزاعی
۶۔ مبشر بن عبدالمنذر
۷۔ عاقل بن بکیر اللیثی
۸۔ مہجع، حضرت فاروق اعظم کا آزاد کردہ حبشی غلام۔

حاکم نے واثلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " خَیْرُ السُّوْدَانِ لُقْمَانُ وَبِلَالٌ وَمَهْجَعٌ " کہ سیاہ فاموں میں یہ تین آدمی سب سے بہتر ہیں۔
لقمان - بلال - اور مہجع

۹۔ صفوان بن بیضاء الفہری۔
۱۰۔ یزید بن حارث خزرجی
۱۱۔ رافع بن معلّٰی
۱۲۔ حارث بن سراقہ
۱۳۔ عوف بن عفراء
۱۴۔ معوذ بن عفراء

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمْ وَجَزَاهُمُ اللہُ عَنَّا وَعَنِ الْاِسْلَامِ خَیْرَ الْجَزَاءِ۔

اموال غنیمت کی تقسیم

اسلام سے پہلے اہل عرب کسی قانون اور ضابطہ کے پابند نہ تھے ان کی زندگی کی ساری سرگرمیاں، ان کے لاابالی مزاجوں سے وابستہ تھیں صلح و جنگ کے رسم و رواج میں عدل و انصاف کے علاوہ قوت اور دھاندلی کا دور دورہ تھا۔ اسلام نے یکلخت ان کی اس بے راہروی کو قانون کا پابند نہیں کر دیا بلکہ آہستہ آہستہ حسب ضرورت احکام نافذ کئے اس طرح وہ قوم جو ابھی چند سال پہلے انانیت اور سرکشی میں ضرب المثل تھی نظم و ضبط کی علمبردار بن گئی۔

بدر کی جنگ کفر و اسلام کی پہلی جنگ تھی۔ نئے مسائل جن سے مسلمان پہلے آشنا نہ تھے ان کا وقوع پذیر ہونا ایک قدرتی بات تھی جب نصرت ربانی سے مٹھی بھر نہتے مسلمانوں نے کفار کی عظمت و نخوت کو خاک میں ملا دیا اور ان کا لشکر جرار اپنے ستر سورماؤں کے لاشے اور ستر اسیر اور بہت سا سامان میدان میں چھوڑ کر بھاگا تو کچھ مسلمان دور تک ان کے تعاقب میں چلے گئے اور بعض مسلمانوں نے آگے بڑھ کر اس سامان پر قبضہ کر لیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ اسے تقسیم کیسے کیا جائے کیا عرب کے پرانے رسم و رواج کے مطابق جو چیز جس کے ہاتھ لگے وہ لے کر چلتا بنے اور دوسرے منہ تکتے رہ جائیں یا اسلام اس کے متعلق بھی کوئی واضح ہدایت دے کر ہمیشہ کے لئے اس گڑبڑ کو ختم کر دینا چاہتا ہے۔

قرآن حکیم نے قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فرما کر اس ساری آوارگی کو ہی ختم کر دیا کہ میدان جنگ میں ہاتھ آنے والا سازو سامان افراد کی ملکیت ہی نہیں تاکہ اس کی بنائی میں ایک دوسرے سے جھگڑا شروع کریں بلکہ اس کا مالک تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مقبول ہے۔ اس لئے اللہ کا رسول اپنے مالک کے حکم سے جس طرح چاہے تقسیم فرمادے کسی کو اعتراض کا حق ہی نہیں۔

حضرت ابوامامہ الباہلی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا یہ آیت انفال کب نازل ہوئی۔

فَقَالَ عُبَادَةُ فِيْنَا مَعْشَرَ اَصْحَابِ بَدْرٍ نَزَلَتْ حِيْنَ اخْتَلَفْنَا فِي النَّفْلِ وَسَاءَتْ فِيْهِ اَخْلَاقُنَا فَنَزَعَهُ اللّٰهُ مِنْ اَيْدِيْنَا وَجَعَلَهُ اِلَى الرَّسُوْلِ فَقَسَمَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَوَاءٍ يَقُوْلُ عَلَى السَّوَاءِ (قرطبی)

"حضرت عبادہ نے فرمایا کہ یہ ہم بدریوں کے حق میں نازل ہوئی جب ہم نے مال غنیمت کے بارے میں جھگڑا شروع کیا اور اس میں ہمارے اخلاق میں خرابی پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے اختیار سے نکال کر اپنے رسول کے حوالے کر دیا اور حضور نے اسے برابر طور پر سب میں تقسیم فرمایا۔"

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ واپس آتے ہوئے جب مضیق الصفراء سے گزر کر اس ٹیلا کے پاس پہنچے جو مضیق اور نازیہ کے درمیان تھا تو وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجاہدین کے درمیان اموال غنیمت کو تقسیم فرمایا اور تمام مجاہدین کو برابر حصہ دیا۔ (۱)

البتہ علماء سیرت کا اس امر میں اختلاف ہے کہ کیا ان اموال سے خمس نکالا گیا یا نہیں۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ اس وقت تک وہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی جس میں خمس نکالنے کا حکم ہے۔ اس لئے خمس نکالے بغیر یہ اموال غنیمت تمام مجاہدین میں مساوی طور پر تقسیم کر دیئے گئے لیکن علامہ ابن کثیر وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ ان اموال سے پہلے خمس نکالا گیا پھر بقیہ اموال کو برابر تقسیم کیا گیا۔ شیخ محمد ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے وہ لکھتے ہیں۔

وَنَحْنُ نَمِيْلُ اِلٰى مَا اخْتَارَهُ الْحَافِظُ ابْنُ كَثِيْرٍ

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۷۲

"یعنی میں اس قول کو ترجیح دیتا ہوں جو حافظ ابن کثیر نے پسند کیا ہے۔" (۱)

مال غنیمت میں سے صرف ان مجاہدین کو ہی حصہ نہیں دیا گیا جنھوں نے عملی طور پر جنگ میں شمولیت کی تھی بلکہ ان حضرات کو بھی حصہ دیا گیا جن کو کسی اہم فریضہ کے انجام دینے کے لئے کسی دوسری جگہ متعین فرمایا تھا مدینہ طیبہ سے روانہ ہونے سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعید بن زید کو ابو سفیان کے قافلہ اور قریش مکہ کی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کے لئے روانہ کیا وہ تعمیل ارشاد کے بعد مدینہ طیبہ پہنچے تو حضور اس وقت بدر کے لئے تشریف لے جا چکے تھے۔ یہ دونوں حضور کے پیچھے روانہ ہو گئے ان کی ملاقات اس وقت ہوئی جب حضور بدر میں فتح مبین حاصل کرنے کے بعد واپس تشریف لا رہے تھے ان دو صاحبان نے اگرچہ جنگ میں عملی طور پر شرکت نہیں کی تھی لیکن انہیں بھی مال غنیمت سے حصہ دیا گیا۔

اسی طرح بسبس بن عمرو اور عدی بن الزغباء جو بنی جہم قبیلہ کے فرد تھے ان کو بھی دشمن کی نقل و حرکت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ان کو بھی مال غنیمت سے حصہ دیا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی مال غنیمت سے حصہ دیا گیا۔ کیونکہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں حضور کی صاحبزادی رقیہ کی تیمارداری کے سلسلہ میں بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔

مدینہ طیبہ سے روانہ ہونے سے پہلے حضرت ابو لبابہ بن عبد المنذر کو آپ نے وہاں کا قائم مقام والی مقرر کیا انہیں بھی مال غنیمت سے حصہ دیا گیا۔ قباور العالیہ کے علاقہ کے انتظام کے لئے حضرت عاصم بن عدی کو مقرر فرمایا انہیں بھی مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ الروحاء کے مقام پر خوات بن جبیر کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی اور انہیں واپس بھیج دیا گیا۔ اسی طرح حضرت حارث بن صمہ کو بھی چوٹ لگی انہیں بھی علاج کے لئے واپس بھیجا ان دونوں کو بھی مال غنیمت سے حصہ ملا۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے جنگ میں عملی طور پر شرکت نہیں کی لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی تعمیل میں مصروف تھے اس لئے نہ صرف انہیں مال غنیمت میں سے مجاہدین کے برابر حصہ دیا گیا بلکہ ان سب کو جہاد کے اجر و ثواب کی بھی بشارت دی گئی۔ (۲)

۱۔ خاتم النبیین، جلد ۲، صفحہ ۶۵۲

۲۔ انساب الاشراف، جلد ۱، صفحہ ۲۸۸۔ ۲۸۹

اس فتح مبین کے اثرات

جزیرہ عرب کے باشندوں کی اکثریت بتوں کی خدائی پر صمیم قلب سے یقین رکھتی تھی۔ انہیں بار بار قرآنی آیات سنائی گئیں حضور نے انہیں بڑے حقیقت افروز معجزات بھی دکھائے لیکن ان لوگوں کو ذرا اثر نہ ہوا۔ وہ اپنے غلط اندیش آباؤ اجداد سے یوں چمٹے ہوئے تھے کہ ان سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی تھی کہ وہ ان لغو عقائد کو نظر انداز کر کے ان عقائد حقہ کو تسلیم کر لیں گے۔ جن کی حقانیت اور صداقت کے بارے میں کسی عقل سلیم کو ذرا انکار نہیں۔ اس معرکہ حق و باطل میں باطل کی شکست فاش نے ان تمام حجابات کو تار تار کر دیا جو حقیقت کے روئے زیبا کو چھپائے ہوئے تھے۔ بتوں پر ان کا یقین متزلزل ہو گیا کہ اگر ہمارے یہ معبود اپنے نعرے لگانے والوں اور قدیمی پرستاروں کو تعداد کی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی کے باوجود ان مٹھی بھر نہتے مسلمانوں کی دستبرد سے نہیں بچا سکے ان مصطفوی درویشوں نے ان کے ستر سرداروں کو تہ تیغ کر دیا اور ان کے بت ان کی مدد کو نہ آئے۔ ان کے ستر رئیسوں کو جنگی قیدی بننے کی ذلت برداشت کرنا پڑی لیکن ان بتوں نے ان کی کسی زنجیر کو نہیں توڑا اب انہوں نے سنجیدگی سے ان بتوں کے بارے میں سوچنے کی ضرورت محسوس کی۔ دعوت محمدیہ کی حقیقت آشکارا ہوئی پہلے تو وہ لوگ اس کو در خور اعتناہی نہیں سمجھتے تھے لیکن اب انہیں یہ تسلیم کرنا پڑا کہ جس دعوت نے ان غریب الوطن درویشوں کو ناقابل تسخیر بنادیا وہ اتنی معمولی چیز نہیں ہے کہ اس پر غور و خوض کرنے کی زحمت بھی یہ لوگ گوارا نہ کریں۔ مسلمانوں کی اس میدان کارزار میں اس فتح سے اللہ کا کلمہ بلند ہوا اور کفر کا جھنڈا سرنگوں ہوا۔ اور یہ بہت اہم نتیجہ تھا جو اس جنگ سے رونما ہوا۔

دوسرا نتیجہ جو اس جنگ سے آشکارا ہوا وہ یہ تھا کہ پہلے کفار مسلمانوں کو ضعیف و نزار، بیکس و بے نوا، بے آسرا و بے سہارا سمجھتے تھے اور انہیں غلط فہمی تھی کہ ان کو جب چاہیں گے رگیدتے ہوئے چلے جائیں گے لیکن اس جنگ میں جب انہوں نے ان درویشوں کی ضربت حیدری اور ان کے نعرہ قلندرانہ کی گرج کا تجربہ کیا۔ تو مسلمانوں کے بارے میں ان کا پہلا تصور سراسر کافور ہو گیا۔ اب انہوں نے ان سے ٹکرا کر دیکھ لیا تھا کہ یہ ریت کے ٹیلے نہیں بلکہ سنگ خارا کی چٹانیں ہیں اور فولاد کے پہاڑ ہیں ان کا مقابلہ کرنا اور ان کو شکست دینا آسان بات نہیں۔ مسلمانوں نے جانبازی کے جو جوہر دکھائے تھے۔ شجاعت و بہادری کے جن کارہائے نمایاں کا انہوں نے مظاہرہ کیا اس سے ان کا رعب اور دھاک کفار کے دلوں پر بیٹھ

گئی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

"اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے کمزور اور بے بس سمجھے جاتے تھے ملک میں (اس وقت) ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں اچک نہ لے جائیں لوگ۔ پھر اللہ نے پناہ دی تمہیں اور طاقت بخشی تمہیں اپنی نصرت سے اور عطا کیں تمہیں پاکیزہ چیزیں تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔" (سورۃ الانفال: ۲۶)

سکان مدینہ پر اسلام کی اس فتح مبین کا اثر

اوس وخزرج کی اکثریت نے دل وجان سے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان میں سے بہت قلیل تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو اپنے مشرکانہ عقائد پر اڑے رہے۔ ان کے برعکس یہودی قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ، اور یہود بنو حارثہ ان میں سے گنتی کے چند ایسے خوش بخت تھے۔ جو اپنی قومی عصبیت کے آہنی خول کو توڑ کر نکلنے میں کامیاب ہوئے اور امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا لیکن ان کی اکثریت اپنے عقیدہ۔ یہودیت پر قائم رہی اور اسلام کی اس فتح مبین کے بعد ان کی قومی عصبیت نے شدت اختیار کر لی۔ اور ان کی آتش غضب کو بھڑکا دیا اور پہلے سے بھی زیادہ انہوں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت شروع کر دی۔ انہوں نے اوس وخزرج کے مشرک افراد سے یارانہ گانٹھا اور ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو مدینہ طیبہ سے نکال باہر کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔

ان کی مذہبی کتابوں میں سرکار دوعالم کی بعثت کے بارے میں بکثرت پیشگوئیاں موجود تھیں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علامات اور خصائل حمیدہ کا مفصل تذکرہ تھا۔ جو انہوں نے بار بار پڑھا تھا وہ اس یمن وبرکت والے نبی کی آمد کے لئے چشم براہ تھے اور اس کے نام کے وسیلہ سے دشمنوں کے مقابلہ میں فتح یاب ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ لیکن ان کی آرزو یہ تھی کہ یہ عظیم الشان نبی اولاد اسحاق علیہ السلام سے ہو لیکن جب مشیت الٰہی نے یہ شرف اولاد اسماعیل کو دینے کا فیصلہ فرمایا اور حضور تشریف لائے جن میں آنے والے نبی کی جملہ صفات موجود تھیں تو بجائے اس کے کہ وہ اپنی خواہش کو اللہ تعالیٰ کے

فیصلہ پر قربان کر دیتے اور نبی کریم پر صدق دل سے ایمان لے آتے انہوں نے ہٹ دھرمی کی انتہا کر دی اور حضور کی ذات ستودہ صفات میں ان تمام علامات کو دیکھ لینے کے بعد بھی انہوں نے حضور پر ایمان لانے سے انکار کر دیا اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ حضور، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل پاک سے تھے۔

بدر میں اسلام کی فتح مبین کے باوجود انہیں حق قبول کرنے کی توفیق نہ ہوئی الٹا وہ مارے حسد کے انگاروں پر لوٹنے لگے۔ حضرت صفیہ جو ایک یہودی سردار حُیّ بن اخطب کی صاحبزادی تھیں ان کا واقعہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ جب حضور قبا میں رونق افروز ہوئے تو حضرت صفیہ کا والد حُیّ اور ان کا چچا ابو یاسر بن اخطب ایک روز صبح سویرے حضور کی ملاقات کے لئے قبا گئے۔ دن بھر وہاں گزارنے کے بعد شام کو گھر واپس آئے میں نے انہیں حسب سابق خوش آمدید کہا۔ اور میں ان کی طرف لپکی لیکن انہوں نے میری پروا ہی نہ کی افسردہ اور درماندہ حالت میں مشکل سے قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھ گئے میں نے سنا کہ میرا چچا ابو یاسر میرے باپ حُیّ سے پوچھ رہا تھا کہ کیا یہ وہی ہیں جن کا ذکر تورات میں بار بار آیا ہے اس نے کہا بخدا وہی ہیں۔ پھر پوچھا کیا تم نے ان کو پہچان لیا ہے حُیّ نے کہا بیشک! ابو یاسر نے پوچھا اب کیا ارادہ ہے حُیّ نے کہا۔ عَدَاوَتُهُ وَاللهِ مَابَقِيْتُ خدا کی قسم! زندگی کے آخری سانس تک ان کی عداوت میں سرگرم رہوں گا۔ اور اس شقی ازلی نے آخری دم تک اسلام کو زک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔

عبداللہ بن ابی جو قبیلہ خزرج کا فرد تھا۔ اور اس گروہ کا سربراہ تھا جو اوس و خزرج، اپنے مشرکانہ عقائد پر پختہ تھے۔ اس نے اس فتح کے بعد منافقت کا نقاب اپنے چہرے پر ڈال لیا تھا اسی نے یہودی قبیلہ بنی نضیر کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنے کی سازش شروع کی اس نے بنی نضیر کو کہلا بھیجا کہ اپنے محلات اور حویلیوں کو مت چھوڑنا ڈٹے رہنا۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں اگر تمہیں یہاں سے نکالا گیا تو ہم بھی مدینہ خالی کر دیں گے اور تمہارے ساتھ روانہ ہو جائیں گے اگر مسلمانوں نے تمہارے ساتھ جنگ کی تو ہم تمہاری مدد کے لئے میدان جنگ میں کود پڑیں گے۔ ان کی اس سازش کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح کیا گیا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ

لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ -

"کیا آپ نے منافقوں کی طرف نہیں دیکھا وہ کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے کہ اگر تمہیں (یہاں سے) نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ یہاں سے نکل جائیں گے۔ اور ہم تمہارے بارے میں کسی کی بات ہرگز نہیں مانیں گے۔ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ بالکل جھوٹ بول رہے ہیں۔

(سن لو) اگر یہودیوں کو نکالا گیا تو یہ نہیں نکلیں گے ان کے ساتھ اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر (جی کڑا کر کے) انہوں نے ان کی مدد کی تو یقیناً پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی۔" (الحشر۔ ۱۱۔ ۱۲)

اوس و خزرج اور یہودی قبائل سے جن لوگوں نے منافقت کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ وہ مسجد میں اکٹھے ہوتے اس طرح انہیں مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کا موقع مل جاتا وہ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے پھبتیاں کستے۔ کن انکھیوں سے ایک دوسرے کو اشارے کرتے اپنی ان ناشائستہ حرکتوں سے انہوں نے مسلمانوں کے سکون قلب کو درہم برہم کر دیا تھا۔ اسلامی تعلیمات کے بارے میں وہ ایسی کٹ حجتیاں کرتے، ایسے شوشے چھوڑتے اور ایسے بے سروپا اعتراض کرتے جن سے مسلمانوں کے دلوں میں اپنے دین کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں۔

مسجد سے منافقین کو نکال دینے کا حکم نبوی

ایک روز نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے دیکھا منافقین ایک دوسرے سے سر جوڑے بیٹھے ہیں اور سرگوشیاں کر رہے ہیں رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ ان نابکاروں کو مسجد سے باہر نکال دیں چنانچہ اپنے آقا کے ارشاد کی تعمیل میں مسلمانوں نے ان کو چن چن کر باہر نکالا کسی کو دھکے دے کر کسی کو بازو سے پکڑ کر کسی کو

ٹانگ سے گھسیٹ کر مسجد سے باہر پھینک دیا۔ اور انہیں جھڑکتے ہوئے کہا۔
خبردار آئندہ اس پاک خانہ خدا کو اپنے ناپاک قدموں سے آلودہ کرنے کی جسارت نہ کرنا۔
اس گروہ منافقین میں جن منافقوں کا تعلق قبائل یہود سے تھا وہ مسلمانوں کو پریشان کرنے اور ان کی دل آزاری کرنے میں سب سے پیش پیش تھے۔ ان کی فتنہ انگیزی کا طریقہ از بس خطرناک تھا۔ وہ آتے بڑے ذوق شوق سے اسلام قبول کرتے۔ چند روز تک اسلامی احکام کے بجالانے میں بڑے جوش و خروش کا اظہار کرتے۔ پھر آہستہ آہستہ ان کا یہ جوش و خروش مدہم پڑنے لگتا اور آخر کار وہ اچانک اعلان کر دیتے کہ ہم نے بڑے شوق سے اس نئے دین کو قبول کیا تھا لیکن ان مسلمانوں کو قریب آکر دیکھا اور آزمایا تو پتہ چلا کہ یہ لوگ تو اندر سے بہت کھوٹے ہیں ان کا ظاہر کچھ اور ہے باطن کچھ اور۔ اس لئے ہم نے انہیں چکھ کر تھوک دیا ہے۔ یہ مذہب اس قابل ہی نہیں کہ کوئی شریف آدمی اس کو قبول کرے اس ڈرامے سے ان کا مقصد سادہ لوح لوگوں کو دین اسلام سے متنفر اور برگشتہ کرنا ہوتا قرآن کریم میں ان کی اس سازش کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (۳ - ۷۲)

"کہا ایک گروہ نے اہل کتاب سے کہ ایمان لاؤ اس کتاب پر جو اتاری گئی ایمان والوں پر صبح کے وقت اور انکار کر دو اس کا سر شام۔ شائد (اس طرح) وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں۔"

وہ شب و روز اسی ادھیڑ بن میں رہتے کہ کسی طرح مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کر دیں اسلام سے پہلے جس طرح وہ ایک دوسرے سے دست و گریبان رہا کرتے تھے اب بھی وہ ایک دوسرے کے بدخواہی میں لگ جائیں ان کی یہ کوششیں بسا اوقات اپنے برگ و بار لے آتیں چنانچہ اوس و خزرج کے نوجوان اپنی تلواریں بے نیام کر کے ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لئے میدان میں نکل آئے۔ نبی رحمت کو خود مداخلت کرنا پڑی حضور بنفس نفیس موقع پر تشریف لے آئے۔ اور دونوں قبیلوں کو لڑنے سے بچالیا۔ حضور پرنور کی نصیحت کرنے سے ان کی آنکھیں کھلیں کہ یہ تو دشمن کی چال تھی وہ ایک بار پھر ہمارے درمیان فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر جنگ بعاث کے المیہ کو دوہرانا چاہتا تھا۔ انہوں نے بارگاہ رسالت میں اپنی اس طفلانہ حرکت پر معذرت کی اور ایک دوسرے سے معافی مانگ رہے تھے اور ایک دوسرے کو گلے لگا رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو اپنے اس ارشاد سے سرفراز فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ۔ (۳: ۱۰۰)

"اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے ایک گروہ کا اہل کتاب سے۔ تو نتیجہ یہ ہو گا کہ لوٹا کر چھوڑیں گے تمہیں تمہارے ایمان قبول کرنے کے بعد کافروں میں۔"

سارے یہودی ایک جیسے نہ تھے

اگرچہ یہودی قبائل کی اکثریت مسلمانوں کے درپے آزار رہتی تھی۔ لیکن سب ایسے نہ تھے۔ ان میں ایسے سلیم الطبع اور حقیقت پسند لوگ بھی تھے۔ اگرچہ ان کی تعداد بہت کم تھی جنہوں نے نور حق کو دیکھا تو پہچان لیا صدائے حق کو سنا تو اسے قبول کر لیا ایسے پاک نہاد افراد کی توصیف قرآن حکیم نے جس انداز سے فرمائی۔ وہ صرف قرآن پاک کا حصہ ہے۔

لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ۔

"سب یکساں نہیں اہل کتاب سے ایک گروہ حق پر قائم ہے یہ تلاوت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی رات کے اوقات میں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔" (آل عمران: ۱۱۳)

ان سے محتاط رہنے کا حکم

کیونکہ یہودیوں کی غالب اکثریت کے دل پیغمبر اسلام اور اسلام سے بغض و حسد کے جذبات سے لبریز تھے۔ اور رات دن مسلمانوں کو زک پہنچانے کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے اس لئے مسلمانوں کو ان مارہائے آستین سے محتاط اور ہوشیار رہنے کا حکم دیا۔ تاکہ اپنی سادہ لوحی کے باعث دشمن کے دام ہمرنگ زمین میں پھنس کر نہ رہ جائیں۔ ان کی جانیں بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت قیمتی ہیں۔ لیکن ان کی جانوں سے بھی زیادہ قیمتی ان کا وہ مشن ہے جس کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے کے لئے انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ

اپنی عیاری سے تمہیں تمہاری قیمتی زندگیوں سے محروم کرنے کے ساتھ ساتھ تمہاری زندگی کے مشن کو ناکام بنادیں۔ ارشاد الٰہی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ

"اے ایمان والو! نہ بناؤ اپنا راز دار غیروں کو وہ کسر نہ اٹھا رکھیں گے تمہیں خرابی پہنچانے میں وہ پسند کرتے ہیں جو چیز تمہیں ضرر دے ظاہر ہو چکا ہے بغض ان کے مونہوں (یعنی زبانوں) سے اور جو چھپا رکھا ہے ان کے سینوں نے وہ اس سے بھی بڑا ہے۔"

(آل عمران: ۱۱۸)

مشرکین مکہ کی ایک خطرناک سازش

عمیر بن وہب، مکہ کے اصنام پرست معاشرہ میں بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ اس کی عیاری اور چالاکی کا اس کی اہمیت میں بڑا دخل تھا۔ وہ اپنی دور اندیشی اور معاملہ فہمی کے باعث مشکل مسائل کو حل کرنے کے لئے اپنی قوم کا مرجع بنا ہوا تھا۔ سب سے پہلے میدان بدر میں جنگ کی چنگاری اسی نے بھڑکائی تھی۔ اور جب مشرکین نے راہ فرار اختیار کی تو یہ ان بھاگنے والوں میں پیش پیش تھا۔ اس کی امیہ بن خلف کے بیٹے صفوان کے ساتھ بڑی گہری دوستی تھی۔ عمیر کے لڑکے کو مسلمانوں نے جنگی قیدی بنالیا تھا۔ اور صفوان کے باپ امیہ کو مسلمان شمشیر زنوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ دونوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف عداوت و عناد کے شعلے بھڑک رہے تھے ایک دفعہ دونوں حجر میں جمع ہوئے اور دل کے پھپھولے پھوڑنے لگے عمیر نے کہا۔ اے صفوان اگر مسلمانوں نے تیرے سردار باپ کو قتل کر کے تیرے دل کو زخمی کیا ہے تو انہوں نے میرے نوجوان بچے کو جنگی قیدی بنا کر مجھ پر بھی زیادتی کی انتہا کر دی ہے تم جانتے ہو میں بہت مقروض ہوں اور میرے پاس قرض ادا کرنے کے لئے بھی کوئی چیز نہیں نیز میں عیالدار ہوں اور ان کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے میں نے کوئی پس انداز نہیں کر رکھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں چپکے سے مدینہ چلا جاتا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیتا۔ اس طرح اس آتش انتقام کو ٹھنڈا کرنے کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی۔ جو میرے اور

تیرے بلکہ سارے اہل مکہ کے دلوں میں بھڑک رہی ہے۔ کیونکہ میں ایسا مقروض ہوں جو قرض خواہوں کا قرض ادا کرنے سے قاصر ہے اور میرے پاس کوئی ایسا اندوختہ بھی نہیں کہ اگر اس منصوبہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے قتل کر دیا جاؤں تو میرا بال بچہ اس سے اپنی ضروریات پوری کر سکے۔

اگر میں وہاں جاؤں اور مارا جاؤں تو لوگ یہی کہیں گے کہ قرضہ سے بچنے کے لئے اس نے دانستہ اس خطرہ میں چھلانگ لگائی ہے اور بال بچے کو بھیک مانگنے کے لئے بے یار و مددگار چھوڑ گیا ہے۔

صفوان کے دل میں اپنے باپ، بھائی اور چچا کے قتل کے باعث ایک آگ سی لگی ہوئی تھی اس نے جب عمیر کی باتیں سنیں تو کہا اے عمیر! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس مہم کو سر کرنے میں اگر تیرے ساتھ کوئی سانحہ پیش آیا تو تیرا سارا قرض میں ادا کر دوں گا اور جب تک میں زندہ ہوں تیرے اہل و عیال کے جملہ اخراجات کا میں کفیل ہوں گا۔ تم ان باتوں کی فکر مت کرو۔

اگر اس منصوبہ کو تم عملی جامہ پہنا سکو تو ساری قوم تمہاری شکر گزار ہوگی دونوں طرف سے مناسب یقین دہانیوں کے بعد ان کے درمیان یہ معاہدہ طے پا گیا۔ دونوں وہاں سے اٹھے اور صفوان، عمیر کے لئے زاد سفر تیار کرنے لگا۔ اس نے اسے تلوار دی جو اد حد صیقل تھی اور اس کی دھار کو خوب تیز کر دیا گیا تھا اسے کئی بار زہر میں بجھایا گیا تھا چند روز بعد عمیر، صفوان کو الوداع کہنے کے لئے اس کے پاس آیا اور اس سے اس معاہدہ کی تجدید کرنے کے بعد بڑی توقعات دل میں لئے عازم مدینہ طیبہ ہوا۔

کئی دن کے سفر کے بعد عمیر مدینہ پہنچا۔ مسجد نبوی کے دروازہ کے پاس اپنا اونٹ بٹھایا اور اس سے اترا۔ اس نے اپنے اونٹ کے پاؤں باندھ دیئے۔ تلوار کو گلے میں لٹکایا۔ اور مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ کیا جہاں سرکار دو عالم تشریف فرما تھے۔ اچانک حضرت فاروق اعظم کی نگاہ اس پر پڑ گئی وہ مسجد سے باہر چند انصار کے ساتھ محو گفتگو تھے عمیر کو دیکھ کر حضرت عمر گھبرا گئے فرمایا قریش کا یہ شیطان کسی اچھی نیت سے یہاں نہیں آیا۔ حضرت عمر، رحمت عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! یہ عمیر بن وہب اپنے گلے میں تلوار آویزاں کئے ہوئے مسجد میں داخل ہوا ہے۔ یہ بڑا غدار اور دھوکا باز ہے اس کا خیال رکھئے۔ حبیب کبریاء علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "اُدْخِلْهُ عَلَيَّ" عمیر کو میرے

پاس لے آؤ۔ حضرت عمر، عمیر کی طرف متوجہ ہوئے اور جس چمڑے کے پٹے کے ساتھ اس نے تلوار باندھ کر گلے میں لٹکائی ہوئی تھی اس کو گریبان سے پکڑا اور گھسیٹ کر حضور کی خدمت میں لے آئے۔ عمیر نے آکر کہا۔ " اَنْعِمُوْا صَبَاحًا " تمہاری صبح خوشی و نعمت سے ہو۔ زمانہ جاہلیت میں یہ مشرکین کا سلام تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَدْ اَكْرَمَنَا اللّٰهُ بِتَحِيَّةٍ خَيْرٍ مِنْ تَحِيَّتِكَ بِالسَّلَامِ تَحِيَّةِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے دعائیہ جملہ سے بہتر دعائیہ جملہ سکھایا ہے اور اہل جنت کا دعائیہ جملہ بھی یہی ہے۔ یعنی السلام علیکم۔ "

اس ارشاد کے بعد حضور نے پوچھا عمیر کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگا میں اپنے قیدی بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں تاکہ اس کا فدیہ ادا کروں اور اسے آزاد کراؤں۔

میرا آپ سے خاندانی تعلق ہے۔ امید ہے فدیہ کے معاملہ میں آپ میرے ساتھ خصوصی مروت فرمائیں گے عمیر نے یہ خیال کیا کہ میں نے یہ بات کہہ کر حضور کو مطمئن کر لیا ہے۔ اب میری آمد کے بارے میں آپ کو اور کسی کو کوئی شک وشبہ نہیں رہا۔ لیکن حضور نے یہ فرما کر اسے ششدر کر دیا کہ تمہارے گلے میں یہ تلوار لٹک رہی ہے اس کی تمہیں کیا ضرورت تھی۔ اس سوال سے ایک مرتبہ پھر گھبرایا لیکن سنبھل گیا۔ اور اپنے ارادہ پر پردہ ڈالنے کے لئے اس نے کہا۔

قَبَّحَهَا اللّٰهُ مِنْ سُيُوْفٍ وَهَلْ اَغْنَتْ عَنَّا اَغْنَتْ شَيْئًا

"ان تلواروں کا ستیاناس ہو ان تلواروں نے پہلے ہمیں کون سا فائدہ پہنچایا تھا۔ "

میں اونٹ سے اترا۔ جلدی سے حضور کی خدمت میں آگیا مجھے اس تلوار کا خیال ہی نہیں رہا۔ درحقیقت یہ فولاد کی تلواریں نہیں یہ تو کرم خوردہ لکڑی کی بنی ہیں جنہوں نے ہمیں معرکہ کارزار میں دھوکا دیا تھا۔

رحمت عالم نے اسے فرمایا مجھے سچی بات بتاؤ تم کیوں آئے ہو۔ اس نے پھر وہی جھوٹ دہرایا کہ میں اپنے قیدی بیٹے کی خیریت دریافت کرنے کے لئے آیا ہوں لیکن حضور نے یہ پوچھ کر اس کا راز فاش کر دیا کہ تم نے صفوان بن امیہ کے ساتھ حجر میں بیٹھ کر کیا شرطیں طے کیں۔ اب وہ گھبرایا لیکن پھر بھی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پوچھا کہ میں نے صفوان کے ساتھ کیا شرطیں طے کی ہیں۔ اس پیکر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت سے فرمادیا۔

تَحَمَّلْتَ لَهٗ بِقَتْلِیْ عَلٰی اَنْ یَّحُوْلَ بَیْنَكَ وَ بَیْنَكَ وَبَیْنَ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ حَائِلٌ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ۔

"یعنی تم نے مجھے قتل کرنے کی اس شرط پر ذمہ داری قبول کی ہے کہ وہ تمہارے بچوں کے اخراجات کا بھی کفیل ہو گا اور تیرے قرض خواہوں کو تیرا قرض بھی ادا کرے گا اے عمیر سن میرے اور تیرے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے تیری مجال نہیں کہ میرا بال بھی بیکا کر سکے۔"

حضور کی اس ضربت قاہرہ سے اس کی عیاری، چالاکی اور دانشمندی کے سارے قلعے پیوند خاک ہو گئے بیساختہ اس کی زبان سے نکلا۔

اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

یا رسول اللہ! ہم آسمانی وحی کے بارے میں آپ کی تکذیب کیا کرتے تھے لیکن یہ راز جس سے آج آپ نے پردہ اٹھایا ہے یہ تو ایک سر مکتوم تھا جس کی ہم دونوں کے بغیر کسی کو خبر نہ تھی۔ اگر یہاں بیٹھ کر آپ سینکڑوں میل دور وقوع پذیر ہونے والے واقعہ کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو اس سر مکتوم پر آگاہ فرما دیتا ہے تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ اللہ کے پیارے اور سچے رسول ہیں۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جو مجھے اس طرح آپ کے قدموں میں لے آیا میں اعلان کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت پر ایمان لے آیا ہوں۔

ایسے خطرناک دشمن کے مشرف باسلام ہونے سے مسلمانوں کی مسرت کی حد نہ رہی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا کہ اپنے بھائی کو دین کے مسائل سمجھاؤ اسے قرآن کریم کی تعلیم دو اور اسکے قیدی بیٹے کو بغیر فدیہ کے آزاد کر دو۔ چنانچہ صحابہ نے اپنے آقا کے فرمان کی تعمیل کی عمیر نے عرض کی یا رسول اللہ! پہلے میں اسلام کے چراغ کو بجھانے کے لئے کوشاں رہا اور جو آپ پر ایمان لے آتا میں اس کو اذیت پہنچاتا اب میری خواہش ہے کہ حضور مجھے مکہ جانے کی اجازت عطا فرمائیں تاکہ وہاں جا کر میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کروں شاید اللہ تعالیٰ میری اس کوشش سے، ان گمراہ راہوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ ورنہ میں ان مشرکوں کو اس طرح اذیت پہنچاؤں جس طرح پہلے میں حضور کے صحابہ کو دکھ پہنچایا کرتا تھا۔ رحمت عالم نے اس پرجوش نو مسلم کو مکہ واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

جب عمیر مکہ سے مدینہ روانہ ہوا تو صفوان لوگوں کو کہا کرتا تھا کہ عنقریب میں تمہیں

مدینہ طیبہ سے خوش کن خبروں گا۔ اور جو شخص ادھر سے مکہ آتا اس سے پوچھتا کہ یثرب میں کوئی حیران کن واقعہ وقوع پذیر ہوا ہے آخر ایک روز ادھر سے آنے والے ایک مسافر نے اسے بتایا کہ عمیر مسلمان ہوگیا ہے یہ سن کر اس پر بجلی سی گری اس نے اعلان کر دیا کہ اب وہ عمیر سے سارے دوستانہ مراسم کو ختم کر دے گا اور کبھی اسکی امداد نہیں کرے گا عمیر واپس آئے تو یہاں تبلیغ اسلام کا کام بڑی سرگرمی سے شروع کر دیا ان کی کوششوں سے مشرکین کی ایک کثیر تعداد مشرف باسلام ہوئی۔ (۱)

۲ ہجری میں احکام شرعی کا نفاذ

ہجرت کے بعد امت مسلمہ کے لئے دوسرا سال موت وحیات کی کشمکش کا سال تھا۔ مسلمانوں نے اگر باعزت طور پر زندہ رہنا تھا۔ تو اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنی قوت و طاقت کا ایسا مظاہرہ کریں کہ ان کے بدخواہ ان کے وجود کو اور ان کی قوت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجاہدین کے مختصر دستے مختلف علاقوں میں بھیج کر دشمن کو ہراساں بھی کرنا شروع کیا اور مختلف علاقوں کے جغرافیائی حالات سے بھی واقفیت بہم پہنچائی گئی اسی سال کے نصف آخر میں مسلمانوں کو میدان بدر میں وہ تاریخ ساز اور فیصلہ کن جنگ لڑنا پڑی جس کا تذکرہ آپ ابھی پڑھ چکے ہیں فرزندان اسلام اگر ذرا تغافل سے کام لیتے اور جان کی بازی لگا کر کفر و باطل کو شرمناک شکست سے دوچار نہ کر دیتے تو نہ معلوم مسلمانوں کا انجام کیا ہوتا۔

اس قسم کے ہنگامی حالات میں عام طور پر دوسری قومیں اپنی ساری توجہ اپنے سارے وسائل، اپنے دفاع کو ناقابل تسخیر بنانے کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔ قوم کی معاشی، تعلیمی اور اخلاقی اصلاح و فلاح کے منصوبوں کو اس وقت تک موٴخر کر دیا جاتا ہے جب تک دشمن کی قوت کو کچل نہ دیا جائے اور ملک میں امن وامان کی فضا بحال نہ ہو جائے۔

لیکن کاروان انسانیت کا راہبر، تحریک اسلامی کا علمبردار، احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے دفاع اور بقائی جنگ بھی لڑ رہا ہے۔ اور اس کٹھن مرحلہ میں اپنی امت کی انفرادی اور اجتماعی اصلاح و فلاح کے منصوبوں سے ایک لحہ بھی غافل نظر نہیں آتا۔ پورے تسلسل کے ساتھ نبوت کے اہم فریضہ کو انجام دینے کی کوششیں بھی جاری ہیں اس پرخطر ہنگامی دور میں بھی

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۸۶ تا ۴۸۹

قانون الٰہی کے نزول اور اس کی تنفیذ کا کام پوری سرگرمی سے ہوتا رہا عبادات، معاملات اور عقوبات کے شعبہ میں ایسے ایسے احکام الہیہ کا نفاذ ہو رہا ہے جو اپنے دور رس نتائج اور ہمہ گیر اثرات کی بدولت از حد اہم ہیں پہلے ان احکام شرعی کی فہرست کا مطالعہ فرمائیے۔ اس کے بعد اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے بارے میں چند اشارات پیش کئے جائیں گے۔

۲ ہجری میں جو احکام الٰہی نافذ العمل ہوئے

۱۔ تحویل قبلہ۔ (بیت المقدس کی بجائے کعبہ مقدسہ کو امت مسلمہ کا قبلہ مقرر کیا گیا)۔

۲۔ ماہ رمضان کے روزے فرض کئے گئے۔

۳۔ عید الفطر سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم۔

۴۔ یکم شوال کو عید گاہ میں عید الفطر کی نماز کی ابتداء۔

۵۔ سفر و حضر میں پہلے فرض نماز کی دو رکعتیں پڑھی جاتی تھیں سفر میں تو دو رکعتیں باقی رہیں لیکن حضر میں دو کے بجائے چار رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا گیا۔

۶۔ ملت اسلامیہ کے اغنیاء پر ان کے اموال کی زکوٰۃ فرض کی گئی اور اس کے مصارف کا تعین کر دیا گیا۔

۷۔ قصاص کا قانون نافذ کیا گیا۔

۸۔ دیتوں کا نظام مقرر ہوا۔

بڑے اختصار کے ساتھ ان امور کی وضاحت پیش خدمت ہے۔

تحویل قبلہ

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے بحکم الٰہی ادائے نماز کے وقت بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے لگے سترہ ماہ تک یہی معمول رہا۔ ویسے حضور کی آرزو یہ تھی کہ بیت المقدس کے بجائے کعبہ شریف کو امت مسلمہ کا قبلہ بنایا جائے کیونکہ یہ حضور کے جد امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ وعلیٰ نبینا افضل الصلوٰۃ والسلام نے تعمیر فرمایا تھا۔ ایک روز حضور پرنور نے اپنی اس خواہش کا اظہار حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سامنے کیا انھوں نے عرض کی یارسول اللہ میں بھی آپ کی طرح اللہ تعالیٰ کا بندہ

ہوں۔ میں اس کی اجازت کے بغیر دم نہیں مار سکتا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا تفکتے رہا کیجئے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تحویل قبلہ کے لئے معروف دعا رہتے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں حضور کی نگاہیں آسمان کی طرف بار بار اٹھتی رہتیں۔ ایک روز سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت بشر بن البراء بن معرور کی والدہ کی ملاقات کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے ان کا گھر بنی سلمہ کے محلہ میں تھا بشر کی والدہ نے دوپہر کے کھانے کا اہتمام بھی کیا اسی اثناء میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ حضور نے حسب معمول بیت المقدس کی طرف رخ انور کر کے نماز ظہر پڑھنی شروع کی۔ جب دو رکعتیں پڑھ چکے تو جبرئیل امین حاضر ہوئے اور اشارہ کیا کہ آپ کعبہ شریف کی طرف رخ انور پھیر کر بقیہ نماز مکمل کریں حکم الٰہی ملتے ہی حضور نے نماز کی حالت میں ہی اپنا رخ کعبہ مشرفہ کی طرف پھیر لیا اور حضور کی اقتداء میں تمام نمازیوں نے بھی بلا تامل اپنے منہ بیت المقدس سے پھیر کر کعبہ شریف کی طرف کر لئے۔ کیونکہ مدینہ طیبہ سے بیت المقدس جانب شمال ہے اور کعبہ شریف اس کے بالمقابل جانب جنوب ہے۔ اس لئے اس تبدیلی کا نتیجہ یہ ہوا کہ پیچھے جہاں مستورات نماز ادا کر رہی تھیں وہاں مرد آ کر کھڑے ہو گئے اور ان کی جگہ مستورات آ کر کھڑی ہو گئیں اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ

"ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا منہ کرنا آسمان کی طرف تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں (لو) اب پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف (اے مسلمانو!) جہاں کہیں تم ہو پھیر لیا کرو اپنے منہ اس کی طرف۔ (سورۃ بقرہ: ۱۴۴)

اسی لئے یہ مسجد، مسجد قبلتین کے نام سے مشہور ہوئی۔

صحابہ کرام کے دلوں میں اپنے ہادی و مرشد صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر مشروط اطاعت کا جو جذبہ موجزن تھا۔ اس کے بڑے خوبصورت اور حیران کن مناظر اس وقت دیکھنے میں آئے۔

عباد بن بشر رضی اللہ عنہ ظہر کی نماز حضور کی اقتداء میں ادا کرنے کے بعد انصار کے محلہ بنی حارثہ میں گئے عصر کا وقت ہو گیا تھا۔ وہاں انصار با جماعت نماز عصر ادا کر رہے تھے اس وقت وہ حالت رکوع میں تھے حضرت عباد بن بشر نے بلند آواز سے کہا۔

اَشْهَدُ بِاللّٰہِ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِبَلَ الْبَیْتِ فَاسْتَدَارُوْا۔

"یعنی میں اللہ کے نام کے ساتھ شہادت دیتا ہوں کہ میں نے حضور کی اقتداء میں بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ یہ سنتے ہی سب نمازی بلا تامل جس حالت میں تھے اسی حالت میں کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے لگے۔ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ

اسی طرح ایک دوسرے صحابی حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ہم محلہ بنی اشہل میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور آکر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو گیا ہے کہ کعبہ کی طرف منہ پھیر لیں۔ یہ آواز سنتے ہی ہمارے امام نے حالت نماز میں اپنا رخ بیت المقدس سے بیت اللہ شریف کی طرف پھیر لیا اور ہم تمام مقتدیوں نے بھی بے چون وچرا اپنے منہ پھیر لئے۔

ہجرت سے سولہ سترہ ماہ بعد ماہ رجب میں بعد زوال آفتاب تحویل قبلہ کے بارے میں حکم الٰہی نازل ہوا جب مسلمانوں نے حکم الٰہی کے مطابق کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھنا شروع کیں تو یہود نے شور مچانا شروع کر دیا کبھی کہتے کہ یہ لوگ پھر مکہ والوں کی طرف مائل ہو گئے ہیں دیکھنا اب رفتہ رفتہ انہی کے مشرکانہ عقائد کو اپنالیں گے۔ لوگو! دیکھو یہ کس طرح پینترا بدلتے ہیں۔ اور اگر کعبہ کو قبلہ بنانا تھا تو پہلے ہی بنالیا ہوتا یہ کیا کھیل ہے کہ چند ماہ بیت المقدس کو قبلہ بنائے رکھا۔ پھر اچانک ادھر سے منہ موڑ کر کعبہ کی طرف کر لیا۔ اس میں کیا حکمت ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حجت بازی کو یہ فرماتے ہوئے مسترد کر دیا کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون ہمارے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے اور کون اپنی ہوائے نفس کا اسیر بنا رہتا ہے۔ فرمایا۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَيْهِ ۔

"اور نہیں مقرر کیا ہم نے بیت المقدس کو قبلہ جس پر آپ اب تک رہے مگر اس لئے کہ ہم دیکھ لیں کہ کون پیروی کرتا ہے تمہارے رسول کی اور کون مڑتا ہے۔ الٹے پاؤں۔" (سورۃ بقرہ: ۱۴۳)

یہودیوں کا ایک وفد جو ان کے مندرجہ ذیل چیدہ افراد پر مشتمل تھا حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔

رفاعہ بن قیس۔ فردم بن عمرو۔ کعب بن اشرف۔ رافع بن ابی رافع۔ حجاج بن عمر۔ ربیع بن ربیع۔ کنانہ بن ربیع۔ پسران ابی الحُقَیق

انہوں نے آکر کہا۔ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے اس قبلہ سے کیوں منہ موڑ لیا ہے جس پر آپ اب تک تھے حالانکہ آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ حضرت ابراہیم کی ملت اور دین پر ہیں آپ اپنے اس قبلہ کی طرف لوٹ جائیے۔ ہم سب یہودی قبائل کے افراد آپ کی پیروی کریں گے اور آپ کی نبوت کی تصدیق کریں گے۔ (۱)

ان کی پیشکش کسی خلوص پر مبنی نہ تھی۔ وہ صرف اپنی ان چکنی چپڑی باتوں سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو آزمانا چاہتے تھے۔ کہ کیا حضور اپنے فیصلہ پر پکے رہتے ہیں۔ یا ہمارے ایمان لانے کے لالچ میں اس فیصلہ کو بدل دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر یہ آیت نازل کی

وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ

"بیشک وہ جنہیں کتاب دی گئی ضرور جانتے ہیں کہ یہ حکم برحق ہے ان کے رب کی طرف سے اور نہیں اللہ تعالیٰ بے خبر ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں۔" (سورۃ بقرہ: ۱۴۴)

اور پھر بڑے جلال سے فرمایا۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ

"اور (اگر بفرض محال) آپ پیروی کریں ان کی خواہشوں کی اس کے بعد کہ آچکا آپ کے پاس علم تو یقیناً آپ اس وقت ظالموں میں شمار ہوں گے۔" (سورۃ بقرہ: ۱۴۵)

(۲) ماہ رمضان کے روزے

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو دیکھا۔ یہاں کے

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۱۷۶

یہودی محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھتے ہیں سرور عالم نے اس کی وجہ پوچھی توانہوں نے بتایا کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی تھی اور بحر احمر کی موجوں سے بسلامت وہ ساحل پر پہنچے تھے اس لئے ان کے نبی پر اللہ تعالیٰ نے جو یہ انعام فرمایا وہ ازراہ تشکر اس دن یہ روزہ رکھتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

نَحْنُ اَحَقُّ بِمُوْسٰی مِنْکُمْ

"حضرت موسیٰ پر اللہ تعالیٰ کے انعام کا شکریہ ادا کرنے کے ہم تم سے زیادہ حقدار ہیں۔"

چنانچہ حضور نے خود بھی روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا ہجرت کے دوسرے سال ماہ شعبان میں رمضان المبارک کے مہینہ میں روزہ رکھنے کا حکم نازل ہوا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ

"اے ایمان والو! فرض کئے گئے ہیں تم پر روزے جیسے فرض کئے گئے تھے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے کہ تمہیں تم پرہیز گار بن جاؤ۔"

(سورۃ بقرہ: ۱۸۳)

اس کے بعد فرمایا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ

"ماہ رمضان المبارک جس میں اتارا گیا قرآن اس حال میں کہ یہ راہ حق دکھاتا ہے لوگوں کو اور اس میں روشن دلیلیں ہیں ہدایت کی اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو وہ یہ مہینہ روزے رکھے۔"

(سورۃ بقرہ: ۱۸۵)

کسی دین کا اہم ترین فریضہ انسان کی اصلاح ہے۔ انسان کی اصلاح کی یہی صورت ہے کہ اس کے دل کی اصلاح ہو جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب اس میں خوف الٰہی کی شمع فروزاں کر کے رکھ دی جائے اور اس کا موثر ترین طریقہ روزہ ہے صبح سے لے کر شام تک کھانے پینے اور خواہشات نفسانی سے محض اس لئے مجتنب رہنا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔

مسلمان اگر تنہا ہو۔ کوئی انسانی آنکھ اسے دیکھ نہ رہی ہو۔ ایسی حالت میں اسے سخت پیاس لگی ہے۔ ٹھنڈے پانی کی صراحی بھی موجود ہے۔ اس کے باوجود اس کا ہر حالت میں فرمان الٰہی کی بجا آوری پر کاربند رہنا تقویٰ کا کمال ہے اور یہ مشق اسے مکمل ایک ماہ کرنی پڑتی ہے۔ اس طرح اس کے دل میں خوف خدا کا نقش گہرا ہو جاتا ہے۔ پھر اس ماہ کے بعد بھی اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہو سکتی جس سے اس کے مولا کریم نے اسے منع فرمایا ہے۔

اصلاح قلب اور تزکیہ نفس کے لئے ماہ رمضان کے روزے رکھنے کا فرمان الٰہی اسی سال نازل ہوا جب کہ ملت مسلمہ اپنے کینہ توز، اور طاقتور دشمنوں سے اپنی بقا کی جنگ لڑنے میں مصروف تھی۔

صدقہ عیدالفطر

پورا مہینہ گوناگوں پابندیوں میں جکڑے رہنے کے بعد جب ہلال عید نظر آتا ہے تو دل جذبات مسرت سے لبریز ہو جاتے ہیں اور اس مسرت کا اظہار اچھا لباس پہن کر، لذیذ کھانے پکا کر کیا جاتا ہے۔ اسلامی معاشرہ میں تمام افراد خوشحال تو نہیں ہوتے کئی لوگ نان شبینہ کیلئے ترس رہے ہوتے ہیں سب لوگ تو خوشیاں منا رہے ہوں لیکن اسی ملت کے بعض افراد کو روٹی کا سوکھا ٹکڑا بھی میسر نہ ہو تو یہ بڑی سنگدلی ہے اس لئے نبی رحمت نے اپنے ماننے والوں پر صدقہ عیدالفطر واجب کیا تاکہ ہر ذی استطاعت روزہ دار سوا دو سیر گندم (اس کے بدل) اپنے کنبہ کے ہر فرد کی طرف سے ادا کرے تاکہ ملت مسلمہ کے ان افراد کی ضروریات بہم پہنچانے کا اہتمام ہو جائے جو نادار ہیں تاکہ تمام مسلمان یکساں طور پر عید کی اس پر مسرت تقریب میں شریک ہو سکیں۔

نماز عید

یکم شوال ہجرت کے دوسرے سال عیدالفطر کے موقع پر نماز عید کا اجراء کیا گیا۔

فریضہ زکوٰۃ

ہجرت کے دوسرے سال ہی ملت کے ذی استطاعت لوگوں پر زکوٰۃ فرض کی گئی زکوٰۃ دین

اسلام کے پانچ بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے یہ اسلامی معاشرہ کے ان افراد کی معاشی خوشحالی کی ضمانت ہے جو مختلف وجوہات کی بناپر اپنی روزی کمانے سے قاصر ہیں اور محرومی اور عسرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے افراد کی کفالت کے لئے ہر خوشحال مسلمان کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور اس کے مصارف بھی بڑی تفصیل سے خود ہی بیان کر دیئے تاکہ کوئی ان میں مداخلت کر کے اس فریضہ کے انقلاب آفرین اثرات کو غیر موثر نہ بنادے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ (۹: ۶۰)

"صدقات تو صرف ان کے لئے ہیں جو فقیر۔ مسکین۔ زکوٰۃ کے کام پر جانے والے ہیں اور جن کی دلداری مقصود ہے نیز گردنوں کو آزاد کرانے اور مقروضوں کے لئے اور اللہ کی راہ میں مسافروں کے لئے یہ سب فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا داناہے۔"

زکوٰۃ کا پہلا مصرف فقراء ہیں = فقیراسے کہتے ہیں جو تنگ دست ہو اگرچہ رزق کمانے پر قادر ہو لیکن اس کی کمائی اسے خوشحال زندگی بسر کرنے کے قابل نہ بناسکے۔

دوسرا مصرف مساکین = مسکین، اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی بیماری۔ بڑھاپے اور مستقل معذوری کے باعث رزق کمانے کے قابل ہی نہ رہا ہو مثلاً اندھا، لنگڑا، اپاہج، فرتوت وغیرہ یہ دونوں زکوٰۃ کے مستحق ہیں لیکن ان دونوں میں سے مسکین کو مقدم رکھا جائے گا۔ اگر بیت المال میں اتنی گنجائش نہ ہو کہ ان دونوں طبقوں کو دیا جاسکے تو پھر مسکین کو ترجیح دی جائے گی۔

تیسرا مصرف عاملین ہیں = وہ لوگ جو زکوٰۃ فراہم کرنے کے لئے گھر گھر جاتے ہیں اس کا نظم ونسق کرتے ہیں پھر اسے حقداروں میں تقسیم کرتے ہیں۔

چوتھا مصرف مولفتہ القلوب = ان سے مراد وہ نومسلم ہیں جو اسلام لانے کے باعث اپنے پہلے کنبہ اور رشتہ داروں سے کٹ گئے ہوں۔ اپنے سابقہ وسائل معیشت چھن جانے کی وجہ سے وہ بے یارومددگار اور نادار ہو کر رہ گئے ہوں۔

پانچواں مصرف غلاموں کو آزاد کرانا ہے = جو غلام زرمکاتبت ادا کرنے سے قاصر ہوں

ان کی اس مد سے امداد کی جائے تاکہ وہ اپنے مالکوں کو مقررہ رقم ادا کر کے آزاد ہو جائیں۔

اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مسلمان جنگی قیدی کفار کے قبضہ میں ہوں تو ان کا فدیہ یا ان کی قیمت ادا کر کے انہیں کفار کی غلامی سے رہائی دلائی جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے عہد ہمایوں میں افریقہ کے مہتمم صدقات نے انہیں لکھا کہ بیت المال کھچا کھچ بھرے ہوئے ہیں لیکن ہمیں کوئی فقیر نہیں ملتا جو آ کر زکوۃ لے۔ فرمائیے اب کیا کریں۔ آپ نے تحریر فرمایا اگر فقراء نہیں ملتے تو جو لوگ مقروض ہیں ان کے قرض ادا کر دو۔ انہوں نے جتنے مقروض لوگ تھے ان کو تلاش کیا اور ان کے ذمہ قرض خواہوں کی جو رقوم واجب الاداء تھیں وہ ادا کر دیں لیکن بیت المال پھر بھی بھرے کے بھرے رہے انہوں نے امیر المومنین کو پھر لکھا کہ ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی مقروضوں کے قرض ادا کر دیئے ہیں پھر بھی بیت المال کے مخازن لبالب بھرے ہیں تو آپ نے انہیں لکھا۔ کہ جتنے مسلمان کفار کی غلامی میں ہیں اس رقم سے انہیں خریدو اور آزاد کر دو۔

چھٹا مصرف مقروض لوگ ہیں = اس کے لئے شرط یہ ہے کہ انہوں نے یہ قرضہ کسی گناہ کے ارتکاب کے لئے نہ لیا ہو۔ اور قرضہ لے کر اسے اسراف اور فضول خرچی سے اڑانہ دیا ہو۔

ایسے قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے مقروض اگر خود قرضہ ادا کرنے سے قاصر ہوں تو ان کی بیت المال سے امداد کی جائے گی۔

اسی طرح وہ قرضے دو مسلمان گروہوں کے درمیان مصالحت کرانے کے لئے کسی نے لئے ہوں وہ بھی اس مد سے ادا کئے جاسکتے ہیں۔ بعض بے خبر لوگ کہتے ہیں کہ اسلامی قانون اہل روم کے قوانین سے ماخوذ ہے۔ آپ صرف اس ایک مسئلہ پر ہی غور کریں تو حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔

رومیوں کے نزدیک اگر کوئی مقروض قرضہ ادا کرنے سے قاصر ہو جاتا تو اسے قرض خواہ کا غلام بنادیا جاتا تھا۔ اس کے برعکس اسلام نے ہر ایسے شخص کا قرضہ ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کرلی جو اپنی ناداری کی وجہ سے قرض ادا کرنے سے عاجز ہو گا۔

زکوۃ کا ساتواں مصرف مسافر ہیں = ایک شخص خوشحال ہے لیکن اثنائے سفر اس کی نقدی گم ہوگئی چوری ہوگئی یا اس کا زادِ راہ ختم ہو گیا اب وہ پائی پائی کا محتاج ہے تو ایسے شخص کی بھی زکوۃ کے مال سے امداد کی جائے گی۔

آٹھواں مصرف اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے =

علماء اسلام نے فی سبیل اللہ کی تشریح یوں کی ہے کہ تمام وہ کام جو عوام کے نفع اور بہتری کے لئے کئے جائیں وہ سب فی سبیل اللہ میں شمار ہوں گے۔

۲ ہجری میں نازل ہونے والے اور نفاذ پذیر ہونے والے ان مذکورہ احکام کا تعلق انفرادی اور اجتماعی اصلاح و فلاح کے ساتھ ہے۔

قانون قصاص و دیت

لیکن یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہر قوم میں ایسے افراد بھی ضرور پائے جاتے ہیں جو قانون کا احترام نہیں کرتے ان حدود کو توڑنے میں انہیں بڑا لطف آتا ہے۔ جو دین اور قانون نے قائم کی ہیں اپنے لوگوں کو کھلی چھٹی دے دینا معاشرہ کے امن و سکون کو تہ و بالا کرنے کے مترادف ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے قوانین کے بارے میں آیات قرآنی نازل کیں جو اپنی آہنی گرفت سے ان ہاتھوں کو مروڑ کر رکھ دیں جو حدود الٰہی کی بالا دستی کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس سلسلہ کے وہ قوانین جو ان ناگفتہ بہ حالات اور خطرہ سے گھرے ہوئے ماحول میں اس سال نازل ہوئے ان میں سے اہم ترین قانون قصاص کا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔

"اے ایمان والو! فرض کیا گیا ہے تم پر قصاص جو ناحق مارے جائیں۔ آزاد کے بدلے آزاد۔ غلام کے بدلے غلام۔ عورت کے بدلے عورت۔ پس جس کو معاف کی جائے اس کے بھائی (مقتول کے وارث) کی طرف سے کوئی چیز تو چاہئے کہ طلب کرے (مقتول کا وارث) خون بہا۔ دستور کے مطابق اور (قاتل کو چاہئے) کہ اسے ادا کرے اچھی طرح یہ رعایت ہے تمہارے رب کی طرف سے اور رحمت ہے تو جس نے زیادتی کی اس کے بعد۔ تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

(البقرہ: ۱۷۸)

اس آیت میں اس بات کی وضاحت کر دی کہ کسی غریب کو حقیر سمجھ کر اس کا خون اکارت نہیں جانے دیا جائے گا اور کسی قاتل کو معزز سمجھتے ہوئے قانون کی گرفت سے نچنے نہیں دیا جائے گا بلکہ جو شخص جریمہ قتل کا ارتکاب کرے گا اس سے قصاص ضرور لیا جائے گا۔

اس قصاص کے ساتھ ساتھ رعایت کا ایک دروازہ کھول دیا کہ اگر مقتول کے وارث اپنے مقتول کا خون معاف کر کے خون بہا لینا چاہیں تو انہیں اس کی اجازت ہے۔

تو اس ایک آیت میں قصاص اور خون بہا دونوں احکام نافذ کر دیئے تاکہ سرکشوں اور انسانی خون سے ہولی کھیلنے والوں کو ان کے کئے کی پوری سزا دی جاسکے۔ اور اس سے بعد والی آیت میں قانون قصاص کی حکمت بیان کر دی۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

"اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے اے عقلمندو! تاکہ تم قتل کرنے سے پرہیز کرنے لگو۔" (البقرہ۔۱۷۹)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ بشر یا حالات جن سے امت مسلمہ اس وقت دوچار تھی ان میں بھی اہم ترین احکام شرعیہ کا نزول جاری رہا تاکہ فرزندان اسلام کی اصلاح قلب اور تزکیہ نفس کے ساتھ ساتھ عدل و انصاف کے نظام پر بھی پوری طرح عمل کیا جائے اگر ان نفوس قدسیہ نے ان صبر آزما حالات میں بھی احکام الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور تمام خطرات کو نظر انداز کرتے ہوئے کمال دیانتداری سے ان کو عملی جامہ پہنایا تو آج پاکستان کی حکومت کو یہ زیب نہیں دیتا کہ یہ کہہ کر احکام الٰہی کی تنفیذ میں روڑے اٹکائے کہ موجودہ دور میں ہمارے ملکی حالات اور بین الاقوامی تقاضے اتنے سنگین اور شدید ہیں کہ ہم ان کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ حالات درست نہ ہوں اس وقت تک شریعت کے قوانین پر عمل کرنا بڑا دشوار ہے۔ یہ سب بہانے ہیں اور عذر لنگ ہے جن کی کوئی اہمیت نہیں اور ان لولے لنگڑے بہانوں کی پناہ لے کر ہم نہ دنیوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے عذاب سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں اور نہ یوم آخرت ہماری نجات کی کوئی صورت ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس وعدہ کو پورا کرنے اور ان مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے جو ہم نے پاکستان کا مطالبہ کرتے وقت اپنے رب سے اپنے عوام سے کیا تھا۔

سیدۃ نساء العالمین کا عقد کتخدائی

حضور سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الطیب التحیات واز کی التسلیمات کو اللہ تعالیٰ نے چار صاحبزادیاں عطا فرمائی تھیں سب سے بڑی صاحبزادی کا اسم مبارک سیدہ زینب۔ ان سے چھوٹی صاحبزادی کا نام نامی سیدہ رقیہ۔ ان سے چھوٹی صاحبزادی کا اسم گرامی سیدہ ام کلثوم تھا۔ اور سب سے چھوٹی اور سب سے پیاری لخت جگر کا بابرکت نام سیدہ فاطمہ تھا۔ جو سیدۃ نساء العالمین تھیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ ابیہن و علیہن الی یوم الدین ان سب کی مادر مشفق ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔

شیعہ کی معتبر کتاب حیات القلوب میں ہے ابن بابویہ بسند معتبر از امام جعفر صادق روایت کردہ است از برائے حضرت رسول متولد شدند از خدیجہ قاسم، طاہر نام طاہر عبداللہ بود وام کلثوم ورقیہ وزینب وفاطمہ۔

"ابن بابویہ نے سند معتبر سے حضرت امام جعفر صادق سے یوں روایت کیا ہے کہ حضرت خدیجہ کے بطن مبارک سے حضور کے یہ صاحبزادے قاسم اور طاہر اور طاہر کا نام عبداللہ تھا اور یہ صاحبزادیاں ام کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمہ پیدا ہوئیں۔" (۱)

اسلام اور نبی اسلام کے لئے جن کی درخشاں خدمات صنف نازک کے لئے وجہ صد عز و افتخار ہیں اور جن کی ذات دختران اسلام کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔

حضرت امام محمد باقر، حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے فرماتے ہیں۔

حضرت سیدہ فاطمہ کی ولادت باسعادت اس سال میں ہوئی جب قریش مکہ، کعبہ مشرفہ کی از سر نو تعمیر کر رہے تھے کعبہ کی یہ تعمیر نو اعلان نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی۔ فخر کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت پینتیس سال تھی ایک روایت یہ ہے کہ اس وقت حضور کی عمر مبارک اکتالیس سال تھی جب حضرت زہرا کی پیدائش ہوئی۔

جب سیدہ سن بلوغ کو پہنچیں تو خاندان قریش کے متعدد سرداروں نے جو مال و دولت، اثر و رسوخ اور اپنی اسلامی خدمات کے باعث عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے آپ کے رشتہ کے لئے بارگاہ رسالت میں درخواست کی لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کو یہی

۱۔ حیات القلوب، جلد ۲، صفحہ ۵۵۲

جواب دیا کہ جیسا اللہ چاہے گا۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی بھی دلی آرزو تھی کہ وہ اس سعادتِ عظمیٰ سے بہرہ ور ہوں لیکن جب اپنی تہی دامانی اور کم مائیگی پر نظر پڑتی تو پھر عرض مدعا کی جرأت نہ ہوتی۔ رہ رہ کر نبی رؤف رحیم کی خوئے بندہ نوازی ہمت بندھاتی کہ وہ کریم جس نے بچپن سے مجھے اپنے آغوش شفقت میں لیا۔ اور مجھ سے اتنی محبت اور اتنا پیار کیا کہ اس کے سامنے باپ کی شفقت اور ماں کا پیار ہیچ نظر آنے لگا پھر ایسی تربیت فرمائی کہ دل کی آنکھوں کو بینا کر دیا۔ جب اسلام کی دعوت پیش کی گئی تو اس نور بصیرت کی برکت سے جو نگاہ مصطفوی نے ارزانی فرمایا تھا نور حق کو پہچاننے میں ذرا دقت نہ ہوئی۔ اس کے بعد بھی اپنے ٹھنڈے سایہ میں نشو و نما پانے کا موقع بخشا۔ ایسے کریم آقا کی فیاضیوں کے سامنے میری ان ناداریوں کی کیا حقیقت ہے مجھے عرض کرنا چاہئے وہ شفیق آقا مجھے مایوس نہیں کرے گا۔ بڑی پس و پیش کے بعد آپ نے حرفِ مدعا عرض کرنے کا عزم مصمم کر ہی لیا۔ ایک روز لجاتے اور شرماتے ہوئے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور سراپا ادب بن کر بیٹھ گئے لیکن ہمت نے ساتھ نہ دیا زبان گنگ ہو گئی یارائے تکلم نہ رہا زبان قال اگر خاموش تھی تو زبان حال ماجرائے دل کی ترجمانی کر رہی تھی۔

زِ مشتاقاں اگر تابِ سخن بردی نمی دانی
محبت می کند گویا نگاہ بے زبانے را

نبی مکرم نے مہر سکوت کو توڑا فرمایا۔

مَاجَاءَ بِكَ اَلَكَ حَاجَةٌ

"اے علی! کیسے آئے ہو کیا کوئی کام ہے؟"

آپ پھر بھی بول نہ سکے حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے خود ہی ارشاد فرمایا۔

لَعَلَّكَ جِئْتَ تَخْطُبُ فَاطِمَةَ

"کیا فاطمہ کے رشتہ کے لئے آئے ہو"

عرض کی ہاں! یارسول اللہ! حضور نے پوچھا تمہارے پاس مہر ادا کرنے کے لئے کوئی چیز ہے۔ عرض کی "لاواللہ یارسول اللہ" یارسول اللہ! بخدا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ حضور نے فرمایا وہ زرہ جو میں نے تمہیں پہنائی تھی وہ کدھر گئی عرض کی وہ تو میرے پاس ہے فرمایا وہی زرہ بطور مہر پیش کر دو نکاح پہلے پڑھا گیا اور رخصتی کچھ عرصہ بعد ہوئی۔ (۱)

ا۔ امام علی محمد رضا، جلد ۱، صفحہ

حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں لکھا ہے۔

کہ نکاح ماہ رجب ۱ ہجری میں ہوا اور رخصتی غزوہ بدر کے بعد ۲ ہجری میں ہوئی۔ اس وقت حضرت سیدہ کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔

شب زفاف کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں کو کہلا بھیجا کہ میرے آنے سے پہلے کچھ نہ کرنا حضور تشریف لے گئے وضو فرمایا پھر پانی کو دم کیا اور ان دونوں پر چھڑک دیا پھر دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِمَا وَبَارِكْ عَلَيْهِمَا وَبَارِكْ لَهُمَا فِيْ نَسْلِهِمَا

"اے اللہ! ان دونوں میں برکت ڈال۔ ان دونوں پر برکت نازل فرما اور ان کے لئے ان کی نسل میں بھی برکتیں عطا فرما۔" (۱)

سیدنا علی مرتضیٰ کے پاس متاہل زندگی بسر کرنے کے لئے کوئی موزوں مکان نہ تھا۔ آپ نے کرایہ پر مکان لیا اور چند راتیں وہاں بسر کیں۔ حضرت سیدہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی۔ کہ حضور کے غلام حارثہ بن نعمان کے پاس کئی مکانات ہیں اگر حضور انہیں فرمائیں تو وہ ہمیں ایک مکان دے دیں گے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حارثہ نے اس سے پہلے کئی مکانات مجھے دیئے ہیں اب مجھے اس کو تکلیف دیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ یہ بات کسی طرح حضرت حارثہ نے سن لی فوراً حاضر خدمت ہو کر عرض پرداز ہوئے یارسول اللہ! میرے سارے مکان حضور کے لئے حاضر ہیں۔ بخدا میرا جو مکان حضور قبول فرما لیتے ہیں۔ وہ مجھے اس مکان سے بہت زیادہ عزیز ہوتا ہے جو میرے پاس رہ جاتا ہے۔ اپنی صاحبزادی کے لئے جو مکان حضور چاہیں پسند فرمائیں مجھے پیش کر کے انتہائی مسرت ہوگی۔

کریم آقا نے فرمایا صَدَقْتَ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ اے حارثہ! تم سچ کہتے ہو اللہ تجھے اپنی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ چنانچہ حضرت سیدہ اپنے شوہر نامدار علی مرتضیٰ کے ساتھ اس مکان میں تشریف لے آئیں۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنی اس صاحبزادی سے از حد محبت تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ ایک روز حضرت فاطمہ تشریف لے آئیں آپ کی چال حضور سرور عالم کی چال سے بالکل مشابہت رکھتی تھی۔ حضور نے دیکھا تو فرمایا مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ اے میری لخت جگر! خوش آمدید۔ پھر حضور نے آپ کو اپنی

۱۔ الاصابہ، جلد ۴، صفحہ ۳۶۶

دائیں جانب بٹھایا۔ پھر بڑے راز سے سرگوشی کی آپ رونے لگیں۔ پھر دوبارہ اس طرح سرگوشی کی تو آپ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا میں نے فرحت اور غم کو اتنا قریب قریب کبھی نہیں دیکھا۔ آپ نے حضرت سیدہ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو افشا نہیں کر سکتی۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد سرکار دوعالم نے رحلت فرمائی۔ میں نے حضرت سیدہ سے پھر پوچھا اب تو بتایئے حضور نے کیا فرمایا تھا۔ حضرت سیدہ نے بتایا کہ اس روز حضور نے مجھے کہا کہ پہلے جبرئیل ماہ رمضان میں ایک بار قرآن کریم کا دور میرے ساتھ کرتے تھے اس دفعہ دو دفعہ دور کیا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ میری وفات کا وقت قریب آگیا ہے اور میرے سارے خاندان میں سب سے پہلے تو مجھے آکر ملے گی۔ نِعْمَ السَّلَفُ اَنَا لَكِ اور میں تمہارے لئے بہترین پیشرو ہوں۔

یہ ارشاد سن کر میں رو پڑی۔ دوبارہ مجھے حضور نے فرمایا۔

اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ

"کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم سارے جہانوں کی عورتوں کی سردار بنائی گئی ہو۔ یہ سن کر میں ہنس پڑی تھی۔" (۱)

ان جملہ دلنوازیوں اور دلداریوں کے باوجود فرائض نبوت کی بجا آوری میں کبھی کسی محبت کو حائل نہیں ہونے دیا ہمیشہ فرائض نبوت کی بجا آوری کو اولین اہمیت دی۔

مندرجہ ذیل واقعہ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی مالی حالت اس امر کی متحمل نہ تھی کہ وہ کوئی خادمہ رکھ سکیں جو امور خانہ داری میں حضرت سیدہ کا ہاتھ بٹا سکے۔ اس لئے گھر کا سارا کام آپ کو خود ہی انجام دینا پڑتا تھا۔ چکی پیسنا آٹا گوندھنا، کھانا تیار کرنا، گھر میں جھاڑو دینا، برتن صاف کرنا، کپڑے دھونا الغرض یہ سارے چھوٹے بڑے کام شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لخت جگر اپنے دست مبارک سے انجام دیتی کثرت کار سے نازک ہتھیلیوں میں گٹے پڑ گئے تھے۔

ایک روز حضرت علی نے سنا کہ حضور اکرم کے پاس چند غلام اور لونڈیاں آئی ہیں۔ آپ نے حضرت سیدہ کو کہا۔ کہ اگر آج آپ جاکر حضور کو عرض کریں کہ حضور ایک کنیز آپ کو دے دیں تو آپ کا یہ بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ حضرت سیدہ حاضر ہوئیں حضور انہیں دیکھ کر بہت خوش

۱۔ الاصابہ، جلد ۴، صفحہ ۳۶۷

ہوئے فرمایا۔ مَابِكِ يَا بُنَيَّةِ بیٹی کیسے آناہوا۔ عرض کیا جِئْتُ لِاُسَلِّمَ عَلَيْكَ میں حضور کو سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔ شرم کے مارے اپنی گزارش پیش نہ کر سکیں۔ کچھ دیر ٹھہریں پھرواپس چلی گئیں اور حضرت علی کو سارا ماجرا بتایا سیدنا علی مرتضٰی نے حضرت سیدہ کو ساتھ لیااور کاشانہ نبوت میں حاضر ہوئے اور آکر عرض کی کہ حضور کی صاحبزادی یہ گزارش کرنے کے لئے حاضر ہوئی تھیں ادب وحیانے اجازت نہ دی۔ کہ عرض کریں سرور انبیاء نے یہ عرضداشت جو سب سے لاڈلے داماد نے سب سے لاڈلی بیٹی کی طرف سے پیش کی تھی سنی اور سن کر فرمایا۔

لَاوَاللّٰهِ لَا اُعْطِيْكُمَا وَادَعُ اَهْلَ الصُّفَّةِ تَتَلَوّٰى بُطُوْنُهُمْ

لَا اَجِدُ مَا اُنْفِقُ عَلَيْهِمْ وَلٰكِنْ اَبِيْعُ وَاُنْفِقُ عَلَيْهِمْ بِاَثْمَانِهِمْ۔

"نہیں بخدا نہیں میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اہل صُفّہ کو نظر انداز کر دوں جب کہ ان کے پیٹ شدت فاقہ سے سکڑ کر رہ گئے ہیں اور میرے پاس کچھ نہیں جو میں ان پر خرچ کر سکوں میں ان غلاموں اور لونڈیوں کو فروخت کروں گا ان کی قیمت ملے گی اس سے ان کی ضرورتیں پوری کروں گا۔"

یہ جواب باصواب سن کر دونوں سراپا تسلیم ورضا بنے ہوئے واپس تشریف لے آئے کچھ دیر بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا۔

اَلَا اُخْبِرُكُمَا بِخَيْرٍ مِمَّا سَئَلْتُمَانِيْ

"کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو کئی گنا بہتر ہے اس چیز سے جس کا تم نے مجھ سے سوال کیا۔ دونوں نے یک زبان ہو کر عرض کی "بلٰی یا رسول اللہ! " اے اللہ کے رسول ضرور مہربانی فرمایئے۔

حضور نے فرمایا۔ یہ چند کلمات ہیں جو جبرئیل نے مجھے سکھائے ہیں وہ یہ کہ ہر نماز کے بعد تم دس مرتبہ سبحان اللہ کہو دس مرتبہ الحمد للہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر۔ اور جب رات کو سونے لگو تو تینتیس مرتبہ سبحان اللہ۔ تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔

ان دونوں گرامی قدر ہستیوں نے بعد تشکر اس انعام گرامی کو قبول کیا اور زندگی کے آخری دم تک اس وظیفہ کا ورد کرتے رہے۔

ایک دفعہ سیدنا علی مرتضٰی نے اس واقعہ کے ایک تہائی صدی گزرنے کے بعد فرمایا کہ جب

سے نبی کریم نے مجھے یہ ورد سکھایا ہے بخدا میں نے اسے ترک نہیں کیا کسی شخص نے دریافت کیا واللہ وَلَا لَيْلَةَ الصِّفِّينِ کیا صفین کی رات کو بھی آپ نے اسے ترک نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا بخدا میں نے صفین کی رات کو بھی یہ وظیفہ قضا نہیں ہونے دیا۔ (۱)

اس واقعہ کو "کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ" کے فاضل مصنف علی بن عیسٰی اربلی نے بڑی وضاحت سے لکھا ہے جس سے اس واقعہ کے وہ گوشے بھی بے نقاب ہو جاتے ہیں جو دوسری روایات میں ناگفتہ رہ گئے تھے ہم اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس واقعہ کے اہم پہلوؤں کو وہاں سے نقل کرتا ہوں۔

ایک روز حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما مسجد نبوی میں بیٹھے تھے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے حضرت سیدہ کے رشتہ کے بارے میں گفتگو ہونے لگی حضرت صدیق نے کہا کہ بڑے بڑے شرفاء نے اس رشتہ کے لئے درخواست کی ہے لیکن نبی اکرم نے یہی فرمایا کہ جیسے اللہ چاہے گا۔ لیکن علی مرتضٰی نے ابھی تک گزارش نہیں کی شائد غربت وافلاس کی وجہ سے یہ جسارت نہ کر سکے لیکن میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول معظم اس رشتہ کو ان کے لئے روکے ہوئے ہیں۔ پھر حضرت صدیق نے دونوں کو کہا چلو علی کے پاس اور انہیں کہتے ہیں کہ وہ یہ عرض کریں۔ اور اگر غربت وافلاس کی وجہ سے وہ خاموش ہوں تو ہم ان کے ساتھ مالی تعاون کرنے کو تیار ہیں۔ چنانچہ یہ سب حضرت علی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے پہلے ان کے گھر گئے پتہ چلا کہ وہ فلاں انصاری کا باغ سیراب کرنے کے لئے اپنی اونٹنی لے کر گئے ہیں یہ حضرات اس انصاری کے باغ کی طرف روانہ ہوئے۔ سیدنا علی نے انہیں اپنی طرف آتے دیکھ لیا اور پوچھا خیریت تو ہے حضرت ابو بکر نے اپنی آمد کی وجہ بتائی آپ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا۔

آپ مانگئے حضور آپ کو ضرور یہ رشتہ دیں گے۔ شائد اللہ اور اس کے رسول نے یہ رشتہ آپ کے لئے روکا ہوا ہے۔ حضرت علی نے یہ بات سنی تو ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے کہا۔ میرا دل تو بہت چاہتا ہے کہ یہ شرف مجھے حاصل ہو۔ لیکن تہی داماں ہوں عرض کرنے کی جرأت کیسے کروں۔ حضرت ابو بکر نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا اے ابو الحسن۔ آپ اس بات کی پروا نہ کریں اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک اس مال و دولت کی پر کاہ کے برابر بھی وقعت نہیں آپ ضرور خدمت اقدس میں حاضر ہوں اور یہ گزارش پیش کریں۔

۱۔ تراجم سیرات بیت النبوۃ، جلد ۱، صفحہ ۶۰۹ تا ۶۴۳

سیدنا علی مرتضیٰ حاضر ہوئے۔ سلام عرض کیا اور ادب سے بیٹھ گئے کچھ دیر بعد حضور نے فرمایا اے ابوالحسن! میرا خیال ہے تم کسی کام کے لئے آئے ہو۔ بتاؤ کیا کام ہے۔ آپ نے شرم وحیا میں ڈوبے ہوئے لہجہ میں گزارش پیش کی۔ حضور پُرنور کا رخ انور خوشی سے چمکنے لگا مسکراتے ہوئے پوچھا مہرادا کرنے کے لئے کوئی چیز ہے۔ آپ نے عرض کی میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں میری حالت حضور سے مخفی نہیں۔ میرے پاس ایک تلوار۔ ایک زرہ اور ایک اونٹنی ہے جس پر میں پانی بھر کر لاتا ہوں۔

رحمت عالم نے یہ سن کر فرمایا کہ تلوار تمہاری اہم ضرورت ہے اونٹنی بھی تمہاری روزی کا ذریعہ ہے اور زرہ کے عوض اپنی بچی کا نکاح تمہیں کر دیتا ہوں۔

یہ مژدہ جانفزا سن کر آپ باہر نکلے۔ آپ کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ حضرت صدیق۔ حضرت فاروق ان کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا کیا ہوا۔ میں نے بتایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی فاطمہ کا رشتہ مجھے دے دیا۔ ان دونوں حضرات کو یہ بات سن کر از حد مسرت ہوئی اور دونوں میرے ساتھ اکٹھے مسجد کی طرف آئے ہم جب مسجد میں پہنچے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہوئے۔ حضور کا رخ انور خوشی سے چمک رہا تھا۔ انصار مہاجرین کو جمع کیا گیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا عقد فرمایا۔

حضور نے مجھے فرمایا اے ابوالحسن! اب جاؤ اور زرہ کو بیچ کر اس کی رقم میرے پاس لاؤ۔ سیدنا علی فرماتے ہیں کہ میں نے چار سو درہم میں وہ زرہ حضرت عثمان کو فروخت کی جب میں نے زرہ ان کے حوالے کر دی اور ان سے روپے لے لئے۔ تو حضرت عثمان نے مجھے کہا کہ اس زرہ کی قیمت میں نے آپ کو ادا کر دی اب میری طرف سے یہ زرہ بطور تحفہ آپ قبول فرمائیے۔

میں نے زرہ بھی لے لی اور روپے بھی اور انہیں لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور دونوں چیزیں میں نے حضور کے قدموں میں آکر ڈال دیں اور حضرت عثمان نے جو سلوک میرے ساتھ کیا تھا وہ بھی عرض کیا۔ فَدَعَا لَهٗ بِخَیْرٍ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ پھر حضرت صدیق اکبر کو حکم دیا کہ جاؤ اور میری بیٹی کے لئے ضروری چیزیں خرید کر لے آؤ۔ حضرت سلمان فارسی اور حضرت بلال کو ساتھ بھیجا تا کہ وہ سامان اکٹھا کر لے آئیں۔ (۱)

۱۔ کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ، جلد ۱، صفحہ ۴۷۸ تا ۴۸۶

سیدۃ النساء کے جہیز کے بارے میں

علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ شہنشاہ کونین نے سیدہ عالم کو جو جہیز دیا وہ بان کی چارپائی، چمڑے کا گدّا جس کے اندر روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے، ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں اور دو مٹی کے گھڑے۔ (۱)

غزوۂ بنی سُلَیم

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی، امام ابن اسحاق، ابو عمرو اور ابن حزم کے حوالے سے لکھتے ہیں:-

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم جب غزوہ بدر سے واپس تشریف لائے تو ایک ہفتہ بعد اطلاع ملی کہ قبیلہ بنی سلیم اور غطفان نے ایک لشکر جمع کیا ہے اور وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ (۲)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں مزید مہلت دینا پسند نہ فرمایا۔ اور دو سو مجاہدین کو ساتھ لے کر ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے اس غزوہ میں سیدنا علی مرتضیٰ۔ لشکر اسلام کے علمبردار تھے۔ یہ پرچم سفید رنگ کا تھا۔ جب یہ لشکر ان کے چشموں تک پہنچا تو وہاں ان میں سے کوئی شخص بھی موجود نہ تھا حضور نے اپنے چند صحابہ کو وادی کے بلند علاقہ کی طرف بھیجا اور خود وادی کے وسط میں خیمہ زن ہو گئے وہاں چند چرواہے اونٹ چرا رہے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام یسار تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے قوم کے بارے میں دریافت فرمایا اس نے لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا کہ میں یہاں ان اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے آتا ہوں جنہیں پانچویں دن پانی پلایا جاتا ہے۔ (ایسے اونٹوں کو اہل عرب "خمس" کہتے ہیں) اور آج کا دن ان اونٹوں کو پانی پلانے کا دن ہے جنہیں چوتھے روز پانی پلایا جاتا ہے (ایسے اونٹوں کو اہل عرب "الربع" کہتے ہیں) سارے لوگ اونچے علاقہ کی طرف چلے گئے ہیں ہم لوگ (چرواہے) یہاں تنہا اونٹوں کو چرانے کے لئے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین شب وہاں قیام فرمایا پانچ سو اونٹ وہاں غنیمت میں ملے۔ انہیں لے کر

۱۔ سیرت عربی از شبلی، جلد ۱، صفحہ ۲۶۸

۲۔ سبل الهدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۵۵

حضور مدینہ طیبہ لوٹے۔ صرار کے کنوئیں پر پہنچے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے تو مال غنیمت کو مجاہدین میں تقسیم فرمایا ایک سو لونٹ بطور خمس دیئے گئے باقی چار سو اونٹ دو سو مجاہدین میں تقسیم کر دیئے گئے ہر مجاہد کو دو دو اونٹ ملے۔ یسار کو جنگی قیدی بنا کر لایا گیا۔ یہ خوش بخت حضور کے حصہ میں آیا حضور نے اس کو آزاد فرما دیا۔ (۱)

اس غزوہ میں حضور پندرہ روز مدینہ طیبہ سے باہر رہے۔ جب روانہ ہونے لگے تو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مسجد میں جماعت کرانے کے لئے اور سباع بن عرفطہ الغفاری کو دیگر امور سرانجام دینے کے لئے اپنا نائب مقرر فرمایا۔

اس کے بعد شوال کے بقیہ ایام اور ذی القعدہ کا پورا مہینہ مدینہ منورہ میں رونق افروز رہے اس عرصہ میں قریش کے جنگی قیدیوں کی طرف سے فدیہ ادا کرنے اور انہیں رہا کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ (۲)

غزوہ بدر اور غزوہ احد کے درمیانی عرصہ میں متعدد غزوات ہوئے ان کی تعداد اور ان کی ترتیب میں مؤرخین کا باہمی اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف معمولی نوعیت کا ہے بعض نے غزوات کی چھ تعداد اور بعض نے پانچ لکھی ہے۔ ایک آدھ غزوہ کے بارے میں تقدیم و تاخیر کا اختلاف ہے۔

میں یہاں علامہ ابن ہشام اور حافظ ابن کثیر کے حوالے سے ان غزوات کی ترتیب ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔

غزوہ سویق

ابو سفیان اپنے تجارتی کاروان کو بچا کر مکہ لے جانے میں تو کامیاب ہو گیا لیکن ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ اہل مکہ کو اپنے سورماؤں کی عبرتناک شکست کی اطلاعیں ملنے لگیں۔

میدان بدر سے بھاگ کر آنے والوں کی خستہ حال ٹولیاں وہاں پہنچنے لگیں۔ غم اور غصہ کے جذبات سے اہل مکہ کی حالت قابل رحم تھی ابو سفیان نے اپنی قوم کی بربادی اور تباہی کی داستان سنی تو وہ ہوش و حواس کھو بیٹھا اسے کبھی یہ وہم بھی نہ ہوا تھا۔ کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے چند

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۵۵

۲۔ ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۴۲۱

بے یارو مدد گار لوگ اس کی قوم کے رئیسوں کو خاک و خون میں تڑپا دیں گے۔ اور ان کی لاشوں کو گھسیٹ کر ایک گہرے کھڈے میں پھینک دیا جائے گا اور ان کے باقیماندہ سرداروں کو جنگی قیدی بنالیا جائے گا۔ غم و غصہ سے بے قابو ہو کر اس نے قسم کھائی جب تک وہ اپنے مقتولوں کا انتقام نہیں لے گا اس وقت تک گھی نہیں کھائے گا اور جنابت کا غسل نہیں کرے گا اپنی اس قسم کو پورا کرنے کے لئے وہ دو سو سواروں کا جتھہ ہمراہ لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا لیکن اس نے عام راستہ اختیار کرنے کے بجائے نجد کا لمبا راستہ اختیار کیا مدینہ کی ایک وادی قناۃ سے گزرتا ہوا تیب نامی پہاڑ کے دامن میں پہنچ گیا یہ پہاڑ مدینہ طیبہ سے ایک برید یعنی بارہ میل کی مسافت پر واقع ہے جب رات کی تاریکی پھیل گئی تو یہ چھپتا چھپاتا بنی نضیر کے محلہ میں آیا اور ان کے ایک رئیس حیی بن اخطب کے گھر پر آکر دستک دی۔ لیکن اس نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا پھر وہ ایک دوسرے یہودی رئیس سلام بن مشکم کے دروازے پر آیا یہ سلام، یہودیوں کے اس ملی فنڈ کا بھی نگران تھا جوانہوں نے اچانک قومی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اکٹھا کر رکھا تھا۔ ابو سفیان نے اس سے ملاقات کا اذن طلب کیا اس نے بڑی خوشی سے اسے خوش آمدید کہا اسے اپنے ہاں بٹھایا۔ اس کی پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا شراب و کباب سے اس کی تواضع کی دیر تک وہ بیٹھے رہے اور سرگوشیاں کرتے رہے اس نے ابو سفیان کو مسلمانوں کے خفیہ حالات اور ان کے سربستہ رازوں سے آگاہ کیا۔ یقیناً اسلامی تحریک کو ناکام بنانے کے لئے ہی انہوں نے اپنی عقل و فہم کی حد تک خوب منصوبہ بندی کی ہوگی۔

کونستانس جیور جیو وزیر خارجہ رومانیہ نے اپنی سیرت کی کتاب نظرۃ جدیدہ میں اس موضوع پر مزید روشنی ڈالی ہے۔

ابو سفیان نے سلام سے رخصت ہونے سے پہلے اسے کہا کہ میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ تم نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ جب ہم مسلمانوں پر حملہ کریں گے تو تم ہمارا ساتھ دو گے۔ سلام نے کہا کہ ہم اپنے عہد پر آج بھی پختگی سے قائم ہیں لیکن ہمیں یہ توقع نہ تھی کہ تم اتنی جلدی سے حملہ کرو گے آج ہم تیار نہیں ہیں تم ہمیں کچھ وقت مہلت دو تاکہ ہم پوری طرح تیار ہو جائیں گویا ابو سفیان مدینہ پر چڑھائی کرنے کی نیت سے آیا تھا۔ لیکن یہودیوں نے ساتھ نہ دیا اس لئے اسے ناکام لوٹنا پڑا۔ (۱)

۱۔ نظرۃ جدیدۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۴۲۔ ۲۴۳

نصف شب کے بعد ابوسفیان وہاں سے اٹھا اور اپنے کیمپ میں واپس آگیا اپنے سپاہیوں کو لے کر وہ عریض پہنچا یہاں مسلمانوں کا ایک نخلستان تھا۔ جہاں کھجور کے چھوٹے پودوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا انہوں نے اسے نذر آتش کیا وہاں ایک انصاری معبد بن عمرو اور ان کے ایک ساتھی کو تنہا پایا اور انہیں شہید کر دیا ان دو کو شہید کر کے ابوسفیان نے یہ سمجھا کہ اس نے اپنی قسم پوری کر دی ہے اور اب وہ ان پابندیوں سے آزاد ہو گیا ہے جو اس نے اپنے اوپر عائد کی تھیں چنانچہ اس نے مکہ واپس جانے کا قصد کیا در اصل اس کو یہ خوف تھا کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی کارستانی کا پتہ چل گیا تو پھر اس کی اور اس کے ساتھیوں کی خیر نہیں۔ اس لئے اس نے مناسب سمجھا کہ حضور کو اطلاع ملنے سے پہلے وہ اپنے ساتھیوں سمیت یہاں سے فرار ہو جائے چنانچہ واپسی کا سفر انہوں نے تیز رفتاری سے طے کرنا شروع کیا۔

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو حضور دو سو مہاجرین اور انصار کو لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں نکلے مدینہ طیبہ میں بشیر بن عبدالمنذر کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور بڑھتے ہوئے قرقرۃ الکدر تک جا پہنچے ابوسفیان اور اس کے لشکریوں کا یہ حال تھا کہ پاؤں سر پر رکھ کر بھاگے جا رہے تھے انہیں یہ خوف کھائے جا رہا تھا کہ اسلام کے عقاب ابھی آپہنچیں گے۔ اور انہیں چوزوں کی طرح اپنے فولادی پنجوں میں دبوچ لیں گے۔ اپنے بھاگنے کی رفتار کو مزید تیز کرنے کے لئے انہوں نے اپنا سامان رسد جو ستو سے بھری ہوئی بوریوں پر مشتمل تھا۔ اس کو راستہ میں پھینکنا شروع کر دیا تاکہ اس بوجھ سے ان کی جان چھوٹے اور وہ تیزی سے بھاگ سکیں۔ مسلمانوں کو ان کا تعاقب کرتے ہوئے ستو کی کثیر تعداد بوریاں راستہ میں گری پڑی ملیں وہ انہیں اٹھا اٹھا کر اپنے اونٹوں پر لادتے گئے کیونکہ ستو کی بہت سی بوریاں انہیں بطور غنیمت ملی تھیں اور ستو کو عرب میں سویق کہتے ہیں اس لئے یہ غزوہ بھی اسی نام سے مشہور ہو گیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس سفر سے مقصد دشمن کو بھگانا اور خوفزدہ کرنا تھا۔ جب حضور کو یقین ہو گیا کہ کفار اتنی دور چلے گئے ہیں کہ ان کی واپسی کا امکان نہیں رہا تو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے مزید تعاقب ضروری نہ سمجھا اور اپنے جاں نثار ساتھیوں کو واپسی کا حکم دیا۔

کیونکہ دشمن بھاگ گیا تھا اور جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی اس لئے بعض صحابہ کو یہ گمان ہوا کہ شائد یہ سفر عنداللہ جہاد شمار نہ ہو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ!

اَتَطْمَعُ اَنْ تَكُوْنَ غَزْوَةً قَالَ نَعَمْ

"کیا حضور امید کرتے ہیں کہ ہمارا یہ سفر جہاد شمار ہو گا۔ سرکار دوعالم نے فرمایا بیشک۔"

غزوۂ ذی اُمر یا غطفان

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنوغطفان قبیلہ کی ایک شاخ بنو ثعلبہ بن سعید بن ذُبیان اور بنو محارب بن خَصَفَہ کے کچھ لوگ ذی امر کے مقام پر اکٹھے ہو رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کے زیر نگین علاقہ پر حملہ کرکے لوٹ مار کریں۔ اس شرارت کا سرغنہ دُعثور بن حارث بن محارب تھا۔ یہ اطلاع ملتے ہی رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے مجاہدین کو جہاد کی دعوت دی چنانچہ ساڑھے چار سو کی تعداد میں مسلمان حضور کی قیادت میں ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے ان میں سے کئی مجاہد گھوڑوں پر سوار تھے روانگی سے پہلے نبی کریم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ ذوالقَصّہ کے مقام پر پہنچے تو ان میں سے ایک شخص جبار بن ثعلبہ سے ملاقات ہوگئی مسلمانوں نے اس سے پوچھا کدھر جا رہے ہو۔ اس نے کہا روزگار کی تلاش میں یثرب جا رہا ہوں اسے بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا اس نے اپنے قبیلہ کے بارے میں تفصیلی حالات عرض کر دیئے اس نے بتایا کہ وہ کبھی آپ کا مقابلہ نہیں کریں گے آپ کی آمد کے بارے میں سنیں گے تو بھاگ جائیں گے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر جاکر چھپ جائیں گے میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جو اس نے قبول کرلی۔ اور حضور کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کرلی۔

حضور نے اسے حضرت بلال کے حوالے کیا تاکہ اسے دین اسلام کی تعلیم دیں جبار مشرف باسلام ہونے کے بعد لشکر اسلام کو اپنی راہنمائی میں اس علاقہ میں لے گیا ان لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی جب اطلاع ملی تو وہ بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور غاروں میں جاکر چھپ گئے لشکر اسلام کو لے کر وہ اس قبیلہ کے چشموں تک پہنچا۔ بڑے چشمے کا نام ذی امر تھا۔ نبی کریم نے وہاں پڑاؤ کیا اور اپنے خیمے نصب کر دیئے اس روز وہاں موسلادھار بارش ہوئی سب کے کپڑے بھیگ گئے۔ حضور ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے اور اپنے گیلے کپڑے سوکھنے کے لئے درخت پر پھیلا دیئے اور خود آرام کرنے کے لئے ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے صحابہ کرام اپنے اپنے فرائض انجام دینے میں مشغول ہوگئے۔ ان مشرکین نے دور

سے پہچان لیا کہ حضور اکیلے استراحت فرما ہیں۔ انہوں نے موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنے سردار دعثور کو کہا کہ وہ جائے۔ اور اس بے خبری میں اس شمع ہدایت کو گل کر دے پھر ایسا موقع نہیں ملے گا۔ اس نے اپنی تلوار گلے میں حمائل کی۔ اور دبے پاؤں حضور کی آرام گاہ کی طرف روانہ ہوا حضور کے سر مبارک کے قریب کھڑے ہو کر اس نے اپنی تلوار کو لہرایا اور کہا۔

يَا مُحَمَّدُ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي الْيَوْمَ

"آج آپ کو مجھ سے کون بچائے گا۔"

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَللّٰهُ

"حضور نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ بچائے گا۔"

یہ پر جلال جواب سن کر اس پر لرزہ طاری ہو گیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی جسے حضور انور نے اٹھا لیا اور اس سے پوچھا اب بتاؤ تمہیں کون بچائے گا اس نے کہا کوئی بچانے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔" میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اب لشکر لے کر آپ پر چڑھائی نہیں کروں گا۔

سرکار دو عالم نے اس کی تلوار اسے واپس کر دی۔ اور وہاں سے وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ گیا اس کے چہرے کی بدلی ہوئی رنگت دیکھ کر قوم نے پوچھا تیرا خانہ خراب ہو تیرے ساتھ کیا بیتی۔ اس نے بتایا کہ جب میں نے برہنہ تلوار ان کے سر پر لہرائی تو ایک طویل قامت شخص ظاہر ہوا اس نے مجھے سینہ پر مکا مارا میں پیٹھ کے بل زمین پر گر گیا میں نے جان لیا کہ یہ فرشتہ ہے میں تو ان کی رسالت پر ایمان لے آیا ہوں اس غزوہ میں مشرکین بھاگ گئے جنگ کرنے کی انہیں ہمت نہ ہوئی چنانچہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مع مجاہدین بخیر و عافیت مدینہ منورہ میں مراجعت فرما ہوئے۔

اس سفر میں حضور پندرہ روز مدینہ طیبہ سے باہر رہے ابو عمرو کہتے ہیں کہ صفر کا پورا مہینہ اس علاقہ میں گزرا۔ اگر یہ غزوہ ماہ صفر میں ہوا (۱) تو پھر اس کا تعلق ہجرت کے دوسرے سال سے ہو گا لیکن دیگر علماء سیرت نے یہ تصریح کی ہے کہ حضور ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو بروز پنجشنبہ اس غزوہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت شیخ محمد ابو زہرہ نے اپنی تصنیف خاتم النبیین میں یہی تاریخ لکھی ہے اس طرح اس کا تعلق ہجرت کے تیسرے سال سے ہو گا۔ (۲)

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۶۱

۲۔ خاتم النبیین، جلد ۲، صفحہ ۶۷۹

سریہ سالم بن عمیر

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوئے تو مدینہ میں بسنے والے تمام قبائل خصوصاً یہودی قبائل سے دوستی کا ایک معاہدہ کیا جس کی اہم شرط یہ تھی۔

اَلَّا یُحَارِبُوْہُ وَاَنْ لَّا یُظَاهِرُوْا عَلَیْهِ عَدُوَّہٗ

"کہ نہ خود حضور سے جنگ کریں گے اور نہ حملہ کرنے والے کسی دشمن کی امداد کریں گے۔"

کچھ عرصہ بعد یہودی قبائل کے تیور بدلنے لگے۔ حضور کے خلاف ان کے دلوں میں حسد وعناد کی چنگاریاں سلگنے لگیں اور مسلمانوں کو اذیتیں پہنچا کر حضور کے دل کو دکھانے لگے۔ ان میں سے جو لوگ شعر گوئی کا ملکہ رکھتے تھے۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجو میں قصیدے لکھنے شروع کر دیے۔ ان میں سے ایک بدبخت "ابو عفک" یہودی تھا اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ اس کا اس کے بغیر کوئی شغل ہی نہ تھا کہ وہ اشعار کہتا اور ان کے ذریعہ اپنے سامعین کے دلوں میں اسلام اور ہادی اسلام کے بارے میں حسد وعداوت کی تخم ریزی کرتا۔ صحابہ کرام اس کی بذیاں سرائیاں سنتے اور خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے۔ جب اس کی اذیت رسانیاں انتہا کو پہنچ گئیں تو حضور انور نے فرمایا۔ مَنْ لِیْ بِهٰذَا الْخَبِیْثِ "اس خبیث کو کون شخص کیفر کردار تک پہنچائے گا۔ حضرت سالم بن عمیر نے دست بستہ عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں اس بدبخت کو جہنم رسید کروں گا یا اپنی جان دے دوں گا۔

حضرت سالم موقع کا انتظار کرتے رہے۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ وہ ایک رات اپنے گھر کے صحن میں سویا ہوا تھا انہیں پتہ چلا تو یہ وہاں پہنچے اپنی تلوار اس کے کلیجے کے اوپر رکھی پھر اس پر اپنا وزن ڈالا۔ وہ تلوار اس کے کلیجے کو چیرتی ہوئی پار ہو گئی اس نے ایک چیخ ماری اور جان دے دی۔ اس کے حواری جمع ہو گئے اٹھا کر اسے مکان کے اندر لے گئے اور سپرد خاک کر دیا حضرت سالم اس کو ٹھکانے لگانے کے بعد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اس کی ہلاکت کا مژدہ سنایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو دعائے خیر سے نوازا۔ (۱)

ا۔ سیرت النبی از زینی دحلان، جلد ۲، صفحہ ۱۵، حیات محمد، ۲۷۲

عصماء

اسی قماش کی ایک یہودن تھی جس کا نام عصماء بنت مروان تھا۔ وہ بھی ہر وقت حضور کی شان میں بد کلامی کرتی رہتی۔ اور لوگوں کو اسلام کے خلاف بھڑکاتی رہتی۔ اس کی شرانگیزیاں بھی جب حد سے تجاوز کر گئیں تو حضرت عمیر بن عوف نے اسے بھی آدھی رات کے وقت موت کے گھاٹ اتار دیا حضور کی خدمت اقدس میں اطلاع دی۔ جب وہاں سے واپس آ رہے تھے دیکھا کہ عصماء کے بیٹے اور دوسرے لوگ اسے دفن کر رہے ہیں یہ جب ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا عمیر۔ کیا تم نے اسے قتل کیا ہے آپ نے کہاہاں! میں نے ہی اس کو قتل کیا ہے تم میرا جو بگاڑ سکتے ہو بگاڑ لو۔ اگر تم سب اس قسم کے بکواسات کرتے جیسا کہ وہ کیا کرتی تھی تو میں تم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا یا خود اپنی جان دے دیتا۔ عصماء کا تعلق بنو خطمہ قبیلہ سے تھا۔ اس قبیلہ کے کئی لوگ دل سے ایمان لا چکے تھے۔ لیکن خوف سے اپنے ایمان کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت عمیر کے اس جرأت مندانہ جواب سے اہل ایمان کے حوصلے بلند ہو گئے اور انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ (۱)

غزوۂ الفُرُع

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنی سُلیم بن منصور نے ایک لشکر اکٹھا کیا ہے اور وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تین سو مجاہدین کو لے کر ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے حضور کی آمد کے بارے میں سن کر وہ سب تتر بتر ہو گئے اور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ سمیت بخیریت مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ (۲)

غزوۂ بنو قینقاع

یہ غزوہ ہجرت سے بیس ماہ بعد ماہ شوال میں وقوع پذیر ہوا۔ ان کا محاصرہ شوال کی پندرہ تاریخ بروز ہفتہ شروع ہوا جو پندرہ روز تک جاری رہا۔ (۳)

۱۔ حیات سیدنا محمد از ہیکل، صفحہ ۲۷۲

۲۔ امتاع الاسماع، جلد ۱، صفحہ ۱۰۷

۳۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۶۵

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فرزندان اسلام کے بارے میں یہودیوں کے دلوں میں حسد و عناد کے جو جذبات پہلے مخفی تھے وہ اب آشکارا ہونے لگے ان کی ہرزہ سرائیاں اور اذیت رسانیاں دن بدن ناقابل برداشت ہوتی جارہی تھیں میدان بدر میں کفار قریش کی ذلت آمیز شکست اور مسلمانوں کی فتح مبین نے انہیں پاگل بنا دیا تھا۔

وہ اعلانیہ کہنے لگے کہ ہم نے وہ معاہدہ کالعدم کر دیا ہے جو ہمارے درمیان اور مسلمانوں کے درمیان طے پایا تھا۔ اب ہم پر اس کی پابندی ضروری نہیں۔ لحظہ بہ لحظہ بگڑتے ہوئے حالات کو سنبھالا دینے کے لئے سرور کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات ایک روز ان کے بازار میں تشریف لے گئے ان کو اکٹھا کیا اور ان سے بڑے محبت بھرے انداز میں گفتگو کا آغاز کیا جس طرح ایک ہمسایہ اپنے عزیز ہمسایہ سے گفتگو کرتا ہے حضور نے انہیں وہ معاہدہ یاد دلایا اور ایسی حرکات سے باز آنے کی انہیں تلقین کی جو کسی وقت بھی فتنہ و فساد کی آگ کو بھڑکا کر جنگ کی صورت اختیار کر سکتی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بڑے دلنشین انداز میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے گروہ یہود! اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرو۔ کہیں تم پر بھی وہ ایسا عذاب نازل نہ کر دے جیسا عذاب اس نے مکہ کے مغرور قریشیوں پر نازل کیا ہے۔ اسلام کو قبول کر لو۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا فرستادہ نبی ہوں۔ میرے بارے میں تم اپنی کتاب تورات میں یہ بات لکھی ہوئی پاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مجھ پر ایمان لانے کا بار بار حکم دیا ہے۔"

اس محبت آمیز اور جذبہ خیر اندیشی سے معمور گفتگو کا انہوں نے بڑا کرخت جواب دیا کہنے لگے

يَا مُحَمَّدُ، إِنَّكَ تَرَى أَنَّا مِثْلُ قَوْمِكَ لَا يَغُرَّنَّكَ أَنَّكَ لَقِيتَ قَوْمًا لَا عِلْمَ لَهُمْ بِالْحَرْبِ فَأَصَبْتَ مِنْهُمْ فُرْصَةً وَإِنَّا وَاللهِ لَئِنْ حَارَبْنَا لَتَعْلَمَنَّ أَنَّا نَحْنُ النَّاسُ.

"اے محمد! (فداہ ابی وامی) تم ہمیں بھی اپنی قوم کی طرح خیال کرتے ہو۔ اس قوم کو شکست دے کر جنہیں فن حرب کا کوئی علم نہ تھا آپ مغرور نہ ہو جاؤ اگر تم نے ہم سے جنگ کی تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم کس قسم کے لوگ ہیں۔"

ان کی اس گستاخانہ دھمکی کا حضور نے کوئی جواب نہ دیا۔ سرکار دوعالم حالات کو بگاڑنے کے لئے نہیں بلکہ ان بگڑے ہوئے حالات کو سنوارنے کے لئے تشریف لائے تھے نیز حضور پرُنور دشمن کی دھمکیوں کا جواب باتوں سے دینے کے قائل نہ تھے حضور عمل سے جواب دیا کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے یہ آیات دے کر جبرئیل امین کو اپنے محبوب کریم کے پاس بھیجا۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ

"اے (میرے رسول) فرمادو ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا کہ عنقریب تم مغلوب کئے جاؤ گے اور ہانکے جاؤ گے جہنم کی طرف اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ بیشک تھا تمہارے لئے (عبرت کا) نشان (ان) دو گروہوں میں جو ملے تھے (میدان بدر میں) ایک گروہ لڑتا تھا اللہ کی راہ میں اور دوسرا کافر تھا دیکھ رہے تھے (مسلمان انہیں) اپنے سے دوچند (اپنی) آنکھوں سے اور اللہ مدد کرتا ہے اپنی نصرت سے جس کی چاہتا ہے۔ یقیناً اس واقعہ (بدر) میں بہت بڑا سبق ہے آنکھ والوں کے لئے۔"
(آل عمران: ۱۲-۱۳)

اسی اثناء میں انہوں نے ایک ایسی قبیح اور کمینی حرکت کی جس نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے خلاف راست اقدام کرنے پر مجبور کر دیا۔

ہوا یہ کہ ایک نواحی بستی کی مسلم خاتون اپنی کچھ چیزیں فروخت کرنے کے لئے بنو قینقاع کے بازار میں آئی اس نے اپنا سامان بیچا اور ایک زرگر کی دکان پر آکر بیٹھ گئی شائد اس سے کوئی زیور خریدنا چاہتی تھی باتوں باتوں میں ان بدطینت یہودیوں نے بڑی کوشش کی کہ وہ اپنے چہرہ سے نقاب الٹ دے لیکن وہ اس میں ناکام رہے اس اثناء میں انہیں ایک شرارت سوجھی ان میں سے ایک یہودی چپکے سے اٹھا اور اس خاتون کی پشت کی طرف چلا گیا اس کی تہ بند کا ایک گوشہ لیا اور ایک کانٹے سے اس کی قمیص کی پشت سے ٹانک دیا۔ یہ حرکت اس نے ایسی ہوشیاری سے کی کہ اس خاتون کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ جب وہ اٹھی تو اس کا ستر ننگا ہو گیا یہ

دیکھ کر وہ کمینہ سرشت یہودی قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے۔ اس خاتون نے بلند آواز سے فریاد کی ایک مسلمان پاس سے گزر رہا تھا اس نے اپنی دینی بہن کی فریاد سنی دوڑا ہوا وہاں پہنچا اور چشم زدن میں اس یہودی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس بازار کے سارے یہودی جمع ہو گئے اور انہوں نے اس غیور مسلمان کو شہید کر دیا یہ ایسا واقعہ نہ تھا کہ مسلمان اس پر خاموشی اختیار کر لیتے اب تو یہودیوں نے ان کی عصمت شعار بہن کو برہنہ کر کے ان کی غیرت کو للکارا تھا امن و سلامتی اچھی چیز ہے لیکن اپنی غیرت کی قیمت ادا کر کے امن و سلامتی حاصل کرنا اسلامی مزاج سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اب کسی مزید تاخیر کے بغیر بنو قینقاع کی بستی کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا جو پندرہ دن تک جاری رہا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیونکہ بنفس نفیس میدان جنگ میں تشریف فرما تھے اور اس محاصرہ کی خود نگرانی فرما رہے تھے اس لئے مدینہ طیبہ کے نظم و نسق اور امن و امان جیسے مسائل سے نپٹنے کے لئے حضرت ابو لبابہ بشیر بن منذر رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ شوال کے نصف آخر میں حضور ان کے محاصرہ کے لئے روانہ ہوئے اس لشکر کے علمبردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جن کے ہاتھ میں سفید پرچم لہرا رہا تھا۔

بنو قینقاع کے مردوں کی تعداد سات سو تھی ان میں سے تین صد زرہ پوش تھے اور چار سو بغیر زرہ کے تھے ان کے پاس اسلحہ کے بے پناہ ذخائر تھے تلواریں، نیزے، کمانیں بکثرت تھیں انہیں اپنی بہادری کا بھی بہت گھمنڈ تھا۔ لیکن نبوت کے سطوت و جلال سے ان کے دل لرز اٹھے۔ صرف پندرہ روز تک وہ اس محاصرہ کو برداشت کر سکے انہیں ایک دن بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ معرکہ کارزار میں اسلام کے شیدائیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلیں پندرہ روز بعد انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اپنے بارے میں فیصلہ کے لئے حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا حکم تسلیم کیا اور یقین دلایا کہ ان کے بارے میں حضور جو فیصلہ فرمائیں گے وہ انہیں منظور ہو گا انہوں نے خود یہ درخواست کی کہ انہیں یہاں سے نکل جانے کی اجازت دی جائے۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو ان کے ساتھ جانے سے نہ روکا جائے۔ ان کے اموال اور اسلحہ کے انبار بیشک حضور لے لیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی اس تجویز کو منظور فرمایا۔ اور تین دن کے اندر اندر انہیں مدینہ طیبہ سے نکل جانے کی مہلت دی۔ حضرت عبادہ بن الصامت اور محمد بن مسلمہ کو مقرر کیا گیا کہ وہ ان کے اس اجلاء کی کارروائی کی نگرانی کریں تین دن گزر گئے انہوں نے مزید مہلت حاصل کرنے کے لئے حضرت عبادہ سے گزارش کی

انہیں خیال تھا کہ دیرینہ تعلقات کے باعث وہ اس سلسلہ میں ان کی امداد کریں گے لیکن آپ نے ان کی استدعا سن کر فرمایا۔ لَا وَلَا سَاعَةً وَاحِدَةً نہیں تمہیں ایک گھڑی کی بھی مزید مہلت نہیں دی جائے گی۔

مدینہ طیبہ سے نکل کر وہ شام کی ایک بستی اذرعات میں جاکر آباد ہوئے لیکن کچھ عرصہ بعد وہاں ان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔ اس غزوہ میں دو آدمیوں عبادہ بن صامت اور عبداللہ بن ابی کا کردار کھل کر سامنے آگیا دونوں خزرج قبیلہ کے فرد تھے دونوں یہودیوں کے اس قبیلہ کے حلیف اور دوست تھے لیکن دونوں کا کردار بالکل مختلف تھا۔ حضرت عبادہ کو جب پتہ چلا کہ بنو قینقاع نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کھلم کھلا مخالفت شروع کر دی ہے تو انہوں نے ایک لحظہ انتظار کئے بغیر ان سے اپنے دیرینہ تعلقات منقطع کر لئے آپ نے فرمایا۔

اَتَوَلَّى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَاَبْرَاُ مِنْ حِلْفِ هٰؤُلَآءِ الْكُفَّارِ وَوِلَايَتِهِمْ

"میں اللہ اور اس کے رسول کو اور مؤمنین کو اپنا دوست بنانے کا اعلان کرتا ہوں۔ اور ان کفار کے معاہدہ اور دوستی سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔"

لیکن عبداللہ بن ابی۔ آخر دم تک بنو قینقاع کے یہودیوں کے لئے سرکار دوعالم سے الجھتا رہا اس کا انداز تکلم انتہائی گستاخانہ تھا وہ بار بار اصرار کرتا رہا کہ یہ میری پارٹی کے لوگ ہیں۔ انہوں نے ہر مشکل موقع پر میری مدد کی ہے مجھے اب بھی ان کی بڑی ضرورت ہے میں ان کو کسی قیمت پر نظر انداز نہیں کر سکتا۔ علامہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مندرجہ ذیل آیت ان دونوں کے حق میں نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ

"اے ایمان والو! نہ بناؤ یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست (اور مددگار) وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جس نے دوست بنایا انہیں تم میں سے۔ سو وہ ان میں سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔" (سورۃ المائدہ: ۵۱)

کعب بن اشرف یہودی کا قتل

اگر چہ ہر یہودی کے دل میں اسلام دشمنی کے جذبات شعلہ زن تھے ۔ لیکن کعب بن اشرف کی اسلام دشمنی کا انداز بڑا گھناؤنا اور نرالا تھا ۔ یہ خاندانی طور پر یہودی نہیں تھا ۔ اس کا باپ ایک اعرابی تھا جس کا تعلق بنی نبہان قبیلہ سے تھا ۔ اس نے اپنے علاقہ میں کسی شخص کو قتل کر دیا وہ جان بچانے کے لئے بھاگ کر یثرب آ گیا اور بنی نضیر کا حلیف بن گیا ۔ اس نے وہاں بڑی دولت کمائی ۔ بنی نضیر قبیلہ کے سردار ابو الحقیق کی لڑکی عقیلہ سے شادی کر لی اس کے بطن سے یہ لڑکا کعب نامی پیدا ہوا ۔ بڑا قد آور تھا اس کی توند بڑھی ہوئی تھی اس کا سر نمایاں طور پر بڑا تھا ۔ جسمانی وجاہت کے علاوہ وہ بڑا فصیح اللسان ، قادر الکلام شاعر تھا ۔ دولت وثروت کی کثرت کے باعث حجاز میں بسنے والے سارے یہودیوں کا وہ سردار بن گیا تھا ۔ اس نے سارے یہودی عالموں کے لئے بھاری سالانہ وظائف مقرر کر رکھے تھے ۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں ورود مسعود فرمایا تو یہودی علماء حسب معمول اپنے وظائف لینے کے لئے اس کے پاس گئے اس نے ان سے پوچھا ۔

کہ اس شخص کے بارے میں تمہارے پاس کیا معلومات ہیں انہوں نے جواب دیا ۔

یہ وہی ہستی ہے جن کے لئے ہم عرصہ سے چشم براہ تھے ۔ ان کی جو صفات تورات میں بیان کی گئی ہیں وہ بہ تمامہا ان میں پائی جاتی ہیں ۔ یہ جواب سن کر اس نے ان سب کو ٹکا سا جواب دیا ۔ کہا کہ میرے ذمہ بہت سے دوسرے فرائض ہیں جن کو ادا کرنا میری اولین ذمہ داری ہے ۔ اس لئے میں مزید کچھ دینے سے قاصر ہوں ۔ وہ جب بے نیل مرام واپس آئے تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اس کی تلافی کے لئے وہ پھر اس کے پاس پہنچے اور عذر خواہی کرتے ہوئے کہا کہ محترم ! جلدی میں ہم آپ کے سوال کا صحیح جواب نہیں دے سکے ۔ ہم نے اپنے اکابر علماء سے اس کے بارے میں پوچھا ہے انہوں نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ وہ شخص نہیں جس کا ہم انتظار کر رہے ہیں یہ بات سن کر وہ ان سے راضی ہو گیا اور ان کی جھولیوں کو اپنے عطیات سے بھر دیا ۔ (۱)

رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو میں یہ بدبخت اشعار کہا کرتا ۔ قصائد لکھا کرتا اور کفار قریش کو حضور کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بھڑکاتا رہتا ۔ حضور کریم علیہ

۱۔ سیرت زینی دحلان ، جلد ۲ ، صفحہ ۲۳

الصلوٰۃ والسلام کو ہجرت کے بعد ابتدائی زمانہ میں یہ حکم تھا کہ وہ ان یہودیوں کی اذیت رسانی کو صبر کے ساتھ برداشت کیا کریں ارشاد الٰہی ہے۔

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔

"اور یقیناً تم سنو گے ان سے جنہیں دی گئی کتاب تم سے پہلے اور ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا اذیت دینے والی بہت باتیں اور اگر تم (ان دل آزاریوں پر) صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔" (آل عمران: ۱۸۶)

جو معاہدہ یہودی قبائل کے ساتھ طے پایا تھا اس کو توڑنے میں بنوقینقاع نے پہل کی حضور کی ذات اقدس واطہر اور حضور کے جاں نثار صحابہ کو شاعرانہ طرازیوں کا ہدف بنایا کرتے بدر میں لشکر اسلام کی فتح مبین کی خوشخبری لے کر جب حضرت زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے اور انہوں نے برملا یہ اعلان کیا کہ کفار مکہ کے فلاں فلاں رئیس کو موت کی گھاٹ اتار دیا گیا ہے اور فلاں فلاں سردار کو جنگی قیدی بنالیا گیا ہے تو اس بدبخت کو یارائے ضبط نہ رہا۔ کہنے لگا یہ سفید جھوٹ ہے۔ اگر جزیرہ عرب کے یہ سردار واقعی قتل کر دیئے گئے ہیں تو لَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ مِنْ ظَهْرِهَا توزمین کی پشت پر زندہ رہنے سے تو یہ بہتر ہے کہ ہمیں زمین کے شکم میں دفن کر دیا جائے۔

لیکن جب اس نے اپنی آنکھوں سے قریشی سرداروں کو جنگی قیدیوں کی طرح رسیوں میں جکڑا ہوا دیکھ لیا اور ستر کبر کفار کی ہلاکت کی تصدیق ہوگئی۔ تو پھر وہ یثرب سے چل کر قریش مکہ کے پاس آیا اور ان کے مقتولوں پر رونا اور چلانا شروع کر دیا۔ اس نے ان کی آتش انتقام کو خوب بھڑکایا۔ اور اپنے مقتولوں کا بدلہ لینے کے لئے انہیں آمادہ جنگ کر دیا۔ مکہ میں یہ مطلب بن ابی دواعہ الاسہمی کے پاس جا کر ٹھہرا۔ اس کی بیوی عاتکہ بنت اُسید بھی اپنے خاوند کے پاس موجود تھی۔ اس نے کعب کی بڑی خاطر تواضع کی وہاں اثنائے قیام بھی اس نے ہجویہ اشعار سنانے شروع کئے۔ جب اس کی اس کار ستانی کی اطلاع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملی تو حضور نے دربار نبوت کے شاعر حضرت حسان کو اس کا جواب دینے کا حکم دیا۔ حضرت حسان کے اشعار بجلی بن کر ان پر گرے ان کو جواب دینے کی بھی سکت نہ رہی۔ حضرت حسان کے

اشعار میں جب مطلب اور اس کی بیوی عاتکہ نے اپنا ذکر بھی سنا تو انہوں نے اس کا سامان اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ پھر مکہ میں اسے کوئی پناہ گاہ میسر نہ آسکی جہاں بیٹھ کر وہ اطمینان سے شان رسالت میں ہرزہ سرائی کر سکتا۔ ناچار اسے خائب و خاسر ہو کر یثرب واپس آنا پڑا۔

یہاں آکر اس کی فطرت بد نے ایک نیا رخ اختیار کیا جو غیور مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ اس نے صحابہ کرام کی عصمت شعار بیویوں کا نام لے لیکر اپنے اشعار میں ان کا ذکر شروع کر دیا ان سے اپنے عشق و محبت کے فرضی افسانے نظم کر کے لوگوں کو سنانے شروع کئے۔ اسے بار بار منع کیا گیا کہ وہ ایسا کرنے سے باز آجائے لیکن اس نے ذرا پروا نہ کی۔ (۱)

جب صبر کا پیمانہ چھلک گیا تو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "مَنْ لَنَا بِابْنِ الْأَشْرَفِ۔" "ہمیں اشرف کے بیٹے کعب کے شر سے کون بچائے گا۔" اس نے ہماری دشمنی کی انتہا کر دی ہے۔ ہماری اعلانیہ ہجو کرتا ہے مکہ جا کر اس نے کفار قریش کو غلاف کعبہ کے قریب جمع کیا ہے اور ان سے وعدہ لیا ہے کہ وہ ہم پر چڑھائی کریں گے اور یہ ان کا مدد گار اور حلیف ہو گا۔ پھر سرکار دو عالم نے یہ آیات پڑھیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ۝

"کیا نہیں دیکھا تم نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا حصہ کتاب سے۔ وہ اعتقاد رکھنے لگے ہیں جبت اور طاغوت پر۔ اور کہتے ہیں ان کے بارے میں جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کافر زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ان سے جو ایمان لائے ہیں۔

(وہ بد نصیب) ہیں جن پر لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ نے اور جس پر لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ تو ہرگز نہیں پائے گا تو اس کا کوئی مدد گار۔" (النساء۔ ۵۲)

امام احمد اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت ابن عباس سے یوں روایت کی ہے۔

لَمَّا قَدِمَ كَعْبٌ مَكَّةَ قَالَتْ لَهُ قُرَيْشٌ. أَلَا تَرَىٰ إِلَىٰ هَٰذَا الْمُنْصَبِرِ الْمُنْبَتِرِ مِنْ قَوْمِهِ يَزْعُمُ أَنَّهُ خَيْرٌ مِنَّا وَنَحْنُ أَهْلُ

۱۔ سیرت دحلان، جلد ۲، صفحہ ۲۳

الْحَجِيجِ وَأَهْلُ السِّدَانَةِ وَأَهْلُ السِّقَايَةِ؟ وَقَالَ أَنْتُمْ خَيْرٌ- وَنَزَلَتْ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا الخ-

"جب کعب مکہ آیا۔ تو قریش نے اس سے کہا۔ کیا تم اس تلخ مزاج اور اپنی قوم سے قطع تعلق کرنے والوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ہم سے بہتر ہے حالانکہ ہم حاجیوں کے خدمت گزار ہیں بیت اللہ کے خادم ہیں۔ سب زائرین بیت اللہ کو پانی پلانے کی سعادت ہمیں میسر ہے۔ کعب نے کہا نہیں تم ان سے بہت بہتر ہو اس وقت اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیات نازل فرمائیں۔"

امام ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے۔

کہ اس مہم میں کعب اکیلا مکہ نہیں گیا تھا۔ بلکہ اس کے علاوہ یہودی علماء اور روساء بھی گئے تھے۔ جن میں حی بن اخطب، سلام بن الحقیق، ابو رافع وغیرہ بھی تھے (۱)

علامہ بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہ واقعہ بھی لکھا ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی تحریر کیا ہے کہ۔

إِنَّهُمْ سَجَدُوا لِآلِهَةِ الْكُفَّارِ لِيَطْمَئِنُّوا إِلَيْهِمْ-

"کہ انہوں نے (اہل کتاب ہوتے ہوئے) کفار کے بتوں کو سجدہ کیا تاکہ اپنی وفاداری کے بارے میں وہ ان کو مطمئن کر سکیں۔"

انہی ایام میں کعب نے حضور کی دعوت کی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ حضور اس کے پاس تشریف لے آئیں گے اور وہ حضور کو شہید کر دے گا۔ حضور تشریف لے گئے۔ جبرئیل امین پر تان کر کھڑے ہوگئے کعب اور اس کے حواری حضور کو نہ دیکھ سکے اس طرح ان کی اس ناپاک سازش کو اللہ تعالیٰ نے ناکام کر دیا۔

ان حالات میں ایسے کینہ توز، عہد شکن اور بد زبان دشمن کو مزید مہلت دینا اسلامی تحریک اور سارے اسلامی معاشرہ کے لئے بڑا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ چنانچہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جاں نثار فدائیوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

مَنْ يَنْتَدِبُ لِقَتْلِ كَعْبٍ-

۱۔ سیرت زینی دحلان، جلد ۲، صفحہ ۲۵

"کعب کو قتل کرنے کے لئے کون اپنے آپ کو پیش کرنا چاہتا ہے۔"

حضرت محمد بن مسلمہ اوسی نے کھڑے ہو کر عرض کی۔ اَنَا اَتَکَفَّلُ لَکَ بِہٖ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! "اے اللہ کے رسول! اس خبیث کو موت کے گھاٹ اتارنے کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔" حضور نے فرمایا کوئی اقدام کرنے سے پہلے سعد بن معاذ سے ضرور مشورہ کر لینا۔ اس کے بعد محمد بن مسلمہ، حضرت ابو نائلہ، عباد بن بشیر حارث بن اوس اور ابو عبس بن جبیر کے پاس گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو وعدہ انہوں نے کیا تھا اس سے ان کو آگاہ کیا سب۔ نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور اس بدبخت کا خاتمہ کر دیں گے۔

محمد بن مسلمہ ایک روز تنہا کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ یہ شخص (حضور) ہمیں صدقہ دینے پر بار بار مجبور کرتا ہے۔ ہمارے کھانے کے لئے بھی ایک دانہ تک اس نے نہیں چھوڑا۔ ہم تو اس سے بہت تنگ آ گئے ہیں آج مجبوراً میں تمہارے پاس کچھ قرض مانگنے کے لئے آیا ہوں۔

یہ سن کر کعب دل ہی دل میں بہت خوش ہوا۔ کہنے لگا میں تو پہلے ہی تمہیں کہتا تھا کہ تم بہت جلد اس سے اکتا جاؤ گے۔ ابن مسلمہ نے کہا کہ میں تو آج اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ پانچ دس من غلہ تم سے مانگوں تاکہ اپنا اور اپنے بال بچے کا پیٹ بھر سکوں۔ اس نے پوچھا۔ تمہارا اپنا غلہ کدھر گیا ہے۔ ابن مسلمہ نے کہا وہ تو ہم نے اس شخص اور اس کے دوستوں پر خرچ کر ڈالا ہے۔ کعب نے کہا اب بھی تم پر یہ حقیقت واضح نہیں ہوئی کہ تم راہ راست سے بھٹک گئے ہو اور غلط راستہ پر چل نکلے ہو۔ پھر اس نے کہا مجھے تمہارا بڑا احترام ہے اور تمہاری تکلیف کا شدید احساس ہے جتنا غلہ تم نے مانگا ہے وہ میں ہر قیمت پر تمہیں دوں گا لیکن تمہیں میرے پاس کوئی چیز رہن رکھنا ہو گی۔ انہوں نے کہا کون سی چیز تمہارے پاس رہن رکھیں۔ اس نے بڑی ڈھٹائی سے کہا اپنی عورتیں میرے پاس گروی رکھ دو اور غلہ لے جاؤ۔ ابن مسلمہ نے کہا یہ تو ہمارے لئے ممکن نہیں۔ تم بلا کے حسین ہو۔ ہمیں خطرہ ہے کہ ہماری عورتیں تیرے عشق میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ کوئی اور چیز طلب کرو۔ اس نے کہا پھر اپنے بیٹے میرے پاس گروی رکھ دو انہوں نے کہا یہ بھی ممکن نہیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو انہیں عمر بھر لوگ یہ طعنہ دیں گے کہ تم وہی ہو جن کو ان کے والدین نے ایک دو وسق غلہ کے عوض رہن رکھ دیا تھا۔ البتہ ہم اپنا اسلحہ تمہارے پاس بطور رہن رکھ سکتے ہیں اگرچہ ہمیں اسلحہ کی خود اشد ضرورت ہے لیکن تمہارے اطمینان کے لئے ہم ایسا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ وعدہ انہوں نے اس لئے کیا تاکہ

اگر وہ مسلح ہو کر آئیں تو ان پر کوئی اعتراض نہ کر سکے۔ کعب نے یہ تجویز منظور کر لی۔ باہم یہ طے ہوا کہ وہ اسلحہ لے کر آئیں گے اور یہ انہیں اسلحہ کے عوض غلہ دے گا۔

کچھ وقفہ بعد اس مہم کے دوسرے شریک ابو نائلہ کعب کے پاس آئے۔ اور آ کر اسے کہا اے ابن اشرف! سدا خوش رہو۔ میں ایک ضرورت کے لئے تمہارے پاس آیا ہوں اور میں اس شرط پر اس ضرورت کا ذکر تم سے کروں گا کہ تم وعدہ کرو کہ تم یہ راز افشانہیں کرو گے۔ اس نے راز داری کا وعدہ کیا ابو نائلہ یوں گویا ہوئے۔

کہ اس شخص (حضور) کی آمد ہمارے لئے وبال جان ثابت ہوئی ہے۔

سارا عرب ہمارا دشمن ہو گیا ہے سب ہمارے خلاف متحد ہو گئے ہیں۔

ہمارے تجارتی قافلوں کے لئے سارے راستے بند کر دیئے گئے ہیں۔

اب ہمارے بچے بھوک سے بلک رہے ہیں اور ہماری اپنی حالت بھی بڑی قابل رحم ہے۔

یہ بات سن کر کعب نے کہا۔

میں اشرف کا بیٹا ہوں۔ میں تو تمہیں پہلے بھی بتایا کرتا تھا کہ تمہارا یہ حال ہونے والا ہے۔ تم نے اس وقت میری بات نہ مانی۔ اب تم اس مشکل میں پھنس گئے ہو جس سے بچنے کے لئے میں تمہیں خبردار کیا کرتا تھا۔

ابو نائلہ نے کہا۔ اب ان باتوں کو رہنے دو میری بات سنو۔

میں آج اس لئے تمہارے پاس آیا ہوں کہ ہم بھوک کے مر رہے ہیں کچھ غلہ قیمتاً دے دو۔ ہمارے پاس نقد قیمت تو ہے نہیں لیکن ہم اپنے قیمتی ہتھیار بطور رہن تمہارے پاس رکھنے کے لئے تیار ہیں۔ میرے کئی اور ساتھی بھی اس مقصد کے لئے تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ اگر تم اجازت دو تو میں ان کو کسی دن اپنے ہمراہ لے آؤں۔

کعب نے کہا۔ مجھے یہ بات منظور ہے۔

ابو نائلہ کا کعب کے ساتھ ایک تعلق بھی تھا یہ کعب کے رضاعی بھائی تھے اور محمد بن مسلمہ، کعب کے رضاعی بھائی کے بیٹے تھے۔ اس تعلق کی بنا پر محمد بن مسلمہ اور ابو نائلہ دونوں اس کے پاس آئے۔ ان کے ہمراہ ان کے باقی تین ساتھی بھی تھے۔ ان سب کا تعلق اوس قبیلہ سے تھا۔

یہ جانباز اس خطرناک مہم کو سر کرنے کے لئے جب جانے لگے تو نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ

والتسلیم الوداع کہنے کے لئے بقیع شریف تک تشریف لائے۔ وہاں انہیں اللہ کے حوالے کیا اور اپنی دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا۔

رات کا وقت تھا اور چاندنی رات تھی۔ کعب کا قلعہ مدینہ طیبہ سے باہر شمال مشرقی سمت میں تھا وہاں پہنچے۔ سب سے پہلے ابو نائلہ نے آواز دی۔ پھر دوسرے ساتھیوں نے کعب کا نام لے کر اسے بلایا اس نے سب کی آوازیں پہچانیں۔ لحاف پرے پھینک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی ابھی ابھی شادی ہوئی تھی اس کی دلہن نے اس کا دامن پکڑ لیا اور کہا۔ تم ایسے شخص ہو جو لوگوں سے جنگ آزما رہتا ہے ایسے آدمی کو اس وقت باہر نہیں جانا چاہئے۔ کعب نے اپنی دلہن کو کہا کہ یہ کوئی اجنبی نہیں ہے بلکہ ابو نائلہ ہے اس کا اور میرا گہرا یارانہ ہے۔ اگر میں سو رہا ہوں تو وہ کبھی جگائے گا نہیں۔ دلہن نے کہا بخدا مجھے اس آواز سے شر کی بو آ رہی ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ اس نے کہا مجھے اس آواز سے خون کی بوندیں ٹپکتی ہوئی محسوس ہو رہی ہیں۔ کعب نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا فکر نہ کرو۔ ایک میرا رضاعی بھتیجا ہے دوسرا میرا رضاعی بھائی ہے۔ چنانچہ دامن چھڑا کر نیچے چلا آیا۔ کچھ دیر آپس میں گپ شپ ہوتی رہی آخر میں انہوں نے کہا چلو یار شعب العجوز تک چلیں (ایک جگہ کا نام) چاندنی رات ہے کچھ دیر وہاں بیٹھیں گے اور باتیں کریں گے۔ اس نے کہا۔ اگر تمہاری یہ مرضی ہے تو میں تیار ہوں۔ کچھ وقت وہ چلتے رہے اور ابو نائلہ نے اپنا ہاتھ اس کے سر کے بالوں میں ڈالا۔ پھر نکال کر سونگھا اور کہا کہ میں نے آج تک ایسا خوشبودار عطر نہیں دیکھا۔ یہ سن کر وہ پھول گیا اور کہنے لگا۔

عِنْدِیْ اَعْطَرُ نِسَآءِ الْعَرَبِ۔ وَاَجْمَلُهُنَّ

"ایسا کیوں نہ ہو جبکہ میری بیوی عرب کی تمام عورتوں سے معطر رہتی ہے۔ اور حسن و جمال میں سب سے بالا ہے۔" (۱)

دو تین مرتبہ پھر اس نے ایسا ہی کہا۔ یہاں تک کعب کو اطمینان ہو گیا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں۔

آخر میں اس نے پھر کعب کے بالوں میں ہاتھ ڈالا تو انہیں مضبوطی سے پکڑ لیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اِضْرِبُوْا عَدُوَّ اللّٰهِ "اللہ کے دشمن کو پرزے پرزے کر دو۔" یہ بچ کر جانے نہ پائے۔ سب نے یکبارگی اپنی تلواروں سے اس پر حملہ کر دیا اس نے بڑی خوفناک

۱۔ سیرت دحلان، جلد ۲، صفحہ ۷

چیخ ماری جو اس کی بیوی نے سن لی۔ اس نے چلا کر کہا۔ اے قریظہ! اے نضیر کے لوگو! مدد کو پہنچو۔ چشم زدن میں ان کے جتنے قلعے تھے ان کی مخصوص بلند جگہ پر آگ روشن کر دی۔ یہ گویا خطرہ کا اعلان تھا۔ اسلام کے فدائیوں نے اس موذی کا سرتن سے جدا کیا اور ایک توبرے میں ڈال لیا۔ اتنے میں یہودی ہر طرف سے اکٹھے ہوگئے تھے ان حضرات نے عام راستہ چھوڑ کر غیر معروف راستہ اختیار کیا۔ اور جب بقیع الغرقد کے پاس پہنچے تو انہوں نے فلک شگاف نعرہ تکبیر بلند کیا۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس رات کو کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے ان کی تکبیر کی آواز سن کر حضور نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا۔ حضور نے جان لیا کہ اس بدبخت دشمن اسلام کو قتل کر کے آئے ہیں۔ پھر وہ حضور کے قدموں میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض کیا۔

حضور نے فرمایا۔ "اَفْلَحَتِ الْوُجُوْهُ" خدا ان مجاہدوں کو سرخرو کرے۔" انہوں نے عرض کی۔ "وَجْهُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" "اے اللہ کے رسول! آپ کے رخ انور کو بھی اللہ تعالیٰ سرخرو کرے۔" پھر انہوں نے کعب کا سرتوبرے سے نکال کر حضور کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی اس کامیابی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ (۱)

ایک شبہہ کا ازالہ

یورپ کے بعض مستشرقین جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر کتابیں تصنیف کی ہیں انہوں نے کعب بن اشرف کے قتل پر بڑی ہنگامہ آرائی کی ہے۔ کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یہ قطعاً نازیبا تھا کہ نبوت کے دعویٰ کے باوجود وہ کعب بن اشرف کو ناگہانی قتل کروا دیتے۔ ان کو تو چاہئے تھا کہ اگر اس نے واقعی کوئی غلطی کی تھی تو عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے اس کو معاف کر دیتے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اسوہ پر کاربند رہتے اور ان کے اس ارشاد پر عمل پیرا ہوتے۔

مَنْ ضَرَبَكَ عَلٰى خَدِّكَ الْاَيْمَنِ فَاَدِرْلَهُ الْاَيْسَرَ

"جو تیرے دائیں رخسار پر طمانچہ مارے تم اپنا بایاں رخسار اس کے سامنے کر دو۔"

یہ اعتراض کر کے در حقیقت ان بزعم خود محققین نے اس بغض باطن کا اظہار کیا ہے جو

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۹۔ ۱۰

اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں ان کے دلوں میں موجزن رہتا تھا۔ اگر یہ کعب، ایک پرامن اور شریف شہری ہوتا۔ جو معاہدہ اس نے کیا تھا اس پر وہ دیانتداری سے کاربند رہتا۔ مسلمانوں کے خلاف ان کے اولین اعداء اہل مکہ کو وہاں جا کر نہ بھڑکاتا اور انہیں اپنے مقتولوں کا انتقام لینے کے لئے مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کی دعوت نہ دیتا اور ایسی حالت میں ان کے ساتھ تعاون کا پختہ وعدہ نہ کرتا۔ اور اس کو قتل کر دیا جاتا تو شائد ان لوگوں کو یہ اعتراض کرنے کی گنجائش مل جاتی۔ لیکن جس شخص کا کردار اتنا گھناؤنا ہو۔ جس شخص کی فرد جرم ایسے سنگین جرائم سے عبارت ہو۔ بلکہ جو شخص اشعار اور قصائد لکھ کر اس سراپا حسن و جمال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اس کے باوفا اور مخلص صحابہ کی ہجو کر کے ان کی دل آزاریاں کر تا رہتا ہو۔ بلکہ جو ان کی عصمت شعار خواتین خانہ کی طرف عشق بازی کی جھوٹی تہمتیں تراشتا رہتا ہو۔ اور اپنے اشعار میں ان کا نام لے کر بڑے سوقیانہ انداز سے ان کا ذکر کرتا ہو۔ اس شخص کو نیست و نابود کرنا جرم نہیں بلکہ عین عدل و انصاف ہے۔ اس کی رسی کو دراز کر کے اسے فتنہ پردازی اور دل آزاری کے مزید مواقع فراہم کرنا بہت بڑی غلطی اور بہت بڑا گناہ ہے۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے قتل ہونے پر شکر ادا کیا۔ اس لئے کہ وہ زبان گونگی ہو گئی جو عصمت مآب خواتین کی ناموس پر جھوٹی تہمتیں لگانے میں بڑی تیز تھی۔ وہ فتنہ فرو ہو گیا جو مسلمانوں کے خرمن امید کو جلا کر خاکستر کرنے کے لئے ہر وقت مصروف عمل رہتا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے ہلاک ہونے پر اس لئے اپنے رب کی حمد کی اور اس کا شکر ادا کیا کہ وہ بد طینت ہلاک ہو گیا۔ جس کو اگر مزید مہلت ملتی تو نہ معلوم وہ مسلمانوں پر کتنی قیامتیں برپا کرتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس کا وجود نا مسعود اس لئے ناقابل برداشت تھا کہ وہ اسلام کی ترقی کے راستہ میں سنگ گراں بنا ہوا تھا۔ خدانخواستہ اگر وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو جاتا تو عالم انسانیت کے لئے اس سے بڑا حادثہ اور کوئی نہ ہوتا۔ ہدایت کی روشنی بجھ جاتی اور کاروانِ انسانیت کو کفر و شرک کے اندھیروں میں پھر دھکیل دیا جاتا۔

کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم رسولوں میں سے نہ تھے۔ کیا تورات ان آسمانی کتب میں سے ایک کتاب نہ تھی۔ جو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ کیا اس اولوالعزم رسول نے خود اہل باطل کے ساتھ جہاد نہیں کیا۔ کیا اس جلیل القدر کتاب میں دشمنان حق کے خلاف جہاد کرنے کا بار بار حکم نہیں ہے۔ اگر

دشمنانِ حق کو موت کے گھاٹ اتارنا اور ان کو عبرتناک شکست سے دوچار کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شانِ رسالت کے منافی نہیں تو کعب بن اشرف جیسے ننگِ انسانیت کو موت کی نیند سلانا حضور کی شانِ رحمت للعالمینی کے منافی کیونکر ہوگا۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طاغوتی قوتوں کو شکست فاش دینے کے لئے اور حق کے پرچم کو لونچا لہرانے کے لئے اور کاروانِ انسانیت کو اپنی منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے جو بھی اقدامات کئے ہیں وہ سراسر حق ہیں۔ مطلع حق و صداقت کے اس آفتاب عالم تاب کی ہر کرن انسان کی فلاح و بہبود کی ضامن ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تابناکیوں سے ہمیں بہرہ یاب ہونے کی بیش از بیش توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

کعب بن اشرف کے قتل سے تمام یہودیوں پر خوف و دہشت چھا گئی۔ انہوں نے اپنے گھروں سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ کعب مذکور کو بنو اوس کے افراد نے غزوہ بدر کے بعد موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ جب کہ بنو خزرج کے فدائیوں نے جنگ احد کے بعد ایک دوسرے شرپسند یہودی ابو رافع بن ابو الحقیق کو ہلاک کیا تھا۔ جب یہودیوں نے مسلمانوں سے کئے ہوئے سارے معاہدے پس پشت ڈال دیئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے جاں نثاروں کو حکم دے دیا۔

مَنْ ظَفِرْتُمْ بِهٖ مِنْ رِجَالِ يَهُوْدَ فَاقْتُلُوْهُ

"جب کوئی یہودی تمہارے قابو میں آئے تو اسے زندہ نہ چھوڑنا۔"

یہ فرمان سنتے ہی محیصہ بن مسعود اوسی نے ایک یہودی تاجر ابن سنینہ کو تہ تیغ کر دیا۔ محیصہ کے بھائی حویصہ کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو اس نے محیصہ کو لعن طعن کرتے ہوئے کہا۔ اے دشمن خدا! تو نے اس شخص کو قتل کیا ہے حالانکہ تیرے پیٹ پر جو چربی ہے وہ اس کے رزق کی بدولت ہے۔ محیصہ نے اپنے بھائی کی یہ سرزنش سن کر جواب دیا۔ کہ اس کو قتل کرنے کا حکم مجھے اس ہستی نے دیا جو اگر مجھے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیں تو میں تمہیں بھی اسی وقت قتل کر دوں۔ اس کے بڑے بھائی حویصہ نے اس کی بات کو دہراتے ہوئے کہا کہ اگر وہ مجھے قتل کرنے کا تمہیں حکم دے تو کیا تم مجھے بھی قتل کر دو گے۔ اس نے کہا بے شک ذرا تامل نہ کروں گا۔ اپنے چھوٹے بھائی کا یہ دوٹوک جواب سن کر حویصہ بولا۔ وَاللّٰهِ اِنَّ دِيْنًا بَلَغَ بِكَ هٰذَا لَعَجَبٌ "یہ دین تیرے اندر یہاں تک سرایت کر چکا ہے۔ بڑی تعجب انگیزبات

۱۔ ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۱۶

ہے۔ " اس کے بعد وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ (۱)

علامہ ابن کثیر یہود کے مختلف قبائل سے متعلق متعدد واقعات کی ترتیب یوں بیان کرتے ہیں۔

" تنبیہ آخر " کے الفاظ سے اس کا آغاز کیا ہے۔

بنو قینقاع کی جلاوطنی کا واقعہ غزوہ بدر کے بعد پیش آیا۔

کعب بن اشرف یہودی کو اوس قبیلہ کے افراد نے کیفر کردار تک پہنچایا۔

یہود کے قبیلہ بنو نضیر کا واقعہ۔ غزوہ احد کے بعد وقوع پذیر ہوا۔

ابو رافع یہودی جو تاجر اہل حجاز کے لقب سے مشہور تھا۔ اسے بنو خزرج کے جانبازوں نے تہ تیغ کیا۔

یہودی قبیلہ بنو قریظہ کا واقعہ غزوہ خندق کے بعد رونما ہو۔

ان واقعات کی تفصیلات اپنے اپنے موقع پر بیان ہوں گی۔ انشاء اللہ (۱)

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

آپ کو بخوبی علم ہے کہ قریش مکہ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ گرمیوں میں ان کے تجارتی کارواں شام کی طرف اور سردیوں میں ان کے تجارتی قافلے یمن اور حبشہ کو جایا کرتے تھے۔ شام جانے کے لئے وہ اس تجارتی شاہراہ کو اختیار کیا کرتے جو بحر احمر کے کنارے کنارے جاتی تھی۔ سرور کائنات علیہ التحیۃ والسلام کے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے آنے کے بعد یہ شاہراہ اہل مکہ کے لئے دن بدن خطرناک بنتی جا رہی تھی۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس شاہراہ کے ارد گرد آباد قبائل سے دوستانہ معاہدہ کر لئے تھے۔ اہل مکہ کا چھوٹا بڑا جو تجارتی قافلہ ادھر سے گزرتا مسلمان اس کا تعاقب کرتے۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی شاندار فتح اور کفار مکہ کی ذلت آمیز شکست کے بعد تو اہل مکہ کے لئے ممکن ہی نہ رہا کہ وہ اس شاہراہ کے ذریعہ اپنا قیمتی سامان تجارت شام کی منڈیوں میں لے جائیں۔

صفوان بن امیہ نے ایک روز اپنی قوم کے اصحاب الرائے کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا۔ اس نے کہا! محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور اس کے صحابہ نے ہماری تجارتی شاہراہ کو ہمارے لئے ناقابل استعمال بنا دیا ہے۔ اس کے صحابہ ہر وقت ساحل سمندر کی گشت پر رہتے ہیں۔ اس علاقہ میں رہائش پذیر تقریباً تمام قبائل نے ان کے ساتھ دوستی کے معاہدے کر لئے ہیں اور بعض نے تو ان کا دین بھی اختیار کر لیا ہے۔ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا

۱۔ ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۱۷

چاہئے۔ اگر ہم مکہ میں رہتے ہیں اور تجارت کے لئے باہر نہیں نکلتے تو ہمیں اپنے راس المال (پونجی) پر گزارا کرنا پڑے گا اور وہ آخر کب تک چلے گی۔ اور اگر ہم اموال تجارت لے کر شام جاتے ہیں۔ تو مسلمان ہماری گھات لگائے بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں بسلامت گزرنے کی مہلت نہیں دیتے۔ اب بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

اسود بن مطلب اٹھا اور اس نے کہا۔ کہ ان حالات میں ہمارے لئے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ ہم کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں۔ ساحل سمندر کے راستہ کے بجائے عراق کے راستہ سے شام جائیں۔ میں تمہیں ایک ایسے راہبر کا پتہ دیتا ہوں۔ جو اس راستہ کے پیچ و خم سے بخوبی واقف ہے۔ اس نے کہا! فرات بن حیان جو بنو بکر بن وائل کا ایک ماہر راہ دان ہے اس کی راہنمائی میں تم اپنا سفر سلامتی اور آسانی کے ساتھ طے کر سکتے ہو۔ فرات وہاں موجود تھا یہ سن کر وہ اٹھا۔ اس نے کہا! واقعی یہ راستہ مسلمانوں کی زد سے بہت دور ہے۔ ہم نے کبھی کسی مسلمان کو ادھر آتے جاتے نہیں دیکھا۔ یہ راستہ جنگلوں اور کوہستانی علاقوں سے گزر کر جاتا ہے۔ اس تجویز کو سب حاضرین نے پسند کیا۔ صفوان بن امیہ نے تیاری شروع کر دی۔ سامان تجارت میں زیادہ تر چاندی کی مصنوعات تھیں۔ چاندی کے زیورات، چاندی کے ظروف اور دیگر اشیاء ان کی مالیت ایک لاکھ درہم تھی۔

اہل مکہ جب یہ تجویزیں سوچ رہے تھے وہاں مدینہ طیبہ کا ایک آدمی نعیم بن مسعود الاشجعی موجود تھا۔ وہ واپس آیا تو اس نے یہ بات اہل مدینہ کو بتائی۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سو شاہ سواروں کا دستہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اس قافلہ کا راستہ روکنے کے لئے روانہ کیا۔ جانبازوں کے اس گروہ نے صفوان کے اس کارواں کو القردہ نامی چشمہ کے قریب اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اس قافلہ کے مکی شرکاء اور محافظوں نے جب مسلمانوں کی آمد کی اچانک خبر سنی۔ تو اتنے خوفزدہ ہوئے کہ اپنے قیمتی سامان سے لدے ہوئے اونٹوں کو وہیں چھوڑا اور خود بھاگ گئے۔ حضرت زید یہ گراں بہا اموال غنیمت لے کر اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بخیر وعافیت پہنچ گئے۔ فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب فرمان الٰہی اس سے خمس (پانچواں حصہ) نکالا جس کی قیمت بیس ہزار درہم تھی اور بقیہ اموال کو مجاہدین اسلام میں تقسیم کر دیا (۱)

۱۔ حیاۃ سیدنا محمد ہیکل، جلد ۱، صفحہ ۲۷۸ و دیگر کتب سیرت

غزوہ اُحد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ

اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾
فَرِحِیۡنَ بِمَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ۙ وَ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ
بِالَّذِیۡنَ لَمۡ یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ مِّنۡ خَلۡفِہِمۡ ۙ اَلَّا خَوۡفٌ
عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۱۷۰﴾

اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مُردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیئے جاتے ہیں، شاد ہیں اُن (نعمتوں) سے جو عنایت فرمائی ہیں انھیں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اور خوش ہو رہے ہیں بسبب اُن لوگوں کے جو ابھی تک نہیں آملے اُن سے اُن کے پیچھے رہ جانے والوں سے کہ نہیں ہے کوئی خوف اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(آل عمران: ۱۶۹ - ۱۷۰)

میدان اُحد کا راستہ

غزوہ اُحد
شمال
خالد بن ولید کے حملے کا راستہ
جبلِ اُحد
تیراندازوں کی گھاٹی
قریشی عورتوں کے خیمے
۱۔ لشکرِ اسلام کا مرکز
۲۔ وہ جگہ جہاں مسلمان دوبارہ مجتمع ہوئے۔
۳۔ تیراندازوں کا اپنی جگہ چھوڑ دینا۔

غزوہ احد

وادی بدر میں، قریش مکہ کی پسپائی صرف جنگی نوعیت کی ہزیمت نہ تھی بلکہ اس نے ان کی زندگی کے سارے گوشوں کو شکست و ریخت سے دوچار کر دیا تھا۔ جزیرہ عرب کے تقریباً تمام باشندے اصنام پرست تھے اصنام پرستی کا سب سے بڑا مرکز مکہ تھا۔ اس مرکزی صنم کدہ کے خدمت گزار وہاں کے نظم و نسق کے ذمہ دار، دور دراز سے آنے والے زائرین کو پوجا پاٹ کے آداب سکھانے اور ان سے گراں بہا نذرانے وصول کر کے اپنی تجوریاں بھرنے والے یہی قریش تھے۔ اس شکست نے صرف قریش کی سطوت کو ہی پارہ پارہ نہ کر دیا تھا۔ بلکہ ان کے بتوں کی خدائی کے عقیدہ پر بھی کاری چوٹ لگائی تھی۔ ان بتوں کے استھانوں کے متولی ہونے کی وجہ سے سارا عرب ان کی عزت و تکریم کیا کرتا تھا۔ بتوں کے بارے میں اگر لوگوں کا عقیدہ متزلزل ہو گیا تو وہ لوگ پہلے کی طرح ان کی راہ میں آنکھیں نہیں بچھایا کریں گے۔ یہ نقصان اہل مکہ کے لئے اس جنگی پسپائی سے کہیں زیادہ کربناک تھا۔

بدر کے اس معرکہ نے انہیں اس تجارتی شاہراہ سے محروم کر دیا تھا جس کے ذریعہ ان کے تجارتی کارواں ملک شام اور دیگر نواحی ممالک میں بڑی آزادی اور آسانی سے آمدورفت رکھتے تھے۔ اور انہیں تجارتی کاروانوں پر ان کی معیشت کا دارومدار تھا۔ اگر یہ سلسلہ بند ہو جاتا ہے تو مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں ان کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔

ابھی تک جزیرہ عرب میں بسنے والے سارے قبائل قریش کی سیاسی برتری کو غیر متنازعہ سمجھتے تھے۔ لیکن اس شکست نے ان کی پیشانی پر کلنک کا جو ٹیکہ لگایا تھا۔ اگر یہ برقرار رہا تو کوئی بعید نہیں کہ ان کی یہ مسلمہ حیثیت متنازعہ فیہ بن جائے۔ اور کئی دوسرے قبائل اس منصب کو حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگیں۔ سب سے بڑی بات جو ہر لحظہ کانٹا بن کر ان کے جگر میں چبھتی اور ان کو بے قرار کرتی تھی وہ ان کے ستر مقتول تھے۔ جن میں ان کے چوٹی کے متعدد سردار بھی تھے۔ مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ رہا تھا جہاں کسی کا باپ، کسی کا بھائی، کسی کا بیٹا،

موت کی بھینٹ نہ چڑھا ہو۔ یہ آتش انتقام ہر وقت بھڑکتی رہتی تھی جس نے ان کی رات کی نیند اور دن کے آرام کو حرام کر دیا تھا۔

یہ وہ مجموعی اسباب تھے جنہوں نے قریش مکہ کو مجبور کر دیا کہ وہ مسلمانوں سے نبرد آزما ہوں اور قبائل عرب میں اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھالا دیں۔ اپنے خداؤں کے ڈولتے ہوئے سنگھاسن کو گرنے سے بچائیں اور مسلمانوں کا خون بہا کر اپنی آتش انتقام کو ٹھنڈا کریں۔

عملی اقدام

ابو سفیان نے رات کی تاریکی میں مدینہ طیبہ پر حملہ کر کے بدلہ چکانے کی کوشش کی لیکن یہ کوشش الٹا ان کی رسوائی کا باعث بنی۔ غزوۂ سویق میں جب لشکر اسلام نے ان کا تعاقب کیا تو انہوں نے اپنے سامان رسد کی سینکڑوں بوریاں راستہ میں پھینک کر اپنی جانیں بچا کر بھاگ جانے کو ہی غنیمت جانا۔ اس لئے انہوں نے ضروری سمجھا کہ اجتماعی طور پر کوئی مؤثر قدم اٹھایا جائے۔

ابو سفیان اپنے تجارتی قافلہ کو واپس لانے میں کامیاب ہو گیا تھا وہ سارا سامان ابھی تک دار الندوہ میں محفوظ پڑا تھا۔ حسب معمول کئی حصہ دار کو اس کا سرمایہ اور اس پر اس کا نفع واپس نہیں دیا گیا تھا۔

ایک روز اہل مکہ کا ایک وفد جو عبد اللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام، صفوان بن امیہ اور چند دیگر ایسے افراد پر مشتمل تھا جن کے باپ یا بیٹے یا بھائی بدر میں قتل ہوئے تھے ابو سفیان کے پاس گیا۔ اور اسے کہا! کہ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ساری قوم کو تباہ کر دیا ہے۔ ہمارے چوٹی کے سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ جب تک ہم ان سے اپنے مقتولوں کا انتقام نہ لے لیں ہمارے دلوں کو قرار اور روحوں کو چین نصیب نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ میں ہم دو درخواستیں پیش کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ پہلی درخواست تو یہ ہے کہ آپ ہمارے لشکر کی قیادت قبول کریں اور دوسری درخواست یہ ہے کہ اس جنگ کے اخراجات کے لئے ہمارے ساتھ مالی تعاون کریں۔ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ اس تجارتی قافلے کا اصل سرمایہ (راس المال) ان کے مالکوں کو واپس کر دیا جائے لیکن اس دفعہ جو نفع ہوا ہے وہ تمام لوگ اس انتقامی جنگ کے فنڈ میں جمع کروا دیں۔ تاکہ جنگ کے اخراجات آسانی سے پورے کئے جاسکیں۔ ابو سفیان کو اپنی قوم کی پہلی درخواست

قبول کرنے میں کیا تامل ہو سکتا تھا اس نے اسے فوراً قبول کر لیا اور دوسری درخواست کے بارے میں اس نے بڑے پر اعتماد لہجے میں کہا أَنَا أَوَّلُ مَنْ أَجَابَ إِلَى ذَٰلِكَ، بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ مَعِي "یعنی سب سے پہلے میں اپنا نفع اس مقصد کے لئے پیش کرتا ہوں اور میرے ساتھ اولاد عبدالمطلب بھی اپنا نفع پیش کرتے ہیں۔ " (۱)

وہ لوگ ایک دینار کے ساتھ ایک دینار نفع کمایا کرتے تھے۔ کل سرمایہ کی مالیت پچاس ہزار پونڈ تھی جو ایک ہزار اونٹوں پر لاد کر لایا گیا تھا۔ اس حساب سے اس سرمایہ پر نفع پچاس ہزار پونڈ تھا۔ چنانچہ اس سرمایہ کے مالکوں نے بڑی خوشی سے پچاس ہزار پونڈ نفع کی رقم اس فنڈ میں جمع کرادی۔ (۲)

اس واقعہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ

"بیشک کافر خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں لوگوں کو اللہ کی راہ سے اور یہ آئندہ بھی اسی طرح خرچ کریں گے۔ پھر ہو جائے گا یہ خرچ کرنا ان کے لئے باعث حسرت و افسوس پھر وہ مغلوب کر دیئے جائیں گے۔ " (الانفال: ۳۶)

مالی ضرورتوں کی فراہمی سے مطمئن ہونے کے بعد اب انہوں نے جنگجو لوگوں کو جمع کرنے پر توجہ مبذول کی۔ صرف اہل مکہ کو ہی جنگ میں شمولیت کی دعوت نہیں دی۔ بلکہ اپنے میں سے ایسے افراد پر مشتمل ایک وفد تیار کر کے مختلف قبائل کی طرف بھیجا۔ اس وفد میں مندرجہ ذیل افراد شامل تھے۔ جو اپنی چرب زبانی، عیاری اور سیاسی سمجھ بوجھ کے اعتبار سے بڑے ممتاز تھے۔

عمرو بن عاص، عبداللہ بن الزبعری، ہبیرہ بن وہب، ابو عزہ عمرو بن عبداللہ الجمحی کو بھیجا تاکہ مختلف قبائل کے جنگ آزما جوانوں کو اس لشکر میں شریک ہونے کی دعوت دیں۔ ابو عزہ، وہ احسان فراموش شخص تھا جو بدر میں جنگی قیدی بنا تھا اس کی غربت اور کئی بچوں کا باپ ہونے کی وجہ سے فدیہ لئے بغیر حضور نے اسے رہا فرمادیا تھا۔ انہوں نے مختلف قبائل میں جا کر اپنے اثر

۱۔ تاریخ الخمیس، جلد ۱، صفحہ ۴۱۹

۲۔ غزوہ احد: شوقی ابو خلیل ۱۴

انگیز اشعار اور خطبات سے لوگوں کے دلوں کو گرمایا اور اہل اسلام کے خلاف نفرت و عداوت کی آگ بھڑکائی۔ چنانچہ بہت جلد تین ہزار کا لشکر جرار اکٹھا ہو گیا۔ جن میں قریش، بنو کنانہ اور اہل تہامہ اور احابیش (متفرق قبائل کے لوگ) کے بہادر شریک ہوئے۔ ان میں سات سو زرہ پوش اور دو سو گھڑ سوار تھے۔ (۱)

جبیر بن مطعم کا ایک حبشی غلام تھا۔ جس کا نام وحشی تھا۔ یہ چھوٹے نیزے سے وار کرنے میں بڑا ماہر تھا اس کا نشانہ خطا نہیں جاتا تھا۔ جبیر نے اس کو بلا کر کہا! کہ میرے چچا طعیمہ کو حمزہ نے بدر کے روز قتل کیا تھا۔ اگر اس کے بدلے میں تم حمزہ کو موت کی گھاٹ اتار دو تو تم آزاد ہو۔ چنانچہ اس نے اس شرط پر یہ کام کرنے کی ہامی بھرلی۔ (۲)

حضرت عباس، عم النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی تک اظہار ایمان نہیں کیا تھا۔ انہوں نے بنی غفار کے ایک آدمی کو مناسب اجرت دی اور اسے کہا کہ یہ خط لے جاؤ اور حضور کی خدمت میں جا کر پیش کرو۔ اسے ہدایت کی کہ وہ بجلی کی سرعت کے ساتھ جائے اور اتنا طویل سفر دو تین دن کے اندر طے کر کے خدمت اقدس میں حاضر ہو۔ جب یہ شخص پہنچا تو حضور قبا میں تھے وہاں عریضہ پیش کیا حضور کے حکم سے حضرت ابی بن کعب نے پڑھ کر سنایا۔ حضور نے فرمایا! بخدا مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔ حکم دیا کہ وہ اس راز کو افشا نہ کریں۔ پھر حضور حضرت سعد بن ربیع کے گھر تشریف لائے اور انہیں اس خط کے بارے میں بتایا۔ انہیں بھی حکم دیا کہ یہ راز کسی کو نہ بتائیں۔ سعد کی بیوی ان کے پاس آئی اور پوچھا! کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا فرمایا ہے۔ انہوں نے غصے سے کہا! تیری ماں مرے۔ تجھے اس سے کیا واسطہ۔ اس نے کہا! میں نے تمہاری ساری بات سنی ہے مجھ سے کیا چھپاتے ہو۔ حضرت سعد نے انا للہ پڑھا۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر گزارش کی کہ اس کی بیوی نے اس سے یہ بات کی ہے۔ میں نے اس امر کو عرض کرنا اس لئے ضروری سمجھا کہ اگر یہ بات افشا ہو جائے تو حضور یہ خیال نہ فرمائیں کہ میں نے اس راز کو فاش کیا ہے۔ حضور نے فرمایا "خل عنہا۔" "اس سے درگزر کرو۔ اسے کچھ نہ کہنا۔"

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۲۰

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۷۲

لشکر کفار کی روانگی

۵ شوال ۳ ہجری کو کفار کا لشکر جو تین ہزار جنگ آزما، سورماؤں پر مشتمل تھا۔ جس میں سات سو زرہ پوش، دو سو گھڑ سوار، تین ہزار اونٹ، مدینہ طیبہ کی ایک چھوٹی سی بستی پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو رہے تھے۔ اگرچہ یہ تعداد مسلمانوں کے لشکر سے پانچ گنا زیادہ تھی۔ اگرچہ مسلمانوں کے پاس اسلحہ کی جو قلیل مقدار تھی اس کی حیثیت کفار کی بہترین اسلحہ کے بڑے ذخائر کے سامنے پر کاہ کی بھی نہ تھی لیکن اس کے باوجود وہ میدان جنگ سے فرار کے ایک فیصد امکان کو بھی ختم کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی بیویوں کو بھی ہمراہ لے جائیں گے تاکہ انہیں میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگنے کا کوئی تصور ہی نہ کر سکے۔ چنانچہ ان کے بڑے بڑے سردار، عالی خاندانوں سے تعلق رکھنے والی اپنی بیویوں کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ مندرجہ ذیل خواتین کے نام کتب تاریخ میں محفوظ ہیں جو اپنے شوہروں کے ہمراہ اس جنگ میں شریک ہوئیں۔

هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ زَوْجَةُ اَبُوْسُفْيَان

جو میدان احد میں لشکر کا قائد تھا۔ اس کا باپ عتبہ جنگ بدر میں قتل کیا گیا تھا۔

اُمِّ حَكِيْم بِنْتِ حَارِث بِنْ هِشَام بِنْ مُغِيْرَة

زوجہ عکرمہ بن ابی جہل

فَاطِمَةُ بِنْتُ وَلِيْد بِنْ مُغِيْرَة

زوجہ حارث بن ہشام بن مغیرہ

بَرْزَة بِنْتُ مَسْعُوْد بِنْ عَمْر بِنْ عُمَيْرِ الثَّقْفِيَة

زوجہ صفوان بن امیہ۔ یہ عبداللہ بن صفوان کی ماں تھی

رِيْطَه بِنْتُ مُنَبِّه بِنْ حَجَّاج

زوجہ عمرو بن العاص

سَلَافَة بِنْتُ سَعْد

زوجہ طلحہ بن ابی طلحہ۔ یہ طلحہ کے تین بیٹوں کی ماں تھی مسافع۔ جلاس۔ کلاب۔ جو کفار کے علمبردار تھے اور سب کٹ کر مرے۔

خَنَّاسُ بِنْتُ مَالِكٍ

مادر ابو عزیز بن عمیر۔ جو حضرت مصعب کا بھائی تھا۔

عَمْرَةُ بِنْتُ عَلْقَمَةَ

بنو حارثہ کی ایک خاتون۔ (۱)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی عورتیں تھیں جو اس لشکر میں شامل تھیں۔ یہ دفیں بجاتی تھیں۔ اپنے مقتولوں کے مرثیے گاتی تھیں خود بھی آہ و فغاں کرتی تھیں اور لوگوں کو بھی رلاتی تھیں اور ان کے جوش انتقام کو مزید بھڑکاتی تھیں۔ (۲)

ہند زوجہ ابو سفیان، جب بھی وحشی کے پاس سے گزرتی تو اسے یہ کہہ کر ششکارتی۔

وَيْهاً اَبَا دَسْمَةَ اِشْفِ وَاسْتَشْفِ "واہ وا اے ابو دسمہ (وحشی کی کنیت) ہمیں بھی شفا دو اور خود بھی شفا پاؤ۔" (۳)

لشکر کفار میں ایک اور عنصر بھی تھا جو بغض و عناد میں کسی سے کم نہ تھا۔ ابو عامر راہب۔ ابو عامر فاسق کا تذکرہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ یہ بھی اپنے پچاس حواریوں سمیت ابو سفیان کے لشکر میں شامل تھا۔ یہ یثرب کے قبیلہ اوس کا فرد تھا۔ اسے اپنے قبیلہ میں وہی اثر و نفوذ حاصل تھا جو عبد اللہ بن ابی کو اپنے قبیلہ خزرج میں نصیب تھا۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ہجرت سے پہلے یہ راہبانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اور نبی منتظر کی آمد کے لئے چشم براہ تھا۔ اور لوگوں سے اس آنے والے نبی کے محامد و مکارم ہر وقت بیان کرتا رہتا تھا۔ لوگوں کو بتایا کرتا کہ اب اس نبی کے ظہور کا زمانہ بالکل نزدیک آگیا ہے۔ سرور عالم جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو اس ماہ تمام کو دیکھ کر اس کے قبیلہ اوس کے سارے مرد و زن حضور کے گرویدہ ہوگئے جس عقیدت کا اظہار اس سے پہلے وہ ابو عامر سے کیا کرتے تھے اس میں سرد مہری رونما ہونے لگی۔ اوس کی ارادت و عقیدت میں اچانک یہ تبدیلی اس کے لئے سوہان روح بنتی گئی۔ اور حسد کی آگ اس کے دل میں سلگنے لگی۔ مدینہ طیبہ جہاں حضور پُرنور کی عظمت کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا تھا۔ وہاں ابو عامر کے لئے ٹھہرنا محال ہو گیا۔ وہ مدینہ چھوڑ کر مکہ آگیا۔ اور کفار کو حضور کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ جب لشکر کفار

۱۔ غزوہ احد شوقی ابو خلیل، صفحہ ۱۸ و دیگر کتب سیرت
۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۷۲
۳۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۷۲ و دیگر کتب سیرت

فرزندان اسلام سے نبرد آزما ہونے کے لئے مکہ سے روانہ ہوا تو یہ بھی اپنے ستر یا پچاس حواریوں سمیت لشکر میں شامل ہو گیا۔ وہ کفار مکہ کے سامنے بڑی شیخیاں بگھارا کرتا۔ وہ کہتا کہ جب میدان جنگ میں میرے قبیلہ اوس کے لوگ مجھے تمہارے ساتھ دیکھیں گے تو وہ اسلام کے پرچم کو چھوڑ کر ہمارے ساتھ آکر صف بستہ ہو جائیں گے اور ہمارے دوش بدوش کھڑے ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے۔

محبوب رب العالمین نے اس کے بارے میں اپنے پروردگار کی جناب میں عرض کی تھی۔ الٰہی! اس دشمن حق کو اپنے وطن سے دور تنہائی اور بیکسی کی موت دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کفار کا لشکر جرار مدینہ کی پاک بستی پر چڑھائی کرنے کے لئے طوفان برق وباد کی طرح بڑھا چلا آرہا تھا۔ ان کا گزر ابواء نامی بستی کے پاس سے ہوا کینہ توز ہندوز کی کوڑی لائی۔ اپنے خاوند ابوسفیان کو کہنے لگی۔ سنا ہے کہ یہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی وقلبی) کی والدہ کی قبر ہے۔ تم اسے تلاش کرو قبر کھود کر ان کی نعش اپنے قبضہ میں کر لو۔ اگر جنگ میں تمہارے کچھ آدمیوں کو مسلمان قیدی بنالیں تو ان کا فدیہ درہم و دینار کی صورت میں ادا کرنے کے بجائے ہم (حضرت) آمنہ (سلام اللہ علیہا) کا ایک ایک عضو دیتے جائیں گے اور اپنے اسیران جنگ کو آزاد کراتے جائیں گے۔

ابوسفیان نے یہ بات دیگر قریش کو بتائی سب نے اس کو پسند کیا۔ لیکن ان میں جو لوگ دانشمند تھے انہوں نے اس کی مخالفت کی۔ انہوں نے کہا! اگر تم نے قبر کھودنے کی رسم شروع کی پھر تمہارے دشمن بنو بکر وغیرہ تمہارے اسلاف کی قبروں کو کھود کر ان کی تذلیل کرنا شروع کر دیں گے۔ بہتر ہے کہ فتنہ کے اس دروازہ کو بند ہی رہنے دو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی حرمت کو محفوظ رکھا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱)

کفار کا لشکر مدینہ طیبہ کی طرف بڑھتا آرہا تھا اس کی چڑھائی کی خبریں دور و نزدیک پھیل رہی تھیں۔ مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں نے جب سنا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ یہ لشکر ذوطوی کے مقام پر پہنچا تو عمرو بن سالم خزاعی اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ان سے الگ ہو کر چپکے سے مدینہ منورہ پہنچا اور سارے حالات سے حضور کو مطلع کیا۔ حضور پرنور نے فضالہ کے دونوں بیٹوں انس اور مونس کو مشرکین کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ وادی عقیق

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۷۳

میں ان کا آمنا سامنا ہوا۔ انہوں نے واپس آ کر حضور کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ یہ بھی بتایا کہ عَرِیض کے علاقہ میں کفار نے اپنے گھوڑے اور دیگر مویشی مسلمانوں کے کھیتوں میں چرنے کے لئے چھوڑ دیئے ہیں اور انہوں نے ایک سبز تنکا بھی باقی نہیں رہنے دیا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حباب بن منذر کو ان کی سرگرمیوں اور ان کی فوجی طاقت کا اندازہ لگانے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے واپس آ کر تفصیلی حالات بیان کئے حضور نے انہیں تاکید کی کہ اس بات کی تشہیر نہ کریں اور خود یہ ورد کرنے لگے۔

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ اَللّٰھُمَّ بِکَ اَجُوْلُ وَبِکَ اَصُوْلُ

"ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے اے اللہ میں تیری قوت سے ہی حملہ کرتا ہوں اور ان کا مقابلہ کرتا ہوں۔"

جمعہ کی رات اوس و خزرج کے نوجوان تمام شب مسجد اور حجرات نبوی کا پہرہ دیتے رہے شہر کے راستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی تاکہ کوئی کافر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ (۱) وادی قناۃ کے وسط میں شہر مدینہ کے سامنے جبل احد کی سمت میں کفار کا لشکر خیمہ زن ہوا۔ یہ لشکر بارہ شوال کو بروز بدھ یہاں پہنچا۔ بدھ، جمعرات اور جمعہ تین روز یہ لوگ یہاں ٹھہرے رہے اور جنگ کے لئے اپنی تیاریاں کرتے رہے۔ ہفتہ کے روز پندرہ شوال کو اللہ تعالیٰ کے محبوب نے اسلام کے جاں نثار سپاہیوں کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے روانگی کا ارادہ فرمایا۔ لیکن اس سے پہلے ایک مجلس مشاورت قائم کی اور اس میں صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا۔

جمعہ کی رات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک خواب دیکھا صبح کے وقت مشورہ کیلئے صحابہ کرام کو یاد فرمایا۔ جب وہ آگئے تو حضور نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے اپنی گفتگو کا آغاز فرمایا۔ پھر اپنا خواب بیان فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔ میں نے ایک گائے کو دیکھا جس کو ذبح کیا گیا میں نے اپنی تلوار کی دھار میں کئی دندانے دیکھے ہیں۔ گائے سے مراد تو میرے وہ اصحاب ہیں جو شہید ہوں گے اور دندانوں سے مراد یہ کہ میرے اہل بیت سے ایک قتل کیا جائے گا۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط زرہ کے اندر ڈالا ہے اور میرے نزدیک زرہ سے مراد شہر مدینہ ہے۔ (۲)

اگر تم مناسب سمجھو تو شہر کے اندر مورچہ بند ہو جاؤ۔ عورتوں اور بچوں کو مختلف گڑھیوں میں بھیج دو۔ اگر کفار باہر ٹھہرے رہیں گے تو ان کا یہ ٹھہرنا ان کے لئے بہت تکلیف دہ ہو گا اور

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۷۳-۲۷۴ ۲۔ الاکتفاء، جلد ۲، صفحہ ۸۸

اگر انہوں نے شہر کے اندر داخل ہونے کی جرأت کی تو ہم گلی کوچوں میں ان سے لڑائی کریں گے اور ہم ان گلیوں کے پیچ وخم سے خوب واقف ہیں ہم ان پر بلند مکانوں اور اونچے ٹیلوں سے پتھراؤ کر کے بھی انہیں پچھاڑ سکیں گے۔

اکابر مہاجرین وانصار کی بھی یہی رائے تھی۔

عبداللہ بن ابی نے اس کی تائید کی لیکن پرجوش نوجوانوں کی ایک جماعت جو کسی وجہ سے بدر میں شریک نہیں ہو سکی تھی اور جنہیں شرف شہادت حاصل کرنے کا از حد اشتیاق تھا۔ وہ حصول شہادت کے شوق فراواں کے باعث اس رائے سے متفق نہ ہو سکے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمیں لے کر دشمنان حق کے سامنے چلئے۔ وہ یہ نہ خیال کریں کہ ہم بزدل ہیں اس لئے گھروں میں سہم کر بیٹھ گئے ہیں۔ عبداللہ بن ابی بولا! یا رسول اللہ شہر میں ہی ٹھہریئے۔ باہر نہ نکلئے جب بھی شہر سے باہر نکل کر ہم نے دشمن کا مقابلہ کیا ہے ہمیں نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اور جب بھی دشمن نے شہر میں داخل ہو کر ہم سے جنگ کی ہے تو انہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ لیکن حضرات حمزہ، سعد بن عبادہ، نعمان بن مالک، اور انصار کے چند دیگر نوجوانوں نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر ہم نے ایسا کیا تو کفار یہ سمجھیں گے کہ ہم ان سے ڈر گئے ہیں اور بزدلی کے باعث ہم میدان جنگ میں ان کو نہیں للکار سکے۔

بدر میں ہماری تعداد تین سو تھی ہم نے ان کو دندان شکن شکست دی۔ آج تو ہماری تعداد ایک ہزار ہے ہم تو اس دن کے لئے دعائیں مانگا کرتے تھے اور آج وہ خود چل کر ہمارے پاس آ گئے ہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ان کے جوش ایمان، شوق شہادت اور اس پر ان کے اصرار کا مشاہدہ فرمایا۔ تو ان کی رائے جو اکثر صحابہ کی رائے تھی اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے آمادگی کا اظہار کر دیا۔ (۱)

اس مجلس مشاورت میں شمع توحید کے پروانوں نے اپنے جذبہ جان فروشی کا جس انداز سے اظہار کیا اس انداز کا اپنا بانکپن ہے، جو ہم جیسے کم حوصلہ لوگوں کے لئے مہمیز کا کام دے سکتا ہے۔ اس لئے چند حضرات کے قلبی تاثرات کا بیان یقیناً از بس مفید ہوگا۔

اللہ اور اس کے رسول کے شیر حضرت حمزہ نے عرض کی۔

وَالَّذِيْ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لَا اَطْعَمُ الْيَوْمَ طَعَامًا حَتّٰى

ا۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۷۵

أُجَالِدُهُمْ بِسَيْفِي خَارِجَ الْمَدِينَةِ۔

"اس ذات کی قسم جس نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی ۔ کہ میں آج اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک مدینے سے باہر نکل کر میں ان کے ساتھ نبرد آزمانہ ہوں۔ "

یہ جمعہ کا دن تھا اس دن بھی آپ روزہ سے تھے اور دوسرے دن بھی آپ نے روزہ رکھا۔ اور اسی روزہ کی حالت میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

نعمان بن مالک نے عرض کی۔

يَا رَسُوْلَ اللهِ لَا تَحْرِمْنَا الْجَنَّةَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَادْخُلَنَّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَ ؟ قَالَ لِاَنِّي اُحِبُّ اللهَ تَعَالٰى وَرَسُوْلَهٗ وَلَا اَفِرُّ يَوْمَ الزَّحْفِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقْتَ۔

"یا رسول اللہ ! ہمیں جنت سے محروم نہ فرمائیے۔ اس ذات کی قسم ! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں ضرور اس میں داخل ہوں گا۔ حضور نے پوچھا ! کیوں۔ عرض کی کیونکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب سے محبت رکھتا ہوں۔ اور میدان جنگ سے بھاگتا نہیں ہوں۔ حضور نے فرمایا تم نے سچ کہا ہے۔"

آپ بھی اسی دن شہید ہوئے۔

سب فرزندان اسلام نے اپنے محبوب آقا کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا کی۔ حضور نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور اس میں ان کو جدوجہد اور محنت و کوشش کی تلقین فرمائی اور انہیں بتایا کہ جب تک وہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہیں گے اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال رہے گی۔

نماز عصر بھی مسجد نبوی میں ادا کی گئی۔ مدینہ طیبہ کے بالائی محلوں (العوالی) کے سارے باشندے بھی جمع ہوگئے۔ مستورات کو حفاظت کیلئے مختلف گڑھیوں میں ٹھہرا دیا گیا۔ سرور کائنات علیہ اطیب التحیات وازکی التسلیمات، حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم کی معیت میں اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ ان دونوں یاران وفاشعار نے اپنے آقا کو جنگی لباس پہنایا۔ عمامہ مبارک باندھا باہر لوگ دو رویہ صفیں باندھے چشم براہ کھڑے تھے۔ اتنے میں سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر تشریف لے آئے۔ انہوں نے انتظار کرنے والوں کو کہا کہ تم نے حضور کو باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے اور اپنے اپنے مشورے دیئے ہیں حالانکہ حضور پر وحی

نازل ہوتی ہے۔ تمہیں چاہئے کہ اس معاملہ میں فیصلہ کا کلی اختیار حضور کے سپرد کر دو۔ حضور جو حکم دیں اس کو بجالاؤ۔

یہ گفتگو جاری تھی کہ رحمت عالم باہر تشریف لے آئے حضور نے اسلحہ سجایا ہوا تھا۔ زرہ زیب تن فرمائی ہوئی تھی اور کمر مبارک میں کمر بند بندھا تھا عمامہ سر پر تھا اور شمشیر گردن شریف میں حمائل تھی۔ لوگوں نے مدینہ طیبہ سے باہر جا کر جنگ کرنے پر اصرار کیا تھا اس پر سب نادم ہو رہے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کسی نبی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہتھیار پہننے کے بعد پھر انہیں اتار دے۔ جب تک اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے دشمن کے درمیان فیصلہ نہ کردے۔ آخر میں ارشاد فرمایا۔

اِمضُوا عَلَى اسْمِ اللهِ تَعَالىٰ وَلَكُمُ النَّصْرُ مَا صَبَرْتُمْ۔

"اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو نصرت الٰہی تمہارے ساتھ ہوگی جب تک تم صبر کا دامن پکڑے رہو گے۔" (۱)

اس ایک واقعہ میں امت مسلمہ کے قائدین کے لئے دو قیمتی رہنمائیاں ہیں۔

پہلی یہ کہ اپنی رائے پر بضد نہ رہو۔ بلکہ اہل اسلام کے اکثریتی فیصلہ اور ان کے جذبات جاں فروشی کا احترام کرو اور ان کے جوش جہاد کی قدر کرو۔

دوسری یہ کہ جب ایک بار کوئی فیصلہ کر لو تو پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔ بار بار فیصلہ کو بدلنا فیصلہ کرنے والے کی قوت فیصلہ کو مجروح کر دے گا۔ اور اس کے احباب کو اس پر وہ اعتماد نہیں رہے گا۔ جو مشکل حالات میں اس کی کامیابی کا ضامن ہوا کرتا ہے۔

ان معاملات سے فراغت پانے کے بعد قائد اسلامیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین نیزے منگوائے اور ان تین نیزوں کے ساتھ تین جھنڈے باندھے پھر قبیلہ اوس کا علم اسید بن حضیر کے حوالے کیا۔ قبیلہ خزرج کا علم حباب بن منذر کو مرحمت فرمایا۔ مہاجرین کا پرچم سیدنا علی مرتضیٰ کے دست مبارک میں تھمایا۔ اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو نماز با جماعت پڑھانے کے لئے مدینہ طیبہ میں اپنا قائم مقام متعین فرمایا۔

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۷۷

انبیاء ورسل کے قائد اعظم کی اُحد کی طرف روانگی

حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سکب نامی گھوڑے پر سوار، گلے میں کمان آویزاں ہے، دست مبارک میں نیزہ ہے۔ اسلام کے جاں فروش سپاہی مسلح ہیں۔ ان میں سو زرہ پوش ہیں۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ مرکب ہمایوں کے آگے آگے دوڑتے جارہے ہیں۔

مجاہدین اپنے آقا کے دائیں بائیں حلقہ بنائے چاق وچوبند شیروں کی طرح رواں دواں ہیں۔ حضور جب "الشیخہ" کے مقام پر پہنچتے ہیں تو دیکھا اجڈ قسم کے لوگوں کا ایک جتھا کوئی گیت الاپتا ہوا آرہا ہے۔ دریافت فرمایا یہ کون لوگ ہیں۔ عرض کی گئی یہ عبداللہ بن ابی کے وہ حلیف ہیں جن کا تعلق یہود سے ہے۔ پھر پوچھا کیا اسلام لے آئے ہیں عرض کی گئی نہیں۔ فرمایا إِنَّا لَا نَسْتَنْصِرُ بِأَهْلِ الشِّرْكِ عَلَى أَهْلِ الشِّرْكِ "یعنی ہم اہل شرک سے جنگ کرتے ہوئے کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔" (۱)

راستہ میں دو ٹیلوں کے پاس سے گزر ہوا۔ جنہیں شیخین کہا جاتا تھا۔ یہاں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کا جائزہ لیا۔ جو کمسن تھے انہیں واپس بھیج دیا۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ سترہ ایسے نوجوان تھے جن کی عمریں چودہ سال سے کم تھیں۔ انہیں واپس کر دیا گیا۔ ان میں سے ایک کا نام سعید بن حبتہ تھا۔ جنگ احد میں تو کمسنی کی وجہ سے انہیں حصہ لینے کی اجازت نہ ملی۔ لیکن غزوہ خندق کے موقع پر ان کی عمر پوری ہو گئی تھی یہ شامل ہوئے اور خوب خوب داد شجاعت دی۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اس نوخیز نوجوان کو یوں جان کی بازی لگا کر لڑتے دیکھا تو انہیں اپنے پاس بلایا۔ ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا۔ اور ان کے لئے ان کی نسل اور اولاد میں برکت کی دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی اس دعا کو یوں شرف قبول سے نوازا کہ مؤرخین لکھتے ہیں۔

كَانَ عَمًّا لِأَرْبَعِينَ وَاخًا لِأَرْبَعِينَ وَابًا لِعِشْرِينَ

"کہ یہ چالیس بھتیجوں کے چچا تھے۔ چالیس بھائیوں کے بھائی تھے اور بیس بیٹوں کے باپ تھے۔"

انہیں کی اولاد میں سے اسلام کا وہ جلیل القدر فرزند پیدا ہوا۔ جس نے اپنے علمی کارناموں

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۷۷

سے دنیائے اسلام بلکہ دنیائے علم کے گوشہ گوشہ کو منور کر دیا۔ وہ ہیں امام ابو یوسف جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مایہ ناز شاگرد اور امیر المؤمنین ہارون الرشید کے عہد میں اسلامی مملکت کے قاضی القضاۃ تھے۔ (۱)

ایک دوسرے نوجوان رافع بن خدیج تھے۔ کمسنی کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں واپس جانے کا حکم دیا لیکن جب عرض کی گئی یہ ماہر تیر انداز ہے تو حضور نے انہیں قبول کر لیا۔

سمرہ بن جندب کو بھی کم عمری کی وجہ سے جہاد میں شرکت کی اجازت نہیں ملی تھی۔ انہیں جب پتہ چلا کہ رافع کو اجازت مل گئی ہے تو اس نے اپنے سوتیلے باپ مُرّیٰ بن سنان سے جا کر کہا کہ رافع کو حضور نے اجازت دے دی ہے میں اس سے زیادہ طاقتور ہوں مجھے بھی اجازت ملنی چاہیے۔ بے شک مجھے اس سے کشتی لڑالیں۔ اگر میں اس کو پچھاڑ لوں تو پھر مجھے لڑائی میں شرکت سے محروم نہیں رکھنا چاہیے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں کو طلب فرمایا اور انہیں کشتی لڑنے کا حکم دیا سمرہ نے اپنے حریف کو پچھاڑ دیا۔ رحمت عالم نے ان کو بھی جہاد میں شمولیت کی اجازت فرمادی۔ جب تک قوم کے نو عمر بچوں میں شوق شہادت کا یہ عالم تھا۔ قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت ان کے قدموں کو چومتے رہے اور جب سے یہ جذبہ سرد ہو گیا زمانہ بدل گیا۔ گردش روزگار بدل گئی۔

احد کی طرف پیش قدمی

یہاں سے روانگی اور جبل احد کی ایک گھاٹی میں پہنچ کر صف بندی کا تذکرہ ہم علامہ مقریزی کی نایاب کتاب "امتاع الاسماع" کے حوالہ سے ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا یہ بیان بہت واضح اور ہر قسم کے شکوک سے منزہ ہے۔

لشکر کا جائزہ لینے سے فراغت ہوئی تو سورج غروب ہو گیا۔ حضرت بلال نے مغرب کی اذان دی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی معیت میں نماز مغرب با جماعت ادا فرمائی۔ پھر کچھ دیر بعد عشاء کی اذان ہوئی۔ اور حضور نے نماز پڑھائی۔

حضور نے محمد بن مسلمہ کو پچاس نوجوانوں کا قائد بنا کر لشکر گاہ کا پہرہ دینے کے لئے مقرر فرمایا اور اپنی حفاظت کے لئے ذکوان بن عبد قیس کو یہ شرف بخشا۔ انہوں نے زرہ پہنی اور ہاتھ میں ڈھال پکڑی اور ساری رات لشکر میں چکر لگاتے رہے۔ یہ رات بھر پہرہ اپنے آقا کا دیتے

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۷۸

رہے نہ آنکھ جھپکی اور نہ سر موادھر ادھر سرکے۔ سحری تک نبی کریم نے آرام فرمایا۔ سحری کے وقت بیدار ہوئے اور پوچھا ہمارے راہبر کہاں ہیں۔ ان میں سے کون ایسا ہے، جو ہمیں اس ٹیلا کی ایسی جانب سے لے جائے کہ کافر ہمیں دیکھ نہ سکیں۔ ابو خیثمہ نے کھڑے ہو کر عرض کی "انا یارسول اللہ۔" "اے اللہ کے رسول! میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔" چنانچہ وہ سب کو بنو حارثہ قبیلہ کے پتھریلے میدان اور ان کے کھیتوں کے درمیان سے لے کر گزرے۔ یہاں تک کہ مربع بن قیظی کے چشمہ پر پہنچے یہ بدباطن منافق تھا۔ اسے جب حضور کے گزرنے کا پتہ چلا تو زمین سے مٹی اٹھا اٹھا کر مسلمانوں کے چہروں پر پھینکنے لگا۔ اور بولا، اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں آپ کو اجازت نہیں دیتا کہ آپ میرے مکانوں کے درمیان سے گزریں لوگ دوڑے کہ گستاخ کو قتل کر دیں حضور نے فرمایا اسے قتل نہ کرو (یہ معذور ہے) اس کی صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں اس کا دل بھی اندھا ہے۔ (۱)

وہاں سے حضور سحری کے وقت روانہ ہوئے۔ جب حضور شوط کے مقام پر پہنچے تو عبداللہ بن ابی، اپنے تین سو حواریوں کے ساتھ لشکر اسلام سے الگ ہو کر واپس جانے لگا۔ اس وقت وہ بڑبڑا رہا تھا کہ انہوں نے نادان بچوں کا کہنا مانا اور میرے مشورہ کو مسترد کر دیا ہے۔ ہم بلاوجہ اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں کیوں پھینکیں۔ چنانچہ وہ اس نازک لمحہ میں لشکر اسلام سے کٹ کر واپس چلا گیا۔ اس کے ہم قبیلہ عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ اس کو سمجھانے کے لئے اس کے پاس آئے اور کہا۔

اے میری قوم! میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ اپنی قوم اور اپنے نبی کو ایسے نازک وقت میں نہ چھوڑو۔ جب ان کا دشمن میدان میں آموجود ہوا ہے۔ آؤ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور ان کا دفاع کریں۔

انہوں نے کہا۔ یہ محض قوت کی نمائش ہے کوئی جنگ نہیں ہوگی۔ اگر جنگ ہونے کا امکان ہوتا تو ہم ہرگز واپس نہ جاتے۔ جب منافقین نے ان کی منت سماجت کا کوئی اثر قبول نہ کیا تو انہوں نے فرمایا۔

جاؤ خدا تمہیں برباد کرے۔ اے اللہ کے دشمنو! اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تم

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۳، صفحہ ۹

تاریخ الخمیس، جلد ۱، صفحہ ۴۲۲۔ ۴۲۳

امتاع الاسماع، جلد ۱، صفحہ ۱۱۲۔ ۱۱۳

سے بے نیاز کر دے گا۔
اس وقت سورہ آل عمران کی یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ

(آل عمران : ۱۷۹)

"نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ چھوڑے رکھے مومنوں کو اس حال پر جس پر تم اب ہو۔ جب تک الگ الگ نہ کر دے پلید کو پاک سے۔"

ایسے نازک موقع پر اتنی بڑی تعداد کا الگ ہو جانا رئیس المنافقین ابن ابی کی طرف سے بڑی خطرناک اور حوصلہ شکن چوٹ تھی۔ اس کا یہ خیال تھا کہ لشکر اسلام اس چوٹ کی تاب نہ لاسکے گا۔ اور باقی ماندہ لوگ بھی بیدل ہو کر راہ فرار اختیار کر لیں گے۔ لیکن شمع جمال مصطفوی کے پروانوں کے جذبہ جاں نثاری کا اندازہ لگانے میں اسے سخت دھوکا ہوا تھا۔ نہ ان کا قائد عام قائدین جنگ کی طرح تھا۔ نہ اس کے پرچم تلے جمع ہونے والے سپاہی کرایہ کے ٹٹو تھے۔ ان کا قائد، اللہ کا رسول تھا۔ جس نے اپنے خداوند ذوالجلال کے نام کو بلند کرنے کے لئے اپنی جان کی بازی لگا رکھی تھی۔ اور اس کے مجاہدہ جاں باز تھے جو اپنے محبوب نبی کی شراب محبت سے اس قدر سرشار تھے کہ اس کے ادنیٰ اشارہ پر اپنا تن من دھن سب کچھ بصد مسرت قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ لیکن اس سے آنکھیں پھیر لیں یا پیمان محبت کو توڑ دیں یہ ان کے لئے ناممکن تھا۔ اور ان سب کے جذبات کی ترجمانی حضرت عبداللہ بن حرام نے فرمادی تھی۔

لمحہ بھر کے لئے بنی سلمہ اور بنی ثعلبہ کے پاؤں ڈگمگائے اور میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے کے بارے میں انہوں نے سوچا لیکن توفیق الٰہی نے آگے بڑھ کر ان کی دستگیری فرمائی۔ رحمت الٰہی کو گوارا نہ ہوا کہ غلامان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں سے کسی سے ایسی حرکت سرزد ہو۔ جو عشق و مستی کی منزل کے مسافروں کے لئے باعث ننگ و عار ہو۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے غلامان مصطفیٰ سے اپنے خصوصی لطف و کرم کا یوں اظہار فرمایا ہے۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ

"جب ارادہ کیا دو جماعتوں نے تم میں سے کہ ہمت ہار دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ دونوں کا مددگار تھا۔ (اس لئے اس نے اس لغزش سے بچالیا) اور صرف اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے مومنوں کو۔" (آل عمران : ۱۲۲)

منافقین کے الگ ہوجانے کے بعد لشکر اسلام کی تعداد سات سو رہ گئی۔ اس وقت بعض انصار نے عرض کی۔ کہ کئی یہودی قبائل ہمارے حلیف ہیں اجازت ہو تو انہیں مدد کے لئے بلالیں۔ رحمت عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لَاحَاجَۃَ لَنَا بِھِمْ "ہمیں ان کی ضرورت نہیں۔" حضور جانتے تھے کہ اسلام کے خلاف ان کے دلوں میں حسد وعناد کے آتش کدے بھڑک رہے ہیں وہ کیونکر اسلام کی ظفر مندی کے لئے جان لڑا سکتے ہیں۔ اور ایسے لوگ میدان جنگ میں تقویت کا باعث نہیں ہوتے بلکہ الٹا مشکلات پیدا کر دیتے ہیں۔ (۱)

حضور چاہتے تھے کہ صرف وہی لوگ لشکر اسلام میں شامل ہوں جو محض اپنے عقیدہ کا دفاع کرنے کے لئے دشمن سے نبرد آزما ہونا چاہتے ہوں۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۚ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔

"اے ایمان والو! نہ بناؤ اپنا راز دار غیروں کو۔ وہ کسر نہ اٹھا رکھیں گے تمہیں خرابی پہنچانے میں۔ وہ پسند کرتے ہیں جو چیز تمہیں ضرر دے۔ ظاہر ہو چکا ہے بغض ان کے مونہوں (یعنی زبانوں) سے۔ اور جو چھپا رکھا ہے ان کے سینوں نے وہ اس سے بھی بڑا ہے ہم نے صاف بیان کر دیں تمہارے لئے اپنی آیتیں اگر تم سمجھدار ہو۔" (آل عمران: ۱۱۸)

شوط سے روانہ ہو کر حضور احد کی گھاٹی میں پہنچے۔

جبل احد، مدینہ کے شمال میں قریباً تین میل پر شرقاً غرباً بخط مستقیم پھیلا ہوا ہے۔ اس کی جنوبی جانب وسط میں نعل نما خلا ہے، جو کافی وسیع ہے یعنی جہاں سے پہاڑ پیچھے کی طرف ہٹ گیا ہے اسی کا ذکر کرتے ہوئے سیرت ابن ہشام میں ہے۔ کہ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الشِّعْبَ مِنْ اُحُدٍ فِىْ عَدْوَةِ الْوَادِىْ اِلَى الْجَبَلِ یعنی آپ ایک گھاٹی میں اترے۔ یہ مقام وادی قناۃ سے پہاڑ کی جانب اونچائی میں واقع ہے۔" جہاں یہ خلا یا جھکاؤ شروع ہوتا ہے وہاں سے جبل احد کے ساتھ ساتھ وادی قناۃ گزرتی ہے جس میں بارش کے وقت خاصا پانی بہنے لگتا

ا۔ خاتم النبیین، جلد ۲، صفحہ ۶۹۸

ہے۔ بارش نہ ہو تو یہ عموماً خشک ہوتی ہے۔ قناۃ کا بہاؤ مشرق سے مغرب کی طرف ہوتا ہے۔ خلا کی زمین قناۃ سے اونچی ہے اس کے عین سامنے وادی کے جنوبی کنارے پر ایک چھوٹا سا ٹیلا ہے۔ جسے جبل عینین کہتے ہیں۔ یعنی دو چشموں والا ٹیلا۔ کیونکہ اس سے دو چشمے نکلتے ہیں۔ جنگ احد کے بعد اسے جبل الرماۃ بھی کہنے لگے یعنی وہ ٹیلا جس پر تیر اندازوں کا مورچہ تھا۔

احد اور مدینہ کے درمیان زیادہ سے زیادہ تین میل کا فاصلہ ہے اس میں کئی چھوٹی بڑی آبادیاں یا محلے تھے ایک مقام شوط بھی تھا۔ جو مدینہ کے شمال مشرق میں شیخین کے قریب تھا۔ دائیں جانب حرہ پر بنی عبدالاشہل کا محلہ تھا۔ اس سے آگے بنی حارثہ کی آبادی تھی۔ (۱)

لشکر اسلام سحری کے وقت شیخین سے روانہ ہو کر احد کی گھاٹی میں پہنچا۔ تو نماز فجر کا وقت ہو گیا تھا۔ سامنے کفار کا لشکر دکھائی دے رہا تھا۔ حضرت بلال نے حسب ارشاد اذان دی پھر اقامت کہی۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں نے اس کے محبوب رسول کی اقتداء میں نماز صبح با جماعت ادا کی۔

علامہ مقریزی لکھتے ہیں۔ کہ حضور جب شیخین سے روانہ ہوئے تو حضور نے ایک زرہ زیب تن فرمائی تھی۔ جب احد پہنچے تو اس کے اوپر دوسری زرہ پہنی۔ اور سر مبارک پر خود سجایا۔

وَدَانَیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ اُحُدًا وَقَدْ حَانَتِ الصَّلٰوۃُ وَھُوَ یَرَی
الْمُشْرِکِیْنَ فَاَذَّنَ بِلَالٌ فَاَقَامَ وَصَلّٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ بِاَصْحَابِہٖ
الصُّبْحَ صُفُوْفًا

نماز صبح سے فارغ ہونے کے بعد نبی رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اسلام کے سرفروشوں کے سامنے ایک روح پرور اور ایمان افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔

سیرت نبوی کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ صدہا افادیتوں کا حامل ہے۔ اس خطبہ کے آئینہ میں ہادی کائنات کی حیات طیبہ کے وہ حسین ترین گوشے پوری رعنائی کے ساتھ جلوہ نما ہیں جو صرف آزمائش کے طویل ترین لمحوں میں بے نقاب ہوتے ہیں۔ عین ان لمحوں میں جب کہ دشمن کا تین گنا لشکر پورے طمطراق سے اہل اسلام کو ملیامیٹ کرنے کے لئے ان کے سامنے خیمہ زن ہے۔ داعی دین فطرت اپنے ماننے والوں کو کس قسم کا سبق ازبر کرا رہے ہیں۔ ایسے مواقع پر آپ نے فاتحان عالم کے گرجدار خطابات کا مطالعہ کیا ہو گا۔ لیکن آپ ان

۱۔ رسول رحمت، صفحہ ۲۳۰

کے خطبات کا اگر نبی امی کے اس خطبہ سے تقابلی مطالعہ کی زحمت گوارا کریں تو آپ کو وہ فرق عیاں نظر آئے گا جو کسی شہنشاہ اور اللہ کے نبی میں ہوتا ہے۔ آپ اس خطبہ کا ایک ایک فقرہ پڑھیں اس پر غور فرمائیں آپ کو عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی رفعتوں اور وسعتوں کا صحیح اندازہ ہوگا۔ یہ خطبہ وہ آئینہ ہے جس میں مشتاقان جمال احمدی اپنے آقا کے حسن و جمال کا عکس جمیل دیکھ کر اپنی پیاسی آنکھوں کو سیراور بے قرار دلوں کو سکون واطمینان سے مالا مال کر سکتے ہیں۔ یہ خطبہ اگرچہ قدرے طویل ہے۔ لیکن اس کی گوناگوں اور ان گنت افادیتوں کے پیش نظر میں اس کا عربی متن مع اردو ترجمہ ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

میدان احد میں غازیان اسلام کے سامنے ہادی برحق کا تاریخ ساز خطاب

يَآيُّهَا النَّاسُ اُوْصِيْكُمْ بِمَآ اَوْصَانِيْ "اے لوگو! میں تمہیں اس چیز کی وصیت کرتا ہوں جس اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ فِيْ كِتَابِهٖ مِنَ الْعَمَلِ کا حکم اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی کتاب میں دیا ہے۔ کہ میں بِطَاعَتِهٖ وَالتَّنَاهِيْ عَنْ مَحَارِمِهٖ اس کی اطاعت کروں اور حرام کاموں سے باز رہوں۔

ثُمَّ اِنَّكُمُ الْيَوْمَ فِيْ مَنْزِلِ اَجْرٍ وَّذُخْرٍ آج تم اجر اور ثواب کے مقام پر کھڑے ہو۔

لِمَنْ ذَكَرَ الَّذِيْ عَلَيْهِ جس نے اپنے اس مقام کو یاد رکھا۔

ثُمَّ وَطَّنَ نَفْسَهٗ لَهٗ عَلَى الصَّبْرِ وَالْيَقِيْنِ وَالْجِدِّ وَالنَّشَاطِ اور پھر اس نے اپنے نفس کو صبر، یقین، جہد مسلسل اور خوش دلی کا خوگر بنایا۔

فَاِنَّ جِهَادَ الْعَدُوِّ شَدِيْدٌ كَرِيْهٌ کیونکہ دشمن سے جہاد کرنا بہت مشکل کام ہے۔

قَلِيْلٌ مَّنْ يَّصْبِرُ عَلَيْهِ کم لوگ ہیں جو اس صبر آزما مرحلہ میں ثابت قدم رہتے ہیں۔

اِلَّا مَنْ عَزَمَ اللّٰهُ تَعَالٰى رُشْدَهٗ بجز ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ سیدھے راستہ پر پختہ کر دیتا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مَعَ مَنْ اَطَاعَهٗ بے شک اللہ تعالیٰ اسی کا ساتھی ہوتا ہے جو اس کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

وَاِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ مَنْ عَصَاهُ — اور بے شک شیطان اس کے ساتھ ہوتا ہے جو اللہ کا نافرمان ہوتا ہے۔

فَافْتَتِحُوْا اَعْمَالَكُمْ بِالصَّبْرِ عَلَى الْجِهَادِ — اپنے اعمال کی ابتدا جہاد پر صبر سے کرو۔

وَالْتَمِسُوْا بِذٰلِكَ مَا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى — اور طلب کرو اس صبر سے فتح کا وہ انعام جس کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ فرمایا ہے۔

وَعَلَيْكُمْ بِالَّذِىْ اَمَرَكُمْ بِهٖ — جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے اس کی پابندی لازم جانو۔

فَاِنِّىْ حَرِيْصٌ عَلٰى رُشْدِكُمْ — کیونکہ میں تمہاری ہدایت یابی پر بہت حریص ہوں۔

وَاِنَّ الْاِخْتِلَافَ وَالتَّنَازُعَ وَالتَّثْبِيْطَ مِنْ اَمْرِ الْعَجْزِ وَالضُّعْفِ — باہمی اختلاف، جھگڑا اور بزدلی، عجز اور کمزوری کی علامتیں ہیں۔

مِمَّا لَا يُحِبُّ اللّٰهُ تَعَالٰى — یہ ان چیزوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔

وَلَا يُعْطِىْ عَلَيْهِ النَّصْرَ وَالظَّفَرَ — اور اس پر کسی کو فتح اور کامیابی سے نہیں نوازتا۔

يَا اَيُّهَا النَّاسُ — اے لوگو!

جُدِّدَ فِىْ صَدْرِىْ اَنَّ مَنْ كَانَ عَلٰى حَرَامٍ — اللہ تعالیٰ نے یہ چیز از سر نو میرے سینہ میں ڈالی ہے کہ جو شخص حرام کام کرتا ہے۔

فَرَّقَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ — اللہ تعالیٰ اپنے درمیان اور اس کے درمیان جدائی کر دیتا ہے۔

وَمَنْ رَغِبَ لَهٗ عَنْهُ غَفَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ ذَنْبَهٗ — اور جو شخص اس حرام سے اللہ کی رضا کے لئے منہ موڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

وَمَنْ صَلّٰى عَلَىَّ صَلٰوةً — جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَمَلٰئِكَتُهٗ عَشْرًا — اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر دس بار درود بھیجتے ہیں۔

وَمَنْ اَحْسَنَ مِنْ مُسْلِمٍ اَوْ كَافِرٍ — جو شخص احسان کرے کسی مسلمان پر یا کافر کے ساتھ

وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ — اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر لازم ہو جاتا ہے۔

فِىْ عَاجِلِ دُنْيَاهُ وَاٰجِلِ اٰخِرَتِهٖ — اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ — جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔

فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ اِلَّا صَبِيًّا اَوْ اِمْرَاَةً اَوْ مَرِيْضًا اَوْ عَبْدًا مَمْلُوْكًا — اس پر جمعہ فرض ہے۔ بجز نابالغ بچے کے، عورت، بیمار اور غلام کے۔

وَمَنِ اسْتَغْنٰى عَنْهَا اسْتَغْنَى اللّٰهُ عَنْهُ — جو شخص نماز جمعہ سے بے پروائی کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے بے پروائی کرے گا۔

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ — اور اللہ تعالیٰ غنی ہے سب تعریفوں سراہا ہے۔

مَا اَعْلَمُ مِنْ عَمَلٍ يُقَرِّبُكُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اِلَّا وَقَدْ اَمَرْتُكُمْ بِهٖ — میں کوئی ایسا عمل نہیں جانتا جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردے مگر میں نے تمہیں اس کو بجالانے کا حکم دیا ہے۔

وَلَا اَعْلَمُ مِنْ عَمَلٍ يُقَرِّبُكُمْ اِلَى النَّارِ اِلَّا وَقَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ — اور میں کوئی ایسا عمل نہیں جانتا جو تمہیں آتش دوزخ کے قریب کردے مگر میں نے تمہیں اس سے منع کیا ہے۔

وَاِنَّهٗ قَدْ نَفَثَ فِيْ رُوْعِيَ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ اِنَّهٗ لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ — میرے دل میں جبریل امین نے یہ بات ڈال دی ہے کہ کوئی آدمی اس وقت تک

حَتّٰى تَسْتَوْفِيَ اَقْصٰى رِزْقِهَا اِلَّا — نہیں مرے گا یہاں تک کہ اپنے رزق کا آخری لقمہ بھی پورا پورا حاصل کرلے۔

يَنْقُصُ مِنْهُ شَيْءٌ — اور اس سے ذرا کم نہ ہو۔

وَاِنْ اَبْطَاَ عَنْهَا — اور اگر وہ رزق اس سے لیٹ ہوجائے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ — پس اللہ تعالیٰ جو تمہارا پروردگار ہے اس سے ڈرتے رہو۔

وَاَجْمِلُوْا فِيْ طَلَبِ الرِّزْقِ — اور رزق طلب کرنے میں خوبصورت ذرائع (حلال) اختیار کرو

وَلَا يَحْمِلَنَّكُمْ اِسْتِبْطَاءُهٗ اَنْ — اور رزق کے ملنے پر تاخیر، تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے۔

تَطْلُبُوْهُ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى — کہ تم اللہ کی نافرمانی کے ذریعہ سے اس کو طلب کرو

فَاِنَّهٗ لَا يُقْدَرُ عَلٰى مَا عِنْدَهٗ — کیونکہ جو چیز اس کے پاس ہے وہ اس کی فرمانبرداری

اِلَّا بِطَاعَتِہٖ	سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔
قَدْ بَیَّنَ لَکُمُ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ	اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال اور حرام کو بیان کر دیا ہے۔
غَیْرَ اَنَّ بَیْنَہُمَا شُبُہَاتٌ مِّنَ الْاَمْرِ مَنْ وَقَعَ فِیْہَا کَانَ کَالرَّاعِیْ اِلٰی جَنْبِ الْحِمٰی	ان کے علاوہ ان کے درمیان مشتبہ چیزیں بھی ہیں جوان کا مرتکب ہوتا ہے وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو کسی محفوظ چراگاہ کے کنارے پر پہنچ جاتا ہے۔
اَوْشَکَ اَنْ یَّقَعَ فِیْہِ	قریب ہے کہ وہ اس محفوظ چراگاہ میں داخل ہوجائے
وَلَیْسَ مَلِکٌ اِلَّا وَلَہٗ حِمًی	کوئی ایسا بادشاہ نہیں مگر اس کی محفوظ چراگاہ ہوتی ہے
اَلَا وَاِنَّ حِمَی اللّٰہِ تَعَالٰی مَحَارِمُہٗ	خبردار! اللہ تعالیٰ کی محفوظ چراگاہیں اس کے محارم ہیں
وَالْمُؤْمِنُ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ کَالرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ	ایک مومن دوسرے مومنوں کے لئے اس طرح ہے جیسے سر جسم سے ہوتا ہے
اِذَا اشْتَکٰی تَدَاعٰی عَلَیْہِ سَائِرُ جَسَدِہٖ	جب سر بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم بے قرار ہوجاتا ہے۔
وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ	اور تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو۔ (۱)

اس مبارک خطبہ کی برکت سے دل روشن ہوگئے۔ سینوں میں یقین کی شمع فروزاں ہوگئی۔ ہر قسم کے خطرات اور حوادث سے اذہان پاک وصاف ہوگئے۔ سرفروشی کے جذبات کو نئی توانائیاں نصیب ہوئیں اب قائد لشکر اسلامیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آخری جنگی احکامات صادر فرمائے۔ پہلا حکم یہ تھا کہ جب تک میں حکم نہ دوں کوئی شخص جنگ کا آغاز نہ کرے۔

اس وادی میں ایک چھوٹا سا پہاڑی ٹیلا تھا جو عینین کے نام سے مشہور تھا۔ وہاں حضرت عبداللہ بن جبیر کی قیادت میں پچاس ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین فرمایا۔ انہیں سفید وردی پہننے کا حکم دیا تھا کہ دور سے ان کی پہچان ہو سکے۔ پھر ان تیر اندازوں کو اپنا تاکیدی حکم سنایا۔

اگر گھڑ سوار ہم پر حملہ کریں تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کرنا تا کہ ہمارے پیچھے سے وہ ہم پر حملہ نہ کرسکیں۔ ہم فتح یاب ہوں تب بھی تم اپنے مورچے پر ڈٹے رہنا تمہاری طرف سے

ا۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۸۲، الامتاع، جلد ۲، صفحہ ۱۱۴

دشمن ہم پر حملہ نہ کرنے پائے۔ اگر تم دیکھو کہ ہم نے مشرکین کو شکست دے دی ہے اور ہم ان کے لشکر میں گھس کر انہیں بے دریغ تہ تیغ کر رہے ہیں تب بھی تم اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا اور اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمیں اچک کر لے جا رہے ہیں اور دشمن ہمیں تہ تیغ کر رہے ہیں تب بھی ہماری مدد کے لئے مت آنا۔ ہمارا دفاع ہرگز نہ کرنا اپنے مورچوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ جب تک میں تمہاری طرف اپنا خصوصی پیغام نہ بھیجوں۔ دشمنوں پر تیروں کی موسلا دھار بارش کرتے رہنا۔ کیونکہ جہاں تیر برس رہے ہوتے ہیں وہاں گھوڑے پیش قدمی نہیں کرتے۔ کان کھول کر سن لو۔ جب تک تم اپنی جگہ پر ڈٹے رہو گے ہم غالب رہیں گے۔ اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ میں نے انہیں سمجھانے میں اپنا فرض ادا کر دیا۔ (۱)

کتنے واضح احکامات ہیں اس مورچہ کی فیصلہ کن حیثیت کی طرف کس طرح بار بار توجہ دلائی گئی ہے ہادی برحق نے اپنا فریضہ ادا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا یہ بھی وضاحت فرما دی کہ اگر اس حکم کی بجا آوری میں ذرا کوتاہی کی گئی تو نتیجہ بڑا ہولناک ہو گا۔

ان ارشادات کے بعد لشکر اسلامی کے میمنہ (دائیں بازو) کی قیادت حضرت زبیر بن عوام کو اور میسرہ (بائیں بازو) کی قیادت حضرت منذر بن عمرو کو تفویض فرمائی۔ پھر پوچھا مشرکین کا علمبردار کون ہے۔ عرض کی گئی طلحہ بن ابی طلحہ۔ فرمایا "نَحْنُ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ مِنْهُمْ" کفار نے اگر بنی عبدالدار کے ایک فرد کو اپنا پرچم دیا تو ہم بھی اسی خاندان کے ایک فرد کو یہ اعزاز ارزانی فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اسلام کا علم عطا فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس روز دو زرہیں زیب تن فرمائی تھیں۔ اس روز مسلمانوں کا شعار اَمِتْ اَمِتْ تھا یعنی اے اللہ! کفار و مشرکین کو ہلاک کر دے۔

مشرکین کی صف آرائی

مشرکین نے بھی ایک کھلے میدان میں اپنی صفیں درست کیں ان کا لشکر تین ہزار لڑاکوں پر مشتمل تھا ان کے ساتھ دو سو گھڑ سوار تھے تین ہزار اونٹ تھے۔ سواروں کے میمنہ کی کمان خالد بن ولید کے سپرد کی گئی اور میسرہ کی قیادت عکرمہ بن ابی جہل کو تفویض ہوئی۔ تیر افگنوں

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۳، صفحہ ۱۰

الامتاع، جلد ۱، صفحہ ۱۱۶

سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۸۲۔ ۲۸۳

کے دستہ کا کمانڈر عبداللہ بن ربیعہ کو مقرر کیا گیا اور پیدل لشکر کا سالار ، صفوان بن امیہ تھا۔ بعض نے عمرو بن عاص کا نام لیا ہے۔ مشرکین کے اس لشکر جرار کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ تھا۔ ابوسفیان ساری فوج کا سپہ سالار اعظم تھا وہ صفوں میں چکر لگا رہا تھا۔ اور اپنے لڑاکے سپاہیوں کو مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے بھڑکا رہا تھا۔ اسی اثناء میں وہ طلحہ بن ابی طلحہ کے پاس آیا جو بنو عبدالدار کے قبیلہ سے تھا اور اسے کہنے لگا۔ عبدالدار کے سپوتو! تم جانتے ہو کہ میدان بدر میں ہمارا جھنڈا تمہارے پاس تھا۔ ہم پر وہاں جو قیامت ٹوٹی اس سے تم باخبر ہو۔ فوج کو شکست اس کے جھنڈے کی طرف سے آتی ہے۔ اگر جھنڈا سرنگوں ہو جائے تو اس کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور میدان جنگ سے وہ راہ فرار اختیار کر لیتی ہے۔ آج پھر قوم کا پرچم تمہارے پاس ہے اگر تم اس کا حق ادا کر سکتے ہو تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ اور اگر تم ایسا کرنے سے قاصر ہو تو ابھی ہمیں بتا دو تاکہ ہم خود اس کا حق ادا کریں اور تم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لوگے کہ ہم اس کا حق کیسے ادا کرتے ہیں ان کا جذبہ غیرت بھڑک اٹھا وہ کہنے لگے

اَنَحْنُ نُسَلِّمُ اِلَيْكُمْ لِوَآءَنَا ؟ سَتَعْلَمُ اِذَا الْتَقَيْنَا كَيْفَ نَصْنَعُ

"کیا ہم اپنا جھنڈا تمہارے حوالے کر دیں ناممکن۔ کل تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم اس جھنڈے کا حق کیسے ادا کرتے ہیں۔"

ابوسفیان نے طعن و تشنیع کا یہ تیر اس لئے چلایا تھا کہ یہ لوگ اپنی جانیں لڑا دیں لیکن اپنے جھنڈے کو سرنگوں نہ ہونے دیں اس کا یہ مقصد پورا ہو گیا۔

ابوسفیان کو اپنے سیاسی جوڑ توڑ پر بڑا ناز تھا۔ کسی کو چکمادے کر اپنے دام فریب میں پھنسا لینا اس کے لئے ایک معمولی بات تھی۔ جب دونوں فریق آمنے سامنے صف آراء ہو گئے تو اس نے انصار کے دونوں قبیلوں اوس و خزرج کو پیغام بھیجا کہ ہمارے تمہارے دیرینہ دوستانہ تعلقات ہیں ہمارے معاشی مفادات بھی ایک دوسرے سے وابستہ ہیں ہم اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتے کہ ہم تم سے جنگ کریں ہمارے وہ رشتہ دار جو اپنے وطن کو چھوڑ کر تمہارے پاس آ گئے ہیں انہیں ہم سے جنگ کرنے دو۔ تم بیچ سے ہٹ جاؤ۔ ہمارے دل میں تمہاری دیرینہ دوستی کا از حد احترام ہے۔ ہم لوگ تم پر ہرگز ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔

ابوسفیان اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ وہ ان چکنی چپڑی باتوں سے انصار کو اپنا ہم نوا بنالے گا اور وہ میدان جنگ سے واپس چلے جائیں گے۔ لیکن اسے یہ اندازہ نہ تھا کہ یہ لوگ مطلع ہدایت کے اس ماہ مبین پر ہزار جان سے فریفتہ ہیں وہ تو اس کے ایک تبسم کے لئے اپنا سب کچھ لٹا

دینے کا عہد کر کے یہاں آئے ہیں۔ انصار نے مشرکین کے اس بڑے سیاستدان کو وہ دندان شکن جواب دیا کہ وہ کھسیانا ہو کر رہ گیا۔ (۱)

حضرت ابو دجانہ

احد کے دن سرور کائنات علیہ وعلی آلہ اطیب التحیات والتسلیمات نے اپنی تلوار نکال کر فرمایا مَنْ يَّاخُذُ هٰذَا السَّيْفَ بِحَقِّهٖ "کون آدمی اس تلوار کو اس شرط پر لے گا کہ وہ اس کا حق ادا کرے۔" کئی حضرات صحابہ اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ تلوار لینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر بار اسے پیچھے کھینچ لیا۔ آخر کار ایک مشہور بہادر حضرت ابو دجانہ سماک بن خرش کھڑے ہوئے اور عرض کی 'مَاحَقُّہٗ يَارَسُوْلَ اللّٰہِ' "اے اللہ کے پیارے رسول! اس کا حق کیا ہے۔" فرمایا! ان تضرب به العدو حتّٰى ينحني "اس کا حق یہ ہے کہ اس سے دشمن پر توپے درپے وار کرے یہاں تک کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔" ابو دجانہ نے عرض کی! میں اس شرط پر یہ تلوار لینے کے لئے تیار ہوں۔ حضور انور نے وہ تلوار انہیں عطا فرمادی۔ ابو دجانہ کا ایک سرخ دوپٹہ تھا جسے عصابۃ الموت یعنی موت کا دوپٹہ کہا جاتا تھا آپ جس وقت وہ سرخ دوپٹہ سر پر باندھتے تھے تو لوگوں کو یقین ہو جاتا تھا کہ اب دشمن کی خیر نہیں۔

جب سرکار نے آپ کو وہ تلوار مرحمت فرمائی تو آپ نے اپنا وہ سرخ دوپٹہ نکالا۔ اسے سر پر باندھا اور بڑے فخریہ انداز میں اترا اترا کر ٹہلنے لگے۔ حضور نے اپنے غلام کی اس ادا کو دیکھا تو فرمایا یہ ایسی چال ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے لیکن سوائے اس قسم کے موقع کے۔ (۲)

جنگ کا آغاز اور اس کی مختصر سامانیاں

کفار کی طرف سے سب سے پہلے جس نے جنگ کا آغاز کیا وہ ابو عامر تھا۔ وہ اپنے پچاس ہمراہیوں سمیت یثرب سے مکہ آگیا تھا۔ تاکہ قریش مکہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ آزما ہونے کے لئے ابھارے۔ اور ان کی صفوں میں موجود رہ کر خود بھی اپنے عناد اور خبث باطنی کا مظاہرہ کرے۔ اس نے قریش کو یقین دلایا تھا کہ جب اس کی قوم بنی

۱۔ الکامل لابن اثیر، جلد ۲، صفحہ ۱۵۱

۲۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۳، صفحہ ۱۱۔ ۱۲

اوس اسے دیکھیں گے تو تمام کے تمام اس نبی کی معیت کو چھوڑ کر اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں گے اور لشکر اسلام کے خلاف یوں بے جگری سے لڑیں گے کہ دنیا انگشت بدنداں رہ جائے گی۔ جب وہ میدان جنگ میں نکلا تو اس زعم باطل کے زیر اثر اس نے بلند آواز سے کہا یَا مَعْشَرَ الْاَوْسِ اَنَا اَبُوْ عَامِرٍ "اے گروہ اوس! مجھے پہچانا میں ابو عامر ہوں۔"

اس کا خیال تھا کہ اس کا نام سنتے ہی اوس کے نوجوان پروانوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑیں گے۔ لیکن ان بندگان خدا اور غلامان مصطفیٰ نے یہ جواب دے کر اس کی امیدوں کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیا۔ انہوں نے یک زبان ہو کر کہا۔ لَا اَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا يَا فَاسِقُ "اے فاسق! اے بدمعاش خدا تیری آنکھوں کو کبھی ٹھنڈا نہ کرے ہماری آنکھوں سے دور ہو جا۔"

کہنے لگا۔ میرے چلے آنے کے بعد میری قوم فتنہ و شر کا شکار ہو گئی ہے۔ پھر اس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا خوب تیر برسائے۔ جب ترکش خالی ہو گئی تو اس بدباطن نے پتھروں کی بارش شروع کر دی اس کے بعد فریقین ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے اور گھتم گتھا ہو گئے۔ اس وقت مکہ کی شریف زادیاں شرم و حیا کی چادر کو پرے پھینک کر دفیں بجا رہی تھیں رقص کر رہی تھیں اور شعر گا گا کر اپنے بہادروں کے جوش انتقام کی آنچ کو تیز تر کر رہی تھیں۔ پیش پیش ان کے سپہ سالار اعظم ابو سفیان کی بیوی ہند تھی۔ کبھی وہ قبیلہ بنو عبدالدار کے لڑاکوں کو جوش دلاتی تھی۔ اور کہتی تھی۔

وَيْهًا بَنِيْ عَبْدِ الدَّارِ   وَيْهًا حُمَاةَ الْاَدْبَارِ

"واہ وا اے عبدالدار کے بیٹو! واہ وا! اے پشتوں کی حفاظت کرنے والو!

ضَرْبًا بِكُلِّ بَتَّارٍ

ہر کاٹنے والی تیز تلوار سے دشمن پر کاری ضرب لگاتے چلو۔"

اور کبھی یہ اشعار گا کر ان کی آتش غضب کو تیز تر کرتی تھی۔

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقٍ   نَمْشِيْ عَلَى النَّمَارِقِ

"ہم معزز لوگوں کی بیٹیاں ہیں۔ ہم نرم اور گداز قالینوں پر چلتی ہیں۔

اَلدُّرُّ فِي الْمَخَانِقِ   وَالْمِسْكُ فِي الْمَفَارِقِ

موتی ہمارے گلوں میں ہیں اور کستوری ہماری مانگوں میں ہے۔"

اِنْ تُقْبِلُوْا نُعَانِقْ   اَوْ تُدْبِرُوْا نُفَارِقْ

اگر تم آگے بڑھ کر حملہ کرو گے تو ہم تمہیں سینہ سے لگائیں گی اور اگر تم پیٹھ پھیرو گے تو ہم تم سے جدائی اختیار کر لیں گی۔ ایسی جدائی جس پر ہمیں کوئی افسوس نہیں ہو گا۔

ان کی ہیجان انگیز ادائیں اور شعلہ نوائیاں نوجوانوں کو دیوانہ بنا رہی تھیں۔ وہ بھوکے چیتوں کی طرح لپک لپک کر حملے کر رہے تھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ان کی قیامت آفرینیوں کو دیکھتے تو اپنے رب قدیر کی بارگاہ میں یوں التجا کرتے۔

اَللّٰهُمَّ بِكَ اَجُوْلُ وَبِكَ اَصُوْلُ وَفِيْكَ اُقَاتِلُ. حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

"اے اللہ! میں تیری قوت کے ساتھ ہی دشمن پر ہلہ بولتا ہوں اور تیری قوت کے ساتھ ہی ان پر حملہ کرتا ہوں اور تیری رضا کے لئے ان سے جنگ کرتا ہوں کافی ہے مجھے اللہ تعالیٰ اور وہ بہترین کارساز ہے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی تلوار بے نیام کر کے اپنے صحابہ سے پوچھا تھا کہ اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا تو دیگر صحابہ کے علاوہ حضرت زبیر نے بھی اپنے آپ کو پیش کیا تھا لیکن حضور نے اپنی تلوار ابو دجانہ کو مرحمت فرمائی تھی۔ حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات کا بہت رنج ہوا کہ میں حضور کی پھوپھی حضرت صفیہ کا بیٹا ہوں مجھے تو یہ تلوار نہیں دی گئی اور ابو دجانہ کو دی گئی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ اس جنگ میں کون سے کارنامے انجام دیتے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ حضرت ابو دجانہ نے اپنا سرخ دوپٹہ سر پر باندھا اور تلوار کو لہراتے ہوئے میدان کارزار میں گھس گئے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

اَنَا الَّذِيْ عَاهَدَنِيْ خَلِيْلِيْ وَنَحْنُ بِالسَّفْحِ لَدَى النَّخِيْلِ
اَلَّا اَقُوْمَ الدَّهْرَ فِي الْكَيُوْلِ اَضْرِبْ بِسَيْفِ اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

"میں وہ ہوں جس کے ساتھ میرے خلیل نے یہ اس وقت معاہدہ کیا جب ہم کھجوروں کے پاس دامن کوہ میں تھے کہ میں ساری عمر پچھلی صفوں میں کھڑا نہیں ہوں گا۔ اللہ اور اس کے رسول کی تلوار کو چلاتا رہوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ گھمسان میں گھس گئے جدھر سے گزرتے کشتوں کے پشتے لگاتے چلے جاتے جو سامنے آتا اس کو ڈھیر کر دیتے۔ سامنے سے ایک کافر گرجتا ہوا دھاڑتا ہوا آیا اس کی راہ میں جو زخمی مسلمان آتا وہ اس کا کام تمام کر دیتا۔ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوتے جا رہے

تھے میں دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ ان دونوں کی مڈبھیڑ ہو اور میں ابو دجانہ کی شجاعت کے جوہر دیکھوں۔ چنانچہ چند لمحوں کے بعد وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے ایک دوسرے پر جھپٹنے لگے وار کرنے لگے۔ آخر اس مشرک نے خوب تاک کر ایک بھرپور وار حضرت ابو دجانہ پر کیا جسے آپ نے اپنی سپر پر روک لیا۔ پھر اللہ کے شیر ابو دجانہ نے شمشیر جوہر دار لہرائی اور بجلی کی سرعت سے اس پر حملہ کیا اور اس کو دو لخت کر کے رکھ دیا۔ (۱)

حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں۔

جنگ احد میں ایک مشرک مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے غراتا ہوا نکلا۔ کہنے لگا مسلمان اس طرح اکٹھے ہو گئے ہیں جیسے بھیڑیں ذبح کرنے کے لئے اکٹھی کی جاتی ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک مسلمان مجاہد اس کا انتظار کر رہا ہے اس نے اپنے سر پر خود پہنا ہے اور زرہ بھی زیب تن ہے میں آگے بڑھ کر اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا میں ان دونوں کا جائزہ لینے لگا جسمانی قوت اور اسلحہ کے اعتبار سے وہ کافر اس مسلمان مجاہد سے کہیں برتر تھا۔ میں انتظار کرنے لگا کہ دیکھئے کیا نتیجہ نکلتا ہے یہاں تک وہ دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے مسلمان نے اللہ کا نام لے کر اپنی تلوار اس کی گردن پر ماری جو اس کی پشت کو چیرتی اس کی ٹانگوں سے نکل گئی اس کا آدھا جسم ایک طرف اور دوسرا حصہ دوسری طرف دھڑام سے زمین پر جا گرا۔ اس کو کیفر کردار تک پہنچانے کے بعد اس مجاہد نے اپنے چہرہ سے نقاب اٹھایا اور مجھے مخاطب ہو کر کہا۔ كَيْفَ تَرَى يَا كَعْبُ أَنَا أَبُو دُجَانَةَ "اے کعب! کیسا منظر تھا جو تم نے دیکھا میں ابو دجانہ ہوں۔" (۲)

حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو دجانہ کو دیکھا کہ ہند زوجہ ابو سفیان جو اپنی اشتعال انگیزیوں سے مسلمانوں پر قیامت برپا کر رہی تھی وہ ایک مرتبہ ابو دجانہ کی تلوار کی زد میں تھی لیکن آپ نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹالیا۔ میری ملاقات ابو دجانہ سے ہوئی تو میں نے انہیں کہا کہ مجھے تمہارے دوسرے جنگی کارنامے تو بہت پسند آئے لیکن ہند کو قابو میں کرنے کے بعد آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے اچھا نہیں کیا اس کی وجہ سمجھ نہیں آئی۔ آپ نے جواب دیا۔

وَكَرِهْتُ أَنْ أَضْرِبَ بِسَيْفِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِمْرَأَةً لَا نَاصِرَ لَهَا

"مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ میں حضور کی تلوار سے ایک عورت کو قتل کروں اور عورت بھی وہ جس کا اس وقت کوئی یار و مددگار نہ تھا۔"

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۸۶

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۸۶

ایک مشرک میدان میں نکلا اور "هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ؟" کا نعرہ لگانے لگا۔ لیکن اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی آگے نہ بڑھا۔ جب اس نے تیسری مرتبہ یہی چیلنج کیا ہے۔ کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا۔ حضرت زبیر سے نہ رہا گیا۔ وہ مشرک اونٹ پر سوار تھا۔ آپ نے چھلانگ لگائی اور اونٹ پر سوار ہو گئے اور اس سے جنگ آزما ہوئے۔ سرکار دوعالم یہ منظر ملاحظہ فرمارہے تھے ارشاد فرمایا جو زمین پر نیچے گرے گا وہ مارا جائے گا۔ حضرت زبیر نے ایسی ضرب اسے رسید کی کہ وہ اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا اور لڑھک کر نیچے آ گیا۔ آپ نے اس کے اوپر چھلانگ لگادی اور اس کا سر کاٹ کر پرے پھینک دیا۔ اس بے مثال جرأت پر حضور نے زبیر کی بڑی تعریف فرمائی۔ فرمایا۔ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرا حواری زبیر ہے۔ پھر فرمایا اگر زبیر اس کے مقابلہ کے لئے میدان میں نہ نکلتے تو میں خود اس کی دعوت مبارزت کو قبول کرتا۔

گھمسان کا رن پڑنے لگا۔ اسلام کے مجاہدین اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ مشرکین بھی جاں بازی کی نادر مثالیں قائم کر رہے تھے لیکن وہ لوگ زیادہ دیر تک اسلام کے شاہینوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ حضرت ابو دجانہ، طلحہ بن عبیداللہ، اسد اللہ واسد رسولہ سیدنا حمزہ، اسد اللہ الغالب سیدنا علی بن ابی طالب، انس بن نضر، سعد بن ربیع رضی اللہ عنہم اجمعین جس بے جگری سے لڑے اس نے کفر کے سورماؤں کے چھکے چھڑا دیئے یہاں تک کہ ان کے قدم اکھڑنے لگے۔ ان کے سوار دستوں نے تین دفعہ لشکر اسلام پر عقب سے حملہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ہر بار عینین کی پہاڑی پر حضور نے جو پچاس تیر انداز متعین فرمائے تھے ان کی بے پناہ تیر افگنی کی تاب نہ لا کر انہیں ہر بار راہ فرار اختیار کرنا پڑی۔ مجاہد تیر انداز بڑی بہادری سے لشکر اسلام کے عقب کی حفاظت کرتے رہے۔ جب بھی خالد بن ولید یا عکرمہ بن ابی جہل کی قیادت میں ان کے سوار دستے حملہ آور ہوتے تو مجاہد اپنی کمانوں سے تیروں کی وہ بارش برساتے کہ وہ بھاگنے پر مجبور ہو جاتے۔

لشکر اسلام کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ چٹان کی طرح اپنے مقام پر کھڑے دشمن کے حملوں کو روک رہے تھے اور شجاعت و جاں نثاری کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اچانک دشمن نے آپ کو اپنے حملوں کا ہدف بنا لیا وہ جانتے تھے کہ جب کسی قوم کا علمبردار موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے تو جھنڈا سرنگوں ہو جاتا ہے اور جب کسی فوج کا جھنڈا سرنگوں ہو جائے تو پھر ان کا میدان جنگ میں ٹھہرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کفار نے حملہ کر کے آپ کا دایاں ہاتھ جس میں اسلامی پرچم تھا کاٹ دیا۔ انہوں نے جھٹ اپنے بائیں ہاتھ میں جھنڈا تھام لیا اور

یہ آیت تلاوت فرمانے لگے مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ پھر دشمن نے وار کر کے آپ کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا تو آپ نے اپنے کٹے ہوئے بازوؤں سے اپنے جان سے پیارے جھنڈے کو سینے سے لگالیا۔ یہاں تک کہ شمع رسالت کے اس پروانے نے اپنی جان۔ بار گاہِ جمال میں قربان کر دی۔ (۱)

ان کی شہادت کے بعد سرور عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی مرتضیٰ کو حکم دیا کہ وہ اسلام کے پرچم کو پکڑلیں۔ جس مشرک نے حضرت مصعب کو شہید کیا تھا اس کا نام ابن قمیئہ تھا وہ مصعب کو نبی کریم خیال کر رہا تھا۔ ان کو قتل کرنے کے بعد وہ لوٹ کر لشکر قریش میں گیا اور وہاں اعلان کر دیا کہ قَتَلْتُ مُحَمَّدًا کہ میں نے حضور کو شہید کر دیا ہے۔ (۲)

جس وقت جنگ پورے شباب پر تھی سر کٹ کٹ کر گر رہے تھے سینے گھائل ہو رہے تھے اس وقت سرور کائنات علیہ الصلوات والتسلیمات انصار کے جھنڈے کے نیچے تشریف فرما تھے۔ حضور نے حضرت علی کو فرمایا کہ جھنڈا اٹھالو۔ جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نعرہ لگا رہے تھے۔ "اَنَا اَبُو الْقُصَمِ" "میں باطل کی پشت توڑنے والا ہوں۔"

اسی اثناء میں کفار کے علمبر دار طلحہ بن ابی طلحہ نے للکار کر کہا۔ "هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ" ہے کوئی میرے ساتھ پنجہ آزمائی کرنے والا۔ کسی نے اس کی للکار کا جواب نہ دیا وہ کہنے لگا۔ اے محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے صحابہ تمہارا تو یہ خیال ہے کہ تمہارے مقتول جنت میں ہیں اور ہمارے مقتول دوزخ میں۔ لات کی قسم۔ تم جھوٹ کہتے ہو۔ اگر تم اسے سچ یقین کرتے تو تم میں سے کوئی میرے مقابلہ کے لئے نکلتا۔ شیر خدا علی مرتضیٰ کافر کی اس ڈینگ پر اللہ کا نام بلند کرتے ہوئے میدان میں نکل آئے لشکر اسلام اور لشکر کفار کی صفوں کے درمیان ان کا مقابلہ ہوا۔ شیر خدا نے اس کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ دیا بجلی کی تیزی سے اس پر تلوار کا وار کیا وہ پیکر نخوت، جو چند لمحے پیشتر شیخیاں بگھار رہا تھا۔ زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا آپ نے دوسرا وار نہ کیا۔ کیونکہ بے دھیانی میں اس کی شرم گاہ ننگی ہو گئی تھی اور اہل مروت کا یہ شیوہ نہیں کہ دشمن کو ایسی حالت میں موت کے گھاٹ اتار اجائے۔ لیکن وہ ایک وار کی تاب بھی نہ لاسکا اور کچھ دیر بعد دم توڑ گیا۔ (۳)

۱۔ سیرت نبوی زینی دحلان، جلد ۲، صفحہ ۴۴

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۲۳

۳۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۳، صفحہ ۱۹ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۸۷ وغیرہا

طلحہ کے بعد اس کے بھائی ابو شیبہ عثمان بن ابی طلحہ نے آگے بڑھ کر جھنڈا اٹھالیا۔ حضرت حمزہ نے آگے بڑھ کر اس پر اپنی تلوار کا وار کیا تلوار اس کے کندھوں کو کاٹتی ہوئی۔ سینے کو چیرتی ہوئی نیچے تک پار نکل گئی۔ اس کے جسم کے دو ٹکڑے الگ الگ جا گرے۔

اس کے بعد اس کے بھائی ابو سعد بن ابو طلحہ نے آگے بڑھ کر جھنڈا تھام لیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے کمان میں تیر رکھا اور تاک کر اس کے گلے کو نشانہ بنایا۔ اس کی زبان لٹک گئی اس نے بھی جان دے دی۔ اس کے بعد پہلے علمبردار طلحہ کے بیٹے اور باقی دو علمبرداروں کے بھتیجے مسافع بن طلحہ نے جھنڈے کو سہارا دیا۔ اسے حضرت عاصم بن ثابت بن ابی اقلیح نے اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد مسافع کے بھائی حارث بن طلحہ نے اپنا قومی پرچم بلند کیا۔ حضرت عاصم نے اسے بھی اپنے تیر کا ہدف بنایا اور چشم زدن میں واصل بجہنم کر دیا۔ اس کی ماں سلافہ بنت سعد کو پتہ چلا کہ اس کے دوسرے بیٹے کو بھی عاصم نے گھائل کر دیا ہے تو دوڑی ہوئی آئی۔ جاں بلب بیٹے کا سراپنی گود میں رکھا اور پوچھا بیٹے! تمہیں کس نے نشانہ بنایا ہے اس نے کہا مجھے اتنا یاد ہے کہ جس نے مجھے تیر مارا اس وقت اس کی زبان سے یہ فقرہ نکلا جو میں نے سنا۔ خُذْهَا وَاَنَا ابْنُ اَقْلَحٍ "اس تیر کو سنبھالو اور یاد رکھو میں ابن اقلیح ہوں۔" سلافہ نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے عاصم کا سر میرے قبضہ میں دیا تو میں اس میں شراب بھر کر پیئوں گی۔

اور جو شخص عاصم کو پکڑ کر میرے پاس لے آئے گا میں سو اونٹ بطور انعام اسے دوں گی۔

اس کے بعد طلحہ کا تیسرا بیٹا کلاب آگے بڑھا اس نے جھنڈا اٹھالیا۔ حضرت زبیر بن عوام نے اس کو آن واحد میں قتل کر دیا۔ پھر طلحہ کے چوتھے بیٹے جلاس بن طلحہ نے آگے بڑھ کر جھنڈا اٹھایا اور لہرا دیا۔ اسے حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان کے بعد ارطاۃ بن شرحبیل، جسے سیدنا علی مرتضیٰ نے تہ تیغ کر دیا۔ ابن ہشام کے نزدیک اس کو کیفر کردار تک پہنچانے والے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر شریح بن قارظ نے جھنڈے کو تھام لیا لیکن بہت جلد یہ بھی قتل کر دیا گیا۔ اس کے قاتل کے بارے میں معلوم نہیں ہوسکا۔ پھر ابو زید بن عمیر بن عبد مناف بن ہاشم بن عبد الدار نے آگے بڑھ کر اسے اٹھایا۔ اس کو قزمان نے قتل کر دیا۔ (قزمان کا ذکر آگے آئے گا) پھر قاسط بن شرحبیل بن ہاشم بن عبد الدار نے جھنڈا پکڑ لیا۔ اسے بھی قزمان نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آخر میں صُؤاب نامی ایک حبشی غلام نے آگے بڑھ کر اس جھنڈے کو اٹھالیا۔ اور فضا میں لہرا دیا لوگوں نے اسے کہا دیکھنا تمہاری

وجہ سے ہمیں شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ چنانچہ اس نے بڑی شجاعت کا مظاہرہ کیا جھنڈا اس کے دائیں ہاتھ میں تھا وہ کٹ کر گر پڑا۔ فوراً اس نے جھنڈا اپنے بائیں ہاتھ میں تھام لیا۔ پھر بایاں ہاتھ بھی کٹ کر دور جا گرا تو اس نے جھنڈے کو اپنے سینے اور گردن سے دبوچ لیا تاکہ گرنے نہ پائے۔ آخر میں اس کی زبان سے نکلا۔ "اَللّٰهُمَّ هَلْ اَعْزَرْتُ" "اے اللہ کیا میں نے اپنی قوم کی لاج رکھی ہے۔" سب لوگوں نے کہا بیشک۔ پھر قزمان نے اس کو تیر مارا اور اس کو موت کی نیند سلا دیا۔ جب گیارہ علمبردار یکے بعد دیگرے موت کے نیند سلا دیئے گئے۔ (۱)

تو کفار کے حوصلے پست ہو گئے ان کے قدم اکھڑنے لگے۔ انہوں نے میدان جنگ سے بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ حواس باختہ تھے۔ انہیں کسی چیز کی ہوش نہ تھی ان کی عورتیں چیخ و پکار کر رہی تھیں۔ لیکن کوئی ان کی فریاد سننے والا نہ تھا ہر کسی کو اپنی جان بچانے کی فکر دامن گیر تھی۔ مسلمان مجاہدین اپنی ننگی تلواروں سے ان پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے اور ان کے کشتوں کے پشتے لگا رہے تھے۔

حضرت زبیر بن عوام اور براء بن عازب رضی اللہ عنہا کفار قریش کی خواتین کے فرار کی تصویر کشی کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ہم نے ہندہ اور اس کی ہجولی عورتوں کو دیکھا کہ ان کی پنڈلیاں ننگی تھیں۔ انہوں نے پائنچے چڑھائے ہوئے تھے وہ بھاگی جا رہی تھیں ان کی پازیبیں دکھائی دے رہی تھیں اور مکہ کے سورما سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے جا رہے تھے۔ کسی کو اپنی عورتوں کے بچانے کی ذرا فکر نہ تھی۔ مسلمان مجاہدین کفار کے تعاقب میں دور تک چلے گئے۔

آپ نے اہل مکہ کی استقامت کی ایک جھلک دیکھ لی۔ کہ کس طرح ان کے گیارہ بارہ بہادر سپوت اپنے جھنڈے کو سربلند رکھنے کے لئے جانیں قربان کرتے رہے اور جب بھی کوئی ان میں سے کٹ کر گرا تو فوراً دوسرا آگے بڑھا اور جھنڈا تھام لیا۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نہتے مجاہدوں کو کس قسم کی قوم سے پالا پڑا تھا۔ جان کی بازی لگا دینا ان کے نزدیک بڑی معمولی بات تھی۔ ایسے ہٹ دھرم، متعصب اور بہادر لوگوں سے مقابلہ کرنا اور ان کو ہر میدان میں شکست فاش سے دوچار کرنا غلامان مصطفیٰ کے جذبہ جاں نثاری اور شوق شہادت کا پتہ دیتا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول نے اللہ کے ان بندوں کو سرشار کیا تھا۔ جو کفار کے لشکر جرار سے ٹکرا رہے تھے۔ یہ کفار نہ تو وہ عزم و حوصلہ میں کسی سے ہیٹے تھے اور نہ فن حرب میں ان کو کوئی شکست دے سکتا تھا۔ یہ مسلمانوں کا جذبہ ایمان تھا

۱۔ سبل الهدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۸۸-۲۸۸، الامتاع، جلد ۱، صفحہ ۱۱۶

جس نے فولاد کی ان چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور بغض وعناد کے ان آتش کدوں کو گلزار خلیل میں بدل کر رکھ دیا۔

کونستانس جیور جیو، سابق وزیر خارجہ رومانیہ نے اپنی سیرت کی کتاب "نظرۃ جدیدۃ" میں عمرہ بنت علقمہ کے کردار پر روشنی ڈالی ہے اس کا مطالعہ بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

عمرہ بنت علقمہ قریش کی ایک خاتون تھی بڑی قد آور، بھرے ہوئے جسم والی، خوبصورت نقش و نگار والی۔ یہ بھی لشکر کفار کے ساتھ دوسری عورتوں کے ہمراہ اپنے مردوں کے جذبہ انتقام کو بھڑکانے کے لئے آئی تھی۔ اس نے جب دیکھا کہ مرد بھی میدان جنگ سے بھاگ رہے ہیں عورتوں کے دستہ کی کمان دار ہند، جو شیخیاں بگھارنے اور بڑیں مارنے میں پیش پیش تھی۔ وہ بھی اپنے پائنچے چڑھائے بھاگی جارہی ہے۔ تو یہ فرط غضب سے لرز اٹھی۔ چند عورتوں کو ساتھ لیا اور آگے بڑھی سب نے سروں کے بال کھولے ہوئے تھے اور غصہ و غم سے اپنا لباس تار تار کر دیا تھا۔ عمرہ مردوں کو لعن طعن کر رہی تھی۔ بلند قامت اور بھاری بھرکم عمرہ، زخمی شیرنی کی طرح گرجتی ہوئی بولی! اے بے غیرتو! تمہاری حمیت کہاں گئی۔ اگر تم مسلمانوں کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے تھے تو کم از کم میدان جنگ میں اپنی جانیں تو دے دیتے جو لڑائی میں مارا جاتا ہے اس پر کسی کو گلہ نہیں ہوتا۔ لیکن میدان جنگ سے بھاگ جانے والوں کو تو ڈوب مرنا چاہئے۔ بے غیرتو! بزدلو! تم سے جنگ نہیں ہوسکتی تو خیموں میں جاکر بچوں کو سنبھالو۔ کھانا پکاؤ ہم لڑیں گی ہم اپنے بتوں کے لئے جانیں دیں گی ہم اپنے سر کٹائیں گی۔ اہل مکہ کے آخری علمبردار صُوَاب کے قتل ہو جانے کے بعد جھنڈا زمین پر پڑا ہوا تھا اسے اٹھانے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی۔ یہ عمرہ آگے بڑھی اس جھنڈے کو اٹھایا۔ اور فضا میں لہرا دیا۔ اس کی اس شجاعت نے کفار کو ایک نئے جوش وخروش سے لبریز کر دیا۔ کفار قریش پلٹ پلٹ کر واپس آنے لگے اور مسلمانوں پر حملے کرنے لگے۔

مسلمانوں کو گمان بھی نہ تھا کہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے والے واپس بھی آئیں گے۔ مسلمانوں کی صفوں میں نظم و ضبط باقی نہ رہا تھا۔ اس وقت عینین کی پہاڑی کو تیر اندازوں سے خالی پاکر خالد نے جبل احد کا چکر کاٹ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ تیر اندازوں کے دستہ کے امیر حضرت عبداللہ اپنے باقی ماندہ نو دس ساتھیوں کے ساتھ خالد کے تند و تیز سیلاب کو روکنے کے لئے سینہ تان کر کھڑے ہوگئے یہاں تک کہ سب نے اپنی جانیں دے دیں۔ لیکن وہ اس طوفان کو روک نہ سکے۔ خالد بلائے بے درماں کی طرح مجاہدین پر ٹوٹے۔ اور اس کا نتیجہ وہ

نکلا جس کا مفصل حال ابھی آپ پڑھیں گے۔ (۱)

شہادت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللہ اور اس کے رسول کے شیر سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت یوم احد کے اہم ترین اور الم انگیز واقعات میں سے ایک ہے۔ یہ واقعہ جنگ کے کس مرحلہ میں پیش آیا۔ اس کے بارے میں وثوق سے کچھ کہنا میرے لئے مشکل ہے۔ البتہ یہ بات ثابت ہے کہ جب اسلام کے مجاہدین اہل مکہ کے علمبرداروں سے یکے بعد دیگرے نبرد آزما تھے۔ اس وقت آپ خیروعافیت سے تھے اور ان میں سے ابو شیبہ عثمان بن ابی طلحہ اور ارطاط بن عبد شرحبیل کو آپ کی شمشیر خارا شگاف نے لقمہ اجل بنایا تھا۔ البتہ امام حسین بن محمد بن حسن الدیار بکری نے اپنی تصنیف لطیف "تاریخ الخمیس" میں صراحت سے یہ لکھا ہے کہ جب حضرت حمزہ لشکر کفار کے ایک علمبردار ارطاط بن عبد شرحبیل کو تہ تیغ کر چکے تو ان کا سامنا ایک اور مشرک سباع بن عبد العزی الغبشانی سے ہوا تو آپ نے اس کو للکارا اور فرمایا "هَلُمَّ إِلَيَّ يَا ابْنَ مُقَطِّعَةِ الْبُظُورِ" اے لڑکیوں کا ختنہ کرنے والی کے بیٹے آ اور حمزہ کا مقابلہ کر۔ جب سباع سامنے آیا تو آپ نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ وحشی اس وقت آپ کی تاڑ میں تھا۔ حضرت حمزہ مست اونٹ کی طرح جس طرف بڑھتے جو سامنے آتا اس کو لتاڑتے ہوئے آگے نکل جاتے، اس وقت جب آپ ہمہ تن کفار کو تہ تیغ کرنے میں مصروف تھے۔ پیچھے سے وحشی نے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ علامہ مذکور کی اس تحقیق سے یہ بات واضح ہو گئی کہ آپ کی شہادت جنگ کے ابتدائی مرحلہ میں ہوئی۔ (۲)

امام بخاری، ابو داؤد الطیالسی اور ابن اسحاق اور دیگر اہل تحقیق نے آپ کی شہادت کا واقعہ آپ کے قاتل وحشی کی زبان سے یوں نقل کیا ہے وحشی کا بیان ہے۔

جنگ بدر میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے طعیمہ بن عدی کو قتل کیا تھا۔ جب قریش مکہ جنگ احد کے لئے روانہ ہوئے تو میرے مالک جبیر بن مطعم (جو بعد میں مشرف باسلام ہو گئے) نے مجھے کہا کہ اگر تم میرے چچا طعیمہ کے عوض حضور کے چچا حمزہ کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔ چنانچہ میں بھی لشکر کفار میں شامل ہو کر روانہ ہوا۔ میں حبشی الاصل تھا اور حربہ (چھوٹا نیزہ) مارنے

۱۔ نظرۃ جدیدۃ، صفحہ ۲۵۸

۲۔ تاریخ الخمیس، جلد اول، صفحہ ۴۲۵۔ ۴۳۶

میں کمال مہارت رکھتا تھا۔ شاذ و نادر ہی میرا وار کبھی خطا جاتا تھا۔ جب جنگ شروع ہوئی اور دونوں فریق ایک دوسرے سے مصروف پیکار ہو گئے تو میں صرف حضرت حمزہ کی سرگرمیوں کو تاڑ رہا۔ آپ ایک مست خاکستری اونٹ کی طرح دندناتے پھرتے تھے۔ جدھر سے گزرتے اپنی تلوار آبدار سے صفوں کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دیتے۔ آپ کے مقابلہ میں کھڑا ہونے کی کسی میں جرأت نہ تھی میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ جو جدھر رخ کرتا ہے لوگ بھاگ کھڑے ہوتے ہیں لوگوں نے مجھے بتایا یہی حمزہ ہیں۔ میں نے دل میں کہا۔ میرے مطلوب تو یہی ہیں۔ میں نے ان کو اب پہچان لیا تھا۔ اب میں ان پر ضرب لگانے کی تیاری کرنے لگا۔ کبھی کسی درخت اور کبھی کسی چٹان کی اوٹ میں چھپتا چھپاتا میں ان کے نزدیک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسی اثناء میں سباع بن عبدالعزیٰ الغبشانی سامنے آنکلا جب حضرت حمزہ نے اسے دیکھا تو اسے للکارتے ہوئے کہا هَلُمَّ إِلَيَّ يَا ابْنَ مُقَطِّعَةِ الْبُظُوْرِ "اے ختنہ کرنے والی کے بیٹے! آ میری طرف دو دو ہاتھ ہو جائیں"۔ تُحَادُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھتا ہے"۔

یہ کہہ کر آپ نے اس پر حملہ کر دیا۔ اور آن واحد میں اسے موت کی آغوش میں سلا دیا اور اس کے بے جان لاشہ سے زرہ اتارنے کے لئے اس پر جھکے۔ میں ایک چٹان کی اوٹ میں تاڑ لگائے چھپ کر بیٹھا تھا۔ حضرت حمزہ کا پاؤں پھسلا تو زرہ سرکنے سے آپ کا پیٹ ننگا ہو گیا۔ میں نے اپنے چھوٹے نیزے کو پوری قوت سے اپنی گرفت میں لے کر لہرایا جب مجھے تسلی ہو گئی تو میں نے تاک کر وہ نیزا آپ کے شکم پر دے مارا جو ناف کے نیچے سے اندر گھسا اور پار نکل گیا۔ آپ نے غضبناک شیر کی طرح مجھ پر جھپٹنا چاہا لیکن زخم کاری تھا آپ اٹھ نہ سکے۔ میں وہاں سے چلا آیا جب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو میں پھر وہاں گیا اور اپنا نیزا اٹھا لایا۔ (۱)

صاحب امتاع نے مزید لکھا ہے کہ وحشی نے آپ کو شہید کرنے کے بعد آپ کا پیٹ چاک کیا آپ کا کلیجہ نکالا اور ہند کے پاس لے آیا۔ اور کہا یہ حمزہ کا کلیجہ ہے۔ اس نے اسے چبایا۔ اس نے نگلنا چاہا لیکن تھوک دیا شائد نگل نہ سکی۔ ہند نے اپنے کپڑے اور زیور اتار کر وحشی کو بطور انعام دیئے اور وعدہ کیا کہ مکہ جا کر وہ اسے مزید دس دینار بطور انعام دے گی۔ پھر اسے کہا چلو میرے ساتھ اور مجھے حمزہ کی لاش دکھاؤ وہاں پہنچ کر اس سنگدل عورت نے آپ کے اور دیگر

۱۔ تاریخ الخمیس، جلد اول، صفحہ ۴۲۵ - ۴۲۶

شہداء کے کان ناک کاٹے۔ پھر انہیں پرو یا ان کے کڑے بازو بند اور پازیب بنائے اور مکہ میں جب داخل ہوئی تو یہ زیور پہن کر داخل ہوئی۔ (۱)

وحشی کہتا ہے مجھے اس سے زیادہ جنگ سے کوئی دلچسپی نہ تھی میں نے اپنی آزادی کا راستہ ہموار کر لیا تھا واپس آکر ایک کونے میں بیٹھ گیا اور لوگوں کی جنگ کا تماشا دیکھنے لگا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو میں اپنے مالک کے ہمراہ مکہ واپس آیا اس نے حسب وعدہ مجھے آزاد کر دیا۔ اس کے بعد میں مکہ میں ہی رہائش پذیر رہا۔ جب مکہ فتح ہوا تو میں بھاگ کر طائف آگیا۔ لیکن جب اہل طائف کا وفد اسلام قبول کرنے کے لئے جانے لگا تو مجھ پر دنیا تاریک ہو گئی اور میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ میں کیوں، یمن یا شام نہ چلا جاؤں اور زندگی کے بقیہ ایام آرام سے گزاروں۔ میں اسی ادھیڑبن میں تھا کہ ایک شخص نے مجھے کہا کہ نبی کریم کسی ایسے شخص کو ہرگز قتل نہیں کرتے جو دین اسلام کو قبول کرلے۔ (۲)

اس کی یہ بات سن کر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ مدینہ طیبہ جا کر اپنے آپ کو حضور کی خدمت اقدس میں پیش کر دوں۔ چنانچہ میں طائف سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچا۔ لوگوں نے جب مجھے دیکھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میری آمد کی اطلاع دی۔ اس داعی حق علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے بہادر اور از حد عزیز چچا کے قاتل کو اپنے قابو میں پانے کے بعد فرط غضب سے اس کے پرخچے اڑانے کا حکم نہیں دیا بلکہ حضور پرنور کی زبان اقدس سے وہی بات نکلی جو ہادی برحق کی شان رفیع کے شایاں تھی۔ فرمایا دَعُوْهُ اسے رہنے دو اسے کچھ نہ کہو ایک آدمی کا مشرف باسلام ہونا مجھے اس بات سے بہت عزیز ہے کہ میں ایک ہزار کفار کو تہ تیغ کر دوں۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جب مجھے اپنے بالکل قریب کھڑے ہوئے کلمہ شہادت پڑھتے دیکھا تو حضور کو بڑی حیرت ہوئی۔ پوچھا کہ کیا تم وحشی ہو۔ میں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ! فرمایا بیٹھ جاؤ اور مجھے سناؤ کہ تم نے حمزہ کو کیسے قتل کیا۔ میں نے بالتفصیل سارا واقعہ سنایا۔ سن کر فرمایا۔ "وَيْحَكَ ! غَيِّبْ وَجْهَكَ عَنِّي فَلَا اَرَاكَ" "تیری خیر ہو اپنے چہرہ کو مجھ سے چھپائے رکھنا مجھے نظر نہ آنا۔"

۱۔ تاریخ الخمیس، جلد اول، صفحہ ۴۳۶

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۱۹

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد ہمایوں میں جب انکار ختم نبوت کی فتنہ کی آگ سارے جزیرہ عرب میں بھڑک اٹھی۔ تو جو لشکر اسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے نجد بھیجا گیا اس میں یہ وحشی بھی تھا۔ یہ خود اس واقعہ کا ذکر کرتا ہے۔ کہ اس جھوٹے نبی کی بیخ کنی کے لئے جو لشکر خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا میں اس میں شریک تھا اور میرے ہاتھ میں وہی حربہ (چھوٹا نیزہ) تھا۔ جس سے میں نے اللہ اور اس کے رسول کے شیر کو شہید کیا تھا۔ جنگ میں گھمسان کا رن پڑا۔ میں نے دیکھا کہ مسیلمہ ہاتھ میں تلوار لئے اپنی فوجوں کی راہنمائی کر رہا ہے۔ میں نے دل میں ٹھان لی کہ اسے اپنے حربہ کا نشانہ بناؤں گا۔ میں اس پر حملہ کرنے کے لئے تیاری کرنے لگا میں اس نیزہ کو ہاتھوں میں لے کر تول رہا تھا اور اس کی شست باندھ رہا تھا کہ میں نے ایک انصاری کو دیکھا وہ بھی اس پر تاڑ لگائے ہوئے ہے۔ اور اسے اپنی تلوار کی ضربت قاہرہ کا نشانہ بنانا چاہتا ہے۔ جب میں مطمئن ہو گیا۔ تو میں نے اپنا حربہ کھینچ مارا۔ اس لمحہ میرے بھائی انصاری نے بھی اپنی تلوار کا وار اس پر کیا وہ اب خاک و خون میں تڑپ رہا تھا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس کے وار نے اسے جہنم رسید کیا وحشی کہا کرتا۔ کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر آدمی کو شہید کیا تو میں نے سب سے شریر آدمی کو قتل کرنے کا بھی شرف حاصل کیا ہے۔

زندہ جاوید سرفروشیاں

سید نا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آغوش لطف وعنایت میں پرورده سرفروشوں نے اس قتل گاہ عشق و وفا میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر جان بازی اور سرفروشی کی جو تابندہ مثالیں قائم کیں قیامت تک آنے والے راہ روان جادہ منزل جاناں کی راہ کو منور کرتی رہیں گی۔ کیف و مستی کے یہ چشمے تشنگان صحرائے طلب کی پیاس کو بجھاتے رہیں گے۔ انھیں کی یاد اس راہ کے مسافروں کا سب سے قیمتی زاد راہ ہے۔ ان کا تذکرہ اس منزل کے شائقین کے لئے گراں بہا متاع ہے۔ اس لئے اپنے لئے سرمایہ سعادت اور اپنے قارئین کے جذبہ عشق و محبت کی نشو و نما کے لئے ان کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ درس گاہ محمدی کے طلبہ کس قماش کے لوگ تھے ان کا عقیدہ کتنا پختہ تھا۔ اور عمل کے میدان میں وہ اپنے عقیدہ کی پختگی کی لاج کس طرح جان کی بازی لگا کر رکھا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ احد کے دن عبداللہ بن جحش نے مجھے کہا کہ آؤ ایک کونہ میں جاکر دعا مانگیں۔ میں دعا مانگوں گا س پر آپ آمین کہیں۔ پھر آپ دعا مانگیں اس پر میں آمین کہوں گا۔

اس قبولیت کی گھڑی میں ہماری التجائیں قبول ہوں گی۔ چنانچہ ہم الگ ایک گوشہ میں چلے گئے پہلے میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی اے میرے رب! اکل جب دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو تو میرے مقابلہ میں ایک طاقتور اور ماہر جنگ جو کو بھیج تاکہ میں تیری رضا کے لئے اس سے جنگ لڑوں اور وہ مجھ سے جنگ کرے پھر مجھے اس پر غلبہ دے تاکہ میں اس کو قتل کر دوں۔ اور اس کے لباس، زرہ اور ہتھیاروں پر قبضہ کرلوں۔ حضرت عبداللہ نے میری دعا پر کہا آمین ــــــ پھر حضرت عبداللہ بن جحش نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی۔ الٰہی میرے مقابلہ میں ایک ایسا کافر بھیج جو بڑا قوی اور تنومند ہو۔ اور فن حرب کا ماہر ہو۔ میں تیری رضا کیلئے اس سے جنگ کروں اور وہ مجھ سے جنگ کرے آخر کار وہ مجھے قتل کر دے۔ پھر وہ مجھے پکڑلے۔ میری ناک اور میرے کان کاٹ دے اور جب میں روز قیامت تجھ سے اس حالت میں ملاقات کروں تو تو فرمائے یَا عَبْدِیْ فِیْمَ جُدِعَ اَنْفُکَ وَاُذُنُکَ اے میرے بندے کس جرم میں تیری ناک اور تیرے کان کاٹے گئے۔ تو میں جواب میں عرض کروں۔ فِیْكَ وَفِیْ رَسُوْلِكَ کہ تیری محبت اور تیرے محبوب کے عشق کے جرم میں۔ تو تو فرمائے اے میرے بندے۔ تم سچ کہہ رہے ہو۔

حضرت سعد یہ بیان کرنے کے بعد فرماتے۔ کہ حضرت عبداللہ کی دعا میری دعا سے بدرجہا بہتر تھی۔ چنانچہ دونوں کی دعائیں قبول ہوئیں اور حضرت عبداللہ کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا۔

حضرت عبداللہ اور آپ کے ماموں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا، رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَعَنْ اَقْرِبَائِهِمَا (۱)

حضرت عبداللہ بن جحش جب مصروف پیکار تھے تو ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔ مسلمانوں کے پاس اسلحہ کے ذخائر تو تھے نہیں کہ وہاں سے ایک اور تلوار اٹھالیتے۔ بڑی پریشانی لاحق ہوئی کہ

۱۔ سبل الھدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۲۲، الاکتفاء، جلد ۲، صفحہ ۱۰۹

اب کیا کروں۔ اپنے آقا کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی۔ رحمت عالم نے کھجور کی ایک شاخ پکڑا دی مومن صادق نے ذرا تامل نہ کیا۔ بے جھجک پکڑلی اسے لہرایا تو وہ شمشیر جوہردار تھی اس سے ہی آخر دم تک وہ دشمنان اسلام کو واصل جہنم کرتے رہے ان کی شہادت کے بعد ان کی یہ تلوار بطور تبرک نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی آئی۔ یہاں تک خلیفہ معتصم بن ہارون الرشید کے ایک امیر سلطنت جن کا نام بغاء ترکی تھا اس نے دو سو دینار میں خریدلی جنگ بدر میں بھی اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا تھا۔

حضرت عکاشہ کی تلوار ٹوٹ گئی تھی سرکار دو عالم نے انہیں بھی کھجور کی ایک شاخ پکڑا دی تھی جو تابدار تلوار کی طرح دشمنوں کے سر کاٹتی رہی۔ حضرت عکاشہ کی تلوار "العون" کے نام سے مشہور ہوئی اور حضرت عبداللہ کی تلوار "العرجون" کے نام سے مشہور ہوئی۔ (۱)

ابو سعد خیثمہ بن ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ

حضرت خیثمہ احد کے روز اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے یارسول اللہ! میں غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت سے محروم رہا۔ بخدا مجھے حاضر ہونے کا از حد شوق تھا میں نے اور میرے بیٹے نے قرعہ اندازی کی اس کے نام کا قرعہ نکلا اس لئے وہ شریک ہوا اور نعمت شہادت سے سرفراز کیا گیا۔ کل رات میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا اس کی حالت بہت عمدہ تھی وہ جنت کے باغات اور نہروں میں سیر کر رہا ہے۔ اس نے مجھے کہا اَلْحِقْ بِنَا تُرَافِقُنَا فِی الْجَنَّةِ وَقَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِی رَبِّی حَقًّا ابا جان آجاؤ! جنت میں ایک ساتھ رہیں گے۔ میں نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا ہے۔ یارسول اللہ! اب میں سخت بے چین ہوں میں چاہتا ہوں کہ جلدی اس کے پاس جاؤں۔ حضور دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ مجھے شرف شہادت سے نوازے۔ اور جنت میں اس کی معیت نصیب فرمائے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام کے لئے دعا فرمائی جو قبول ہوئی اور احد کی جنگ میں اسے خلعت شہادت ارزانی ہوئی۔ (۲)

۱۔ سیرت زینی دحلان، جلد ۲، صفحہ ۵۹

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۲۳

حضرت عمرو بن جموح کی شہادت

آپ چار بیٹوں کے باپ تھے اور آپ کے چاروں فرزند شیر کی طرح بہادر، ہر جنگ میں حضور انور کے ہمرکاب رہا کرتے۔ ان کے نام یہ تھے خلاد، معوذ، معاذ اور ابوایمن۔

خود عمرو بہت زیادہ لنگڑے تھے جب غزوہ احد کا موقع آیا تو انھوں نے جہاد میں شرکت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ان کے بیٹوں نے کہا آپ معذور ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے۔ اس لئے آپ جہاد میں شرکت نہ کریں۔ یہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی میرے آقا! میرے بیٹے اس جہاد میں مجھے حضور کے ساتھ جانے سے روک رہے ہیں۔ اور میری تمنا یہ ہے کہ میں جنت کی سرزمین کو اپنے اس لنگڑے پاؤں سے روندوں۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے معذور قرار دیا ہے جہاد میں شمولیت تم پر لازمی نہیں اس نے اپنے بیٹوں کو کہا اگر تم مجھے نہ روکو تو تمہیں کیا تکلیف ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کی نعمت سے نواز دے۔ چنانچہ اجازت مل گئی جب وہ اس سفر جہاد پر روانہ ہونے لگے تو قبلہ رو ہو کر یہ التجا کی۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ خَائِبًا "اے اللہ! مجھے نامراد کر کے اپنے گھر والوں کی طرف نہ لوٹانا۔" اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور وہ اس جنگ میں مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اس جنگ میں ان کے علاوہ ان کے فرزند حضرت خلاد، حضرت جابر کے والد ماجد عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ کو بھی شرف شہادت بخشا گیا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ان میں سب سے پہلے راہ حق میں سر کٹانے کی سعادت میرے والد کو نصیب ہوئی۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

نیرنگی قدرت کے کرشمے بڑے حیرت انگیز ہوتے ہیں جس کو چاہا پھٹکار دیا اور جس کو چاہا اپنا بنالیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

اَللّٰهُ یَجْتَبِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ

"اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنی طرف جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف (جو اس کی طرف) رجوع کرتا ہے۔" (شوریٰ: ۱۳)

یہ حضرت حنظلہ جن کا دلوں کو گرما دینے والا ذکر خیر ابھی آپ پڑھیں گے۔ ابو عامر فاسق کے بیٹے تھے جس کا تذکرہ ابھی آپ پڑھ آئے ہیں اسلام کا یہ فخر روز گار سپوت، بد طینت ابو عامر

کی گود میں پروان چڑھ کر صدق و وفا کا پیکر جمیل کیسے بنا۔ ان اسرار کا جاننے والا رب العالمین ہے۔ ایسی بدبودار مٹی میں ایسا پھول کیسے کھلا۔ جو عالم رنگ و بو کی لطافتوں کا امین بنا۔ ان اسرار کا جاننے والا رب العالمین یُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ اس کی شان ہے۔ جس کے سامنے عقل دقیقہ شناس حیران ہے۔ آئیے حنظلہ کی شان جاں نثاری کا مشاہدہ کریں۔

جب اسلام کے عقابوں کے مسلسل حملوں کی تاب نہ لا کر مشرکین قریش کی صفیں بکھرنے لگیں اور ان کے سورماؤں کے قدم اکھڑنے لگے تو حضرت حنظلہ نے لشکر کفار کے سپہ سالار ابوسفیان کو دیکھ لیا۔ اپنی تلوار لہراتے ہوئے اس پر جھپٹے۔ اپنی تلوار کا پہلا وار کیا جو اس کے گھوڑے کو لگا۔ گھوڑا اس کی تاب نہ لا کر لڑکھڑایا اور زمین پر گر پڑا۔ ساتھ ہی ابوسفیان بھی زمین پر آ گرے۔ وہ چلایا اور مدد کے لئے پکارا۔ اس کی پکار سن کر ایک کافر اسود بن شداد اس کی مدد کے لئے بھاگا ہوا آیا۔ اور اپنے نیزہ سے حضرت حنظلہ پر حملہ کر دیا۔ نیزہ ان کے جسم کو چیرتا ہوا پار نکل گیا۔ حنظلہ زخمی شیر کی طرح غراتے ہوئے اس پر حملہ آور ہوئے۔ اسود نے دوسرا وار کیا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضور کی درسگاہ کے طالبعلم کی جان بازی کا جب تذکرہ کیا گیا تو فرمایا کہ میں نے دیکھا زمین و آسمان کے درمیان بارش کے تازہ پانی سے چاندی کے تھالوں میں فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں۔

حضرت ابو اسید الساعدی کہتے ہیں جب ہم ان کے پاس گئے تو ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ یہ ایک عجیب واقعہ ہے شہیدوں کو غسل دیئے بغیر دفن کیا جاتا ہے۔ حضرت حنظلہ کو غسل کیوں دیا گیا اور فرشتوں نے یہ فریضہ کیوں انجام دیا یہ سارا معاملہ ہی عجیب و غریب تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے اہل خانہ سے ان کے بارے میں پوچھو۔ لوگوں نے جب اس شہید محبت کی بیوہ سے اس بارے میں دریافت کیا تو اس عفت شعار نے بتایا کہ گذشتہ رات ہی ان کی شب زفاف تھی۔ اس رات انہوں نے ان سے ہم بستری کی تھی صبح ہوئی تو حضور کی طرف سے جہاد کا اعلان ہو رہا تھا یہ لبیک لبیک کہتے ہوئے حاضر ہو گئے تعمیل ارشاد میں اتنی تاخیر گوارا نہ ہوئی کہ وہ غسل جنابت کر سکیں ان کی زوجہ کا نام جمیلہ تھا۔ یہ عبداللہ بن ابی کی بہن تھی جب حضرت حنظلہ جہاد پر چلے گئے تو انہوں نے اپنے خاندان کے چار آدمیوں کو بلا کر اس بات کا گواہ بنایا کہ ان کے خاوند نے آج رات ان سے ہم بستری کی ہے تا کہ کل کوئی افسانہ نہ گھڑ لیا جائے۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ تکلف تم نے کیوں کیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے دیکھا آسمان کھل گیا ہے اور حنظلہ اس میں داخل ہو گئے ہیں اور پھر آسمان کا دروازہ بند کر دیا گیا میں سمجھ گئی کہ حنظلہ اس جنگ میں ضرور شہید ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں فرزند عطا فرمایا جن کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اہل مدینہ نے جب یزید کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو یہی عبداللہ بن حنظلہ اہل مدینہ کے لشکر کے کماندار تھے۔ (۱)

حُسَیل اور ثابت بن وقش کا شوق شہادت

یہ دونوں حضرات کافی عمر رسیدہ تھے سرور عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنگ کے لئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تو مسلم خواتین اور بچوں کو حفاظت کے خیال سے چند گڑھیوں میں منتقل کر دیا تھا اور کبر سنی کی وجہ سے ان دو کو بھی ان کے پاس چھوڑ آئے۔

ایک روز دونوں بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے۔ ایک نے کہا بھائی! ہماری زندگی کے گنتی کے چند دن باقی رہ گئے ہیں کیوں نہ ہم اپنی تلواریں بے نیام کر کے نکلیں اور میدان جنگ میں حضور کے قدموں میں حاضر ہو جائیں ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں نعمت شہادت سے بہرہ ور کر دے اور دوسرے نے اس تجویز کی تائید کر دی۔ دونوں تلواریں لہراتے ہوئے سوئے احد روانہ ہو گئے۔ ان کے راستہ میں پہلے مشرکین کا لشکر آیا اس میں گھس گئے اور ان کو کیفر کردار تک پہنچانا شروع کر دیا۔ لشکر اسلام کو ان کی آمد کا قطعاً علم نہ ہوا حضرت ثابت کو مشرکوں نے قتل کیا لیکن حضرت حسیل کو دشمن کا سپاہی سمجھ کر اپنی تلواروں کا لقمہ بنالیا۔ بعض نے کہا ہے کہ انہیں عقبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ جلیل القدر صحابی حضرت حذیفہ کے یہ باپ تھے انہیں پتہ چلا تو چیخے میرا باپ۔ میرا باپ۔ مسلمانوں نے کہا ہم نے نہیں پہچانا۔ غلطی میں یہ سب کچھ ہو گیا۔ مسلمان سچ کہہ رہے تھے۔ حضرت حذیفہ نے فوراً اپنے مسلمان بھائیوں کے جواب کو تسلیم کر لیا اور فرمایا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ "اللہ تعالیٰ تمہاری اس غلطی کو معاف کر دے جو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

حضور نے ان کی دیت دینا چاہی حضرت حذیفہ نے اپنے باپ کی دیت بھی مسلمانوں کے لئے صدقہ کر دی۔ ان کی اس سیر چشمی سے ان کی قدر و منزلت حضور کی نگاہ میں بہت بلند ہو گئی۔

سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۱۴۔ الامتاع، جلد ۱، صفحہ ۱۳۱

جب قوم کے افراد کو ایک دوسرے پر اعتماد ہوتا ہے تو اس قسم کے معجزات صدور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ اگر باہمی اعتماد نہ ہوتا تو حضرت حذیفہ بات کا بتنگڑ بنا کر مسلمانوں کو آپس میں لڑا دیتے اور سارے باہمی خلفشار کا شکار ہو کر دشمن کی دسیسہ کاریوں سے غافل ہو جاتے۔ (۱)

اُصیرم عمرو بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ

یہ انصار کے ایک قبیلہ کا فرد تھا۔ لیکن اسلام کا سخت مخالف تھا اس کے قبیلہ کے دوسرے لوگوں نے تو اسلام قبول کر لیا تھا لیکن یہ بدستور کفر پر اڑا ہوا تھا۔ ایک روز باہر سے مدینہ طیبہ میں آیا یہ وہ دن تھے جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سمیت غزوہ احد کے لئے تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ اس نے پوچھا! سعد بن معاذ کہاں ہے؟ اسے بتایا گیا میدان احد میں۔ پھر پوچھا! میرے بھتیجے کہاں ہیں؟ بتایا گیا میدان احد میں۔ اپنی قوم کے بارے میں دریافت کیا پتہ چلا سب میدان احد میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو اسلام قبول کرنے کے لئے کشادہ کر دیا اس کی آنکھوں سے تعصب کی پٹیاں اتر گئیں اور اس نے اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس نے اپنی تلوار لی، نیزہ پکڑا زرہ پہنی، خود اپنے سر پر سجایا پوری طرح مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے سرپٹ دوڑا کر میدان احد کی طرف گیا۔ وہاں جہاں دوسرے مجاہدین کھڑے تھے وہ بھی کھڑا ہو گیا مسلمانوں نے جب اسے دیکھا تو اسے کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ تم یہاں ہمارے ساتھ نہیں ٹھہر سکتے۔ اس نے کہا بھائیو! تم مجھ پر برہم نہ ہو میں نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے اور تمہاری طرح اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے آیا ہوں۔

چنانچہ جب کفار سے جنگ شروع ہوئی اس نے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑا۔ بنی عبدالاشہل کے چند آدمی میدان جنگ میں جب اپنے مقتولوں کی تلاش میں آئے تو انہوں نے اصیرم کو ایک جگہ گرا ہوا پایا۔ وہ کہنے لگے بخدا یہ تو اصیرم ہے۔ یہ یہاں کیسے آ گیا یہ تو منکر اسلام تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے آئے۔ کیا اپنی قومی غیرت تمہیں یہاں لے آئی ہے یا اسلام کی محبت کے باعث تم یہاں آئے ہو۔ اس نے کہا محض اسلام کی محبت کے باعث یہاں آیا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم پر ایمان لایا ہوں۔ یہی جذبہ ایمان مجھے میدان جنگ میں لے آیا ہے۔ میری

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۳، صفحہ ۳۶

زخموں سے یہ حالت ہے جو تم دیکھ رہے ہو میں مرجاؤں تو میرے سارے اموال واملاک حضور کی خدمت اقدس میں پیش کر دینا حضور جس طرح چاہیں انہیں خرچ فرمالیں۔

اتنے میں سعد بن معاذ تشریف لے آئے انہوں نے ان کے بھائی کو کہا کہ ان سے پوچھے۔

حَمِيَّةً لِقَوْمِهٖ اَوْ غَضَبًا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ قَالَ بَلْ غَضَبًا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ۔

"یعنی کیا تم اپنی قوم کی حمیت کے جذبہ سے یہاں آئے ہو یا اللہ اور اس کے رسول کی ناموس کے لئے غضبناک ہو کر آئے ہو۔ کہا۔ میں تو اللہ اور اس کے رسول کی عزت و ناموس کے لئے آیا ہوں۔"

کچھ دیر بعد انہوں نے انتقال فرمایا۔ حضور کی خدمت میں اطلاع دی گئی تو فرمایا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ "کہ اصیرم اہل جنت سے ہے۔" (۱)

ایک دن حضرت ابو ہریرہ نے لوگوں سے پوچھا ایسے جنتی کا نام بتاؤ جس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور پھر بھی وہ جنت میں ہے۔ لوگوں نے کہا آپ ہی فرمائیے کہا هُوَ اُصَيْرِمُ بَنِيْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ "وہ اصیرم ہے جو بنی عبدالاشہل کا فرد ہے۔"

مخیریق النضری الاسرائیلی

یہ یہود کے بنو نضیر قبیلہ کا فرد تھا اور ان کا بہت بڑا عالم تھا۔ یہ حضور پر نور کو ان نشانیوں کے باعث خوب پہچانتا تھا جو تورات میں مذکور تھیں۔ لیکن اپنے آبائی دین سے اس کی دلی محبت نے اس کو اجازت نہ دی کہ حضور پر کھل کر ایمان لائے۔ یہاں تک کہ ہفتہ کا وہ دن طلوع ہوا جس روز معرکہ احد وقوع پذیر ہوا۔ اچانک اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی خصوصی رحمت فرمائی تعصب اور تقلید کے قفس کو اس نے توڑ دیا اور اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔

اے گروہ یہود! بخدا تم جانتے ہو کہ محمد مصطفیٰ کی امداد تم پر فرض ہے۔ چلو اس فرض کو ادا کریں۔ وہ کہنے لگے آج تو یوم السبت ہے یعنی ہفتہ کا دن ہے ہمارے لئے آج جنگ ممنوع ہے۔ اس نے کہا یہ سب تمہاری من گھڑت باتیں ہیں میں تو یہ چلا ہوں۔ اس نے اپنے وارثوں کو بلایا اور وصیت کی۔ کہ اگر میں اس لڑائی میں مارا جاؤں تو میرے سارے اموال حضور کی خدمت میں پیش کر دینا حضور جیسے چاہیں انہیں خرچ کریں۔

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۱۳، سیرت ابن ہشام، جلد ۳، صفحہ ۳۹

پھر ہتھیار سجا کر میدان جنگ کا رخ کیا اور جہاں گھمسان کا رن پڑ رہا تھا وہاں گھس گیا۔ آخر دم تک لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ کی راہ میں جان دے دی۔ سرور عالمیان نے ان کے بارے میں فرمایا مُخَيْرِيقٌ خَيْرُ يَهُوْدٍ "کہ تمام یہودیوں سے بہتر مخیریق ہے۔" (۱)

قزمان

میدان احد میں جب اسلام کے نامور سپوت، کفر کے لشکر پر بجلی بن کر ٹوٹ رہے تھے اور ان کے چوٹی کے سورماؤں کو موت کے گھاٹ اتار رہے تھے اور خود جام شہادت نوش کر رہے تھے۔ وہاں ایک اور شخص بھی سب کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس کی شجاعت اور جنگی کارناموں کو دیکھ دیکھ کر سب عش عش کر رہے تھے اس شخص کا نام قزمان تھا۔ یہ مدینہ طیبہ کے ایک انصار قبیلہ بنی ظفر کا حلیف تھا۔ لیکن اس کی اصلیت کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہ تھا۔ کہ وہ کون ہے کس قبیلہ کا فرد ہے۔ لیکن اپنی بہادری اور فنون حرب میں مہارت کی وجہ سے پہلے سے مشہور و معروف تھا۔ اس کی بہادری کا تذکرہ جب بارگاہ رسالت میں کیا جاتا تو حضور فرمایا کرتے " اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ " "یہ جہنمی ہے۔" (۲)

جب لشکر اسلام مدینہ طیبہ سے روانہ ہوا تو اس وقت وہ اس میں شریک نہ تھا۔ بنی ظفر کی عورتوں نے اسے عار دلائی کہ قزمان تمہیں اپنی قوت اور جنگی مہارت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ آج موقع آیا تو تم بزدلوں کی طرح گھر بیٹھ گئے۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ چنانچہ عورتوں کے عار دلانے پر وہ میدان احد کی طرف روانہ ہوا۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام کی صف بندی کر رہے تھے تو یہ بھی وہاں پہنچا۔ اور پہلی صف میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں کی طرف سے پہلا تیر اس نے چلایا۔ جو تیر یہ اپنی کمان کے چلہ پر رکھ کر چلاتا وہ اتنے بڑے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ تیر نہیں بلکہ نیزہ ہیں۔ جب وہ تیر چلاتا تو اس کے سینے سے ایسی آواز نکلتی جیسے ہانڈی ابل رہی ہو۔ تیر انگنی کے بعد اس نے اپنی شمشیر زنی کے جوہر دکھا کر لوگوں کو حیران و ششدر کر دیا۔ چند لمحوں میں اس نے سات آٹھ کفار گرائے۔ اس اثناء میں وہ زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑا۔ حضرت قتادہ بن نعمان اس کی جان بازی پر اس کو آفرین کہنے کے لئے آگے بڑھے اور اسے کہا اَبَا الْغَيْدَاقِ! هَنِيْئًا لَكَ الشَّهَادَةُ "اے ابو

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۱۷، سیرت ابن ہشام، جلد ۳ صفحہ ۳۸

۲۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۷۱

لغیداق (اس کی کنیت) تمہیں شرف شہادت مبارک ہو۔" اس نے کہا اے ابا عمر! میں دین اسلام کے لئے جان نہیں دے رہا میں نے تو قومی غیرت و حمیت کے باعث یہ جنگ لڑی ہے اور جان دے رہا ہوں۔

مَا قَاتَلْتُ اِلَّا عَلَى الْحِفَاظِ اَنْ تَصِيْرَ اِلَيْنَا قُرَيْشٌ حَتّٰى تَطَأَ ضَعَفَنَا

"یعنی میں نے تو اس غیرت قومی کے جذبہ سے جنگ کی ہے کہ قریش اتنی دور سے آئیں اور ہمارے کھیتوں اور باغات کو روندتے ہوئے چلے جائیں میں یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔"

اس کی بہادری اور شجاعت کا تذکرہ بارگاہ رسالت میں کیا گیا تو اسرار باطن کو جاننے والے نبی نے بتا دیا "اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ" "یہ تو دوزخی ہے۔" صحابہ کرام اس کی بہادری کے کارناموں کو دیکھتے پھر حضور کے اس ارشاد کو سنتے تو حیران رہ جاتے۔ اس زخمی حالت میں اسے بنی ظفر قبیلہ میں واپس لے جایا گیا جب درد کی تکلیف اس کے لئے ناقابل برداشت ہو گئی۔ تو اس نے اپنی تلوار کو زمین میں گاڑا اور اس کا پھل جو اوپر اٹھا ہوا تھا اس کے اوپر اپنا سینہ رکھا اور زور سے دبایا حتی کہ تلوار کا پھل اس کے سینے سے پار نکل گیا اور وہ بے جان ہو کر گر پڑا۔ تب صحابہ کرام کو اپنے نبی مکرم کے اس ارشاد کی حقیقت کا علم ہوا۔

حضور نبی مکرم نے اس کی خودکشی کے بارے میں سنا تو فرمایا۔

اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

"یہ اہل دوزخ میں سے ہے اللہ تعالیٰ بسا اوقات دین کی امداد کسی فاسق آدمی سے بھی کرا دیتا ہے۔" (۱)

ایک خطرناک لغزش

تیر افگن دستہ کا اپنے مورچہ کو خالی چھوڑ دینا

میخانہ توحید کے ساقی کریم کے دست مبارک سے شراب طہور کے جام پر جام پینے والے، سرخوش و سرشار ہو کر اپنے معبود حق کے نام کو بلند کرنے کے شوق میں شجاعت و جان فروشی کے میدان میں اپنے خون ناب سے ایسے پائندہ و تابندہ نقوش ثبت کر رہے تھے۔ جن کی

ا۔ الامتاع الاسماع، جلد ا، صفحہ ۱۱۵ - ۱۱۶، سیرت ابن ہشام، جلد ۳، صفحہ ۳۸

چمک دمک جاودانی تھی۔ گردش لیل و نہار جن کی تابانیوں کو کجلانے سے قاصر تھی۔ کفرو طاغوت کی اکڑی ہوئی گردن کو اپنے فولادی پنجوں سے مروڑ رہے تھے۔ باطل کے علمبرداروں کے چھکے چھوٹ چکے تھے۔ ان کے لشکر میں افراتفری کے آثار نمایاں نظر آنے لگے تھے۔ ان کے رئیسوں اور سرداروں کی بیویاں اور بیٹیاں اپنی شلواروں کے پائنچے چڑھائے۔ پنڈلیاں ننگی کئے ہوئے بدحواسی کے عالم میں ادھر ادھر بھاگ رہی تھیں اور چند لمحوں کی بات تھی کہ کفر کے قشون قاہرہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوتے اور مسلمان مجاہدین کو کفرو باطل پر دوسری فتح عظیم نصیب ہوتی۔ لیکن تیر افگن دستہ کے چند افراد کی جلد بازی نے جنگ کا سارا نقشہ پلٹ کر رکھ دیا۔

ان لوگوں نے جب دیکھا کہ قریش مکہ کے لشکر کی صفیں بکھر گئی ہیں۔ ہر شخص کو اپنی جان بچانے کی فکر لاحق ہے وہ راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ لشکر اسلام کے دستے ان کو ان کے مورچوں سے نکال دینے کے بعد ان کے مال واسباب پر قبضہ کرنے میں مصروف ہوگئے ہیں۔ انہیں یقین ہوگیا کہ کفار کے یہ اکھڑے ہوئے قدم پھر نہیں جم سکیں گے۔ اس بات کا بظاہر کوئی امکان نہ تھا کہ وہ مڑ کر پھر مسلمان مجاہدین پر حملہ کریں۔ جب میدان سر ہو چکا ہے جنگ جیتی جاچکی ہے اور دشمن نے بگٹٹ دوڑنا شروع کر دیا ہے تو انہوں نے سوچا کہ اب ان کا یہاں کھڑے رہنا محض بے سود ہے۔ کیوں نہ وہ آگے بڑھیں اور اپنے ان مجاہد ساتھیوں کا ہاتھ بٹائیں جو اموال غنیمت کو اکٹھا کر رہے ہیں۔

انہوں نے اپنے دستہ کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ سے جب اپنے اس خیال کا اظہار کیا تو انہوں نے شدومد سے اس کی مخالفت کی اور فرمایا کیا تمہیں یاد نہیں رہا۔ کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سلسلہ میں کتنے واضح اور حتمی احکام دیئے ہیں۔ حضور نے صاف الفاظ میں تمہیں فرمایا ہے۔

احْمُوْا ظُهُوْرَنَا۔ وَلَا تَبْرَحُوْا مِنْ مَكَانِكُمْ۔ وَاِذَا رَأَيْتُمُوْنَا نُقْتَلُ فَلَا تَنْصُرُوْنَا وَاِنْ غَنِمْنَا فَلَا تُشْرِكُوْنَا اِحْمُوْا ظُهُوْرَنَا۔

"ہماری پشتوں کی نگہبانی کرنا۔ اپنی اس جگہ کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اگر تم دیکھو کہ ہمیں قتل کیا جارہا ہے تو ہماری مدد کے لئے ہرگز نہ آنا اور اگر دیکھو کہ ہم مال غنیمت جمع کر رہے ہیں تو اس کام میں ہمارا ہاتھ نہ بٹانا۔ تم ہر حالت میں ہماری پشتوں کی نگہبانی کرنا۔"

دوسرے لوگوں نے کہا۔ کہ حضور کا مدعا یہ نہ تھا کہ اتنی واضح فتح و کامرانی کے بعد بھی ہم یہاں بے مقصد کھڑے رہیں۔ پچاس میں سے تقریباً دس تیرانداز امیر کے جھنڈے کے نیچے ڈٹے رہے اور باقی ماندہ افراد اموال غنیمت جمع کرنے کے لئے لشکر کفار میں گھس گئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان واجب الاذعان کی خلاف ورزی اور اس سے سرتابی ایسی سنگین غلطی تھی جس نے فتح کو شکست میں بدل دیا۔ اور لشکر اسلام کے ایسے نادرہ روزگار مجاہدین کثیر تعداد میں لقمہ اجل بن گئے جو تنہا ایک اقلیم کو فتح کرنے کی صلاحیتوں سے مالا مال تھے۔ خود ذات پاک محمد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ واجمل الثناء کو انتہائی تکلیف دہ اور صبر آزما حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ کوئی قوم اپنے نبی کی حکم عدولی کر کے فوز وفلاح نہیں پا سکتی۔ خواہ ان لوگوں کا تعلق السابقون الاولون کی مقدس جماعت سے ہی کیوں نہ ہو۔

کفار کے سوار دستوں نے متعدد بار لشکر اسلام پر عقب سے حملہ کرنے کی کوششیں کی تھیں۔ ہر بار تیراندازوں کے اس دستہ نے ان پر تیروں کی موسلا دھار بارش برسا کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب جب خلد بن ولید نے دیکھا کہ وہ عینین کی پہاڑی تیر افگنوں سے تقریباً خالی ہو چکی ہے تو اس نے اور عکرمہ نے اپنے گھڑسوار دستوں کو لے کر جبل احد کا چکر کاٹا۔ اور مسلمانوں پر ان کی پشت کی طرف سے بلہ بول دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے ساتھیوں نے آڑے آنے کی کوشش کی۔ وہ ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کر گئے لیکن اس ریلے کو آگے بڑھنے سے نہ روک سکے۔ ان بھیڑیوں نے حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کی لاشوں کو نیزوں کے چرکے دے دے کر خستہ حال کر دیا۔ ان کے لباس اتار کر انہیں برہنہ کر دیا ان کی آنکھیں نکال دیں ناک اور کان کاٹ لئے۔ سینے چاک کر دیئے۔ ان کی آنتیں باہر لٹکنے لگیں سب سے زیادہ انہوں نے حضرت عبداللہ کی نعش مبارک کی توہین کرنے کی کوشش کی اور اسے پرزہ پرزہ کر ڈالا۔ لیکن ان کے بندہ نواز اور قدر دان رب نے یہ فرما کر ان کی ایسی عزت افزائی فرمائی کہ رہتی دنیا تک سارا جہاں ان پر رشک کرتا رہے گا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۘ

"اور ہرگز خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کئے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیئے جاتے ہیں شاد ہیں ان (نعمتوں) سے جو عنایت فرمائی ہیں انہیں اللہ نے اپنے فضل وکرم سے اور خوش ہو رہے ہیں بسبب ان لوگوں کے جو ابھی تک نہیں آملے ان سے۔ ان کے پیچھے رہ جانے والوں سے کہ نہیں ہے کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہونگے۔" (آل عمران۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰)

مسلمانوں کی صفوں کی ترتیب درہم برہم ہو چکی تھی۔ عسکری تنظیم سے وہ بے بہرہ ہو چکے تھے وہ تو چاروں طرف سے بے خبر اموال غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف تھے۔ کہ اچانک خالد اور عکرمہ نے اپنے سواروں سمیت یَالَلعُزّٰی یَالَلهُبَل کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا۔ وہ پہلے ہی بکھرے ہوئے تھے مزید منتشر ہو گئے۔ وہ ذہنی طور پر جنگ جیت چکے تھے انہیں سان گمان بھی نہ تھا کہ انہیں اپنے دشمن کی تند و تیز یلغار کو روکنے کیلئے ایک مرتبہ پھر عسکری نظم و ضبط سے ان کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

جب میدان جنگ سے بھاگ جانے والے کفار نے یاللعزی کے نعرے سنے اور پلٹ کر دیکھا تو یہاں منظر ہی یکسر بدلا ہوا تھا۔ وہ بھی پلٹ کر آنے لگے اور ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا قتل عام کرنے لگے۔ مال غنیمت جو مسلمانوں نے اکٹھا کیا تھا وہ سب ہاتھوں سے گر پڑا۔ جن کفار کو قیدی بنایا تھا۔ انہوں نے اپنی راہ لی۔ چکی الٹی چلنا شروع ہو گئی وہ مسلمان جنہوں نے چند لمحہ پیشتر کفر کے لشکر قاہرہ کو میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب خود شکست خوردہ ہو کر سراسیمہ پھر رہے تھے۔ قرآن کریم نے اس ہولناک منظر کی بڑی حقیقت پسندانہ تصویر کشی کی ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْھُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

"اور بیشک سچ کر دکھایا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ۔ جبکہ تم قتل کر رہے تھے کافروں کو اس کے حکم سے۔ یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے اور جھگڑنے لگے رسول کے حکم کے بارے میں اور نافرمانی کی تم نے اس کے

بعد کہ اللہ نے دکھایا تھا تمہیں جو تم پسند کرتے تھے۔ بعض تم میں سے طلبگار ہیں دنیا کے اور بعض تم میں سے طلبگار ہیں آخرت کے۔ پھر پیچھے ہٹا دیا تمہیں ان کے تعاقب سے تاکہ آزمائے تمہیں اور بیشک اس نے معاف فرما دیا تم کو اور اللہ تعالیٰ بہت فضل و کرم فرمانے والا ہے مومنوں پر۔" (آل عمران: ۱۵۲)

صحیح تصویر کشی کے ساتھ ساتھ اس کے اسباب و علل سے بھی پردہ اٹھایا نیز اس میں جو حکمتیں اور عبرتیں پنہاں تھیں ان سے بھی اپنے محبوب کے غلاموں کو آگاہ اور متنبہ کیا تاکہ وہ قیامت تک اس فرمان الٰہی کی روشنی سے زندگی کی کٹھن راہوں کو منور کرتے رہیں اور منزل مقصود کی طرف ذوق و شوق سے مستانہ وار بڑھتے چلے جائیں۔

جزع فزع کے اس عالم میں کسی شیطان نے تین بار یہ اعلان کر دیا کہ جان عالم کو قتل کر دیا گیا۔ مسلمان مزید حواس باختہ ہو گئے۔ اس خبر وحشت اثر کو سن کر لشکر بالکل پراگندہ ہو گیا۔ ایک گروہ تو بھاگ کر مدینہ طیبہ میں جا داخل ہوا۔ سامنے سے ام ایمن آرہی تھیں انہوں نے جب ان بھگوڑوں کو دیکھا تو زمین سے مٹی اٹھا اٹھا کر ان کے چہروں پر پھینکنی شروع کر دی اور انہیں کہنے لگیں یہ لو چرخہ تم سوت کاتو۔ ہمیں اپنی تلواریں دے دو ہم دشمنان اسلام سے جا کر لڑتی ہیں۔ لیکن جانبازوں کی ایک جماعت نے اپنے پریشان حال ساتھیوں کو للکارا۔ اور کہا آؤ ہم بھی اس دین کی بقا کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دیں جس کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جام شہادت نوش کیا ہے۔ تاکہ بارگاہ الٰہی میں شہید بن کر حاضر ہوں۔

ان سنگین حالات میں جب کہ بڑے بڑے شیر دل صحابہ انتشار کی زد میں آگئے تھے اور کفار کی تلواریں مسلمانوں کو بے دریغ کاٹتی چلی جا رہی تھیں۔ آیئے ایک جھلک اس محبوب رب العالمین کی بھی دیکھیں جو رحمت للعالمینی کی خلعت فاخرہ زیب تن کئے اور ختم نبوت کا تاج سجائے عالم انسانیت کی شب دیجور کو سحر آشنا کرنے کے لئے تشریف لایا تھا کہ وہ کس عالم میں ہے۔

امام بیہقی حضرت مقداد بن عمرو کی ایک روایت میں اس پیکر جمیل کی حسین جھلک دکھاتے ہیں۔ جس کو دیکھنے کے لئے ہم سب کی متجسس آنکھیں بیتاب ہیں۔ حضرت مقداد فرماتے ہیں۔

فَاَدْجَعُوْا وَاللّٰهِ فِيْنَا قَتْلًا ذَرِيْعًا وَنَالُوْا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَالُوْا لَا وَالَّذِىْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ اَنْ زَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِبْرًا وَّاحِدًا اِنَّهٗ لَفِىْ وَجْهِ الْعَدُوِّ وَتَثُوْبُ اِلَيْهِ طَائِفَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ مَرَّةً وَّتَفَرَّقُ عَنْهُ

مَرَّةً فَرُبَّمَا رَأَيْتُهُ قَائِمًا يَرْمِي عَلَى قَوْسِهِ وَيَرْمِي بِالْحَجَرِ حَتّٰى تَحَاجَزُوْا وَثَبَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا هُوَ فِي عِصَابَةٍ صَبَرُوْا مَعَهُ۔

"کفار نے ہمارا قتل عام کر کے ہمیں بڑا دکھ پہنچایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اذیت پہنچائی۔ اس ذات کی قسم جس نے حضور کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا حضور ایک بالشت بھی اپنی جگہ سے آگے پیچھے نہیں ہوئے۔ حضور دشمن کے سامنے کھڑے تھے صحابہ کا ایک گروہ حضور کی طرف لوٹ کر آتا تھا اور دوسرا دشمن پر حملہ کرنے کے لئے میدان میں پھیل جاتا ہے۔ میں بسا اوقات حضور کو دیکھا کہ حضور کھڑے ہو کر اپنی دو کمانوں سے تیر چلا رہے ہیں کبھی پتھر پھینک رہے ہیں۔ یہاں تک کہ دشمن آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ حضور اس طرح اس مقام پر ثابت قدم رہے گویا حضور اکیلے نہیں بلکہ حضور کے آس پاس طاقتور جوانوں کا ایک دستہ ہے۔" (۱)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمان سے دشمن پر تیر چلاتے رہے یہاں تک کہ کمان کا چلہ ٹوٹ گیا۔ حضرت عکاشہ نے ایک بار اس کی مرمت کی حضور پھر تیر برسانے لگے۔ حتیٰ کہ وہ چلہ کئی جگہ سے ٹوٹ گیا۔ اس اثناء میں حضرت ابو طلحہ حضور کے سامنے ڈھال بن کر جھکے رہے تاکہ دشمن کا کوئی تیر حضور کو نہ لگے۔ یہاں تک کہ وہ کمان ٹوٹ گئی حضرت قتادہ بن نعمان نے اسے حضور سے مانگ لیا۔ اور اپنے پاس بطور تبرک حفاظت سے رکھ لیا۔ کمان کے ٹوٹنے کے بعد پھر حضور نے کفار پر پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ اس روز حضور کے ارد گرد پندرہ جان نثار حلقہ باندھے کھڑے رہے۔ ان میں سے آٹھ مہاجر اور سات انصار تھے۔

ان وفاشعاروں کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

حضرات ابو بکر، عمر، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ بن جراح اور سات انصاری تھے۔ حباب بن منذر، ابو دجانہ، عاصم بن ثابت، حارث بن الصمہ، سہل بن حنیف، سعد بن معاذ، وقیل سعد بن عبادہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان میں سے ہر ایک یہ نعرہ لگا رہا تھا۔

وَجْهِيْ دُوْنَ وَجْهِكَ — میرا چہرا حضور کے چہرہ پر قربان

۱۔ دلائل النبوۃ، جلد ۳، صفحہ ۲۶۴

وَنَفْسِيْ دُوْنَ نَفْسِكَ	میری جان حضور کی جان پر نثار
وَنَحْرِيْ دُوْنَ نَحْرِكَ	میری گردن حضور کی گردن پر تصدق
عَلَيْكَ السَّلَامُ غَيْرَ مُوَدَّعٍ	آپ پر سلامتی ہو۔ آپ ہمیشہ ہم میں بخیریت رہیں۔ (۱)

کفار چاروں طرف سے حضور پر تیر برساتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب بندے کی حفاظت فرمارہا تھا کوئی تیر حضور کو چھو کر نہیں گزرتا تھا۔

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں جب حضور کے آس پاس سے لوگ منتشر ہوگئے تو میں نے مقتولوں میں حضور کو تلاش کیا تو مجھے نظر نہ آئے۔ میں نے دل میں کہا کہ بخدا حضور میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے والے ہرگز نہیں تھے۔ ویسے بھی نظر نہیں آ رہے اور مقتولوں میں بھی نہیں۔ شائد ہماری اس غلطی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم پر ناراض ہوگیا ہے اور اس نے اپنے رسول کو پاس اٹھالیا ہے۔ اب میرے لئے زندگی میں کوئی بھلائی نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ میں لڑتے لڑتے جان دے دوں۔ پس میں نے اپنی تلوار کی نیام توڑ ڈالی اور کفار کی صفوں میں گھس کر حملہ کر دیا وہ ادھر ادھر ہوگئے۔ پس میں نے دیکھا کہ حضور اس جم غفیر میں تھے اور ان سے مصروف پیکار تھے۔

مشرکین کا محبوب رب العالمین پر فیصلہ کن حملہ

مشرکین نے پرا باندھ کر جان عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ہلہ بول دیا۔ اس عزم کے ساتھ کہ زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ عتبہ بن ابی وقاص نے چار پتھر مارے ایک پتھر لگنے سے سامنے والے دو اوپر کے اور دو نیچے کے دانت مبارک شہید ہوگئے۔ جڑ سے نہیں اکھڑے ان کا اوپر کا حصہ الگ ہوگیا اور نیچے والا ہونٹ مبارک زخمی ہوگیا۔ حاکم، حاطب بن بلتعہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور کے دندان مبارک جب شہید ہوئے تو میں حاضر ہوا پوچھا یہ کس نے حرکت کی ہے۔ فرمایا عتبہ بن ابی وقاص نے۔ پوچھا وہ کدھر گیا ہے حضور نے اشارہ سے بتایا کہ ادھر۔ چنانچہ میں اس کے تعاقب میں نکلا جلد ہی مجھے مل گیا میں نے تلوار سے اس پر حملہ کیا اور اس کا سر کاٹ کر پرے پھینک دیا۔ پھر میں نے اس کا سر اٹھایا اس کے گھوڑے کو پکڑا

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۹۲

اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا یہ دیکھ کر حضور نے مجھے دعا دیتے ہوئے دو بار فرمایا۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ

"اللہ آپ سے راضی ہو۔ اللہ آپ سے راضی ہو۔"

علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ عتبہ کی اولاد سے ہر بچہ کے سامنے والے چار دانت ناپید ہوتے ہیں اور اس کے منہ سے سخت بدبو آتی ہے۔ (۱)

حضور پرنور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چہرہ انور پر عبداللہ بن الشہاب الزہری کی ضرب سے زخم آیا اور ریش مبارک خون پاک سے رنگین ہو گئی۔ یہ بعد میں مشرف باسلام ہو گیا۔

عبداللہ بن قمئہ جو بنوہذیل قبیلہ کا ایک فرد تھا، نے حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے رخسار گلگوں کو زخمی کر دیا خود کی دو کڑیاں رخسار میں گھس گئیں۔ پھر وہ تلوار کا وار کرنے لگا۔ حضور اس کے حملہ کو روکنے کے لئے آگے بڑھے کہ سامنے ایک گڑھا تھا اس میں گر پڑے۔ یہ گڑھا ان گڑھوں میں سے ایک تھا جو ابو عامر فاسق نے میدان جنگ میں جگہ جگہ کھدوا دیئے تھے تاکہ مسلمان بے خبری میں ان میں گریں۔ حضرت علی مرتضیٰ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت طلحہ نے نیچے اتر کر سہارا دیا حضور باہر تشریف فرما ہوئے۔ حضور کے گھٹنوں پر خراشیں آگئی تھیں۔

طبرانی ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابن قمئہ نے تیر مارا تو کہا۔ خُذْھَا وَاَنَا ابْنُ قَمِئَۃَ "یہ لو تیر آیا۔ اور میں قمئہ کا بیٹا ہوں۔"

سرکار دوعالم نے فرمایا۔ "اَقْمَاَکَ اللّٰہُ" "تمہیں اللہ ذلیل و خوار کرے۔"

چنانچہ کچھ عرصہ بعد ایک جنگلی مینڈھے نے اس پر حملہ کر دیا اور اپنے تیز سینگوں سے اسے چھلنی کر کے پہاڑ کی بلندی سے اپنے سر سے اسے دھکا مارا۔ یہ لڑھکتا لڑھکتا نیچے آ رہا۔ اس کا گوشت ریزہ ریزہ ہو گیا اور ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ (۲)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب یوم احد کا ذکر کرتے تو فرماتے۔

ذٰلِکَ الْیَوْمُ کُلُّہٗ لِطَلْحَۃَ

"یہ دن سارے کا سارا طلحہ کے حصہ میں آیا۔"

پھر اس روز کے حالات یوں بیان فرماتے۔

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۹۴

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۹۵

کہ میں ان لوگوں میں سے تھا۔ جو حضور کے پاس لوٹ کر آ گئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص حضور کے ساتھ کھڑا حضور کا دفاع کر رہا ہے۔ میں نے سوچا کہ یہ طلحہ ہی ہو سکتا ہے۔ میرے درمیان اور حضور کے درمیان ایک شخص تھا۔ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیادہ قریب تھا میں نے غور سے دیکھا تو وہ ابو عبیدہ بن جراح تھے۔ میں جب حضور کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ حضور کے سامنے والے چار دانت ٹوٹے ہوئے ہیں اور چہرہ انور میں خود کے دو حلقے گھس گئے ہیں۔ میں نے رخسار مبارک سے وہ حلقہ نکالنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابو عبیدہ نے میری منت کی کہ یہ سعادت انہیں حاصل کرنے دو۔ انہوں نے ہاتھوں سے کھینچنا مناسب نہ سمجھا مبادا تکلیف ہو بلکہ اپنے دانتوں سے نکالنے لگے۔ ایک حلقہ تو نکل آیا۔ لیکن اس کوشش میں آپ کے اپنے سامنے والے دو دانت گر گئے۔ پھر دوسرا حلقہ بھی اپنے دانتوں سے نکالا۔ لیکن آپ کے سامنے والے دو اور دانت بھی اکھڑ گئے۔ اگرچہ ابو عبیدہ کے سامنے والے چاروں دانت اس کوشش کی نذر ہو گئے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے حسن و جمال کو چار چاند لگ گئے۔

حضرت طلحہ کا سارا جسم زخموں سے چھلنی تھا۔ ہم نے ان کے زخموں کو شمار کیا تو وہ ستر سے بھی زیادہ تھے جن میں سے کچھ تلواروں کے کچھ نیزوں کے اور کچھ تیروں کے زخم تھے۔ ان کی ایک انگلی بھی کٹ گئی تھی پھر ہم نے ان کے زخموں کی مرہم پٹی کی حضرت طلحہ کے سر پر تیروں کے بہت زخم لگے تھے جس سے بہت خون بہا اور آپ بے ہوش ہو گئے۔ حضرت صدیق نے ان کے منہ پر پانی چھڑکا۔ تو انہیں ہوش آیا۔ تو سب سے پہلے یہ سوال کیا۔ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "کہ حضور کا کیا حال ہے۔" ہم نے بتایا کہ الحمدللہ حضور بخیر و عافیت ہیں۔ یہ سن کر اس جانباز صادق نے بے ساختہ کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلُّ مُصِيْبَةٍ بَعْدَهٗ جَلَلٌ "اللہ کا شکر ہے حضور سلامت ہیں۔ ہر مصیبت آپ کے ہوتے ہوئے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔" (۱)

چہرہ اقدس سے جب خود کی دو کڑیاں نکالی گئیں تو خون کا فوارہ بہنے لگا۔ حضرت مالک بن سنان نے آگے بڑھ کر زخم پر اپنا منہ رکھ دیا اور اسے چوسنا شروع کر دیا۔ حضور نے پوچھا کیا تم خون چوس رہے ہو عرض کی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا۔

مَنْ مَسَّ دَمِيْ دَمَهٗ لَمْ تُصِبْهُ النَّارُ

"جس کا خون میرے خون کو چھوئے گا اسے آگ نہیں چھو سکے گی۔"

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۹۶

جان نثاری کے دل افروز مظاہر

حضرت ابو دجانہ میدان جنگ میں مختلف مقامات پر داد شجاعت دیتے رہے لیکن جب دشمنوں نے ان کے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اکٹھے ہو کر حملہ کر دیا تو آپ دوڑے ہوئے آئے۔ اور اس وقت وہاں پہنچے جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چاروں طرف سے مشرکین تیروں کی بوچھاڑ کر رہے تھے۔ یہ ڈھال بن کر اپنے آقا کے سامنے کھڑے ہو گئے اور آنے والے سارے تیروں کو اپنی پشت پر لیتے رہے۔ ساری پیٹھ تیروں سے بھر گئی لیکن محبوب خدا کا یہ جاں نثار عاشق سر مُو آگے پیچھے نہ سرکا۔

اس موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضور کے قدموں میں کھڑے ہو کر حملہ آور کفار سے چوکھا لڑائی لڑتے رہے۔ آپ کے سامنے والے دانت ٹوٹ گئے آپ کو بیس سے زیادہ کاری زخم لگے۔ لیکن پایۂ ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی۔ ٹانگ زخمی ہونے کی وجہ سے لنگڑے ہو گئے اور ساری عمر لنگڑا کر چلتے رہے۔ (۱)

اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص نے سرور عالم کو مشرکین کے حملوں سے بچانے کے لئے جان لڑا دی۔ اور کسی دشمن کی مجال نہ ہوئی کہ پھر قریب پھٹک سکے۔ آپ کی صاحبزادی عائشہ بنت سعد اس دن کے بارے میں آپ سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا۔

اس روز جب لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی تو میں ایک طرف ہو کر سوچنے لگا اور آخر فیصلہ کیا کہ نہ میں ہتھیار ڈالوں گا اور نہ بھاگوں گا۔ میں ان سے لڑتا رہوں گا یہاں تک کہ میں ان سے نجات پا جاؤں یا شہید ہو جاؤں۔ اچانک ایک آدمی میرے قریب آ گیا اس کا چہرہ بہت سرخ تھا۔ کفار نے ہر طرف سے اس پر گھیرا تنگ کر لیا تھا۔ اس نے اپنی مٹھی میں مٹی لی اور ان کی طرف پھینکی میں نے مقداد کو پہچان لیا۔ میں نے چاہا کہ میں ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھوں۔ اتنے میں وہ بولے۔ اے سعد! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں اور تمہیں یاد فرما رہے ہیں۔ یہ سن کر میں کھڑا ہو گیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ مجھے نئی زندگی مل گئی ہے اور کوئی گزند مجھے پہنچا ہی نہیں۔ میں فوراً حاضر خدمت ہوا حضور نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ اور میں دشمن پر تیر چلانے لگا جب میں کوئی تیر چلاتا تو کہتا اَللّٰهُمَّ سَهْمُكَ فَارْمِ بِهٖ عَدُوَّكَ

"اے اللہ! یہ تیرا تیر ہے اسے اپنے دشمن کے سینہ میں پیوست کر۔"

میں جب یہ کہتا تو سرکار فرماتے۔

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۹۶

اَللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ۔ اَللّٰھُمَّ سَدِّدْ لِسَعْدٍ رَمْیَتَہٗ، اِرْمِ سَعْدُ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ

"اے اللہ! سعد کی دعا قبول فرما۔ اے اللہ! سعد کا تیر نشانہ پر لگے واہ وا سعد میرا باپ اور میری ماں تجھ پر فدا ہوں۔"

میں جب بھی تیر چلاتا حضور مجھے اس دعا سے سرفراز فرماتے۔ جب میرے ترکش کے تیر ختم ہو گئے تو سرکار دوعالم نے اپنی ترکش کے تیر نکال کر میرے سامنے بکھیر دئے۔ امام ذہبی کہتے ہیں کہ اس روز حضرت سعد نے ایک ہزار تیر لشکر کفار پر برسائے۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے کسی کے لئے اپنے ماں باپ کو جمع نہیں کیا بجز سعد بن ابی وقاص کے۔ جیسے جیسے حالات کی قربانیوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اتنی ہی سلطان عشق کے جذبہ سرفروشی کی آب و تاب بڑھتی جارہی ہے۔ آج حضور اپنے وفاشعار غلاموں میں ایک نرالی شان سے رونق افروز ہیں سامنے کے دندان مبارک ٹوٹے ہوئے ہیں۔ رخسار انور سے خون بہ بہ کر ریش مبارک کو گلگوں بنا رہا ہے۔ لشکر اسلام کا ماہر تیر انداز اپنے آقا کی دعاؤں کے سایہ میں کفار کے سینوں کو اپنے تیروں کے پیکانوں سے گھائل کر رہا ہے۔ لشکر قریش کے دو مشہور نشانہ باز حبان بن عرقہ اور ابی سلمہ الجشمی تیر چلا رہے ہیں۔ حضور کی ایک جان نثار خادمہ ام ایمن مشکیزہ کندھوں پر اٹھائے مجاہدین کو پانی پلا رہی ہے۔ اچانک حبان کا تیر ام ایمن کے دامن میں آکر لگتا ہے اور اس کا پردہ اٹھ جاتا ہے۔ وہ بدباطن ایک خاتون کی ہتک کر کے خوشی کے مارے قہقہے لگاتا ہے اور زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگتا ہے۔ سرور عالم کو اپنی خادمہ کی یہ توہین بڑی شاق گزرتی ہے۔ حضور حضرت سعد کو ایسا تیر دیتے ہیں جس پر پھل نہیں ہے اور اسے چلانے کا حکم دیتے ہیں۔ وہ تیر سید ھا حبان کے گلے میں جا کر لگتا ہے وہ بے تاب ہو کر زمین پر گر جاتا ہے گرتے ہوئے اس کے ستر سے بھی پردہ اٹھ جاتا ہے۔ اسی قدم پر اپنی خادمہ کی ہتک کا بدلہ چکا کر غیور نبی ہنس پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہو جاتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں۔

اِسْتَقَادَ لَهَا سَعْدٌ اَجَابَ اللّٰهُ دَعْوَتَكَ وَسَدَّدَ رَمْيَتَكَ۔

"سعد نے ام ایمن کا انتقام لے لیا۔ اللہ تیری دعا کو قبول کرے اور تیرا ہر تیر نشانہ پر بیٹھے۔"

مالک بن زہیر جو الجشمی مذکور کا بھائی تھا۔ اور حبان نے بے شمار مسلمانوں کو اپنے تیروں

کا نشانہ بنایا۔ حضرت سعد نے تاک کر اس کی آنکھ پر تیر مارا جو پار نکل گیا اور اس کو موت کی نیند سلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم زخمی ہونے کے بعد جبل احد کی ایک گھاٹی میں تشریف لے گئے۔ اس وقت دو عجیب وغریب واقعات رونما ہوئے۔ آپ ان کا مطالعہ فرمائیے اور اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شجاعت و بہادری کی بلائیں لیجئے۔

عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ المخزومی کا حملہ اور اس کا قتل

قریش کا ایک بہادر سورما جس کو اپنی قوت اور فن سپاہ گری پر بڑا ناز تھا۔ سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق اپنے ابلق گھوڑے پر سوار ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر حملہ کرنے کے ارادہ سے گرجتا ہوا آرہا تھا۔ اور حضور کو مخاطب کر کے نعرہ لگا رہا تھا۔ "لَا نَجَوْتُ اِنْ نَجَوْتَ" "اگر آپ بچ گئے تو میں کبھی نہ بچ سکوں گا۔" جب وہ قریب پہنچا تو حضور زخمی ہونے اور نقاہت کے باوجود اس کا مقابلہ کرنے کے لئے خود کھڑے ہو گئے۔ اچانک گھوڑے کا پاؤں پھسلا اور وہ جھٹ زمین پر آگرا۔ اس کا گھوڑا منہ اٹھا کر بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے اس کو پکڑ لیا حضرت حارث بن صمہ نے جب اسے آقا کی طرف بڑھتے دیکھا تو آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا کچھ وقت ایک دوسرے پر اپنی تلوار سے وار کرتے رہے اچانک حارث نے وار کر کے اس کی ٹانگ کاٹ کر پرے پھینک دی۔ وہ دھڑام سے زمین پر گرا آپ اس کی چھاتی پر چڑھ گئے اور اسے واصل بسقر کر دیا۔ حارث نے اس کا کام تمام کر دینے کے بعد اس کی زرہ اور خود اتار لیا۔ احد کی جنگ میں صرف اس مقتول کا لباس اور اسلحہ اس کے قاتل کو دیا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی ہلاکت پر اپنے رب قدیر کی حمد وثنا کی۔ یہ عثمان، نخلہ کے مقام پر پہلے بھی ایک مرتبہ گرفتار ہوا تھا۔ عبداللہ بن جحش نے اسے قیدی بنایا تھا۔ لیکن حضور نے فدیہ لے کر اس کو رہا کر دیا تھا۔ آخر کار اس کی بدبختی کشاں کشاں اسے یہاں لے آئی اور اس انجام سے دوچار ہوا جس کا وہ مستحق تھا۔ (۱)

ابی بن خلف کی ہلاکت

جنگ بدر میں خلف کے دونوں بیٹے امیہ اور ابی بڑے کروفر سے شریک ہوئے تھے۔ امیہ کو تو حضرت بلال نے واصل جہنم کر دیا لیکن ابی جنگی قیدی بنا۔ اس نے فدیہ ادا کیا اور اسے رہا کر

ا۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۰۹

دیا گیا۔ اس احسان کا بدلہ اس نے یہ دیا کہ اس کے پاس ایک قیمتی گھوڑا تھا جس کا نام العود تھا۔ اس نے قسم کھا کر کہا۔ کہ میں اس گھوڑے کو روزانہ اتنے سیر مکئی کا دانہ کھلایا کروں گا۔ پھر میں اس پر سوار ہو کر (حضور کا اسم مبارک لے کر) کو قتل کر دوں گا۔ اس کی یہ بڑ جب ہادی برحق نے سنی۔ تو فرمایا

بَلْ اَنَا اَقْتُلُہٗ اِنْشَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی

"وہ نہیں بلکہ میں اسے موت کے گھاٹ اتاروں گا انشاء اللہ۔"

یوم احد وہ بھی اپنے اس گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ میں شرکت کے لئے آیا تھا۔ حضور نے اپنے صحابہ کو فرمایا خیال رکھنا مبادا ابی بن خلف مجھ پر پیچھے سے حملہ کر دے۔ جب تم اسے دیکھو تو مجھے اطلاع دے دینا کیونکہ حضور لڑائی کے درمیان پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا کرتے تھے۔ جب حضور گھاٹی میں تشریف فرما ہوئے تو اچانک یہ آدھمکا اس نے سر پر خود اور اپنے چہرے پر آہنی نقاب ڈالا ہوا تھا۔ وہ اپنے گھوڑے کو رقص کراتا ہوا آ رہا تھا۔ اس نے حضور کو دیکھ لیا تھا وہ کہہ رہا تھا۔ اَیْنَ مُحَمَّدٌ لَا نَجَوْتُ اِنْ نَجَا "یعنی (جان عالم) محمد کہاں ہے اگر وہ بچ گیا تو میرا بچنا محال ہے۔"

بہت سے مسلمان مجاہدین نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکنا چاہا۔ بہادروں اور شجاعوں کے آقا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بلند آواز سے حکم دیا۔ دَعُوْہُ وَخَلُّوْا طَرِیْقَہٗ "اسے چھوڑ دو۔ اس کا راستہ خالی کر دو"

یعنی اسے آگے آنے دو۔ جلال الٰہی کے پیکر، قہر خداوندی کے مظہر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا۔ "یَا کَذَّابُ اَیْنَ تَفِرُّ" "اے کذاب اب بھاگ کر کدھر جاتے ہو۔" حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حارث بن صمہ کے ہاتھ سے چھوٹا نیزہ پکڑا اور بڑے جوش سے جھرجھری لی۔ صحابہ کرام بھی اس کی تاب نہ لا سکے پھر حضور نے اکیلے اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس نیزے سے اس کی گردن کے اس حصہ میں ضرب لگائی جو خود اور زرہ کے درمیان ننگا رہ گیا تھا۔ پھر کیا تھا اس کے حواس باختہ ہو گئے۔ سر چکرا گیا۔ گھوڑے کی پشت سے غش کھا کر نیچے لڑھکنے لگا۔ جس طرح بیل ڈکارتا ہے اس طرح اس نے ڈکارنا شروع کر دیا اس ضرب سے بظاہر اس کی گردن پر ایک معمولی سی خراش آئی۔ لیکن بظاہر معمولی چوٹ نے اس کے سینہ کی پسلیاں اور جسم کی ہڈیاں چورچور کر دیں۔ سر پیٹتا ہوا چلاتا ہوا واپس بھاگا قوم کے پاس پہنچا تو یہ کہہ رہا تھا۔ قَتَلَنِیْ وَاللّٰہِ مُحَمَّدٌ "بخدا مجھے محمد نے قتل

کر دیا۔ "

جب لوگوں نے اس کی خراش دیکھی تو کہنے لگے تمہاری بزدلی کی بھی کوئی حد ہے۔ کوئی زخم نہیں ہے معمولی سی یہ خراش ہے اور تم نے چیخ کر آسمان سر پر اٹھالیا ہے۔ اگر اس قسم کی خراش ہم میں سے کسی کی آنکھ میں لگتی تو قطعاً نقصان دہ نہ ہوتی۔

ان نادانوں کو کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی چوٹ کا اثر کیا ہوتا ہے اور کہاں تک ہوتا ہے۔ وہ کہنے لگا لات و عزیٰ کی قسم! جو چوٹ مجھے لگی ہے وہ چوٹ اگر ربیعہ اور مضر قبائل کو بھی لگتی تو سارے کے سارے ہلاک ہو جاتے۔

جب کفار قریش کا لشکر مکہ واپس آ رہا تھا تو سرف کے مقام پر اس نے داعی اجل کو لبیک کہی۔ (۱)

ابو سفیان حضور کی تلاش میں

جب یہ افواہ پھیلی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شہید کر دیئے گئے ہیں تو مسلمانوں کے لشکریوں میں افراتفری پھیل گئی۔ سب سے پہلے جس نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پہچانا وہ حضرت کعب بن مالک تھے۔ انہوں نے بلند آواز سے چیخ کر اعلان کرنا شروع کر دیا اے فرزندان اسلام! یہ ہیں ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ بالکل بخیر و عافیت ہیں۔ جہاں جہاں آواز پہنچی صحابہ کرام ٹوٹ ٹوٹ کر اپنے آقا کے قدموں میں حاضر ہونے لگے۔ جب کعب اعلان کر رہے تھے تو حضور انہیں انگلی کا اشارہ کر کے چپ رہنے کی تلقین کر رہے تھے۔ پھر کعب کا خود جو زرد رنگ کا تھا وہ خود پہنا اور اپنا خود انہیں پہنایا۔ کفار نے اس غلط فہمی میں کہ یہ نبی کریم ہیں آپ پر پے در پے حملے شروع کر دیئے آپ کو سترہ گہرے زخم لگے۔ ابو سفیان حضور کی شہادت کے بارے میں پورا اطمینان کرنا چاہتا تھا۔ وہ قریش سے پوچھتا کہ بتاؤ تم میں سے کس نے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو قتل کیا ہے۔ ابن قمئیہ نے کہا! میں نے۔ ابو سفیان نے کہا! جس طرح عجم کے بادشاہ اپنے بہادروں کی عزت افزائی کے لئے سونے کے کڑے پہناتے ہیں تمہارے اس کارنامہ کے اعتراف کے لئے ہم بھی تمہیں سونے کے کڑے پہنائیں گے۔

۱۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد ۳، صفحہ ۲۵۸

سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۰۷، و دیگر کتب سیرت

ابو سفیان، ابو عامر فاسق کو ہمراہ لے کر میدان کارزار میں چکر لگانے لگا اور مقتولین میں حضور کو تلاش کرنے لگا۔ لیکن جب حضور نہ ملے تو اس نے کہا! ابن قمئیہ جھوٹ بولتا ہے کہ اس نے حضور کو شہید کر دیا۔ پھر اس کی ملاقات خالد بن ولید سے ہوئی اس سے پوچھا کہ اس بارے میں اس کو کچھ خبر ہے۔ اس نے کہا! ابھی کچھ دیر پہلے میں نے انھیں اپنے صحابہ کی معیت میں پہاڑ کے اوپر چڑھتے دیکھا ہے۔ ابو سفیان نے کہا! خالد تمھاری بات درست ہے۔ ابن قمئیہ نے کذب بیانی کی ہے کہ اس نے حضور کو قتل کر دیا۔ (۱)

مسلم خواتین

وہ مسلم خواتین جنھوں نے غزوہ احد میں بنفس نفیس دشمن سے جنگ کی اور انھیں قتل کیا ان میں ام عمارہ کا نام نامی سرفہرست ہے۔ جب لشکر اسلام میں افراتفری پھیل گئی اور لوگ ادھر ادھر منتشر ہو گئے تو یہ سیدھی حضور کی خدمت عالیہ میں پہنچی اور شمشیر بکف دشمنان اسلام سے مصروف پیکار ہو گئیں۔ جو کافر حضور پر حملہ کرنے کے لئے بڑھنا چاہتا۔ آپ دھکیل کر اسے پیچھے ہٹا دیتیں۔ اور جب موقع ملتا تو کفار پر تیروں کا مینہ برسا تیں۔ جب ابن قمئیہ سرور عالم پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھا تو اس شیر دل خاتون نے اور مصعب بن عمیر نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکا۔ آپ نے اس بدبخت پر پے در پے کئی وار کئے لیکن اس نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔ اس لئے ان کے وار مؤثر ثابت نہ ہوئے۔ اس نے ام عمارہ پر تلوار سے حملہ کیا جس سے انھیں گہرا زخم آیا۔ زخم درست ہو گیا لیکن اس کا گڑھا باقی رہا۔ ام عمارہ کی اس شان جاں نثاری کو دیکھ کر حضور ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ام عمارہ نسیبہ بنت کعب کا مقام فلاں فلاں کے مقام سے بہت بلند ہے۔ میں جدھر بھی دیکھتا تھا مجھے ام عمارہ کفار سے جنگ کرتی دکھائی دیتی تھی۔ ام عمارہ نے ایک دن حضور کو مہربان پایا عرض کی اُدْعُ اللّٰہَ تَعَالٰی اَنْ یُّرَافِقَنَا فِی الْجَنَّۃِ "یا رسول اللہ! دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ جنت میں ہمیں حضور کی رفاقت عطا فرمائے۔" قَالَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھُمْ رُفَقَائِیْ فِی الْجَنَّۃِ "الٰہی! ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنا دے۔"

ام عمارہ نے اپنے حق میں جب یہ دعا سنی تو پکار اٹھیں۔ مَا اُبَالِیْ مَا اَصَابَنِیْ مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا "مجھے کوئی پروا نہیں اب دنیا میں مجھے کیسی مصیبت ہی آئے۔" (۲)

۱۔ الامتاع، جلد ۱، صفحہ ۱۳۷ ۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۹۸

بلاذری لکھتے ہیں کہ یوم احد، جنگ میں نسیبہ، ان کے شوہر اور ان کے دو بیٹوں نے جہاد میں شرکت کی۔ ابتدا میں پانی کا مشکیزہ لے کر زخمیوں کو پانی پلاتی رہیں لیکن جب حالات دگرگوں ہو گئے توانہوں نے مشک رکھ دی اور تلوار پکڑی اور کفار سے جنگ میں مصروف ہو گئیں۔ اس جنگ میں آپ کو تلواروں اور تیروں کے بارہ زخم آئے۔ مسیلمہ کذاب کے فتنہ کو فرو کرنے کے لئے خلیفۃ الرسول حضرت صدیق اکبر نے جو لشکر بھیجا تھا اس میں آپ شریک ہوئیں۔ یہ مسیلمہ کو قتل کرنے کا عزم کر رہی تھیں کہ انہوں نے اس کی لاش کو خاک و خون میں تڑپتے ہوئے دیکھا آپ فرماتی ہیں اچانک میرا بیٹا عبداللہ بن زید مجھے نظر آیا وہ اپنی خون آلود تلوار کو اپنے کپڑے سے پونچھ رہا تھا۔ میں نے پوچھا بیٹا! کیا تم نے اس کو قتل کیا ہے اس نے کہا ہاں اماں جان۔ "فَسَجَدْتُ لِلّٰهِ شُكْرًا" میں یہ سن کر فوراً سجدہ میں گر گئی تاکہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کروں۔ (۱)

خلافت فاروقی میں کچھ گرم چادریں آئیں ان میں سے ایک چادر کافی بڑی اور اعلیٰ قسم کی تھی۔ کسی نے کہا کہ اگر یہ چادر آپ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اہلیہ صفیہ بنت ابی عبید کو عنایت کریں تو بہت مناسب ہو گا۔ حضرت فاروق نے فرمایا۔

اِبْعَثُوْا بِهٖ اِلٰى مَنْ اَحَقُّ بِهٖ مِنْهَا اِلٰى اُمِّ عُمَارَةَ نَسِيْبَةَ بِنْتِ كَعْبٍ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا الْتَفَتُّ يَمِيْنًا وَّلَا شِمَالًا يَوْمَ اُحُدٍ اِلَّا رَاَيْتُهَا تُقَاتِلُ دُوْنِىْ۔

"یہ چادر اس خاتون کی طرف بھیجو جو صفیہ سے بھی زیادہ اس کی حقدار ہے یعنی ام عمارہ۔ نسیبہ بنت کعب کی طرف۔ کیونکہ میں نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یوم احد دائیں بائیں میں جدھر دیکھتا مجھے ام عمارہ میرا دفاع کرتے ہوئے مشرکوں سے لڑائی کرتی ہوئی نظر آتی۔" (۲)

اس مقام پر حضور کا دفاع کرتے ہوئے مصعب بن عمیر نے جام شہادت نوش کیا۔ آپ کو ابن قمیئہ نے قتل کیا تھا۔

اسی اثناء میں ایک اور مشرک شہسوار عبداللہ بن حمید بن زہیر گھوڑا کداتا ہوا حضور پر حملہ

۱۔ انساب الاشراف، جلد ۱، صفحہ ۳۲۵

۲۔ سبل الھدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۹۹

کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ وہ سر تا پالوہے میں غرق تھا۔ آگے بڑھا اور کہنے لگا۔
اَنَا اِبْنُ زُهَيْرٍ دَلُّوْنِيْ عَلٰی مُحَمَّدٍ فَوَاللّٰهِ لَاَقْتُلَنَّهٗ اَوْ لَاَمُوْتَنَّ دُوْنَهٗ۔
"میں زہیر کا بیٹا ہوں۔ مجھے بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کہاں ہیں۔ بخدا یا میں ان کو قتل کر دوں گا یا خود مارا جاؤں گا۔"
یہ بات جب حضرت ابو دجانہ نے سنی تو فرمایا اے احمق! انہیں رہنے دو پہلے ان کے جاں نثار سے دو دو ہاتھ کر لو آپ نے اپنی تلوار سے اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں دوسرا وار اس کے سر پر کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔
رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ منظر دیکھ رہے تھے فرمایا اَللّٰهُمَّ ارْضَ عَنْ اَبِیْ خَرْشَةَ کَمَا اَنَا عَنْهُ رَاضٍ "اے اللہ! تو بھی ابو خرشہ یعنی ابو دجانہ سے راضی ہو جا جس طرح میں اس سے راضی ہوں۔"
ابو دجانہ کی اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا محبوب اسے اپنی رضامندی کا یقین دلا دے اور اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کی اے میرے پروردگار تو بھی اپنے محبوب بندے کے جاں نثار غلام سے راضی ہو جا۔ حضرت ابو دجانہ اس جنگ میں اس نازک مرحلہ پر ڈھال بن کر حضور پر جھکے رہے اور دشمن کی طرف سے آنے والے ہر تیر کو اپنی پشت پر برداشت کرتے رہے۔ آپ کی پشت پر تیر لگتے تھے لیکن کیا مجال کہ ذرا جنبش تک بھی کریں۔ (۱)

مسلم خواتین میدان احد میں

ام عمارہ کا ذکر آ گیا ہے تو یہاں دوسری مسلم خواتین کا ذکر خیر بھی ہو جائے جنہوں نے تیروں کی برسات میں تلواروں کی جھنکار میں جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان احد میں زخمیوں کی مرہم پٹی کی اور اپنی پشتوں پر مشکیزے اٹھا کر پیاسے اور زخمی مجاہدین کو پانی پلاتی رہیں جب ضرورت پڑتی تو شمشیر بکف دشمن سے معروف پیکار ہو جاتیں۔
ان میں دیگر خواتین کے علاوہ خانوادہ نبوت کی جلیل القدر مستورات بھی تھیں۔ ان کی تعداد چودہ تھی۔ اور انہیں مجاہدات میں خاتون جنت سیدۃ نساء العالمین سیدۃ فاطمۃ الزہراء

۱۔ الامتاع، جلد ۱، صفحہ ۱۲۴

رضی اللہ عنہا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔
حمنہ بنت جحش ۔ ام ایمن ۔ بھی زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیمار داری میں اور پیاسے مجاہدین کو پانی پلانے میں پیش پیش تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنھن اجمعین۔ (۱)

پہاڑ کی چوٹی پر جانے کی سعی

اسلام کے مجاہدین میدان جنگ میں مختلف مقامات پر داد شجاعت دے رہے تھے اور دشمنوں کے حملوں کو پسپا کرنے میں مصروف تھے۔ حضور نے چاہا کہ نشیب سے پہاڑ کی چوٹی پر جا کر ڈیرا جمائیں تا کہ مجاہدین کی کارروائیوں کا جائزہ بھی لیا جا سکے۔ اس کے علاوہ مقصد یہ بھی تھا کہ پہاڑ کی بلندی پر جب تشریف فرما ہوں گے تو سارے جاں نثار حضور کو دیکھ لینے کے بعد وہاں اکٹھے ہو جائیں گے اور پھر اجتماعی قوت سے لشکر کفار پر حملہ کیا جا سکے گا لیکن کفار نے جب حضور کو پہاڑی کے اوپر جاتے ہوئے دیکھا تو فیصلہ کن حملہ کرنے کے لئے ادھر بھاگے۔ ان کی نیت یہ تھی کہ وہ حضور کی شمع حیات کو گل کر دیں اس مقصد میں تو انہیں منہ کی کھانی پڑی بعض بدبختوں نے دور سے پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جب حضور پہاڑی کے اوپر چڑھ رہے تھے تو حضور کی معیت میں صرف گیارہ انصاری اور ایک مہاجر طلحہ بن عبیداللہ تھے۔ مشرکین نے پیچھے سے آلیا۔ حضور پرنور نے فرمایا۔ اَلَا اَحَدٌ لِهٰؤُلَاءِ "کیا تم میں سے کوئی ہے جو ان کا راستہ روکے۔" طلحہ نے عرض کی میں یا رسول اللہ! فرمایا تم جہاں ہو ٹھیک ہو۔ کوئی اور ۔ ایک انصاری نے عرض کی "فَاَنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ!" "اے اللہ کے پیارے رسول! یہ غلام حاضر ہے۔" وہ انصاری ان حملہ آوروں سے برسر پیکار ہو گیا۔ اتنے میں حضور اوپر چڑھتے گئے۔ کچھ دیر بعد اس انصاری کو شہید کر دیا گیا۔ حضور نے پھر وہی سوال دہرایا۔ حضرت طلحہ نے عرض کی میں حاضر ہوں۔ حضور نے انہیں دوبارہ صبر کرنے کی تلقین فرمائی۔ اور ایک دوسرے صحابی نے ان سے لڑنا شروع کر دیا اور حضور نے اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

پھر یہ انصاری بھی شہید کر دیا گیا یہاں تک کہ گیارہ کے گیارہ انصاری اپنے آقا کے دشمنوں کے سامنے آڑے آتے رہے اور جانیں قربان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ کفار کے اس ریلے کا مقابلہ کرنے کے لئے صرف دو شخص رہ گئے ایک رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ

۱۔ الامتاع، جلد ۱، صفحہ نمبر ۱۲۵

وسلم اور ایک حضور کے جانباز صحابی حضرت طلحہ۔ پھر حضرت طلحہ ان کفار کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو گئے اور جتنی مزاحمت ان گیارہ جاں نثاروں نے کی تھی اتنی دیر تک ایک طلحہ نے کی اور ان کو ایک انچ آگے نہ بڑھنے دیا یہاں تک کہ ان کی انگلیاں کٹ گئیں اور ہاتھ شل ہو گیا ان سب کو نبی کریم نے جنت میں اپنا رفیق ہونے کے مژدہ سے خورسند فرمایا۔ (۱)

ایک دوسرے موقع پر کفار نے حضور کو اپنے گھیرے میں لے لیا حضور نے فرمایا مَنْ رَجُلٌ يَشْتَرِيْ لَنَا "کون مرد ہے جو ہمارے لئے اپنی جان کا سودا کرے۔" تو زیاد بن سکن یا ان کے بھتیجے عمارہ بن یزید بن سکن اٹھ کھڑے ہوئے اور دشمن کے نرغے کو توڑنا شروع کیا وہ دشمن کو بھگانے میں تو کامیاب ہو گئے لیکن زخموں سے چور چور ہو گئے انہیں چودہ گہرے زخم لگے تھے۔ جب دشمن بھاگ گئے تو حضور نے فرمایا اُدْنُوْهُ مِنِّيْ "میرے محب دلفگار کو میرے قریب لے آؤ۔" انہیں اپنے آقا کے قریب لایا تو انہوں نے حضور کے قدموں پر اپنے رخسار رکھ دیئے اور اپنی جان جان آفرین کے حوالے کر دی۔

فَمَاتَ وَخَدُّهٗ عَلٰى قَدَمِهٖ الشَّرِيْفَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

سرِ نیاز بکرم و کرد ندزیب فتراکش خوشانصیب غزالے کہ زخم او کاریست

ایک موقع پر ایک ایمان افروز منظر دیکھئے میں آیا محبوب رب العالمین تشریف فرما ہیں مشرکین نے چاروں طرف سے یلغار کر دی ہے۔ ایک جانب سے شیر خدا علی مرتضیٰ اپنی شمشیر حیدری لہراتے ہوئے شیر کی طرح گرجتے ہوئے کفر کی صفوں کو الٹ رہے ہیں پھر اسی طرح عکرمہ بن ابی جہل کے دستہ پر حملہ کر کے انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیتے ہیں دوسری طرف سے ابو دجانہ، موت کا سرخ دوپٹہ سر پر باندھے رسالت مآب کی عطا فرمودہ تلوار سے کفر و شرک کے سرغنوں کو خاک و خون میں تڑپاتے جا رہے ہیں تیسری طرف سے عسکر رسالت کا بے مثل اور بے عدیل تیر افگن حضرت سعد، لشکر کفار پر بجلیاں گرا رہے ہیں اور چوتھی سمت سے حباب بن منذر، کفر و طاغوت کی فوجوں پر قہر الٰہی بن کر گر رہے ہیں۔ کفار نے ایک بار حضرت حباب پر یکبارگی حملہ کر دیا افواہ اڑ گئی کہ انہیں قتل کر دیا گیا ہے لیکن تھوڑی دیر گزری ہو گی کہ آپ اپنی تلوار لہراتے ہوئے دشمن کا نرغہ توڑ کر باہر نکل آئے اور انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

حضرت طلحہ بڑے زبردست اور ماہر تیر افگن تھے۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ ان کے ترکش میں جتنے تیر تھے سب نکال کر سامنے رکھ دیئے اور دشمن

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۰۰

کو خوب تاک تاک کر اپنے تیروں کا نشانہ بناتے رہے جب کوئی شخص ترکش میں تیر لیے ہوئے وہاں سے گزرتا تو سرکار دو عالم اسے فرماتے کہ اپنے تیر طلحہ کے سامنے بکھیر دو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سر مبارک اٹھا اٹھا کر جنگ کا نظارہ فرماتے تو آپ عرض کرتے۔

"یَا نَبِیَّ اللّٰہِ، بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ لَا تُشْرِفْ یُصِبْكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِیْ دُوْنَ نَحْرِكَ"۔

"اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان! سر مبارک اوپر نہ اٹھائیں۔ مبادا دشمن کا کوئی تیر آ لگے میری گردن حضور کی گردن پر نثار ہو"۔ (۱)

خوف و دہشت کے عالم میں نعمت اطمینان

یوم احد، اہل اسلام کو جس خوف و دہشت کا سامنا کرنا پڑا وہ محتاج بیان نہیں۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مجاہدین کو اطمینان و سکون سے معمور کر دیا تھا۔ اس وقت بھی انہیں اونگھ آ جاتی تھی۔ بسا اوقات بعض مجاہدین کے ہاتھ سے تلوار گر پڑتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فرزندان اسلام پر یہ خصوصی انعام تھا ورنہ اس دہشت انگیز ماحول میں اگر دل بھی ہراساں اور خوفزدہ ہو جاتے تو معلوم نہیں اس معرکہ کا انجام کس قدر ہولناک ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس نعمت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ

"پھر اتاری اللہ تعالیٰ نے تم پر غم واندوہ کے بعد راحت (یعنی) غنودگی جو چھا رہی تھی ایک گروہ پر تم میں سے۔" (آل عمران: ۱۵۴)

ہراس و سراسیمگی کے عالم میں جانفروشی کے زندہ جاوید نقوش

لشکر اپنے قائد کی کمان میں دشمن سے برسرپیکار ہو۔ جنگ طے شدہ منصوبے کے مطابق لڑی جا رہی ہو۔ عمومی حالات تسلی بخش ہوں۔ تو کئی کمزور دلوں سے بھی بڑی بڑی جرأت کے

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۰۱

کارنامے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ لیکن اگر اثنائے جنگ طاقت کا توازن بگڑ رہا ہو۔ صفیں درہم برہم ہو رہی ہوں۔ قائد لشکر لاپتہ ہو۔ اور اس کے قتل کی افواہیں زور وشور سے پھیل رہی ہوں۔ تو ان حالات میں بڑے بڑے شیر دل بھی حوصلہ ہار بیٹھتے ہیں ایسے میں شاذ و نادر ہی جوہر شجاعت کی کوئی کرن کہیں چمکتی ہے۔ تاکیدی احکام کے باوجود تیر انداز دستے کی اکثریت کا اپنے مورچہ سے غائب ہو جانے کے بعد جنگ کے حالات نے جو پلٹا کھایا۔ ان کی تفصیلات آپ پڑھ رہے ہیں۔ خالد بن ولید کے گھڑ سواروں نے پشت کی طرف سے بے خبری میں مسلمانوں پر حملہ کر کے کہرام مچا دیا۔ ذات پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی شمع حیات کو گل کرنے کے لئے انہوں نے اپنی جملہ ناپاک مساعی وقف کر دیں اور حضور کو شہید کر دینے کا اعلان کر دیا۔ حضور کی شہادت کا صدمہ جان نثاروں کے لئے قیامت سے کم نہ تھا۔ ان کے حواس باختہ ہوگئے۔ عقل نے سوچنے سے معذوری ظاہر کر دی لیکن آغوش نبوت کے فیض تربیت سے فیض یاب ہونے والوں میں چند ایسی بے مثل و بے عدیل ہستیاں بھی تھیں جنہوں نے یاس و ہراس کے ان اذیت ناک لمحوں میں ایثار و قربانی کی ایسی شمعیں روشن کیں جو آج بھی منزل جاناں کے سرشار راہ نوردوں کے لئے نور بکھیر رہی ہیں اور تاقیامت ضیاء پاشیاں کرتی رہیں گی۔ آپ بھی ان پاکباز اہل ایمان کے چند واقعات کا مطالعہ فرمائیں تاکہ آپ کے دل کی دنیا کے در و بام بھی چمکنے لگیں۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ

مشہور صحابی، خادم بارگاہ رسالت حضرت انس کے چچا ہیں۔ انہیں کے نام پر ان کے اس بھتیجے کا نام انس رکھا گیا۔ یہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اس غیر حاضری کا انہیں بہت دکھ تھا۔ کہا کرتے حق و باطل کے درمیان یہ پہلا معرکہ تھا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے شرکت فرمائی اور میں اس سعادت سے محروم رہا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے پھر ایسا موقع ارزانی فرمایا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ دین حق کو سربلند کرنے کے لئے میں کیا کارنامے انجام دیتا ہوں۔

جب احد کا معرکہ پیش آیا تو یہ اس میں شریک ہوئے۔ اس جنگ میں وہ سانحہ رونما ہوا کہ مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی آپ فرماتے ہیں میں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعْتَذِرُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ "یَعْنِیْ اَصْحَابَهٗ" وَ
اَبْرَءُ اِلَیْكَ مِمَّا فَعَلَ هٰؤُلَاءِ یَعْنِی الْمُشْرِكِیْنَ۔

"الٰہی جو کچھ مسلمانوں سے سرزد ہوا میں اس کے لئے معذرت خواہ ہوں اور جو کچھ مشرکین نے کیا ہے اس سے میں لاتعلقی کا اظہار کرتا ہوں۔"

پھر اچانک میرا گزر ایسی جگہ سے ہوا جہاں چند مہاجر اور انصار مایوسی کے عالم میں بیٹھے تھے میں نے پوچھا اس طرح کیوں بیٹھے ہو۔ انہوں نے بڑی بے بسی سے کہا حضور شہید ہو گئے ہیں اب ہم کیا کریں۔ میں نے ان کو جھڑکتے ہوئے کہا۔ "مَاتَصْنَعُوْنَ بِالْحَيٰوةِ بَعْدَهٗ" کہ حضور کے بعد زندہ رہ کر تم کیا کرو گے۔ قُوْمُوْا وَمُوْتُوْا عَلٰى مَامَاتَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٹھو اور اس مقصد کے لئے جان دے دو جس مقصد کے لئے ہمارے آقا نے جان دی۔

انہیں یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے۔ جبل احد کے پاس سعد بن معاذ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا۔ انس۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ وہ کفار کی صفوں میں گھس گئے وہ بار بار کہتے تھے۔

وَاهًا لِرِيْحِ الْجَنَّةِ وَرَبِّ النَّضْرِ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ

"واہ وا مجھے جنت کی خوشبو آرہی ہے نضر کے پروردگار کی قسم! میں جنت کی مہک جبل احد کی طرف سے محسوس کر رہا ہوں۔"

پھر وہ دشمن سے مصروف پیکار رہے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا۔ ان کے بھتیجے حضرت انس کہتے ہیں کہ تلواروں، نیزوں اور تیروں کی اسی سے زیادہ ضربیں ان کے جسم پر لگی ہوئی تھیں۔

مشرکین نے ان کو زخموں سے چور چور کر کے قتل کرنے پر ہی اکتفانہ کی بلکہ بڑی بے دردی سے ان کی لاش کا مثلہ کیا ان کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ان کی آنکھیں نکال دیں ناک اور کان کاٹ دیئے ان کی لاش پہچانی نہیں جاتی تھی۔ ان کی بہن نے ان کی انگلی کے ایک پورے یا تل کے نشان سے ان کو بمشکل پہچانا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ آیت ان کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ (۱)

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ

"اہل ایمان میں ایسے جوانمرد ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا جو وعدہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔" (الاحزاب: ۲۳)

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۱۷

عباس بن عبادہ، خارجہ بن زید۔ اور اوس بن ارقم رضی اللہ عنہم

شمع اسلام کے یہ پروانے نعرے لگاتے ہوئے اور اپنے مسلمان بھائیوں کو پکارتے ہوئے میدان جہاد میں نکلے حضرت عباس فرما رہے تھے۔

یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اَللّٰہَ وَنَبِیَّکُمْ ھٰذَا الَّذِیْ اَصَابَکُمْ بِمَعْصِیَۃِ نَبِیِّکُمْ فَوَعَدَکُمُ النَّصْرَ مَا صَبَرْتُمْ۔

"اے اہل ایمان! اللہ تعالیٰ اور اپنے نبی کی اطاعت کرو۔ یہ مصیبت جو تمہیں پہنچی ہے اپنے نبی کی نافرمانی کے باعث پہنچی ہے انہوں نے تم سے نصرت کا وعدہ کیا تھا۔ جب تم صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو۔"

پھر انہوں نے اپنا خود اور اپنی زرہ اتاری اور حضرت خارجہ کو کہا، کیا تمہیں ان کی ضرورت ہے انہوں نے کہا نہیں میں بھی اس چیز کا متمنی ہوں جس کے تم امیدوار ہو۔ پس وہ تینوں دشمن کے اندر گھس گئے۔ حضرت عباس کہنے لگے۔

مَا عُذْرُنَا عِنْدَ رَبِّنَا۔ اِنْ اُصِیْبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمِنَّا عَیْنٌ تَطْرِفُ۔

"اگر ہم میں سے کوئی آنکھ جھپک رہی ہو اور پھر حضور کو کوئی تکلیف پہنچے تو ہم اپنے رب کی بارگاہ میں کوئی عذر پیش نہ کر سکیں گے۔"

حضرت خارجہ نے ان کی تصدیق کرتے ہوئے کہا بیشک۔ ہمارے پاس کوئی عذر نہ ہو گا۔ اور کوئی حجت نہیں ہو گی چنانچہ اسلام کے یہ تینوں شیر کفر کے زرہ پوشوں سے ٹکرا گئے۔ سفیان بن عبدشمس نے حضرت عباس کو شہید کر دیا پھر کفار نے حضرت خارجہ کو اپنے نیزوں سے گھائل کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ غش کھا کر گر پڑے صفوان بن امیہ نے آگے بڑھ کر اس عاشق صادق کا سرتن سے جدا کر دیا۔ ان کے بعد سب نے ہلہ بول کر حضرت اوس کو بھی اپنی منزل گہ شہادت پر فائز کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت خارجہ پر نزع کی حالت طاری تھی ان کی آنتیں پیٹ سے باہر نکلی ہوئی تھیں ان کو تیرہ گہرے زخم لگے تھے اور ہر زخم جان لیوا تھا۔ اس حالت میں ان کے پاس سے حضرت مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ انہوں نے حضرت خارجہ کو کہا۔ اب اپنے آپ کو ہلکان کرنے سے کیا فائدہ۔ آپ نے سنا نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کر دیا گیا ہے اس جاں بلب متوالے نے یہ ایمان افروز جواب دے کر اہل محبت کی لاج رکھ لی۔ آپ نے کہا۔

اِنْ كَانَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ قُتِلَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ قَدْ بَلَّغَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَاتِلْ عَنْ دِیْنِكَ ۔

"یعنی اگر ہمارے آقا اور اللہ کے رسول کو شہید کر دیا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ تو زندہ جاوید ہے اسے تو موت نہیں آتی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اللہ کا دین پہنچا دیا اب آؤ اس کے دین پر جہاد کرو ۔"

اسی مالک بن دخشم کی ایک دوسرے نبیل محبت سے آنکھیں چار ہوئیں ۔ زخموں سے چور حضرت سعد بن ربیع خاک و خون میں غلطاں و پیچاں ہیں ۔ انہیں بھی جسم کے مختلف حصوں میں بارہ کاری زخم لگے ہوئے ہیں ۔ ان کا ہر زخم بھی انہیں قتل کرنے کے لئے کافی ہے انہیں اس حالت میں دیکھ کر مالک نے پوچھا اے سعد! تمہیں علم ہے کہ حضور شہید کر دیئے گئے آپ نے نیم وا آنکھیں کھولیں اور قیامت تک آنے والے مدعیان محبت کے سامنے عشق و محبت کی گراں بار ذمہ داریوں کو واشگاف الفاظ میں بیان کر دیا ۔ فرمایا

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَدْ بَلَّغَ رِسَالَةَ رَبِّہٖ فَقَاتِلْ عَنْ دِیْنِكَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ ۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا ہے اب تم اپنے دین کی حفاظت کے لئے جہاد کرو بیشک اللہ تعالیٰ زندہ جاوید ہے ۔ اسے موت نہیں آسکتی ۔" (۱)

مژدہ باد! جانِ عالم بخیریت ہیں

کافی دیر تک مسلمان گومگو کی حالت میں رہے ۔ کفار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کی افواہ کو زور شور سے پھیلا رہے تھے مسلمانوں کی صفوں کا منتشر ہو جانا اور اس جیسے کئی اور قرائن تھے جو اس افواہ کو بظاہر تصدیق کر رہے تھے ۔ اس اثناء میں کئی کمزور دل اور کمزور ایمان میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور مدینہ طیبہ جا پہنچے ۔ جب یہ ٹولی مدینہ میں داخل ہو رہی تھی تو ان کا سامنا مجاہدہ غازیہ ام ایمن سے ہو گیا ۔ اس باغیرت خاتون نے زمین سے خاک اٹھا اٹھا کر ان کے منہ پر پھینکنی شروع کر دی اور اسے کہا حَاكِ الْمِغْزَلَ فَاغْزِلْ بِہٖ وَاَعْطِنِیْ

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۰۵ - ۳۰۶

سَیۡفَکَ" "یہ لو چرخہ جاؤ سوت کاتو۔ مجھے وہ اپنی تلوار میں جا کر دشمن سے جنگ کرتی ہوں۔"
بعض لوگ حیران و ششدر رہتے کہ وہ ان حالات میں کریں تو کیا کریں لیکن بعض شیر دل، لوگوں کا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔ حالت یاس میں بیٹھ جانے والوں سے کہہ رہے تھے۔ اٹھو جس دین کی سربلندی کے لئے ہمارے آقا نے جان دی اس کے پرچم کو اونچا لہرانے کے لئے ہم بھی اپنے سر قربان کر دیں۔ حضور کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔

ان حیات آفریں جملوں نے جذبات میں ایک طوفان برپا کر دیا بکھرے ہوئے مجاہد اپنے طور پر باطل سے ٹکرا کر اسے پاش پاش کرنے لگے۔ یا خود ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر گرنے لگے۔ سعد بن ربیع۔ انس بن نضر۔ خارجہ بن زید۔ اس سرفروش گروہ کے سرخیل تھے۔

ان کے علاوہ مخلص جانبازوں کا ایک گروہ تو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے محبوب نبی سے جدا نہ ہوا تھا۔ کوئی خود ڈھال بن کر جان عالم پر جھکا ہوا ہے۔ کوئی قدموں میں بیٹھ کر اپنے ہادی کے دشمنوں پر تیروں کی موسلادھار بارش کر رہا ہے اور اپنے آقا سے دعائیں لے رہا ہے کوئی دشمن کی صفوں میں گھس کر ان کے رنجے کو توڑ رہا ہے۔ ہر شخص مختلف نوعیت کی کیفیات سے دو چار ہے لیکن سراسیمگی اور ہراس نے سب کا قلبی سکون درہم برہم کر دیا ہے۔

اس اثناء میں کعب بن مالک کی نگاہ وہ چمکتی ہوئی آنکھوں پر پڑتی ہے، جو تجلی مازاغ سے سرگیں ہیں، جو انوار الٰہی کی تجلی گاہ ہیں، جن میں رحمت، ایثار اور ہمدردی کے سمندر سمٹے ہوئے ہیں۔ کعب فوراً پہچان لیتے ہیں۔ کہ یہ تو وہ چشم نیم باز ہے جس کے تیر مژگاں کا میں صید زبوں ہوں۔ جس کی پہلی نظر نے مجھے اپنا متوالا بنا لیا تھا۔ فوراً بلند آواز سے اعلان کرتے ہیں۔ یَا مَعۡشَرَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ اَبۡشِرُوۡا ھٰذَا رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ۔ اے مشتاقانِ جمالِ احمدی! مبارک باد۔ یہ ہیں اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔"

سرکار دو عالم نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور ان کا خود جو زرد رنگ کا تھا اپنے سر اقدس پر پہن لیا اور اپنا خود اتار کر کعب کے سر پر رکھ دیا حضرت کعب کہتے ہیں کہ جب دشمن نے میرے سر پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خود دیکھا تو مجھے ہی رسول اللہ سمجھ لیا اور مجھے اپنے حملوں کا ہدف بنا لیا۔ مجھے بیس سے زیادہ ضربیں لگیں، جو بھی مجھے ضرب لگاتا تھا۔ یہی خیال کر کے لگاتا تھا کہ میں رسول اللہ ہوں۔ لیکن اہل ایمان نے جب میرا اعلان سنا تو پروانوں کی طرح اڑتے چلے آئے جب اپنے آقا کو بخیریت اور صحیح وسالم دیکھا تو ان کی خوشی کی حد نہ رہی انہیں اپنے سارے دکھ اور درد بھول گئے جن مجاہدوں کے جسم زخموں سے چور تھے انہیں یوں محسوس

ہونے لگا جیسے انہیں کوئی خراش تک نہیں آئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو لے کر گھاٹی کی بلندی کی طرف تشریف لے گئے اس وقت حضور کے ہمراہ درج ذیل حضرات تھے۔ ابو بکر صدیق، عمر فاروق اعظم، سیدنا علی مرتضیٰ، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام، حارث بن الصمہ اور مسلمانوں کی ایک اور جماعت۔ (۱)

زخموں پر مرہم پٹی

مرشد انس وجان صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب احد کی گھاٹی میں پہنچے تو کفار کے حملوں سے قدرے سکون ملا۔ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے زخموں کی مرہم پٹی کی طرف توجہ کی جن سے اس وقت بھی خون بہ رہا تھا پہلے اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لائے۔ تاکہ حضور نوش فرمائیں۔ لیکن اس پانی سے ایک قسم کی بو آرہی تھی حضور نے اسے پینا گوارا نہ کیا۔ رخ انور پر جو خون لگا ہوا تھا۔ اس کو صاف کیا گیا اور سر مبارک پر پانی ڈالا گیا۔ محمد بن مسلمہ نے محسوس کیا کہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو پیاس لگی ہوئی ہے پانی کی تلاش میں پہلے ان مسلم خواتین کے پاس آئے۔ جو مشکیں بھر بھر کر اپنے کندھوں پر اٹھا کر زخمیوں کو پانی پلاتی رہی تھیں شائد ان کے پاس حضور کے پینے کے لئے پانی ہو۔ لیکن ان سب کے مشکیزے خالی تھے پھر قناۃ کے نالے پر گئے وہ صاف پانی سے بھرا ہوا بہ رہا تھا۔ وہاں سے برتن بھرا یہ پانی بہت ٹھنڈا اور میٹھا تھا سرکار دوعالم نے اسے نوش فرمایا۔ اور اپنے خادم کے لئے دعا خیر فرمائی۔ (۲)

شیخین امام بخاری اور امام مسلم۔ نیز بیہقی اور طبرانی نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا چہرہ انور جنگ احد میں زخمی ہو گیا تھا۔ سامنے والے چار دانت شہید ہو گئے تھے اور خود کے دو حلقے رخسار گلگوں میں پیوست ہو گئے تھے۔ جب جنگ رکی۔ تو سیدہ نساء العالمین رضی اللہ عنہا جو پہلے مجاہدین کو پانی پلا رہی تھیں تشریف لے آئیں۔ اور حضور کے گلے لپٹ گئیں اور زخم دھونے لگیں سیدنا علی پانی ڈالتے جا رہے تھے اور حضرت سیدہ زخم دھو رہی تھیں خون صاف کر رہی تھیں لیکن خون رکنے میں نہیں آرہا تھا بلکہ تیزی سے بہنے لگا تھا۔ حضرت سیدہ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا اس کو جلایا جب اس کی

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۰۶-۳۰۷

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۱۰

راکھ بن گئی تو اسے زخموں پر چھڑکا وہ راکھ زخموں پر چپک گئی۔ اور خون رسنا بند ہو گیا۔ مرہم پٹی کے بعد نبی کریم اٹھے۔ تاکہ اس وادی کے ٹیلے پر چڑھ کر بلندی سے میدان جنگ کا مشاہدہ فرمائیں جسد اطہر زخمی حالت میں تھا۔ چوٹی کافی اونچی تھی اوپر چڑھنے میں دشواری ہو رہی تھی حضرت طلحہ بن عبید اللہ آگے بڑھے۔ اور اکڑوں ہو کر بیٹھ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک ان کی پیٹھ پر رکھا اور انہیں جنت کی خوشخبری دیتے ہوئے بلندی پر چڑھ گئے فرمایا۔ "اَوْجَبَ طَلْحَۃُ" "طلحہ نے یہ خدمت بجالا کر اپنے آپ کو جنت کا مستحق قرار دے دیا ہے۔"

بارگاہ خداوندی میں دُعا

سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے چند جان نثار صحابہ کی معیت میں جب گھاٹی میں تشریف فرما تھے تو مشرکین کی فوج کا ایک سوار دستہ سامنے والی اونچی چوٹی پر چڑھ آیا اس دستہ میں خالد بن ولید اور کئی دوسرے بہادر شامل تھے۔ حضور نے جب انہیں دیکھا تو اپنے رب قدیر کی بارگاہ بے کس پناہ میں دست دعا پھیلا کر بڑی دردمندی سے التجا کی۔

اَللّٰهُمَّ لَا قُوَّةَ لَنَا اِلَّا بِكَ - وَلَيْسَ اَحَدٌ يَعْبُدُكَ بِهٰذِهِ الْبَلْدَةِ غَيْرُ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ، وَلَا تُهْلِكْهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ لَا يَنْبَغِيْ لَهُمْ اَنْ يَّعْلُوْنَا۔

"اے اللہ! تیرے بغیر ہمارے پاس کوئی قوت نہیں اور ان لوگوں کے بغیر اس شہر میں کوئی اور تیری عبادت نہیں کرتا۔ پس تو انہیں ہلاک نہ کرنا یا اللہ! مشرکین کے اس دستہ کو اوپر چڑھنے کی ہمت نہ دے۔"

مسلمانوں کے تیراندازوں نے جن میں حضرت فاروق اعظم پیش پیش تھے ان پر تیروں کی ایسی بوچھاڑ کی کہ وہ اس بلند جگہ کو خالی کرنے پر مجبور ہو گئے اور مسلمانوں نے آگے بڑھ کر اس چوٹی پر قبضہ کر لیا۔ (۱)

زخموں کی وجہ سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ظہر کی نماز بیٹھ کر پڑھی۔ صحابہ کرام نے بھی حضور کی اقتدا میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔ اس کی وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کرام بھی اس جنگ میں شدید زخمی ہوئے تھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی ان میں سکت نہ تھی۔

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۱۱

کینہ توزی۔ سنگدلی اور کمینگی کی انتہا

ہند زوجہ ابوسفیان اور اس کے ساتھ آنے والی مکہ کی دوسری عورتوں کی آتش انتقام ابھی ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی۔ جب جنگ کی شدت کم ہوئی اور اس کے اختتام کے آثار نظر آنے لگے تو ہند اپنی ان سہیلیوں کو ہمراہ لے کر مسلمان شہداء کی نعشوں پر گئی۔ اور ان کا بڑی بے دردی سے مثلہ کیا۔ ان کی ناک اور کان کاٹ لئے ان کی آنکھیں نکال لیں سید الشہداء اسد اللہ واسد رسولہ حضرت حمزہ کے بارے میں تو ان کے بغض وعناد نے انہیں مجبور کر دیا کہ ان کا شکم چاک کریں۔ ان کا دل اور جگر نکالیں۔ اسے ٹکڑے ٹکڑے کریں اور انہیں کچا چبالیں انہوں نے فی الواقعہ آپ کے جگر کو کچا چبانے کی مذموم کوشش بھی کی۔ لیکن اندر نگل نہ سکیں اور انہیں لاچار ہو کر باہر تھوکنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ کے جن مقبول بندوں کے انہوں نے ناک اور کان کاٹے تھے انہیں زمین میں دفن نہیں کیا۔ انہیں کہیں پھینک نہیں دیا بلکہ ان کے ہار پروئے، ان کے گجرے بنائے۔ ان کے بازو بند اور چوڑیاں پروئیں پھر انہیں گلوں میں ہاروں کی طرح پہنا۔ بازوؤں پر باندھا۔ اور کلائیوں کو ان کے کنگنوں سے آراستہ کیا۔ یہ سب کچھ اس ہندہ نے کیا اور کرایا جس کو ابھی چند لمحے پیشتر حضرت ابو دجانہ نے اپنی تلوار کی زد میں لاکر معاف کر دیا تھا۔ کہ مبادا سرور عالم کی تلوار ایک عورت کے خون سے رنگین ہو۔ کفر، انسان کو جوہر انسانیت سے محروم کر دیتا ہے اس کی سوچ کو عقیم بنا دیتا ہے۔

لشکر کفار کی مکہ واپسی سے پہلے نعرہ بازی

جب جنگ بند ہو گئی اور دونوں لشکر الگ الگ ہو گئے تو ابوسفیان اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں آیا جہاں فرزندان اسلام اکٹھے تھے اور بلند آواز سے پکارا اَفِی الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ (فِدَاهُ اُمِّی وَاَبِی) "کیا تم میں محمد ہیں؟" یہ سوال اس نے تین بار دہرایا نبی کریم نے جواب دینے سے منع فرما دیا دوسرا سوال اس نے یہ پوچھا۔ اَفِیکُمْ اِبْنُ اَبِی قُحَافَۃَ "کیا تم میں ابو قحافہ کے بیٹے ابو بکر ہیں۔" حضور نے اس کا جواب دینے سے بھی روک دیا تیسرا سوال اس نے یہ پوچھا۔ "اَفِی الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ" "کیا قوم میں خطاب کے بیٹے عمر موجود ہیں۔" اس کا جواب دینے کی اجازت بھی نہ ملی۔ ابوسفیان کے صرف ان حضرات کے بارے میں سوال کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کے نزدیک بھی اسلام کی ترقی اور ملت اسلامیہ کی بقا کا

تعلق ان تین حضرات کی بقا سے وابستہ تھا۔ جب ان تینوں سوالات کے جواب میں خاموشی اختیار کی گئی تو ابوسفیان خوشی خوشی اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنے لشکریوں کے پاس گیا اور انہیں جا کر یہ خوشخبری سنائی کہ یہ تینوں قتل ہو گئے ہیں۔ اس کی یہ بات سن کر حضرت فاروق کو یارائے ضبط نہ رہا۔ عرض کی "یَارَسُوْلَ اللہِ! اَلَا اُجِیْبُہٗ" یا رسول اللہ! کیا میں اس کا جواب نہ دوں۔ " قَالَ بَلٰی " فرمایا بیشک دو۔ " حضرت عمر گرج کر بولے۔ اے اللہ کے دشمن! تم جھوٹ بک رہے ہو۔ تجھے ذلیل و رسوا کرنے کے لئے ہم تینوں کو اللہ تعالیٰ زندہ رکھے ہوئے ہے۔

ابوسفیان نے اپنی خفت مٹاتے ہوئے نعرہ لگایا۔ "اُعْلُ ھُبَلُ وَاَظْھِرْ دِیْنَکَ" "اے ہبل تیری شان اونچی ہو۔ اپنے دین کو غالب کر۔ " رحمت عالم نے حضرت عمر کو فرمایا نعرہ کا جواب نعرہ سے دو آپ اٹھے اور نعرہ لگایا۔ "اَللہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ" "اللہ سب سے اعلیٰ اور بزرگ ہے۔"

ابوسفیان پھر چیخا۔ "اُعْلُ ھُبَلُ وَاَظْھِرْ دِیْنَکَ" "پھر کہنے لگا یہ دن بدر کے دن کے بدلے میں ہے۔ "

فَقَالَ اَبُوْسُفْیَانَ یَوْمٌ بِیَوْمِ بَدْرٍ اَلَا اِنَّ الْاَیَّامَ دُوَلٌ وَاِنَّ الْحَرْبَ سِجَالٌ۔ فَیَوْمٌ عَلَیْنَا وَیَوْمٌ لَنَا۔ وَیَوْمٌ نُسَاءُ وَیَوْمٌ نُسَرُّ وَحَنْظَلَۃُ بِحَنْظَلَۃَ وَفُلَانٌ بِفُلَانٍ

" یہ دن بدر کے دن کے بدلہ میں ہے۔ ایام پھرتے رہتے ہیں اور جنگ کنوئیں کے ڈول کی طرح کبھی اوپر کبھی نیچے کسی روز ہمیں شکست ہوتی ہے اور کسی روز ہم فتح حاصل کرتے ہیں کسی روز ہمیں دکھ پہنچایا جاتا ہے اور کبھی ہمیں خوشی حاصل ہوتی ہے۔ حنظلہ کے بدلہ میں حنظلہ (ابوسفیان کے ایک بیٹے کا نام ہے جو بدر میں مارا گیا تھا) فلاں کے بدلے میں فلاں۔ معاملہ برابر۔ "

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر کو فرمایا کہ معاملہ برابر نہیں۔ ہمارے مقتول جنت میں اور تمہارے جہنم کا ایندھن برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔

پھر ابوسفیان نے کہا۔ " لَنَا عُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ " "ہمارے پاس عزی جیسا خدا ہے تمہارے پاس کوئی عزی نہیں۔ "

حضور کے حکم سے حضرت عمر نے جواب دیا۔ اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلیٰ لَکُمْ "اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔"

ابو سفیان نے اس نوک جھونک کے بعد حضرت عمر کو کہا کہ ذرا آیئے! میری ایک بات سنیئے حضور نے فرمایا عمر، جاؤ سنو کیا کہتا ہے۔ اس نے پوچھا۔ اَقَتَلْنَا مُحَمَّدًا "کیا ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے۔"

آپ نے فرمایا بخدا ہر گز نہیں۔ حضور اب بھی تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ ابن قمیئہ نے تو ہمیں بتایا ہے کہ اس نے آپ کو قتل کر دیا ہے لیکن میرے نزدیک آپ لوگ اس سے سچے ہیں اور حق گو ہیں۔

آخر میں ابو سفیان نے کہا کہ تم ہم پر خشمناک ہو کہ ہم نے تمہارے مقتولوں کا مثلہ کیا ہے۔ بخدا نہ میں اس حرکت پر خوش ہوں اور نہ میں نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا ہے اور نہ حکم دیا ہے۔ آئندہ ہمارا تمہارا مقابلہ پورے ایک سال بعد بدر الصغریٰ کے مقام پر ہو گا۔ جو ینبع کے قریب ایک گاؤں ہے جہاں نخلستان اور کھیت بہت سر سبز و شاداب ہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہمیں تمہارا یہ چیلنج منظور ہے۔ (۱)

مدینہ منورہ پر کفار کی یلغار کا امکان اور اس کا سدِ باب

ابو سفیان نے واپس آکر اپنے لشکر کو کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خدشہ ہوا کہ کہیں ابو سفیان مدینہ پر چڑھائی نہ کر دے اس طرح بچوں اور خواتین کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ چنانچہ حضور نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو لشکر کفار کی نقل و حرکت کی نگرانی کا حکم دیا۔ (۲)

فرمایا اگر وہ اونٹوں پر سوار ہوئے اور گھوڑوں کو کوتل میں لے کر چلے تو اس سے معلوم ہو گا کہ وہ واپس مکہ جا رہے ہیں اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اونٹوں کو یونہی ساتھ لے لیا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ وَاِنْ سَارُوْا اِلَیْہَا لَاَسِیْرَنَّ اِلَیْہِمْ ثُمَّ

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۲۴-۳۲۵

۲۔ ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۶۷

لَاُنَاجِزَنَّهُمْ

"اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ اگر انہوں نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی تو میں فوراً ان کے تعاقب میں جاؤں گا اور انہیں جنگ کا چیلنج دوں گا۔"

سیدنا علی مرتضیٰ وادی عقیق تک ان کی نقل و حرکت دیکھنے کے بعد واپس آئے اور آکر عرض کی۔ کہ وہ اونٹوں پر سوار ہوئے ہیں اور گھوڑوں کو کوتل میں لے کر جا رہے ہیں ان میں سے چند سرپھروں نے یہ مشورہ دیا تھا کہ مدینہ خالی ہے اسے لوٹتے چلیں۔ لیکن صفوان بن امیہ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اس نے کہا کہ اپنی بنی بنائی بات کیوں بگاڑتے ہو چپ کر کے نکل جاؤ اس کو غنیمت جانو۔

ابو سفیان، جب مکہ واپس پہنچا تو گھر جانے سے پہلے ہبل کی استھان پر گیا اور بڑے نیاز مندانہ لہجہ میں کہا

اَنْعَمْتَ وَنَصَرْتَنِيْ وَ شَفَيْتَ نَفْسِيْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِهٖ وَ حَلَقَ رَاْسَهٗ

"اے ہبل تو نے ہم پر بڑا انعام کیا۔ میری مدد کی۔ اور میرے دل میں انتقام کا جو روگ تھا اسے شفا بخشی پھر اس نے اظہار عقیدت کے لئے اپنا سر منڈوا دیا۔ (۱)

شہیدانِ حُسنِ ازل کی خبر گیری

جب لشکر کفار میدان احد سے کوچ کر گیا۔ تو اب مسلمان اپنے شہداء کی خبر گیری کے لئے ان کی تلاش میں نکلے۔ جس شہید کی نعش ملی وہ مثلہ شدہ تھی۔ اس کی ناک اور کان کٹے ہوئے تھے۔ حلیہ بگڑا ہوا تھا۔ البتہ حنظلہ کی لاش صحیح و سلامت تھی۔ شائد اس لئے کہ ان کا باپ ابو عامر فاسق تھا۔ جو لشکر کفار میں مسلمانوں سے لڑنے کے لئے یثرب سے چل کر آیا تھا۔

حاکم اور بیہقی، حضرت زید بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کون سعد بن ربیع کی خبر لے آئے گو وہ زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں کیونکہ میں نے دیکھا کہ بیک وقت بارہ نیزے ان میں گھونپے جا رہے تھے محمد بن مسلمہ یا ابی

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۲۶

بن کعب نے کہا میں حاضر ہوں۔ محمد بن مسلمہ کہتے ہیں کہ میں ان کی تلاش میں پھر تار ہا آخر میں نے انہیں ڈھونڈ لیا۔ وہ نزع کی کیفیت میں تھے۔ ان کے جسم پر نیزوں تلواروں اور تیروں کے ستر سے زیادہ زخم تھے میں نے انہیں حضور کا سلام پہنچایا نیز پوچھا کیا حال ہے؟ کہا آخری سانس لے رہا ہوں میری طرف سے میرے آقا کی خدمت میں ہدیہ سلام پیش کرنا پھر کہنا سعد عرض کرتا تھا۔

جَزَاكَ اللهُ عَنَّا خَيْرَ مَاجَزٰى نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهٖ

"اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزا دے جو جزا اس نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دی ہے۔"

نیز یہ بھی عرض کرنا۔ کہ احد کے دامن سے میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ اپنے جان جاناں کو پیغامات نیاز و محبت پیش کرنے کے بعد اپنے بھائی محمد بن مسلمہ کے ذریعہ ایک اہم پیغام اپنی قوم کی طرف بھیجتے ہیں۔ فرمایا

اَبْلِغْ قَوْمَكَ عَنِّي السَّلَامَ وَقُلْ لَهُمْ اِنَّ سَعْدَ بْنَ رَبِيْعٍ يَقُوْلُ لَكُمْ اِنَّهٗ لَا عُذْرَ لَكُمْ عِنْدَ اللهِ اِنْ يُّخْلَصْ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْكُمْ عَيْنٌ تَطْرِفُ

"اپنی قوم کو میری طرف سے سلام پہنچانا پھر انہیں کہنا کہ سعد بن ربیع تمہیں یہ کہتا تھا کہ اگر کوئی دشمن سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم تک رسائی حاصل کرلے اور تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہو آنکھیں جھپک رہا ہو تو تم اللہ تعالیٰ کی جناب میں کوئی عذر پیش نہیں کر سکو گے۔"

یہ الفاظ کہنے کے بعد انہوں نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔

چہ خوش رسمے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را (۱)

سید الشہداء حضرت حمزہ کی لاش پاک کی تلاش

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار پوچھتے۔ "مَافَعَلَ عَمِّيْ"۔ میرے چچا نے کیا کیا۔ یعنی ان کی کوئی خبر بتاؤ۔ حارث بن الصمہ ان کی تلاش میں نکلے دیر تک ڈھونڈتے رہے۔ کوئی سراغ

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۲۶۔ ۳۲۷

نہ ملا۔ پھر سیدنا علی مرتضیٰ تلاش کے لئے تشریف لے گئے تلاش بسیار کے بعد وادی کے وسط میں آپ کا جسد اطہر خون میں نمایا ہوا دیکھا۔ واپس آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں اطلاع دی۔ حضور خود تشریف لے گئے سرفروشی اور جانبازی کی اقلیم کا سلطان، جس تخت خاک پر جلوہ فرما تھا وہاں پہنچے۔ تو عاشق صادق کی قابل رشک حالت دیکھ کر حضور دم بخود کھڑے ہو گئے پیٹ چاک ہے۔ وہ دل جو اللہ اور اس کے محبوب رسول کی محبت کی جلوہ گاہ تھا کاٹ کر نکال لیا گیا ہے اور اسے پرزہ پرزہ کر دیا گیا ہے روئے تاباں کی ساری آرائش ناک، آنکھیں کان سب توڑ پھوڑ دی گئی ہیں اتنا غم انگیز منظر حضور پرنور نے کبھی نہ دیکھا تھا چشمان مبارک سے آنسوؤں کے گوہر ہائے تابدار ٹپ ٹپ گرنے لگے جب لشکر اسلام میں بھگدڑ مچی تو حضور نے پوچھا حمزہ کہاں ہیں۔ ایک شخص نے عرض کی اس وقت میں نے انھیں ان چٹانوں کے پاس دیکھا وہ کہہ رہے تھے۔

انا اسد اللہ واسد رسولہ۔ اللّٰھم ابرا الیک مما جاء بہ ھؤلاء۔ یعنی اباسفیان واصحابہ۔ واعتذر الیک مما صنع ھؤلاء بانھزامھم۔

"میں اللہ کا شیر ہوں اس کے رسول کا شیر ہوں۔ اے اللہ! میں ان کفار کی کارستانیوں سے برأت کا اظہار کرتا ہوں اور ان مسلمانوں نے جو راہ فرار اختیار کی ہے اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔"

حضور ان چٹانوں کے پاس پہنچے وہاں آپ کی مثلہ شدہ لاش دیکھ کر آنکھیں اشکبار ہو گئیں یہاں تک کہ ہچکی بندھ گئی پھر آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

رحمۃ اللہ علیک فانک کنت کما علمتک فعولا للخیرات وصولا للرحم ولولا ان تحزن صفیۃ (اوّ نساءنا) لترکتک حتّی یحشر من بطون السباع وحواصل الطیر۔

"آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں۔ آپ جس طرح کہ میں جانتا تھا بھلائیاں کرنے والے تھے صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ اور اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ آپ کی بہن یا ہمارے خاندان کی عورتیں غمزدہ ہوں گی تو میں ان کی لاش کو یوں ہی چھوڑ دیتا تاکہ قیامت کے دن ان کا حشر درندوں کے شکموں اور پرندوں کی پوٹوں سے ہوتا۔"

پھر فرمایا مبارکباد۔ ابھی جبرئیل آئے ہیں انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ ساتوں آسمانوں میں یہ شہید راہ حق کے نام سے مشہور ہے۔

حَمْزَةُ بْنُ عَبْدُالْمُطَّلِبِ اَسَدُ اللهِ وَاَسَدُ رَسُوْلِهٖ

"یعنی حمزہ بن عبدالمطلب اللہ کا شیر ہے اور اس کے رسول کا شیر ہے۔"

پھر فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین پر غلبہ دیا تو میں ان میں سے ستر مقتولوں کا اس سے بھی بدتر مثلہ کروں گا۔ فوراً جبرائیل امین بارگاہ رب العزت سے یہ پیغام لے کر نازل ہوئے۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ۔

"اور اگر تم انہیں سزا دینا چاہو تو انہیں سزا دو لیکن اس قدر جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر تم ان کی ستم رانیوں پر صبر کرو تو یہ صبر ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔" (سورۃ النحل ۱۲۶)

چنانچہ حضور نے صبر کو اختیار فرمایا اور کسی لاش کو مثلہ کرنے سے اپنے سارے امتیوں کو روک دیا۔

حضرت صفیہ خواہر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہم

حضرت صفیہ آپ کی سگی بہن تھیں جب انہیں آپ کی شہادت کی خبر ملی تو بھائی کی نعش دیکھنے کے لئے میدان جنگ میں پہنچیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں دور سے آتے دیکھا تو پہچان لیا۔ حضور نے حضرت زبیر بن عوام کو حکم دیا کہ اٹھو اور اپنی ماں کو آگے آنے سے منع کر دو ایسا نہ ہو کہ اپنے بھائی کی پھٹی کی نعش دیکھ کر وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھیں۔ زبیر اس تعمیل ارشاد کے لئے دوڑتے ہوئے گئے۔ وہاں پہنچنے سے پہلے اپنی والدہ کو جالیا اور انہیں آگے جانے سے روکنا چاہا تو ماں نے بیٹے کے سینے پر گھونسہ دے مارا اور گرج کر کہا ہٹ جاؤ میرے سامنے سے۔ انہوں نے ادب سے گزارش کی امی جان! حضور نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ واپس چلی جائیں وہ بولیں مجھے علم ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کیا گیا ہے لیکن یہ سب کچھ راہ خدا میں ہوا ہے لَاَصْبِرَنَّ وَاَحْتَسِبَنَّ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ" میں اس مصیبت پر صبر کروں گی اور اس کے ثواب کی امید رکھوں گی انشاء اللہ۔"

حضرت زبیر نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کا جواب پیش کیا حضور نے فرمایا انہیں کچھ نہ کہو انہیں جانے دو۔ صبر و استقامت کی پیکر یہ خاتون آئیں ان کی پارہ پارہ شدہ نعش کو

دیکھاانااللہ پڑھا۔ اوران کے لئے مغفرت کی دعائیں مانگیں۔

حضرت صفیہ کا یہ بے مثل صبر دیکھ کر حضور کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ان کے دماغ پر اثر نہ پڑ جائے اس لئے اپنا دست مبارک ان کے سینہ پر رکھا چنانچہ آنسو ٹپکنے لگے اور غم کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔

حضرت صفیہ کفن کے لئے دو چادریں لے آئی تھیں۔ ایک میں آپ کو کفن دیا گیا اور دوسری میں ایک انصاری شہید کو کفنایا گیا جن کی لاش مبارک کے ساتھ کفار نے اسی بے دردی کا برتاؤ کیا تھا جیسے حضرت حمزہ کے ساتھ اور ان کی لاش آپ کے قریب پڑی تھی۔ حضور کو یہ گوارانہ ہوا کہ حضرت حمزہ کو دو چادروں میں کفن دیا جائے اور ایک دوسرا شہید راہ حق بے گور و کفن رہے۔

جس چادر میں آپ کو کفن دیا گیا وہ چھوٹی تھی سر پر ڈال دی جاتی تو پاؤں ننگے ہو جاتے اگر پاؤں پر ڈالی جاتی تو سر ننگا ہو جاتا چنانچہ سر ڈھانپ دیا گیا اور مبارک قدموں پر اذخر گھاس ڈال دی گئی۔

شہداء احد کی تدفین

شہداء کرام کے جسموں پر جو اسلحہ اور زرہیں وغیرہ تھیں وہ اتار لی گئیں پھر خون آلود جسم خون میں تر بتر کپڑوں میں یونہی دفن کر دیئے گئے۔ بعض قبروں میں دو دو تین تین شہیدوں کو ایک ساتھ دفن کیا گیا جس شہید کو قرآن کی زیادہ سورتیں یاد تھیں اس کو سب سے آگے رکھا جاتا اور دوسروں کو ترتیب وار بسا اوقات ایک کفن میں دو شہیدوں کو کفنایا گیا (۱)

بعض شہداء کے وارثوں نے ان کی میتوں کو مدینہ طیبہ میں لا کر دفن کرنا چاہا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا کہ انہیں وہاں دفن کیا جائے جہاں انہوں نے جام شہادت نوش کیا ہے۔

احد سے واپسی کے وقت دعائے نبوت

امام احمد، امام نسائی اور حاکم نے اپنی اپنی کتب میں یہ روایت نقل کی ہے اور امام ذہبی اور محمد بن عمر والاسلمی نے اس کی توثیق کی ہے۔

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۳۰

رفاعہ بن رافع الزرقی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے شہید صحابہ کو دفن کرنے سے فارغ ہوئے تو اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور مسلمان حضور کے ارد گرد حلقہ بنائے ہوئے نکلے ان میں سے اکثریت زخمی تھی۔ حضور کے ساتھ چودہ خواتین بھی تھیں۔ جب یہ قافلہ دامن کوہ احد پر پہنچا تو رحمت عالم نے حکم دیا کہ سب صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی حمد و ثنا کروں۔

چنانچہ سارے مرد حضور کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے مردوں کے پیچھے خواتین کھڑی ہو گئیں اور حضور نے اپنے پروردگار کی یوں حمد و ثنا کی۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ — "اے اللہ! ساری تعریفیں تیرے لئے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَ — اے اللہ! جس کو تو کشادہ کر دے اس کو کوئی قبض کرنے والا نہیں۔

وَلَا بَاسِطَ لِمَا قَبَضْتَ — اور جس کو تو تنگ کر دے اسے کشادہ کرنے والا کوئی نہیں۔

وَلَا هَادِيَ لِمَنْ اَضْلَلْتَ — جسے تو گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَيْتَ — اور جسے تو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔

وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ — جسے تو روک لے وہ کوئی دے نہیں سکتا۔

وَلَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ — اور جو تو عطا فرمائے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَ — جسے تو دور کر دے اسے کوئی قریب کرنے والا نہیں۔

وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ — اور جسے تو قریب کر دے اسے کوئی دور کرنے والا نہیں۔

اَللّٰهُمَّ ابْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ — یا اللہ! اپنی رحمتیں، اپنی برکتیں اپنا فضل اور اپنا رزق ہم پر کشادہ فرما دے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ النَّعِيْمَ الْمُقِيْمَ لَا يَحُوْلُ وَلَا يَزُوْلُ — اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں ایسی نعمت کا جو ہمیشہ رہنے والی ہو۔ اور جو پھرے نہیں اور زائل نہ ہو۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ النَّعِيْمَ يَوْمَ الْعَيْلَةِ	اے اللہ! ہم تیری نعمت کا سوال کرتے ہیں فقر کے دن۔
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْاَمْنَ يَوْمَ الْخَوْفِ الْغِنَاءَ يَوْمَ الْفَاقَةِ	اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں امن کا خوف کے دن اور غنا کا فاقہ کے دن۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَائِذٌ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اَعْطَيْتَنَا وَمِنْ شَرِّ مَا مَنَعْتَنَا	اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں اس چیز کے شر سے جو تونے ہمیں عطا کی ہے اور اس چیز کے شر سے جو تونے ہم سے روک لی ہے۔
اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا	اے اللہ ایمان کو ہمارے نزدیک محبوب بنادے اور اس کو ہمارے دلوں میں مزین کر دے۔
وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ	اور کفر، فسوق اور نافرمانی کو ہمارے لئے مکروہ بنا دے۔
وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ	اور ہم کو ہدایت یافتہ لوگوں سے کر دے۔
اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ	اے اللہ! ہمیں موت دے جبکہ ہم مسلمان ہوں۔
وَاَحْيِنَا مُسْلِمِيْنَ	اور ہمیں زندہ رکھ مسلمان بنا کر۔
وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ	اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے رسوا کئے بغیر اور فتنہ میں مبتلا کئے بغیر۔
اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ	اے اللہ! ان کافروں کے ساتھ جنگ کر۔ جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے راستے سے روکتے ہیں۔
وَاجْعَلْ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ	اور ان پر اپنا غضب اور عذاب بھیج۔
اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ	اے اللہ ان کافروں سے قتال کر جنہیں کتاب دی گئی۔
اِلٰهَ الْحَقِّ اٰمِيْنَ	اے سچے خدا ہماری اس دعا کو قبول فرما۔" (۱)

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۳۳۔ الامتاع، جلد ۱، صفحہ ۱۴۰

فیضانِ نگاہِ نبوت کا دوسرا تابناک گوشہ

رنج وغم۔ درد والم کے طوفانوں میں عزیمت واستقامت کے روح پرور مناظر

میدان احد میں چند حضرات کی غلطی کی وجہ سے جنگ کا سارا نقشہ بدل گیا ہے۔ وہ مسلمان، جو تند موجوں کی طرح کفار کو خس وخاشاک کی مانند بہا کر لے جا رہے تھے۔ اب خود اہل مکہ کی تلواروں سے گاجر مولی کی طرح کٹ کٹ کر گر رہے ہیں۔ کشتوں کے پشتے لگ رہے ہیں۔ گھروں کے گھر موت کے عفریت نے نگل لئے ہیں۔ کمینہ فطرت دشمن نے ان شہداء کی لاشوں کی ایسی قطع وبرید کی ہے کہ خود اہل خانہ کے لئے ان کی پہچان مشکل ہو گئی ہے۔ اس غیر متوقع افتاد کے باوجود مدینہ طیبہ کے اسلامی معاشرہ میں اسلام سے بیزاری یا مایوسی کی کوئی لہر نہیں اٹھی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک حبیب اور اس کے دین حنیف سے ان کی قلبی عقیدت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ راہ حق میں جان سپاری سرفروشی کے جذبات میں تلاطم رونما ہو گیا ہے۔ کسی دین، کسی نظریہ حیات سے لوگوں کی دل بستگی کا اندازہ لگانا ہو تو ان تاثرات اور اس ردعمل کا جائزہ لیجئے جو رنج ومحن کے لمحات میں بے ساختہ لوگوں کی زبان پر آجاتے ہیں اس سلسلہ کی چند روح پرور ایمان افروز جھلکیاں مطالعہ کے لئے پیش خدمت ہیں۔

لشکر اسلام اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں میدان احد سے مدینہ طیبہ لوٹ رہا ہے۔ ستر سے زیادہ اسلام کے ان سپوتوں کو سپرد خاک کر کے، جن کے حسن و جمال۔ شجاعت وعزیمت، خلوص ولِلّٰہیت کی جزیرہ عرب میں کوئی مثال ہی پیش نہیں کی جا سکتی تھی اور جو مجاہد بچ گئے ہیں ان کے جسم بھی گہرے زخموں سے چور چور ہیں ان کی واپسی پر مدینہ طیبہ کی خواتین، بوڑھوں، بچوں نے اپنے جن تاثرات کا اظہار کیا وہ تعلیمات احمدی کی اعجاز آفرینیوں کی ایسی دلکش مثالیں ہیں جن کی نظیر انسانیت کی ساری تاریخ میں جستجوئے بسیار کے باوجود نایاب ہے۔

لشکر اسلام کی سب سے پہلے راستہ میں ایک مسلم خاتون سے ملاقات ہوتی ہے جن کا نام حمنہ بنت جحش ہے۔ مرشد کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں یاد فرماتے ہیں۔ یَا حَمْنَا اِحْتَسِبِیْ "اے حمنہ! اپنی مصیبت کا اجر اپنے رب سے طلب کرو۔" وہ پریشان ہو کر پوچھتی ہے۔ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! "کس کی موت پر صبر کا اجر اپنے رب سے طلب

کروں۔" فرمایا۔ خَالُكِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ "تیرے ماموں حمزہ بن عبدالمطلب شہید ہو چکے ہیں۔"

یہ اندوہناک خبر سن کر اس خاتون نے پڑھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَ هَنِيْئًا لَّهُ الشَّهَادَةُ اللہ تعالیٰ انہیں بخشے اور یہ شہادت انہیں خوشگوار ہو۔"

حضور نے دوبارہ فرمایا۔ "اِحْتَسِبِيْ" "اپنی مصیبت کا اجر اپنے اللہ کے پاس طلب کرو۔" "قَالَتْ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" "کس کی موت پر صبر کا اجر اپنے رب سے طلب کروں۔"

فرمایا۔ اَخُوْكِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَحْشٍ "تمہارا بھائی عبداللہ بن جحش شہید ہو چکے ہیں۔" اس خاتون نے کہا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ هَنِيْئًا لَّهُ الشَّهَادَةُ

تیسری مرتبہ حضور نے فرمایا "اِحْتَسِبِيْ" حمنہ اپنی مصیبت کا اجر اپنے رب سے طلب کرو۔ قَالَتْ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کس کی موت پر صبر کا اجر اپنے رب سے طلب کروں فرمایا۔ زَوْجُكِ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ "تیرے خاوند مصعب بن عمیر شہید ہو چکے ہیں۔ فَقَالَتْ وَاحُزْنَاهُ وَصَاحَتْ وَدَوَلَتْ کہنے لگی صد افسوس! پھر ان کی چیخ نکل گئی اور حضور نے مصعب کی شہادت پر اس خاتون کا یہ کہنا سن کر فرمایا۔ اِنَّ زَوْجَ الْمَرْاَةِ مِنْهَا لَبِمَكَانٍ عورت کے دل میں اس کے شوہر کا ایک خاص مقام ہوتا ہے۔ پھر حضور نے پوچھا تم نے ایسا کیوں کہا ہے عرض کرنے لگی يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَكَرْتُ يُتْمَ بَنِيْهِ فَرَاعَنِيْ مجھے ان کے بیٹوں کا یتیم ہونا یاد آیا تو میں خوفزدہ ہو گئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت حمنہ کے لئے اور ان کے بچوں کے لئے دعا مانگی کہ ان پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل و احسان فرمائے۔ (۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اپنے لشکر کے آگے بڑھے یہ موکب بنی عبدالاشہل کی بستی تک پہنچا اس قبیلہ کے بہت سے بہادر شہید ہوئے تھے لوگ اپنے اپنے شہیدوں پر رو رہے تھے سرکار دوعالم کی چشمان مبارک سے آنسو بہنے لگے۔ پھر فرمایا لٰكِنْ حَمْزَةُ لَا بَوَاكِيَ لَهٗ لیکن میرے چچا حمزہ پر کوئی دو آنسو بہانے والا بھی نہیں اس قبیلہ کی مستورات کو حضور کی آمد کا علم ہوا تو سلام عرض کرنے کے لئے ساری باہر نکل آئیں حضور کو بخیر و عافیت دیکھ کر انہیں اپنے سارے دکھ بھول گئے اور بیساختہ حضرت ام عامر اشہلیہ کی زبان سے نکلا۔ كُلُّ مُصِيْبَةٍ

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۳۴

بَعْدَكَ جَلَلٌ   حضور سلامت ہیں تو پھر ہر مصیبت ہیچ ہے۔ (۱)

حضور کے صحابہ کا یہ قافلہ بنی دینار قبیلہ کی اس خاتون کے پاس سے گزرا جس کا احد کی لڑائی میں باپ، خاوند اور بھائی تینوں نے جام شہادت نوش کیا تھا۔ جب اس اللہ کی بندی کو ان کی شہادت کے بارے میں بتایا گیا تو اس نے کہا انہیں رہنے دو۔ مجھے بتاؤ کہ میرے آقا اور میرے سرور کا کیا حال ہے۔ اس کو بتایا گیا خَيْرًا يَا اُمَّ فُلَانٍ۔ هُوَ بِحَمْدِ اللّٰهِ كَمَا تُحِبِّيْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حضور بالکل بخیر و عافیت ہیں۔ کہنے لگی مجھے دکھاؤ میرے آقا کہاں ہیں تاکہ میں روئے زیبا دیکھ کر تسلی کر لوں۔ اشارہ کر کے بتایا گیا۔ کہ دیکھو حضور وہ کھڑے ہیں۔ حضور کو بخیریت دیکھ کر اس مومنہ صادقہ کی زبان سے نکلا۔ كُلُّ مُصِيْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ حضور سلامت ہیں تو پھر ہر مصیبت ہیچ ہے۔ (۲)

حضرت انس سے مروی ہے کہ مدینہ طیبہ میں حضور کی شہادت کی افواہ پھیل گئی تلاش حقیقت کے لئے انصار کی ایک خاتون کمر باندھ کر مدینہ طیبہ سے نکلی۔ راستہ میں اس کی ملاقات اپنے باپ، اپنے خاوند اپنے بھائی اور اپنے بیٹے سے ہوئی لیکن اس نے کسی کی طرف توجہ نہ کی جب چاروں کے پاس سے گزر گئی تو لوگوں نے اسے متوجہ کرنے کے لئے کہا کہ یہ تیرا باپ ہے یہ تیرا خاوند ہے یہ تیرا بیٹا ہے یہ تیرا بھائی ہے۔ اس نے ادھر ذرا التفات نہ کیا کہتی رہی۔ انہیں رہنے دو۔ مجھے یہ بتاؤ میرے آقا کا کیا حال ہے بتایا گیا حضور وہ سامنے تشریف فرما ہیں۔ جب حضور کے پاس پہنچی تو اس نے حضور کے کپڑے کا دامن پکڑ لیا اور عرض کرنے لگی۔

بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اُبَالِيْ اِذَا سَلِمْتَ مَنْ عَطِبَ

"اے اللہ کے پیارے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ جب آپ سلامت ہیں تو مجھے ذرا پروا نہیں کہ کون مرا گیا۔" (۳)

ابن ابی حاتم، عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں حضور کی خیریت کی خبر پہنچنے میں تاخیر ہوئی تو مدینہ کی خواتین حضور کی خیریت دریافت کرنے کے لئے مدینہ سے باہر نکل آئیں سامنے سے ایک اونٹ آ رہا تھا جس پر دو شہیدوں کی لاشیں تھیں۔ انصار کی ایک خاتون نے پوچھا کہ دو لاشیں کن کی ہیں انہیں بتایا گیا فلاں فلاں کی ہیں ان دونوں میں سے ایک اس کا خاوند

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۳۴

۲۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۳۵

۳۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۳۵

تھااور لیک اس کا بیٹا۔ اس نے کہا انہیں چھوڑو مجھے یہ بتاؤ میرے آقا کا کیا حال ہے بتایا گیا کہ حضور بخیریت ہیں۔ کہنے لگی۔ لَا اُبَالِیْ۔ یَتَّخِذُ اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہٖ شُہَدَاءَ "مجھے کسی کی پروا نہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بعض کو شہادت کے مرتبہ پر فائز فرمایا کرتا ہے۔"

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ

"اور یہ اس لئے کہ دیکھ لے اللہ تعالیٰ ان کو جو ایمان لائے اور بنالے تم میں سے کچھ شہید۔" (آل عمران: ۱۴۰)

سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے گھوڑے پر سوار ہیں حضرت سعد بن معاذ لگام پکڑے ہوئے ہیں۔ اسی اثناء میں حبشہ بنت رافع حضرت سعد کی ماں، حاضر خدمت ہوتی ہیں۔ سعد عرض کرتے ہیں میرے آقا یہ میری ماں ہے فرمایا مرحبا خوش آمدید۔ وہ قریب آگئیں اور حضور کو بڑے غور سے دیکھنے لگیں پھر عرض پیرا ہوئیں۔ حضور کی زیارت کے بعد ہر مصیبت ہیچ نظر آنے لگی ہے۔ ان کے بیٹے عمرو بن معاذ نے اس معرکہ حق و باطل میں شہادت پائی تھی حضور نے ان کی والدہ سے تعزیت کی۔ پھر فرمایا اے سعد کی ماں! تمہیں خوشخبری ہو اور اپنے گھر والوں کو بھی خوشخبری سنادو کہ جنگ میں تمہارے شہید جنت میں سب اکٹھے ہو گئے ہیں انہوں نے اپنے اہل و عیال کے بارے میں شفاعت کی ہے جو قبول کر لی گئی ہے۔ اس خاتون نے عرض کی!

رَضِيْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَنْ يَّبْكِيْ عَلَيْهِمْ بَعْدَ هٰذَا

"اے اللہ کے رسول! ہم اپنے رب کی اس مہربانی پر بہت خوش ہیں اور اب ان مقتولوں پر کون روئے گا۔"

پھر خیال آیا دریائے رحمت آج جوش پر ہے۔ "ہے آج وہ مائل بعطا اور بھی کچھ مانگ" کے مصداق سے عرض پیرا ہوئیں یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اُدْعُ لِمَنْ خُلِّفُوْا "پسماندگان کے لئے دعا فرمائیے۔"

اللہ کریم کے کریم محبوب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی۔

اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ حُزْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاجْبُرْ مُصِيْبَتَهُمْ وَاَحْسِنِ الْخَلَفَ عَلٰى مَنْ خُلِّفُوْا

"اے اللہ! ان کے دلوں کے غم کو دور کر دے۔ ان کی مصیبت کی تلافی

کر دے اور پیچھے آنے والوں کو اپنے پیشرؤں کے لئے بہتر فرما دے۔"

پھر فرمایا سعد، میرے گھوڑے کی باگ چھوڑ دو انہوں نے باگ چھوڑ دی سارے لوگ ساتھ ساتھ تھے حضور نے فرمایا اے سعد! تمہارے قبیلہ کے بہت سے لوگ زخمی ہیں قیامت کے روز جب یہ لوگ حاضر ہوں گے تو ان کے زخموں سے خون جوش مار کر بہ رہا ہو گا۔ اس کی رنگت خون کی سی ہو گی لیکن خوشبو کستوری کی ہو گی۔ میرا یہ حکم سب کو سنا دو کہ سارے زخمی اپنے اپنے گھروں کو جائیں۔ کوئی بھی میرے ساتھ نہ آئے۔ حسب حکم سارے رک گئے رات بھر گھروں میں آگ جلتی رہی۔ زخمیوں کی مرہم پٹی ہوتی رہی۔ سعد خود حضور کے ہمراہ کاشانہ اقدس تک گئے زخموں کے باعث حضور کو اٹھا کر گھوڑے سے اتارا گیا۔ حضرت سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ کے کندھوں پر ٹیک لگا کر حضور اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے کاشانہ اقدس میں پہنچ کر حضور پُر نور نے اپنی تلوار سیدۃ النساء کو دی کہ اس پر خون لگا ہے اسے دھو ڈالیں۔ پھر فرمایا۔ وَاللّٰهِ لَقَدْ صَدَقَنِي الْيَوْمَ "بخدا آج اس نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔"

پھر سیدنا علی نے بھی اپنی تلوار حضرت خاتون جنت کو صاف کرنے کے لئے دی آپ نے بھی اپنی شمشیر خارا شگاف کے بارے میں اظہار رائے کرتے ہوئے فرمایا۔

فَوَاللّٰهِ لَقَدْ صَدَقَنِي الْيَوْمَ

بخدا آج اس نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔

رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

لَئِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ الْقِتَالَ لَقَدْ صَدَقَهٗ مَعَكَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَاَبُوْ دُجَانَةَ۔

"اے علی! اگر آج آپ نے دشمن سے جنگ کرنے کا حق ادا کیا ہے تو آپ کے ساتھ سہل بن حنیف اور ابو دجانہ نے بھی دشمن سے لڑنے کا حق ادا کر دیا ہے۔"

دوسری روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا۔

لَئِنْ اَجَدْتَ الضَّرْبَ بِسَيْفِكَ لَقَدْ اَجَادَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَ اَبُوْ دُجَانَةَ وَعَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ وَالْحَارِثُ بْنُ الصِّمَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

"اگر آپ نے اپنی تلوار کے ساتھ دشمن پر وار کرنے میں اپنی کمال مہارت کا ثبوت دیا ہے تو سہل بن حنیف، ابو دجانہ، عاصم بن ثابت، حارث بن

ہمہ (رضی اللہ عنہم) نے بھی اپنی تلواروں کے ساتھ اپنی شجاعت کے خوب جوہر دکھائے ہیں۔" (۱)

نماز مغرب کے لئے حضور سعدین کے کندھوں پر ٹیک لگائے ہوئے تشریف لائے۔ نماز کے بعد حجرہ شریف میں واپسی ہوئی پھر سعد بن معاذ اپنے قبیلہ میں گئے اور قبیلہ کی ساری عورتوں کو ہمراہ لے آئے تاکہ حضور سے حضرت حمزہ کی دلگداز شہادت پر اظہار تعزیت کریں۔ مغرب سے عشاء تک یہ مستورات روتی رہیں نماز عشاء تک حضور نے آرام فرمایا۔ طبیعت میں کافی افاقہ محسوس ہونے لگا بغیر سہارے کے چل کر حضور نماز عشاء کے لئے تشریف لے آئے اور انصار کی عورتوں کو دعاؤں سے رخصت فرمایا ایک روایت میں ان کے لئے یہ دعا مرقوم ہے۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنكُنَّ وَعَنْ أَوْلَادِكُنَّ

"اللہ تعالیٰ تم پر بھی راضی ہو اور تمہاری اولاد پر بھی راضی ہو۔"

حضور نے ان کے مردوں کو فرمایا

مُرُوهُنَّ فَلْيَرْجِعْنَ وَلَا يَبْكِيْنَ عَلَى هَالِكٍ بَعْدَ الْيَوْمِ

"انہیں حکم دو کہ اپنے گھروں کو واپس چلی جائیں اور آج کے بعد کسی مرنے والے پر نہ روئیں۔"

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نماز عشاء کے بعد جب اپنے حجرہ مبارکہ کی طرف جانے لگے تو مردوں نے محراب مبارک سے حجرہ مقدسہ تک دو رویہ صفیں بنالیں۔ حضور خود چلتے ہوئے ان کے درمیان سے گزرے اور گھر تشریف لے گئے مسجد کے دروازہ پر اوس و خزرج کے اکابر صحابہ نے رات بھر پہرہ دیا۔ اس اندیشہ سے کہ کفار مکہ کہیں مدینہ طیبہ پر اچانک حملہ نہ کر دیں۔

یہاں ایک امر کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

ان تمام روایات میں سید الشہداء حضرت حمزہ اور دیگر شہداء رضوان اللہ علیہم پر رونے کا ذکر ہو رہا ہے۔ سینہ کوبی۔ بال نوچنے، پیٹنے، نوحہ کرنے، وغیرہ کا کہیں ذکر نہیں شریعت اسلامیہ میں یہی چیزیں ممنوع اور حرام ہیں۔ رہا، رونا، آنسو بہانا اس کی ممانعت نہیں یہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ دل کی نرمی اور رحمت الٰہی کے نزول کی علامتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق اور باطل میں امتیاز کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور شیطانی وسوسوں سے بچا کر راہ مستقیم پر چلنے کی

۱۔ سبل الھدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۳۶

ہمیں ہمت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ طہٰ ویٰس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

یہودیوں اور منافقین کے گھروں میں گھی کے چراغ جلنے لگے

لشکر اسلام کی اس پریشانی کو دیکھ کر منافقوں اور یہودیوں کی مسرت کی حد نہ رہی اس افسوسناک سانحہ کا سہارا لے کروہ دین اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو چیلنج کرنا چاہتے تھے۔ لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کے لئے انہوں نے بھانت بھانت کی بولیاں بولنی شروع کر دی تھیں۔ عبداللہ بن اُبَیّ، رئیس المنافقین کا بیٹا اس کا نام بھی عبداللہ تھا۔ وہ اس جنگ میں شدید زخمی ہوا۔ رات بھر اس کے گھر والے آگ جلا کر اس کے زخموں کو سینکتے رہتے تھے۔ ابن ابی جب بھی ان کے پاس آتا تو انہیں کچھ کہے دیتا کہتا بیٹے! تم نے ان کے ساتھ جنگ میں شرکت کر کے عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا۔ مجھے تو اس لڑائی کا یہ انجام پہلے ہی نظر آنے لگا تھا۔ انہوں نے نادان بچوں کی بات مان لی اور میرے مشورہ کو مسترد کر دیا۔ مومن صادق عبداللہ اپنے باپ کی اس ہرزہ سرائی سے قطعاً متاثر نہ ہوتے فرمایا کرتے۔

الَّذِیْ صَنَعَ اللّٰہُ لِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرٌ

"اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کے لئے جو کیا ہے اس میں بہتری ہے۔"

یہود کہا کرتے یہ نبی نہیں ہیں۔ یہ تو تاج و تخت کے طلب گار ہیں کبھی کسی نبی کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا گیا خود زخمی ہوئے۔ ان کے صحابہ قتل ہوئے اگر یہ اللہ کے رسول ہوتے تو کیا اللہ تعالیٰ مشرکین کو ایسا کرنے کی اجازت دیتا۔ منافقوں کی سب سے بڑی کوشش یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کریں۔ انہیں اسلام سے اور اسلام کے مستقبل سے بدظن کریں۔ وہ کہتے یہ ناداں جوانوں جوش میں بہ گئے اور بیدردی سے قتل کر دیئے گئے اگر ہمارے پاس ہوتے تو انہیں خراش تک نہ آتی ہم انہیں اپنی قوت سے بچالیتے۔

حضرت عمر فاروق نے ان کی یہ خرافات سنیں تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ان نابکاروں کو تہ تیغ کرنے کی انہیں اجازت دی جائے۔ رحمت عالم نے اپنے پُرراز حکمت ارشاد سے اپنے فاروق کو بہرہ مند فرمایا اور فرمایا اے عمر!

"اللہ تعالیٰ یقیناً اپنے دین کو غلبہ عطا فرمائے گا اور اپنے نبی کو

عزت بخشے گا۔ یہود کے ساتھ ہمارا معاہدہ ہے۔ پس میں ان کو قتل نہیں کروں گا۔ "

حضرت عمر نے عرض کی مگر ان منافقین کے ساتھ تو کوئی معاہدہ نہیں انہیں قتل کرنے کا اذن تو مرحمت فرمائیں۔ حضور نے فرمایا کیا یہ زبان سے کلمہ شہادت نہیں پڑھتے عرض کی وہ کلمہ شہادت تو پڑھتے ہیں لیکن دل سے نہیں تلوار کے خوف سے پڑھتے ہیں اب ان کی حقیقت کھل گئی ہے اور ان کے دلوں میں چھپا ہوا بغض ظاہر ہو گیا ہے۔

حضور نے فرمایا عمر! مجھے ایسے لوگوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتے ہیں اے فرزند خطاب! آج کے بعد یہ کفار ہمیں اس قسم کا نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ (۱)

چند توجہ طلب اہم امور

غزوہ احد کے حالات کا مفصل تذکرہ ہو چکا۔ اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے میں قارئین کرام کی توجہ چند امور کی طرف مبذول کراؤں گا جو میرے نزدیک ازحد اہم اور مفید ہیں۔

۱۔ وہ فقہی مسائل جو ان واقعات سے بآسانی مستنبط کئے جا سکتے ہیں جو اس غزوہ کے دوران وقوع پذیر ہوئے۔

۲۔ لشکر اسلام کو جن زہرہ گداز حالات سے دوچار ہونا پڑا ان میں اللہ تعالیٰ کی کون کون سی حکمتیں مضمر تھیں۔

۳۔ وہ پاک طینت لوگ جنہوں نے اللہ کے نام کو بلند کرنے کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے بارگاہ رب العزت میں پیش کئے انہیں پروردگار عالم نے کن کن انعامات سے سرفراز فرمایا۔

بڑے اختصار کے ساتھ ان ضروری امور پر روشنی ڈالنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

۱۔ فقہی احکام

غزوہ احد میں پیش آنے والے واقعات سے فقہائے کرام نے بہت سے دینی مسائل کا

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۳۸

استنباط کیا ہے جن میں سے چند اہم پیش خدمت ہیں۔

۱۔ اسلامی مملکت کا سربراہ، جب ایک مرتبہ اعلان جہاد کر دے تو پھر میدان جہاد میں داد شجاعت دیئے بغیر اس اعلان کو واپس لے لینا درست نہیں۔ ورنہ دشمن کی نگاہوں میں مسلمانوں کی قوت و شوکت کا رعب باقی نہیں رہے گا۔ خود ملت اسلامیہ کا اپنے قائد کی قوت فیصلہ پر اعتماد اٹھ جائے گا۔

۲۔ سربراہ مملکت کا فرض ہے کہ اعلان جہاد سے پہلے ایک بار نہیں ہزار بار سوچے اور پھر اعلان کرے لیکن اعلان جہاد کے بعد کسی قسم کی کمزوری دکھانا اس کی قوت فیصلہ کا بھرم کھول دے گا۔

۳۔ جب دشمن حملہ آور ہو تو اپنے لئے میدان جنگ کا انتخاب کرنا ارباب حکومت کی صوابدید پر موقوف ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو کھلے میدان میں نکل کر دشمن کو دعوت مبارزت دیں اور اگر مناسب سمجھیں تو شہر میں قلعہ بند ہو کر دشمن کے حملوں کو پسپا کریں۔

۴۔ میدان جنگ کی طرف جاتے ہوئے وہ ہر راستہ کو استعمال کر سکتا ہے کسی علاقہ کا مالک اگر لشکر اسلام کو اپنے علاقہ سے گزرنے کی اجازت نہ دے تب بھی وہ گزر سکتا ہے۔

۵۔ نابالغ لڑکے جوش جہاد سے سرشار ہو کر اپنے آپ کو جہاد کے لئے پیش کریں تو جو جنگ کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے قابل ہیں انہیں اجازت دے دے ورنہ انہیں واپس بھیج دے۔

۶۔ مسلم خواتین ضرورت کے وقت جہاد میں حصہ لے سکتی ہیں وہ زخمیوں کی مرہم پٹی، ان کی تیمارداری اور مجاہدین کو پانی پلانے کے فرائض انجام دے سکتی ہیں۔

۷۔ جہاں گھمسان کا رن پڑ رہا ہو۔ کوئی مجاہد اس میں گھس کر داد شجاعت دے سکتا ہے۔

۸۔ میدان جہاد میں جانے سے پہلے انسان اپنے لئے شہادت کی دعا مانگ سکتا ہے۔

۹۔ مسلم مجاہد خودکشی کرے گا تو وہ جہنم کا مستحق ہو گا۔

۱۰۔ شہداء کو وہاں ہی دفن کیا جائے جہاں انہوں نے شہادت پائی ہو۔

۱۱۔ ایک قبر میں دو دو تین تین شہداء کو دفن کیا جا سکتا ہے۔ جو قرآن کریم کے زیادہ

حصہ کا حافظ ہو گا اس کو سب سے آگے رکھا جائے گا۔
دیگر مسائل کے لئے کتب فقہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

۲۔ زہرہ گداز حالات میں مضمر حکمتیں

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ وہ علیم ہے اس کا علم ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔ وہ حکیم ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ اس کے ہر فیصلہ میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔

آیئے غور کریں کہ فرزندان اسلام کو میدان احد میں جن قیامت خیز حالات سے دوچار ہونا پڑا اس میں اس قادر، علیم اور حکیم خداوند ذوالجلال کی کون کون سی حکمتیں پنہاں تھیں تاکہ ہم ان پر آگاہی حاصل کر کے اپنے سفر حیات میں ان سے استفادہ کر سکیں اور ان کی روشنی میں زندگی کی پر خار اور کٹھن راہ کو طے کر کے اپنی منزل پر کامیابی کے جھنڈے گاڑ سکیں۔

در حقیقت ان حکمتوں کو سمجھنے کے لئے ہمیں دیگر طوماروں کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں سورہ آل عمران کی ساٹھ آیتیں جو اس سورت کی آیت نمبر ۱۲۱ سے شروع ہو کر آیت نمبر ۱۸۰ پر ختم ہوتی ہیں ان کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو گوہر مقصود مل جاتا ہے۔

یہ فقیر تفسیر زاد المعاد سے استفادہ کرتے ہوئے ان اہم امور کو پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے

۱۔ فاتحانہ پیش قدمی، پسپائی میں کیوں تبدیل ہو گئی اس کا جواب آیت نمبر ۱۵۲ میں بڑے حقیقت پسندانہ اور دلنشین انداز سے دے دیا گیا ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ
وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ
مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ
عَنْھُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ

"اور بیشک سچ کر دکھایا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ۔ جب تم قتل کر رہے تھے کافروں کو اس کے حکم سے۔ یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے اور جھگڑنے لگے (رسول کے) حکم کے بارے میں۔ اور نافرمانی کی تم نے

اس کے بعد کہ اللہ نے دکھا دیا تھا تمہیں جو تم پسند کرتے تھے بعض تم میں سے طلب گار ہیں دنیا کے۔ اور بعض تم میں سے طلب گار ہیں آخرت کے۔ پھر پیچھے ہٹا دیا تمہیں ان کے تعاقب سے تاکہ آزمائے تمہیں اور بیشک اس نے معاف فرما دیا تم کو۔ اور اللہ تعالیٰ بہت فضل و کرم فرمانے والا ہے مومنوں پر۔" (جمال القرآن)

اس آیت سے اور اس واقعہ نے اس حقیقت کو امت مصطفویہ کے لئے قیامت تک کے لئے آشکار کر دیا کہ جو آگے بڑھ کر دامن مصطفیٰ پکڑے گا رحمت الٰہی کے دامن تک اسی کا ہاتھ پہنچے گا جو اس کی غلامی کے طوق کو زیب گلو بنائے گا نصرت خداوندی کا سحاب رحمت اسی پر سایہ فگن ہو گا۔ ملت پاکستان اور اس کے قائدین بھی اس روشن حقیقت کو جتنا جلدی سمجھیں گے اتنا جلدی انہیں اپنی حقیقی منزل کا سراغ مل جائے گا۔ چالیس سال سے زیادہ عرصہ اس کاروان کو وقت کے لق و دق صحرا میں خاک چھانتے گزر گیا ہے اور ابھی تک نہ منزل کا پتہ اور نہ راہ کا نشان ملا ہے صحابہ کرام کے چند افراد سے ایک انفرادی حکم عدولی ہوئی تو اس کا انہیں یہ خمیازہ بھگتنا پڑا ہم کس باغ کی مولی ہیں کہ نافرمانیوں پر نافرمانیاں کرتے چلے جائیں انفرادی بھی اور اجتماعی بھی اور ہم سے کوئی باز پرس نہ ہو۔ قدرت بڑی کریم اور فیاض ہے لیکن اس کے باوجود اس معاملہ میں بہت حساس بھی ہے۔

۲۔ اس میں دوسری اہم حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ اپنے مقبولان بارگاہ عظمت بلکہ اولوالعزم انبیاء و رسل اور ان کے متبعین کو مختلف قسم کے حالات سے دوچار کر کے انہیں آزماتا ہے کبھی انہیں فتح و ظفر سے شاد کام کرتا ہے اور کبھی انہیں ہزیمت اور پسپائی کے دکھ سے دوچار کر دیتا ہے وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ وہ اس کی نعمتوں کا شکر کیسے ادا کرتے ہیں اور وہ اس کی بھیجی ہوئی مصیبتوں اور آلام پر صبر کا دامن کس خوشدلی سے پکڑے رہتے ہیں البتہ انجام کار کامیابی اور کامرانی کا سہرا یقیناً ان کے سر باندھا جاتا ہے۔

اگر ہر قدم پر اور ہر میدان میں ان سے فتح و کامرانی کا وعدہ کیا جاتا تو منافقین غول در غول ان کے گرد جمگھٹا بنائے رکھتے اور اپنی چرب زبانی اور عیاری سے مخلصین کو پچھلی صفوں میں دھکیل دیتے اس لئے فتح و ظفر کے پہلو بہ پہلو شکست و ہزیمت سے بھی گاہے گاہے انہیں دوچار کر لیا جاتا ہے تاکہ کھرے اور کھوٹے کی تمیز ہوتی رہے۔

ہرقل شاہ روم کی جب ابوسفیان سے گفتگو ہوئی تھی تو اس نے بھی جنگ میں کبھی فتح اور کبھی

شکست کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی سچائی اور صداقت کی ایک قوی دلیل قرار دیا تھا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ

"نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ چھوڑے رکھے مومنوں کو اس حال پر جس پر تم اب ہو جب تک الگ الگ نہ کر دے پلید کو پاک سے۔"

(آل عمران: ۱۷۹)

۳۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو بھی آزماتا ہے کہ وہ خوشی اور غم، فتح اور شکست دونوں حالتوں میں اپنے جذبہ بندگی کا یکساں مظاہرہ کرتے ہیں یا خوشی اور فتح مندی کے وقت ان کی حالت کچھ ہوتی ہے اور غم و شکست کے وقت وہ دل برداشتہ اور مایوس ہو جاتے ہیں۔ اگر دونوں حالتوں میں وہ اپنے بندگی کے جذبہ میں پختہ اور ثابت قدم رہتے ہیں اور بدلے ہوئے حالات میں بھی ان کا تعلق اپنے پروردگار سے مزید پختہ ہو جاتا ہے تو پھر گویا انہوں نے بندگی کا حق ادا کر دیا اور اگر وہ ایسا یکساں مظاہرہ نہیں کر سکتے تو پھر انہیں اپنی بندگی کے دعوی اور عشق الٰہی کے ادعا پر نظر ثانی کرنی پڑے گی۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دار کرامت میں اپنے بندوں کے لئے اعلیٰ منازل اور ارفع درجات مقرر کر رکھے ہیں وہ منزلیں اور درجے اتنے اونچے ہیں کہ کوئی شخص محض اپنے اعمال کے ذریعہ ان تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو ایسے آلام و مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے ایسے امتحانوں اور آزمائشوں سے انہیں گزارتا ہے جن کے باعث وہ ان درجات رفیعہ اور منازل عالیہ کے حقدار بن جاتے ہیں۔

صحابہ کرام کو ابتلاء و آزمائش کی اس پرخار اور کٹھن وادی سے گزارنے میں یہ حکمت بھی کار فرما ہو سکتی ہے ستر کے قریب وہ بلند اقبال صحابہ جنہیں اس میدان جہاد میں شہادت کی خلعت فاخرہ سے نوازا گیا، جن کے جسموں پر ستر ستر گہرے زخم لگے تھے۔ دشمنان حق نے جن کو صرف قتل کرنے پر اکتفا نہ کیا بلکہ ان کا اس بے دردی سے مثلہ کیا کہ انہیں دیکھ کر چٹانوں کے جگر بھی شق ہو گئے اگر یہ صورت حال پیدا نہ ہوتی تو شائد اتنی بڑی تعداد کے سر پر شہادت فی سبیل اللہ کا مرصع تاج نہ سجایا جاتا اگر شہادت کا شرف انہیں مل بھی جاتا تو شکم چاک کرنے کا، قلب و جگر پارہ پارہ کر دینے کا، ان کی ناکیں اور ان کے کان کاٹنے اور ان

کے ہار بنا کر گلے میں پہنے جانے سے جو عرش آسا رفعتیں انہیں نصیب ہوئیں وہ انہیں کیسے میسر آتیں۔ شائد حق کے عشق میں جانبازی۔ سرفروشی کے جو جذبات حضرت حمزہ، عبداللہ بن جحش، سعد بن ربیع، عمرو بن جموح وامثالہم کے دلوں میں طوفان بن کر موجزن تھے انہیں اپنے ظہور کا موقع کیسے ملتا۔ حضرت صفیہ خواہر سیدنا حمزہ کو زبان رسالت سے اپنے بھائی کے بارے میں یہ مژدہ کیسے سنایا جاتا کہ ساتوں آسمانوں میں تیرا بھائی اسد اللہ واسد رسولہ حمزہ بن عبدالمطلب کے طور پر معروف ومشہور ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ

"کیا تم گمان رکھتے ہو کہ (یونہی) داخل ہو جاؤ گے جنت میں حالانکہ ابھی دیکھا ہی نہیں اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے اور دیکھا ہی نہیں آزمائش میں صبر کرنے والوں کو۔"

(آل عمران: پارہ ۴ آیت ۱۴۲)

اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش کو اپنے محبوب کی امت کے گناہوں، قصوروں اور خطاؤں کی بخشش کا سبب بنا دیا۔ ان کو بدنی آلام کے عوض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اپنے گناہوں کی عفو کا مژدہ مل جائے تو اس سے زیادہ نفع والا سودا اور کیا ہو سکتا ہے۔

وَلَهٗ عَزَّوَجَلَّ حِكَمٌ بَالِغَةٌ وَاَسْرَارٌ بَدِيْعَةٌ لَطِيْفَةٌ لَا تُدْرَكُ وَلَا تُحْصٰى سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى

۳۔ شانِ شہداء

متعدد آیات قرآنی اور بے شمار احادیث نبوی میں ان خوش نصیب اور فرخندہ بخت اہل ایمان کے فضائل و درجات اور وہ انعامات جو انہیں بارگاہ رب العزت سے عطا فرمائے جاتے ہیں ان کا مفصل تذکرہ موجود ہے جن کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک عام مسلمان کے دل میں بھی جذبہ جہاد اور شوق شہادت پیدا ہو جاتا ہے۔ چند احادیث طیبہ پیش کی جاتی ہیں خدا کرے کہ ان کا مطالعہ کرنے کے بعد قارئین کے دل میں بھی شوق شہادت انگڑائیاں لینے لگے اور اپنے اسلاف کی طرح ہم بھی جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر کفر وطاغوت کے چیلنج کو قبول کر سکیں۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ لِلشَّهِيْدِ عِنْدَ اللهِ خِصَالًا اَنْ يُّغْفَرَ لَهٗ مِنْ اَوَّلِ دَفْعَةٍ مِنْ دَمِهٖ، وَيُرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُحَلّٰى حِلْيَةَ الْاِيْمَانِ وَيُزَوَّجُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ، وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَيَاْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ، وَيُوْضَعُ عَلٰى رَاْسِهٖ تَاجُ الْوَقَارِ اَلْيَاقُوْتَةُ مِنْهُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَيُزَوَّجُ اِثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَيُشَفَّعُ فِيْ سَبْعِيْنَ اِنْسَانًا مِّنْ اَقَارِبِهٖ۔

ذَكَرَهٗ اَحْمَدُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ مِنْ حَدِيْثِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ

شہید کے لئے بارگاہ الٰہی میں یہ فضیلتیں ہیں۔

۱۔ جب اس کے خون کا پہلا چھینٹا زمین پر گرتا ہے تو اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

۲۔ اس وقت جنت میں اس کو اپنی جگہ دکھا دی جاتی ہے۔

۳۔ اسے ایمان کا زیور پہنا دیا جاتا ہے۔

۴۔ حور عین کے ساتھ اس کا بیاہ کر دیا جاتا ہے۔

۵۔ اسے عذاب قبر سے نجات دے دی جاتی ہے۔

۶۔ روز قیامت کی بڑی گھبراہٹ سے اسے چھٹکارا مل جاتا ہے۔

۷۔ اس کے سر پر وقار کا تاج سجا دیا جاتا ہے اس تاج کا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔

۸۔ اس کا نکاح بہتر حوروں سے کر دیا جاتا ہے۔

۹۔ اسے اپنے ستر قریبی رشتہ داروں کی شفاعت کرنے کی اجازت دے دی جاتی ہے۔

امام احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ حدیث مقدام بن معدیکرب سے روایت کی ہے اور یہ صحیح الاسناد ہے۔ (۱)

نبی رؤف رحیم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت جابر کو ان کے والد حضرت عبداللہ جو احد میں شہید ہوئے تھے، کے بارے میں فرمایا

اَلَا اُخْبِرُكَ مَا قَالَ اللهُ لِاَبِيْكَ؟ قَالَ: بَلٰى. قَالَ: مَا كَلَّمَ اللهُ اَحَدًا اِلَّا مِنْ وَّرَاۤءِ حِجَابٍ، وَكَلَّمَ اَبَاكَ كِفَاحًا۔ فَقَالَ:

۱۔ زاد المعاد، جلد ۳، صفحہ ۹۱

يَا عَبْدِيْ تَمَنَّ عَلَيَّ أُعْطِكَ قَالَ يَا رَبِّ تُحْيِيْنِيْ فَأُقْتَلُ فِيْكَ ثَانِيَةً. قَالَ: إِنَّهُ سَبَقَ مِنِّيْ (أَنَّهُمْ إِلَيْهَا لَا يُرْجَعُوْنَ) قَالَ يَا رَبِّ فَأَبْلِغْ مَنْ وَرَائِيْ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى هٰذِهِ الْآيَةَ:-
وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ .... (۳: ۱۶۹)

"اے جابر! کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تیرے باپ کو اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟
عرض کی آقا، ضرور ارشاد فرمائیے! حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب بھی کسی سے ہم کلام ہوتا ہے تو خود پس پردہ رہ کر کلام کرتا ہے۔ لیکن تیرے باپ سے اللہ تعالیٰ نے روبرو گفتگو فرمائی ہے۔ اسے کہا اے میرے بندے! میرے سامنے اپنی تمنا بیان کر تاکہ میں تمہیں عطا کروں۔ انھوں نے عرض کی میری تمنا یہ ہے کہ تو مجھے پھر زندہ کر تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس بارے میں میرا فیصلہ ہو چکا ہے کہ جو اس دنیا سے ایک بار چلے جائیں گے انہیں دوبارہ لوٹایا نہیں جائے گا عرض کی اگر ایسا نہیں تو پھر ہمارے پچھلوں کو ہمارے حالات سے آگاہ فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا" (الآیہ) اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور رزق دیئے جاتے ہیں۔ شاد ہیں ان نعمتوں سے جو عنایت فرمائی ہیں انہیں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اور خوش ہو رہے ہیں بسبب ان لوگوں کے جو ابھی تک نہیں آملے ان سے ان کے پیچھے رہ جانے والوں سے۔ کہ نہیں ہے کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔" (۱)

رواہ الترمذی وحسنہ وابن ماجہ وابن خزیمہ فی صحیحہ

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَمَّا أُصِيْبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ جَعَلَ اللهُ أَرْوَاحَهُمْ فِيْ أَجْوَافِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ وَتَأْكُلُ

۱۔ زاد المعاد، ج ۳، صفحہ ۹۱

مِنْ ثِمَارِهَا وَتَاْوِیْ اِلٰی قَنَادِیْلَ مِنْ ذَھَبٍ فِیْ ظِلِّ الْعَرْشِ فَلَمَّا وَجَدُوْا طِیْبَ مَاْکَلِھِمْ وَمَشْرَبِھِمْ وَحُسْنَ مَقِیْلِھِمْ قَالُوْا یَالَیْتَ اِخْوَانَنَا یَعْلَمُوْنَ مَا صَنَعَ اللّٰہُ لَنَا۔ لِئَلَّا یَزْھَدُوْا فِی الْجِھَادِ وَلَا یَنْکُلُوْا عَنِ الْحَرْبِ فَقَالَ اللّٰہُ اَنَا اُبَلِّغُھُمْ عَنْکُمْ وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ ھٰذِہِ الْاٰیَاتِ۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ۔ الاٰیۃ

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے بھائیوں نے میدان احد میں شہادت پائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے اندر رکھ دیا جو جنت کی نہروں پر سیاحت کے لئے آتے ہیں اور جنت کے باغات سے پھل کھاتے ہیں پھر سونے کی ان قندیلوں میں چلے جاتے ہیں جو عرش الٰہی کے ساتھ آویزاں ہیں۔ جب وہ اپنے کھانے پینے کی لطافت محسوس کرتے ہیں اور اپنی خوابگاہوں کی راحت اور نرم و گداز ہونے سے لطف اندوز ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ کاش! ہمارے بھائی بھی جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کن نعمتوں سے مالا مال کر دیا ہے تاکہ وہ جہاد سے دست بردار نہ ہوں اور راہ حق میں جہاد کرنے سے پہلوتہی نہ کرنے لگیں ان کی اس آرزو کو سن کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہاری طرف سے انہیں یہ پیغام پہنچا دیتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ“ (الایہ) رواہ مسلم وابو داؤد

ترمذی شریف میں ہے۔ حضرت ابو امامہ راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں اور دو نشانوں سے کوئی چیز زیادہ پیاری نہیں۔ دو قطرے۔ آنسو کا وہ قطرہ جو خوف خدا سے بہے، خون کا وہ قطرہ جو جہاد فی سبیل اللہ میں جسم سے بہے دو نشان۔ ایک اس زخم کا نشان جو جہاد میں جسم پر لگے اور دوسرا اس زخم کا نشان جو کسی فرض کی ادائیگی کرتے وقت انسان کو لگے۔ (۱)

۱۔ زاد المعاد جلد ۳، صفحہ ۹۰

زیارت مزارات شہداء

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شہیدان اسلام کی مزارات کی زیارت کے لئے خود بھی قدم رنجہ فرمایا کرتے اور حضور کے بعد خلفاء راشدین کا بھی یہ معمول تھا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْتِی الشُّهَدَاءَ فَاِذَا اَتٰی فُرْضَةَ الشِّعْبِ یَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ ثُمَّ کَانَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُهٗ ثُمَّ کَانَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ اَبِیْ بَکْرٍ یَفْعَلُهٗ وَکَانَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ عُمَرَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شہداء کرام کے ہاں تشریف لے آیا کرتے جب گھاٹی کے نچلے دہانے پر پہنچتے تو فرماتے۔ تم پر سلامتی ہو۔ اس صبر کی وجہ سے جو تم نے کیا۔ پس تمہارا آنے والا گھر بہت بہترین ہے۔ حضرت ابو بکر بھی حضور کے بعد ایسا ہی کرتے۔ حضرت عمر بھی حضرت ابو بکر کے بعد ایسا ہی کرتے پھر حضرت عثمان بھی حضرت عمر کے بعد ایسا ہی کرتے۔" (۱)

سیدنا علی مرتضیٰ کا ذکر اس لئے نہیں کہ آپ نے مرکز خلافت کوفہ کو بنالیا تھا اور آپ وہاں ہی تشریف فرما رہے۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمًا وَصَلّٰی عَلٰی اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهٗ عَلَی الْمَیِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطُکُمْ وَاَنَا شَهِیْدٌ عَلَیْکُمْ فَاِنِّیْ وَاللّٰهِ اَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیَ الْاٰنَ وَاِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ فِی الصَّحِیْحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ خَالِدٍ عَنِ اللَّیْثِ)

۲۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد ۳، صفحہ ۳۰۶

”حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل احد کے پاس تشریف لے آئے اور ان کے لئے نماز جنازہ جیسی نماز پڑھی۔ پھر واپس اپنے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا میں تمہارا پیشرو ہوں۔ میں تم پر گواہ ہوں بخدا میں یہاں بیٹھے ہوئے اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں مجھے سارے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ مجھے اس بات کا کوئی اندیشہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگ جاؤ گے لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ حسد کرنے لگو گے۔“

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیے۔

عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن ابن فروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَارَ قُبُوْرَ شُہَدَاءِ اُحُدٍ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنَّ عَبْدَكَ وَنَبِیَّكَ یَشْھَدُ اَنَّ ھٰٓؤُلَاءِ شُھَدَاءُ وَ اَنَّہٗ مَنْ زَارَھُمْ اَوْسَلَّمَ عَلَیْھِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ رَدُّوْا عَلَیْہِ۔

”حضور نبی کریم شہداء احد کی زیارت کے لئے تشریف لے آئے اور فرمایا اے اللہ! تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہداء ہیں اور جو لوگ قیامت تک ان کی زیارت کے لئے آئیں گے یا انہیں سلام عرض کریں گے یہ انہیں اس کا جواب دیتے رہیں گے۔“

امام بیہقی نے بہت سے صحابہ کرام کے اسماء گرامی گنوائے ہیں جو شہداء احد کی قبور کی زیارت کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ ان میں تین خلفاء راشدین کے علاوہ، ام المؤمنین حضرت ام سلمہ۔ سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہراء، حضرت سعد بن ابی وقاص۔ حضرت عبداللہ بن عمر۔ حضرت ابوہریرہ۔ ابوسعید خدری اور دیگر حضرات کے اسماء گرامی ہیں۔ حضرت سیدۃ النساء جب تشریف لے آتیں تو پردہ فرمالیتیں حضرت سعد بن ابی وقاص خود سلام عرض کرتے پھر اپنے ہمراہیوں کی طرف متوجہ ہو کر انہیں کہتے۔ اَلَا تُسَلِّمُوْنَ عَلٰی قَوْمٍ یَرُدُّوْنَ عَلَیْکُمُ السَّلَامَ ”کیا تم اس قوم کو سلام عرض نہیں کرتے جو تمہیں سلام کا جواب دیتے ہیں۔“

امام بیہقی نے متعدد ایسے واقعات لکھے ہیں کہ کئی لوگوں نے شہداء احد خصوصاً سید

الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو سلام عرض کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور لوگوں نے سنا۔ (۱)

شہداء کے اجسام کا صحیح و سلامت رہنا

علامہ محمود آلوسی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر روح المعانی میں سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر ۱۵۴ کی تفسیر کرتے ہوئے شہداء کی زندگی پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ذَهَبَ كَثِيرٌ مِّنَ السَّلَفِ إِلَىٰ أَنَّهَا حَقِيقِيَّةٌ بِالرُّوحِ وَالْجَسَدِ وَ ذَهَبَ الْبَعْضُ إِلَىٰ أَنَّهَا رُوحَانِيَّةٌ الْمَشْهُورُ تَرْجِيحُ الْأَوَّلِ۔

"یعنی سلف صالحین کی اکثریت کا یہی مذہب ہے کہ شہداء کی زندگی روحانی اور جسمانی دونوں طرح کی زندگی ہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ صرف روحانی زندگی ہوتی ہے لیکن پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔"

صاحب تفسیر مظہری بیان فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ يُعْطِي لِأَرْوَاحِهِمْ قُوَّةَ الْأَجْسَادِ فَيَذْهَبُوْنَ مِنَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْجَنَّةِ حَيْثُ يَشَاءُوْنَ وَيَنْصُرُوْنَ أَوْلِيَاءَ هُمْ وَيُدَمِّرُوْنَ أَعْدَاءَ هُمْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ۔

"اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو جسموں کی قوت دیتا ہے۔ وہ زمین، آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں اور وہ شہداء اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔"

جب شہداء کی زندگی کا یہ حال ہے تو انبیاء اور صدیقین امت جو شہیدوں سے مرتبہ و شان میں بالاتفاق اعلیٰ و برتر ہیں ان کی زندگی میں کیونکر شبہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی زندگی کی وجہ سے ان کے جسم خاکی بھی صحیح و سلامت رہتے ہیں۔ چنانچہ امام مالک نے روایت فرمایا ہے کہ جنگ احد کے چھیالیس سال بعد حضرت عمرو بن جموح اور حضرت عبداللہ بن جبیر کی قبر (دونوں ایک ہی قبر میں مدفون تھے) سیلاب کی وجہ سے جب کھل گئی تو ان کے اجساد طاہرہ یوں تروتازہ اور شگفتہ و شاداب پائے گئے جیسے انہیں کل ہی دفن کیا گیا ہو۔ (مؤطا)

اس بیسویں صدی کا واقعہ ہے، کہ جب دریائے دجلہ حضرت عبداللہ بن جابر اور دیگر شہداء کی قبروں کے بالکل نزدیک پہنچ گیا تو حکومت عراق نے ان شہداء کرام کی لاشوں کو

۱۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد ۳، صفحہ ۳۰۸۔ ۳۰۹

حضرت سلمان فارسی کے مزار پُرانوار کے جوار میں منتقل کرنا چاہا تو ان حضرات کی قبریں کھود یں گئیں تیرہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ان کے پاک جسم صحیح و سلامت پائے گئے۔ ہزار ہا مخلوق نے اسلام کا یہ معجزہ اور قرآن کی اس آیت کی صداقت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ (۱)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہید باپ کو دیکھا یوں معلوم ہوا جیسے وہ آرام کی نیند سو رہے ہیں ہم نے ان کو ایک کمبل میں کفن دیا تھا۔ وہ کیونکہ چھوٹا تھا اس لئے سر کو ڈھانپ دیا اور قدموں پر حرمل گھاس ڈال دیا تھا وہ کمبل بھی ٹھیک ٹھاک تھا اور گھاس بھی جوں کی توں، آپ کی شہادت کے واقعہ کے چھیالیس سال بعد آپ کی قبر کھودی گئی اور آپ کو صحیح و سلامت پایا گیا۔

حضرت عبداللہ کو ایک زخم لگا تھا ان کا ہاتھ اس زخم پر تھا جب وہ ہاتھ ہٹایا گیا تو اس زخم سے خون بہنے لگا پھر ہاتھ زخم پر رکھا گیا تو خون بند ہو گیا۔

جن کی زندگی کے بارے میں خالق الموت والحیاۃ نے یہ شہادت دی ہو "بل احیاء" کہ وہ زندہ ہیں ان کی زندگی کے بارے میں کوئی کلمہ گو شبہ نہیں کر سکتا۔ جن کے بارے میں اللہ کا محبوب گواہی دے کہ وہ اپنے زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں ان کی زندگی کے بارے میں بھی کسی مسلمان کو حق نہیں پہنچتا کہ انکار کرے۔ سینکڑوں سال بعد بھی جن کے اجساد طاہرہ صحیح و سلامت پائے گئے ہیں۔ اور ہاتھ اٹھانے سے پرانے زخموں سے خون بہنے لگے ان کی زندگی کا انکار تو زندگی اور موت کے مفہوم سے جہالت کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ ان زندہ جاوید عاشقان رب العالمین اور جاں نثاران رحمت للعالمین کے نقوش پا کو ہمیں خضر راہ بنانے کی توفیق مرحمت فرمائے ان کے خلوص اور جذبہ للہیت کے صدقہ ہم ناکاروں کو شہادت کی نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور فرمائے۔

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔

"اے بنانے والے آسمانوں اور زمین کے تو ہی میرا کارساز ہے دنیا و آخرت میں۔ مجھے وفات دے در آں حالیکہ میں مسلمان ہوں۔ اور ملا دے مجھے نیک بندوں کے ساتھ۔"

۱۔ ضیاء القرآن، جلد ا، صفحہ ۱۰۸

غزوۂ حمراء الاسد

میدان احد سے روانہ ہوتے وقت ابوسفیان نے حضور کو چیلنج دیا تھا کہ آئندہ سال پھر بدر کے میدان میں جنگ ہوگی۔ سرور عالم نے اس کے چیلنج کو قبول فرمالیا تھا۔ لشکر کفار شاداں و فرحاں واپس مکہ جارہا تھا کہ انہوں نے بدر کے اپنے مقتولوں کا انتقام لے لیا ہے۔ جب کچھ دور آگے نکل گئے اور مزعومہ فتح کا خمار آہستہ آہستہ اترنے لگا اور اصل حقائق بے نقاب ہو کر سامنے آنے لگے تو انہوں نے برہم ہو کر ایک دوسرے کو ملامت کرنا شروع کر دی وہ کہنے لگے کہ تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ ان کے چند طاقتور اور ذی اثر افراد کو تم نے قتل کر دیا۔ لیکن مسلمانوں کی اہم اور کلیدی شخصیتوں کو تم زندہ چھوڑ کر چلے آئے تم نے اپنی فتح کو مکمل نہیں کیا۔ بلکہ ادھورا چھوڑا ہے۔ اگر تم ہمت کر کے ان لوگوں کو بھی ختم کر دیتے تو آئندہ تمہیں کوئی خطرہ نہ ہوتا۔ اب وہ کلیدی شخصیتیں مسلمانوں کو اپنے اردگرد پھر اکٹھا کر لیں گی اور ان میں جان نثاری کا ایسا جذبہ پھونکیں گی کہ وہ تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ فوراً انھو واپس چلو انہیں سنبھلنے کا موقع نہ دو۔ پہلے ہی ان پر حملہ کر کے ان کی جڑیں کاٹ کر رکھ دو تاکہ آئندہ وہ تمہیں کبھی للکار نہ سکیں۔

چنانچہ سب لشکر واپس پلٹ کر حملہ کرنے کے لئے تیاری کرنے لگا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اگرچہ خود شدید زخمی تھے۔ مجاہدین اسلام کی کثیر تعداد زخموں سے چورچور تھی بمشکل ایک رات انہوں نے اپنے گھر گزاری تھی صبح سویرے سرکار دو عالم نے حکم دیا کہ کفار مکہ پر حملہ کرنے کے لئے سب تیار ہو جاؤ اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ اس مہم میں صرف ان لوگوں کو شرکت کی اجازت ہے جو کل کی جنگ میں ہمارے ساتھ شریک تھے خواہ کوئی کتنا زخمی ہے اسے ہی جانا پڑے گا کسی تازہ دم اور صحت مند مجاہد کو اس لشکر عشق و وفا میں شامل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

عبداللہ بن ابیّ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اس نے خیال کیا کہ مسلمانوں کو اب میری اور میرے ساتھیوں کی پہلے سے بھی اشد ضرورت ہے میں پیشکش کروں گا تو فوراً منظور کر لی جائے گی اور اس طرح میں اپنے دامن سے بآسانی منافقت کے داغوں کو دھولوں گا وہ حاضر ہوا اور عرض پیرا ہوا یارسول اللہ! اس غلام کو بھی ہمرکابی کا شرف ارزانی فرمایئے۔ پھر دیکھئے یہ غلام جانفروشی اور جانبازی کا کیسے ثبوت فراہم کرتا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ لا۔ ہرگز نہیں

اسلام کو تمہاری اعانت کی ضرورت نہیں۔ جاؤ۔ عورتوں کے ساتھ جاکر اپنے گھر آرام کرو۔

حضرت عبداللہ شہید کے بیٹے جابر حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ! میں جنگ احد میں شرکت کے لئے تیار تھا۔ میرے باپ نے مجھے مجبور کیا کہ میں خواتین کی حفاظت کے لئے گھر پر رہوں۔ میرا باپ شہید ہو گیا اب میں نہیں چاہتا کہ حضور کسی سفر جہاد پر روانہ ہوں اور یہ غلام ہمرکاب نہ ہو۔ اس لئے ازراہ کرم مجھے حاضری کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ انہیں اجازت دے دی گئی کیونکہ اس کا عذر معقول تھا۔

صحابہ کرام اگرچہ زخموں سے نڈھال تھے۔ کسی کا بازو ٹوٹا ہوا۔ کسی کی ٹانگ کٹی ہوئی۔ کسی کا سر پھٹا ہوا۔ کسی کا سینہ چھلنی تھا۔ کسی کے پشت پر تیروں اور نیزوں کی باڑھوں کے زخم تھے اپنے آقا کا حکم سنتے ہی سب کے سب افتاں وخیزاں اپنے محبوب کریم کی بارگاہ جمال میں حاضر ہو گئے اور کشتگان خنجر تسلیم ورضا کا یہ عدیم المثال لشکر اپنے آقا کی قیادت میں کفر وباطل کے سرغرور کو پامال کرنے کے لئے شیروں کی سی جرأت وہمت کے ساتھ ابو سفیان کے لشکر جرار کے تعاقب میں مدینہ طیبہ سے روانہ ہوا۔ جب سرور عالم "حمراء الاسد" جو مدینہ طیبہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ایک موضع ہے۔ وہاں پہنچے تو قیام فرمایا اسی جگہ بنی خزاعہ قبیلہ کا معبد بن ابی معبد نامی ایک شخص حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ بعض نے معبن الخزاعی کا نام لکھا ہے حضور نے اسے حکم دیا کہ واپس جائے اور ابو سفیان سے ملاقات کرے اور اسے اتنا خوفزدہ کرے کہ وہ اپنے لشکر سمیت دم دبا کر مکہ بھاگ جانے پر مجبور ہو جائے۔

معبد، جب "الروحاء" کے مقام پر پہنچا تو ابو سفیان سے اس کی ملاقات ہو گئی اسے معبد کے مسلمان ہونے کا علم نہ تھا۔ اس نے پوچھا۔ "مَا وَرَائَكَ يَا مَعْبَد" "معبد! سناؤ کیا خبر لائے ہو۔" معبد نے کہا ابو سفیان! کچھ مت پوچھ۔ محمد (فداہ ابی وامی) اور اس کے صحابہ غصہ سے دانت پیس رہے ہیں اور اتنا بڑا لشکر لے کر تمہارے تعاقب میں دوڑے چلے آرہے ہیں کہ ایسا لشکر آج تک نہیں دیکھا گیا جو مسلمان جنگ میں پہلے شریک نہیں ہو سکے تھے وہ سخت نادم ہیں اب وہ سب اکٹھے ہو گئے ہیں ابو سفیان نے پوچھا۔ بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔ معبد نے کہا۔ میری رائے تو یہ ہے کہ اس سے پیشتر کہ ان کے لشکر کا پہلا دستہ اس ٹیلا سے سر نکالے۔ تم کوچ کر جاؤ۔ ابو سفیان نے کہا ہمارا ارادہ تو یہ ہے کہ ہم پلٹ کر ان پر حملہ کریں۔ اور ان کی اینٹ سے اینٹ بجادیں۔ معبد نے کہا یہ غلطی ہرگز نہ کرنا۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔

اس کی بات سے متاثر ہو کر ابو سفیان اپنے لشکر سمیت تیزی سے مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔
ابو سفیان کو راستہ میں چند ایک ہم مشرب مشرک ملے جو مدینہ جا رہے تھے ان میں سے ایک معتبر مشرک کو اس نے کہا کہ تم محمد کو یہ پیغام دو گے کہ ہم دوبارہ حملہ کر رہے ہیں اور ان کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیں گے۔ اگر تم ایسا کرو تو زبیب (کشمش) کا لدا ہوا ایک اونٹ میں تمہیں دوں گا۔ وہ گیا، مسلمانوں سے اس کی ملاقات ہوئی اس نے ابو سفیان کے ارادوں اور اس کی فوجی قوت کو بتاتے ہوئے بڑی مبالغہ آرائی سے کام لیا اور مسلمانوں کو خوب ہراساں کرنے کی کوشش کی۔ لیکن غلامان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے اپنے آقا سے جو سبق پڑھا تھا اس میں کسی طاغوتی قوت سے ہراساں ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔
جب اس کی لاف زنیاں بندگان خدا نے سنیں تو بڑے پر یقین لہجہ میں جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ "ہم تمہاری گیدڑ بھبکیوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ ہمارا بہترین کارساز ہے۔"
سرکار دو عالم کئی روز حمراء الاسد کے مقام پر ٹھہرے رہے لیکن ابو سفیان اور اس کے حواریوں کو لشکر جرار کے باوجود ہمت نہ ہوئی۔ کہ اسلام کے شیروں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکیں وہاں سے دوڑتے بھاگتے مکہ پہنچے۔ چند روز ان کا انتظار کرنے کے بعد اسلام کی فتح و ظفر کے پرچم لہراتے ہوئے بندگان خدا کا سپہ سالار بخیر و عافیت مدینہ طیبہ مراجعت فرما ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس احسان عظیم کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۚ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۔ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۔

"جنہوں نے لبیک کہا اللہ اور رسول کی دعوت پر۔ اس کے بعد کہ لگ چکا تھا انہیں گہرا زخم ان کے لئے جنہوں نے نیکی کی۔ ان میں سے اور تقویٰ اختیار کیا اجر عظیم ہے۔
یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کہا انہیں لوگوں نے بلاشبہ کافروں نے جمع کر رکھا

ہے تمہارے لئے (بڑا سامان اور لشکر) سوڈروان سے۔ (تواس دھمکی نے) بڑھا دیا ان کے جوش ایمان کو اور انہوں نے کہا کافی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اور وہ بہترین کار ساز ہے

(ان کے عزم و توکل کا نتیجہ یہ نکلا) واپس آئے یہ لوگ اللہ کے انعام اور فضل کے ساتھ نہ چھوا ان کو کسی برائی نے اور پیروی کرتے رہے رضائے الٰہی کی اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔"

(آل عمران: ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴) (جمال القرآن)

جب سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو عرض کی گئی کہ لشکر کفار نے لوٹ کر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا ہے تو حضور نے پر جلال انداز میں فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ سُوِّمَتْ لَهُمْ حِجَارَةٌ لَوْ صَبَحُوْا بِهَا لَكَانُوْا كَاَمْسِ الذَّاهِبِ

"اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے ان کے لئے پتھروں کو نشان زدہ کر دیا ہے اگر انہوں نے لوٹ کر ہم پر حملہ کا قصد کیا تو وہ پتھر ان پر برسائے جائیں گے اور صفحہ ہستی سے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا جائے گا۔"

حمراء الاسد سے واپسی پر لشکر کفار کے دو آدمی گرفتار کر لئے گئے (۱) معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص (۲) ابو عزۃ الجمحی

ابو عزہ جنگ بدر میں بھی قید کر لیا گیا تھا اس نے اپنی پانچ کمسن بچیوں کا واسطہ دے کر رحم کی بھیک مانگی تھی حضور نے اس کو معاف کر دیا تھا اور اس سے یہ وعدہ لیا کہ آئندہ لشکر کفار میں شریک ہو کر حملہ آور نہ ہو گا۔ لیکن اس نے وعدہ شکنی کرتے ہوئے پھر لشکر کفار میں شرکت کر کے مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوا۔ اس نے دوبارہ معافی کی درخواست کی لیکن سرکار دو عالم نے یہ فرما کر اس کی درخواست مسترد کر دی۔

لَا وَاللّٰهِ لَا تَمْسَحُ عَارِضَيْكَ بِمَكَّةَ بَعْدَهَا وَتَقُوْلُ خَدَعْتُ مُحَمَّدًا مَرَّتَيْنِ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يُلْدَغُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ۔

اِضْرِبْ عُنُقَهٗ يَا زُبَيْرُ

"اب تمہیں معافی نہیں مل سکتی تا کہ مکہ جا کر اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ازراہ تعلی تم یہ کہو کہ میں نے محمد (فداہ ابی وامی) کو دوبار دھوکا دیا ہے۔ مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔ اے زبیر اٹھو اس نابنجار کی گردن اڑا دو۔"

نبی کریم نے امت کے جرنیلوں اور حکمرانوں کو تعلیم دی کہ دھوکا بازوں اور عیاروں کے دام فریب میں بار بار پھنسنا مومن کو زیب نہیں دیتا۔

دوسرے جنگی قیدی معاویہ بن مغیرہ کے بارے میں حضرت زید بن حارثہ اور عمار بن یاسر کو حکم دیا کہ وہ فلاں جگہ چھپا ہوا ہے جاؤ اور اس کا سر قلم کردو (۱)

بِتَوْفِيْقِهٖ تَعَالٰى قَدْ فَرَغْتُ مِنْ ذِكْرِ غَزْوَهْ اُحُدٍ فِىْ يَوْمِ الْخَمِيْسِ فِىْ ثَلَاثِيْنَ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ الْمُبَارَكِ فِىْ عَامِ ١٤١٠ مِنَ الْهِجْرَةِ النَّبَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا اَزْكَى الصَّلَوَاتِ وَاَطْيَبِ التَّسْلِيْمَاتِ وَاَجْمَلِ التَّحِيَّاتِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَمَنْ اَحَبَّهٗ وَاتَّبَعَهٗ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ رَبِّ اَوْزِعْنِىْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِىْ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ وَعَلٰى وَالِدَىَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِىْ فِىْ ذُرِّيَّتِىْ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ رَبِّ اغْفِرْ لِىْ وَلِوَالِدَىَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۔

العبد المسکین: محمد کرم شاہ

۱۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۳، صفحہ ۵۶

جاں نثاران اسلام پر فرار کا الزام اور اس کا رد

۳۰/رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ کو یہ عاجز، غزوہ احد کے واقعات و حالات لکھنے سے فارغ ہوا۔ میرا یہ خیال تھا کہ اس عظیم غزوہ کے اہم مشاہد کو میں نے اپنی محدود صلاحیت کے مطابق بیان کر دیا ہے اس پر مزید کسی اضافہ کی چنداں ضرورت نہیں ہو گی۔

لیکن اس کے بعد مجھے ایک ایسے سیرت نگار کی کتاب کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ جن کا تعلق اثنا عشریہ فرقہ سے ہے مجھے اس میں چند چیزیں پڑھ کر دلی صدمہ ہوا۔ مصنف موصوف نے ان تاریخی حقائق کو مسخ کرنے اور جہاں مسخ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی وہاں ان پر پردہ ڈالنے کی دانستہ کوشش کی جن کے مطالعہ سے صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین کی، اللہ تعالیٰ کے حبیب کے دین کے ساتھ بینظیر وابستگی اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے، برگزیدہ رسول اور اپنے ہادی برحق صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے بے پناہ محبت، ان کے جذبہ عشق کی وسعت گہرائی اور گیرائی کا پتہ چلتا ہے۔

انہوں نے بغیر کسی دلیل کے ان قدسی صفات شاگردان بارگاہ نبوت پر میدان جہاد سے راہ فرار اختیار کرنے والے، آزمائش کی اس گھڑی میں اپنے آقا کو تنہا چھوڑ دینے والے، کے الزامات لگائے ہیں۔

اس لئے میں اپنا یہ فرض سمجھتا ہوں کہ ان الزامات کی تردید کروں اور مستند حوالہ جات سے ان گرامی مرتبت حضرات کے جذبہ ایثار و قربانی کا ذکر کروں تاکہ جو قلوب حق کے متلاشی ہیں انہیں گوہر مقصود تک رسائی حاصل ہو جائے و ما توفیقی الا باللہ۔

غزوہ احد، دیگر غزوات سے کئی لحاظ سے مختلف ہے۔ اس غزوہ میں فریقین کو متعدد مد و جزر کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ کبھی ایک فریق کا پلڑا بھاری ہوا، پھر ہوا کا رخ یک لخت بدل گیا اور دوسرے فریق کا پلڑا بھاری دکھائی دینے لگا کبھی ایک فریق کی صفیں پراگندہ ہوئیں اور اس کی فوجیں میدان جنگ میں انتشار کا شکار ہوئیں اور کبھی دوسرا فریق، جو چند لمحہ پیشتر کامیابی کا پرچم لہرا رہا تھا اس کے لشکر میں افراتفری مچ گئی اور جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ اس لئے تمام حالات کو پوری طرح سمجھنے کے لئے ان مرحلوں کا ذکر ضروری ہے، جن کے نشیب و فراز سے فریقین کو گزرنا پڑا نیز ہر مرحلہ میں ہر فریق کے نامور افراد نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ان کا بیان ضروری ہے تاکہ حقیقت اپنی جملہ دلفریبیوں کے ساتھ آشکارا ہو جائے۔

ہم اس جنگ کو تین مرحلوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلا مرحلہ: جنگ کے آغاز سے لے کر کفار کے گیارہویں یا بارہویں علمبردار صو آب کے قتل کے بعد، کفار کے جھنڈے کے سرنگوں ہونے تک۔

دوسرا مرحلہ: تیر اندازوں کی اکثریت کے اپنے مورچہ کو چھوڑ دینے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کی خبر مشہور ہونے تک۔

تیسرا مرحلہ: خبر شہادت کی تکذیب کے بعد سے آخر تک۔

۱۔ ہم ذرا تفصیل سے جنگ کے ہر مرحلہ کا ذکر کرتے ہیں۔

پہلا مرحلہ

بالکل سادہ ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی پیچیدگی نہیں دونوں فریق آمنے سامنے صف بستہ ہیں کفار مکہ کے لشکر کی تعداد تین ہزار سے متجاوز ہے ان میں سے سات سو زرہ پوش، دو سو گھوڑے ہیں۔ ہر ایک دستہ سو شہسواروں پر مشتمل ہے ایک دستے کا سالار خالد بن ولید ہے اور دوسرے کا عکرمہ بن ابی جہل۔ سب کے دلوں میں مسلمانوں کی عداوت اور ان سے اپنے مقتولوں کا انتقام لینے کی آگ بھڑک رہی ہے۔

اسلامی لشکر سے ان کا لشکر چار گنا سے بھی زیادہ ہے۔ اسلحہ میں مسلمانوں کو ان سے کوئی نسبت ہی نہیں ان کے پاس صرف دو گھوڑے ہیں لیکن ایمان کی قوت نے ان کو ناقابل تسخیر بنا دیا ہے۔ یہ محض اعلاء کلمۃ الحق کے لئے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا کر کفر کا مقابلہ کرنے کی خاطر میدان جنگ میں تشریف لائے ہیں۔

جنگ کے ابتدائی چند گھنٹوں میں اسلام کے جاں بازوں نے کفار کے سرِ غرور کو خاک آلود کر کے رکھ دیا اسلام کے شیروں نے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ان کے گیارہ بارہ چوٹی کے بہادر اور جنگ جو علمبرداروں کو خاک و خون میں تڑپا دیا ہے اب ان کا جھنڈا زمین پر گرا پڑا ہے اور ان میں سے کسی کی جرأت نہیں کہ اسے اٹھا سکے۔ حضرت حمزہ، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت ابو دجانہ اور دیگر بہادر، کفار کے سورماؤں پر عقابوں کی طرح جھپٹتے ہیں اور چوزوں کی طرح ان کو دبوچ کر لے جاتے ہیں۔ ہند اور اس کی ہمجولیاں جو اپنے لشکر کے جذبہ حمیت و غیرت کو دفیں بجا بجا کر رزمیہ اشعار گا گا کر بھڑکا رہی تھیں ان کا جوش و خروش ماند پڑتا جا رہا ہے اور ان

کی وہ شوخیاں دم توڑ رہی ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے شیر جس طرف حملہ کرتے ہیں صفوں کی صفیں الٹ دیتے ہیں چند پہر ہی گھمسان کا رن پڑا ہو گا کہ کفار کے لشکر میں شکست کے آثار نمایاں ہونے لگے اور یکے بعد دیگرے انھوں نے میدان جنگ سے بھاگنا شروع کیا مسلمان ہیں کہ ان کے تعاقب میں ننگی تلواریں لئے دوڑے چلے جا رہے ہیں تقریباً میدان خالی ہو جاتا ہے اگر کچھ لمحے مسلمان اس گرمجوشی سے ان کا تعاقب جاری رکھتے تو جنگ کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ ہو جاتا اور بدر کی فتح مبین کے بعد شائد آج اس سے بھی عظیم تر فتح اور کامرانی انہیں نصیب ہوتی اور کفار عرب کے ساتھ ان کی یہ جنگ آخری اور فیصلہ کن جنگ ثابت ہوتی۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا جنگ کے اس مرحلہ میں اسلامی لشکر کے ہر مجاہد نے جان فروشی اور اولو العزمی کے ایسے حسین اور دلکش نقوش جریدہ عالم پر ثبت کئے کہ رہتی دنیا تک ان کی نظیر پیش نہیں کی جاسکے گی۔

دوسرا مرحلہ

مسلمانوں نے جب دشمن کی واپسی سے بے فکر ہو کر اموال غنیمت کو سمیٹنا شروع کر دیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے واضح اور حتمی ارشادات کے باوجود پچاس میں سے چالیس تیر اندازوں نے اپنا مورچہ چھوڑ دیا اور اموال غنیمت کو اکٹھا کرنے میں مصروف ہو گئے۔ تو خالد کی عقابی نگاہوں نے ذرا توقف کئے بغیر احد کا چکر کاٹ کر عقب سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور مسلمان جو دشمن سے بالکل بے خوف ہو کر ادھر ادھر اموال غنیمت اکٹھا کرنے میں منہمک تھے اس اچانک افتاد کی تاب نہ لاسکے اور حواس باختہ ہو کر ادھر ادھر دوڑنے لگے۔

اس پر مزید ایک آفت ٹوٹی کہ ابن قمئیہ نے اعلان کر دیا کہ اس نے فِدَاهُ اَبِیْ وَاُمِّیْ وَنَفْسِیْ کو قتل کر دیا ہے یہ خبر سن کر مسلمانوں پر تو ایک قیامت ٹوٹ پڑی ان کی عقل و ہوش کے چراغ بجھ گئے گویا کسی نے ان کی ساری توانائیوں کو چوس لیا ہو۔

یہاں ہم علامہ حافظ ابن حجر کا ایک اقتباس پیش خدمت کرتے ہیں جو یقیناً بصیرت افروز ثابت ہو گا۔

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ اِنَّهُمْ صَارُوْا ثَلَاثَ فِرَقٍ۔ فِرْقَةٌ اِسْتَمَرُّوْا فِی الْهَزِیْمَةِ اِلٰی قُرْبِ الْمَدِیْنَةِ فَمَا رَجَعُوْا حَتّٰی اِنْفَضَّ الْقِتَالُ وَهُمْ قَلِیْلٌ۔ هُمُ الَّذِیْنَ نَزَلَ فِیْهِمْ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ (آل عمران: ۱۵۵)

وَفِرْقَةٌ سَارُوْا حَيَارٰى - لَمَّا سَمِعُوْا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَدْ قُتِلَ، فَصَارَتْ غَايَةُ الْوَاحِدِ مِنْهُمْ اَنْ يَذُبَّ عَنْ نَفْسِهٖ
اَوْ يَسْتَمِرَّ عَلٰى بَصِيْرَتِهٖ فِي الْقِتَالِ اِلٰى اَنْ يُقْتَلَ وَهُمْ اَكْثَرُ الصَّحَابَةِ
وَفِرْقَةٌ ثَبَتَتْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَرَاجَعَتْ اِلَيْهِ
الْفِرْقَةُ الثَّانِيَةُ شَيْئًا فَشَيْئًا لَمَّا عَرَفُوْا اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ

"حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ مسلمان اس وقت تین گروہوں میں بٹ گئے
ایک گروہ جو میدان جہاد سے بھاگا تھا وہ مدینہ کے قرب وجوار میں پہنچ گیا
اور ان کی تعداد بہت قلیل تھی اور انہیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ
آیات نازل فرمائیں۔
بے شک وہ لوگ جو پیٹھ پھیر گئے تھے تم میں سے اس روز جب مقابلہ میں
نکلے تھے دونوں لشکر تو پھسلا دیا تھا انہیں شیطان نے بوجہ ان کے کسی عمل
کے اور بے شک اب معاف فرما دیا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں یقیناً اللہ تعالیٰ
بہت بخشنے والا نہایت حلم والا ہے۔ (گویا اللہ تعالیٰ نے لقد عفااللہ عنہم فرما
کر ان کو عفو کا مژدہ سنا دیا) جب اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا تو اب
کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ان پر زبان طعن دراز کرے۔
اور ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جب انہوں نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی شہادت کی خبر سنی تو وہ حیران و سراسیمہ ہو کر رہ گئے اب انہیں
سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں کیا وہ صرف اپنی جان کا بچاؤ کریں یا اپنی
سمجھ کے مطابق مصروف پیکار رہیں یہاں تک کہ وہ شہید ہو جائیں۔
تیسرا گروہ ان جان نثاروں کا تھا جو ان ازحد سنگین اور خطرناک حالات
میں بھی اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں حاضر رہے۔
دوسرا گروہ بھی آہستہ آہستہ اس تیسرے گروہ میں
آ کر شامل ہو گیا اور اپنے آقا کے قدموں میں حاضر ہو کر اپنی جان کے
نذرانے پیش کرنے لگا۔"

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس نازک وقت میں حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم سیدنا علی
مرتضیٰ رضی اللہ عنہم ان تین گروہوں میں سے کس گروہ میں شامل تھے۔

آیئے! یہ فقیر پُرتقصیر مستند حوالوں سے آپ کو بتاتا ہے کہ یہ تینوں حضرات تیسرے گروہ میں شامل تھے اور نازک ترین حالات میں بھی یہ اپنے محبوب کریم سے لمحہ بھر کے لئے بھی جدا نہیں ہوئے۔

علامہ المقریزی۔ اپنی مشہور کتاب الامتاع میں لکھتے ہیں۔

جب ابن قمیئہ نے حضرت مصعب بن عمیر کو شہید کر دیا اور اسلام کا پرچم ان کے کٹے ہوئے ہاتھوں سے گر پڑا اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اٹھا کر یہ علم حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ پھر دونوں فریقوں میں دست بدست جنگ شروع ہو گئی اور کفار نے "یَالِلْعُزّٰی یَالِلْهُبَلْ" کے نعرے لگانے شروع کر دیئے اور مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بھی زخمی کر دیا۔

لَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِبْرًا وَّاحِدًا بَلْ
وَقَفَ فِيْ وَجْهِ الْعَدُوِّ وَهُوَ يَرْمِيْ عَنْ قَوْسِهٖ اَوْ بِحَجَرٍ حَتّٰى تَحَاجَزُوْا

"حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک بالشت بھی اپنی جگہ سے آگے پیچھے نہیں ہوئے بلکہ دشمن کے سامنے کھڑے رہے اور اپنی کمان سے دشمن پر تیروں کی بارش کرتے رہے اور پتھر پھینکتے رہے یہاں تک کہ دشمنوں کا منہ پھیر دیا۔" (۱)

ان حالات میں صحابہ کرام میں سے کون کون حضرات حضور کی خدمت اقدس میں حاضر تھے اس کے بارے میں علامہ موصوف رقمطراز ہیں۔

وَثَبَتَ مَعَهٗ خَمْسَةَ عَشَرَ رَجُلًا ثَمَانِيَةٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ هُمْ
اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ
وَسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَطَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَاَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ
جَرَّاحٍ وَّزُبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ۔ وَمِنَ الْاَنْصَارِ سَبْعَةٌ حُبَابُ بْنُ
الْمُنْذِرِ وَاَبُوْدُجَانَةَ وَعَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ وَحَارِثُ بْنُ صِمَّةَ وَ
اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَسَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ وَسَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَلَمْ
يُقْتَلْ مِنْهُمْ اَحَدٌ

"اس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ پندرہ حضرات ثابت قدم رہے جن میں سے آٹھ مہاجر تھے ان کے نام یہ ہیں

۱۔ الامتاع، جلد ۱، صفحہ ۱۲۱

ابو بکر۔ عمر۔ عبد الرحمٰن بن عوف۔ علی بن ابی طالب۔ سعد بن ابی وقاص۔ طلحہ بن عبید اللہ۔ ابو عبیدہ بن جراح۔ زبیر بن العوام۔

انصار سات تھے۔ حباب بن منذر۔ ابو دجانہ۔ عاصم بن ثابت۔ حارث بن صمہ۔ اسید بن حضیر۔ سعد بن معاذ۔ سہل بن حنیف اور ان میں سے کوئی آدمی مقتول نہیں ہوا۔ " (۱)

معلوم ہوا کہ یہ جلیل القدر صحابہ جن میں حضرت صدیق اکبر۔ حضرت فاروق اعظم اور علی مرتضیٰ بھی ہیں اس نازک وقت میں اپنے آقا کے پاس موجود تھے۔

علامہ ابن سید الناس اپنی سیرت کی کتاب "عیون الاثر" میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَثَبَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزُولُ يَرْمِي عَنْ قَوْسِهِ حَتّٰى صَارَتْ شَظَايَا وَيَرْمِي بِالْحَجَرِ وَثَبَتَ مَعَهُ عِصَابَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهِ اَرْبَعَةَ عَشَرَ رَجُلًا۔ سَبْعَةٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فِيْهِمْ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ وَسَبْعَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ حَتّٰى تَحَاجَزُوْا۔

"ان سنگین حالات میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے اور دشمن پر اپنی کمان سے تیر برساتے رہے اور پتھر پھینکتے رہے اور اس حالت میں صحابہ کا ایک گروہ جو چودہ اصحاب پر مشتمل تھا وہ بھی حضور کے ساتھ ثابت قدم رہا۔ ان میں سے سات مہاجر تھے اور ان میں حضرت صدیق اکبر بھی تھے اور سات انصار میں سے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے دشمنوں کے حملے کو روک دیا۔ " (۲)

اسی واقعہ کے بارے میں رومانیہ کے سابق وزیر خارجہ جونستانس اپنی تالیف نظرۃ جدیدۃ میں لکھتے ہیں۔

فَرَّقَ فُرْسَانُ خَالِدٍ جَيْشَ الْمُسْلِمِيْنَ كُلَّهُ مُقَدَّمَتَهُ وَمُؤَخَّرَتَهُ غَيْرَ اَنَّ عَدَدًا مِّنَ الرِّجَالِ حَافَظُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْتَفُّوْا حَوْلَهُ وَهُمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعَلِيٌّ وَاَبُوْ دُجَانَةَ وَغَيْرُهُمْ حَيْثُ اَلَّفُوْا صَفًّا صَغِيْرًا حَالُوْا بِسُيُوْفِهِمْ دُوْنَ تَقَدُّمِ فُرْسَانِ الْعَدُوِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۔ الامتاع، جلد ۱، صفحہ ۱۳۱ ۲۔ عیون الاثر، جلد ۲، صفحہ ۱۲

"خالد کے شہسواروں نے مسلمانوں کے سارے لشکر کو منتشر کر دیا سوائے ان جوانمردوں کے جو اس وقت بھی اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت کے لئے حضور کے اردگرد گھیرا بنا کر کھڑے ہو گئے تھے اور وہ خوش نصیب حضرت ابو بکر۔ عمر۔ علی۔ ابو دجانہ وغیرہ تھے۔

انہوں نے ایک چھوٹی سی ایسی سیسہ پلائی ہوئی دیوار قائم کر دی تھی جنہوں نے اپنی تلواروں سے دشمن کے شہسواروں کی پیش قدمی کو روک دیا اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قریب نہ پہنچ سکے۔" (۱)

ڈاکٹر محمد حسین ہیکل نے اپنی سیرت کی کتاب میں لکھا ہے۔

سب سے پہلے کعب بن مالک نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی چمکتی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر حضور کو پہچانا اور فرط مسرت سے بے قابو ہو کر بلند آواز سے کہا۔ "یَامَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اَبْشِرُوْا هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ" اے مسلمانوں کے گروہ! مژدہ باد! یہ اللہ کے رسول موجود ہیں۔" مسلمان نے ستا تو پروانوں کی طرح ٹوٹ کر وہاں پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اور حضور کے ساتھ جو حضرات موجود تھے ان کو شعب کی طرف لے گئے وہ لوگ جو پہلے موجود تھے وہ کون کون تھے ان کے نام ڈاکٹر موصوف کی زبانی سنئے۔

وَنَهَضُوْا بِالنَّبِيِّ وَمَنْ حَوْلَهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَزُبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَرَهْطٌ غَيْرُهُمْ۔

"جو حضور کے اردگرد پہلے موجود تھے ان میں ابو بکر۔ عمر۔ علی۔ زبیر بن عوام اور جان باز عشاق کا ایک گروہ موجود تھا۔" (۲)

یہی ڈاکٹر محمد حسین ہیکل چند سطر آگے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں۔

جب حضور وہاں پہنچے تو خالد بن ولید نے اپنے شہسواروں کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ کر حملہ کرنے کا قصد کیا تو خالد کو منہ توڑ جواب دے کر وہاں سے بھاگنے پر مجبور کرنے والا کون تھا۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر موصوف کی عبارت ملاحظہ فرمایئے۔

وَاِنَّهُمْ لَكَذٰلِكَ اِذْ عَلَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَلٰى رَاْسِ فُرْسَانٍ مَعَهٗ

ا۔ نظرۃ جدیدہ، صفحہ ۲۵۹

۲۔ سیدنا محمد، ص ۲۹۲

الْجَبَلَ فَقَاتَلَهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَرَهْطٌ مِّنْ اَصْحَابِ الرَّسُوْلِ فَرَدُّوْهُمْ۔

"یہ حضرت عمر تھے جنہوں نے اپنے مجاہد ساتھیوں کے ساتھ خالد کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔"

علامہ ابن خلدون اس واقعہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وَنَهَضُوْا مَعَهٗ نَحْوَ الشِّعْبِ فِيْهِمْ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَّزُبَيْرُ وَالْحَارِثُ بْنُ صِمَّةَ الْاَنْصَارِيْ وَغَيْرُهُمْ

"اور حضور کی موجودگی کے بارے میں جان کر جمع ہونے والوں کے ساتھ حضور اور حضور کے ساتھی شعب کی طرف روانہ ہوئے جن کے نام یہ ہیں ابو بکر۔ عمر۔ علی۔ زبیر۔ حارث بن صمۃ الانصاری۔" (۱)

ابن سید الناس اپنی کتاب عیون الاثر میں اس واقعہ کو یوں تحریر فرماتے ہیں۔

فَلَمَّا عَرَفَ الْمُسْلِمُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَضُوْا بِهٖ وَنَهَضَ مَعَهٗ نَحْوَ الشِّعْبِ مَعَهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعَلِيٌّ وَّطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَالْحَارِثُ بْنُ صِمَّةَ الْاَنْصَارِيْ وَرَهْطٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ

بعض ایسے نازک مرحلے بھی آئے جہاں تنہا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دشمن کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پہاڑ کے اوپر تشریف فرما تھے ابو سفیان اپنے چند سپاہیوں کو ہمراہ لے کر پہاڑ پر چڑھنے لگا سرکار دو عالم نے فرمایا۔ "لیس لہم ان یعلونا" انہیں مہلت ملنی چاہئے کہ وہ ہم سے بلندی پر چڑھ جائیں۔

فَقَاتَلَهُمْ عُمَرُ وَمَعَهٗ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ حَتّٰى اَهْبَطَهُمْ۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کے ایک دستہ کے ساتھ ابو سفیان اور اس کے لشکر کے ساتھ جنگ کی اور ان کو نیچے اترنے پر مجبور کر دیا۔" (۲)

۱۔ ابن خلدون، جلد ۲، صفحہ ۷۶۲ ۲۔ عیون الاثر، جلد ۲، صفحہ ۱۵۱، الکامل، جلد ۲، صفحہ ۱۵۸

اثنائے جنگ آپ کے عمومی کارناموں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے رومانیہ کے سابق وزیر خارجہ نظرۃ جدیدۃ میں لکھتے ہیں۔

أَمَّا عُمَرُ وَكَانَ يُصَاوِلُ الْمُشْرِكِينَ بِقَامَتِهِ الْمَهِيبَةِ الطَّوِيلَةِ الْعَرِيضَةِ وَيُرْسِلُ أَصْوَاتًا مُرْعِبَةً يَهْلَعُ لَهَا الْمُشْرِكُونَ وَكَانَ يُنْشِدُ الشِّعْرَ تَحْمِيسًا لِلْمُسْلِمِينَ الْمُحَارِبِينَ۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بلند وبالا اور طویل وعریض قد وقامت کے ساتھ مشرکین پر حملہ آور ہوتے تھے۔ اور آپ کی گرجدار آواز سے مشرکین کے کلیجے پھٹتے تھے آپ وقتاً فوقتاً اپنی بلند آواز سے ایسے شعر پڑھتے تھے جو مسلمانوں کے جوش وخروش میں اضافہ کر دیتے تھے۔" (۱)

ابو سفیان کے نعروں کے جواب میں لشکر اسلام کی طرف سے نعرے لگانے والا کون تھا۔ وہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات والاصفات تھی۔ جو ذات جنگ کے ہر مرحلہ میں، ہر کٹھن وقت پر اپنے آقا کے پاس رہی اور جس کی شہادت میں چند مستند حوالے قارئین کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں کیا اس کے بعد بھی کوئی شخص یہ الزام لگا سکتا ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر بھاگ گئے تھے۔

اس سے زیادہ بہتان تراشی اور کذب بیانی اور کیا ہو سکتی ہے۔

آخر میں دو مختصر واقعات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جس سے آپ ان جلیل القدر ہستیوں کے ایمان اور جذبہ جاں نثاری کا بآسانی اندازہ لگا سکیں گے۔

حضرت صدیق اکبر کا ایک لڑکا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ وہ ابھی تک مشرف باسلام نہیں ہوا تھا۔ وہ جنگ احد میں کفار کے لشکر میں شامل ہو کر جنگ کرنے کے لئے گیا تھا۔ وہاں میدان میں اتر کر مسلمانوں کو مقابلہ کا چیلنج دیا۔ حضرت صدیق اکبر نے سنا تو آپ اٹھے۔ کہ اس کو اس چیلنج کا مزہ چکھائیں اور خود اس کا مقابلہ کر کے اسے کیفر کردار تک پہنچائیں۔ اللہ کے پیارے حبیب نے اپنے یار غار کو اپنی تلوار بے نیام کرتے ہوئے دیکھا اور فرمایا۔

شِمْ سَيْفَكَ وَأَمْتِعْنَا بِكَ

"اے ابو بکر! اپنی تلوار کو نیام میں ڈال لو اور ہمیں اپنے وجود سے متمتع ہونے دو۔"

ا۔ نظرۃ جدیدۃ، صفحہ ۲۶۲

معلوم ہوا صدیق اکبر اپنے آقا کے دین کو سربلند کرنے کے لئے اپنے لخت جگر کو بھی تہ تیغ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن اس کے آقا کو یہ یار غار اتنا عزیز ہے کہ اس کو منع فرمایا جا رہا ہے تاکہ وہ تادیر زندہ رہے اور اس کے وجود مسعود سے حضور کی امت اور حضور کا دین مستفید ہوتا رہے۔

علامہ ابن سید الناس اپنی کتاب عیون الاثر میں لکھتے ہیں

میدان احد میں حضرت فاروق اعظم اور ان کے بڑے بھائی زید بن خطاب رضی اللہ عنہما دونوں شریک تھے حضرت عمر نے اپنی زرہ اتار کر اپنے بھائی کو دی اور کہا آپ یہ زرہ پہن لیں چنانچہ حضرت زید نے جواب دیا۔ "اِنِّیْ اُرِیْدُ مِنَ الشَّهَادَةِ مِثْلَ مَا تُرِیْدُ" جس طرح راہ حق میں جام شہادت نوش کرنے کا تجھے شوق ہے مجھے بھی شوق ہے۔" چنانچہ دونوں نے زرہ کو پرے پھینک دیا اور اس آرزو میں کہ انھیں میدان میں شہادت نصیب ہو زرہ پہنے بغیر اس جنگ میں شرکت کی۔

یہ اللہ کی مشیت تھی کہ اس نے ان دونوں بھائیوں کو دین اسلام کی عظیم خدمات انجام دینے کے لئے مزید مہلت دی حضرت زید کو مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شرف شہادت نصیب ہوا اور حضرت فاروق اعظم کو مسجد نبوی کے محراب میں صبح کی نماز ادا کرتے ہوئے اس سعادت عظمیٰ سے بہرہ ور فرمایا گیا۔

سال سوم میں وقوع پذیر ہونے والے دیگر واقعات

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا۔ کاشانہ نبوت میں

حضرت حفصہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں ان کی پہلی شادی حضرت خنیس بن حذافہ القرشی السہمی سے ہوئی تھی۔ یہ ان خوش بختوں میں سے تھے جنہوں نے بالکل ابتدائی زمانہ میں حضور کی دعوت کو قبول کرنے کا شرف حاصل کیا تھا۔ اس سلسلہ میں آپ کو دوبار ہجرت کرنا پڑی پہلے یہ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئے وہاں سے واپس آئے تو پھر اپنے وطن مکہ کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں اپنے ہادی برحق صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدموں میں جا کر سکونت اختیار کی۔ حق اور باطل کی پہلی جنگ بدر میں شریک ہوئے اور داد شجاعت دی۔ پھر

میدان احد میں پہنچے وہاں خوب اپنی جاں نثاری کے جوہر دکھائے۔ زخمی ہو کر مدینہ واپس آئے وہ زخم اتنے گہرے تھے کہ ان سے جانبر نہ ہو سکے اور انہی زخموں کی وجہ سے عرصہ بعد وفات پاگئے۔ ان کی وفات سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں۔ ابھی ان کا عنفوان شباب تھا عمر مبارک صرف اٹھارہ سال تھی والدین کے لئے اس عمر میں بچی کا بیوہ ہونا بڑا المناک سانحہ تھا۔ حضرت فاروق اعظم نے بڑے صبر سے اس صدمہ کو برداشت کیا چھ سات ماہ کا عرصہ گزر گیا تو آپ کو خیال ہوا کہ کسی موزوں شخص کے ساتھ ان کا نکاح کر دینا ضروری ہے آپ نے اس مسئلہ پر بڑا غور وخوض کیا۔ آخر یہ سوچ کر قدرے سکون محسوس کیا کہ حضرت ابو بکر کو میں یہ رشتہ پیش کرتا ہوں اور وہ یہ پیشکش قبول کر لیں تو ان سے بہتر ان کی لخت جگر کے لئے وجہ تسکین کون ہو سکتا ہے۔ یہ سوچ کر آپ حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور اپنی جواں سال بیٹی کے بیوہ ہونے کا تذکرہ کیا آپ نے ان کی بات کو بڑی توجہ سے سنا۔ پھر حضرت فاروق اعظم نے کہا اگر آپ اس کو اپنی زوجیت میں قبول کر لیں تو ہم سب کے لئے باعث تسکین ہوگا۔ انہیں یقین تھا کہ ایسی پاک نماد اور عبادت گزار بچی کا رشتہ حضرت ابو بکر فوراً قبول کر لیں گے لیکن صدیق اکبر نے مکمل سکوت اختیار کر لیا آپ کو اس سکوت سے بہت دکھ ہوا۔ معاً خیال آیا کہ حضرت عثمان کی اہلیہ حضرت رقیہ کا انتقال ہو چکا ہے انہیں کیوں نہ یہ رشتہ پیش کیا جائے یہ سوچ کر آپ سیدھے ان کے گھر گئے اپنی آمد کا مدعا بیان کیا آپ نے سوچنے کے لئے کچھ روز کی مہلت طلب کی اس مہلت کے اختتام پر آپ پھر گئے حضرت عثمان نے صاف الفاظ میں معذرت کر دی اور کہا میں ابھی شادی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

اپنے دو قریبی دوستوں کا جواب سن کر آپ کو بہت رنج ہوا اور آپ دونوں کی شکایت کرنے کے لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے سارا ماجرا عرض کیا آخر میں کہا یارسول اللہ! کیا حفصہ جیسی جواں سال، متقی، عبادت گزار کے رشتہ کی پیشکش کو یوں مسترد کرنا مناسب ہے۔

سرور عالم اپنے عزیز دوست کی پریشانی میں مسکرا دیئے فرمایا کہ حفصہ کے ساتھ وہ شادی کرے گا۔ جو عثمان سے بہتر اور اعلیٰ ہے اور عثمان اس سے شادی کرے، جو حفصہ سے برتر اور افضل ہے۔

يَتَزَوَّجُ حَفْصَةَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْ عُثْمَانَ وَيَتَزَوَّجُ عُثْمَانُ مَنْ هِيَ خَيْرٌ مِّنْ حَفْصَةَ۔

یہ مژدہ جانفزا سن کر آپ جلدی سے اٹھے تاکہ اپنی سوگوار بچی اور اپنے دونوں دوستوں

ابو بکر اور عثمان کو یہ مسرت آگیں خبر سنائیں۔ سب سے پہلے آپ کی ملاقات حضرت صدیق اکبر سے ہوئی فرط مسرت سے حضرت عمر کے چہرے کو چمکتے ہوئے دیکھ کر حضرت صدیق سمجھ گئے اور مبارک دی اور فرمایا۔

لَا تَجِدْ عَلَيَّ يَا عُمَرُ۔ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ حَفْصَةَ۔ فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِتْرَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكَهَا لَتَزَوَّجْتُهَا۔

"اے عمر! مجھ پر ناراض نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ کی بچی کا ذکر کیا تھا۔ میں حضور کے راز کو افشانہیں کر سکتا تھا، اگر حضور اس کے ساتھ شادی نہ کرتے تو میں ضرور شادی کرتا۔"

آپ آٹھ سال تک حضور کی زوجیت میں رہ کر شرف خدمت حاصل کرتی رہیں سرور عالم کے وصال پرملال کے بعد اسی حجرہ مبارکہ میں اپنی ساری عمر درویشانہ طریقہ پر عبادت الٰہی اور کتاب الٰہی کی تلاوت میں گزار دی۔

واقدی کے قول کے مطابق آپ نے ماہ شعبان ۴۵ ہجری میں دار فانی سے رخت سفر باندھا اور اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ عالی میں باریاب ہوئیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک ساٹھ سال تھی۔ (۱)

عقد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

رحمت عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا گیا تھا۔ غزوہ بدر کے موقع پر ان کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عثمان کے اخلاق حسنہ اور حضور کی لخت جگر کے ساتھ حسن سلوک کی وجہ سے حضور نے اپنی دوسری نور نظر حضرت سیدہ ام کلثوم کا رشتہ بھی آپ کو عنایت فرمایا۔ چنانچہ ماہ جمادی الثانی ۳ ہجری میں یہ شادی خانہ آبادی پایہ تکمیل کو پہنچی۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ نکاح ربیع الاول ۳ ہجری میں ہوا اور رخصتی تین ماہ بعد جمادی الثانی میں ہوئی۔ (۲)

۱۔ تاریخ الخمیس، جلد ۱، صفحہ ۴۱۶ تراجم سیدات بیت نبوت، صفحہ ۳۰۰۔ ۳۰۳

۲۔ تاریخ الخمیس، جلد ۱، صفحہ ۴۱۴ سیرت ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۱۲۰ تراجم سیدات بیت نبوت، صفحہ ۴۱۸

حضرت زینب بنت خزیمہ کا شرف زوجیت

رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہجرت کے تیسرے سال میں حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کو شرف زوجیت سے نوازا۔ یہ بھی بیوہ تھیں یہ پہلے کس کے عقد میں تھیں اس میں دو مشہور قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ ان کا پہلا نکاح طفیل بن حارث بن عبد المطلب بن ہاشم سے ہوا تھا انہوں نے طلاق دے دی۔ ان کے بھائی حضرت عبیدہ بن الحارث نے ان سے نکاح کیا حضرت عبیدہ نے غزوہ بدر میں شرف شہادت حاصل کیا یہ بیوگی کی زندگی بسر کر رہی تھیں شکل وصورت بھی اتنی دلکش نہ تھی اس بندہ نواز آقا نے کرم فرماتے ہوئے انہیں اپنی زوجیت کی سعادت سے بہرہ اندوز کر کے ان کے غمزدہ دل کو شاداں و فرحاں کر دیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آپ حضرت عبداللہ بن جحش کی رفیقہ حیات تھیں وہ عبداللہ بن جحش جنہوں نے مقبولیت کی گھڑی میں اپنے لئے شہادت کی دعامانگی تھی اور ساتھ ہی یہ التجا بھی کی تھی کہ نہ صرف یہ کہ کفار ان کو قتل کر دیں بلکہ ان کی ناک، ان کے کان کاٹ دیئے جائیں ان کی آنکھیں پھوڑ دی جائیں روز محشر اسی حالت میں وہ اپنے پروردگار کی جناب میں پیش ہوں تو وہ پوچھے کہ اے عبداللہ! تیرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا گیا تو وہ کہے۔ فِيكَ وَفِي رَسُولِكَ تیری محبت اور تیرے رسول کے عشق کے جرم میں مجھے یہ سزادی گئی یہ اس عبداللہ کی منکوحہ تھیں۔ اور ان کی شہادت کے بعد بیوہ ہوئیں۔

حضور کے بیت زوجیت میں یہ صرف آٹھ ماہ گزار سکیں پھر راہئ ملک بقا ہو گئیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ ادا کی جنت البقیع میں سپرد خدا کیا۔ آپ بڑی فیاض اور کریم النفس خاتون تھیں غریبوں مسکینوں یتیموں اور بے سہاروں کے ساتھ حد درجہ محبت کرتی تھیں یہاں تک ام المساکین کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ (۱)

حضرت امام حسن علیہ السلام کا میلاد مبارک

پندرہ رمضان المبارک ۳ ہجری میں اللہ تعالی نے حضرت سیدنا علی مرتضی کو حضرت سیدۃ نساء العالمین البتول الزہراء رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے ایک مولود مسعود عطا فرمایا۔ ان کی ظاہری صورت اور باطنی سیرت مظہر جمال و کمال محمد مصطفی تھی علیہ وعلی آلہ واصحابہ اطیب

۱۔ تاریخ الخمیس، جلد ا، صفحہ ۴۱۷ سیدات بیت نبوت نمبر ۳۱۴

التبیینة والثنا۔ آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں اور اقوال بھی ہیں لیکن علامہ ابن حجر نے مندرجہ بالا قول کی توثیق کی ہے فرماتے ہیں الاول الاثبت۔ (۱)

جب آپ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء بنت عمیس اور ام ایمن کو حضرت خاتون جنت کی خدمت گزاری کیلئے بھیجا۔ ان دونوں نے آیۃ الکرسی اور معوذتین پڑھ کر آپ کو دم کیا۔ بچے کی ولادت ہوئی تو اس کا جسم پاک صاف تھا۔ خون یا کسی دوسری نجاست کا نام ونشان تک نہ تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت امت کے لئے بھی گوناگوں برکتوں کا باعث بنی۔ اسلام میں بچے کی پیدائش پر جو تقریبات منائی جاتی ہیں یا جو اعمال بجالائے جاتے ہیں ان سب کا آغاز آپ ہی کی پیدائش کا مرہون منت ہے۔ آپ کی برکت سے ساری امت کو یہ طریقے نصیب ہوئے سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں دن دو دنبے آپ کے لئے بطور عقیقہ ذبح کئے۔ اور اپنی لخت جگر کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے کے سر کے بال منڈوائیں اور انہیں چاندی کے ساتھ تول کر صدقہ کردیں آپ کا سر منڈایا گیا۔ بال تولے گئے اس کا وزن ایک درہم کے برابر تھا۔ اسی قدر چاندی صدقہ کی گئی۔ دائی کو حضرت سیدہ نے دنبے کی ایک ران اور ایک دینار عطا فرمایا۔ سرمنڈانے کے بعد سرکار دوعالم نے اپنے نورنظر کے سر پر دست پاک سے خوشبو ملی۔ ساتویں روز ہی حضور کے حکم سے حضرت حسن کا ختنہ کیا گیا ساتویں روز ہی نام مبارک بھی تجویز فرمایا اس روز سرور عالم حضرت سیدہ کے کاشانہ میں تشریف لے آئے فرمایا اَرُونِيْ اِبْنِيْ مَا سَمَّيْتُمُوْهُ مجھے میرا بیٹا دکھاؤ اور بتاؤ۔ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے۔

سیدنا علی فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم نے تو اس کا نام حرب تجویز کیا ہے۔ حضور نے فرمایا، حرب، نہیں اس کا نام حسن ہے۔ اسد الغابہ میں علامہ ابن اثیر روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام حسن رکھا اور ابو محمد کنیت تجویز فرمائی۔ زمانہ جاہلیت میں یہ نام معروف اور مروج نہ تھا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ان ناموں کو لوگوں کی نگاہوں سے پنہاں رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے محبوب نے اپنے ان فرزندوں کو ان اسماء مبارکہ سے موسوم کیا حضرت اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں کہ حضرت سیدہ کے ہاں جب یہ فرزند دلبند پیدا ہوا تو نبی الانبیاء تشریف لائے اور فرمایا يَا اَسْمَاءُ هَلُمِّي اِبْنِيْ اے اسماء! میرا بیٹا میرے پاس لے آؤ۔

۱۔ الاصابہ، جلد۱، صفحہ ۳۲۸

میں نے ایک سفید چادر میں لپیٹ کر بارگاہِ اقدس میں پیش کیا حضور نے مجھ سے لے لیا پھر ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر فرمائی۔

پھر سیدنا علی سے فرمایا میرے بیٹے کا تم نے کیا نام رکھا ہے آپ نے عرض کیا۔ میری کیا مجال تھی کہ میں حضور سے پہلے اس کا نام رکھنے کی جرأت کرتا حضور نے فرمایا میری طاقت بھی نہیں کہ اس بچے کا نام رکھنے میں اپنے رب سے سبقت کروں۔ اس وقت جبرئیل حاضر ہوئے عرض کی۔

اِنَّ رَبَّكَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ لَكَ عَلِيٌّ مِنْكَ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى وَلٰكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَكَ فَسَمِّ ابْنَكَ هٰذَا بِاسْمِ وَلَدِ هَارُوْنَ قَالَ وَمَا كَانَ اسْمُ ابْنِ هَارُوْنَ يَا جِبْرِيْلُ قَالَ شَبَّرَ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ لِسَانِيْ عَرَبِيٌّ فَقَالَ سَمِّهِ الْحَسَنَ فَفَعَلَ

"یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں علی کا تعلق آپ سے ایسے ہے جیسے ہارون کا تعلق موسیٰ علیہ السلام سے تھا۔ لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے آپ اپنے بیٹے کا نام وہ رکھیں جو حضرت ہارون کے بیٹے کا نام تھا حضور نے پوچھا، ان کے بیٹے کا نام کیا تھا جبرئیل نے عرض کیا شبر" حضور نے فرمایا میری زبان تو عربی ہے تو جبرئیل نے عرض کی ان کا نام حسن رکھئے۔ چنانچہ حضور نے اس صاحبزادے کا نام حسن تجویز فرمایا۔" (۱)

آپ کی ولادت سے پہلے حضرت ام الفضل، حضرت عباس کی زوجہ محترمہ، حضور کی خدمت میں آئیں اور عرض کی یا رسول اللہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضور کے اعضاء میں سے ایک عضو میرے گھر میں ہے سرکار نے فرمایا تم نے ٹھیک دیکھا ہے فاطمہ بچہ جنے گی اور تم اس کو اپنے بیٹے قثم کے ساتھ دودھ پلاؤ گی۔

چنانچہ حضرت حسن پیدا ہوئے اور آپ نے انہیں دودھ پلایا۔

حضرت امام حسن نے ایک دفعہ فرمایا مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے کہ میں اس سے ملاقات کروں اور میں چل کر اس کے گھر کی زیارت کیلئے نہ گیا ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد آپ نے بیس

۱۔ تاریخ الخمیس، جلد ۱، صفحہ ۴۱۸

مرتبہ مدینہ طیبہ سے پیدل چل کر کعبہ مقدسہ کی زیارت کی اور پندرہ حج آپ نے پاپیادہ کئے اس حالت میں کہ بہترین اونٹنیاں آپ کے ہمراہ ہوتی تھیں اور دو مرتبہ اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔

آپ کے فضائل و کمالات بے شمار ہیں بتوفیقہ تعالیٰ اپنے اپنے مقام پر انہیں ذکر کیا جائے گا۔

آپ کے حلیہ مبارکہ کے بارے میں علماء لکھتے ہیں۔

آپ کی رنگت سفید سرخی مائل تھی۔ آپ کی آنکھیں بڑی بڑی اور سرگیں تھیں، آپ کے رخسار پھول کی طرح شگفتہ تھے، ڈاڑھی گھنی تھی سر کے بال کانوں تک تھے گردن ایسے چمکتی تھی جیسے چاندی سے ڈھالی گئی ہو۔ ہڈیوں کے جوڑ بڑے مضبوط تھے۔ سینہ کشادہ تھا، قد درمیانہ تھا، چہرہ مبارک از حد دلکش تھا، بال گھنگھریالے تھے۔ (۱)

۳ ہجری میں شریعت کے جن احکام کا نفاذ ہوا ان کے بارے میں علامہ شبلی رقمطراز ہیں۔

وراثت کا قانون بھی اسی سال نازل ہوا اب تک وراثت میں ذوی الارحام کا کوئی حصہ نہ تھا ان کے حقوق کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔

نیز اب تک مسلمان مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کر لیا کرتے تھے اس کی ممانعت نہیں تھی اس سال اس کی بھی تحریم نازل ہوئی اور ایک مسلمان کو کسی مشرک عورت کے ساتھ شادی کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔ (۲)

۴ھ ہجری

اس سال میں وقوع پذیر ہونے والے اہم واقعات کی اجمالی فہرست

۱۔ سریہ ابی سلمۃ الی قطن۔
۲۔ سریہ عبداللہ بن اُنیس، عرنہ کی طرف
۳۔ بئر معونہ کا واقعہ
۴۔ رجیع کا واقعہ
۵۔ سریہ عمرو بن امیہ الضمری

۱۔ تاریخ الخمیس، جلد ۱، صفحہ ۴۱۹
۲۔ سیرت نبوی علامہ شبلی، جلد ۱، صفحہ ۳۵۶

۶۔ غزوہ بنی النضیر
۷۔ وفات ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ
۸۔ غزوہ ذات الرقاع
۹۔ صلوۃ الخوف
۱۰۔ وفات عبداللہ بن عثمان
۱۱۔ ولادت حضرت حسین بن علی
۱۲۔ زید بن ثابت کا سریانی زبان سیکھنا
۱۳۔ غزوہ بدر الصغریٰ
۱۴۔ حضرت ام سلمہ کو شرف زوجیت
۱۵۔ دو یہودیوں کا رجم
۱۶۔ سیدنا علی مرتضیٰ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کی وفات
۱۷۔ شراب کی حرمت کا حکم

سریہ ابی سلمہ

۳ ہجری میں میدان بدر میں اسلام کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی تھی۔ اور مشرکین مکہ کو شرمناک شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا اسلام کی اس فتح مبین کا نتیجہ یہ ہوا کہ جزیرہ عرب میں دور ونزدیک بسنے والے مشرک قبائل پر مرعوبیت اور خوف کی کیفیت طاری ہوگئی۔ وہ مسلمانوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کیلئے کوشاں نظر آنے لگے۔ لیکن احد میں مسلمانوں کی کثیر تعداد کے شہید ہوجانے سے اہل مکہ کو اپنی کھوکھلی کامیابی کا ڈھنڈورا پیٹنے کا موقع مل گیا آس پاس کے قبائل میں بھی یہ حوصلہ پیدا ہونے لگا کہ وہ مسلمانوں کو جب موقع ملے زک پہنچانے سے باز نہ آئیں۔

ماہ شوال میں جنگ احد ہوئی تھی ذی قعد اور ذی الحجہ دو ماہ گزرے محرم کا مہینہ آیا تو یہ اطلاعیں ملنی شروع ہوئیں کہ بنی اسد کے سردار خویلد کے دونوں بیٹے طلیحہ اور سلمہ اپنی قوم بنو اسد کو مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے مشتعل کر رہے ہیں۔ وہاں سے ایک آدمی آیا اور ان کے ارادوں اور تیاریوں کے بارے میں بارگاہ نبوت میں تفصیلی رپورٹ پیش کی۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں مہلت نہ دی کہ وہ مدینہ پر چڑھائی کریں بلکہ اپنے ایک جان نثار

صحابی حضرت ابو سلمہ کو ایک سو پچاس مجاہدین کا سالار بنا کر ان کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ اسلام کے یہ بہادر جب ان کے قرب وجوار میں پہنچے تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور انہوں نے بھاگ کر اپنی جانیں بچانے میں ہی خیریت سمجھی۔ حضرت ابو سلمہ وہاں پہنچے تو ان کی آبادیاں خالی پڑی تھیں ان کے کثیر التعداد اونٹ اور بیشمار بھیڑ بکریاں ادھر ادھر گھوم پھر رہی تھیں آپ نے ان پر قبضہ کر لیا انہیں ہانک کر بارگاہ رسالت میں لے آئے۔ جس شخص نے بنو اسد کے منصوبوں سے حضور کو مطلع کیا تھا پھر لشکر اسلام کی راہنمائی کی تھی اس کو حضور نے انعام واکرام سے مالا مال کر دیا اور بقیہ مال غنیمت احکام الٰہی کے مطابق تقسیم کیا گیا۔ (۱)

حضرت ابو سلمہ جنگ احد میں زخمی ہوئے تھے، مرہم پٹی کرنے سے وہ زخم مندمل ہو گئے اس مہم کو سر کرنے کیلئے دور دراز کا سفر طے کرنا پڑا پندرہ بیس روز اسی جدوجہد میں گزر گئے جب واپس آئے تو پہلے زخم پھر ہرے ہو گئے از سر نو تکلیف شروع ہو گئی۔ اس تکلیف سے جمادی الاول کی ۲۶ تاریخ کو وہ راہئی ملک بقا ہوئے رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین۔

رجیع کا المیہ

غزوہ احد کے بعد ایک اور دردناک سانحہ پیش آیا جس سے اگر ایک طرف مشرکین کی غداری، دھوکا بازی اور سنگدلی کا پردہ چاک ہوتا ہے تو دوسری طرف غلامان حبیب کبریا علیہ افضل الصلوٰۃ واجمل الثناکی جرأت واستقامت اور جذبہ جانفروشی پر روشنی پڑتی ہے۔

عضل اور قارہ، جو بنی عون بن خزیمہ بن مدرکہ قبیلہ کی دو شاخیں ہیں ان کے چند آدمی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ کہ ہمارے قبیلوں میں اسلام کو رفتہ رفتہ پذیرائی حاصل ہو رہی ہے لوگ بت پرستی سے دل برداشتہ ہو کر دین توحید کو قبول کرنے میں دلچسپی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگر حضور اپنے چند مبلغ ہمارے ساتھ بھیجیں تو ہم ان کو اپنے ہمراہ لے جائیں گے وہ لوگوں کو دین اسلام کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کریں گے۔ اور آیات قرآنی پڑھ کر انہیں سنائیں گے ہمیں امید ہے کہ ہمارے قبائل کے بیشتر لوگ اس دین حق کو قبول کر لیں گے۔

دین حق کے داعی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مندرجہ ذیل افراد کو تبلیغ اسلام کے لئے ان کے ساتھ روانہ کیا۔ مرثد بن ابی مرثد الغنوی۔ خالد بن البکیر۔ عاصم بن ثابت بن ابی الافلح۔

ا۔ امتاع الاسماع، جلد ا، صفحہ ۱۴۴

خبیب بن عدی، زید بن الدثنیہ، عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنھم، حضرت مرثد کو ان کا امیر مقرر کیا۔

اسلام کے مبلغین کا یہ طائفہ ان لوگوں کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوا حجاز کے اطراف میں ہذیل قبیلہ آباد تھا۔ ان کا ایک چشمہ تھا جو رجیع کے نام سے مشہور تھا۔ جب وہاں پہنچے تو عضل اور قارہ کے جو افراد ان حضرات کو تبلیغ اسلام کے بہانہ سے اپنے علاقہ میں لے جارہے تھے انہوں نے بنی ہذیل سے خفیہ بات چیت کی کہ اگر تم ہماری مدد کرو تو ہم ان چند مسلمانوں کو گرفتار کرکے مکہ لے جائیں گے وہاں ان کو منہ مانگی قیمت پر فروخت کردیں گے۔ اس طرح جو دولت ہاتھ آئے گی اس میں تمہارا بھی حصہ ہوگا چنانچہ وہ لوگ اس پر آمادہ ہوگئے۔

مسلمان اپنے خیموں میں بے فکر بیٹھے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے بارے میں غور وفکر کررہے تھے اور پروگرام بنارہے تھے اچانک سینکڑوں آدمی شمشیر بکف۔ ان پر حملہ کرنے کے لئے ان کی طرف بڑھنے لگے انہوں نے بھی تلواروں کو بے نیام کرلیا اور ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔

جب انہوں نے اللہ کے شیروں کو یوں شمشیر بکف دیکھا تو سہم گئے۔ کہنے لگے بخدا! ہم تم کو قتل کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتے ہم تو چاہتے ہیں کہ تمہیں اہل مکہ کے حوالے کرکے ان سے کچھ رقم بٹوریں ہم تمہیں اللہ تعالیٰ ضامن دیتے ہیں کہ ہم تمہیں ہرگز قتل نہیں کریں گے۔

حضرت مرثد، خالد اور عاصم نے تو انہیں دوٹوک جواب دیا واللّٰہ لا نقبل من مشرکٍ عھدًا ولا عقدًا ابدًا۔ بخدا ہم تو کسی مشرک کے عہد و پیمان کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں حضرت عاصم نے فی البدیہہ یہ شعر کہے۔

مَا عِلَّتِیْ وَاَنَا جَلْدٌ نَابِلٌ ۔۔۔ وَالْقَوْسُ فِیْهَا وَتَرٌ عَنَابِلُ

وَکُلُّ مَاحَمَّ الْاِلٰهُ نَازِلٌ ۔۔۔ بِالْمَرْءِ وَالْمَرْءُ اِلَیْهِ اٰئِلُ

اِنْ لَّمْ اُقَاتِلْکُمْ فَاُمِّیْ هَابِلُ

"میرے لئے کیا عذر ہے جب میں طاقتور ہوں اور میرا ترکش تیروں سے پُر ہے کمان مضبوط اور اس کا چلہ صحیح وسلامت ہے۔
اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کردیا ہے وہ ہوکر رہے گا۔ ہر ایک کو اس کی طرف لوٹنا ہے۔

اے مشرکو! اگر میں تم سے جنگ نہ کروں تو میری ماں کا پیٹ مرے۔"
چنانچہ ان تینوں نے ان کثیر التعداد مشرکوں کا مقابلہ کیا اور راہ حق میں جان کا نذرانہ پیش کر کے شرف شہادت سے مشرف ہو گئے۔
یہ عاصم، اسلام کا وہ بہادر سپوت ہے جس نے میدان احد میں سلافہ بنت سعد کے دو بیٹوں کو یکے بعد دیگرے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ جب انہوں نے باری باری اپنے قوم کے پرچم کو اٹھایا تھا اور ان کی ماں سلافہ نے قسم کھائی تھی کہ وہ عاصم کی کھوپڑی میں شراب پیئے گی جب یہ شیر دل مجاہد شہید ہو گیا تو ہذیل نے چاہا کہ اس کا سر کاٹ کر لے جائیں اور گراں قیمت پر سلافہ کے ہاتھ فروخت کر دیں تاکہ وہ اپنی قسم پوری کرے۔ جب ہذیل کے لوگ بری نیت سے ان کی نعش کی طرف بڑھے تو دیکھا کہ شہد کی مکھیوں نے اس مجاہد اسلام کی لاش کا محاصرہ کر رکھا ہے تاکہ کوئی ناپاک ہاتھ ان کی طرف بڑھنے نہ پائے اور جو آگے آنے کی کوشش کرتا تو وہ سارا خدائی لشکر اس پر بلہ بول دیتا اور اسے اپنی جان کے لالے پڑ جاتے۔ انہوں نے سوچا شام کے وقت یہ مکھیاں اپنے اپنے چھتوں کو چلی جائیں گی اس وقت ہم یہ حسرت پوری کر لیں گے لیکن شام کے وقت وادی میں سیلاب کا ایک تند و تیز ریلا آیا جو آپ کے جسد اطہر کو بہا کر لے گیا انہوں نے بڑی تلاش کی مگر ان کا سراغ نہ مل سکا۔ حضرت عاصم نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ کسی کافر کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ اور ساتھ ہی یہ التجا کی تھی کہ الٰہی! کوئی کافر میرے جسم کو بھی اپنا ناپاک ہاتھ نہ لگانے پائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جانباز کی التجا کو قبول فرمایا باقی تین حضرات زید بن الدثنہ۔ خبیب بن عدی اور عبداللہ بن طارق کو انہوں نے گرفتار کر لیا اور لے کر مکہ چلے تاکہ انہیں فروخت کریں جب ظہران کے مقام پر پہنچے تو حضرت عبداللہ بن طارق نے اس رسی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا جس کے ساتھ وہ بندھے ہوئے تھے اور تلوار بے نیام کر کے للکارا۔
آؤ بزدلو! اللہ کے شیر کا مقابلہ کرو سینکڑوں لومڑیوں میں سے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ ان کے اس چیلنج کو قبول کر سکے البتہ پیچھے ہٹ کر انہوں نے آپ پر پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے۔ آپ کا مزار پرانوار ظہران میں ہے اور آج بھی منزل عشق و وفا کے مسافروں کی راہنمائی اور حوصلہ افزائی کر رہا ہے۔
وہ لوگ حضرت خبیب اور حضرت زید کو مکہ لے آئے آپ نے جنگ بدر میں حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا تھا اس کے بیٹے عقبہ نے حضرت خبیب کو خرید لیا کہ انہیں قتل کر کے اپنے مقتول باپ کا انتقام لے۔ اور زید بن دثنہ کو صفوان بن امیہ نے خریدا تاکہ ان کو شہید کر کے

اپنے باپ امیہ کا بدلہ چکا سکے۔ انہیں حدود حرم سے باہر تنعیم کے مقام پر لے گئے تاکہ انہیں قتل کریں وہاں بہت سے مشرکین ایک مومن کے قتل کا تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تھے ان تماش بینوں میں ابو سفیان بھی تھا جب حضرت زید کو تہ تیغ کرنے کے لئے سامنے لایا گیا تو ابو سفیان نے بستہ فتراک شہسوار نبوت سے ایک سوال کیا۔ یہ سوال اس نے تو بطور مذاق کیا تھا۔ لیکن تاقیامت عاشقان جمال مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس میں ایک عظیم درس ہے۔ اور دولت و ثروت اور جاہ و حشمت کے پرستاروں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے اگر ابو سفیان یہ سوال نہ کرتا تو عاشق جگر سوختہ کے دل میں اپنے محبوب کے لئے محبت و جاں نثاری کے جو جذبات طوفان کی مانند ٹھاٹھیں مار رہے ہوتے ہیں شائد دنیا والوں کو اس کی خبر تک نہ ہوتی ابو سفیان نے پوچھا۔

أَنْشُدُكَ اللهَ يَا زَيْدُ! أَتُحِبُّ أَنَّ مُحَمَّدًا الْآنَ عِنْدَنَا مَكَانَكَ تُضْرَبُ عُنُقُهُ وَأَنَّكَ فِي أَهْلِكَ

"اے زید! اللہ کے واسطے مجھے صحیح صحیح بتاؤ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اس وقت تیری جگہ محمد (فداہ روحی الف الف مرة) ہوتے ان کی گردن ماری جاتی اور تم بعافیت اپنے اہل و عیال میں ہوتے۔"؟

اے عشق و محبت کا دم بھرنے والو! اللہ کے محبوب کے عاشق دلفگار کا جواب سنو۔ جس نے عقل و خرد کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا اس محبوب کے۔ جس کے حسن و جمال کو خالق حسن و جمال نے بے مثل رعنائیوں بے مثال دلربائیوں سے آراستہ فرما کر نوع انسانی کے بخت خفتہ کو بیدار کرنے کے لئے مبعوث فرمایا اس کے عاشق دلفگار کا جواب، کان کھول کر سنو، فرمایا۔

وَاللهِ مَا أُحِبُّ أَنَّ مُحَمَّدًا الْآنَ فِي مَكَانِهِ الَّذِي هُوَ فِيهِ تُصِيبُهُ شَوْكَةٌ تُؤْذِيهِ وَإِنِّي جَالِسٌ فِي أَهْلِي۔

"بخدا میں نے آج تک کسی آدمی کو اپنے آقا سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی حضور نبی کریم کے صحابہ کو حضور سے محبت کرتے دیکھا ہے۔"

اے ابو سفیان! بخدا میرے لئے تو یہ امر بھی ناقابل برداشت ہے کہ میرا آقا عزت و آرام سے جہاں اس وقت تشریف فرما ہیں میرے آقا کی پاؤں کے تلوؤں میں کانٹا چبھے اور میں گھر میں آرام سے بیٹھا ہوں۔

عاشق دل باختہ کا ان کربناک حالات میں یہ جواب سن کر ابو سفیان پر سناٹا طاری ہو گیا طوعاً وکرہاً اسے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ۔ مَا رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ اَحَداً اَيُحِبُّ اَحَداً كَحُبِّ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّداً (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِ رَحُسْنِهِ وَجَمَالِهِ)
پھر صفوان کے غلام نسطاس نے آگے بڑھ کر آپ کو شہید کر دیا۔ (۱)
ابن عقبہ مشہور سیرت نگار لکھتے ہیں کہ آپ کو تلوار کے وار سے شہید نہیں کیا گیا بلکہ ان پر مسلسل تیروں کی بارش کی گئی تا کہ وہ درد سے بے تاب ہو کر اسلام کو ترک کرنے کا اعلان کریں لیکن اس بندہ عشق پر مشق جور وستم کا جوں جوں اضافہ ہوتا ان کے، عشق ووفا کے سمندر میں اور بھی بلند وبالا موجیں اٹھتیں۔ حسن محمدی کی دل آویزیوں اور عشق صحابہ کی جان نثاریوں کا کوئی ایسا ہی روح پرور منظر دیکھ کر ترجمان حقیقت نے یہ کہا ہو گا۔

حسن میگفت کہ شاہے بہ پذیر دحرم — عشق میگفت تب وتاب دوامے وارم

اب ایک دوسرے کشتہ چشم مازاغ کے رقص بسمل کی حسین اداؤں کو ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کو اپنے آقا کے حسن لازوال کی دلفریبیوں اور اس کے عشاق کے جذبہ عشق ومستی کی گہرائیوں اور بیکراں وسعتوں کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔
حضرت خبیب نے جنگ بدر میں حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا تھا۔ بنی ہذیل، جب انہیں دھوکا سے گرفتار کر کے مکہ میں بیچنے کے لئے لائے تو حارث مقتول کے بیٹوں کو پتہ چلا تو انہوں نے اپنے باپ کے قاتل کو گراں قیمت ادا کر کے خرید لیا تا کہ انہیں قتل کر کے، اپنی آتش انتقام کو ٹھنڈا کریں انہوں نے خبیب کو خرید کر مجیر بن ابی رھاب کی آزاد کردہ کنیز ماویہ کے گھر میں محبوس کر دیا۔ شہادت سے پہلے انہوں نے اپنے اسیری کے دن اسی گھر میں گزارے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ماویہ کو نعمت ایمان سے مشرف فرمایا وہ ان دنوں کے چشم دید حالات بیان کرتی ہیں۔
وہ کہتی ہیں۔
"میں نے خبیب جیسا سراپا یمن وبرکت قیدی کبھی نہیں دیکھا وہ میرے گھر میں محبوس تھے۔ میں نے ایک دن ان کے کمرے میں جھانکا کیا دیکھتی ہوں ان کے ہاتھوں میں انگوروں کا ایک بہت بڑا گچھا ہے وہ اس کو کھا رہے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کیونکہ انگوروں کے پکنے کا موسم ابھی نہیں آیا تھا اور بھرے بازار میں انگوروں کا نام ونشان تک نہ تھا۔"

۱۔ الاکتفاء، جلد ۲، صفحہ ۱۳۵۔ ۱۳۶ ودیگر کتب سیرت

حارث کے بیٹوں نے آپ کو قتل کرنے کی تاریخ مقرر کر دی۔ جب وہ دن آیا تو آپ نے حارث کی ایک بیٹی سے اُسترا مانگا تا کہ موئے زیر ناف کی صفائی کر کے اور نماد ھو کر راہ حق میں اپنے سر کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اس نے اُسترا بھجوا دیا ماویہ کہتی ہیں کہ میری بے خبری میں میرا ایک بیٹا ان کے پاس چلا گیا، انہوں نے اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھالیا میں نے جب دیکھا کہ میرا لخت جگر اس شخص کی گود میں ہے جسے کچھ دیر بعد ہم موت کی سزا دینے والے ہیں تو میں تڑپ اٹھی مجھے اس خیال نے بے چین کر دیا کہ یہ میرے بچے کو اسی اُسترا سے ذبح کر کے اپنا بدلہ چکالے گا۔ حضرت خبیب نے میری پریشانی کو بھانپ لیا اور مجھے مخاطب کر کے کہا۔

" اَتَخْشَیْنَ اَنْ اَقْتُلَ ؟" کیا تمہیں یہ دھڑ کا لگا ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔

مَاکُنْتُ اَفْعَلُ ذٰلِكَ اِنْشَاءَ اللّٰہُ" میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا انشاء اللہ۔ جس کے استاد کامل نے عورتوں اور بچوں پر ہاتھ اٹھانے سے سختی سے منع فرمایا ہو۔ اس سے بھلا کب یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ایک معصوم بچے کو موت کے گھاٹ اتار دے گا۔

پھانسی دینے کے ارادہ سے حارث کے بیٹے حضرت خبیب کو سرزمین حرم سے نکال کر تنعیم کے مقام پر لے آئے جو حدود حرم سے باہر ہے اس وقت آپ نے انہیں فرمایا۔ اگر تم مجھے اتنی مہلت دو کہ میں صلیب پر قدم رکھنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھ لوں تو تمہاری مہربانی ہو گی۔ انہوں نے اجازت دے دی آپ نے دو رکعت نماز نفل بڑی خوبصورتی اور اطمینان سے ادا کی۔ جب پڑھ چکے تو آپ نے ارد گرد کھڑے ہوئے مشرکین کو کہا کہ نماز میں جو لطف و سرور مجھے آج نصیب ہوا ہے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ لمبی لمبی رکعتیں اور لمبے لمبے سجدے کرتا اور اپنے رب کریم کی حمد و ثناء کے ارمان پورے کرتا لیکن میں نے اس لئے ان رکعتوں کو طول نہیں دیا کہ تم اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جاؤ کہ محمد عربی کا غلام موت سے ڈر کر لمبی لمبی رکعتیں اور لمبے لمبے سجدے کر رہا ہے۔ سزائے موت سے پہلے دو نفل پڑھنا آج بھی مروج ہے اس کا آغاز اسی عاشق صادق نے کیا تھا اہل ایمان اسی کی پیروی کرتے ہوئے تختہ دار پر قدم رکھنے سے پہلے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں سربسجود ہونے کا شرف حاصل کیا کرتے ہیں۔

پھر انہوں نے آپ کو پھانسی کے تختہ پر کھڑا کیا آپ کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے جکڑ دیئے اور اس وقت آپ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی۔

اَللّٰھُمَّ قَدْ بَلَّغْنَا رِسَالَۃَ رَسُوْلِكَ فَبَلِّغْهُ الْغَدَاۃَ مَا یُصْنَعُ بِنَا

" یااللہ! ہم نے تیرے رسول مکرم کا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا ہے اے اللہ جو کچھ یہ لوگ ہمارے ساتھ کر رہے ہیں اس کی اطلاع اپنے حبیب کو پہنچا دے۔"

پھر آپ نے ان ناہنجاروں کیلئے بد دعا کرتے ہوئے عرض کی۔

اَللّٰھُمَّ اَحْصِھِمْ عَدَدًا وَّاقْتُلْھُمْ بَدَدًا وَّلَا تُغَادِرْ مِنْھُمْ اَحَدًا

" یااللہ ان کی تعداد کو کم کر دے ان کو منتشر کر کے ہلاک کر دے اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑ۔"

پھر ان لوگوں نے آپ کو نیزوں کے وار کر کے شہید کر دیا۔

موسیٰ بن عقبہ اپنے مغازی میں لکھتے ہیں کہ حضرت زید اور خبیب رضی اللہ عنہما کو ایک روز ہی شہید کیا گیا۔ اس روز رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے یہ فرماتے ہوئے سنا۔

وَعَلَيْكُمَا اَوْ عَلَيْكَ السَّلَامُ خُبَيْبٌ قَتَلَتْهُ قُرَيْشٌ

"کہ تم دونوں پر یا اے خبیب تجھ پر سلام ہو۔ خبیب کو قریش نے قتل کر دیا۔"

آپ کو شہید کرنے کے بعد انہوں نے آپ کو ایک لکڑی پر لٹکا دیا آپ کافی عرصہ اس لکڑی کے ساتھ لٹکتے رہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ الضمری کو روانہ فرمایا کہ وہاں جائیں اور آپ کو اس لکڑی سے نیچے اتاریں۔ جب یہ وہاں پہنچے اور انہیں نیچے اتار اتنا عرصہ آویزاں رہنے کے باوجود آپ کے جسم میں کسی قسم کا کوئی تغیر رونما نہ ہوا تھا بلکہ آپ کا جسد اطہر اسی طرح تروتازہ اور شگفتہ تھا گویا ابھی طائر روح نے قفس عنصری سے پرواز کی ہے۔

ان تماشہ بینوں کے گروہ میں سعید بن عامر بھی موجود تھے جو ابھی تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے ان کا واقعہ اسد الغابتہ کے حوالہ سے پیش خدمت ہے۔

خالد بن معدان سے مروی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ہمارے شہر حمص پر سعید بن عامر الجمحی کو حاکم مقرر کیا جب حضرت فاروق حمص تشریف لائے تو آپ نے اہل حمص سے پوچھا بتاؤ تم نے اپنے حاکم کو کیسے پایا۔ تو انہوں نے عرض کی ہمیں ان سے چار شکایتیں ہیں۔

(۱) وہ ہمارے پاس صبح اس وقت آتے ہیں جب سورج کافی بلندی پر آجاتا ہے۔

حضرت عمر نے فرمایا! یہ بہت بُری بات ہے اس کے علاوہ اور تمہیں کون سی شکایت ہے۔

(۲) وہ رات کو ہماری دعوت کو قبول نہیں کرتے اور نہ کسی آدمی کو رات کو ملاقات کا شرف بخشتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا! یہ بھی بڑی بُری بات ہے تمہیں اور کیا شکایت ہے۔

(۳) مہینہ میں ایک روز سارا دن گھر میں ہی رہتے ہیں ہمارے پاس نہیں آتے۔

آپ نے فرمایا! یہ بھی بڑی ناپسندیدہ بات ہے بتاؤ کوئی اور شکوہ۔

(۴) کہنے لگے کبھی کبھی ان پر غشی کا دورہ طاری ہو جاتا ہے۔ اہل حمص کی یہ شکایتیں سننے کے بعد آپ نے انھیں بھی بلایا۔ اور دعا کی۔ "اَللّٰھُمَّ تَفِیْلَ رَایِ فِیْہِ الْیَوْمَ" الٰہی! ان کے بارے میں جو میری رائے ہے اس کو غلط ثابت نہ کرنا۔

یہ دعا کرنے کے بعد انھوں نے لوگوں سے پوچھا اب بتاؤ جو تمہیں ان سے شکایت ہے۔

انھوں نے عرض کی ہے کافی دن طلوع ہونے کے بعد وہ گھر سے نکل کر ہمارے پاس آتے ہیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے ان سے پوچھا سعید بتاؤ اس کی کیا وجہ ہے۔

آپ نے عرض کی۔ بخدا اگرچہ میں اس بات کو ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا لیکن اب میں مجبوراً اس کی وجہ عرض کرتا ہوں کہ میرے پاس کوئی خادم نہیں ہے میں خود آٹا گوندھتا ہوں پھر انتظار کرتا ہوں تاکہ وہ خمیرہ ہو جائے۔ پھر میں روٹی پکاتا ہوں پھر وضو کرتا ہوں تب ان کے پاس باہر آتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے پھر اہل حمص سے پوچھا تمہیں اور کیا شکایت ہے۔

انھوں نے کہا۔ وہ رات کو کسی کی دعوت قبول نہیں کرتے۔

امیر المؤمنین نے پھر ان سے پوچھا کہ آپ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔

حضرت سعید نے عرض کی اگرچہ میں اس راز کو افشا کرنا پسند نہیں کرتا لیکن اب مجبوراً میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے اپنا دن ان لوگوں کی خدمت کیلئے وقف کیا ہوا ہے اور میں نے اپنی رات اپنے خداوند کریم کی یاد اور عبادت کیلئے مختص کی ہوئی ہے۔

امیر المؤمنین نے اہل حمص سے پوچھا اور تمہاری کیا شکایت ہے۔ انھوں نے کہا کہ مہینہ میں پورا ایک دن ہمارے پاس نہیں آتے۔

فاروق اعظمؓ نے اس کے بارے میں ان سے پوچھا تو انھوں نے عرض کی میرے پاس کوئی خادم نہیں کہ میرے کپڑے دھوئے اور نہ میرے پاس کوئی دوسرا جوڑا ہے جو میں پہن لوں

میرا ایک ہی جوڑا ہے اسے دھوتا ہوں پھر اسے سوکھنے کیلئے دھوپ میں ڈال دیتا ہوں جب تیار ہوتا ہے تو دن کے آخری حصہ میں باہر آتا ہوں۔

حضرت فاروق نے پوچھا اور کوئی شکایت۔

اہل حمص نے کہا کہ انہیں کبھی کبھی غشی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔

اس کے بارے میں حضرت فاروق اعظم نے وضاحت طلب کی تو حضرت سعید نے کہا کہ۔

میں اس روز مکہ میں تھا جب حضرت خبیب کو پھانسی دی گئی قریش نے ان کے گوشت کے پرزے اڑا دیئے پھر انہیں لکڑی پر لٹکا دیا اور ان سے پوچھا۔ "اَتُحِبُّ اَنَّ مُحَمَّدًا مَکَانَکَ" کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو لٹکایا جاتا تو آپ نے فرمایا بخدا! میں تو اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا کہ میں اپنے اہل و عیال کے پاس ہوں اور میرے آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔

اس وقت حضرت خبیب نے نعرہ لگایا یا محمد۔ جب بھی وہ دن مجھے یاد آتا ہے اور وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتا ہے اور میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اس دن اس مظلوم اور شہید حق کی میں کوئی مدد نہ کر سکا۔ کیونکہ میں اس وقت مشرک تھا۔ پھر مجھے خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا یہ گناہ ہرگز نہیں بخشے گا۔ اس وقت مجھے غشی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔

یہ سوال وجواب سن کر سیدنا فاروق اعظم نے فرمایا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ يُفَيِّلْ فِرَاسَتِیْ" سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی لئے جس نے میری فراست کو ناکام نہیں کیا۔

عروہ اور موسیٰ بن عقبہ، مشہور سیرت نگار قمطراز ہیں۔

کہ جب آپ کو صلیب پر چڑھایا گیا تو کفار نے ان سے بھی وہی مذاق کیا جو ابو سفیان نے حضرت زید سے کیا تھا۔ کفار نے حضرت خبیب کو کہا، اَتُحِبُّ اَنَّ مُحَمَّدًا مَکَانَکَ اے خبیب! کیا یہ بات تم پسند کرتے ہو کہ آج تمہارے بجائے محمد (فداہ روحی الف الف مرۃ) تیری جگہ ہوتے آپ یہ سن کر لرز اٹھے رموز عشق ومحبت سے جو لوگ بے خبر تھے انہیں جھنجوڑتے ہوئے فرمایا۔

لَا وَاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَمَا اُحِبُّ اَنْ يَفْدِيَنِیْ بِشَوْكَةٍ يُشَاكُهَا فِیْ قَدَمِهٖ۔

ا۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۱۳۱

"ہرگز نہیں خدائے بزرگ کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بخشی کے بدلے میں میرے آقا کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔" (۱)

عاشق صادق کا یہ جواب ان کی عقل و فہم کی رسائی سے بالاتر تھا وہ سن کر قہقہے لگانے لگے کہ یہ دیوانہ ہے ہوش و خرد سے بے بہرہ ہے تبھی تو ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔

جب آپ کو سولی پر چڑھانے کے لئے تماشہ بینوں کا جم غفیر اکٹھا ہو گیا تیر اندازوں اور نیزہ برداروں نے اپنے نیزوں اور تیروں کے رخ ان کے جسد اطہر کو گھائل کرنے کے لئے سیدھے کر لئے تو اس وقت اس پیکر عشق و وفا کے چہرہ پر خوف و ہراس کا کوئی اثر نہ تھا۔ البتہ جذبات جاں نثاری اور سرفروشی میں ایک تلاطم برپا تھا۔

جو ان اشعار کی صورت میں ان کے لبوں سے ادا ہو کر کفر و عناد کے مجسموں کو خاک میں ملاتا گیا اور راہ حق کے مسافروں کے لئے چراغ بن کر اجالے بکھیر تا گیا۔ اور ان پر خار اور کٹھن راہوں کو درخشاں و تاباں کرتا گیا آپ بھی ان حالات میں کہے ہوئے اس عاشق دلفگار کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے اور کوشش کیجئے کہ ان کی لو سے آپ کے دلوں کے بجھے ہوئے چراغ روشن ہو جائیں۔

لَقَدْ جَمَّعَ الْاَحْزَابُ حَوْلِیْ وَاَلَّبُوْا ... قَبَائِلَهُمْ وَاسْتَجْمَعُوْا كُلَّ مَجْمَعِ

"کفار کے سارے گروہ میرے ارد گرد جمع ہو گئے ہیں انہوں نے اپنے سارے قبائل کو یہاں اکٹھا کر لیا ہے۔"

وَقَدْ جَمَّعُوْا اَبْنَاءَهُمْ وَنِسَاءَهُمْ ... وَقُرِّبْتُ مِنْ جِذْعٍ طَوِيْلٍ مُمَنَّعِ

"انہوں نے اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی یہاں جمع کر لیا ہے اور پھانسی دینے کے لئے انہوں نے ایک لمبے مضبوط مڈھ کے قریب لا کھڑا کیا ہے۔"

اِلَى اللهِ اَشْكُوْا غُرْبَتِیْ ثُمَّ كُرْبَتِیْ ... وَمَا اَرْصَدَ الْاَحْزَابُ لِیْ عِنْدَ مَصْرَعِیْ

"میں اپنی غریب الوطنی اور مصیبت کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ کی جناب میں کرتا ہوں۔ اور صلیب سے جب میری نعش نیچے گر پڑے گی تو اس کے ساتھ یہ جتھے جو سلوک کریں گے اس کا معاملہ میں اپنے رب کے سپرد کرتا ہوں۔"

فَذَا الْعَرْشِ صَبِّرْنِیْ عَلٰى مَا يُرَادُ بِیْ ... فَقَدْ بَضَعُوْا لَحْمِیْ وَقَدْ يَاسَ مَطْمَعِیْ

"اے عرش کے مالک! ان اذیتوں پر تو مجھے صبر عطا فرمانا۔ انہوں نے میرے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور میری امید یاس میں بدل گئی ہے۔"

وَذٰلِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَاِنْ یَّشَاءْ یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٖ

"یہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ کرم پر ہے کہ اگر وہ مہربانی فرمائے تو میرے جسم کے کٹے ہوئے اعضاء پر اپنی برکتیں نازل فرمادے۔"

وَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ کَانَ فِی اللہِ مَضْجَعِیْ

"اگر مجھے مسلمان ہونے کے جرم میں قتل کیا گیا تو مجھے اس کی ذرا پروا نہیں کہ جب میری لاش صلیب سے گرے تو وہ کس پہلو پر گرے۔"

فَلَسْتُ بِمُبْدٍ لِلْعَدُوِّ تَخَشُّعًا وَلَاجَزَعًا اِنِّیْ اِلَی اللہِ مَرْجِعِیْ

"میں دشمن کے سامنے جزع و فزع کا ہرگز اظہار نہیں کروں گا۔ مجھے گھبراہٹ کیوں ہو میں تو اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جا رہا ہوں۔" (۱)

محبت میں یہ بانکپن، جانفروشی میں یہ دلکشی، صبر و استقامت میں یہ جمال، غلامانِ مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ واجمل الثناء کے بغیر آپ کو کہاں ملے گا۔ عشق کی ان محشر سامانیوں اور خلوص کی ان رعنائیوں کا مشاہدہ کر کے ہی حضرت اقبال یہ کہہ اٹھے تھے۔

عاشقان او ز خوباں خوب تر خوشتر و زیباتر و محبوب تر

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ وَاَرْضَاھُمْ عَنَّا۔ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی عَبْدِہٖ وَنَبِیِّہٖ وَصَفِیِّہٖ وَمَظْھَرِ جَمَالِہٖ وَمِرْاٰۃِ صِفَاتِ کَمَالِہٖ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہِ الْاَخْیَارِ وَعُلَمَاءِ مِلَّتِہِ الْاَبْرَارِ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ۔

ابو سفیان کی ایک اور سازش

ایک روز ابو سفیان کے پاس اس کے چند ہم شرب قریشی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کہنے لگا کہ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) عام لوگوں کی طرح بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ کوئی محافظ دستہ ان کی حفاظت پر مامور نہیں ہوتا اگر تم میں سے کوئی شخص ہمت کرے چپکے سے وہاں جائے

۱۔ الاکتفاء، جلد ۲، صفحہ ۱۳۶۔ ۱۳۹ اور دیگر کتب سیرت

اور اچانک ان پر حملہ کر کے ان کا کام تمام کر دے۔ تو سارے انتقام پورے ہو جائیں گے اور یہ فتنہ جس نے ہماری رات کی نیند اور دن کا چین حرام کر دیا ہے دم توڑ دے گا۔ سامعین میں سے کسی نے اس کی ہامی نہ بھری۔ ابو سفیان جب اپنے گھر واپس لوٹ آیا تو ایک اعرابی نے تنہائی میں اس سے ملاقات کی اور اسے کہا تم مجھے انعام دینے کا وعدہ کرو۔ اور مجھے یقین دلاؤ کہ تم اس وعدہ کو پورا کرو گے تو میں یہ کارنامہ سرانجام دینے کے لئے تیار ہوں۔ میں صحرائی راستوں کا ماہر ہوں میرے پاس چیل کے پر کے برابر ایک خنجر ہے جسے آسانی سے چھپایا جاسکتا ہے میں یہ کام بآسانی اور بڑی راز داری سے کر سکتا ہوں۔ ابو سفیان نے اس کے ساتھ انعام واکرام کا وعدہ کیا اسے سواری کے لئے اونٹ اور سفر خرچ بھی دیا اور اسے تاکید کی کہ اس منصوبہ سے کسی کو آگاہ نہ کرنا ایسا نہ ہو کوئی شخص قبل از وقت انہیں خبردار کر دے اور تم ناکام ہو جاؤ۔ اس اعرابی نے ابو سفیان کو یقین دلایا کہ فکر نہ کرو اس بات کی کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہونے پائے گی۔

چنانچہ رات کی تاریکی میں وہ اونٹ پر سوار ہو کر اپنے اس مذموم ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مکہ سے روانہ ہوا۔ پانچ رات مسلسل سفر کرتا رہا آخر چھٹے روز وہ مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ لوگوں سے سرکار دو عالم کے بارے میں دریافت کرنے لگا کہ حضور کہاں تشریف فرما ہیں پوچھتے پوچھتے وہ عید گاہ تک آیا۔ وہاں کسی نے اسے بتایا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنو عبد الاشہل کے پاس تشریف فرما ہیں وہاں پہنچا اپنے اونٹ کے گھٹنے باندھے کے بعد وہ مسجد میں چلا گیا جہاں حضور پُرنور، صحابہ کرام سے مصروف گفتگو تھے۔ حضور کی نظر اس کے چہرے پر پڑی۔ تو اپنے صحابہ کو فرمایا یہ شخص غداری کرنے آیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گا۔ اتنے میں وہ آدمی اور نزدیک آ گیا پوچھنے لگا کہ تم میں سے عبد المطلب کا فرزند کون ہے۔ رحمت عالم نے فرمایا "أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ" عبد المطلب کا بیٹا میں ہوں۔ وہ حضور پر جھک گیا گویا کوئی سرگوشی کرنے لگا ہو۔ حضرت اُسید بن حُضیر نے اسے گلے سے پکڑا۔ پکڑ کر ادھر کھینچ لیا اور فرمایا سرکار سے دور ہو جا۔ اور اس کی تہبند میں ہاتھ ڈال کر اسے ادھر گھسیٹا تو اس میں چھپا ہوا خنجر مل گیا۔ حضرت اُسید نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ دھوکا باز غدار ہے کسی بری نیت سے آیا ہے۔ اعرابی کے تو حواس باختہ ہو گئے اور چلایا دَمِي دَمِي يَا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ حضور علیہ السلام نے اسے فرمایا سچ سچ بتادو۔ تم کون ہو اور کس نیت سے یہاں آئے ہو۔ سچ بولنے میں ہی تمہارا فائدہ ہے اگر جھوٹ بولو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ تم

جس مقصد کے لئے آئے ہو ہم اس سے باخبر ہیں۔ اس بدو نے کہا کہ کیا مجھے جان کی امان ہے۔ فرمایا تمہیں جان کی امان ہے پھر اس نے اس ساری سازش کے بارے میں عرض کر دی جو اس کے درمیان اور ابو سفیان کے درمیان طے پائی تھی۔ حضور نے حضرت اُسید کو حکم دیا کہ اسے لے جائیں اور اپنے پاس محبوس رکھیں۔

دوسرے روز اسے اپنے پاس طلب کیا اور فرمایا میں نے تمہیں معاف کر دیا تم آزاد ہو۔ جدھر چاہو جا سکتے ہو تمہارے لئے ایک اور تجویز ہے تمہاری مرضی ہو تو اس کو قبول کر لو۔ اس نے پوچھا کیا تجویز ہے۔ فرمایا۔ مسلمان ہو جاؤ اور کہو "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔" اس نے خوشی سے اسلام قبول کر لیا اور کہا "اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد و انک انت رسول اللہ۔" پھر عرض کرنے لگا۔ آج سے پہلے میں کبھی کسی شخص سے خوفزدہ نہیں ہوا لیکن آج جونہی میں نے آپ کو دیکھا میرا دل کانپ اٹھا اور میں خوف سے لرزنے لگا۔ اور مجھے اس پر بھی سخت تعجب ہوا کہ میرا وہ راز جس پر میں نے کسی کو آگاہ نہیں کیا تھا۔ حضور اس کو بھی جانتے ہیں میں دل سے مانتا ہوں کہ آپ سچے نبی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کا نگہبان ہے اور ابو سفیان کا گروہ حزب شیطان ہے۔

وہ یہ باتیں کر رہا تھا حضور سن کر مسکرا رہے تھے کچھ عرصہ وہ حضور کے پاس رہا پھر رخصت ہو کر چلا گیا۔ (۱)

غداری اور دھوکا بازی کا ایک اور خونچکاں حادثہ
"بیر معونہ"

غزوۂ احد کے چار ماہ بعد صفر کے مہینہ میں ابو براء جو ملاعب الاسنہ (نیزوں سے کھیلنے والا) کے لقب سے مشہور تھا۔ مدینہ طیبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا سرکار دوعالم نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اس نے نہ تو یہ دعوت قبول کی اور نہ اس پر اپنی برہمی اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ حضور پرنور کے ارشادات سننے کے بعد اس نے عرض کی کہ اگر آپ اپنے صحابہ کی ایک جماعت اہل نجد کی طرف روانہ کریں جو انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دے۔ مجھے امید ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں گے۔

نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اِنِّی اَخْشٰی عَلَیْہِمْ اَھْلَ النَّجْدِ مجھے اندیشہ ہے

۱۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۱۳۵، زاد المعاد، جلد ۳، صفحہ ۲۴۷

کہ اہل نجد ان کو نقصان پہنچائیں گے۔ اس نے کہا میں آپ کے صحابہ کو اپنی پناہ دیتا ہوں۔ کسی کی مجال نہیں کہ انہیں کوئی تکلیف پہنچائے۔ چنانچہ پیغام حق پہنچانے کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے جلیل القدر صحابہ میں سے چالیس افراد کا انتخاب فرمایا۔ صحیح بخاری میں ان کی تعداد ستر بتائی گئی ہے علامہ ابن قیم نے اسی تعداد کو صحیح تعداد کہا ہے۔ (۱)

مبلغین اسلام کی اس جماعت کی قیادت کے لئے سرور کائنات نے حضرت منذر بن عمرو انصاری کو نامزد فرمایا اس جماعت کے چند ممتاز افراد کے نام یہ ہیں۔

حارث بن الصِمّہ۔ (جن کی جانبازی کے کارنامے غزوہ احد میں آپ ابھی پڑھ آئے ہیں) ۔ "حرام بن ملحان، عروہ بن اسماء بن الصلت السلمی، نافع بن بُدیل، عامر بن فہیرہ (حضرت صدیق اکبر کے چرواہے) رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَعَنْ سَائِرِ رُفَقَاءِ ھِمُ الشُّھَدَاءِ الشُّھَدَاءِ اَجْمَعِیْنَ۔

اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کا یہ گروہ اہل نجد کے تاریک دلوں کو نور توحید سے منور کرنے کی نیت کر کے ابو براء کی معیت میں روانہ ہوا۔ آخر یہ قافلہ معونہ نامی کنوئیں کے پاس جا اترا۔ یہ کنواں بنی عامر قبیلہ کے علاقہ اور بنی سلیم کے حرہ کے درمیان واقع ہے۔ (۲)

یہاں فروکش ہو کر انہوں نے حضرت حرام بن ملحان کو اس قبیلہ کے رئیس عامر بن طفیل کے پاس بھیجا تا کہ سرور عالم کا مکتوب گرامی اسے پہنچائیں۔ جب آپ نے وہ گرامی نامہ اس کو پیش کیا تو اس بدبخت نے اس کو پڑھنا بھی گوارا نہ کیا اور اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا اس نے چپکے سے ان کی پشت کی طرف سے آکر ان کے دونوں کندھوں کے درمیان اپنا نیزہ گھونپ دیا جو ان کی چھاتی کو چھید تا ہوا باہر نکل گیا آپ تیورا کر زمین پر گرے آپ کی زبان سے نکلا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ "اللہ سب سے بڑا ہے کعبہ کے رب کی قسم! میں نے زندگی کی بازی جیت لی۔ خون کا جو فوارہ پھوٹا اس کو انہوں نے جلدی جلدی اپنے چہرہ اور سر پر مل لیا۔ (۳)

یہ حرام بن ملحان، ام سلیم کے بھائی اور حضرت انس کے ماموں تھے۔

ا۔ زاد المعاد، جلد ۳، صفحہ ۲۴۷

۲۔ حرہ: اس پتھریلے میدان کو کہتے ہیں جہاں سیاہ پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بکھرے ہوئے پڑے ہوتے ہیں۔

۳۔ سیرت ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۱۳۹۔ ۱۴۴

پھر اس عامر بن طفیل نے اپنے قبیلہ کو للکارا کہ مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیں۔ لیکن انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ ابو براء نے ان کو پناہ دی ہے ہم اس کے معاہدہ کو نہیں توڑ سکتے نہ اس کی دی ہوئی پناہ کو مسترد کر سکتے ہیں۔ بدبخت عامر بن طفیل نے بنی سُلیم قبیلہ کی مندرجہ ذیل شاخوں عُصَیّہ۔ رِعْل اور ذکوان کو للکارا۔ وہ اس کی للکار پر مسلح ہو کر آگئے اور مٹھی بھر مسلمانوں پر ہلہ بول دیا مسلمان اطمینان سے اپنے خیموں میں فروکش تھے انہیں وہم وگمان بھی نہ تھا کہ یہاں کے لوگ ان کے ساتھ ایسی غداری کریں گے۔ انہوں نے جب ان قبائل کو ننگی تلواریں لہراتے، نیزے تانے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو مسلمانوں نے بھی اپنی تلواریں بے نیام کر لیں اور ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن ان سینکڑوں حملہ آوروں نے ان مبلغین میں سے کسی کو معاف نہ کیا۔ سب کو تہ تیغ کر دیا۔ ان ستر چیدہ افراد میں سے صرف ایک فرد حضرت کعب بن زید النجاری جو زخموں سے چور پڑے رہ گئے تھے زندہ بچے انہیں زخمی حالت میں اس مقتل سے واپس لایا گیا ان کے یہ زخم تو مندمل ہو گئے لیکن ایک دو سال بعد وقوع پذیر ہونے والی جنگ غزوہ خندق میں انہیں شرف شہادت نصیب ہوا۔

اَللّٰهُمَّ ارْضَ عَنْ اَصْحَابِ نَبِيِّكَ وَعَنْ جَمِيْعِ اَنْصَارِ دِيْنِكَ
الَّذِيْنَ تَضَحَّوْا بِحَيَاتِهِمْ وَشَبَابِهِمْ فِيْ سَبِيْلِكَ لِرَفْعِ كَلِمَتِكَ
اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمْ۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا اَنْ نَّتَّبِعَ اٰثَارَهُمُ الْمُضِيْئَةَ النَّيِّرَةَ

عامر بن فہیرہ بھی اسی مقام پر شہید ہوئے۔ عامر بن طفیل کہا کرتا تھا کہ وہ کون شخص تھا جس کو جب قتل کیا گیا تو اسے آسمان کی طرف اٹھا کر لے گئے یہاں تک کہ وہ آسمان سے بھی بلند ہو گیا لوگوں نے اسے کہا کہ وہ عامر بن فہیرہ تھے۔

ابن عقبہ مشہور سیرت نگار لکھتے ہیں کہ شہداء کی میتوں میں حضرت عامر بن فہیرہ کی میت نہیں ملی۔ جبار بن سلمیٰ انہیں لوگوں میں سے ایک تھا جنہوں نے عامر بن طفیل کی شہ پر ان مبلغین کو شہید کیا بعد میں اس نے اسلام قبول کر لیا وہ اپنے اسلام قبول کرنے کی وجہ یہ بتایا کرتا تھا۔

کہ میں نے مسلمانوں میں سے ایک شخص کو نیزہ مارا۔ اور میرے نیزے کی اَنّی اس کے سینہ

سے پار نکل گئی اس وقت میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ "فزت واللہ" خدا کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے دل میں کہا، یہ کیسے کامیاب ہوا میں نے تو اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بعد میں میں نے لوگوں سے اس کے اس قول کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ میں نعمت شہادت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے کہا بے شک اس نے سچ کہا اس سے متاثر ہو کر میں نے اسلام قبول کر لیا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس المناک سانحہ کی اطلاع ملی تو حضور کو انتہائی دکھ ہوا اور ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں رِعْل۔ ذکوان اور عُصَیَّہ قبائل کے لئے بد دعا فرمائی جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ یہاں تک کہ ان شہداء نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔

بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا اَنْ لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَرَضِیْنَا عَنْہُ۔

"الٰہی! ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی ہے وہ ہم سے راضی ہو گیا ہے اور ہم اس سے راضی ہو گئے ہیں۔" (۱)

عمرو بن امیہ الضمری اور بنی عوف قبیلہ کا ایک انصاری اس وفد کے اونٹ دور جنگل میں چرا رہے تھے ان کے ساتھیوں پر جو گزری انہیں اس کا کوئی علم نہ تھا۔ اچانک انہوں نے چند پرندوں کو ایک جگہ کا بار بار چکر لگاتے دیکھا۔ انہیں شک گزرا وہ آپس میں کہنے لگے کہ ان پرندوں کا اس طرح چھینٹا اور چکر لگانا بلاوجہ نہیں۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ان کے سارے ساتھی خون میں لت پت بے جان پڑے ہیں۔

دونوں نے مشورہ کیا کہ اب انہیں کیا کرنا چاہئے ضمری نے کہا کہ ہمیں فوراً حضور کو اطلاع دینی چاہئے۔ انصاری نے کہا کہ میں تو اپنے سردار منذر کو اس حالت میں چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ وہ تلوار لہراتا ہوا ان کے سامنے آ کھڑا ہوا ان ظالموں نے اسے بھی شہید کر دیا اور عمرو بن امیہ کو اسیر بنالیا اسے عامر بن طفیل کے سامنے پیش کیا گیا اس نے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا میں قبیلہ مضر کا فرد ہوں۔ اس نے اس کی پیشانی کے بال کاٹ دیئے اور اسے آزاد کر دیا اور کہا میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی۔ میں اس کی نذر کو پورا کرنے کے لئے تجھے آزاد کرتا ہوں۔ (۲)

۱۔ الاکتفاء، جلد ۲، صفحہ ۱۴۵

۲۔ الاکتفاء، جلد ۲، صفحہ ۱۴۳

غزوہ بنی النضیر

مدینہ طیبہ میں یہود اور منافقین دو ایسے گروہ تھے جن میں باہمی اگرچہ بیشمار اختلافات اور عداوتیں تھیں لیکن اسلام سے بغض و عناد میں وہ سب متفق تھے۔ اسلام کی ہر فتح و کامیابی سے ان کے گھروں میں صف ماتم بچھ جاتی اور اگر مسلمانوں کو کوئی زک پہنچتی تو ان دونوں گروہوں کے گھروں میں گھی کے چراغ جلنے لگتے۔ احد میں مسلمانوں کا جو جانی نقصان ہوا اس نے یہودیوں اور منافقوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں میں حیران کن اضافہ کر دیا حتی کہ وہ معاہدے جو انہوں نے سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کئے تھے۔ ان کی خلاف ورزی ان کا آئے دن کا معمول بن گیا۔ شیطان نے ان کے دل میں غلط فہمی ڈال دی تھی کہ مسلمان اب اتنے کمزور ہو گئے ہیں کہ وہ ان کی عہد شکنیوں پر ان سے کوئی محاسبہ نہیں کر سکتے۔ احد کے بعد رجیع اور بئر معونہ کے خونچکاں واقعات نے انہیں مزید جری کر دیا تھا۔ اب وہ اپنی من مانی کرنے لگے تھے۔ اور ان معاہدوں کا انہیں ذرا پاس نہ رہا تھا۔ ان کی اسلام دشمن سرگرمیوں سے مشرکین مکہ بھی بے خبر نہ تھے۔ چنانچہ ان کو مسلمانوں کے خلاف راست اقدام کرنے کے لئے انہوں نے یہودیوں کو دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ اہل مکہ نے جنگ بدر سے پہلے عبداللہ بن اُبَی کے ذریعہ اوس و خزرج کے مشرکین کو دھمکی آمیز خط لکھا تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ ہم تم پر چڑھائی کر دیں گے اور تمہارے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔

سرکار دو عالم کی بر وقت مداخلت پر یہ منصوبہ ناکام ہو گیا تھا۔ اب قریش مکہ نے یہودیوں کی اسلام دشمنی سے فائدہ اٹھانے کیلئے انہیں یہ خط لکھا کہ۔

اِنَّكُمْ اَهْلُ الْحَلْقَةِ وَالْحُصُوْنِ وَاَنَّكُمْ لَتُقَاتِلُنَّ صَاحِبَنَا اَوْ لَنَفْعَلَنَّ كَذَا وَكَذَا وَلَا يَحُوْلُ بَيْنَ خَدَمِ نِسَآءِكُمْ شَيْءٌ۔

"اے یہود! تمہارے پاس اسلحہ کے وافر ذخائر ہیں اور تم مستحکم قلعوں کے مالک ہو۔ ہمارا آدمی جو تمہارے شہر میں آکر سکونت پذیر ہو گیا ہے اس کے ساتھ جنگ کرو اور اس کو وہاں سے نکال دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہم تمہیں تہس نہس کر کے رکھ دیں گے تمہاری عورتوں کو اپنی لونڈیاں بنانے سے ہمیں کوئی طاقت نہیں روک سکے گی۔" (۱)

ا۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۴۵۱ و دیگر کتب سیرت

اہل مکہ کا یہ خط جب انہیں ملا تو مسلمانوں کے ساتھ طے شدہ معاہدہ کو پس پشت ڈال کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنی شروع کر دیں۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان جو جھگڑا ہے اس کے تصفیہ کے لئے آپ اپنے تیس آدمیوں کے ساتھ ہمارے ہاں آئیں ہمارے تیس علماء آپ سے تبادلہ خیال کریں گے اگر وہ لوگ آپ پر ایمان لے آئے تو ہم سب لوگ بھی آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

حضور اکرم نے ان کی اس دعوت کو قبول فرمایا اور دوسرے روز اپنے تیس صحابہ کی معیت میں ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ ان کے تیس علماء بھی آ گئے یہود نے جب یہ منظر دیکھا تو آپس میں کہنے لگے کہ ان کے ساتھ تیس آدمی ہیں ان میں سے ہر ایک ان پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہے ایسے جان نثاروں کی موجودگی میں تم اپنے منصوبہ کو عملی جامہ نہیں پہنا سکو گے۔ اس لئے انہیں کہو کہ فریقین کے صرف تین تین آدمی آئیں اور باہمی بحث و مباحثہ کریں۔ اگر ہمارے ان تین نمائندوں نے آپ کا دین قبول کر لیا تو ہم سب مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ تین یہودی جنہوں نے اپنے پہلوؤں میں خنجر چھپائے ہوئے تھے آگے بڑھے تاکہ موقع ملتے ہی جان عالم پر حملہ کر دیں اور کام تمام کر دیں۔ بنو نضیر میں سے دو بہن بھائی پکے مسلمان تھے۔ بہن کو اس سازش کا علم ہوا تو اس نے فوراً اپنے بھائی کو بتایا اور کہا کہ سرکار دوعالم کو فوراً خبردار کر دو۔ چنانچہ اس نے حضور کو مطلع کیا۔ حضور مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے اس واقعہ کو عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابو داؤد اور البیہقی نے اسناد صحیحہ سے بیان کیا ہے اور اسے غزوہ بنی نضیر کا سبب قرار دیا ہے۔ (۱)

لیکن ابن اسحاق، ابن عمرو، ابن سعد اور دیگر اصحاب مغازی نے اس غزوہ کا سبب مندرجہ ذیل واقعہ کو قرار دیا ہے۔

بئر معونہ کے سانحہ سے حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ واپس آتے ہوئے جب قناۃ (کوہستانی نہر) پر پہنچے تو وہاں ان کی ملاقات بنی عامر بن صعصعہ قبیلہ کے دو آدمیوں سے ہوئی۔ عمرو بن امیہ نے ان سے پوچھا کہ تم کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو۔ انہوں نے بتایا کہ ہم بنی عامر قبیلہ کے فرد ہیں۔ دوپہر کا وقت تھا سب قیلولہ کرنے کے لئے لیٹ گئے جب وہ دونوں سو گئے تو عمرو نے ان دونوں کا کام تمام کر دیا کیونکہ ان کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا جنہوں نے بئر معونہ کے موقع پر ستر بے گناہ مسلمانوں کو شہید کیا تھا۔ اس کے بعد عمرو حضور کی خدمت میں

۱۔ سبل الهدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۴۵۱

حاضر ہوئے۔ بئر معونہ کے المناک حادثہ کے بارے میں عرض کیا اور یہ بھی بتایا کہ میں نے اس قبیلہ کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا ہے۔ حضور نے یہ سن کر فرمایا تم نے بہت برا کیا ہے ہم نے تو ان کو امان دے دی تھی۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے حضور کی امان دینے کا علم نہ تھا میں تو انہیں مشرک خیال کرتا تھا ان کی قوم نے ہمارے مبلغین کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا تھا۔

میں نے اس کا بدلہ لینے کے لئے یہ قدم اٹھایا۔ حضور نے فرمایا جو ہتھیار یا لباس تم نے ان سے چھینا ہے وہ یہاں رکھ دو ہم ان کے اہل و عیال کی طرف ان کی دیت (خون بہا) بھیجیں گے اور اس کے ساتھ یہ سامان بھی ان کے وارثوں کو بھیجا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہی فرمان ہے۔ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ (البقرہ)۔ " یہود کے ساتھ نبی مکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو معاہدہ طے کیا تھا اس کی ایک شق یہ بھی تھی کہ اگر فریقین میں سے کسی کو کسی مقتول کی دیت ادا کرنا پڑے تو دوسرا فریق اس کی امداد کرے گا۔ سرکار دو عالم ہفتہ کے روز مسجد قبا میں تشریف لے آئے وہاں نماز ادا فرمائی حضور کے ہمراہ مہاجرین اور انصار کا ایک گروہ بھی تھا۔ نبی مکرم آٹھ نو صحابہ کے ہمراہ بنی نضیر کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہ لوگ اپنی حویلی میں اکٹھے بیٹھے تھے حضور انور وہاں تشریف فرما ہوئے اور انہیں کہا کہ ان دو مقتولوں کی دیت ادا کرنے میں حسب معاہدہ وہ تعاون کریں۔ انہوں نے کہا یا ابا القاسم! آپ نے تشریف لا کر ہماری عزت افزائی کی ہے ہم ضرور تعاون کریں گے آپ تشریف رکھیے کچھ ما حضر تناول فرمائیے پھر تعمیل ارشاد ہو گی۔ بڑے ادب سے گفتگو کی عزت سے بٹھایا اور خود دور علیحدہ ہو کر سرگوشیاں کرنے لگے۔

حی بن اخطب جو ان کا رئیس تھا وہ کہنے لگا۔ اے یہودی بھائیو! آج محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) آئے ہیں۔ ان کے ساتھی دس سے بھی کم ہیں۔ ان میں ابو بکر، عمر، عثمان اور علی جیسی سربر آوردہ ہستیاں ہیں۔ چھت کے اوپر چکی کا پاٹ رکھا ہے اگر اسے ان پر گرا دو تو ان کا خاتمہ ہو جائے گا اور یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے فرو ہو جائے گا۔ کان کھول کر سن لو۔ ایسا زریں موقع پھر تمہیں قیامت تک نہ ملے گا۔ عمرو بن حجاش بولا۔ یہ خدمت میں بجا لاؤں گا میں چھپ کر چھت پر چڑھ جاتا ہوں اور ان پر پتھر لڑھکا دوں گا۔ ان میں ایک ہوشمند شخص تھا جس کا نام سلام بن مشکم تھا وہ بولا۔

يَا قَوْمِ أَطِيعُونِي فِي هٰذِهِ الْمَرَّةِ وَخَالِفُونِي الدَّهْرَ وَاللّٰهِ لَئِنْ فَعَلْتُمْ لَيُخْبَرَنَّ بِأَنَّا قَدْ غَدَرْنَا بِهٖ وَإِنَّ هٰذَا نَقْضُ الْعَهْدِ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ فَلَا تَفْعَلُوا

"اے میری قوم میری یہ بات ضرور مانو پھر عمر بھر میری کوئی بات نہ ماننا۔ بخدا اگر تم نے یہ حرکت کی تو انہیں پتہ چل جائے گا کہ تم نے آپ کے ساتھ غدر کیا ہے اور وہ عہد جو ہمارے درمیان اور ان کے درمیان طے پا چکا ہے یہ فعل اس عہد کو توڑنے کے برابر ہو گا پس ایسی حرکت سے باز آجاؤ۔"

لیکن یہود ایسی بات ماننے والے کب تھے عمرو بن حجاش اپنے منصوبہ پر عمل کرنے کے لئے چھت پر چڑھ گیا ادھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم کو اس سازش سے آگاہ فرما دیا۔ حضور جلدی وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے حاضرین نے یہی سمجھا کہ رفع حاجت کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں اور ابھی واپس آجائیں گے سارے صحابہ بھی وہیں بیٹھے رہے اور گفتگو کرتے رہے۔ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم وہاں سے اٹھ کر مدینہ طیبہ پہنچ گئے اتنے میں ایک یہودی مدینہ طیبہ سے بنو نضیر کے پاس آیا اس نے پوچھا کیا ہو رہا ہے انہوں نے بتایا کہ ہم نے یہ منصوبہ بنایا ہے پوچھا وہ کہاں ہیں وہ بولے یہیں ہیں ابھی آرہے ہیں اس نے جب انہیں بتایا کہ احمقو! تم انہیں یہاں ڈھونڈ رہے ہو۔ میں تو ان کو مدینہ شہر میں دیکھ کر آرہا ہوں۔ یہ سن کر ان کے حواس باختہ ہو گئے اور ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

صحابہ کرام ابھی تک بیٹھے حضور کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے جب زیادہ وقت گزر گیا تو حضرت صدیق نے فرمایا حضور کسی اہم کام کے لئے تشریف لے گئے ہیں تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ سب حضور کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے۔

یہودیوں نے جب صحابہ کرام کو جاتے ہوئے دیکھا تو حُیَیّ بن اخطب کہنے لگا کہ ابو القاسم نے بہت جلدی کی ہے ہم تو ان کے حکم کی تعمیل کرنے میں لگے ہوئے تھے لیکن دل ہی دل میں یہود کو اپنی اس ناکامی پر شدید ندامت کا احساس تھا۔

ایک یہودی کنانہ بن صوریہ نے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ آپ اٹھ کر کیوں چلے گئے، دوسرے نے کہا بخدا! ہمیں کوئی علم نہیں اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے انہیں ہماری دھوکا بازی پر مطلع فرما دیا ہے۔ بخدا! وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آخر الانبیاء ہیں تمہاری آرزو یہ تھی کہ آخری نبی اولاد ہارون سے ہو۔ اور یہ اولاد اسماعیل سے ہیں اس لئے از راہ حسد تم ان پر ایمان نہیں لائے حالانکہ ان میں وہ تمام نشانیاں موجود ہیں جو اس نبی منتظر کی تورات میں بیان کی گئی ہیں۔ تمہاری غداری کی یہی کیفیت رہی تو مجھے نظر آرہا ہے کہ تمہیں یہاں سے جلاوطن کر دیا

جائے گا تم اونٹوں پر سوار ہو گے تمہارے بچے چیخ رہے ہوں گے تم اپنے شاندار مکانات اور حویلیاں یونہی چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤ گے تمہارے اموال بھی پیچھے رہ جائیں گے۔ (۱)

ابن صوریہ نے آخر میں انہیں کہا، میری قوم تمہاری سلامتی ان دو باتوں میں سے ایک بات ماننے میں ہے ان کے علاوہ ہر بات تمہارے لئے تباہی و بربادی کا باعث بنے گی۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون سی دو باتیں ہیں جن میں ہماری سلامتی ہے۔ اس نے کہا بہتر تو یہ ہے کہ نا واضد ترک کر دو۔ اور جب تم سب جانتے ہو کہ وہ اللہ کے سچے نبی ہیں تو ان پر ایمان لے آؤ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہارے اموال تمہاری جائیدادیں، تمہارے بچے سب محفوظ ہو جائیں گے تمہارا شمار ان کے اکابر صحابہ میں ہونے لگے گا اور تمہیں اپنے شہر سے جلا وطن بھی نہیں ہونا پڑے گا۔ انہوں نے جواب دیا۔ "لانفارق التورٰۃ وعھد موسٰی" "یہ بات ناممکن ہے ہم تو تورات اور حضرت موسیٰ کو کسی قیمت پر چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔"

اس نے کہا۔ پھر دوسری تجویز یہ ہے کہ اگر وہ تمہیں شہر سے نکل جانے کا حکم دیں تو سر تسلیم خم کر دو۔ اس طرح تمہاری جانیں، تمہاری اولاد اور تمہارے اموال سب محفوظ رہیں گے چاہے انہیں بیچو چاہے اپنے پاس رکھو۔ انہوں نے کہا ہمیں یہ تجویز منظور ہے۔ سلام بن مشکم نے کہا کہ ابھی ان کی طرف سے تمہیں یہاں سے نکل جانے کا حکم ملے گا۔ اے حیّ بن اخطب! اب تک تو نے میری کوئی بات نہیں مانی اب دوبارہ غلطی نہ کرنا۔ ان کا حکم آئے تو فوراً تعمیل کرنا۔ حیّ بولا میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ایسا ہی کروں گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مدینہ طیبہ پہنچ کر محمد بن مسلمہ کو یاد فرمایا۔ اسی اثناء میں صحابہ کرام بھی خدمت اقدس میں پہنچ گئے۔ صدیق اکبر نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور تشریف لے آئے اور ہمیں پتہ ہی نہ چلا۔ حضور نے فرمایا یہود نے مجھے قتل کرنے کی سازش کی تھی میرے اللہ نے مجھے بتا یا اور میں اٹھ کر چلا آیا بن عتبہ کہتے ہیں۔ یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (المائدۃ: ۱۱)

"اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی جب ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ تو اللہ نے روک دیا ان کے

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۵۴۳ و دیگر کتب سیرت

ہاتھوں کو تم سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے۔ اور اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسا کرنا چاہئے ایمان والوں کو۔" (المائدہ:۱۱)

محمد بن مسلمہ کو حضور کا پیغام پہنچا۔ تو فوراً حاضر خدمت ہوئے حضور نے انہیں فرمایا کہ بنی نضیر کے پاس جاؤ اور انہیں جاکر میرا یہ حکم سناؤ۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَنِیْ اِلَیْکُمْ اَنْ اُخْرُجُوْا مِنْ بَلَدِیْ۔

"کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے کہ تمہیں حضور کا یہ حکم سناؤں کہ حضور نے فرمایا ہے میرے شہر سے نکل جاؤ۔"

تعمیل ارشاد کے لئے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بنی نضیر کے پاس آئے اور انہیں کہا۔ کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تمہاری طرف ایک پیغام دے کر بھیجا ہے لیکن وہ پیغام سنانے سے پہلے میں تمہیں ایک بات یاد دلانا چاہتا ہوں جس کا تم سب کو علم ہے انہوں نے پوچھا وہ کون سی بات ہے آپ نے کہا میں تمہیں اس تورات کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر نازل فرمایا تمہیں یاد ہے کہ ایک روز حضور کی بعثت سے پہلے میں تمہارے پاس آیا تھا اور تمہارے سامنے تورات رکھی ہوئی تھی۔ تم نے مجھے کہا تھا۔ اگر کھانا کھانا چاہتے ہو تو وہ پیش کرتے ہیں اور اگر یہودی مذہب اختیار کرنے کے لئے آئے ہو تو ہم تمہیں یہودی بناتے ہیں میں نے تمہیں کہا تھا کہ کھانا کھلاؤ تو کھاؤں گا یہودی بننے کے لئے کہو تو یہ ناممکن ہے۔ تم نے مجھے ایک طشت میں کھانا کھلایا تھا تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں تمہارا دین کیوں قبول نہیں کرتا میں نے کہا تھا کہ میں تو دین ابراہیمی کے متلاشی ہوں۔ ابو عامر راہب، دین ابراہیمی کا پیرو کار نہیں ہے اس دین والا نبی ہمارے پاس آ گیا ہے جس کی یہ نشانیاں ہیں وہ ہنسنے والا ہے۔ دشمنان حق کو قتل کرنے والا ہے اس کی آنکھوں میں سرخی ہے وہ یمن کی طرف سے آئے گا اونٹ پر سوار ہو گا۔ عمامہ باندھا ہو گا اور روٹی کے سوکھے ٹکڑے پر اکتفا کرے گا اس کی تلوار اس کی گردن پر ہو گی۔ وہ دانائی کی باتیں کرے گا انہوں نے کہا بے شک تم نے درست کہا ہے ہم نے یہ باتیں تمہیں بتائی تھیں۔ لیکن یہ علامتیں ان کی نہیں۔ محمد بن مسلمہ نے کہا جو بات میں پیغام رسانی سے پہلے کرنا چاہتا تھا وہ میں نے کر دی۔

اب سنو۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ جو معاہدہ میں

نے تمہارے ساتھ کیا تھا۔ تم نے یہ دھوکا بازی کر کے اسے توڑ دیا ہے۔ عمرو بن حجاش چھت پر چڑھ گیا تھا کہ چکی کا پاٹ مجھ پر گرائے۔ اس کے بارے میں میرے رب نے مجھ کو آگاہ کر دیا یہ سن کر ان پر سناٹا طاری ہو گیا اور ان کی زبان سے ایک حرف بھی نہ نکل سکا۔ پھر محمد بن مسلمہ نے کہا کہ حضور نے تمہیں حکم دیا ہے۔

اُخْرُجُوا مِنْ بَلَدِیْ وَقَدْ اَجَلْتُکُمْ عَشْرًا فَمَنْ رُئِیَ بَعْدَ ذٰلِکَ ضَرَبْتُ عُنُقَہٗ

"میرے شہر سے نکل جاؤ۔ تمہیں دس دن کی مہلت ہے اس کے بعد تم میں سے اگر کوئی آدمی یہاں نظر آیا تو اس کی گردن اڑادی جائے گی۔"

محمد بن مسلمہ کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ اور قبیلہ اوس کے تعلقات بنی نضیر سے بہت پرانے تھے انہوں نے کہا ہمیں تعجب ہے کہ یہ پیغام ہم اوس قبیلہ کے ایک فرد کی زبان سے سن رہے ہیں آپ نے جواب دیا۔ "تغیرت القلوب۔" اب دل بدل گئے پہلے دلوں میں تمہاری محبت تھی اب یہاں اللہ کے محبوب کی محبت کا چراغ روشن ہو گیا ہے۔

اس کے بعد وہ لوگ کوچ کی تیاری میں لگ گئے مدینہ طیبہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ذوجدر، نامی چراگاہ تھی جس میں ان کی سواری اور بار برداری کے جانور چرا کرتے تھے ان کو منگوانا شروع کیا اشجع قبیلہ کے اونٹ کرایہ پر لینے کا بھی بندوبست کیا۔

عبداللہ بن ابی کا پیغام

بنو نضیر کوچ کی تیاریوں میں معروف تھے۔ اسی اثناء میں سوید اور داعس، عبداللہ بن ابی کا پیغام لے کر ان کے پاس پہنچے۔ اس نے کہلا بھیجا۔ اے بنی نضیر! اپنے گھروں اور اپنے اموال کو چھوڑ کر نکلنے کا خیال تک دل میں نہ لاؤ۔ اپنے قلعوں میں مورچے سنبھال لو۔ میرے ساتھ میری قوم کے دو ہزار شمشیر زن ہیں ان کے علاوہ اور لوگ بھی ہیں ہم سب قلعوں میں تمہارے شانہ بشانہ مورچوں میں بیٹھیں گے اور جب تک ہم میں ایک شخص بھی زندہ ہے تمہارے نزدیک کوئی نہیں آسکے گا۔ بنی قریظہ بھی اس مشکل گھڑی میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑیں گے اور قبیلہ غطفان کے لوگوں سے بھی بات چیت ہو چکی ہے وہ بھی تمہاری مدد کریں گے ابن ابی نے بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد قرظی کی طرف بھی پیغام بھیجا۔ کہ آزمائش کی اس گھڑی میں وہ اپنے ہم مذہبوں کی امداد کریں۔ لیکن اس نے دو ٹوک جواب دیا "لَنْ یَنْقُضَ رَجُلٌ وَاحِدٌ مِنَّا

العهد۔ " جب تک میں زندہ ہوں میرے قبیلہ کا ایک فرد بھی عہد شکنی نہیں کرے گا۔ سلاّم بن مشکم نے یہ سنا تو اس نے حیّ کو کہا۔ اے حیّ! تجھے ابن ابیّ کے جھوٹے وعدوں نے گمراہ کر دیا ہے۔ ایسامت کرو۔

فَوَاللّٰهِ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ وَنَعْلَمُ مَعَكَ اِنَّهٗ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّ صِفَتَهٗ عِنْدَنَا وَاَنَّا لَمْ نَتَّبِعْهُ حَسَدًا فَتَعَالَ فَلْنَقْبَلْ مَا اَعْطَانَا مِنَ الْاَمْنِ وَنَخْرُجُ مِنْ بِلَادِهٖ

" بخدا! تو بھی جانتا ہے اور ہم بھی جانتے ہیں کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں ان کی صفت ہماری کتاب میں موجود ہیں ہم حسد کی وجہ سے ان کی پیروی نہیں کر رہے آؤ! ہم ان کی امن وسلامتی کی پیشکش کو قبول کرلیں اور ان کے شہر سے چلے جائیں۔ "

اے حیّ! اگر ایک دن بھی انہوں نے ہمارے قلعوں کا محاصرہ کر لیا تو پھر ان شرائط پر صلح ممکن نہ ہوگی۔ حیّ نے کہا تم کس غلط فہمی میں مبتلا ہو ان کی مجال نہیں کہ ہم پر حملہ کر سکیں۔ عبداللہ بن ابی اپنے دو ہزار بہادروں اور دوسرے حلیفوں کے ساتھ ہماری مدد کو آجائے گا۔ پھر کون ہے جو ہمارے مقابلہ کی جرأت کر سکے۔ سلاّم نے کہا ابن ابیّ کا وعدہ لغو اور بے معنی ہے وہ تمہیں ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ تمہیں مسلمانوں کے مقابلہ میں صف آرا کر کے خود گھر میں بیٹھ رہے گا۔ اس نے بنو قینقاع کے ساتھ بھی ایسا ہی وعدہ کیا تھا کیا اس نے وہ وعدہ ایفا کیا وہ قبیلہ تو ابن ابی کا حلیف تھا اور ہم تو اس کے دیرینہ حریف ہیں ہماری مدد کے لئے وہ کب آئے گا اس غلط فہمی کو اپنے دل سے نکال دو۔

حیّ بولا۔

تَاْبٰى نَفْسِىْ اِلَّا عَدَاوَةَ مُحَمَّدٍ وَاِلَّا قِتَالَهٗ

" میرا نفس تو انکار کرتا ہے کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے صلح کروں میں تو ان کے ساتھ عداوت کرتا رہوں گا اور ان سے جنگ کروں گا۔ "

سلاّم بن مشکم نے حیّ کی یہ بات سن کر کہا۔

فَهُوَ وَاللّٰهِ جِلَاءُنَا مِنْ اَرْضِنَا وَذِهَابُ اَمْوَالِنَا وَشَرَفِنَا وَسَبْىُ ذَرَارِيْنَا مَعَ قَتْلِ مُقَاتِلَتِنَا

"بخدا تمہاری یہی روش اپنے شہر سے ہماری جلا وطنی کا باعث بنے گی
ہمارے اموال اور ہماری عزت و شرف کے برباد ہونے کا باعث بنے گی
ہماری اولاد کو قید کر لیا جائے گا ہمارے نوجوانوں کو قتل کر دیا جائے گا۔"

سلام کی اتنی کوششوں کے باوجود حیی پر ذرا اثر نہ ہوا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جنگ کرنے پر کمربستہ ہو گیا۔ بنی نضیر کا ایک دوسرا سردار ابن ابی الحقیق تھا اس کا ایک لڑکا ساموک نامی تھا۔ جسے عام طور پر نادان اور بھولا بھالا سمجھا جاتا تھا وہ بولا۔ اے حیی؟ تم بڑے منحوس ہو۔ تم بنی نضیر کا ستیاناس کر کے رہو گے۔ اس کی اس بات سے حیی غصہ سے لال پیلا ہو گیا کہنے لگا ہر قبیلہ کا ہر شخص مجھ پر اعتراض کرنے لگ گیا ہے۔ حتیٰ کہ یہ پاگل بھی مجھے منحوس کہتا ہے۔ ساموک کے بھائیوں نے اسے تھپڑ رسید کئے اور حیی کو اپنی امداد کا یقین دلایا۔

حیی نے اپنے بھائی جدی بن اخطب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس بھیجا کہ حضور کو حیی کا یہ فیصلہ پہنچائے۔

اِنَّا لَا نَبْرَحُ مِنْ دِیَارِنَا وَاَمْوَالِنَا فَاصْنَعْ مَا اَنْتَ صَانِعٌ

"کہ ہم اپنے گھروں اور اپنے اموال کو چھوڑ کر کسی قیمت پر نہیں نکلیں گے آپ جو کرنا چاہتے ہیں کریں۔" (۱)

حیی نے بھائی کو کہا یہ پیغام دینے کے بعد وہ عبد اللہ بن ابی کے پاس جائے اور اسے بتائے کہ ہم نے تمہارے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کو یہ چیلنج دے دیا ہے اب تم اپنے دو ہزار نوجوانوں اور دیگر حلیفوں کو لے کر ہماری امداد کے لئے فوراً پہنچو۔ جدی نے پہلے اپنے بھائی کا فیصلہ حضور کو جا کر بتایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے اس کی یہ بات سن کر حضور نے بلند آواز سے نعرہ تکبیر کہا صحابہ نے بھی زور سے جوابی نعرہ لگایا فرمایا اب یہود سے جنگ ہو گی۔ اس کے بعد جدی، عبد اللہ بن ابی کے پاس پہنچا۔ وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا اس کے چند حواری بھی وہاں موجود تھے اسی اثناء میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے یہ اعلان کیا جانے لگا کہ مسلمانو! اٹھو اور بنی نضیر کے قلعوں کا چل کر محاصرہ کر لو۔ یہ اعلان سن کر عبد اللہ بن ابی کا بیٹا جس کا نام بھی عبد اللہ تھا وہ اپنے باپ کے پاس آیا اس نے زرہ پہنی ہوئی تھی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی اور وہ حضور کی دعوت پر لبیک کہتا ہوا گھر سے نکلا۔

ا۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۴۵۷، و دیگر کتب سیرت

جدی کہتا ہے جب میں نے یہ منظر دیکھا کہ عبداللہ بن ابی اطمینان سے اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہے اور اس کا بیٹا ہتھیار سجا کر مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے بھاگا ہوا جا رہا ہے تو میں اس سے مایوس ہو گیا میں دوڑ کر اپنے بھائی کے پاس پہنچا۔ اس نے پوچھا۔ خیر تو ہے۔ میں نے کہا خیر نہیں شر ہی شر ہے۔ میں نے کہا جب تیرا پیغام محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچایا تو آپ نے بلند آواز سے نعرہ تکبیر کہا اور یہود کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اور پھر میں عبداللہ بن ابی کے پاس آیا اور اسے صورت حال سے آگاہ کیا تم نے پوچھا اس نے کیا جواب دیا جدی نے کہا مجھے تو اس کے پاس کوئی خیر نظر نہیں آئی۔ اس نے صرف اتنا کہا کہ میں بنو غطفان میں اپنے حلیفوں کو پیغام بھیجتا ہوں وہ تمہارے ساتھ قلعوں میں داخل ہو جائیں گے۔

سرور عالم کی بنو نضیر کی طرف روانگی

سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو ہمراہ لے کر بنی نضیر کی طرف روانہ ہوئے۔ روانگی سے پہلے مسجد نبوی میں امامت کے لئے ابن ام مکتوم کو مقرر فرمایا۔ حضور نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ایک قبہ نما خیمہ دے کر بھیجا جو بعض کے نزدیک غرب نامی درخت کی لکڑی کا بنا ہوا تھا لیکن علامہ مقریزی کہتے ہیں کہ وہ چمڑے کا بنا ہوا تھا۔ (۱) اور اس پر بالوں سے بنی ہوئی کمبل نما چادریں بچھا دی گئی تھیں۔ عصر کی نماز رحمت عالم نے بنی نضیر کے کھلے میدان میں ادا کی جب ان لوگوں نے حضور کو مع صحابہ دیکھا تو اپنے قلعوں کی دیواروں پر پرے باندھ کر کھڑے ہو گئے انہوں نے تیر اور پتھر جمع کر رکھے تھے۔ پہلے دن صرف تیر برساتے رہے اور سنگ باری کرتے رہے۔ عشاء کی نماز آپ نے اپنے صحابہ کی معیت میں اس کھلے میدان میں ادا کی اس کے بعد اپنے دس صحابہ کی معیت میں حضور اپنے کاشانہ اقدس میں واپس تشریف لائے واپسی کے وقت حضور گھوڑے پر سوار تھے اور زرہ پہنی ہوئی تھی۔ سیدنا علی مرتضی کو لشکر کی قیادت تفویض کی گئی رات بھر مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کئے رکھا وقتاً فوقتاً نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے رہے یہاں تک کہ سپیدہ صبح طلوع ہوا حضرت بلال نے فجر کی اذان دی۔ صبح سویرے حضور اپنے صحابہ کے ہمراہ بنی خطمہ کے کھلے میدان میں پہنچے اور صبح کی نماز وہاں ادا فرمائی حضرت بلال کو وہ قبہ نما خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا جب خیمہ نصب ہو گیا تو حضور اس میں تشریف لے گئے۔

۱۔ الامتاع، جلد ۱، صفحہ ۱۵۱

یہودیوں میں ایک ماہر تیرانداز تھا جس کا نام عزُوک تھا۔ اس کا نشانہ خطا نہیں جاتا تھا اس نے قبّہ شریف پر تیر برسانے شروع کئے۔ اگرچہ وہ قبّہ کافی دور تھا۔ لیکن عزُوک کے تیر وہاں تک پہنچ رہے تھے۔ نبی کریم نے حکم دیا کہ خیمہ ذرا دور نصب کیا جائے جہاں یہود کے تیر نہ پہنچ سکیں۔

آج کا سارا دن بھی گزر گیا لیکن ابن ابی، بنی نضیر کی مدد کے لئے نہ آیا اور نہ اس کے کسی حلیف نے ادھر کا رخ کیا۔ وہ آرام سے اپنے گھر میں سر چھپا کر بیٹھا رہا۔ اب سلام بن مشکم، کنانہ بن صویرہ نے حیّ سے پوچھا۔ بتاؤ بھائی، کہاں ہے ابن ابی اور کہاں ہیں اس کی فوجیں اور اس کے حلیف۔ حیّ نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے بڑی بے چارگی کے عالم میں کہا۔ ہماری تقدیر میں یہ جنگ اور بربادی لکھی تھی اب اس سے کوئی مفر نہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بنی نضیر کا محاصرہ جاری رکھا رات عشاء کے وقت سیدنا علی مرتضیٰ کی تلاش کی گئی لیکن آپ کا کہیں سراغ نہ ملا لشکر اسلام میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ آخر اس بے چینی کا تذکرہ بارگاہ رسالت پناہ میں کیا گیا حضور نے اپنے صحابہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ علی، تمہاری ہی کسی مہم کو سر کرنے کے لئے گئے ہوں گے تھوڑا وقفہ گزرا تو علی مرتضیٰ آتے ہوئے دکھائی دیئے ان کے ہاتھ میں یہودیوں کے مایہ ناز تیرانداز عزُوک کا بریدہ سر لٹک رہا تھا وہ رات کو اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ ایک کمین گاہ میں چھپ کر بیٹھا ہوا تھا کہ جس وقت موقع ملے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر کے انہیں نقصان پہنچائے وہ ایک بہادر اور ماہر تیر انداز تھا۔ شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو پتہ چلا تو آپ نے اس پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے ساتھی اسے تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے سرور عالم نے علی مرتضیٰ کے ساتھ دس صحابہ کو بھیجا ان میں ابو دجانہ اور سہل بن حنیف جیسے بہادر اور تجربہ کار سپاہی تھے۔ انہوں نے ان بھگوڑوں کو جا پکڑا اور ان سب کو تہ تیغ کر دیا۔ ان کے سر کاٹ کر بنی حطمہ کے ایک کنوئیں میں پھینک دیئے گئے۔

بنی نضیر کے نخلستان کاٹنے کا حکم

جب محاصرہ نے طول کھینچا تو حضور انور نے ان کے نخلستان کاٹ دینے کا حکم دیا انہیں کاٹنے کے لئے ابو لیلیٰ مازنی اور عبداللہ بن سلام کو مقرر کیا۔ ابو لیلیٰ تو عجوہ کھجور کے درختوں کو کاٹنے لگے کیونکہ ان قیمتی کھجوروں کے کاٹنے سے بنی نضیر کو زیادہ دکھ پہنچنے کا

امکان تھا۔ اور عبداللہ بن سلام عام کس قسم کی کھجوروں کو کاٹتے۔ تو فرماتے مجھے یقین ہے کہ یہ سب نخلستان اللہ تعالیٰ بطور غنیمت ہمیں عطا فرمائے گا ہم عمدہ قسم کی کھجوروں کو کیوں ضائع کریں۔ جب ابو یعلیٰ ، عجوہ کھجور کے درختوں کو کاٹ کاٹ کر پھینک رہے تھے یہودی عورتیں فرط غم سے اپنے گریبان چاک کر رہی تھیں اپنے رخساروں پر تھپڑ مار رہی تھیں اور واویلا کرنا شروع کر دیا تھا۔ حیی بن اخطب نے حضور پر نور کو کہلا بھیجا کہ آپ تو زمین میں فساد برپا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے اب ان پھلدار درختوں کو کیوں کٹوا رہے ہیں۔ فرمایا تاکہ تمہاری آنکھیں کھلیں اور تم جنگ کے آتش کدے کو بھڑکا بھڑکا کر اپنی قوم کو اس میں بھسم کرنے سے باز آجاؤ۔ کھجور کے جتنے درخت کاٹے گئے ان کی کل تعداد دس بتائی گئی ہے۔ نیز وہ ان گنجان کھجوروں میں چھپ کر مسلمانوں پر حملہ کر سکتے تھے اس لئے جنگی نقطہ نظر سے ایسی کمین گاہوں کا قلع قمع بھی ضروری تھا۔

یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی اور حیی کی اکڑی ہوئی گردن جھک گئی عرض کی۔ ہم آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور آپ کے شہر سے کوچ کرنے پر آمادہ ہیں۔ نبی مکرم نے فرمایا کہ اب پہلے کی طرح کوچ کرنے کی آزادی نہیں اب اگر تم یہاں سے نکلو گے تو کوئی ہتھیار اپنے ساتھ نہیں لے جاؤ گے اور جتنا سامان اونٹوں پر لاد کر لے جاسکتے ہو اسی قدر سامان لے جانے کی اجازت ہو گی۔

سلام بن مشکم نے حیی کو کہا۔ فوراً قبول کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ اس سے بھی بدتر شرائط پر ہمیں یہاں سے نکلنا پڑے۔ حیی بولا۔ اس سے بدتر کیا ہو سکتا ہے سلام نے کہا۔ کیوں نہیں۔ وہ تمہاری اولاد کو قید کرنے، تمہارے جوانوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیں تو کیا یہ تمہارے لئے تکلیف دہ امر نہ ہو گا۔ پھر تم کیا کر سکو گے۔ صرف مال و متاع کے بدلے جانیں بچ جائیں تو یہ سودا نفع بخش ہے۔ حیی نے اس کے باوجود سرکار دو عالم کی اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

یامین بن عمیر اور ابو سعد بن وہب نے جب یہ منظر دیکھا تو ایک دوسرے کو کہا بخدا! تم جانتے ہو کہ یہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اب ہمیں کس کا انتظار ہے آج بھی ہم اسلام قبول کر لیں تو ہماری جانیں بھی بچ جائیں گی اور ہمارے اموال بھی ہمارے پاس رہیں گے چنانچہ ان دونوں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ دونوں قلعہ سے نیچے اترے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور دست اقدس پر اسلام قبول کرنے کی بیعت کر لی۔ اس طرح انہوں نے اپنی جانیں بھی بچالیں اپنے اموال بھی محفوظ کر لئے اور اپنی عاقبت بھی سنوار لی۔

یہ محاصرہ جاری رہا۔ علامہ ابن سعد اور بلاذری کے نزدیک پندرہ دن اور ابن کرع کے نزدیک تیئیس دن اور حضرت صدیقہ نے اس کی مدت پچیس دن بتائی ہے۔ آخر کار یہود کو اپنی شکست تسلیم کرنا پڑی اور حضور کی شرائط پر مدینہ طیبہ سے جلاوطن ہونا منظور کر لیا۔

آنچہ دانا کند کند نادان
لیک بعد از ہزار رسوائی

مدینہ طیبہ سے ان کو جلاوطن کرنے کی ذمہ داری حضرت محمد بن مسلمہ کے سپرد کر دی گئی اس وقت یہودیوں نے ایک اور عذر کیا کہ یہاں کے بہت سے لوگ ہمارے مقروض ہیں وہ قرض انہوں نے مقررہ مدت کے بعد ادا کرنے ہیں ان کا کیا بنے گا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ہمیں مدینہ طیبہ میں ٹھہرنے کی مزید مہلت دی جائے تاکہ ہم اپنے قرضے وصول کر سکیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

وَتَعَجَّلُوْا وَدَعُوْا

"کہ قرضہ کی رقم کم کر دو (سود معاف کر دو) اور بقیہ رقم جلدی وصول کر لو۔"

چنانچہ ابو رافع، اور سلام بن ابی الحقیق کے ایک سو بیس سونے کے دینار، حضرت اُسید بن حُضَیر کے ذمہ واجب الاداء تھے جو ایک سال بعد انہوں نے ادا کرنا تھے اس نے اصل زراسی دینار لے کر صلح کر لی اور چالیس دینار سود چھوڑ دیا۔ لشکر اسلام کا محاصرہ جیسے جیسے طویل ہوتا جا رہا تھا یہود مایوس ہوتے جا رہے تھے فرط یاس میں انہوں نے اپنے شاندار مکانات اور حویلیاں پیوند خاک کرنا شروع کر دیں تاکہ ان میں مسلمان آکر تو آباد نہ ہوں اس طرح ان کے جو مکانات مسلمانوں کی آبادی کے قریب تھے انہیں مسلمانوں نے گرانا شروع کر دیا تاکہ یہودی جلد از جلد ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیں اس طرح ان کے محلوں کے محلے کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے۔

بنو نضیر کی جلاوطنی کا منظر

یہودیوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو سواری کے اونٹوں پر سوار کیا دیگر اونٹوں پر جو قیمتی سامان لادا جا سکتا تھا وہ لادا یہاں تک کہ انہوں نے دیواریں گرا گرا کر دروازے کھڑکیاں بھی

نکال کر لادلیں۔ جب ان کا قبیلہ روانہ ہوا تو ان پر کسی قسم کی افسردگی، پریشانی یا ندامت کے آثار نمایاں نہ تھے انہوں نے ہر طرح یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ انہیں اس جلاوطنی پر کوئی رنج نہیں۔ وہ پہلے بلحارث بن خزرج کے علاقہ سے گزرے پھر جلیہ سے گزرتے ہوئے جسر کو عبور کیا یہاں تک کہ عید گاہ تک پہنچے پھر ان کا گزر مدینہ منورہ کے بازار کے درمیان سے ہوا لوگ دورویہ کھڑے ہوئے انہیں دیکھ رہے تھے ان کی عورتیں ہودجوں میں بیٹھی تھیں انہوں نے مخمل، زربفت، دیباج اور ریشم کے لباس زیب تن کئے ہوئے تھے سبز اور سرخ ریشمی چادریں انہوں نے اپنے اوپر ڈالی ہوئی تھیں سونے اور چاندی کے زیورات اور جواہرات سے وہ لدی ہوئی تھیں۔ لوگوں کے سامنے اپنی دولت وثروت کا یہ مظاہرہ کر کے ابو رافع نے بلند آواز سے کہا یہ قیمتی ملبوسات، یہ بیش بہا زیورات اور جواہرات، ہم نے انہیں زندگی کے انہی نشیب و فراز کا مقابلہ کرنے کے لئے اکٹھا کر رکھا ہے۔ باقی رہے ہمارے نخلستان، جن کو ہم یہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں ان کی ہمیں ذرا پروا نہیں۔ خیبر میں ان سے بھی بڑے نخلستان ہمارا انتظار کر رہے ہیں اگر کسی اور قوم سے ان لوگوں کا پالا پڑا ہوتا تو زیب و زینت کے سارے سامان ان سے چھین لئے گئے ہوتے۔ شائد انہیں اور ان کی عورتوں کو تن ڈھانپنے کے لئے چیتھڑا بھی نصیب نہ ہوتا لیکن ان کا معاملہ غلامان حبیب کبریاء سے تھا جو سیر چشمی اور استغنا میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے یہودی عورتوں کی اس ساری سج دھج کو دیکھا دولت وثروت کی اس خیرہ کن نمائش کو دیکھا لیکن ان کی نیتوں میں ذرا فتور نہیں آیا۔ وہ خدا مست اور خود آگاہ درویش اس انقلاب میں قدرت و حکمت الٰہی کے گوناگوں جلوے دیکھنے میں منہمک رہے۔

سرکار مدینہ کے شہر کے کوچہ و بازار سے عہد شکنوں، وعدہ خلافی کرنے والوں، اسلام کے خلاف سازشیں کرنے والوں، رحمت عالم کی حیات طیبہ کے خلاف مکر و فریب کے جال بننے والوں کا قافلہ عجیب شان سے گزر رہا تھا۔ شہنائیاں بجائی جا رہی تھیں، آلات موسیقی پر نغمے الاپے جا رہے تھے۔ ان کی لونڈیاں اشتعال انگیز اشعار گا رہی تھیں اور رقص کر رہی تھیں یہ ساری باتیں ان کی شجاعت یا عالی ظرفی کی علامتیں نہ تھیں بلکہ ان کی کم ظرفی اور شہدے پن کی نشانیاں تھیں۔ اسلام کو زک پہنچانے کے لئے ان کے سارے منصوبے ایک ایک کر کے ناکام ہو چکے تھے وہ شکست خوردہ تھے۔ ان کے قلعے، ان کی حویلیاں ان کے شاندار مکانات، ان کے زرعی رقبے، ان کے انگوروں اور اناروں کے باغات، ان کے نخلستان ان سے چھین لئے گئے تھے۔ وہ اتنے بزدل تھے کہ ایک دن بھی وہ میدان میں نکل کر مسلمانوں کو دعوت مبارزت نہ

دے سکے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ آج وہ رنجیدہ و سوگوار ہو کر اپنی نادانیوں اور غلط اندیشیوں پر اشک ندامت بہاتے ہوئے وہاں سے نکلتے لیکن انہوں نے ایسا سماں پیدا کیا گویا وہ فاتح و کامران ہو کر یہاں سے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں نے ان کی اشتعال انگیزیوں سے ذرا اثر قبول نہیں کیا وہ طوفان بد تمیزی مچاتے گئے لیکن کسی نے انگلی اٹھا کر ان کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کی حسن تربیت کا فیضان تھا جس نے مسلمانوں کو ان رذیل جذبات سے ارفع و اعلیٰ کر دیا تھا ان کا ساز و سامان چھ سو اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔ ان لوگوں کی اکثریت یہاں سے نکل کر خیبر میں جا کر رہائش پذیر ہوئی۔ حُیَی بن اخطب۔ سلام بن ابی الحقیق، کنانہ بن صُوریہ، سب خیبر گئے ان میں سے چند لوگ شام چلے گئے۔

اس طرح اسلام کا یہ مقدس مرکز ایک ایسے عنصر سے پاک ہو گیا جس کی فطرت میں اسلام کی عداوت، عہد شکنی، وعدہ خلافی اور منصوبہ سازی جیسی کمینہ خصلتیں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ ان کے چلے جانے کے بعد ان کے اموال اور ان کے اسلحہ کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے قبضہ میں لے لیا انہوں نے پچاس زرہیں، پچاس خود، تین سو چالیس تلواریں پیچھے چھوڑی تھیں۔

بنی نضیر کے اموال کی تقسیم

اس عنوان پر تفصیلی بحث کرنے سے پہلے ایک دو چیزیں قارئین کرام کے ذہن نشین کرانا ضروری سمجھتا ہوں مسلمانوں کو کفار سے جو اموال ملتے ہیں ان کی دو صورتیں ہیں۔

ا۔ یا تو مسلمانوں نے میدان جنگ میں انہیں شکست دی ہو گی اور ان کے اموال پر قبضہ کیا ہو گا۔ اس کو قرآنی اصطلاح میں مال غنیمت کہا جاتا ہے اور اس کی تقسیم کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۴۱ میں بیان فرمایا ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ

"اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لئے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے۔"

اور باقی چار حصے، بفحوائے سنت نبوی مجاہدین کا حصہ ہیں ان میں تقسیم کئے جائیں گے۔

۲۔ دوسری قسم ان اموال کی ہے جو کفار نے جنگ کیے بغیر شکست تسلیم کر لی اور وہ اموال (منقولہ و غیر منقولہ) مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے۔ ان کا حکم قرآن کریم کی سورۃ الحشر کی اس آیت میں مذکور ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

"جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے تو وہ اللہ کا ہے اس کے رسول کا ہے اور رشتہ داروں۔ یتیموں۔ مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔"

اموال فئی میں کوئی حصہ بطور حق مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سارے کا سارا مال اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تقسیم فرمائیں گے۔ فئی سے حاصل ہونے والے منقولہ اور غیر منقولہ سب اموال کا حکم یکساں ہے۔ لیکن غنیمت سے حاصل ہونے والے املاک میں فرق ہے۔ وہ منقولہ اموال جو میدان جنگ اور حالت جنگ میں مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں وہ اموال غنیمت ہیں۔ اور ان کے احکام مندرجہ بالا "وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ" آیت میں بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن غیر منقولہ املاک مثلاً مکانات، زمین، باغات قلعے وغیرہ یہ سب فئی ہوں گے۔ اسی طرح اگر جنگ ختم ہو جائے اور اس کے بعد وہ منقولہ اموال مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں ان کا حکم بھی فئی کا ہوگا۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں ضیاء القرآن جلد دوم ص ۱۵۰ سورۃ الانفال آیت ۴۱ اور سورۃ الحشر آیت نمبر ۷ ضیاء القرآن ج ۵ ص ۱۶۸ تا ۱۷۱

یہاں تفسیر ضیاء القرآن کا ایک اقتباس متعلقہ صورت حال کی تشریح کے لئے پیش کیا جا رہا ہے امید ہے قارئین کے لئے اس میں سامان بصیرت ہوگا۔

جب بنی نضیر کے اموال، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبضہ و تصرف میں آگئے تو حضور نے ثابت بن قیس بن شماس کو یاد فرمایا۔ انہیں حکم دیا کہ اپنی قوم کو بلا لائیں انہوں نے عرض کی اپنے قبیلہ خزرج کے لوگوں کو بلا لاؤں یا سب انصار کو۔ فرمایا سب کو۔ جب اوس و خزرج حاضر ہو گئے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر انصار کی ان قربانیوں کا ذکر فرمایا جو انہوں نے مہاجرین کے لئے دیں۔ پھر فرمایا اگر تم چاہو تو تمہارے اموال اور فئی کے اموال سب یکجا کر دیئے جائیں۔ پھر ان سب کو مہاجرین و انصار میں تقسیم کر

دیا جائے اور اگر تمہاری مرضی ہو تو تمہارے مکانات اور زمینیں جو تم نے مہاجرین کو دے رکھی ہیں وہ تمہیں واپس کر دی جائیں اور بنی نضیر کے اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ اللہ۔ اللہ۔ کیا روح پرور منظر ہو گا؟ کیا نور برس رہا ہو گا اس محفل پر۔ حضور کا ارشاد سن کر سعد بن زرارہ (بعض نے سعد بن عبادہ کا نام لیا ہے) اور سعد بن معاذ نے عرض کیا۔

يَارَسُوْلَ اللهِ بَلْ تُقْسِمُهٗ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَيَكُوْنُوْا فِي دُوْرِنَا كَمَا كَانُوْا

"یا رسول اللہ! ہمارے مال ان کے پاس ہی رہنے دیجئے اور بنی نضیر کے سب اموال بھی ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرما دیجئے۔"

سب انصار نے ان کی تائید کرتے ہوئے عرض کی۔

رَضِيْنَا وَسَلَّمْنَا يَارَسُوْلَ اللهِ!

"اے اللہ کے پیارے رسول! ہمیں یہ تجویز منظور ہے ہم اس پر خوش ہیں۔"

اس ایثار کو دیکھ کر اللہ کے محبوب کا دل خوش ہو گیا زبان اقدس سے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ!

"الٰہی! دین کے ان بے لوث مددگاروں پر اپنی خصوصی رحمت فرما۔"

چنانچہ انصار کے مشورہ سے یہ تمام اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیئے گئے۔ انصار میں سے صرف تین آدمیوں کو جو بہت نادار تھے، حصہ ملا۔ ابو دجانہ اور سہیل بن حنیف، ان کے علاوہ مشہور یہودی سردار ابن ابی الحقیق کی تلوار حضرت سعد بن معاذ کو عطا فرمائی گئی یہ کمال استغناء، یہ شان بے نیازی، غلامان حبیب کبریا، علیہ افضل الصلوٰۃ واطیب الثنا کا ہی حصہ ہے۔ جمال یار نے جن کے دلوں اور آنکھوں سب کو سیراب کر دیا تھا۔

(ضیاء القرآن ج ۵ ص ۱۷۴۔ ۱۷۵)

بخشیں بادہ کاندر جام کردند
زچشم مست ساقی وام کردند

یہ غزوہ بنی نضیر ماہ ربیع الاول ۴ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

غزوہ ذات الرقاع

رقاع جمع ہے اس کا واحد رقعہ۔ کپڑے کا وہ ٹکڑا جس سے پیوند لگایا جاتا ہے اس کو رقعہ کہتے ہیں۔ اس غزوہ کو ذات الرقاع کہنے کی متعدد وجوہات علامہ ابن سید الناس نے عیون الاثر میں یکجا لکھ دی ہیں۔

۱۔ مسلمانوں نے اپنے پھٹے ہوئے جھنڈوں کو پیوند لگائے ہوئے تھے اس لئے اس غزوہ کو غزوہ ذات الرقاع سے موسوم کیا گیا۔

۲۔ جس وادی میں یہ غزوہ ہوا اس میں ایک درخت تھا جس کا نام ذات الرقاع تھا۔

۳۔ سنگلاخ اور ریتلی زمین میں چلنے سے مجاہدین کے پاؤں میں زخم ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹ لئے تھے اس لئے اس غزوہ کو اس نام سے شہرت ملی۔

۴۔ اس وادی کے پہاڑ میں سفید، سیاہ اور سرخ رنگوں کی دھاریاں تھیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ مختلف رنگوں کے کپڑوں کے ٹکڑے یکجا جوڑ دیئے گئے ہیں۔

یہ غزوہ بنی نضیر کے غزوہ کے چند ماہ بعد جمادی الثانی ۴ ہجری میں پیش آیا۔

نجد کے علاقہ سے آنے والے قافلوں نے بتایا کہ بنو محارب اور بنو ثعلبہ کے قبائل نے مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریاں شروع کر رکھی ہیں اور وہ کسی وقت بھی حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ نیز عامر بن طفیل، جس نے غداری کر کے ستر جلیل القدر صحابہ کرام کو بڑی بے دردی سے شہید کر دیا تھا حالانکہ اس قبیلہ کے ایک سردار ابو براء کی دعوت پر وہ محض تبلیغ اسلام کے لئے اس علاقہ میں آئے تھے۔ اور ابو براء نے اپنی پناہ دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ اس کے باوجود ان کی یہ سفاکانہ حرکت اس بات کی کھلی دلیل تھی کہ ان کے دلوں میں مسلمانوں کا نہ کوئی پاس رہا ہے اور نہ کوئی خوف۔ ان کی اس حرکت سے اس سارے علاقہ میں مسلمانوں کے وقار کو بڑا دھچکا لگا تھا۔ ان کے خلاف اگر بروقت اور مناسب فوجی کارروائی نہ کی جاتی تو اندیشہ تھا کہ آئے روز وہ ایسی حرکتیں کرتے رہیں گے اور نہتے مسلمانوں پر جہاں ان کا بس چلے گا ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔

ان امور کے سدباب کے لئے سرور عالمیان صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے چار سو مجاہدین کے ہمراہ ان سرکشوں کی گوشمالی کے لئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ ان قبائل کو جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے نوجوانوں اور گرد و پیش والے قبائل کے لڑاکوں کا ایک جم غفیر جمع کر لیا۔ فریقین نے ایک دوسرے کی عددی قوت کا اندازہ لگایا اور

جنگ کا بازار گرم کرنے میں تامل کو مناسب سمجھا۔ لشکر اسلام نے بھی جنگ شروع کرنے میں پہل نہ کی۔ ان کی تعداد ان قبائل کی تعداد کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔ نیز ان کا مرکز مدینہ طیبہ وہاں سے بہت دور تھا کم وقت میں وہاں سے کمک کا پہنچنا مشکل تھا۔ اور ان قبائل نے بھی حملہ کرنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ مسلمان اگرچہ تعداد میں ان سے کم تھے لیکن ان کی قوت ایمانی کا مشرکین کے پاس کوئی توڑ نہ تھا۔ چند روز فریقین کے لشکر آمنے سامنے رہے لیکن جنگ کی نوبت نہ آئی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے مجاہد صحابہ سمیت بخیریت واپس تشریف لے آئے۔ (۱)

اس اثناء میں دو ایمان افروز واقعات رونما ہوئے جن کا ذکر قارئین کی قوت ایمانی اور جذبہ ایثار کی تقویت کا باعث ہو گا۔

بنی محارب قبیلہ کا غورث نامی ایک شخص اپنی قوم کے سرداروں کے پاس گیا اور انہیں کہا اگر تمہاری مرضی ہو تو میں محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی زندگی کا خاتمہ کر سکتا ہوں۔ انہوں نے اس تجویز پر بڑی خوشنودی کا اظہار کیا پوچھا تم یہ کیونکر کر سکتے ہو۔ اس نے کہا میں اچانک بے خبری میں ان پر حملہ کر دوں گا۔ چنانچہ اپنی قوم کے رئیسوں کی اشیرباد حاصل کر کے وہ اس مہم کو سر کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ جب وہ مسلمانوں کی قیامگاہ میں گیا تو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف فرما ہیں تلوار حضور کی گود میں رکھی ہوئی ہے۔ وہ بڑے مؤدب طریقے سے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ اور بڑے ادب سے کہنے لگا کیا میں آپ کی یہ تلوار دیکھ سکتا ہوں۔ حضور نے فرمایا بڑی خوشی سے۔ چنانچہ اس نے تلوار اٹھائی اسے نیام سے نکالا۔ اور اسے لہرانے لگا۔ دل ہی دل میں حضور پر حملہ کرنے کا ارادہ کرنے لگا۔ اس اثناء میں اس نے پوچھا۔ يَا مُحَمَّدُ اَمَا تَخَافُنِيْ "اے محمد! آپ کو مجھ سے ڈر نہیں لگ رہا۔" حضور نے فرمایا ہرگز نہیں میں تجھ سے قطعاً خائف نہیں۔ اس نے پھر پوچھا۔ اَمَا تَخَافُنِيْ وَفِيْ يَدِي السَّيْفُ "کیا اب بھی آپ خوفزدہ نہیں حالانکہ میرے ہاتھ میں ننگی تلوار ہے۔" حضور انور نے بڑے وثوق سے فرمایا۔ بَلْ يَمْنَعُنِيَ اللّٰهُ مِنْكَ "بلکہ میرا اللہ مجھے تیرے شر سے بچائے گا۔" حضور کے اس پر یقین جواب سے وہ اس قدر مرعوب ہوا کہ چپکے سے تلوار آپ کے سامنے رکھ دی اور خود چلا گیا۔ (۲)

۱۔ الاکتفا، جلد ۲، صفحہ ۱۵۲ - ۱۵۳

۲۔ الاکتفا، جلد ۲، صفحہ ۱۵۲

اس سفر میں واپسی کے وقت ایک جگہ رات بسر کرنے کے لئے قیام فرمایا۔ حضور نے پوچھا آج رات کون پہرہ دے گا۔ مہاجرین میں سے عمار بن یاسر اور انصار میں سے عباد بن بشر نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ جب وہ گھاٹی کے اس دہانے پر پہنچے جہاں انہوں نے پہرہ دینا تھا تو حضرت عباد نے حضرت عمار کو کہا کہ میں رات کے کس حصہ میں پہرہ دوں۔ پہلے حصہ میں یا آخری حصہ میں۔ حضرت عمار نے کہا آپ نصف شب تک پہرہ دیں اس کے بعد میں پہرہ دوں گا یہ طے کرنے کے بعد حضرت عمار لیٹ گئے اور حضرت عباد نے وضو کیا اور نفل پڑھنے شروع کر دیئے۔ دشمن کا ایک آدمی آیا اس نے تاک کر حضرت عباد کو تیر مارا جوان کے جسم میں پیوست ہو گیا آپ نے نماز کی حالت میں ہی وہ تیر نکال کر باہر رکھ دیا اور اپنی نماز جاری رکھی۔ دشمن نے پھر دوسرا تیر مارا وہ بھی نشانہ پر لگا لیکن اس بندہ خدا نے کھڑے کھڑے وہ تیر نکال دیا اور نماز نہ توڑی۔ قرأت جاری رکھی تیسری مرتبہ پھر اس نے تیر مارا جو انہیں آ کر لگا۔ اب آپ نے رکوع اور سجدہ کر کے نماز مکمل کر لی۔ سلام پھیر دیا پھر اپنے ساتھی حضرت عمار کو جگایا۔ جب انہوں نے انہیں خون میں لت پت دیکھا تو کہا آپ نے پہلی بار مجھے کیوں نہ جگا دیا آپ نے فرمایا میں نماز میں قرآن کریم کی ایک سورت کی تلاوت کر رہا تھا اور اس کی تلاوت سے مجھ پر کیف و سرور کی کیفیت طاری تھی۔ میں کسی قیمت پر اس کی تلاوت کا سلسلہ منقطع نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اب مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ خون کے بکثرت بہ جانے سے کہیں میری موت واقع نہ ہو جائے۔ حضور نے مجھے اس گھاٹی کی حفاظت کے لئے متعین کیا تھا۔ مبادا آپ کے سوتے ہوئے میں اچانک انتقال کر جاؤں اور یہ مورچہ خالی رہ جائے اس لئے اب میں نے نماز مختصر کر کے مکمل کی اور آپ کو جگا دیا کہ اب آپ مورچہ سنبھال لیں۔ یہ رنگ دیکھ کر حملہ آور وہاں سے بھاگ گیا۔ لذت ذکر، جذبہ سرفروشی اور احساس فرض شناسی کی ایسی تابندہ مثالیں غلامان مصطفیٰ کی سیرت مبارکہ کے علاوہ آپ کو اور کہاں ملیں گی؟ (۱)

حضرت جابر کے اونٹ کا واقعہ

دلنوازی اور دلربائی کی ادائیں اگر کسی نے سیکھنی ہوں تو وہ محبوب رب العالمین کی شان دلبری سے سیکھے۔ آیئے اپنے آقا کی شان دلنوازی کا ایک واقعہ سنیئے جو اسی سفر میں ظہور پذیر ہوا۔ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع میں شمولیت کے لئے میں ایک

۱۔ الاکتفاء، جلد ۲، صفحہ ۱۵۳

کمزور اور لاغر اونٹ پر سوار ہو کر نکلا۔ جب ہم واپس لوٹے تو میرا اونٹ لاغری اور تھکاوٹ کے باعث بمشکل قدم اٹھا کر چل رہا تھا۔ میرے ساتھی اپنے تیز رفتار اونٹوں پر آگے بڑھتے گئے اور میں پیچھے رہتا گیا یہاں تک کہ حضور انور علیہ السلام پیچھے سے تشریف لے آئے فرمایا۔ مَالَكَ يَا جَابِرُ "اے جابر! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ پیچھے رہے جا رہے ہو۔" میں نے عرض کی یارسول اللہ! میرا اونٹ تھکا ماندہ ہے۔ یہ قدم ہی نہیں اٹھا سکتا۔ حضور نے فرمایا اسے بٹھاؤ۔ میں نے بٹھایا حضور نے اپنا اونٹ بھی بٹھا دیا اور میرے ہاتھ میں جو چھڑی تھی وہ مجھ سے لے لی اور دو تین مرتبہ اس چھڑی سے میرے اونٹ کو کچو کے دیئے۔ پھر فرمایا سوار ہو جاؤ۔ میں سوار ہو گیا اب وہی اونٹ ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ تیز رفتاری میں کوئی اونٹ اب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اب وہ حضور کے سبک رفتار اونٹ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور ہم آپس میں باتیں کرنے لگے۔

اثنائے گفتگو آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھ سے پوچھا جابر! یہ اونٹ بیچنے کا ارادہ ہے میں نے عرض کی۔ حضور کی خدمت میں بطور ہدیہ نذر کرتا ہوں فرمایا نہیں۔ میں تو قیمتاً لوں گا چنانچہ ایک اوقیہ سونے کے وزن پر سودا طے ہو گیا۔

پھر نبی مکرم نے مجھ سے پوچھا جابر۔ کیا تم نے شادی کر لی ہے۔ عرض کی یارسول اللہ! میں نے شادی کر لی ہے۔ فرمایا کسی کنواری لڑکی سے شادی کی ہے یا ثیبہ[1] سے عرض کی ثیبہ سے۔ فرمایا کسی کنواری سے شادی کی ہوتی عرض کی۔ جنگ احد میں میرے والد شہید ہو گئے اور میری سات بہنیں چھوڑ گئے۔ میں ایسی عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا جو میری ان بہنوں کو بھی سنبھال سکے اور ان کی دیکھ بھال کر سکے۔ حضور نے فرمایا۔ "آصبت انشاء اللہ" "تم نے درست فیصلہ کیا ہے انشاء اللہ۔"

پھر فرمایا۔ جب ہم صرار (ایک گاؤں) پہنچیں گے تو وہاں اونٹ ذبح کریں گے مجاہدین کی ضیافت کریں گے دن بھر وہاں ٹھہریں گے۔ اس اثناء میں تمہاری بیوی کو تمہاری آمد کا علم ہو جائے گا۔ پردے، بستر کی چادریں، تکیوں کے غلاف دھو کر وہ صاف کر دے گی اور تمہارا استقبال کرنے کے لئے تیار ہو جائے گی۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ اس غریب کے پاس پردے وغیرہ کہاں سے آئے۔ فرمایا انہا ستکون "گھبراؤ نہیں جلدی وہ وقت آئے گا تمہارے پاس یہ سب چیزیں ہوں گی۔"

ا۔ ثیبہ:۔ اس عورت کو کہتے ہیں جو شادی کے بعد بیوہ ہو گئی ہو یا طلاق یافتہ ہو۔

لشکر اسلام صرار کے گاؤں میں پہنچا۔ حسب ارشاد اونٹ ذبح کئے گئے مجاہدین کی ضیافت کی گئی دن وہاں گزار اشام کو مدینہ طیبہ پہنچنے میں نے اپنی رفیقہ حیات کو حضور کے ارشادات سے محظوظ کیا وہ بہت خوش ہوئی۔ اور کہنے لگی۔ فَدُونَكَ فَسَمْعٌ وَطَاعَةٌ " تجھ پر یہی لازم تھا کہ تو سر تسلیم خم کر دیتا۔ "

صبح سویرے میں نے اونٹ کی نکیل پکڑی اور سرکار دوعالم کے در اقدس پر اسے لا کر بٹھا دیا۔ پھر اس کے نزدیک مسجد میں بیٹھ کر حضور کا انتظار کرنے لگا۔ حضور تشریف لائے تو اونٹ بندھا دیکھا۔ دریافت فرمایا کہ یہ کس کا اونٹ ہے۔ عرض کی گئی یہ اونٹ جابر لے آئے ہیں۔ پوچھا جابر کہاں ہے۔ مجھے بلایا گیا، میں حاضر ہوا۔ تو ارشاد فرمایا میرے بھتیجے! یہ اپنا اونٹ لے لو میں نے یہ تمہیں دے دیا۔ اور بلال جاؤ اس اونٹ کی قیمت ایک اوقیہ، جابر کو دے دو۔ حضرت بلال مجھے ساتھ لے گئے۔ ارشاد نبوی کے مطابق ایک اوقیہ سے کچھ زیادہ سونا بھی مجھے دیا میں اونٹ اور اس کی قیمت بھی جھولی میں ڈالے شاداں و فرحاں اپنے گھر لوٹ آیا۔ جب تک حضور کا یہ عطیہ بطور تبرک میرے پاس رہا۔ رزق میں برکتیں ہی برکتیں رہیں۔ (۱)

غزوہ بدر الصغریٰ

غزوہ احد سے ابو سفیان جب اپنے لشکر سمیت مکہ واپس آنے لگا تو اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو چیلنج دیتے ہوئے کہا تھا۔

اَلْمَوْعِدُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ بَدْرٌ فِي الْعَامِ الْقَابِلِ

" ایک سال بعد ہمارا تمہارا مقابلہ بدر کے میدان میں ہوگا۔ "

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اس کے اس چیلنج کو قبول کر لیا اور حضرت عمر کو فرمایا " قُلْ نَعَمْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ " " کہو ہمیں تمہارا یہ چیلنج قبول ہے۔ "

غزوہ ذات الرقاع سے واپسی کے بعد سرکار دوعالم نے جماد الاول، جماد الثانی اور رجب کے تین ماہ مدینہ منورہ میں بسر کئے اور ماہ شعبان میں میدان بدر کی طرف روانہ ہوئے تاکہ عملی طور پر باطل کے متکبرانہ چیلنج کا جواب دیں۔

جوں جوں مقابلہ کی تاریخ قریب آتی جا رہی تھی۔ ابو سفیان کی پریشانی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ ایسا عذر تلاش کرنے میں غور فکر کر رہا تھا کہ مسلمانوں کو اپنے جھوٹے پراپیگنڈے سے

ا۔ الاکتفا، جلد ۲، صفحہ ۱۵۴

اتنا مرعوب کر دے کہ وہ بدر میں آنے کی جرأت ہی نہ کریں۔ ابو سفیان مظاہرہ تو اس بات کا کر رہا تھا کہ وہ لشکر جرار لے کر میدان بدر میں جائے گا اور مسلمانوں کو شکست فاش سے دوچار کر کے واپس آئے گا۔ اس پراپیگنڈے کو تیزی سے پھیلانے کے لئے اس نے اپنے جاسوس یثرب کے گردو نواح میں بھیج دیئے تھے تاکہ اس کے کھوکھلے عزائم کا وہ خوب ڈھنڈورا پیٹیں لوگوں کو بتائیں کہ ابو سفیان نے مکہ کے بہادروں اور ہمسایہ قبائل کے جوانوں کا ایک عظیم الشان لشکر اکٹھا کر لیا ہے تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں دو چار روز میں وہ مکہ سے کوچ کرنے والے ہیں۔ اس سارے پراپیگنڈے کا مقصد لوگوں پر اپنی ہیبت جمانا اور مسلمانوں کو مرعوب کرنا تھا۔

اسی اثناء میں نعیم بن مسعود الاشجعی مکہ آیا اس نے ابو سفیان اور دیگر قریش کو بتایا کہ مسلمان اس جنگ کے لئے پوری طرح تیاری کر چکے ہیں۔ وہ میعاد مقررہ پر بدر کے میدان میں ضرور پہنچیں گے۔ ابو سفیان نے اسے دل کی بات بتائی کہ اس کا قطعاً ارادہ نہیں ہے کہ وہ بدر میں مسلمانوں سے جنگ کرے کیونکہ ملک میں خشک سالی ہے۔ عرصہ سے بارش نہیں ہوئی پانی کے تالاب خشک ہوتے جا رہے ہیں چراگاہوں میں مویشیوں اور سواری کے جانوروں کے لئے گھاس کا تنکا تک نہیں ایسے حالات میں حملہ کرنا قرین دانشمندی نہیں۔ اس نے رشوت کے طور پر نعیم کو بیس اونٹ پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ اسے کہا اگر وہ اپنی چرب زبانی سے مسلمانوں کو اتنا خوفزدہ کر دے کہ وہ بدر میں آنے کا ارادہ ترک کر دیں تو وہ اسے بیس اونٹ دے گا۔ نعیم کے اطمینان کے لئے وہ بیس اونٹ سہیل بن عمرو کی تحویل میں دے دیئے گئے۔

ان کے علاوہ ابو سفیان نے نعیم کو مدینہ جانے کے لئے ایک تیز رفتار اونٹ بھی دیا۔ نعیم، جھوٹی افواہیں پھیلانے میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ مدینہ پہنچتے ہی اس نے باتوں کا بتنگڑ بنانا شروع کر دیا۔ کبھی ابو سفیان کی تیار کردہ افواج کی عددی کثرت کا تذکرہ۔ کبھی ان کے اسلحہ کے ذخائر کا بیان، کبھی روساء قریش کے جوش و خروش کی حکایت طولانی، کبھی ان کی خطرناک جنگی چالوں کی مدح سرائی، الغرض اس نے ایسی مہارت سے اپنی مہم چلائی کہ چند روز میں مدینہ کی فضا خوف و ہراس سے مسموم ہو گئی۔ ان حالات کو دیکھ کر اور سن کر منافقین اور یہودی کی مسرت کی کوئی حد نہ رہی۔ انہیں یقین ہو گیا کہ خوفزدہ مسلمان اب کسی قیمت پر لشکر قریش سے پنجہ آزمائی کے لئے میدان بدر کا رخ نہیں کریں گے۔

یہ ساری اطلاعات رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچتی رہتی تھیں۔ ایک روز نبی اکرم تشریف فرما تھے اور موجودہ حالات پر غور و خوض فرما رہے تھے کہ حضرت صدیق اکبر اور

حضرت فاروق اعظم اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوگئے۔ انہوں نے بھی یہ ساری افواہیں سنی تھی۔ عرض کی

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مُظْہِرٌ دِیْنَہٗ وَمُعِزٌّ نَبِیَّہٗ قَدْ وَعَدَنَا الْقَوْمُ مَوْعِدًا لَا نُحِبُّ اَنْ نَتَخَلَّفَ عَنْہُ فَیَرَوْنَ اَنَّ ھٰذَا جُبْنٌ فَسِرْ لِمَوْعِدِھِمْ فَوَاللّٰہِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَخَیْرَۃً۔

" یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرنے والا ہے اور اپنے نبی کو عزت دینے والا ہے۔ ہم نے قوم کے ساتھ بدر میں جنگ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ہم پسند نہیں کرتے کہ ہم وہاں نہ پہنچیں اس طرح وہ ہمیں بزدل خیال کریں گے آپ اس تاریخ مقررہ پر تشریف لے چلیے اللہ کی قسم! اسی میں خیر و برکت ہے۔ "

اپنے دو وزیروں کی یہ تجویز سن کر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسرت و شادمانی کی کوئی حد نہ رہی ارشاد فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاَخْرُجَنَّ وَاِنْ لَّمْ یَخْرُجْ مَعِیَ اَحَدٌ

" کہ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ میں ضرور ان کے مقابلہ کے لئے نکلوں گا خواہ میرے ساتھ ایک آدمی بھی نہ جائے۔ "

حضور کے اس فیصلہ کن ارشاد نے حالات کا رخ موڑ دیا۔ خوف وہراس کے بادل چھٹ گئے ہر مسلمان جوش ایمان سے سرشار ہو کر کفن بدوش، سربکف میدان جہاد میں اپنے آقا کے ہمراہ جانے کے لئے بے قرار ہوگیا۔ شیاطین الانس والجن کی ساری فسوں کاریوں کا طلسم ٹوٹ گیا۔ مدینہ طیبہ سے روانگی سے پہلے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رئیس المنافقین کے بیٹے عبداللہ کو اپنی مسجد مبارک میں امامت کے فرائض تفویض فرمائے۔ تاکہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ انجث الناس کے گھر میں پیدا ہونے والے کو نگاہ مصطفیٰ کے فیضان نے ان تمام آلودگیوں سے پاک کر کے ان مراتب رفیعہ پر فائز کر دیا ہے جن کے لئے فرشتے بھی ترستے ہیں۔ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی اس شان کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ۔ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ تو جب چاہتا ہے تو مردہ سے زندہ کو پیدا کرتا ہے۔ اس سفر میں حضور پر نور کے ہمرکاب، پندرہ سو صحابہ کرام کا نورانی لشکر تھا۔ گھڑ سواروں کی تعداد بھی پہلے سے کئی گنا

زیادہ تھی۔ اس لشکر میں مندرجہ ذیل افراد گھوڑوں پر سوار تھے۔

خود نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، ابو قتادہ، سعید بن زید، مقداد بن اسود، حباب بن منذر، زبیر بن عوام، عباد بن بشر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ وَارْضَاھُمْ عَنَّا وَوَفَّقَنَا بِاِتِّبَاعِ اٰثَارِھِمْ۔

اس فوج ظفر موج کا علم سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو تفویض فرمایا گیا۔ (۱)

انہی ایام میں بدر کے مقام پر تجارتی میلہ بھی لگا کرتا تھا۔ دور دراز علاقوں کے لوگ خرید و فروخت کے لئے یہاں جمع ہوتے تھے۔ صحابہ کرام جنگی ہتھیاروں کے علاوہ سامان تجارت بھی ساتھ لے گئے تھے تاکہ اگر لشکر کفار مقررہ میعاد پر نہ آئے تو اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کاروبار کر لیں گے۔ کفار مکہ کے نہ آنے کی وجہ سے جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اس لئے صحابہ کرام نے خوب کاروبار کیا بڑا نفع کمایا۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں۔

"رَبِحَتْ لِلدِّیْنَارِ دِیْنَارًا"

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان اور اس کے لشکر کا آٹھ روز تک انتظار کیا۔ اسی اثناء میں مخشی بن عمرو الضمری، جس کے ساتھ غزوہ ودان کے موقع پر حضور نے دوستی کا معاہدہ کیا تھا وہ آیا اور گفتگو کی اس کے لب ولہجہ سے پتہ چلتا تھا کہ اب اس کامیلان قریش مکہ کی طرف ہے۔ حضور انور نے اسے ارشاد فرمایا۔ اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم باہمی دوستی کے معاہدہ کو کالعدم قرار دے دیتے ہیں۔ تم اپنی زور آزمائی کے ارمان پورے کرلو۔ اس نے جب حضور کے عزم محکم کو دیکھا تو عرض پیرا ہوا۔ بخدا ہم دوستی کے اس معاہدہ کو ختم نہیں کرنا چاہتے ہم۔ آپ پر کبھی دست درازی نہیں کریں گے اور ہر حالت میں اس معاہدہ کو برقرار رکھیں گے۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو حسب وعدہ وقت مقررہ اور تاریخ مقررہ پر میدان بدر میں پہنچ گئے اور اپنا جھنڈا گاڑ دیا۔ ادھر ابوسفیان اہل مکہ کو یہ کہہ کر دلاسہ دے رہا تھا کہ میں نے نعیم بن مسعود الاشجعی کو ایک مہم پر بھیجا ہے اس کی چال ایسی موثر ہوگی کہ مسلمان میدان بدر میں آنے کی جسارت نہیں کریں گے۔ ہم محض لوگوں کو دکھانے کے لئے مکہ کے باہر جائیں گے۔ دو تین رات گزارنے کے بعد واپس آجائیں گے لوگ سمجھیں گے کہ کیونکہ مسلمان ڈر کے مارے بدر میں نہیں آئے اس لئے اہل مکہ کا آگے جانا بے سود تھا۔ وہ بھی واپس آگئے۔ اور

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۴۷۸۔۴۷۹

اگر ہمیں پتہ چلا کہ مسلمان بدر میں پہنچ گئے ہیں تو پھر بھی ہم واپس آ جائیں گے ہماری واپسی کے لئے یہ عذر کافی ہوگا کہ آج کل قحط سالی ہے۔ یہ سال جنگ کے لئے موزوں نہیں ہم کسی ایسے سال میں ان پر حملہ کریں گے۔ جبکہ ہر طرف سرسبزی و شادابی ہوگی۔

چنانچہ دو ہزار کا لشکر لے کر ابو سفیان مکہ سے نکالشکر کے ساتھ پچاس سواروں کا دستہ بھی تھا۔ ظہران کے نواح میں مجنہ کے مقام پر پہنچے تو ابو سفیان نے اپنے لشکر کو کہا کہ قحط سالی کا زمانہ ہے۔ پینے کا پانی اور مویشیوں کے لئے چارہ تک نایاب ہے ان حالات میں جنگ کرنے کے لئے جانا قرین دانشمندی نہیں۔ میں نے نعیم بن مسعود کو یثرب بھیجا ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہماری قوت و طاقت سے اس طرح خوفزدہ کرے گا کہ وہ بدر میں آنے کا نام تک نہیں لیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ اب ہم واپس چلے جائیں جب خشک سالی خوشحالی میں بدل جائے گی اس وقت ہم ان کو جنگ کے لئے للکاریں گے۔ سب نے اس تجویز کو بہت پسند کیا۔ اور مکہ لوٹ آئے۔

اہل مکہ نے اپنے لشکر کو جب بے نیل مرام چند کوس کی مسافت سے واپس آتے دیکھا تو کہا کہ یہ لوگ جنگ کرنے نہیں گئے تھے بلکہ ستو پینے گئے تھے۔ اس لئے یہ لشکر جیش السویق کے لقب سے مشہور ہوا۔

معبد بن ابی معبد خزاعی، بدر میں منعقد ہونے والے تجارتی میلہ میں شریک تھا۔ وہاں سے فارغ ہو کر وہ بڑی تیزی سے مکہ آیا اور انہیں بتایا کہ مسلمانوں کی کثیر تعداد اپنے وعدہ کے مطابق بدر میں پہنچ گئی تھی۔ سارے میلہ میں ان کی غالب اکثریت تھی ان کی تعداد دو ہزار تھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضمری کو جو دھمکی دی تھی اس کے بارے میں بھی بتایا۔ صفوان بن امیہ نے یہ حالات سن کر ابو سفیان کو کہا۔

وَاللهِ نَهَيْتُكَ يَوْمَئِذٍ اَنْ تَعِدَ الْقَوْمَ

"میں نے اس دن تجھے چیلنج دینے سے منع کیا تھا آج تو نے ہمیں شرمسار کیا۔ اور انہیں اپنے طاقتور ہونے کا یقین دلایا۔"

آٹھ روز تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں لشکر کفار کا انتظار فرمایا پھر بحفاظت الٰہی بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے۔ اس غزوہ کو غزوہ بدر الصغری (چھوٹا بدر) بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں جنگ نہیں ہوئی تھی۔ نیز بدر الموعد اور بدر الثالثہ کے ناموں سے بھی یہ

ا۔ سبل الهدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۴۸۰

کتب تاریخ میں معروف ہے۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن رواحہ کے چند اشعار جو آپ نے اس غزوہ کے بارے میں موزوں فرمائے تھے بڑے ایمان افروز ہیں آپ بھی سماعت فرمائیے:

وَعَدْنَا اَبَا سُفْيَانَ بَدْرًا وَلَمْ نَجِدْ لِمِيْعَادِهٖ صِدْقًا وَمَا كَانَ وَافِيًا

"ہم نے ابو سفیان کے ساتھ بدر میں آنے کا وعدہ کیا تھا لیکن ہم نے اس کو اپنے وعدہ میں سچا نہ پایا اور وہ وعدہ وفا کرنے والا تھا ہی نہیں۔"

وَاُقْسِمُ لَوْ وَافَيْتَنَا فَلَقِيْتَنَا لَاُبْتَ ذَمِيْمًا وَافْتَقَدْتَ الْمَوَالِيَا

"اور بخدا اگر اس دن تو ہمارے سامنے آتا اور ہمارے ساتھ جنگ کرتا تو تو اپنے وطن کو اس حالت میں لوٹتا کہ تیری مذمت کی جاتی اور اپنے چچازاد بھائیوں کو گم کر بیٹھتا۔"

عَصَيْتُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ اُفٍّ لِدِيْنِكُمْ وَاَمْرِكُمُ السَّيِّئِ الَّذِيْ كَانَ غَاوِيًا

"تم نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی نافرمانی کی۔ تف ہے تمہارے دین پر اور تمہارے اس برے طریقہ پر جو گمراہی اور سرکشی ہے۔"

فَاِنِّيْ وَاِنْ عَنَّفْتُمُوْنِيْ لَقَائِلٌ فِدًى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ اَهْلِيْ وَمَالِيَا

"اور میں "خواہ تم مجھے کتنا برا بھلا کہو ضرور یہ کہوں گا" کہ میرا اہل و عیال اور میرا مال سب اللہ کے رسول پر قربان ہو جائیں۔"

اَطَعْنَاهُ لَمْ نَعْدِلْهُ فِيْنَا بِغَيْرِهٖ شِهَابًا لَنَا فِيْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ هَادِيَا

"ہم نے آپ کی اطاعت قبول کرلی ہے ہم اپنے میں سے کسی دوسرے کو آپ کا ہم پایہ خیال نہیں کرتے آپ تو اندھیری رات میں ہمارے لئے روشن ستارہ ہیں جو سیدھی راہ دکھاتا ہے۔" (۱)

اس سال میں وقوع پذیر ہونے والے دیگر اہم واقعات

۱۔ ماہ ربیع الثانی ۴ ہجری میں ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ بن الحارث الہلالیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ اپنی کریم النفسی اور غرباء پروری کی وجہ سے آپ ام المساکین، کے محترم لقب سے معروف تھیں۔ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۴۸۱

ساتھ آپ کا نکاح ۳ ہجری میں ہوا۔ کاشانۂ نبوی میں آپ صرف آٹھ ماہ اقامت گزیں رہیں۔ آپ کی مرقد مبارک جنت البقیع میں ہے۔

۲۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت رقیہ کی شادی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دی تھی۔ حضرت عثمان نے جب حبشہ کی طرف ہجرت کی تو آپ بھی ان کے ہمراہ تشریف لے گئیں۔ وہیں آپ کے بطن طاہر سے حضرت عثمان کا فرزند پیدا ہوا جن کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ انہی کی وجہ سے آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہوئی۔ ۴ ہجری میں جب آپ کی عمر چھ سال تھی کسی مرغ نے آنکھ میں چونچ مار دی آنکھ زخمی ہو گئی یہ تکلیف بڑھتی گئی یہاں تک کہ آپ نے اسی مرض سے انتقال فرمایا۔

۳۔ حضور نبی اکرم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین صاحبزادی خاتون جنت سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہراء علی ابیہا و علیہا و علی بعلہا وابنیہا افضل الصلوات واطیب التسلیمات کو اللہ تعالیٰ نے اس سال ۵ ماہ شعبان کو دوسرا فرزند ارجمند ارزانی فرمایا۔ نبی مکرم کو اس فرزند کی ولادت کا مژدہ سنایا گیا تو حضور کو انتہائی مسرت ہوئی۔ گھر تشریف لائے بچے کو اپنی گود میں لیا کھجور کا ایک دانہ منہ میں ڈال کر چبایا۔ اسے گداز کیا اور بطور گھٹی، اس مولود مسعود کے منہ میں ڈالا۔

کتنا بلند اقبال اور ارجمند طلعت ہے وہ نفس ذکیہ جس کے منہ میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم کا لعاب دہن داخل ہوا۔ حضور نے ان کے دائیں کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں اقامت۔ ساتویں دن عقیقہ کیا گیا سر کے بال منڈائے گئے ان بالوں کے ساتھ چاندی تول کر صدقہ کی گئی اور نام مبارک تجویز ہوا۔

ساتویں دن ہی ختنہ کیا گیا۔ جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے لخت جگر کو حُسین کے حسین نام سے موسوم فرمایا۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب سبط رسول اللہ اور ریحانۃ الرسول ہے۔ سرور کائنات نے ہی اپنی زبان فیض ترجمان سے آپ کے برادر معظم کی طرح آپ کو جنتی جوانوں کا سردار ہونے کی بشارت دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں شہزادوں کے ساتھ کمال رافت و محبت تھی۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رحمت عالم نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِيْ

"جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے ان دونوں سے بغض کیا، مجھ سے بغض کیا۔"

ام الفضل حضور کی چچی فرماتی ہیں ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کی گود میں دیا۔ کیا دیکھتی ہوں کہ چشم مبارک سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان یہ کیا حال ہے۔ فرمایا جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ خبر فرمائی کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کر دے گی میں نے کہا کیا اس کو۔ فرمایا ہاں اور میرے پاس اس کے مقتل کی سرخ مٹی بھی لائے۔ (۱)

آپ کے فضائل وکمالات کا احاطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ آپ نے میدان کربلا میں اپنے خون ناب سے جو تابندہ نقوش ثبت کئے وہ تا قیامت امت مسلمہ کو طاغوت وجبروت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمہ حق کہنے اور نظام مصطفیٰ کا پرچم بلند لہرانے کا حوصلہ اور عزم ارزانی فرماتے رہیں گے۔ (۲)

حضرت اقبال نے کتنا سچ کہا ہے۔

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت سطر عنوان نجات ما نوشت

رمز قرآں از حسین آموختیم ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم

۴۔ چونکہ یہود مدینہ طیبہ میں صدیوں سے سکونت پذیر تھے حضور جب ہجرت کر کے یہاں تشریف لائے۔ کئی معاملات میں یہود سے خط وکتابت کی ضرورت پڑتی تھی۔ وہ اپنی سریانی زبان میں خط وکتابت کیا کرتے تھے۔ ضروری تھا کہ مسلمانوں میں بھی کوئی ایسا شخص ہو جو سریانی زبان کو پڑھ سکے اس کو صحیح طور پر سمجھ سکے۔ اور اس زبان میں اپنا مدعا بیان کر سکے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضرورت کو محسوس کیا حضور ایک ایسے مسلم نوجوان کی تلاش میں تھے جو ذہین بھی ہو۔ زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ اس مقصد کے لئے بارگاہ رسالت میں مجھے پیش کیا گیا اور عرض کی گئی یا رسول اللہ یہ بنی نجار قبیلہ کا نوجوان ہے اس نے قرآن کریم کی دس پندرہ سورتیں حفظ کر لی ہیں۔ حضور نے مجھے فرمایا سناؤ۔ میں نے ان سورتوں کی تلاوت کی میری ذہانت اور قوت حافظہ کے بارے میں مطمئن ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا یہودیوں کی زبان سیکھو اور اس کے لکھنے میں بھی مہارت حاصل کرو۔ چونکہ میرے پاس یہود کے خطوط وغیرہ آتے ہیں ان کے جوابات لکھنے ہوتے ہیں مجھے ان پر

۱۔ سوانح کربلا، صفحہ ۶۸

۲۔ تاریخ خمیس، جلد ا، صفحہ ۴۶۵

اطمینان نہیں ہوتا جو میرے عربی خط کا صحیح مفہوم سریانی زبان میں لوگوں کو سمجھاتے ہیں۔ حضور کے حکم کی تعمیل میں میں نے سریانی سیکھنا شروع کی۔ اور نصف ماہ میں اتنی قابلیت حاصل کرلی کہ میں ان کی طرف خط لکھنے کے قابل ہوگیا۔ اور ان کا اگر کوئی خط آتا تو میں اسے پڑھ کر حضور کو سنایا کرتا۔ (۱)

۵۔ اسی سال حضرت ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد نے وفات پائی۔ ان کی والدہ ماجدہ برہ بنت عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں انہوں نے بھی بچپن میں ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ یہ مومنین سابقین میں سے تھے۔ آپ نے اور حضرات ابو عبیدہ، عثمان بن عفان، ارقم بن ابی ارقم نے دعوت اسلام کے ابتدائی دور میں ایک ہی دن اسلام قبول کیا تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آپ نے اپنی رفیقہ حیات حضرت ام سلمیٰ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مکہ واپس آئے اور مکہ سے پھر مدینہ ہجرت کی۔ آپ کی ہجرت کا واقعہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔ بدر اور احد کی جنگوں میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ احد کی جنگ میں زخمی ہوئے لیکن صحت یاب ہوگئے۔ کچھ عرصہ بعد وہی زخم پھر ہرے ہوگئے اور انہی زخموں کی وجہ سے آپ نے انتقال فرمایا۔

۶۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو شرف زوجیت

حضرت ام سلمیٰ کی پہلی شادی حضرت ابو سلمہ سے ہوئی تھی۔ دونوں نے دعوت اسلامی کے آغاز میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس جوڑے نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ جب وہاں سے واپس آئے تو دونوں مدینہ طیبہ ہجرت کرنے کے ارادہ سے نکلے۔ ام سلمیٰ کے میکے والوں کو پتہ چلا تو انہوں نے انہیں اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت کرنے سے جبراً روک دیا۔ ان کے لئے تو شوہر سے جدائی کا صدمہ ہی بڑا جانکاہ تھا۔ اس پر مزید یہ ہوا کہ ابو سلمیٰ کے رشتہ داروں نے ام سلمہ سے ان کا شیر خوار بچہ یہ کہہ کر چھین لیا کہ اگر ام سلمیٰ کے رشتہ دار اس کو ابو سلمہ کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں دیتے تو ہم بھی اپنے بیٹے کو ام سلمیٰ کے پاس نہیں رہنے دیں گے۔ خاوند بھی جدا ہوگیا۔ بیٹا بھی چھین لیا گیا۔ اس دوہرے صدمہ سے ام سلمیٰ کے دل پر جو گزری ہوگی اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ آپ صبح سویرے گھر سے نکل کر اس جگہ جاتیں جہاں ان کا

۱۔ تاریخ الخمیس، جلد ا، صفحہ ۴۶۵

خاندان الگ الگ ہو گیا تھا۔ اپنے خاوند اور اپنے بچے کو یاد کر کے روتی رہتیں۔ دوپہر کے وقت جب دھوپ تیز ہو جاتی گھر واپس چلی آتیں۔ تقریباً ایک سال آپ کا یہی معمول رہا۔ حضرت ابو سلمہ کے ہجرت کے واقعہ میں آپ یہ تفصیلات پڑھ چکے ہیں یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہ اپنے بیٹے کو لے کر اپنے خاوند کے پاس مدینہ طیبہ پہنچ گئیں۔ ام سلمٰی فرماتی ہیں کہ ایک روز ابو سلمہ گھر آئے اور آکر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے جو مجھے فلاں فلاں چیز سے بھی زیادہ محبوب ہے حضور انور کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا۔

لَا یُصِیْبُ اَحَدًا مُصِیْبَۃٌ فَیَسْتَرْجِعُ عِنْدَ ذٰلِکَ وَیَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ عِنْدَکَ اَحْتَسِبُ مُصِیْبَتِیْ ھٰذِہٖ ۔ اَللّٰھُمَّ اَخْلِفْنِیْ فِیْھَا خَیْرًا مِّنْھَا اِلَّا اَعْطَاہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ ذٰلِکَ

"یعنی جس آدمی کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ انا للہ پڑھے اور یہ عرض کرے کہ اے اللہ! میں اس مصیبت کا اجر تجھ سے طلب کرتا ہوں۔
اے اللہ! اس کے بدلے مجھے وہ چیز عطا فرما جو اس سے بہتر ہو۔
حضور نے فرمایا جو شخص ایسا کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی التجا کو قبول کرتا ہے۔"

حضرت ابو سلمہ نے بدر اور احد کی جنگوں میں شرکت کی احد میں وہ زخمی ہوئے لیکن ان کے زخم مندمل ہو گئے کچھ عرصہ بعد وہ زخم پھر ہرے ہو گئے اور ۴ ہجری میں آپ نے انتقال فرمایا۔

ام سلمٰی کہتی ہیں کہ جب ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو میں نے انا للہ الآیۃ بھی پڑھی اور یہ بھی عرض کی۔ اَللّٰھُمَّ عِنْدَکَ اَحْتَسِبُ مُصِیْبَتِیْ ھٰذِہٖ لیکن میرے دل نے پسند نہ کیا کہ میں اس دعا کا دوسرا جملہ اپنی زبان پر لے آؤں۔ اور کہوں۔ اَللّٰھُمَّ اَخْلِفْنِیْ فِیْھَا خَیْرًا مِّنْھَا کیونکہ میں یہ خیال کرتی تھی کہ ابو سلمہ سے بہتر جب کوئی ہے نہیں تو پھر اس کا مانگنا عبث ہے لیکن حضور کا فرمان تھا طوعاً و کرھاً وہ جملہ بھی میں نے اپنی زبان سے کہہ دیا۔ جب میری عدت ختم ہوئی تو پہلے حضرت صدیق اکبر نے مجھے شادی کا پیغام بھیجا۔ میں نے انکار کر دیا۔ پھر حضرت فاروق اعظم نے پیغام بھیجا۔ میں نے انکار کر دیا۔ پھر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ پیشکش ہوئی تو میں نے کہا۔ مَرْحَبًا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ کہ میں رسول اللہ کو مرحبا کہتی ہوں۔ لیکن

مجھ میں تین ایسی خصلتیں ہیں جن کی بنا پر میں اپنے آپ کو حضور کی زوجیت کے قابل نہیں سمجھتی۔

۱۔ مجھ میں غیرت کا جذبہ بہت شدید ہے (دوسری امہات المؤمنین سے میرا کیسے گزر ہوگا)۔

۲۔ میں بال بچے دار ہوں۔ (میں ان کی دیکھ بھال کروں گی یا حضور کی خدمت۔)

۳۔ یہاں میرا کوئی ولی نہیں ہے جو میری طرف سے ایجاب وقبول کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ان کا یہ جواب سنا تو فرمایا۔

کہ تمہاری غیرت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا اور وہ غیرت کا جذبہ تم سے دور کرے گا۔ باقی رہے بچے۔ فَاللّٰہُ فَسَیَکْفِیْکَہُمْ تو اللہ تعالیٰ ان کا خود نگہبان ہے۔

انہوں نے اپنے بیٹے سلمہ کو کہا۔ اس نے بطور ولی یہ فریضہ انجام دیا۔

حضرت ام سلمہ، جب ام المؤمنین کے شرف سے مشرف ہو کر کاشانہ نبوت میں باریاب ہوئیں تو غیرت نام کی کوئی چیز ان میں موجود نہ تھی۔ امہات المؤمنین کے ساتھ ان کا سلوک بہنوں سے بھی زیادہ محبت آمیز تھا۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ حضرت ام سلمہ کو بطور مہر جو ساز و سامان دیا گیا اس کی قیمت دس درہم تھی انہیں رہائش کے لئے وہ حجرہ ملا۔ جس میں ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ رہائش پذیر تھیں جن کا ابھی کچھ عرصہ پہلے انتقال ہوا تھا۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب میں کاشانہ نبوت میں حاضر ہوئی۔ تو میرے حجرہ میں ایک گھڑا پڑا تھا جس میں کچھ جو تھے۔ ایک چکی ایک ہانڈی تھی۔ میں نے جو پیسے انہیں ہانڈی میں ڈال کر پکایا اور زیتون کا تیل بطور سالن تھا۔ حضور کی شادی خانہ آبادی کی رات کو یہ کھانا تھا جو حضور نے اور حضور کی دلہن نے تناول فرمایا۔ سات سال تک انہیں بارگاہ نبوت میں حاضری کی سعادت حاصل رہی۔ سرور عالم کے انتقال پُرملال کے بعد آپ اڑتالیس سال تک بقید حیات رہیں۔ ۶۰ھ میں چوراسی سال کی عمر میں راہی ملک بقا ہوئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حسب وصیت نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ جنت البقیع میں دیگر امہات المؤمنین کے ساتھ استراحت فرما ہیں۔ (۱)

۱۔ تاریخ الخمیس، جلد۱، صفحہ ۴۷۶

سیدنا علی کی والدہ ماجدہ کی وفات

اسی سال سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم نے انتقال فرمایا۔ یہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنہوں نے ہاشمی بچہ جنا۔ یعنی یہ خود بھی اور ان کے خاوند حضرت ابو طالب دونوں خاندان بنو ہاشم سے تھے۔ آپ نے آغاز میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کرتی تھیں۔ حضور کی راحت و آرام کا از حد خیال رکھتی تھیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جد کریم حضرت عبد المطلب کی وفات کے بعد حضرت ابو طالب کی آغوش تربیت میں آگئے تھے۔ تو حضرت فاطمہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سگی ماں کی طرح محبت کرتی تھیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو حضور نے اپنی قمیص اتار کر انہیں پہنائی اور ان کی لحد میں کچھ دیر کے لئے خود لیٹے رہے جب ان کو دفن کر چکے تو فرمایا۔

جَزَاكِ اللّٰهُ مِنْ اُمٍّ خَيْرًا لَقَدْ كُنْتِ خَيْرَ اُمٍّ

"اے میری ماں! اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ بیشک تو بہترین ماں تھی۔"

حضور نے فرمایا میں نے اپنی قمیص انہیں اس لئے پہنائی ہے کہ انہیں جنت کا لباس پہنایا جائے اور لحد میں اس لئے لیٹا ہوں کہ یہ قبر ان پر کشادہ ہو جائے۔ (۱)

وہ شرعی احکام جن کا نفاذ اس سال ہوا

صلوٰۃ خوف

امام محمد ابو زہرہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی معروف کتاب سیرت خاتم النبیین میں تحریر فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ خوف کے بارے میں آیات غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر نازل ہوئیں لکھتے ہیں۔

وَنَزَلَتْ اٰيَةُ شَرْعِيَّتِهَا فِيْ هٰذِهِ الْغَزْوَةِ (۲)

دشمن نے لشکر اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے بے شمار جنگجو اکٹھے کر لئے تھے۔

۱۔ تاریخ الخمیس، جلد ۱، صفحہ ۴۶۷

۲۔ خاتم النبیین، جلد ۲، صفحہ ۷۶۳

مسلمانوں کی تعداد اگرچہ چار سو اور دوسری روایت کے مطابق سات سو تھی لیکن مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے وہ اس قدر مرعوب اور خوفزدہ تھے کہ وہ کثی گنا عددی قوت کے باوجود مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ البتہ وہ ایسے موقع کی تلاش میں تھے کہ مسلمان ذرا غافل ہوں اور وہ ان پر ہلہ بول دیں اور اس سے پیشتر کہ مسلمان سنبھل سکیں وہ ان کا کام تمام کر دیں۔ کسی نے ان کو بتایا کہ تھوڑی دیر انتظار کرو ان کی نماز کا وقت قریب آپہنچا ہے اور نماز انہیں اپنی جانوں اور اپنی اولاد سے زیادہ عزیز ہے جب اس کا وقت آئے گا تو وہ تمام خطرات سے بے نیاز ہو کر مصروف عبادت ہو جائیں گے اس وقت ان پر حملہ کر کے ان کا قتل عام کرنے میں تم کامیاب ہو گے۔ یہ تجویز انہیں بہت پسند آئی۔ وہ ان لمحوں کا بے تابی سے انتظار کرنے لگے جب مسلمان نماز ادا کرنے میں مصروف ہو جائیں جس رب کی عبادت کی خاطر وہ سب خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے بعد مسرت تیار تھے وہ سمیع بصیر رب اپنے بندوں کے دشمنوں کی سازش سے بے خبر نہ تھا فوراً جبرئیل بارگاہ رب جلیل سے وہ آیت لے کر حاضر ہوا جس میں دشمن کی فریب کاریوں سے چوکنا رہنے کا خصوصی حکم تھا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ (الآیۃ) (۴: ۷۱)

"اے ایمان والو! ہوشیار ہو جاؤ۔"

اور اس کے ساتھ ہی نماز پڑھنے کا ایسا طریقہ بتادیا کہ وہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونے کی سعادت سے بھی محروم نہ ہوں اور دشمن بھی ان کو بے خبر پا کر ان پر حملہ نہ کر دے۔

(النساء۔ آیات ۱۰۱-۱۰۲)

فرمایا کہ، جب میرا محبوب امامت کرانے کے لئے کھڑا ہو تو آدھا لشکر پوری طرح مسلح ہو کر دشمن کے سامنے صف آرا ہو جائے اور ہوشیار رہے۔ باقی نصف حضور کی اقتدا میں نماز شروع کر دے ایک رکعت پڑھنے کے بعد یہ لشکر دشمن کے سامنے جا کر صفیں باندھ کر کھڑا ہو جائے اور لشکر کا وہ نصف جو دشمن کے سامنے صف آرا تھا وہ آجائے اور اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتدا میں ایک رکعت ادا کرے دو رکعتیں پڑھ کر حضور سلام پھیر دیں۔ پھر دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ ایک ایک رکعت پڑھ لیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری بھی نصیب رہے اور دشمن بھی لشکر اسلام کو مصروف عبادت پا کر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

نماز خوف کا حکم کب نازل ہوا۔ اس کا طریقہ کیا ہے۔ نیز غزوہ ذات الرقاع کب ہوا غزوہ احد کے بعد یا غزوہ خندق کے بعد۔ ان امور کے بارے میں کتب سیرت میں متعدد اقوال موجود

ہیں جن کا ذکر کر کے میں قارئین کے ذہنوں کو پریشان نہیں کرنا چاہتا۔
مجھے جو قول زیادہ پسند آیا میں نے امام محمد ابو زہرہ جیسے فرید العصر عالم کی تالیف لطیف سے نقل کر کے پیش کر دیا ہے۔ امید ہے قارئین کی طمانیت قلب کا باعث ہو گا

حرمت خمر کا قطعی حکم

۴ھ میں غزوہ بنی نضیر کے بعد وہ آیت نازل ہوئی جس میں فرزندان اسلام کو شراب سے اجتناب کرنے کا قطعی حکم الٰہی سنا دیا گیا۔

جَاءَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ فِيْ أَعْقَابِ غَزْوَةِ بَنِي النَّضِيْرِ كَمَا جَاءَ فِيْ سِيْرَتِ ابْنِ اِسْحَاقَ وَصِحَاحِ السِّتَّةِ (۱)

عرب کے جاہل معاشرہ میں شراب پانی کی طرح پی جاتی تھی۔ اپنے ڈیروں پر شراب نوشی کی علانیہ محفلیں برپا کرنا قطعاً معیوب نہ تھا۔ بلکہ اسے امارت اور ریاست کے لوازمات میں شمار کیا جاتا تھا۔

جو قوم صدیوں سے اس ام الخبائث کی دلدادہ تھی۔ یکبارگی اس کو اس کے ترک کرنے کا حکم دینا اس حکمت الٰہی سے مناسبت نہ رکھتا تھا جو شریعت اسلامیہ کے نفاذ میں ہمیشہ ملحوظ رکھی گئی ہے۔ چنانچہ حرمت شراب کا قطعی حکم نازل کرنے سے پہلے تدریجاً کئی اقدامات کئے گئے۔

پہلے اس کے نقصان دہ پہلوؤں کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی تا کہ سلیم الطبع لوگ از خود ہی اس مضر اور نقصان دہ چیز سے کنارہ کش ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں پہلا فرمان الٰہی یہ نازل ہوا۔

يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا إِثْمٌ كَبِيْرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا۔ (البقرۃ: ۲۱۹)

"وہ پوچھتے ہیں آپ سے شراب اور جوئے کی بابت، آپ فرمایئے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدے بھی ہیں لوگوں کے لئے اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدہ سے۔"

جب بار بار اس آیت کو تلاوت کرنے اور سننے سے یہ بات راسخ ہو گئی کہ "إِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا" تو اس سلسلہ میں دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ اوقات نماز میں مے نوشی سے باز رہیں۔
يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى

۱۔ خاتم النبیین، جلد ۲، صفحہ ۷۵۸

تَعۡلَمُوۡا مَا تَقُوۡلُوۡنَ۔

"اے ایمان والو! نہ قریب جاؤ نماز کے جب کہ تم نشہ کی حالت میں ہو۔ یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو جو (زبان سے) کہتے ہو۔" (النساء : ۴۳)

جب ان اوقات میں وہ مے خواری سے اجتناب کرنے لگے تو پھر اس سلسلہ کا آخری اور قطعی حکم نازل فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَیۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۔ اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ وَیَصُدَّكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَهُوۡنَ۔ (المآئدة : ۹۰-۹۱)

"اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں۔ شیطان کی کارستانیاں ہیں سو بچو ان سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔ یہی تو چاہتا ہے شیطان کہ ڈال دے تمہارے درمیان عداوت اور بغض۔ شراب اور جوئے کے ذریعہ اور روک دے تمہیں یاد الٰہی سے اور نماز سے تو کیا تم باز آنے والے ہو۔" (المائدہ۔ ۹۰۔ ۹۱)

آپ غور فرمائیں کہ جہاد اصغر اور جہاد اکبر کا سلسلہ کس طرح پہلو بہ پہلو جاری ہے۔ بنی نضیر کے ساتھ جنگ ہوتی ہے۔ شرپسند قبیلہ کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے اور وہ اپنا قیمتی سامان، اپنے اونٹوں پر لاد کر مدینہ سے چلے جانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کو شراب خوری، جوا بازی اور دیگر لغویات سے روکنے کے احکام نافذ کئے جارہے ہیں۔ تاکہ ظاہری کامیابیوں کے ساتھ ساتھ ان کے قلوب کا بھی تزکیہ ہوتا جائے۔ ان کے بیمار اذہان کا بھی درماں ہوتا جائے تاکہ جب وہ ظاہری فتح و کامرانی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوں تو ان کا سلجھا ہوا ذہن اور تربیت یافتہ سوچ اپنوں اور بیگانوں کے لئے آیہ رحمت ثابت ہو اور جہاں جائیں سحاب کرم بن کر برسیں۔ دوسرے فاتحین کی طرح تباہیاں، بربادیاں، خواریاں اور رسوائیاں ان کے ہمرکاب نہ ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات رافت و رحمت کا مظہر بن کر وہ خزاں زدہ گلشن انسانیت کی آبیاری اور اسے بہار آشنا کرنے کا فریضہ انجام دیں۔

ہجرت کا پانچواں سال

پانچویں ہجری سال میں وقوع پذیر ہونے والے اہم واقعات

(۱) حضرت سلمان فارسی کی آزادی
(۲) غزوہ دومۃ الجندل
(۳) وفات ام سعد
(۴) چاند گرہن
(۵) وفد بلال بن حارث المزنی کی آمد
(۶) ضمام بن ثعلبہ کی آمد
(۷) غزوۃ المریسیع
(۸) تنازع جہجاہ
(۹) تزویج جویریہ رضی اللہ عنہا
(۱۰) واقعہ افک
(۱۱) غزوۂ خندق
(۱۲) غزوۂ بنوقریظہ
(۱۳) تزویج زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا
(۱۴) مدینہ طیبہ میں زلزلہ
(۱۵) گھڑ دوڑ
(۱۶) حج کی فرضیت کا حکم اور دیگر امور

ہجرت کا پانچواں سال

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے اور آزاد ہونے کا مفصل واقعہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ آپ ۵ ہجری میں زرِ مکاتبت ادا کرنے کے بعد آزاد ہوئے۔ دنیا کی غلامی سے آزاد ہو کر ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول کی غلامی میں بسر کر دی اس بندہ نواز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرما کر اس غلام کو تاجداران عالم کا آقا بنا دیا

کہ۔ "سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ" سلمان ہماری اہل بیت میں سے ہے۔

غزوہ دومتہ الجندل

ابھی تک نبی مکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عسکری سرگرمیوں اور فوجی مہمات کا رخ مکہ کے گردونواح کے علاقے اور نجد کی طرف تھا۔ پہلی دفعہ مجاہدین اسلام نے مملکت روم کے ایک اہم صوبے شام کے ایک سرحدی شہر دومتہ الجندل کا قصد کیا۔ اس کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ شاہ روم کو پیغمبر اسلام اور دین اسلام کی اہمیت اور طاقت سے متعارف کرا یا جائے۔ قیصر روم اتنی وسیع و عریض مملکت کا فرمانروا تھا۔ کہ جزیرہ عرب کی ریگستانی علاقہ اور اس میں آباد غیر متمدن باشندوں کو در خور اعتناہی نہیں سمجھتا تھا اور نہ اسے اس علاقہ میں رونپذیر ہونے والے واقعات سے کوئی دلچسپی تھی۔ اس لشکر کشی سے قیصر کو جزیرہ عرب میں نشوونما پانے والے اس دین الٰہی کی طرف متوجہ کرنا مقصود تھا۔

دوسری فوری وجہ یہ تھی کہ دومتہ الجندل اور اس کے مضافات میں راہزنوں اور قزاقوں نے ڈیرا جمایا ہوا تھا۔ جب بھی انہیں موقع ملتا وہ مسافروں کو لوٹ لیتے تجارتی قافلوں پر حملہ کر کے ان کے اموال ان سے چھین لیتے اب ان کے حوصلے اتنے بڑھ گئے تھے کہ وہ مدینہ طیبہ پر چڑھائی کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ اس سے پیشتر کہ انہیں کافی مہلت مل جائے اور وہ حقیقی خطرے کا روپ اختیار کر کے اسلامی قلمرو پر حملہ کرنے کی جسارت کریں یہ ضروری سمجھا گیا کہ اس سے پہلے ہی اس فتنہ کی سرکوبی کر دی جائے۔ چنانچہ پانچ ہجری کے ماہ ربیع الاول میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک ہزار مجاہدین کی معیت میں دومتہ الجندل کی طرف روانہ ہوئے۔ حضور نے سباع بن عرفطہ الغفاری کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ دومتہ الجندل، مدینہ طیبہ سے پندرہ رات کی مسافت پر تھا۔ اور دمشق سے اس کا سفر پانچ رات میں طے ہوسکتا تھا۔ (۱)

علامہ ابن قیم نے لکھا کہ دُومتہ الجندل اور دَومتہ الجندل دو الگ الگ شہر ہیں دیگر حضرات کی رائے میں یہ ایک ہی شہر کے دو نام ہیں۔ اس سفر میں بنو عذرہ قبیلہ کا ایک تجربہ کار اور ماہر راہبر لشکر اسلام کی راہنمائی کر رہا تھا۔ اس کا نام مذکور تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سفر کرتے اور دن کے وقت کسی محفوظ جگہ پر آرام فرماتے رات کو سفر کرنے کی ایک وجہ تو یہ تھی

۱۔ زاد المعاد، جلد ۳، صفحہ ۲۵۵

کہ گرمی کا موسم تھا۔ دن کے وقت دھوپ کی تپش اور گرم لو میں سفر کرنا بہت تکلیف دہ تھا۔ اس لئے رات میں سفر کرتے۔

صحرائی علاقوں میں رات ویسے بھی ٹھنڈی ہوتی ہے۔ نیز جنگی مہموں میں راز داری کو جتنا پیش نظر رکھا جائے اپنی نقل و حرکت سے جس قدر دشمن کو بے خبر رکھا جائے۔ فتح و کامیابی کے امکانات اتنے ہی روشن ہوا کرتے ہیں۔ لشکر اسلام جب اس علاقہ کے قریب پہنچا تو راہبر نے عرض کی یارسول اللہ حضور کچھ دیر یہاں ٹھہریں میں آگے جاتا ہوں وہاں کے حالات معلوم کر کے واپس آتا ہوں وہ تنہا آگے گیا ہر طرف اونٹوں کے گلے اور بکریوں کے ریوڑ چر رہے تھے۔ لیکن ان کی بستیوں میں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ واپس آیا تو حضور کو ہمراہ لے کر آگے بڑھا جتنے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کو قبضے میں لیا جاسکتا تھا انہیں قبضہ میں لیا۔ چند روز وہاں قیام فرمایا۔ اس اثناء میں مختلف اطراف میں اپنے فوجی دستے بھیجے لیکن وہاں کے باشندوں میں سے کسی کا سراغ نہ ملا بجز محمد بن مسلمہ کے۔ کہ وہ ان کے ایک مرد کو گرفتار کر کے لے آئے اسے کئی دن تک اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جاتی رہی آخر کار اس نے اسلام قبول کر لیا بہت سے اونٹ اور بکریوں کے ریوڑ بطور مال غنیمت ملے۔ واپسی کے وقت عیینہ بن حصن فزاری سے معاہدہ ہوا اسے حضور نے اجازت دی کہ وہ تغلمین سے مراض تک کے علاقہ میں اپنے اونٹوں اور مویشیوں کو چرا سکتا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیس ربیع الثانی کو مراجعت فرمائے مدینہ منورہ ہوئے۔

غزوہ مُریسیع

مریسیع، بنو خزاعہ قبیلہ کے ایک چشمہ کا نام ہے الفرع اور اس چشمہ کے درمیان دو دن کی مسافت ہے۔ الفرع، مدینہ منورہ سے آٹھ برید کے فاصلہ پر ہے۔ اس غزوہ کو غزوہ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں۔ یہ جُذیمہ بن سعد بن عمر کا لقب تھا۔ یہ بھی بنو خزاعہ قبیلہ کی ایک شاخ تھی۔

یہ کس سال میں وقوع پذیر ہوا۔ سیرت نگاروں کا اس میں اختلاف ہے۔ لیکن یہاں امام بیہقی کی کتاب دلائل النبوۃ سے استفادہ کرتے ہوئے اس کے بارے میں چند سطریں پیش کرتا ہوں۔

عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: وَبَنُو الْمُصْطَلِقِ وَلِحْيَانُ فِي شَعْبَانَ مِنْ سَنَةِ خَمْسٍ۔

"یعنی عروہ بن زبیر کے نزدیک غزوہ بنو مصطلق اور لحیان ماہ شعبان ۵

ہجری میں وقوع پذیر ہوئے۔"

عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ فِي ذِكْرِ مَغَازِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ قَاتَلَ بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَ بَنِي لِحْيَانَ فِي شَعْبَانَ مِنْ سَنَةِ خَمْسٍ۔

"موسیٰ بن عقبہ، ابن شہاب سے اپنی مغازی میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنو مصطلق اور بنو لحیان کے ساتھ، ماہ شعبان ۵ھ ہجری میں جنگ کی۔"

وَرُوِّيْنَا عَنْ قَتَادَةَ أَنَّهُ قَالَ كَانَتِ الْمُرَيْسِيعُ سَنَةَ خَمْسٍ مِنْ هِجْرَتِهِ۔

"حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ غزوہ مریسیع ہجرت کے پانچویں سال وقوع پذیر ہوا۔"

حَدَّثَنَا الْوَاقِدِيُّ قَالَ وَغَزْوَةُ مُرَيْسِيعٍ فِي سَنَةِ خَمْسٍ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ لِلَيْلَتَيْنِ خَلَتَا مِنْ شَعْبَانَ وَقَدِمَ الْمَدِينَةَ لِهِلَالِ رَمَضَانَ وَاسْتَخْلَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ۔

"واقدی کہتے ہیں کہ غزوہ مریسیع پانچ ہجری میں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بروز سوموار دو شعبان مدینہ طیبہ سے تشریف لے گئے اور پہلی ماہ رمضان کو واپس تشریف لائے اور اپنی غیر موجودگی میں زید بن حارثہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔"

واقدی کہتے ہیں کہ حضور کے ساتھ سات سو مجاہدین کا لشکر تھا۔

امام بیہقی، امام ابن اسحاق کی رائے نقل کرتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ قَالَ ثُمَّ غَزَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُزَاعَةَ فِي شَعْبَانَ سَنَةَ سِتٍّ۔

"امام ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شعبان چھ ہجری میں بنی مصطلق کے ساتھ جنگ کی۔

۱۔ دلائل النبوۃ، جلد ۴، صفحہ ۴۴-۴۶

ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ غزوہ سن چار ہجری میں ہوا لیکن اہل تحقیق نے اس قول کو سہو قلم شمار کیا ہے۔ صاحب المواہب اللدنیہ نے پہلے قول کی توثیق کی ہے۔

لٰكِنَّ الْاَصَحَّ اَنَّ الْمُرَيْسِيْعَ وَالْمُصْطَلِقَ وَاحِدَةٌ فِيْ سَنَةِ خَمْسٍ بَعْدَ غَزْوَةِ دَوْمَةِ الْجَنْدَلِ بِخَمْسَةِ اَشْهُرٍ وَثَلَاثَةِ اَيَّامٍ

لیکن صحیح قول یہ ہے کہ غزوہ مرلیسیع اور مصطلق دونوں ایک ہیں اور غزوہ دومتہ الجندل کے پانچ ماہ تین دن بعد سن پانچ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ (۱)

ضیاء القرآن میں سورۃ النور کے تعارف میں، میں نے اگرچہ غزوہ بنی مصطلق کے وقوع کا سال ۶ ہجری لکھا ہے لیکن امام بیہقی کی اس تشریح کے بعد میں اپنے اس قول پر نظر ثانی کرنے پر مجبور ہوا ہوں۔ اس غزوہ کا محرک یہ اطلاع ہوئی کہ بنو مصطلق کے رئیس حارث بن ابی ضرار نے اپنی قوم کے جوانوں کو اور گردونواح میں آباد دیگر قبائل کے لوگوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے برانگیختہ کیا ہے اور ہزاروں کی تعداد میں بدو لوگ اس کی دعوت پر اکٹھے ہو گئے ہیں اپنی جنگی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد چند روز میں وہ حملہ کرنے کیلئے روانہ ہو جائیں گے۔ اس اطلاع کی تصدیق کرنے کے لئے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت بُریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہوں نے واپس آکر ان کی جنگی تیاریوں کی تصدیق کر دی۔

سرکار دوعالم نے مجاہدین اسلام کو دعوت جہاد دی چشم زدن میں سینکڑوں کی تعداد میں اسلام کے سرفروش پوری طرح تیار ہو کر حاضر ہو گئے اس سفر کے لئے ازواج مطہرات میں حسب معمول قرعہ اندازی کی گئی اس مرتبہ حضرت عائشہ کے نام کا قرعہ نکلا اس لئے انہیں اس سفر میں معیت کا شرف ارزانی ہوا۔ کیونکہ جس منزل کا قصد تھا وہ زیادہ دور نہ تھی دشمن بھی زیادہ طاقتور نہ تھا اموال غنیمت بکثرت ہاتھ آنے کی توقع تھی اس لئے خلاف معمول منافقین کی ایک کثیر تعداد اس جہاد میں شرکت کے لئے آمادہ ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں حضرت زید بن حارثہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور شعبان کی دو تاریخ بروز سوموار مجاہدین کا یہ لشکر بنو مصطلق کے سرکشوں کے دماغ درست کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے محبوب

۱۔ تاریخ الخمیس، جلد اول، صفحہ ۴۷۰

بندے کی قیادت میں روانہ ہوا۔
مقدمہ الجیش کی کمان حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔
حارث کو جب اطلاع ملی کہ سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سرفروشوں کا لشکر لے کر اس کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے ہیں اور اس کا ایک جاسوس بھی مسلمانوں نے پکڑ لیا ہے اور اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا ہے۔ تو اس کے اور اس کے ساتھیوں کے ہوش اڑ گئے۔ اردگرد کے قبائل کے جو بدو اس کے ساتھ شامل ہو گئے تھے وہ رفوچکر ہو گئے۔ حارث اپنے قبیلہ کے چند آدمیوں کے ساتھ اپنی حماقت کی سزا بھگتنے کے لئے وہاں اکیلا رہ گیا۔ (۱)
نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش قدمی جاری رہی یہاں تک کہ حضور مریسیع کے چشمہ پر پہنچ گئے اور وہاں حضور کا خیمہ نصب کر دیا گیا۔ جنگ کے لئے مجاہدین کی صفیں آراستہ کر دی گئیں مہاجرین کا علم حضرت صدیق اکبر انصار کا سعد بن عبادہ کو مرحمت ہوا اس روز مسلمانوں کا جنگی شعار "یَا مَنْصُوْرُ اَمِتْ اَمِتْ" تھا پہلے ایک پہر تک فریقین ایک دوسرے پر تیر اندازی کرتے رہے پھر سرکار دو عالم نے حکم دیا کہ سب یکجان ہو کر کفار پر ٹوٹ پڑو۔ قلیل وقت میں ان کے دس آدمی قتل کر دیئے گئے۔ اور باقی سب کو گرفتار کر لیا گیا۔ مرد، عورتیں اور بچے سارے جنگی قیدی بنا لئے گئے۔ دو ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں مال غنیمت کے طور پر ہاتھ آئیں۔ نبی رحمت نے ابو نضلہ کو فتح کی بشارت دینے کے لئے مدینہ طیبہ روانہ کیا۔ دشمن نے شکست تسلیم کر لی۔ ہتھیار ڈال دیئے اور جنگ ختم ہو گئی اس وقت منافقین کی شرانگیزی سے ایک فتنہ کھڑا ہوا لیکن محبوب رب العالمین نے حُسن تدبیر سے اس کی چنگاریوں کو فوراً بجھا دیا۔ ورنہ یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ مسلمان آپس میں نہ لڑ پڑیں اور ایک دوسرے کے خون کی ندیاں نہ بہا دیں۔
ہوا یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک ملازم جو آپ کے گھوڑے کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس کا نام جہجاہ مسعود الغفاری تھا۔ سنان بن وبر الجہنی، بنی خزرج کا حلیف تھا۔ جہجاہ اور سنان دونوں نے اپنے اپنے ڈول کنوئیں میں ڈالے دونوں ڈول ٹکرا گئے اس پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا جہجاہ نے سنان کو ضرب لگائی جس سے خون بہنے لگا سنان نے جاہلیت کے پرانے طریقہ کے مطابق مدد کے لئے انصار کو پکارتے ہوئے یاللانصار کا نعرہ بلند کیا۔ اس کے جواب میں جہجاہ نے یا للمہاجرین، یا للقریش کی صدا لگائی۔ یہ صدائیں سنتے ہی انصار اور مہاجر اپنے اپنے ساتھی کی

۱۔ زاد المعاد، جلد ۳، صفحہ ۲۵۷

امداد کیلئے دوڑ پڑے دونوں نے تلواریں بے نیام کر لیں تھیں اور نیزے لہراتے ہوئے بھاگتے چلے آ رہے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو فوراً تشریف لائے اور فرمایا مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ زمانہ جاہلیت کے اس نعرہ کا کیا مقصد ہے۔

صورت حال عرض کی گئی تو فرمایا ان بدبودار باتوں کو چھوڑ دو ہر آدمی کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کی مدد کرے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اگر اس کا بھائی ظالم ہے تو اس کے ظلم کے ہاتھ کو پکڑ کر اس کی امداد کرے اور اگر اس کا بھائی مظلوم ہے تو ویسے اس کی اعانت کرے۔

حضور کی بروقت مداخلت سے فتنہ و فساد کے بھڑکتے ہوئے شعلے سرد پڑ گئے فریقین کے سلیم الطبع لوگوں نے جہجاہ اور سنان کے درمیان مصالحت کرا دی۔ بعض انصار کے کہنے پر سنان نے اپنا حق معاف کر دیا اور اس طرح یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا اور باہمی خونریزی کا خطرہ ٹل گیا۔

لیکن رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَی کو فتنہ کا یوں فرو ہو جانا قطعاً پسند نہ آیا۔ وہ اپنے چند حواریوں میں بیٹھا ہوا تھا اس نے اپنے نتھنے پھلائے ہوئے تھے اس کے نہاں خانہ دل میں حسد وعناد کی بھڑکنے والی آگ اسے بے چین کر رہی تھی۔ وہ فرط غضب سے بے قابو ہو کر اپنے معتقدین کو کہنے لگا۔ کہ میں نے اس دن جیسا ذلت آمیز دن نہیں دیکھا یہ لوگ بے یار و مدد گار ہو کر ہمارے پاس آئے ہم نے اپنے گھروں کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے۔ اپنے مال و منال میں ان کو حصہ دیا اب یہ ہمیں ہی گھور رہے ہیں۔ ہماری اور ان بھک منگے قریش کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کہا تھا سَمِّنْ كَلْبَكَ يَأْكُلْكَ" اپنے کتے کو موٹا کرو تاکہ وہ تمہیں کاٹ کھائے۔ کاش میں جہجاہ کا یہ نعرہ سننے سے پہلے ہی مر گیا ہوتا لیکن صد افسوس یہ منحوس دن دیکھنے کو ملا پھر وہ غصہ سے لال پیلا ہو کر کہنے لگا۔

وَاللهِ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ مِنَّا الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ۔

"بخدا! اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ اس کو وہاں سے باہر نکال دے گا جو ذلیل ہے۔"

پھر حاضرین کی طرف منہ کر کے کہنے لگا یہ سب کچھ تم نے خود اپنے ساتھ کیا ہے تم نے ان کو اپنے گھروں میں اتارا اپنے مال و منال میں ان کو حصہ دار بنایا اب یہ غنی ہو گئے ہیں تو ایسی باتیں کرنے لگے ہیں۔ اب بھی اگر تم اپنا پس خوردہ انہیں دینے سے ہاتھ روک لو تو یہ لوگ

بھوک سے مرتے ہوئے یہاں سے چلے جائیں۔ تم نے ان کی جنگوں میں شرکت کی اپنی جانیں قربان کیں تمہاری تعداد ان سے کم ہوگئی اور ان کی تعداد بڑھ گئی تم نے اپنے سر کٹائے اپنے بچوں کو یتیم کیا۔ عبداللہ بن اُبی کا خیال تھا کہ صرف اس کے حواری ہی اس کی اس ہرزہ سرائی کو سن رہے ہیں اس لئے جو بغض اس کے دل میں برسوں سے چھپا ہوا تھا اس کو بڑی بے حیائی سے وہ اگلتا رہا۔ اتفاق سے اس محفل میں زید بن ارقم بھی موجود تھے انہوں نے اس کی ہربات کو ذہن نشین کر لیا انہیں یارائے ضبط نہ رہا جب اس نے کہا کہ میں عزت والا ہوں۔ آپ نے کہا۔

اَنْتَ وَاللّٰهِ الذَّلِيْلُ وَالْقَلِيْلُ الْمُبْغَضُ فِيْ قَوْمِكَ۔ وَمُحَمَّدٌ فِيْ عِزٍّ مِّنَ الرَّحْمٰنِ وَقُوَّةٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

بخدا! تو ذلیل ہے تیرے ساتھیوں کی تعداد قلیل ہے۔ تو اپنی قوم میں سخت ناپسندیدہ ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خداوند رحمٰن کی طرف سے عزت میں ہیں۔ اور مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے وہ قوت میں ہیں۔

اب وہ چونکا۔ اور زید کو کہنے لگا اُسْكُتْ فَاِنَّمَا كُنْتُ اَلْعَبُ خاموش ہو جاؤ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ (۱)

حضرت زید نے اس کی باتیں ذہن نشین کر لیں وہاں سے اٹھے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ خدمت اقدس میں مہاجرین اور انصار بھی موجود تھے۔ انہوں نے اس کی ساری باتیں من وعن بارگاہ رسالت میں عرض کر دیں۔ سن کر حضور کا چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔ حضور نے مزید اطمینان اور تسلی کے لئے اس سے پوچھا يَا غُلَامُ لَعَلَّكَ غَضِبْتَ عَلَيْهِ 'اے نوجوان شائد تم اس پر ناراض ہو اس لئے تم ایسی باتیں کر رہے ہو۔

اس نے کہا اللہ کی قسم! یارسول اللہ، میں نے اپنے کانوں سے یہ باتیں سنی ہیں پھر حضور نے فرمایا بات شائد تیرے کانوں نے سننے میں غلطی کی ہو۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ خدا کی قسم میرے کانوں نے صحیح سنا ہے پھر آپ نے فرمایا یا اس کی بات تجھ پر مشتبہ ہوگئی ہو اس نے کہا بخدا ایسا نہیں یارسول اللہ جو کچھ ابن اُبی نے کہا تھا اس کی باتیں لشکر میں پھیل گئیں۔

بعض انصار نے حضرت زید کو جھڑ کا۔ کہ خواہ مخواہ تو نے اپنی قوم کے رئیس کو بدنام کیا ہے جو باتیں اس نے نہیں کیں وہ تم نے اس کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ حضرت زید نے بڑی جرأت سے اپنے بزرگوں کی سرزنش کا جواب دیا بخدا۔ جو کچھ اس نے کہا میں نے وہ سنا۔ قبیلہ

۱۔ تاریخ خمیس، جلد اول، صفحہ ۴۷۱

خزرج میں میرے نزدیک کوئی شخص اس سے زیادہ محبوب نہ تھا اگر یہ باتیں میرے باپ نے بھی کہی ہوتیں تو میں بارگاہ رسالت میں عرض کر دیتا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر وحی کر کے میری بات کی تصدیق فرمادے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ۔ عباد بن بشر کو حکم دیجئے کہ اس کا سر کاٹ کر لے آئے حضور نے اس تجویز کو پسند نہ کیا اور فرمایا ایسا کروں تو لوگ کہیں گے لو دیکھو اب محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اپنے دوستوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ ایسی باتیں کریں۔

انصار کے ایک گروہ نے جب یہ باتیں سنیں تو وہ ابن اُبیّ کے پاس آئے اوس بن خولی نے اسے کہا کہ تمہارے بارے میں بارگاہ نبوت میں ایسی ایسی اطلاعات دی گئی ہیں۔ اگر واقعی تم نے ایسی باتیں کی ہیں تو فوراً حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگو اور عرض کرو کہ حضور ہماری مغفرت کے لئے دعا مانگیں اور اگر تم نے ایسی باتیں نہیں کہیں تو جا کر اپنی صفائی پیش کرو اور قسم کھا کر یقین دلاؤ کہ تم نے ایسی کوئی بات نہیں کی تم پر یہ جھوٹا الزام لگایا گیا ہے۔ قسمیں کھا کھا کر وہ کہنے لگا کہ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ وہاں سے اٹھ کر حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا اے ابن اُبیّ! اگر ایسی کوئی بات تم نے کی ہے تو فوراً توبہ کر لو اس نے پھر قسمیں کھا کھا کر اپنی صفائی پیش کی۔ یہ سراسر مجھ پر بہتان ہے میں نے ہرگز ایسی کوئی بات نہیں کی۔

اس رد و قدح نے جب طول پکڑا تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے کوچ کا اعلان کر دیا۔ اور اسی وقت اپنی ناقہ پر سوار ہو گئے حضور کو یوں قصویٰ پر سوار دیکھ کر لوگوں کو سب باتیں فراموش ہو گئیں ہر شخص اپنا سامان سمیٹنے لگا۔ اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر حضور کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا۔ حضور کا مقصد بھی یہی تھا کہ لوگوں کو گفتگو کا مزید موقع نہ دیا جائے تا کہ مزید کوئی بدمزگی رونما نہ ہو۔ اگرچہ اس وقت سخت دھوپ تھی۔ شدید گرمی تھی۔ سرکار دو عالم کا ایسے وقت سفر کرنے کا عام معمول بھی نہ تھا لیکن اس فتنہ کی سرکوبی کا یہی زود اثر طریقہ تھا جو حکمت نبوت نے اختیار فرمایا۔

عبداللہ بن اُبیّ کے صادق الایمان لڑکے عبداللہ کو حضرت فاروق اعظم کی یہ رائے جب معلوم ہوئی تو خود بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوئے۔ میرے آقا! اگر آپ میرے باپ کو قتل کرنا مناسب سمجھتے ہیں تو اپنے اس غلام کو حکم دیجئے وہ بلا تامل تعمیل ارشاد کرے گا

ابھی اس کا سر کاٹ کر حضور کے قدموں میں لا کر ڈال دوں گا۔ اس کام کے لئے اگر کسی اور کو حکم دیں گے اور وہ میرے باپ کو قتل کرے گا تو جب بھی وہ شخص مجھے نظر آئے گا تو میری آنکھوں میں خون اتر آئے گا۔ ایسا نہ ہو کہ میں مشتعل ہو کر کافر کے بدلے ایک مسلمان کو قتل کر بیٹھوں اور خود دوزخ کا ایندھن بن جاؤں۔

لیکن میرے آقا

عَفْوُكَ اَفْضَلُ وَمَنُّكَ اَعْظَمُ

"آپ کی شان عفو بہت افضل اور آپ کا احسان بہت بڑا ہے۔"

مقصد یہ تھا کہ اگر میرے باپ کی اس گستاخی کو معاف فرما دیں تو بعید از کرم نہ ہو گا۔

رحمت عالم نے اپنے جاں نثار غلام کی عرضداشت سن کر فرمایا۔

يَا عَبْدَ اللهِ مَا اَرَدْتُّ قَتْلَهُ وَلَا اَمَرْتُ بِهٖ وَلَنُحْسِنَنَّ صُحْبَتَهٗ مَا كَانَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا۔

"اے عبداللہ! نہ میں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا ہے اور نہ کسی کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے جب تک وہ ہمارے درمیان رہے گا ہم اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں گے۔"

حضور سارا دن سفر کرتے رہے آنے والی رات بھی سفر جاری رہا دوسرے روز دوپہر ہونے تک قافلہ رواں دواں رہا کسی کو سستانے، آرام کرنے کی اجازت نہ تھی دوپہر کے وقت جب لوگوں کو آرام کرنے کی اجازت ملی تو زمین پر لیٹتے ہی تھکن کی وجہ سے نیند فوراً مسلط ہو گئی۔ اس لگاتار سفر میں مصروف رکھنے کا مدعا یہ تھا کہ مریسیع کے چشمہ پر جو ناگوار واقع پیش آیا اور عبداللہ بن ابی نے جو دل آزار باتیں کیں ان کی تلخ یاد محو ہو جائے۔ (۱)

جب حضور انور روانہ ہوئے تو اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سلام عرض کرتے ہوئے بولے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ

نبی رحمت نے جواب میں فرمایا۔ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ

انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! آج ایسے وقت میں آپ آمادہ سفر ہیں کہ ایسے وقت میں سفر کرنا پہلے آپ کا معمول نہ تھا۔ حضور نے فرمایا عبداللہ بن ابی نے جو باتیں کی ہیں کیا تم نے وہ نہیں سنی ہیں اس نے یہ کہا ہے اِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ اسید نے عرض کی

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۳۹۱ - ۳۹۵

یا رسول اللہ! اعز آپ ہیں وہ ذلیل ہے۔ اس لئے حضور اسے مدینے سے باہر نکالیں گے۔
وَهُوَ الْاَذَلُّ وَاَنْتَ الْاَعَزُّ وَالْعِزَّةُ لِلّٰهِ وَلَكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ
پھر انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! اس سے نرمی فرمائیے حضور کی یہاں تشریف آوری سے پہلے اس کے لئے تاج شاہی تیار ہو رہا تھا اس کی بادشاہی کا اعلان ہونے والا تھا۔ حضور کے تشریف لانے سے سارا ماحول بدل گیا اس بیچارے کو اس بات کا سخت صدمہ ہے۔ (۱)
جب تیسرے دن لشکر کو آرام کرنے کی اجازت ملی تو سواریوں سے اتر کر زمین پر لیٹتے ہی نیند نے ایسا غلبہ کیا کہ دنیا و مافیہا کی ہوش نہ رہی سب سو گئے۔ جب جاگے تو ابن ابی کی گفتگو بھولی بسری کہانی بن گئی تھی پراگندہ اذہان اور پریشان قلوب کو سکون و اطمینان نصیب ہوا عصر تک سب نے آرام کیا پھر روانہ ہوئے اور حجاز کے علاقہ میں فویق النقیع نامی چشمہ پر آکر رات بسر کی۔

شدید آندھی

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے لشکر اسلام جب مدینہ طیبہ کے نزدیک پہنچا تو شدید آندھی آئی یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کے تیز جھونکے سواروں کو بھی زمین میں دفن کر دیں گے حضور انور نے فرمایا ایک منافق مر گیا ہے اس لئے یہ سخت آندھی آئی ہے۔ محمد بن عمر لکھتے ہیں کہ گرد و غبار کا یہ حیران کن طوفان جب آیا تو لوگ کہنے لگے مدینہ میں کوئی حادثہ رونما ہوا ہے اس لئے یہ آندھی آئی ہے۔ حضور کے درمیان اور عیینہ بن حصین کے درمیان معاہدہ کی مدت ختم ہونے والی تھی مسلمانوں کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں عیینہ نے مدینہ طیبہ پر حملہ کر کے بچوں اور عورتوں کو گزند نہ پہنچائی ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مطمئن کرنے کے لئے فرمایا۔
کہ مدینہ کی ساری گلیوں کے ناکوں پر فرشتے مقرر ہیں جو اہل شہر کی حفاظت کر رہے ہیں جب تک تم وہاں نہیں پہنچو گے وہ حفاظت کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے۔ اس لئے یہ خدشہ دل سے نکال دو کہ عیینہ نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کر دی ہے۔
اس آندھی کی وجہ یہ ہے کہ منافقوں کا بڑا رئیس زید بن رفاعہ ابن تابوت آج لقمہ اجل ہو گیا ہے۔
نبی مکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے زید بن رفاعہ کی موت کی خبر سن کر حضرت عبادہ بن

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۴۹۴

صامت، عبداللہ بن ابیّ کے پاس گئے۔ اور اسے کہا۔ اے ابو لحباب! تیرا خلیل (جانی دوست) مر گیا۔ اس نے پوچھا کون سا۔ آپ نے بتایا زید بن رفاعہ۔ عبداللہ صد حیف! تو نے ایک کٹی ہوئی دم کا سہارا لیا ہوا ہے اس نے پوچھا آپ کو کس نے بتایا اس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا۔ تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ غمزدہ اور پریشان ہو کر وہاں سے چلا گیا (۱)

ناقہ کی گمشدگی

اس آندھی میں حضور انور کی ایک اونٹنی گم ہو گئی بہت تلاش کی گئی کہیں نہ ملی۔ زید بن لُصَیت نامی ایک منافق انصار کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ اس نے کہا یہ لوگ کس چیز کی تلاش میں ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں۔ اسے بتایا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناقہ گم ہو گئی ہے اس کو تلاش کر رہے ہیں وہ کہنے لگا۔

اَلَا یُخْبِرُہُ اللّٰہُ بِمَکَانِہَا

"کیا اللہ تعالیٰ اس جگہ سے آپ کو خبردار نہیں کر دیتا؟"

اس کلمہ جواب سن کر انصار نے کہا اے خدا کے دشمن! خدا تمہیں ہلاک کرے تم منافق ہو۔

حضرت اُسید نے اسے جھڑکتے ہوئے فرمایا اگر مجھے حضور انور کی ناراضگی کا خوف نہ ہوتا تو میں تیرے خصیوں سے نیزہ پار کر دیتا۔ اگر تمہارے دل میں ایسی باتیں ہیں تو پھر تم ہمارے ساتھ آئے کیوں تھے میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔ اب ہم تمہارے ساتھ ایک درخت کے سایہ میں بھی نہیں بیٹھ سکتے۔ یہ وہاں سے بھاگ کر حضور کے پاس پناہ لینے کے لئے آگیا حضور نے اس کو سناتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُنٰفِقِیْنَ شَمِتَ اَنْ ضَلَّتْ نَاقَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَلَا یُخْبِرُہُ اللّٰہُ بِمَکَانِہَا

"ایک منافق نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا ہے کہ رسول اللہ کی اونٹنی گم ہو گئی ہے اور کہا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو اس کی جگہ سے آگاہ نہیں کرتا۔"

سن لو۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ اَخْبَرَنِیْ بِمَکَانِہَا "اللہ نے مجھے اس کی جگہ سے باخبر کر دیا ہے۔" وہ اس گھاٹی میں تمہارے سامنے ہے اس کی نکیل اس درخت کے ساتھ اڑی ہوئی ہے سیدھے وہاں چلے جاؤ۔

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۴۹۶

لوگ حضور کے ارشاد کے مطابق وہاں گئے اور ناقہ کو وہاں سے پکڑ کر لے آئے۔ (۱) وہ منافق حضور کے علم کی اس وسعت کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وسعت علم پر اعتراض کرنا منافقین کا شیوہ ہے۔ کوئی اہل ایمان اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

جب یہ لشکر وادی عقیق میں پہنچا تو عبداللہ اپنے باپ عبداللہ بن ابی کی انتظار میں کھڑا ہو گیا۔ جب وہ آیا تو اس نے اپنے باپ کو اونٹنی بٹھانے کو کہا جب وہ اونٹنی بیٹھ گئی تو اس نے اپنا پاؤں اونٹنی کے گھٹنے پر رکھا۔ اس نے کہا بخدا! تم یہاں سے نہیں جاسکتے جب تک یہ نہ کہو۔

لَانَا اَذَلُّ مِنَ الصِّبْيَانِ لَانَا اَذَلُّ مِنَ النِّسَآءِ

"کہ میں بچوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں اور میں عورتوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں۔"

حضور نے اسے حکم دیا اسے جانے دو۔ تب وہ آگے جاسکا۔

حارث بن ضرار کی آمد اور اس کا اسلام

اس غزوہ میں اونٹ بھیڑ بکریاں بطور غنیمت مسلمانوں کو ملی تھیں ان کے علاوہ بہت سے مرد و زن جنگی قیدیوں کی حیثیت سے مسلمانوں کے ہاتھ آئے ان قیدیوں میں قبیلہ بنو مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی جویریہ بھی تھی کچھ روز بعد وہ اپنی بیٹی کا فدیہ ادا کرنے کے لئے اونٹوں کا ایک گلہ اپنے ہمراہ لے آیا جب وادی عقیق میں پہنچا تو اس نے ایک نظر اپنے اونٹوں کے گلہ پر ڈالی ان میں سے دو اونٹ بہت اعلیٰ نسل کے تھے اسے بہت پسند آئے اس نے ان کو ایک گھاٹی میں چھپا دیا کہ واپسی کے وقت لیتا جائے گا۔

پھر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنی بچی کا فدیہ ادا کرنے کے لئے یہ اونٹ لایا ہوں یہ قبول فرمالیجئے اور میری بچی کو آزاد فرمایئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اونٹوں کو دیکھ کر فرمایا لیکن وہ دو اونٹ کہاں ہیں، جو تو عقیق کی وادی میں چھپا کر آیا ہے وہ یہ سن کر حیران و ششدر رہ گیا بیساختہ کہہ اٹھا۔ "اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ" "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔"

۱۔ سبل الہدیٰ، جلد ۴، صفحہ ۴۹۷

ان اونٹوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمایا ہے چنانچہ اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ اس کے دل کے قلعہ کو سات سو مجاہدین کا لشکر فتح نہ کر سکا۔ لیکن مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ایک ادا نے اس کو مسخر کر دیا۔

واقعہ افک

غزوہ بنی مصطلق کے تفصیلی حالات کا آپ نے مطالعہ فرمالیا۔ اس غزوہ کی ایک خاص بات یہ تھی کہ اس میں منافقین کے ایک گروہ نے مع اپنے رئیس عبداللہ بن اُبَی کے شرکت کی تھی۔ یہ لوگ سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کامیابیوں اور اسلام کی روز افزوں ترقی سے جلتے رہتے تھے۔ اس غزوہ میں انہوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا کہ کس طرح بنو مصطلق قبیلہ کا سردار حارث اپنے قبیلہ کے تمام نوجوانوں اور مضافات میں آباد مشرک قبائل کے لڑاکے افراد کا جم غفیر اکٹھا کر کے لشکر اسلام کے چھ سات سو مجاہدین کے ساتھ اپنے ہی علاقہ میں نبرد آزما ہوا۔ پہر دو پہر کی جنگ کے بعد اس نے اور اس کے سارے لشکر نے ہتھیار ڈال دیئے اور شکست تسلیم کر لی۔ مسلمانوں کو دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں بطور مال غنیمت ملیں اس کے علاوہ ان کے تمام مرد وزن کو جنگی قیدی بنالیا گیا۔ اس جنگ میں دشمن کے دس آدمی قتل ہوئے اور مسلمانوں کا صرف ایک آدمی کام آیا اتنی بڑی فتح اتنے قلیل وقت میں بغیر کسی قابل ذکر جانی نقصان کے، اس کا مشاہدہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے کر لیا تھا۔ اور اس پر مزید یہ کہ جب اس قبیلہ کے سردار حارث نے اپنی بیٹی حضرت جویریہ کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات واطیب التسلیمات کی زوجیت میں دے دیا تو سارے مجاہدین نے اپنے اپنے حصہ کے جنگی قیدی فدیہ لئے بغیر یہ کہہ کر خود بخود آزاد کر دیئے کہ یہ لوگ اب ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سسرال بن گئے ہیں اب ہم انہیں اپنا غلام بنا کر کیسے رکھ سکتے ہیں۔

طاقتور اور اجڈ دشمن کی شکست اور اپنوں کا یہ جذبہ ایثار دیکھ کر منافقین کی آتش حسد بھڑک اٹھی۔ وہ ایسے موقع کی تلاش میں مصروف ہو گئے جب وہ مسلمانوں کو زک پہنچا کر ان کی اس فتح مبین کو غم واندوہ سے آلودہ کر دیں۔ اچانک کنوئیں پر جہجاہ اور سنان کا واقعہ پیش آیا۔ انہوں نے چاہا کہ اس واقعہ کے ذریعہ انصار و مہاجرین کے درمیان عصبیت کی آگ بھڑکا کر وہ انہیں ایک دوسرے سے لڑا دیں۔ لیکن رحمت کائنات کے حکیمانہ طرز عمل سے ان کی یہ تدبیر

ناکام ہوگئی۔ اب یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قافلہ سے پیچھے رہ گئیں اور حضرت صفوان بن معطل انہیں اپنے اونٹ پر سوار کر کے لشکر اسلام میں لے آئے۔ عبداللہ بن اُبَی اور اس کے حواریوں کی ابلیسی حس نے بات کا بتنگڑ بنا کر کہرام مچادیا۔ سادہ سے واقعہ کو انہوں نے بڑی عیاری اور چرب زبانی سے ایسا رنگ دیا کہ صرف منافقین کا گروہ ہی ان کا ہم نوا نہ تھا بلکہ چند سادہ دل مسلمان بھی اس کی لپیٹ میں آگئے۔

ضیاء القرآن کا ایک اقتباس ہدیۂ قارئین ہے جس کے مطالعہ سے اس واقعہ کی تفصیلات پر قارئین کو مکمل آگہی حاصل ہو جائے گی۔

یہاں سے اس سازش کا ذکر فرمایا جارہا ہے جو دشمنان اسلام نے اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت اور ہادی اسلام کی روز افزوں عزت و شوکت کو دیکھ کر کی اور جس میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ذاتی عزت پر حملہ کر کے کمینگی اور دناءت کی حد کر دی۔ ان آیات میں جس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ پہلے صحیحین کی روایت کے مطابق اسے تفصیلاً پیش کرتا ہوں اس کے بعد حسب ضرورت تشریحات کی جائیں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ خود روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب سفر پر تشریف لے جاتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے۔ جس کے نام کا قرعہ نکلتا اس کو ہمرکابی کا شرف بخشتے۔ جب حضور غزوۂ بنی مصطلق پر روانہ ہوئے تو حسب معمول قرعہ ڈالا گیا تو میرا نام نکلا۔ چنانچہ میں حضور کے ہمراہ گئی۔ اس وقت پردہ کے احکام نازل ہو چکے تھے۔ میں ہودج میں بیٹھی تھی۔ اور جب لشکر روانہ ہوتا تو میرا ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا جاتا اور جہاں قیام کیا جاتا وہاں ہودج اتار دیا جاتا۔ جب جہاد سے فراغت ہوئی تو حضور نے واپسی کا قصد فرمایا۔ ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے اور رات بسر کی۔ رات کے پچھلے حصہ میں کوچ کی تیاری شروع ہوگئی۔ میں قضائے حاجت کے لئے باہر گئی۔ جب واپس آئی تو میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر پڑا۔ میں اس کی تلاش میں پھر لوٹ گئی۔ ہار تو مجھے مل گیا۔ لیکن جب واپس آئی تو لشکر وہاں سے کوچ کر چکا تھا۔ جو لوگ میرے ہودج کو رکھنے اور پھر اتارنے پر مامور تھے انہوں نے حسب عادت میرا ہودج اٹھایا اور اونٹ پر کس دیا۔ انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں۔ کیونکہ اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں کیونکہ غذا مرغن نہیں ہوتی تھی اور میں تو کم عمر تھی اس لئے ہودج میں میرے نہ ہونے کا انہیں احساس تک نہ ہوا۔ جب میں واپس آئی تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ یہ خیال

کر کے کہ جب وہ مجھے نہیں پائیں گے تو میری تلاش میں یہاں آئیں گے میں وہیں ٹھہر گئی۔ صفوان بن معطل کی یہ ڈیوٹی تھی کہ وہ لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے۔ جب لشکر کوچ کرتا تو وہاں پہنچتے، اگر کسی کی کوئی چیز پڑی ہوئی ملتی تو اسے اٹھا کر اس کے مالک تک پہنچا دیتے۔ میں چادر لپیٹ کر لیٹ گئی۔ اتنے میں صفوان آ پہنچے۔ ابھی صبح کا اندھیرا تھا۔ انہوں نے کسی کو دور سے سویا ہوا دیکھا تو قریب آئے۔ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا اس لئے مجھے پہچان گئے اور بلند آواز سے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ ان کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ انہوں نے اپنا اونٹ میرے قریب لا کر بٹھایا اور مجھے سوار کر کے چل دیئے۔ ہم دوپہر کے وقت لشکر سے آملے۔ عبداللہ بن اُبَیّ رئیس المنافقین نے جب یہ دیکھا تو اس نے ایک طوفان برپا کر دیا۔ جب میں مدینہ پہنچی تو بیمار ہو گئی اور ایک ماہ تک بیمار پڑی رہی۔ لوگوں میں اس بات کا خوب چرچا ہوتا رہا لیکن مجھے قطعاً اس کا کوئی علم نہ تھا البتہ ایک بات مجھے کھٹک رہی تھی کہ میری علالت کے وقت جو لطف و عنایت حضور پہلے مجھ پر فرمایا کرتے تھے وہ مفقود تھی۔ حضور جب مزاج پرسی کے لئے تشریف لاتے تو صرف اتنا دریافت کرتے "کَیْفَ تِیْکُمْ" کہ تمہارا کیا حال ہے۔ اس سے مجھے شک گزرتا تاہم مجھے اس شرانگیز پروپیگنڈے کی خبر تک نہ تھی۔ بیماری کے بعد میں بہت نقاہت اور کمزوری محسوس کرنے لگی۔ ایک رات میں ام مسطح کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے مدینہ سے باہر گئی کیونکہ اس وقت تک گھروں میں بیت الخلاء بنانے کا رواج نہ تھا اور ہم عرب کے دستور کے مطابق جنگل میں ہی جایا کرتی تھیں۔ ام مسطح حضرت ابوبکر کی خالہ زاد بہن تھیں۔ ہم دونوں جب فارغ ہو کر واپس آ رہی تھیں تو ام مسطح کا پاؤں چادر میں الجھا اور وہ گر پڑیں۔ ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا "تعس مسطح" کہ مسطح ہلاک ہو۔ یہ اس کا بیٹا تھا۔ میں نے کہا تم ایک بدری کے لئے ایسے الفاظ استعمال کر رہی ہو یہ بہت بُری بات ہے۔ اس نے کہا کیا تم نے نہیں سنا جو طوفان اس نے برپا کر رکھا ہے۔ میرے استفسار پر اس نے سارا واقعہ مجھے سنا دیا۔ یہ سن کر میرا مرض پھر عود کر آیا۔ حضور تشریف لائے تو پوچھا "کَیْفَ تِیْکُمْ" میں نے عرض کی مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ مقصد یہ تھا کہ میں والدین سے اس خبر کے متعلق تفصیلی حالات دریافت کروں۔ حضور نے اجازت دے دی۔ میں میکے چلی آئی۔ میں نے اپنی والدہ سے کہا یَا اُمَّتَاہُ مَاذَا یَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِہٖ امی جان! لوگ یہ کیا باتیں بنا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا بیٹی زیادہ غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ جب کوئی بیوی

پاکیزہ صورت ہو اور اس کا شوہر اسے محبوب رکھے اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو اس قسم کی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ! لوگ میرے متعلق ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں رات بھر جاگتی رہی اور روتی رہی۔ صبح ہوئی تب بھی آنسو جاری تھے اور نیند کا نام و نشان تک نہ تھا۔ جب نزول وحی میں تاخیر ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی اور اسامہ بن زید کو بلایا۔ اسامہ نے تو میری براءت کی، ان کے دل میں حضور کے اہل کی جو محبت تھی اس کو ظاہر کیا۔ حضرت علی نے عرض کی یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیک و آلک وسلم) حضور اتنے رنجیدہ خاطر کیوں ہیں، اس کے علاوہ عورتوں کی کیا کمی ہے۔ اگر حضور تصدیق فرمانا چاہتے ہیں تو بریرہ لونڈی کو بلا کر دریافت فرمائیے وہ حقیقت حال سے آگاہ کر دے گی۔ چنانچہ بریرہ سے حضور نے پوچھا اے بریرہ "هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَيْءٍ يُرِيبُكِ مِنْ عَائِشَةَ" کیا تو نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے تمہیں عائشہ کے بارے میں کوئی شک ہو؟ اس نے عرض کی مجھے اس خدا کی قسم جس نے حضور کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے اس کے سوا میں نے عائشہ میں کوئی عیب نہیں دیکھا کہ آٹا گوندھا ہوا کھلا چھوڑ کر سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے۔ یہ اپنی کمسنی کی وجہ سے سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے۔ کسی نے بریرہ کو جھڑ کا کہ تو سچ کیوں نہیں بتاتی تو اس نے کہا "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلَّا مَا يَعْلَمُ الصَّائِغُ عَلٰى تِبْرِ الذَّهَبِ الْأَحْمَرِ" خدا کی قسم میں ان کے متعلق اس کے بغیر اور کچھ نہیں جانتی جس طرح ایک زرگر خالص سرخ سونے کے متعلق جانتا ہے۔ پھر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا۔

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ مَنْ يَعْذِرُنِيْ مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِيْ أَذَاهُ فِيْ أَهْلِيْ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى أَهْلِيْ إِلَّا خَيْرًا وَمَا عَلِمْتُ عَلٰى أَهْلِيْ مِنْ سُوْءٍ۔

"اے گروہ مسلمانان! اس شخص کے بارے میں مجھے کون معذور رکھتا ہے جس کی اذیت رسانی میرے اہل خانہ کے بارے میں مجھ تک پہنچی ہے۔ بخدا میں اپنے اہل کے لئے خیر کے بغیر کچھ نہیں جانتا اور مجھے ان سے کسی غلطی کا کوئی علم نہیں ہے۔"

سعد بن معاذ انصاری کھڑے ہو گئے۔ عرض کی میں حاضر ہوں۔ اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے ہے۔ "ضَرَبْنَا عُنُقَهٗ" ہم اس کی گردن اڑا دیں گے۔ اور اگر وہ بنی خزرج سے ہے اور حضور ہمیں حکم دیں تو تعمیل ارشاد کی جائے گی۔ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ سعد بن عبادہ اٹھے

جو خزرج کے سردار تھے اور بڑے صالح آدمی تھے۔ لیکن ان کی قبائلی عصبیت بیدار ہو گئی۔ انہوں نے کہا ایسا ہر گز نہیں ہو گا۔ کیونکہ تمہیں علم ہے وہ شخص خزرجی ہے اس لئے تم ایسی باتیں کر رہے ہو۔ اگر وہ اوس قبیلے کا فرد ہوتا تو تم ایسا نہ کہتے۔ غرضیکہ تلخ کلامی یہاں تک بڑھی کہ قریب تھا دونوں قبیلوں میں لڑائی چھڑ جائے۔ حضور نے دونوں کے جوش کو ٹھنڈا کیا اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ میرے شب و روز گریہ وزاری میں گزرتے تھے لحہ بھر کے لئے بھی نیند نہ آتی۔ میرے والدین کو یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ اس طرح رونے سے اس کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ ایک دن میں رو رہی تھی۔ میرے والدین بھی میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک انصاری عورت ملنے کے لئے آئی وہ بھی بیٹھ کر رونے لگی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم تشریف لائے۔ سلام فرمایا اور بیٹھ گئے۔ اس سے پہلے کبھی بیٹھے نہ تھے۔ ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ میرے بارے میں کوئی وحی نہیں اتری تھی۔ حضور نے تشہد کے بعد فرمایا اے عائشہ تیرے بارے میں مجھے ایسی ایسی اطلاع ملی ہے۔ اگر تو پاکدامن ہے تو اللہ تعالیٰ تیری براءت کر دے گا۔ اگر تجھ سے قصور سرزد ہو گیا ہے تو توبہ کر لے۔ کیونکہ بندہ اگر اپنے قصور کا اعتراف کر لے اور توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ میرے آنسو یکدم خشک ہو گئے۔ میں نے اپنے والد محترم سے کہا کہ حضور کو اس بات کا جواب دیں۔ انہوں نے فرمایا میں کچھ جواب نہیں دے سکتا۔ پھر میں نے والدہ سے کہا، انہوں نے بھی معذوری ظاہر کی۔ میں اگرچہ نو عمر تھی۔ زیادہ قرآن بھی پڑھا ہوا نہ تھا لیکن میں نے عرض کی بخدا آپ لوگوں نے ایک بات سنی اور وہ تمہارے دلوں میں جم گئی۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں بے گناہ ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ لوگ میری بات نہیں مانیں گے اور اگر میں ایک ایسی بات کا اعتراف کروں جس سے خدا جانتا ہے کہ میں بری ہوئی تو آپ فوراً مان لیں گے۔ اب میرے لئے اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کہ میں وہ بات کہوں جو یوسف کے باپ نے کہی تھی "فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ" پھر میں منہ پھیر کر بستر پر لیٹ گئی۔ مجھے یقین تھا کہ اللہ ضرور میری براءت فرمائے گا لیکن مجھے یہ خیال نہ تھا کہ میرے بارے میں آیات قرآنی نازل ہوں گی۔ میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہ سمجھتی تھی۔ حضور ابھی وہیں تشریف فرما تھے کہ نزول وحی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ سردی کے موسم میں بھی نزول وحی کے وقت پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے۔ جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو حضور ہنس رہے تھے اور پہلی بات جو حضور نے فرمائی وہ یہ تھی: اَبْشِرِیْ یَا عَائِشَۃُ

اَمَّا اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ فَقَدْ بَرَّاَکِ "اے عائشہ خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تیری براءت فرما دی ہے۔ میری والدہ نے مجھے کہا اے عائشہ اٹھو اور حضور کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا بخدا میں نہیں اٹھوں گی اور نہ کسی کا شکریہ ادا کروں گی۔ صرف اللہ تعالیٰ کا شکر کروں گی جس نے میری براءت فرمائی۔

اس وقت یہ دس آیات ان الذین جاء وابالافک ...... نازل ہوئیں۔

اس طرح منافقین کا اٹھایا ہوا یہ طوفان تھما۔ اگرچہ اس کا سرغنہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تھا لیکن اس نے اس شدومد سے بات کا بتنگڑ بنایا کہ کئی سادہ لوح مسلمان اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ چنانچہ حضرت حسان، حضرت مسطح اور حمنہ بنت جحش کا نام اسی زمرہ میں لیا جاتا ہے۔ انہیں حد قذف لگائی گئی اور عبداللہ مذکور کو بعض اقوال کے مطابق حد لگائی گئی لیکن اکثر کا یہ خیال ہے کہ اس سے تعرض نہیں کیا گیا۔ اسے خدا کی آتش انتقام میں ہمیشہ جلتے رہنے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

کذب بیانی اور بہتان تراشی کی انتہا کو افک کہتے ہیں۔ "اَلْاِفْكُ اَبْلَغُ مَا يَكُوْنُ مِنَ الْكِذْبِ وَالْاِفْتِرَاءِ"۔

اس ایک لفظ سے ہی منافقین کی سازش کو بے نقاب کر دیا کہ اس کا صداقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ سراسر جھوٹ، افتراء اور بہتان ہے۔ جس واقعہ کو زبان قدرت جھوٹ کا پلندا کہہ دے اس کی مزید تردید کی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن واقعہ کی سنگینی کے پیش نظر اور مسلمانوں کی تربیت کے لئے اس کو مزید وضاحت سے بیان فرمایا۔

خطاب تمام مسلمانوں کو ہے۔ خصوصاً حضرت صدیق اور ان کے خانوادہ کو یعنی اس بہتان تراشی سے جو قلبی اور روحانی تکلیف تمہیں پہنچی ہے اسے شر خیال نہ کرو، اس میں تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے۔ اس جھوٹے الزام سے تمہیں دکھ ہوا۔ رضاء الٰہی کے لئے تم نے صبر کیا اس پر تمہیں اجر عظیم ملے گا۔ اے صدیق! تمہیں چند دن تکلیف ضرور ہوئی لیکن اب قیامت تک تیری نور نظر کی پاک دامنی کی شہادت قرآن دیتا رہے گا۔ تیری لخت جگر کی عفت اور پاک دامنی کو ماننا ایمان اور اسلام ہوگا۔ جو اس کا انکار کرے گا بلکہ جو اس میں ذرا شک کرے گا وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج اور نعمت ایمان سے محروم کر دیا جائے گا۔

جس نے اس جھوٹ گھڑنے اور اس کی تشہیر میں سب سے زیادہ حصہ لیا اس سے مراد عبد اللہ بن ابی ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:۔

"هٰذَا عِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ"

"یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں کو عتاب اور سرزنش فرمارہے ہیں کہ تم نے سنتے ہی اس بہتان کی تردید کیوں نہ کر دی۔ اس میں تردد کی غلطی کیوں کی۔ تمہیں تو فوراً کہہ دینا چاہئے تھا هٰذَا اِفْكٌ مُّبِيْنٌ یہ کھلا ہوا جھوٹ ہے۔"

اگر ان کے اس دعویٰ میں رائی کے برابر بھی صداقت ہوتی تو وہ گواہ پیش کرتے لیکن ان کا گواہ پیش کرنے سے قاصر رہنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ الزام بالکل من گھڑت ہے اور محض حسد کا نتیجہ ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل و احسان اور اس کی رحمت ہے کہ اس نے تمہیں فوراً عذاب میں مبتلا نہیں کر دیا ورنہ بے پر کی اڑانے والوں نے تو قہرالٰہی کو دعوت دینے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ انہوں نے تو یہ خیال کیا کہ یہ ایک معمولی سی بات ہے۔ انہیں کیا خبر کہ جس بات سے اللہ تعالیٰ کے محبوب کا دل رنجیدہ ہو۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی آتش غضب بھڑک اٹھتی ہے جس ذات پاک کو پاک دامنی و پاک بازی کا درس دینے کے لئے منتخب فرمایا گیا ہو اس کے دامن تقدس کو داغ دار کرنے کی کوشش اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی ہی مذموم اور ناپاک ہے۔

مزید مطالعہ سے جن حقائق پر رسائی ہوئی وہ ہدیہ قارئین ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس واقعہ کے بارے میں اپنے مقرب صحابہ سے استفسار فرماتے رہتے تھے۔ ایک دن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ در اقدس پر حاضر ہوئے حضور نے شرف باریابی بخشا۔ اسی اثناء میں حضور نے حضرت فاروق سے اس واقعہ کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے عرض کی۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَخْشِي سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَاللّٰهِ اَنَا قَاطِعٌ بِكَذِبِ الْمُنٰفِقِيْنَ۔ لِاَنَّ اللّٰهَ عَصَمَكَ عَنْ وُقُوْعِ الذُّبَابِ عَلٰى جِلْدِكَ لِاَنَّهٗ يَقَعُ عَلَى النَّجَاسَاتِ وَيَتَلَطَّخُ بِهَا۔ فَلَمَّا عَصَمَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْ ذٰلِكَ الْقَدْرِ مِنَ الْقَذَرِ فَكَيْفَ لَا يَعْصِمُكَ عَنْ صُحْبَةِ مَنْ تَكُوْنُ مُتَلَطِّخَةً بِمِثْلِ هٰذِهِ الْفَاحِشَةِ فَاسْتَحْسَنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامَهٗ۔

"یارسول اللہ! میں اپنے کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کرتا ہوں جو میرے کان سنیں جو میری آنکھیں دیکھیں وہی بیان کرتا ہوں اس میں کوئی ملاوٹ نہیں کرتا۔ بخدا! مجھے یقین ہے کہ منافق جھوٹ بکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بھی محفوظ رکھا ہے کہ کبھی آپ کے جسد اطہر پر بیٹھے کیونکہ وہ نجاستوں پر گرتی ہے اور ان سے آلودہ ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی آلائش سے محفوظ رکھا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کی ایسی بیوی ہو جو اس فحش حرکت سے ملوث ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاروق کے اس جواب کو بہت پسند فرمایا۔"

ایک روز یہی استفسار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان سے کیا تو آپ نے عرض کی۔ کہ اللہ تعالیٰ یہ برداشت نہیں کرتا کہ آپ کا سایہ زمین پر پڑے مبادا کوئی شخص اپنا پاؤں اس پر رکھ دے یا وہ کسی پلید زمین پر پڑے۔ جب اللہ تعالیٰ یہ برداشت نہیں کرتا کہ آپ کے سائے پر کسی کا پاؤں پڑے تو اس کی غیرت یہ کب گوارا کر سکتی ہے کہ کوئی شخص حضور کی ردائے عصمت کو آلودہ کرے۔ (۱)

یہی سوال ایک روز نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی مرتضیٰ سے پوچھا۔ آپ نے عرض کی یارسول اللہ! ہم ایک دن حضور کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو حضور نے نماز پڑھتے ہوئے اپنے نعلین مبارک اتار دیئے تو ہم نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں جب حضور نماز پڑھ چکے تو حضور نے پوچھا کہ تم نے جوتے کیوں اتارے ہم نے عرض کی حضور کی اتباع میں۔ تو آپ نے فرمایا تھا۔ مجھے تو جبرئیل نے جوتے اتارنے کا حکم دیا تھا کیونکہ وہ پاک نہیں تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس نجاست سے آپ کو مطلع کیا جو آپ کے نعلین مبارک پر تھی اور اس کو اتارنے کا حکم دیا تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ ایسی بیوی سے قطع تعلق کا آپ کو حکم نہ دے جو اس گناہ سے ملوث ہے۔ (۲)

یہ حضرات جو اپنی ایمانی قوت، دینی حمیت اور ذات مصطفوی سے اپنی قلبی محبت کے لحاظ سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے ان کی متفقہ یہ رائے تھی تو کسی دوسرے کو انگشت نمائی کی جرأت کیونکر

۱۔ تاریخ خمیس، جلد ۱، صفحہ ۴۷۷

۲۔ تاریخ خمیس، جلد ۱، صفحہ ۴۷۷

ہو سکتی ہے۔ ان سے بھی زیادہ خانگی معاملات کے بارے میں حضور کی ازواج مطہرات ایک دوسرے کے حالات سے زیادہ واقف تھیں۔ چنانچہ حضور اپنی ازواج مطہرات سے بھی اس قسم کا استفسار فرمایا کرتے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

ایک دن نبی رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش سے میرے بارے میں پوچھا۔

اے زینب! تیری کیا رائے ہے۔ تیری معلومات کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ!

أَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلَّا خَيْرًا

"میں اپنے کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں (یعنی وہی کہتی ہوں جو میرے کانوں نے سنا ہو اور میری آنکھوں نے دیکھا ہو) ۔ خدا کی قسم! میں تو عائشہ کے بارے میں خیر ہی خیر جانتی ہوں۔ " (۱)

یہ بات کوئی معمولی بات نہ تھی اس بہتان تراشی سے عرش الٰہی پر بھی لرزہ طاری ہو رہا تھا۔ صحابہ کرام اپنی نجی محفلوں میں بھی اس بات کے بارے میں تبصرے کیا کرتے تھے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ پھر ایک روز ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ ام ایوب سے کہا۔ کہ تم دیکھ رہی ہو جو کہا جا رہا ہے۔ تو اس زیرک بیوی نے جواب دیا۔

لَوْ كُنْتَ بَدَلَ صَفْوَانَ وَكُنْتَ تَظُنُّ بِحُرَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُوْءًا۔

"اے ابو ایوب! اگر صفوان کی جگہ آپ ہوتے تو کیا آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حرم کے ساتھ اس برائی کا ارادہ کرتے۔ "

انہوں نے کہا۔ "حَاشَا وَكَلَّا" "ہر گز نہیں۔"

پھر ام ایوب نے کہا۔

وَلَوْ كُنْتُ أَنَا بَدَلَ عَائِشَةَ مَا خُنْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

"اگر عائشہ کی جگہ میں ہوتی تو میں اللہ کے رسول کے ساتھ خیانت کی ہرگز جسارت نہ کرتی اور عائشہ کا مقام مجھ سے بلند ہے اور صفوان کا مرتبہ آپ

۱۔ تاریخ خمیس، جلد ۱، صفحہ ۴۷۷

سے بہت اونچا ہے ان کے بارے میں یہ خیال کیسے کیا جا سکتا ہے۔" (۱)

اس تفصیل سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کی اکثریت اس بہتان کو سراسر کذب و افترا سمجھتی تھی اور ان کے ذہن میں کبھی یہ خیال آ ہی نہیں سکتا تھا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اہل تحقیق فرماتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک شیر خوار بچے کی زبان سے آپ کی براءت کی جب حضرت مریم پر الزام لگایا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ابھی چند دنوں کے بچے تھے انہوں نے آپ کی برأت کی۔ لیکن جب حضرت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی محبوب زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ کے بارے میں بد بخت، بدباطن اور خبیث الفطرت منافقین نے ہرزہ سرائی کی جسارت کی تو خود رب العرش العظیم نے حضرت صدیقہ کی پاکیزگی اور طہارت کی شہادت دی اور قرآن کریم کی سولہ آیتیں نازل فرمائیں تاکہ جب تک یہ عالم رنگ و بو آباد رہے اس کے محبوب کی رفیقہ حیات کی شان رفیع اور درجات عالیہ کا ذکر خیر ہوتا رہے۔

وہ لوگ جو شان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو سمجھنے اور پہچاننے سے قاصر ہیں وہ اگر ان آیات کے آئینہ میں نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی عند اللہ عظمت و شوکت کے عکس جمیل کا مشاہدہ کریں تو انہیں پتہ چل جائے کہ اس بندہ سراپا نیاز کا مقام اپنے بندہ نواز پروردگار کے نزدیک کتنا ارفع و اعلیٰ ہے۔ سورہ النور کی دس آیات جن کا براہ راست تعلق واقعہ افک سے ہے وہ آپ کے مطالعے کے لئے مع ترجمہ پیش کی جاتی ہیں آپ ان کا غور سے اور حسن نیت سے مطالعہ فرمائیے حقیقت کا روئے زیبا خود بخود بے نقاب ہو کر آپ کے دلوں کو موہنے لگے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ

بیشک جنہوں نے جھوٹی تہمت لگائی ہے وہ ایک گروہ ہے تم میں سے۔ تم اسے اپنے لئے برا خیال نہ کرو۔ بلکہ یہ بہتر ہے تمہارے لئے۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ

ہر شخص کے لئے اس گروہ میں سے اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کمایا اور جس نے سب سے زیادہ حصہ لیا ان میں سے تو ان کے لئے عذاب عظیم ہوگا۔

۱۔ تاریخ خمیس، جلد ۱، صفحہ ۴۷۷

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ

ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ افواہ سنی کہ گمان کیا ہوتا مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنوں کے بارے میں نیک گمان،

وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ

اور کہہ دیا ہوتا کہ یہ تو کھلا ہوا بہتان ہے۔

لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ

(اگر وہ سچے تھے تو) کیوں نہ پیش کر سکے اس پر چار گواہ۔

فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ

پس جب وہ پیش نہیں کر سکے گواہ تو (معلوم ہو گیا کہ) وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت دنیا اور آخرت میں تو پہنچتا تمہیں اس سخن سازی کی وجہ سے سخت عذاب۔

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ

(جب تم ایک دوسرے سے) نقل کرتے تھے اس (بہتان) کو اپنی زبانوں سے اور کہا کرتے تھے اپنے مونہوں سے ایسی بات جس کا تمہیں کوئی علم ہی نہ تھا نیز تم خیال کرتے کہ یہ معمولی بات ہے حالانکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ

اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ افواہ سنی تو تم نے کہہ دیا ہوتا ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم گفتگو کریں اس کے متعلق۔

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ

اے اللہ تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

نصیحت کرتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ کہ دوبارہ اس قسم کی بات ہرگز نہ کرنا اگر تم ایماندار ہو۔

وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

اور کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے

لئے اپنی آیتیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور بڑا دانا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

بیشک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ پھیلے بے حیائی ان لوگوں میں جو ایمان لائے ہیں۔ تو ان کے لئے دردناک عذاب ہے دنیا و آخرت میں اور اللہ تعالیٰ (حقیقت کو) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

اور اگر نہ ہوتا تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بہت مہربان اور رحیم ہے (تو تم بھی نہ بچ سکتے)

ان آیات کی تلاوت کا لطف آپ نے اٹھالیا اور اس کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمایا۔

ان آیات کی تفسیر اگر اس مقام پر کی جائے تو بحث بہت طویل ہو جائے گی اور یہ مقام اتنی طوالت کا متحمل نہیں جن حضرات کو مزید تحقیق کا شوق ہو وہ ضیاء القرآن جلد سوم صفحات ۲۹۵ تا ۳۰۸ کا مطالعہ فرمائیں یہ مطالعہ بفضلہ تعالیٰ ان کے لئے سود مند ثابت ہو گا۔

لیکن ہم یہاں آیت نمبر ۱۶ کے آخری جملہ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ کے بارے میں بڑے اختصار سے ضیاء القرآن کے حوالہ سے چند امور پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

یہاں "سبحانک" ذکر کر کے اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کے رسول کی زوجہ محترمہ کا دامن ایسے الزام سے آلودہ ہو (بحر) گویا نبی مکرم کی رفیقہ حیات پر الزام لگانا نبی مکرم پر الزام لگانا ہے۔ اور نبی مکرم پر ایسا الزام آپ پر نہیں بلکہ رب کریم پر ہے۔ جس نے ایسا نبی بنایا۔ یاد رہے کہ حضرت صدیقہ کی پاکدامنی کو ثابت کرنے کے لئے زبان قدرت نے وہی اسلوب اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کی تردید کے وقت اختیار کیا جاتا ہے۔

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ تصریح فرماتے ہیں کہ وحی کے نزول سے پہلے بھی حضور کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حضرت عائشہ کی پاکدامنی کا علم تھا۔ کیونکہ نبی کا ایسے امور سے پاک ہونا جو لوگوں کو اس سے متنفر کر دیں ضروریات عقلیہ میں سے ہے۔ امام موصوف نے اپنے کلام پر ایک شبہ پیش کیا ہے اور خود ہی اس کا جواب دیا ہے۔

شبہ یہ ہے کہ اگر حضور کو علم ہوتا تو حضور اتنا عرصہ پریشان کیوں رہتے۔

اس کے رد میں فرماتے ہیں کہ حضور کا پریشان ہونا عدم علم کی دلیل نہیں۔ کفار کی ایسی باتیں جن کا بطلان اظہر من الشمس ہے وہ سن کر بھی حضور پریشان ہو جایا کرتے تھے۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ۔

نیز حضرت عائشہ کی پاکدامنی ایک مسلمہ حقیقت تھی جس کے متعلق کسی کو ادنیٰ شبہ بھی نہ تھا۔ الزام لگانے والے سارے منافق تھے۔ ان کے پاس اس الزام کو ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل نہ تھی ان قرائن کے ہوتے ہوئے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ نزول وحی سے پہلے بھی اس الزام کا جھوٹا ہونا حضور کو بخوبی معلوم تھا۔ وَلِعُمُوْمِ هٰذِهِ الْقَرَائِنِ كَانَ ذٰلِكَ الْقَوْلُ مَعْلُوْمَ الْفَسَادِ قَبْلَ نُزُوْلِ الْوَحْيِ (کبیر)

اس کے علاوہ جو خطبہ حضور کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا تھا اس کا یہ جملہ سارے شکوک کو دور کر دینے کے لئے کافی ہے۔

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ مَنْ يَعْذِرُنِيْ مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِيْ اَذَاهُ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى اَهْلِيْ اِلَّا خَيْرًا

"اے گروہ مسلمانان! مجھے اس شخص کے معاملہ میں کون معذور تصور کرے گا جس نے میرے اہل خانہ کے بارے میں مجھے اذیت پہنچائی۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے اہل کے متعلق خیر کے بغیر اور کچھ نہیں جانتا۔"

بالاتفاق حضور کا یہ خطبہ نزول آیات سے پہلے کا تھا آپ نے اہل بیت کی برأت حلف اٹھا کر بیان فرمائی اور مفتری سے انتقام لینے کا حکم دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حلف اٹھانا اور مفتری سے انتقام لینے کا حکم دینا اسی وقت تصور کیا جا سکتا ہے جب حضور کو حضرت عائشہ کی پاکیزگی اور الزام لگانے والوں کے جھوٹے ہونے کا یقینی علم ہو۔ اگر حضور کو ذرا بھی تردد ہوتا تو حضور قطعاً نہ حلف اٹھاتے اور نہ مفتری کو سزا دینے کی ترغیب دیتے۔

آج کل بھی بعض لوگ جو اپنے آپ کو زمرہ علماء میں شمار کرتے ہیں بڑے سوقیانہ انداز میں اس واقعہ کو عام جلسوں میں بیان کرتے ہیں اپنے نبی پاک کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے عجیب وغریب موشگافیاں کرتے ہیں۔ کہ اگر حضور کو علم ہوتا تو رنجیدہ خاطر کیوں ہوتے۔ اگر علم ہوتا تو صاف الفاظ میں حضرت عائشہ کی براءت کا اعلان کیوں نہ کر دیتے وغیرہ وغیرہ۔ یہ

سن کر دل درد سے بھر جاتا ہے اور کلیجہ شق ہونے لگتا ہے۔ یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ صاحب جو اپنا سارا زور بیان اور قوت استدلال اپنے نبی کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے صرف کر رہے ہیں ان کا اس نبی سے قلبی تعلق نہ سہی رسمی تعلق بھی ہوتا تو وہ ایسا کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ آپ خود سوچیں کہ اگر ان کی بہو بیٹی، جن کے باعصمت ہونے کا انہیں پکا یقین ہے پر ایسا بہتان لگایا جائے یا خود ان کی اپنی ذات کو ہدف بنایا جائے۔ اگرچہ انہیں اپنی پاکدامنی کا حق الیقین بھی ہو، تو کیا ان کا جگر چھلنی نہیں ہو جائے گا؟۔ نزول وحی میں تاخیر کی جو حکمتیں ہیں ان کا آپ کیا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ابتلاء میں شدت، اس کی مدت میں طوالت، بایں ہمہ صبر و استقامت کا مظاہرہ ان تمام امور میں جو لطف ہے اس کی قدر و منزلت اہل محبت ہی جانتے ہیں۔

دشمنان خدا اور رسول نے یہ بہتان تراشی محض حضور کے قلب نازک کو دکھانے کے لئے کی تھی اس لئے اپنی صفائی میں خود لب کشائی شان مصطفوی کے شایان نہ تھی۔ حضور کو اپنے رب کریم کے فضل و احسان پر کامل یقین تھا۔ کہ وہ خود اس تہمت کی تردید فرمائے گا۔ اس لئے حضور منتظر رہے اور یہ آیات نازل ہوئیں اگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی صدیقہ کی صفائی کے لئے ایک جملہ بھی ارشاد فرما دیتے تو شکوک و شبہات کی گرد چھٹ جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی زبان قدرت سے حضرت صدیقہ کی عصمت و پارسائی کی جو زندہ جاوید دلیل پیش فرمائی۔ اس سے محبوب رب العالمین کی جو عزت افزائی ہوئی ہے وہ انہیں کیسے میسر آتی۔ برأت دونوں صورتوں میں ہو جاتی لیکن دوسری صورت کی شان ہی نرالی ہے۔

کتابیات

نام کتاب	نام مصنف	مطبوعہ	سال طباعت
القرآن الکریم			
کتب سیرۃ			
وفاء الوفا	السمہودی	بیروت	۱۹۸۱
عیون الاثر	ابن سید الناس	دار المعرفہ بیروت	۱۹۵۷
الروض الانف	ابو القاسم سہیلی	دار الفکر بیروت	
سیرت النبی (اردو)	علامہ شبلی	نامی پریس کانپور	۱۹۱۸
نظرۃ جدیدہ فی سیرۃ رسول اللہ	ڈاکٹر کونستانس (وزیر خارجہ رومانیہ)	دار العربیہ للموسوعات بیروت	۱۹۸۳
السیرۃ النبویہ	ابو الحسن علی	لبنان	۱۹۷۹
السیرۃ الحلبیہ	برہان الدین الحلبی	مصطفیٰ البابی مصر	۱۳۴۹ھ
الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	قاضی عیاض	دار الکتاب العربی بیروت	
رسول رحمت (اردو)	مولانا ابو الکلام آزاد و غلام رسول مہر	شیخ غلام علی لاہور	۱۹۸۱
خاتم النبیین	امام محمد ابو زہرہ	دار الفکر العربی قاہرہ	
السیرۃ النبویہ	احمد بن زینی دحلان	بیروت	۱۹۸۳
محمد رسول اللہ	ابراہیم العرجون	دار القلم دمشق	۱۹۸۵
زاد المعاد	ابن قیم	بیروت	۱۹۸۵
السیرۃ النبویہ	ابن کثیر	دار الفکر بیروت	۱۹۷۸
سبل الہدیٰ والرشاد	امام یوسف الصالحی الشامی	قاہرہ	۱۹۷۵
سیرۃ ابن ہشام	ابن ہشام	حجازی القاہرہ	۱۹۳۸
محمد رسول اللہ	محمد رضا	بیروت	۱۹۷۵
رحمۃ للعالمین (اردو)	قاضی محمد سلیمان	شیخ غلام علی لاہور	